TIGHT BINDING BOOK

TEXT PROBLEM WITHIN THE BOOK ONLY TEXT FLY WITHIN THE BOOK ONLY

UNIVERSAL
LIBRARY
OU_188013
UNIVERSAL
LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٩٣٨ Accession No. ۲۳۴۴۴

Author

Title تاریخ ہندوستان قدیم

This book should be returned on or before the date last marked below.

سلسلۂ نصابیات علمیۂ جامعۂ عثمانیہ

تاریخ یونانِ قدیم

جلد چہارم

تالیف

پروفیسر اڈولف ہولم

ترجمہ

پروفیسر محمد ہارون خاں شروانی، ایم۔اے (آکسن) بیرسٹر ایٹ لا

صدر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ۔ رفیق (فیلو) جامعۂ عثمانیہ
ممتحن جامعات علیگڈھ، پنجاب، ناگپور، بمبئی، مدراس

سنہ ۱۳۵۵ھ م سنہ ۱۳۴۶ف م سنہ ۱۹۳۶ء

دار الطبع جامعۂ عثمانیہ سرکارِ عالی حیدرآباد دکن

یہ کتاب مسرز میکملن اینڈ کمپنی پبلشرز کی اجازت سے
جن کو حق اشاعت حاصل ہے اُردو میں ترجمہ کرکے
طبع و شایع کی گئی ہے۔

فہرست مضامین

تاریخ یونان قدیم (جلد چہارم)

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱	دیباچہ	۱
۲	تمہید	۳
۳	یادداشت متعلق تمہید: سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۱۶ ق م تک کے مکمل عہد کا نام۔	۱۰
۴	باب اول۔ سکندر کے جانشینوں کے حالات یومنیس کی وفات تک۔	۱۷
۵	باب دوم۔ سکندر کے جانشینوں کے حالات سلیوکوس کی وفات تک (سنہ ۳۱۶ ق م تا سنہ ۲۸۰ ق م)	۶۵
۶	باب سوم۔ اس عہد کی ممتاز شخصیتیں۔	۱۰۷
۷	یادداشت۔	۱۴۱
۸	باب چہارم۔ کلٹ قوم کا حملہ:۔ ایشیائے کوچک کے جغرافی خصوصیات اور اس کی تاریخ۔	۱۴۳
۹	باب پنجم۔ دنیائے یونان کی سیاسی کیفیت تقریباً سنہ ۲۷۵ ق م میں۔	۱۶۳
۱۰	باب ششم۔ یونانیوں کا تمدن	۲۱۹
۱۱	باب ہفتم۔ اگاتھوکلیس	۲۵۳
۱۲	باب ہشتم۔ پرہوس، اٹلی اور سسلی میں۔	۲۶۶
۱۳	باب نہم۔ مشرقی ممالک اور یونان سنہ ۲۸۰ ق م سے سنہ ۲۴۶ ق م تک شام اور مصر کے مابین آویزشیں۔ پرہوس کی وفات	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	انتی گونوس گوناتاس؛ جنگ خریمونڈیز۔	۲۸۰
۱۴	باب دہم۔ مشرق اور یونان سنہ ۲۴۶ ق م سے سنہ ۲۲۱ ق م تک۔ شام اور مصر کے مابین آویزشیں۔ یونان کی لیگیں۔ آراتوس؛ اگس؛ کلیومنیس؛ انتی گونوس دوسون۔	۳۲۲
۱۵	باب یازدہم۔ رومن اور یونانی سنہ ۲۲۰ ق م تک پہلی فنیقی جنگ۔	۳۷۵
۱۶	یادداشت۔	۳۸۱
۱۷	باب دوازدہم۔ دنیائے یونان تقریباً سنہ ۲۲۰ ق م میں (۱) دیار مغرب اور ارض یونان۔	۳۸۲
۱۸	یادداشت۔	۴۱۲
۱۹	باب سیزدہم۔ دنیائے یونان تقریباً سنہ ۲۲۰ ق م میں (۲) دیار مشرق۔	۴۱۴
۲۰	باب چہاردہم۔ دنیائے یونان، بالخصوص ملوکی درباروں میں۔ تہذیب وتمدن کی کیفیت (سنہ ۳۰۰ ق م) تا سنہ ۲۲۰ ق م)	۴۵۸
۲۱	یادداشت۔	۴۸۲
۲۲	باب پانزدہم۔ رومن عہد کی ابتدا۔ انطاکوس اور فیلقوس، لیگ والی جنگ دوسری فنیقی جنگ، سرقوسہ، فلوپوے من۔ سنہ ۲۲۰ ق م تا سنہ ۲۰۵ ق م)۔	۴۸۳
۲۳	باب شانزدہم۔ مشرقی معاملات؛ یونان؛ فیلقوس کی روما کے ہاتھوں شکست۔ سنہ ۲۰۵ ق م تا سنہ ۱۹۲ ق م۔	۵۰۸
۲۴	باب ہفدہم۔ رومنوں کی آویزش، انطاکوس؛ ایتولیوں اور غالطیوں کے ساتھ سنہ ۱۹۲ ق م تا سنہ ۱۸۹ ق م۔	۵۳۰
۲۵	باب ہیژدہم۔ روما اور پرسیوس سنہ ۱۸۹ ق م تا سنہ ۱۶۸ ق م؛ مشرق تقریباً سنہ ۱۶۹ ق م میں۔	۵۵۵
۲۶	باب نوزدہم۔ تاراجی کورنتھ؛ دنیائے یونان، خصوصاً مشرق کی حالت	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
	تقریباً سنہ ۱۳۰ ق م میں (سیاسی نقطۂ نظر سے)؛ سنہ ۱۶۸ ق م تا سنہ ۱۴۶ ق م۔	۵۹۹
۲۷	باب بستم۔ یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں (۱) مصر (۲) شام۔	۶۳۸
۲۸	باب بست و یکم۔ یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں (۳) پرگامم۔	۶۷۰
۲۹	باب بست و دوم۔ یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں (۴) رھوڈز۔	۷۰۱
۳۰	باب بست و سوم۔ یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں (۵) ایتھنز و دیلوس۔	۷۲۱
۳۱	باب بست و چہارم۔ یونان کے اثرات روما پر؛ پولی بیوس۔	۷۴۱
۳۲	باب بست و پنجم۔ ایشیا۔ سلطنت پرگامم پر روما کا قبضہ۔ مہرداد یوپاتور کا عروج کریمیہ کے یونانی سنہ ۱۴۶ ق م تا سنہ ۹۱ ق م۔	۷۵۵
۳۳	״ ״ ״ یادداشت۔	۷۷۰
۳۴	باب بست و ششم۔ مہرداد و سولا۔ سنہ ۹۱ ق م تا سنہ ۸۲ ق م۔	۷۷۳
۳۵	باب بست و ہفتم۔ مہرداد و دیگران، لوکولوس و پومپی کے خلاف۔ مہرداد کی موت سلطنت سلوکیان کا خاتمہ سنہ ۸۳ ق م تا سنہ ۶۳ ق م۔	۷۹۱
۳۶	باب بست و ہشتم۔ پومپی، قیصر، کراسوس؛ فارسالوس۔ قیصر مصر میں۔ پلبی۔ انتونی و کلیوپاترہ۔ مصر کی سیاسی حیثیت۔ سنہ ۶۳ ق م تا سنہ ۳۰ ق م تک۔	۸۱۲
۳۷	״ ״ ״ یادداشت؛ متعلق باب (۲۸)	۸۲۷
۳۸	باب بست و نہم:۔ ابتدائی قیصریۂ روما میں یونانیوں کی سیاسی کیفیت	۸۳۰
۳۹	تتمہ کتاب:۔ اس عہد کے تمدن کی بابتہ چند خیالات (۱) ادبیات (۲) حکمت۔	۸۵۵
۴۰	تحریر مختتم۔ از مترجم اردو۔	۸۶۱
۴۱	فہرست اعلام۔	۱ تا ۲۲
۴۲	فہرست اصطلاحات	۲۳ تا ۲۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

اس جلد میں سکندر کی وفات سے جنگ اکتیوم تک یورپ کی اور بحیرۂ روم کے دوسری جانب کی یونانی زندگی اور یونانی فکر کا حال بیان کیا گیا ہے، اور میری دانست میں یہ پہلی مرتبہ ہے کہ کسی جلد میں اس کا مفصل ذکر کیا گیا ہو۔ اگر غور کیا جائے تو یہ اُس خیال کا گویا بدیہی نتیجہ ہے جس کے تحت سکندر کو تاریخ یونان ہی کا فرد قرار دیا گیا ہے، اور میری رائے یہ ہے کہ اگر گروٹ اس عظیم الشان فرمانروا کے ساتھ معاندانہ سلوک نہ کرتا اور اس کا ذکر اس قدر تامل کے ساتھ نہ کرتا تو وہ بھی اسی نتیجے پر پہنچتا۔ ابتدا میں میں نے چاہا تھا کہ میں ۱۴۶ء ق م پر اپنے بیان کو ختم کردوں لیکن خود میرے پیش کردہ حالات سے معلوم ہو جائے گا کہ میں اس سنہ سے آگے کیوں بڑھ گیا۔ زمانے اور فاصلے کی وسعت ہی کی وجہ سے ایک نہایت اہم نتیجہ برآمد ہوا، وہ یہ کہ اُس عہد کی دُنیائے یونان، بالخصوص اُس زمانے کے آزاد بلدیات کی شہری زندگی کا صحیح اندازہ ممکن ہوگیا۔ ساتھ ہی جہاں تک میرے معلومات کا تعلق ہے، اس وقت تک کسی نے رومااور یونانیوں

کے باہمی تعلقات کا صحیح اندازہ نہیں کیا۔ یہاں مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ اس موضوع پر میں اپنی رائے کی توثیق بعض نہایت ممتاز علماء کی آراء کی مخالفت کے بغیر نہیں کر سکا۔

اس کے علاوہ دوسرے امور کے اعتبار سے بھی اس جلد میں بہت سی نئی باتیں ملیں گی۔ میں نے ایشیائے کوچک کے معاملات پر خاص توجہ کی ہے، اور یہ زمانۂ حال کے خیالات کے عین مطابق ہے۔ پچیسویں باب سے ستائیسویں باب تک کے لئے رائناش Th. Reinach کی کتاب متھری داتیس یوپاتور "Mithridate Eupator" نے گویا میری رہبری کی ہے اس لئے کہ یہ کتاب تاریخ قدیم کی ان کتابوں میں سے ایک ہے جو صحیح معیار پر پوری اترتی ہوں، اور نہ صرف علمیت کے اعتبار سے ہی بلکہ سلاست بیان کے لحاظ سے بھی ایک ممتاز کتاب ہے۔ اس کے برخلاف میں نے اسکندریہ کی اہمیت کو مناسب حدود کے اندر محدود کر دیا ہے۔ آخر میں یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ بادشاہوں اور رومنوں کی ماتحتی میں یونانیوں کو سوراجی اختیارات حاصل ہونا ایک اہم تاریخی واقعہ ہے، چنانچہ اس عہد قدیم کی مفصل تاریخ کا مطالعہ میرے نزدیک نہایت سودمند ثابت ہوگا۔

بہت سی باتیں ایسی بھی ہیں جن پر ذرا زیادہ مفصل تبصرہ کیا جا سکتا تھا، لیکن میری دانست میں سکندر کی وفات کے بعد کا زمانہ عروج یونان کے عہد سے زیادہ تفصیل کا مستحق نہیں تھا۔

تمہید

تاریخ یونان کی اس چوتھی اور آخری جلد میں یونانی مقدونوی عہد کا ذکر ہے جس میں ایک طرف تو بادشاہ اور دوسری طرف یونانی لیگیں ممتاز ہیں، اور یہ عہد سکندر کی وفات سے لے کر آخری مقدونوی ملوکیت کے الحاق سلطنت روما تک جاری رہتا ہے۔ یہ عہد وہ ہے جسے تاریخ یونان میں شامل کر کے کبھی بھی تبصرہ نہیں کیا گیا ہے، لیکن ساتھ ہی ہمارے نزدیک اس کا مفصل تذکرہ ہر آئین مناسب ہے۔ بلاشبہ اس مضمون کو تاریخی اعتبار سے بیان کرنا کچھ آسان کام نہیں اسلئے کہ اس میں ہم ایسی سلطنتوں اور ملتوں سے دوچار ہوتے ہیں جو ایک دوسرے سے بالکلیہ آزاد تھیں اور نہیں ایسے ممالک بھی ملتے ہیں جن میں یونانیوں کی آبادی صرف جزوی ہی تھی۔ خوش قسمتی سے یونانی تمدن نے، جس کا ان سب پر کم وبیش گہرا اثر پڑا تھا، ان میں ایک اندرونی توحد کی کیفیت پیدا کردی تھی، اور در اصل اسی تمدن کے تدریجی انتشار کا تسلسل بیان کرنے میں عہد زیر بحث کی خوبصورتی نظر آتی ہے۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ ہمارا واحد نصب العین

یہ ہوگا کہ اس عہد کے تہذیب و تمدن کی تاریخ بیان کریں اس لیے کہ
تاریخ یونان کا تخیل اس اصول کے بالکل منافی ہے، اور واقعاً اس
عہد میں بھی دُنیا کے یونان کی سیاسی حیثیت برابر برقرار رہتی ہے۔
زمانۂ مابعد میں ایک عہد ایسا ضرور آیا جب اس مُلک کی سیاسی اہمیت
کا آخرکار خاتمہ ہوگیا اور یونانیت صرف ایک سطحی قوت کا نام رہگیا،
لیکن یہ عہد ہمارے حدود سے باہر ہوگا، چنانچہ سنہ ۳۰ ق م میں ہم
نے اپنی کتاب ختم کردی ہے۔ بلاشبہہ اس کے بعد بھی بعض یونانی
جمہوریتوں نے اپنی آزادی محفوظ رکھی، جن میں جزیرہ رھوڈز سب سے
نمایاں ہے، لیکن ایسے خطے مستثنیات سے ہیں، اور حقیقت میں
ممالک عالم کی سیاسی کیفیت ایسی ریاست کے وجود کی وجہ سے
شمہ بھر بھی متاثر نہیں ہوئی جس کا سلطنت روما سے بجنسہٖ ویسا ہی
تعلق تھا جیسا آجکل سان مارینو کا سلطنت اٹلی سے ہے۔ محض
اسی قسم کے اسباب کی بناء پر ہم اس عہد کے آخری حصے پر زیادہ
وقت صرف نہیں کریں گے۔ جب پومپی خاندان سلیوکوس کی
لرزہ براندام سلطنت پر آخری کاری زخم لگاتا ہے تو ہماری
تاریخی دلچسپی کا مرکز خود رومن سپہ سالار کے ذاتی خصائص رہجاتے
ہیں، اور ان خصائص کا نہایت مشترح و بسیط تذکرہ کسی بھی تاریخ روما
میں کافی وضاحت سے لکھا ہوا ملے گا۔ ہمارے نزدیک آخری
کلیوپاترا کی حکومت کی اہمیت اس سے بھی کم ہے اور اس پر مفصل
تبصرہ کرنا محض تضیعِ اوقات ہوگی۔ اس کے برعکس گو متھری داتیس
یوپاتور ایرانی الاصل تھا، لیکن تاریخ یونان کے مقاصد کے لیے
اُس کا تمدن اور اُس کے حوصلے نہایت درجہ دلچسپ ہیں اسی لئے
ہم نے اُس کے سوانح حیات کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کیا
ہے۔ ہم اس تصفیے کو دوسروں پر چھوڑتے ہیں کہ ہم نے سنہ ۳۲۳ ق م
سے سنہ ۳۰ ق م تک کی اُن مملکتوں کے ارتقاء کا حال، جن میں یونانی

تمدن سرایت کئے ہوئے تھا، اور جو فتوحات مقدونیہ کی وجہ سے عدم سے وجود میں آئی تھیں، یا اُن فتوحات کے باوجود برابر اپنی جگہ قائم رہنے میں کامیاب ہوئی تھیں، اور اُن کے مختلف مسائل کا ذکر صحیح انداز سے کیا گیا ہے یا نہیں؛ کم از کم ہم تو یہ ضرور کہیں گے کہ ہم نے جس قسم کی کوشش کی ہے وہ ضرور کئے جانے کے قابل تھی۔

میں چاہتا ہوں کہ میں ناظرین کے سامنے اُن مدارج کا ذکر کروں جو میری دانست میں دنیائے یونان کے ارتقا میں پیش آئے ہوں گے۔ میدان میں اترتے ہی ہمارے سامنے سیاسی، قومی اور تمرکزی قوتوں اور لہروں کا ایک بحر زخار آجاتا ہے۔ سیاسیات میں ہمیں ملوکی اور جمہوری اصولوں کے مابین کشمکش کی کیفیت نظر آتی ہے، قومی آزادی اور حوصلوں کے سلسلے میں مشرق و مغرب دست و گریبان دکھائی دیتے ہیں، اور یہ تباین اس باہمی آویزش کے بالکل مطابق ہے جو میں [illegible] وتمدن میں علی العموم نظر آتا ہے۔ پھر بہت سے اضلاع و رقبہ جات میں یونانی عناصر بالکل مرکب ہیں۔ یہ سب باتیں ہمیں ملحوظ رکھنا پڑیں گی۔ گو مختلف ممالک کے کسی ایک عہد میں ان سب باتوں میں یکسانی نہیں پائی جاتی، تاہم بعض قطعی اور معین لہریں ایسی ہیں جو عالمگیر طور پر نظر آتی ہیں اور ان کی وجہ سے ہر ایک تاریخی دور میں چند ایسے مخصوص امتیازات پائے جاتے ہیں جو سسلی سے دریائے سندھ تک تمام دنیائے یونان میں ملتے ہیں۔ ان مشترک کیفیات کو پیش نظر رکھ کر میں نے سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کی تاریخ کو تین مختلف حصوں میں تقسیم کیا ہے:۔

(۱) یونانیوں کی بڑھتی ہوئی اہمیت، خصوصاً بین الاقوامی نقطۂ نظر سے سنہ ۳۲۳ ق م تا سنہ ۲۲۰ ق م۔ یہ عہد دیادوخی، پرصوس، اراتوس، اور کلیومنیس کا عہد ہے، اور اس کا ذکر پہلے باب سے چودھویں

باب تک کیا گیا ہے۔

(۲) یونانی امور میں رومنوں کی فیصلہ کُن مداخلت، ۲۲۰ سنہ ق م سے۔ یہاں ہم تیتوس کونکتیوس، فلوپوئےمن، ایمیلیوس پولوس اور اور پولی بیوس جیسی ہستیوں سے دو چار ہوتے ہیں۔ باب ۱۵ تا باب ۲۴۔

(۳) ۱۴۹ سنہ ق م سے مشرق کی اہمیت کا احیاء۔ اس زمانے کا ممتاز ترین شخص متھری داتیس ہے، باب ۲۵ تا باب ۲۹۔

ذرا نظر غائر ڈالی جائے تو ہر عہد مفصلۂ بالا کے دو دو حصے کئے جا سکتے ہیں:۔

عہد (۱):۔ ۱۔ سکندر کے کارناموں کے باعث ملوکی اُصول کی اہمیت، از ۳۲۲ سنہ ق م تا ۲۸۰ سنہ ق م۔ سکندر کی وفات کے بعد یہ اُصول یونانیت کی شکل میں ظاہر ہوتا ہے۔ ابواب ۱ تا ۳۔

۲۔ یونانی اصول آزادی کی طرف ردّ عمل۔ ایشیا میں غالویوں کے چھاپوں اور یورپی یونان میں لیگوں کے قیام کی وجہ سے اُسے فروغ پہنچتا ہے۔ تاہم یورپی یونان میں آزادی کی طرف جو میلان تھا اُس میں رُکاوٹیں پیدا ہو جاتی ہیں اور مقدونیہ اس کا ایک حد تک خاتمہ کر دیتا ہے۔ ۲۸۰ سنہ ق م تا ۲۲۰ سنہ ق م۔ ابواب ۴ تا ۱۴۔

عہد (۲):۔ ۳۔ میدان سیاسیات میں رومن قوم مقدونیہ کے خلاف اُترتی ہے اور اپنے اثرات سے اُسے بے دخل کر کے یونانیوں کو آزاد چھوڑ دیتی ہے۔ ۲۲۰ سنہ ق م تا ۱۹۷ سنہ ق م۔ انطاکوس سوم ایشیائے کوچک اور یونان میں مقدونوی ملوکی اصول کا احیاء کرنا چاہتا ہے

لیکن ناکام ہوتا ہے۔ اب رومن ایشیائے کوچک میں
بھی اپنے قدم جما لیتے ہیں۔ ۱۹۷ ق م تا ۱۸۹ ق م۔
ابواب ۵ تا ۱۷۔

۴۔ مقدونیہ کے خلاف کشمکش کی وجہ سے رومنوں کو خود مختار
یونانی ریاستوں کے خلاف بھی اُترنا پڑتا ہے، اور یہ
ریاستیں فطرۃً ایسی قوم کے خلاف ہو جاتی ہیں جو انکی
دانست میں مقدونیہ کا جانشین بننا چاہتی ہے۔ مشرق
میں انطاکوس چہارم تمدن یونان کو پھیلاتا ہے لیکن اسے
کہیں بھی زیادہ کامیابی نہیں ہوتی۔ ۱۸۹ ق م تا
۱۴۶ ق م۔ ابواب ۸ تا ۲۴۔

عہد (۳):۔ ۵۔ سب سے پہلے تو مشرق میں ایک طرح کا سیاسی
ردّ عمل رونما ہوتا ہے، لیکن یہ وہ مشرق ہے جو اس
وقت تک برابر یونانی تہذیب و تمدن سے متاثر ہو
رہا ہے اور دراصل صرف روماہی کا مخالف ہے۔
لیکن فتح و نصرت کا سہرا آخرکار روماہی کے سر رہتا
ہے۔ ۱۴۶ ق م تا ۶۳ ق م۔ ابواب ۲۵ تا ۲۷۔

۶۔ یولیوس قیصر کے عالی شان کارہائے نمایاں کے بعد
انتونی یہ کوشش کرتا ہے کہ یونانی دلدل کی متزلزل
بنیادوں پر ایک یونانی مشرقی اور ازاں بعد ایک
رومانی مشرقی سلطنت قائم کرے۔ لیکن اگسٹس کے
زمانے میں روما از سر نو تمام متمدن مغربی دُنیا کا مالک بن
جاتا ہے اور عرصۂ دراز تک یونان محض معیار تمدن
کے طور پر باقی رہتا ہے۔ ۶۳ ق م تا ۳۰ ق م۔
ابواب ۲۸ و ۲۹۔

الغرض جس زمانے کا اس جلد میں ذکر کیا گیا ہے اُس میں مختلف

قوتوں کے عمل و ردّ عمل سے دو چار ہوتے ہیں اور ہمیں باہمی مناقشوں اور آویزشوں کے نتائج قلمبند کرنے پڑتے ہیں۔ پہلے، یعنی بالکلیہ یونانی عہد میں ملوکی اُصول کے عمل (حصۂ ۱، ابواب ۱ تا ۳) اور آزادی کے ردّ عمل (حصۂ ۲، ابواب ۴ تا ۱۴) کا سامنا ہوتا ہے؛ دوسرے یعنی رومن عہد روما کے عمل (حصۂ ۳، ابواب ۱۵ تا ۱۷) اور یونان کے ردّ عمل کی وجہ سے ممتاز ہے (حصۂ ۴ جس میں سیاسی نقطۂ نظر سے ابواب ۱۸ و ۱۹ میں اور ذہنی نقطۂ نظر سے ابواب ۲۰ تا ۲۴ میں بحث کی گئی ہے)؛ تیسرے یعنی مشرقی عہد میں مشرق کی کوششیں (حصۂ ۵ ابواب ۲۵ تا ۲۷) اور روما کی فاتحانہ مخالف کوشش نمایاں ہیں (حصۂ ۶ ابواب ۲۸ تا ۲۹۔)

اس دور میں ذہنی تمدن کے ارتقاء کی روش ذرا زیادہ پیچیدہ ہے یعنی موضوع زیر بحث اور اس کی ذہنی پیداوار کی شکلوں میں ہمیشہ تطابق نہیں ہوتا۔ سنہ ۲۰۰ ق م تک تو ادبیات ترقی پذیر ہیں لیکن اُس وقت سے اس میں تنزل کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور صُوَرِ ظاہری میں خاص طور پر بے ربطی نظر آتی ہے۔ جہاں تک ہم حکم لگانے کے اہل ہیں، پولی بیوس کی جو دوسری صدی ق م کے یونانی ادیبوں میں بہترین سمجھا جاتا ہے، زبان بھی ایسی اچھی نہیں ہے۔ بعض ادبی شاخوں میں تصنیف و تالیف کا سلسلہ ہی منقطع ہوجاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ زمانہ ہر شعبۂ زندگی کے لئے نہایت ہی کشمکش کا زمانہ تھا۔ لیکن جب آخر کار مُہر لگ جاتی ہے، جب ہر شخص کو معلوم ہوجاتا ہے کہ یونانی شہروں کی سیاسی اہمیت ہمیشہ کے لئے فنا ہوگئی ہے تو پھر یونانیوں کی ادبی زندگی کا از سرِ نو احیاء ہوتا ہے جس کے ساتھ ہی ظاہر صُوَرِ ادبی میں بھی یونانی کمال حاصل کرلیتے ہیں۔ لیکن ہم اس احیاء کا صرف سرسری ذکر ہی کریں گے اس لئے کہ یونانی ادبیات کی نئی بہار کا زمانہ دراصل

سلطنت روما کے عروج کا زمانہ ہے۔ سکندر کی وفات کے بعد فنون لطیفہ میں بڑی بھاری ترقی ہوئی اور اس میں ایشیائے یورپی یونان تک سے بازی لے گیا۔ تاآنکہ آخری صدی ق م میں یونان کے پرانے مرکز کو پھر وہی قدیم فوقیت حاصل ہو گئی۔ ان سب میدانوں میں ۳۲۳ ق م سے ۳۰ ق م تک کے مکمل عہد میں خطۂ یونان میں بڑی بھاری جلت پھرت نمایاں ہوتی ہے۔ اس مکمل دور کے نام کی بابت اس تمہید کے سلسلے میں جو یادداشت ناظرین کے سامنے پیش کی گئی ہے اسے دیکھنا چاہئے۔

اب ہم مختلف واقعات کا ذکر کریں گے۔ ابتدا ہی میں ہمارے سامنے جو منظر آتا ہے اس میں تقریباً غیر محدود افراتفری نظر آتی ہے جو رفتہ رفتہ مستقلانہ صورت حال میں تبدیل ہوتی جاتی ہے۔

یادداشت متعلق تمہید

۳۲۳ سنہ ق م سے ۳۰ سنہ ق م تک کے مکمل عہد کا نام

کچھ عرصے تک الفاظ "ہیلے نسٹک (" مائل بیونانیت") اور "ہیلے نزم" (یونانیت) عام طور پر استعمال کئے جاتے تھے، لیکن آجکل "عہد اسکندریہ" زیادہ مقبول معلوم ہوتا ہے۔ اوّل الذکر الفاظ ڈروائے سن کے استناد کی وجہ سے مروّج ہوئے تھے، لیکن گروٹ اپنی کتاب کے باب ۹۴ میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے اور اسی طرح سے بعض دوسرے مصنّف، مثلاً پوتیئے Pottier بھی اسے پسند نہیں کرتے ("پختہ مٹی کے مجسّمے" Sta tuettes de terre cuite' پیرس ۱۸۹۰ء صفحہ ۱۱۵) ہمارے نزدیک "ہیلے نسٹک" اور "ہیلے نزم" کے الفاظ درست نہیں ہیں اس لئے کہ Hellenistikos سرے سے یونانی زبان کا لفظ ہی نہیں، اور Hellenismos کے معنے تمدّن یونانی کے ہیں، اور ظاہر ہے کہ ہیلے نزم یعنی "یونانیت" کی تاریخ سے محض اُس زمانے کی تاریخ مراد نہیں ہو سکتی جس سے پہلے بھی صدی ہا صدی تک یونانیت اپنی مکمل حالت میں مروّج تھی۔ الغرض اب اس عہد کے لئے "ہیلے نزم" کا لفظ جو صرف ونحو کے اعتبار سے درست ہے،

استعمال نہیں کیا جاتا۔ لیکن دوسرا لفظ یعنی "ہیلے نسٹک" جس کا یونانی زبان میں پتا نہیں، قائم رکھا گیا ہے، اور اس سے مراد اُن عناصر سے لی جاتی ہے جو اصل میں یونانی ہیں لیکن جن پر بربری اثرات پڑے ہیں، چنانچہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے سکندر کے بعد کا یونانی تمدن مراد لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر اس لفظ کی غلط تشکیل کو نظرانداز بھی کیا جائے تاہم اس کے مفروضہ معنے اُس زمانے کی زندگی کے مظاہروں کے مطابق نہیں۔ سکندر کے بعد یونانی ادبیات پر تو بربری اثرات بہت کم پڑے، فنون لطیفہ پر اس سے بھی کم اور ایتھنز کی زندگی اور خصائص بالکلیہ ان اثرات سے آزاد رہے۔ الغرض سکندر کے بعد کے یونانی تمدن کو "یونانی کے بجائے" "مائل بہ یونانیت" کہنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اور صحیح معنے میں دیکھا جائے تو "ہیلے نسٹک" کے لفظ کا انطباق صرف ایسے ممالک کے تمدن پر کیا جاسکتا ہے (جیسے ملک شام) جن میں ایسا یونانی تمدن رائج تھا جو بربری کھوٹ سے بھرا ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ دمشق کے کسی باشندے کا تمدن اُس کے زمانے میں یونانی تمدن کا معیار نہیں قرار دیا جاسکتا۔ شیورر Schueret اپنی کتاب "تاریخ قوم یہود" Geschichte des juedischer Volkes ۲، ۲۶ میں بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ "مائل بہ یونانیت" "تمدن یونانی تمدن کے خلاف اس لائکلی تمدن کا نام ہے جس نے جملہ غیرملکی تمدنوں کے عملی عناصر کو جذب کرلیا ہو۔ اس خیال کے مطابق اراتوس یا پولی بیوس، ابی قوروس یا منانذر، یا پرگاموم کے حاشیے کا تعمیر کار، ان میں سے کوئی بھی محض "مائل بہ یونانیت" نہیں کہا جاسکتا اسلئے کہ ان میں سے ہر ایک کامل یونانی ہے۔ ان باتوں کے تحت لفظ "ہیلے نسٹک" کی ساخت پر اُس کی تردید یا تائید کا دارومدار ہے، حقیقت یہ ہے کہ جس طرح یونانی زبان میں لفظ "اٹیکس تیکوس" Attikistikos ("مائل بہ اٹیکائیت") یا "آرخاستیکوس" Archaistikos

یادداشت متعلق تمہید

۳۲۳ سنہ ق م سے ۳۰ سنہ ق م تک کے مکمّل عہد کا نام

کچھ عرصے تک الفاظ "ہیلے نسٹک" ("مائل بیونانیت") اور "ہیلے نزم" (یونانیت) عام طور پر استعمال کئے جاتے تھے' لیکن آجکل "عہد اسکندریہ" زیادہ مقبول معلوم ہوتا ہے۔ اوّل الذکر الفاظ ڈروائے سن کے استناد کی وجہ سے مروّج ہوئے تھے' لیکن گروٹ اپنی کتاب کے باب ۹۴ میں اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرتا ہے اور اسی طرح سے بعض دوسرے مصنّف' مثلاً پوتئیے Pottier بھی اسے پسند نہیں کرتے ("پختہ مٹی کے مجسّمے" Sta tuettes de terre cuite' پیرس سنہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۱۱۵) ہمارے نزدیک "ہیلے نسٹک" اور "ہیلے نزم" کے الفاظ درست نہیں ہیں اس لئے کہ Hellenistikos سرے سے یونانی زبان کا لفظ ہی نہیں' اور Hellenismos کے معنے تمدّن یونانی کے ہیں' اور ظاہر ہے کہ ہیلے نزم یعنی "یونانیت" کی تاریخ سے محض اس زمانے کی تاریخ مراد نہیں ہو سکتی جس سے پہلے بھی صدہا صدی تک یونانیت اپنی مکمّل حالت میں مروّج تھی۔ الغرض اب اس عہد کے لئے "ہیلے نزم" کا لفظ جو صرف ونحو کے اعتبار سے درست ہے'

استعمال نہیں کیا جاتا، لیکن دوسرا لفظ یعنی "ہیلے نسٹک" جس کا یونانی زبان میں پتا نہیں، قائم رکھا گیا ہے، اور اس سے مراد اُن عناصر سے لی جاتی ہے جو اصل میں یونانی ہیں لیکن جن پر بربری اثرات پڑے ہیں، چنانچہ خیال کیا جاتا ہے کہ اس سے سکندر کے بعد کا یونانی تمدن مراد لیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر اس لفظ کی غلط تشکیل کو نظرانداز بھی کیا جائے تاہم اُس کے مفروضہ معنے اُس زمانے کی زندگی کے مظاہروں کے مطابق نہیں۔ سکندر کے بعد یونانی ادبیات پر تو بربری اثرات بہت کم پڑے، فنون لطیفہ پر اس سے بھی کم اور ایتھنزی زندگی اور خصائص بالکلیہ ان اثرات سے آزاد رہے۔ الغرض سکندر کے بعد کے یونانی تمدن کو "یونانی کے بجائے" "مائل بہ یونانیت" کہنے کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اور صحیح معنے میں دیکھا جائے تو "ہیلے نسٹک" کے لفظ کا انطباق صرف ایسے ممالک کے تمدن پر کیا جاسکتا ہے (جیسے ملک شام) جن میں ایسا یونانی تمدن رائج تھا جو بربری کھوٹ سے بھرا ہوا تھا اور ظاہر ہے کہ دمشق کے کسی باشندے کا تمدن اُس کے زمانے میں یونانی تمدن کا معیار نہیں قرار دیا جاسکتا۔ شیورر Schueret اپنی کتاب "تاریخ قوم یہود" Geschichte des juedischer Volkes ۲، ۲۶ میں بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ "مائل بہ یونانیت" "تمدن یونانی تمدن کے خلاف اس لائلکی تمدن کا نام ہے جس نے جملہ غیر ملکی تمدنوں کے عملی عناصر کو جذب کرلیا ہو۔ اس خیال کے مطابق اراتوس یا پولی بیوس، ابی قورس یا مناندر، یا پرگاموم کے حاشیے کا تعمیرکار، ان میں سے کوئی بھی محض "مائل بہ یونانیت" نہیں کہا جاسکتا اسلئے کہ ان میں سے ہرایک کامل یونانی ہے۔ ان باتوں کے تحت لفظ "ہیلے نسٹک" کی ساخت پر اُس کی تردید یا تائید کا دارومدار ہے، حقیقت یہ ہے کہ جس طرح یونانی زبان میں لفظ "اٹیکس تیکوس" Attikistikos ("مائل بہ اٹیکائیت") یا "آرخائستیکوس" Archaistikos

("مائل بہ قدامت") نہیں ملتے اسی طرح اس میں لفظ ہیلے نستکوس Hellenistikos کا بھی پتا نہیں، حالانکہ اس زبان میں الفاظ "ہیلے نستی" Hellenisti "یونانی روش کے مطابق") "اٹیکستی" Attikisti ("اٹیکائی زبان میں") اور "آرخائستی" Archaisti ملتے ہیں، اور اگر لفظ "آرخائسٹک" سے اس چیز کا مفہوم ادا ہوسکتا ہے جو جدید ہوسکیگی جس میں قدامت کا بھی کوئی پہلو ہو تو پھر جس وقت لفظ ہیلے نسٹک یہ صرف یونانی انجیل Septuagint کے لئے جس کے الفاظ اور موضوع دونوں نیم بربری ہیں صحیح معنے میں استعمال نہیں کیا جاتا اسلئے کہ تھیوکرتیوس جسے "مائل بہ یونانیت" سمجھا جاتا ہے اتنا ہی یونانی تھا جیسے یوری پڈیس، اور فنون لطیفہ، ادبیات اور سیاسی زندگی میں جتنی بھی ممتاز ہستیاں ہوگزری ہیں سب کی یہی کیفیت ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ لفظ "ہیلے نستی کوس" ایک دوسرے لفظ "ہیلے نستیز" Hellenistes سے بنا ہے جس سے مراد ایک ایسی یہودی سے لی جاتی ہے جو یونانی بولتا ہو، لیکن مناسب یہی ہوتا کہ یہ لفظ مستشرقین کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے اس لئے کہ کم از کم تاریخ یونان میں یہ نہایت ہی مغالطہ آمیز ہے۔ ڈرواےسن کی کتاب میں لفظ "ہیلے نسموس" اور جلد ۲ و ۳ کے مخصوص ابواب کے ناموں کے مابین باہمی تضاد معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ان ابواب کی سرخیاں اور نفس مضمون ایک دوسرے کے بالکل مطابق ہیں اور ڈرواےسن محض فرمانروایان عہد کے حالات بیان کرتا ہے؛ لیکن اس نے اپنے موضوع کا عام نام جو "یونانیت" Hellenismus رکھا ہے اس کے بموجب اُسے اس زمانے کے تمدن (یا کم از کم اسکندریہ کی تہذیب) کا حال بیان کرنا چاہئے تھا، لیکن اس کی تاریخ سے اور اس لفظ کے مفہوم سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس لفظ "ہیلے نزم" کے معانی میں جو تنوع پایا جاتا ہے وہ اس واقعے سے ظاہر ہوتا ہے

کہ شہنشاہ یولیان اسے اور بت پرستی کو مترادف سمجھتا تھا۔ دیکھو بواسی اے
"بت پرستی کا خاتمہ" Boissier : Le fin du Paganisme ا، ۳ ۹۔

بعض مؤرخوں کی رائے یہ ہے کہ ۳۲۳ ق م کے بعد کے واقعات کی توہین لفظ "ہیلے نستک" سے نہیں کرنی چاہئے، چنانچہ ایسے لوگ جیسے کرسٹ Chrish و سوزے میہل Susemihl اس عہد کو "اسکندر دی" کا لقب دیتے ہیں۔ منجملہ دوسروں کے فولکمان Volkman نے پاؤلی کی محیط المحیط" Pauly's R. E. ا، ۲۴۴ میں اس کے سبب پر بحث کی ہے؛ وہ کہتا ہے کہ اسکندریہ نے اس عہد کی ذہنی ترقی میں ایک خاص امتیاز حاصل کیا۔ لیکن ہمارے نزدیک اس استدلال میں ایک بڑا بھاری مغالطہ ہے؛ اور خود فولکمان تسلیم کرتا ہے کہ اسکندریہ نے فلسفہ، خطابت اور تاریخ نویسی میں ترقی نہیں کی اور علی العموم عروض و قافیہ کی صرف ایک شاخ میں اس نے مہارت پیدا کی تھی، اور اس کے علاوہ صرف علوم فطری اور صرف و نحو کے میدان میں کچھ کمال نظر آتا تھا۔ الغرض اگر دوسرے مقامات کے لوگوں نے بعض ایسے شعبہ جات علوم میں کمال حاصل کیا تھا جن کا اسکندریہ میں نشو و نما نہیں ہو سکا تو پھر ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اسکندریہ رہبر تھا اور اس عہد کو اسی کے ساتھ منسوب ہونا چاہئے؟ سرسری تاملک کا اسکندریہ سے اس قدر کم لگاؤ ہے کہ سنوی تسلسل کے برخلاف کرسٹ اس کا ذکر عہد اسکندری کے بعد کرتا ہے۔ اسی طرح پولی بیوس کے پاس کوئی ایسی چیز نظر نہیں آتی جسے "اسکندری" کہا جا سکے، اور اسکندریہ کے اہم ترین شاعر یعنی تھیوکریتوس کا اس شہر سے بہت کم اندرونی تعلق نظر آتا ہے۔ الغرض ہم اس خیال پر قائم ہیں کہ اسکندریہ کی اہمیت میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی کی گئی ہے، اور اس شہر میں جس شاخ علمی میں ترقی کی گئی وہ خالص حکمیات کی شاخ تھی۔ ظاہر ہے کہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک

حکمیات ہی یونانی زندگی کا واحد معیار نہیں قرار دیا جا سکتا، چنانچہ اس عہد کو "عہد اسکندروی" قرار دینا کسی طرح مناسب معلوم نہیں ہوتا ہمارے نزدیک اس لفظ کے استرداد کی ایک خاص وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ عہد زیر بحث کے جو خصائص تھے اُن کا اس کی وجہ سے صحیح اندازہ نہیں ہو سکتا۔ اسکندریہ صرف حکمیات ہی کا نہیں بلکہ ملوکی اُصول کا بھی گویا قائم مقام ہے اور اس اُصول کی ترویج کا گویا مرکز ہے۔ اگر اُس عہد میں اس اُصول کا ہر جگہ بول بالا ہوتا اور ظاہری ہی میں نہیں بلکہ اندرونی کیفیات میں بھی ملوکی اُصول کو فروغ ہوتا تو بھی ہم اس عہد کو اسکندروی کہہ سکتے تھے۔ لیکن واقعہ اس سے مختلف ہے۔ عین اسی زمانے میں جمہوری اور ملوکی اصول کے مابین مناقشے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے اور اس میں جمہوری اُصول کو تھوڑی بہت کامیابی حاصل ہوتی ہے تا آنکہ آخر کار یہی ملوکیت کو مغلوب کر لیتا ہے۔ علاوہ ازیں اُس زمانے میں ملوکی اُصول کا راستہ دُنیا کی مادّی حیثیت کی طرف یعنی قوّت و اقتدار اور عیش و آرام کی طرف لے جاتا ہے۔ اگر جمہوریتوں کا بھی میلان اسی طرف ہوتا تو پھر ہم شائد اس عہد کو "اسکندروی" کا لقب دیتے، اور فولکمان کو یقین ہے کہ ہر جگہ مادّیت ہی غالب تھی۔ لیکن یہ بھی مغالطہ ہے، اور اصلی واقعہ یہ ہے کہ آزادی کی عالی منشی جو جمہوری یونانیوں میں پائی جاتی تھی وہ اسکندریہ کے ملوکی میلانات کا مقابلہ کرتی ہے، اور ان میلانات کا سنہ ۳۰ ق م جیسے بعید زمانے میں ہی خاتمہ ہو جاتا ہے، چنانچہ اس نقطۂ نظر سے بھی اس عہد کو اسکندریہ کی طرف منسوب کرنا کسی طرح ٹھیک نہیں اور اس سے غلط انتاج ہونا یقینی اور لابدی ہے۔ نیز دیکھو اسی کتاب کا باب ۱۴۴، حاشیہ ۱۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس عہد کا کیا نام رکھا جائے۔ ہم اسے "عہد مقدونوی" کہیں تو مناسب ہوگا۔ ہم اس امر سے

واقف ہیں کہ سکندر کے جانشینوں کی عین خواہش تھی کہ وہ مقدونوی بن کر رہیں۔ انتی گونوس سوم اپنے آپ کو مقدونوی کہتا ہے (دیکھو ڈٹن برگر ۲۰۵) اور یہی کیفیت بطالسہ کی بھی تھی (ریتو سانیاس ۱۰۷) ہمارے نزدیک یہ نام اس نام سے جس پر ابھی بحث کی گئی ہے بہتر ہے اس لئے کہ اس میں ہم قابل وفریس سلیوکوسیون کو شامل کر سکتے ہیں؛ لیکن یہاں بھی مشکل یہ پیش آتی ہے کہ اس سے بھی صرف ایک ہی میلان یعنی ملوکیت سے مراد لی جا سکتی ہے درانحالیکہ اس عہد کی خصوصیات سے یہ ہے کہ اس میں یونان میں وقتی اور مستقل لیگیں قائم ہوئیں، چنانچہ اس عہد کا نام بادشاہوں اور لیگوں کا عہد قرار دیا جا سکتا ہے، یا ہم اسے "یونانی مقدونوی سلسلۂ ممالک" کا عہد کہہ سکتے ہیں۔ بہرحال جو کچھ اوپر بیان کیا گیا ہے اسے میں چند الفاظ میں یوں ادا کروں گا:۔ اگر سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کے زمانے کی یونانی زندگی کی خصوصیات میں حکمیات، درباری شاعری، فنون صنعتی، مطلق العنانی، اور بدکاری ممتاز و نمایاں سمجھی جائیں تو اس کو "اسکندری" کہنا بیجا نہ ہوگا؛ لیکن اگر اس جلد کے استدلال کے مطابق اس عہد کے یونانیوں میں اب بھی فلسفہ، قومی شاعری، فنون واقعی، محنت و کاوش، سواراج، اور اخلاق کی بہتری کی کوشش پائی جاتی ہے تو پھر اسے "یونانی مقدونوی" عہد یا "بادشاہوں اور لیگوں کا عہد" کہا جانا چاہیئے۔

مہافی اپنی کتاب "مسائل تاریخ یونان Mahaffy· Problems in Greek History (لندن، سنہ ۱۸۹۲ء) اسے "یونان بعد عہد سکندری" کہتا ہے لیکن یہ نام جرمن زبان میں بڑا انوکھا معلوم ہوتا ہے۔

سنہ ۲۴۶ ق م سے ایک ارتقائی دور کا آغاز ہوتا ہے اس لئے کہ اس کے بعد روما جلد جلد یونانی مقدونوی ریاستوں کو ہضم

کرلیتا ہے۔

میں ابواب ۱ و ۲ کے اسناد تفصیل سے بیان نہیں کرسکتا، اور ناظرین کو ڈروا سے سن اور نیز سے Niese کی کتابوں کو دیکھنا چاہیئے جو اپنی صحت اور تکمیل کے لئے ممتاز ہیں، بلکہ اس کی بجائے میں نے صرف چند اہم واقعات کے انتخاب پر اکتفا کیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاریخ یونان قدیم

جلد چہارم

باب اوّل

سکندر کے جانشینوں کے حالات یومنیس کی وفات تک

سکندر کی موت اُس کی ساختہ پرداختہ سلطنت کے لیے نہایت ہی بے وقت ثابت ہوئی۔ اُس کی ہمیشہ یہ کوشش رہی تھی کہ اُس کے مختلف حصّوں کو ایک دوسرے کے ساتھ بالکل مربوط ومخلوط کردے، لیکن اس میں کامیابی کے لئے وقت اور محنت دونوں درکار تھے، اور اگر بالفرض اُس کی عمر اُس کے ساتھ وفا بھی کرتی تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا تھا کہ اُسے پوری کامیابی حاصل ہو ہی جاتی۔ پہلے یورپ کو دیکھیے: یہاں اگر یونانی قوم کو نظر انداز کردیا جائے جو مجبوراً سکندر کا ساتھ دینے پر آمادہ ہوگئی تھی، تو مقدونیہ باقی رہ جاتا ہے جس میں تھریس کے مختلف النوع باشندوں کا اضافہ کردیا گیا تھا۔ اب ایشیا اور افریقہ آئیے جہاں ایک چھوڑ پانچ ایسے مرکز موجود تھے جنھیں اپنی اپنی تہذیب وتمدن میں کمال حاصل تھا، یعنی ایشیائے کوچک، جس کے بیشتر حصّے میں یونانی تمدن رائج تھا،

باب ۱ فنیقیہ، شام، بابل و اشور جو سامی تمدن کے گہوارے تھے، مدیہ ایران اور باختر جو آریائی تمدن کے مولد و مسکن تھے، پنجاب جو ہندی تمدن سے متاثر تھا اور مصر جہاں خود اُسی کا تمدن سرایت کئے ہوئے تھا۔ ان سب مرکزوں کے علاوہ ایسی قومیں بھی نظر آتی تھیں جو یونانیوں، سامیوں اور آریائیوں سے ملتی جلتی ضرور تھیں لیکن جن کا اُن سے براہ راست کوئی تعلق نہیں تھا، جیسے لیکیہ، لیدیہ، افروجیہ اور کلیکیہ کے باشندے۔ اب سوال یہ تھا کہ وہ اندرونی توحد، جس کے بدون اس وسیع سلطنت کا استحکام ناممکن تھا، کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی سلطنت جو اتنے مختلف النوع حصوں سے مرکب ہو، محض بیرونی اثرات کی بنا پر قائم نہیں رہ سکتی بلکہ اس کے لئے بعض اخلاقی عناصر کا وجود لازمی تھا۔ پھر دوسرا سوال یہ تھا کہ آیا ان سب مختلف النوع تمدنوں میں سے کسی ایک کا بول بالا ہونے والا ہے یا ہر ایک اپنے اپنے حلقے میں انفرادی طور پر اثر پذیر رہیگا؛ پھر کیا یہ ممکن تھا کہ ان میں چند تمدنوں کو ایک دوسرے کیساتھ بالکلیہ مخلوط کر دیا جائے؟ اگر سکندر زندہ رہتا تو شائد وہ ارسطاطالیس اور اپنے دوسرے یونانی صلاح کاروں کے مشورے سے عملی سیاسیات کے اُن پیچیدہ مسائل کو حل کر لیتا، بشرطیکہ انھیں اُن کے سلجھاؤ کا خیال ہوتا۔ واقعہ یہ ہے کہ اُس کے ہمنشینوں میں صرف سلیوکوس ہی ایسا شخص تھا جسے ان کی اہمیت کا اندازہ تھا، اور اُس کے جانشینوں میں سب سے کم عمر اور خود اُسکے برابر تھا۔

لیکن سکندر کی وفات کے بعد ہی بہت جلد اُس کی سلطنت کے حصے بخرے ہو گئے اور اس کے حل کی مطلق کوشش نہیں کی گئی۔ یہ عجیب بات ہے کہ اس سلطنت کی تقسیم اندرونی بغاوتوں اور شورشوں کی وجہ سے نہیں ہوئی بلکہ اس کا شیرازہ محض اُن لوگوں کی باہمی نزاعات اور خود غرضانہ کارروائیوں کی وجہ سے بکھرا جو

باب اُس کی سلطنت کے گویا مالک بن بیٹھے تھے۔ اس کے مرنے پر نہ تو کوئی اسکا رشتہ دار ایسا تھا جو ہر دلعزیز ہوا ور نہ تخت و تاج کا کوئی مناسب وارث ہی تھا، چنانچہ اُس کی تمام میراث اُس کے سپہ سالاروں ہی کے ہاتھ لگی۔ روشننک حاملہ ضرور تھی، لیکن اگر اُس کے اولاد نرینہ بھی ہوئی تاہم اُس بچے کی تخت نشینی تک ایک بڑا زمانہ گزر جائے گا، اور اس دوران میں انتظامات کا تعین کرنے کا بار سپہ سالاروں کے کندھوں پر پڑا۔ ان سپہ سالاروں کی کیفیت یہ تھی کہ پچھلی مہمات میں لاثانی فتح حاصل ہونے کے باعث وہ اپنی قابلیت میں بہت کچھ مبالغہ کرنے لگے تھے اور اُن کیلئے ایک دوسرے کے ساتھ تعامل کرنا بالکل ناممکن ہوگیا تھا؛ دوسرے کسی کو یہ خیال بھی نہ تھا کہ سکندر اس قدر جلد مر جائے گا، چنانچہ وہ خود بھی اس کام کی تکمیل کرنے کے لئے تیار نہ تھے جسے اتمام کو پہنچانا اس درجہ ضروری تھا۔ بلاشبہ ابتدا میں تو ان میں سے کسی کے سلطنت کے ٹکڑے کرنے کا خیال بھی نہ ہوا ہوگا، لیکن جو چیز اس سے بھی زیادہ بعید از قیاس تھی وہ یہ کہ اُسے خود سکندر کے اُصول پر چلایا جائے۔ گو ان سپہ سالاروں میں سے بعض ضرور ایسے تھے جو مرنے والے بادشاہ کے اُصول کو خوب سمجھے ہوئے تھے، لیکن کوئی ایسا نہ تھا جس کا دوسروں پر اثر ہوتا۔ سکندر فاتح بھی تھا اور منتظم بھی؛ اب علاوہ چند مستثنیات کے فتح کا دروازہ تو بالکل بند ہوگیا، لیکن تنظیم کا سوال، جو ابھی آدھا ہی سلجھنے پایا تھا، وہاں کا وہیں رہنے دیا گیا، بلکہ اس کے برعکس ہر سپہ سالار کا فوری اور مخصوص مقصد یہ ہوگیا کہ خود اپنا حلقۂ اقتدار پیدا کرے اور اُسے خود اپنی تدبیروں کا آماجگاہ بنائے۔

لیکن جو مسئلہ فوری توجہ کے قابل تھا اور جو ہر شخص کے پیش نظر تھا وہ یہی تھا کہ سلطنت کا کام کیسے انصرام کو پہنچے گا، اور اس

باب ۱

بارے میں جو امور قرار پائے اُن کے نفاذ میں بے حد تعجیل سے کام لیا گیا۔ اعیانیت پسند سوار سے کے ساتھ متفق ہو کر چھ سربرآوردہ سپہ سالاروں یعنی پردکاس، لیوناتوس، بطلیموس، لیسی ماخوس، فیثون اور ارسطونوُوس نے یہ طے کیا کہ اگر روشنک کے بیٹا پیدا ہوا تو اُس کی تولیت کے فرائض کو ایشیا میں پردکاس اور لیوناتوس، اور یورپ میں انتی پاترا ور کراتیروس ادا کریں گے، لیکن انھوں نے غالباً کسی فوری انتظام کی بابت اپنی رائے کا اظہار نہیں کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا نہ تھا جو کسی دوسرے کی ماتحتی اختیار کرنا پسند کرتا، اور ہر ایک سمجھتا تھا کہ بالآخر اُسی کا اثر دوسروں کے اثرات پر فائق ہو جائے گا۔ پھر سوال یہ تھا کہ آیا مذکورۂ بالا تصفیہ آئندہ کے لئے کافی ہو گا؟ ممکن ہے کہ آئندہ سرے سے کوئی بادشاہ نہ ہو، اور ہو بھی تو کسی قسم کی متحدہ حکومت کے انتظام کا ذکر بھی نہیں تھا بلکہ اندازہ یہی تھا کہ اس کی بجائے سپہ سالاروں کی ایک اعیانی جماعت برسر اقتدار ہوگی اور یہ بھی ممکن تھا شائد خود سلطنت ہی کے حصے بخرے کر دئے جائیں۔ اس آخری طرز کار کی مخالفت مقدونوی پیدل جتھے نے کی جو نسبتہً کم تر اعیانیت پسند اور زیادہ تر ملوکیت پرست تھے، اور انکی خواہش تھی کہ خانوادۂ فیلقوس کا کوئی رکن فوراً تخت نشین ہو جائے۔ انکی نظر فی الحال سکندر کے ایک علاتی بھائی ارھیدائیوس پر پڑتی تھی جو نیم خبطی سا تھا اور جس نے سکندر کی تخت نشینی سے پہلے کی سیاسی گروہ بندیوں میں تھوڑا بہت حصہ لیا تھا۔ نیم خبطی ہی سہی لیکن ارھیدائیوس کے تخت پر بیٹھنے سے ایک طرح کا امکان تھا کہ تمام سلطنت متفق رہیگی۔ بہرحال ان مختلف النوع خیالات و دعاوی کی وجہ سے سکندر کی لاش پر ایک نہایت ہی بدنما جھگڑا پیدا ہو گیا۔ سپہ سالاروں نے ایک سربرآوردہ مقدونوی مسمی میلیاگروس کو جتھے سے بات چیت

باب۱

کرنے کے لئے بھیجا، لیکن وہ خود اُس کا ہمنوا بن گیا اور اگر یومنیس مفاہمت نہ کرا دیتا تو ایک شدید جنگ ہو جاتی۔ یومنیس سکندر کا وزیر رہ چکا تھا جس کی وجہ سے اُس کے ذہن میں توحدِ سلطنت کا خیال دوسروں کی بہ نسبت زیادہ تھا اور اپنے ساتھیوں کے برخلاف وہ خود کسی رتبے کا خواہاں نہیں تھا۔ بلاشبہ اس چالاک یونانی سے مقدونوی دل سے نفرت کرتے تھے، لیکن وہ وقتی طور پر اُس کی تحریک سے متفق ہو گئے۔ جس قرار داد پر فریقین متفق ہوئے اُس میں جتھے کی خواہشات کا لحاظ رکھا گیا چنانچہ ارھیدایوس فیلقوس کے خطاب سے سریر آرائے مسندِ شاہی ہو گیا اور پردکاس کو خلیارخ کی حیثیت سے اعلیٰ ترین سیاسی و فوجی اختیارات حاصل ہوئے۔ عوام کا خیال تھا کہ اپنے بسترِ مرگ پر سکندر نے اپنی مہر کی انگوٹھی اُسے دے کر انصرامِ سلطنت گویا اُس کے سپرد کر دیا ہے۔ چونکہ زمامِ حکومت اس طرح ایک شخص واحد کے قبضے میں آگئی اس طرح یہ قرار داد فی الجملہ سپہ سالاروں کی تحریک سے بہتر تھی۔ نئے خلیارخ نے سب سے پہلے تومیلیا گروس کا کام تمام کیا اور اس کے بعد اپنے ساتھیوں کو نئے انتظام سے مطمئن کرنے کی کوشش کی[۱]۔ اس نے

[۱] پیتادیوس کی ایک غلطی کی وجہ سے سکندر اصغر کو بھی ائے گوس کہتے تھے۔ دیکھو ڈروا سے سن ۲، ۱، ۱۳۱۔

پردکاس نے سکندر کی یادداشتوں سے اُس کی تجاویز متعلق جنگ، مذہب و تمدن کا اعلان کیا لیکن فوج نے اُسے منظور نہیں کیا۔ دیودوروس ۱۸، ۴۔

سکندر کی موت سے تھوڑے عرصے پہلے ارسطاطالیس نے اُسکے سیاسی خیالات پر اثر ڈالنے کی کوشش کی، اور نسن Nissen کا خیال ہے

باب " محافظ سلطنت" کا خطاب لے کر جس سے اعلیٰ ترین اختیارات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ (" ارسطاطالیس کی سیاسی تحریریں" Die Staatsschriften des Aristoteles; Rhein. Mus. سنہ ۱۸۹۲ء ص ۱۶۱-۲۰۶) کہ یہ کتاب " ایتھنزی دولت عامّہ" Athenaion politeia سے ظاہر ہوتا ہے جو ۳۲۳ ق م کے اوائل میں شائع ہوئی تھی۔ گمان کیا جاتا ہے کہ ارسطاطالیس کی خواہش تھی کہ سکندر یونانی " پولس" یا شہری مملکت کو ایک عظیم الشّان آزاد مملکت کا مرکز بنا دے۔

عہدوں اور صوبوں کی تقسیم:۔ ڈرواسےسن ۲، ۱، ۱۳ وغیرہ؛ رائیخے: " سکندر کی موت کے بعد واقعات بابل Aem Reiche: De rebus post Al. Mortis Babyl. gestis سنہ ۱۸۸۵ء؛ بالخصوص سانتو: " صوبوں کی تقسیم سکندر کی وفات کے بعد Szanto: Die Ueberlieferung der Satrapienvertel nach Al. Tode جریدہ اثاریات وغیرہ آسٹریا Arch.-epig. Mittheil aus Desterreich ۱۵، ۱۔ باوجودیکہ ہمارے پاس اس واقعے کے جو بیانات دیودوروس، جسٹن، کرتیوس، آرین، دیکسی پوس اور اورروزیوس کے قلم سے موجود ہیں، تاہم بہت سے امور ایسے ہیں جن میں ابھی تک وضاحت کی ضرورت ہے، اوران میں پردکاس کا خطاب " محافظ سلطنت" بھی شامل ہے۔ ڈرواسےسن (۲، ۱، ۲۳) کا خیال ہے کہ اُس کا خطاب " منتظم مطلق العنان" تھا اور یہ وہی خطاب ہے جو اُس کے جانشین انتی پاتر کو دیا گیا (دیودوروس ۱۸، ۳۹)۔ دیودوروس (۱۸، ۲) اسے " منتظم سلطنت" کہتا ہے، اور دیکسی پوس " سرپرستی سلطنت" اور " قیادت سلطنت" کراتیروس کی طرف منسوب کرتا ہے۔ اس لقب کا صحیح مطلب ظاہر کرنے کے لئے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ بطلیموس چہارم کی صغرسنی کے ایام میں اگاتھوکلیس اور سوسی بیوس، جو اُس کی جگہ مصر پر حکومت کرتے ہیں، انھیں پولی بیوس (۵، ۶۳) " قائمین سلطنت" کا لقب دیتا ہے۔ دیودوروس ۱۸، ۳ میں پردکاس کی طرف " سیادت کلّی"

باب | کی طرف ایک قسم کا اشارہ تھا) اپنی جگہ سلیوکوس کو خیلیارخی کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ منسوب کی جاتی ہے، جس سے وضاحت نہیں ہوتی۔ ان سب باتوں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ نہ صرف لقب بلکہ پردکاس کے مناصب کا بھی پورے طور پر تعین نہیں ہوا تھا، اور یہ کیفیت حالات وواقعات کے بالکل مطابق تھی۔ واقعی بادشاہ بھی اپنے اقتدار کا مظاہرہ حتی الامکان اپنے افعال سے کرتے تھے اور یہی حالت اُن کے قائم مقاموں کی تھی۔ لیکن اس موقع پر ابہام کے دو اسباب تھے۔ اوّل تو ایسے عہدہ داروں کے اختیارات کا تعین کرنا مشکل تھا جن میں آپس میں اختلاف ہو اس لئے کہ یہ سب عہدہ دار ایک ایسے نظام کے تحت مقرر کئے گئے تھے جس کا نفاذ اب ہونے والا تھا؛ دوسرے فریقین میں سے کسی کی خواہش نہ تھی کہ ابھی فی الفور اختیارات ومناصب کا صحیح تعین ہو جائے۔ یہ بمنزلہ ایک عارضی صلح کے تھا جسے ہر شخص جلد از جلد موقع پاکر توڑنے کے لئے تیار تھا، اور اسی لئے اہم ترین امور کو تاریکی میں رکھا گیا تھا، چنانچہ یہ بالکل ممکن تھا کہ مقدونوی لشکر کی سپہ سالاری کی بابت تنازعات پیدا ہو جائیں چونکہ اقتدارِ اعلیٰ کا دار ومدار مقدونوی لشکر پر تھا، ہر ایک سپہ سالار، "اپی ملی تیس" ، استراتےگوس یا صوبہ دار صرف اسی حد تک صاحب اقتدار تھا جس حد تک فوج اُس کے احکام کی تابع تھی۔ صورت حال تقریباً ویسی ہی تھی جیسی جرمانیوں کے ترک وطن کے زمانے میں۔

انتی گونوس کی حیثیت بہت اہم اس لئے تھی کہ وہ ایسے صوبے پر حکمران تھا جہاں پہنچ کر راستے پھٹتے تھے اور اندرون ایشیا کو جاتے تھے، اور اس طرح ایشیا اور مقدونیہ کے باہمی رسل ورسائل کی کنجی اُسی کے قبضے میں تھی۔ یہ طے پایا تھا کہ فیلقوس ارھیدایوس اپنی شادی یکسوداروس والیٔ کاریہ کی بیٹی سے کرے گا، لیکن پھر سکندر کی نگاہ اُس پر پڑ گئی، اور بالآخر اُس نے ایک ایرانی سے نکاح کر لیا؛ ڈروائے سن ۱، ۱، ۹۶۔

باب۱

عہدے پر فائز کیا جس کا جائزہ لیتے ہی موخر الذکر نے انتی پاتر کے بیٹے کاساندر کو اپنا شریک مقرر کیا۔ اسی طرح دوسرے سرداروں کو مختلف صوبے سپرد کرکے خوش کیا گیا، اور وہ نہ صرف پہلے کی بہ نسبت زیادہ آزاد ہوگئے بلکہ کم از کم فی الوقت پردکاس ان کا سد راہ بھی نہیں رہا۔ بطلیموس نے مصر مانگا اور یہ صوبہ اُسے مل گیا۔ اُس نے پردکاس کی تحریک تقسیم صوبہ جات کی اسی لئے تائید کی تھی کہ یہ صوبہ جس کا انتظام نسبتہً آسان تھا، اُسے مل جائے۔ وہ اپنے اکثر ساتھیوں سے زیادہ عقلمند تھا، چنانچہ اُس نے کبھی تمام سلطنت یا اُس کے بیشتر حصے پر دانت نہیں جمائے۔ اسی طرح شام پر لاؤمیدون، کلیکیہ پر فلوتاس، افریقیہ عظمیٰ پر انتی گونوس (جو اس حصے پر پہلے ہی سے قابض تھا) ہیلیس پونتی افروجیہ پر لیوناتوس، تھریس پر لیزی ماخوس، اور کاپادوسیہ و پفلاگونیہ پر یومنیس (جو پردکاس کے ساتھیوں میں سے تھا) فائز ہوئے۔ ابھی تک ملک کاپادوسیہ وہاں کے ملکی حکمران آریاراتھیس ہی کے قبضے میں تھا، اور سلطنت میں اُس کا الحاق کرنا ابھی باقی تھا۔ مقدونیہ خاص انتی پاتر کو دیا گیا، نیز یونان کی نگرانی کا کام بھی سپرد کیا گیا اور کراتیروس کو "محافظ سلطنت" کا خطاب دیا گیا۔ سلطنت کا مشرقی حصہ پہلے کی طرح پر اپنے صوبہ داروں ہی کے متعلق رہا۔ سکندر کی موت پر جو کچھ لشکر میدان میں تھا وہ سب پردکاس کی اعلیٰ ترین کمان میں دے دیا گیا، لیکن ساتھ ہی مختلف مقدونوی سپہ سالاروں کو بھی فوجی دستے حوالے کئے گئے، اور وہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ عہدوں کی تقسیم کے لئے دیکھو نیزے ا، ۱۹۵/۱۹۹ نوآبادیوں کے قیام اور بت خانوں کی تعمیر کا خیال سکندر کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ لیکن اب لسے برآشندہ کر دیا گیا؛ (دیکھو ڈروائے سن، ۱۹۸)۔

باب ۱

اس قدر تعداد میں کہ شائد خود سکندر اس کا روادار نہ ہوتا۔ ان دستوں کے قیام کی وجہ سے وہ قدیم ایرانی صوبہ داروں کے مماثل ہو گئے، لیکن اگر نظر غائر سے دیکھا جائے تو توحد کے اُصول سے گریز اس سے بھی زائد تھا اس لئے کہ یہ صوبہ دار مقدونوی تھے جو مقدونوی سپاہیوں کی گویا افسری کرتے تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ مقدونوی لشکر کی کمیان کی تقسیم گویا سلطنت ہی کی تقسیم کا پیش خیمہ تھا، اور اس میں کسی قسم کا توحّد قائم کرنے سے پہلے ضرورت اس بات کی تھی کہ نئے صوبہ داروں کے اختیارات میں کمی کی جائے۔

اسی دوران میں روشنک کے بطن سے (جس نے اس سے پہلے سکندر کی دوسری بیوی یعنی دارا کی بیٹی استاتیرہ کو جان سے مروا ڈالا تھا) ایک فرزند تولد ہوا جس کی بادشاہی کا فوراً اعلان کر دیا گیا، اور جسے سکندر کے نام سے شاہ فیلقوس کے بازو میں جگہ ملی۔ یہ بالکل بیّن تھا کہ ایک نیم خبطی اور ایک شیر خوار بچہ ایسی سلطنت پر کسی طرح حکومت نہیں کر سکتے تھے جس میں سیکڑوں مختلف عناصر پائے جاتے ہوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کے جنازے کے آخری رسوم میں ان ہی سب واقعات کے باعث سخت تعویق ہوئی تھی۔

سکندر کی وفات سے یونانیوں کو موقع ہاتھ آیا اور انھوں نے مشرق اور مغرب دونوں میں بغاوت کر دی۔ سب سے پہلے تو مشرق میں اُن بیس ہزار پیدل سپاہ نے، جسے سکندر نے جیحون و سیحون کے کنارے پر آباد کیا تھا، علم بلند کر دیا اور مغرب کی طرف اپنے وطن مالوف کی طرف چل دئے۔ اس پر پر دکاس نے اُن کے مقابلے کے لئے فیثون کو روانہ کیا اور اسے حکم دیا کہ وہ اُن میں سے ہر ایک متنفس کو قتل کر دے۔ اُس نے باغیوں کو

باب ۱

شکست تو دے دی لیکن اُن کے قتل عام سے باز آیا۔ تاہم اسی اثنا میں جب وہ اُن کی جان بچانے والا ہی تھا، مقدونوی سپاہی اُن پر ٹوٹ پڑے اور ان میں سے ایک ایک کو قتل کر ڈالا تاکہ مال غنیمت پر حسب دلخواہ قبضہ ہو سکے [۱]۔

اس سے بھی زیادہ خطرناک خود دیار یونان میں یونانیوں کی بغاوت تھی، جس میں ایتھنز اور ایتولیہ نے بچین عناصر کی سرکردگی کی۔ سکندر کے حکم سے جو جلاوطن شہری واپس آئے تھے اُنکی واپسی کی وجہ سے اُنھیں دو مملکتوں کو سب سے زیادہ نقصان پہنچتا تھا، اور یہی دو ایسی تھیں جنھیں آزادی کا احساس نسبتہً زیادہ تھا، گو اس احساس کے اسباب جداگانہ تھے۔ ایتھنز تو اس لئے آزادی کا دلدادہ تھا کہ ابھی تک اُسے اپنی پرانی عظمت کی یاد تازہ تھی اور وہی یونان میں سب سے زیادہ متمدن مملکت گنی جاتی تھی، اور ایتولی ابھی تک نیم بربری تھے، چنانچہ وہ کسی کا دست نگر رہنا پسند نہیں کرتے تھے۔ الغرض سکندر کی موت کے بعد یونانیوں کی عام حالت کچھ ایسی مایوس کن نہیں تھی، اور ایتھنز کے پاس جو وسائل جنگی تھے وہ پچھلے چند سال سے کہیں بہتر تھے۔ ایک ایتھنزی مسمی لیوس تھنیس یونانی اجیر سپاہیوں کے ایک بڑے لشکر کو ایشیا سے یورپ لایا اور راستے میں اُسے راس تینے نا روم لے گیا جو اس قسم کے جانبازوں کا ہمیشہ سے آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ یہاں پہنچ کر اُس نے اپنی خدمات اپنے وطن مالوف کے سامنے مقدونیہ کے خلاف فوج کشی کے لئے پیش کیں۔ اُدھر ایتھنز ہارپالوس کے پسماندہ روپے کے ذریعے سے، جس کی واپسی کا

---

[۱] باختر میں یونانیوں کی بغاوت؛ ذروا سے سن ۲، ۱، ۲، ۴؛ نیز ۲، ۱۹۹-۲۰۰۔

باب

ابھی تک کوئی سوال نہیں اُٹھایا گیا تھا، اجیر سپاہی بآسانی مہیا کر سکتا تھا، گو اس رقم کی مقدار کچھ ایسی زیادہ نہ تھی۔ الغرض آٹھ ہزار تجربہ کار سپاہی فوج میں بھرتی ہو گئے جنھیں لیوس تھنیس ایتولیہ ہو کر لے گیا۔ ایتولیہ میں اُسے سات ہزار اور مل گئے اور اب متحدہ افواج نے مقدونیہ کے خلاف تھرموپلی کا رُخ کیا۔ اس کے علاوہ ایتھنزیوں نے تمام یونانیوں کو دعوت دی کہ وہ مسلح ہو کر آزادی کے علم کے نیچے جمع ہوں۔ ابتدا میں تو بہت سے شمالی یونانیوں نے اس کے جواب میں لبیک کہا۔ چونکہ انتی پاتر کے لشکر کی تعداد صرف پندرہ ہزار تھی اس لئے یونانیوں کو کامیابی کی تھوڑی بہت امید تھی، اور یہی وجہ تھی کہ اس جنگ کو "جنگ یونان" کہنا کچھ ایسا نامناسب نہیں تھا۔ انتی پاتر کو امید تھی کہ اُسے کراتیروس کی پوری مدد ملے گی، لیکن موخر الذکر ابھی تک ایشیا ہی میں تھا (جلد ۳، باب ۲۶)۔ انتی پاتر کی قوت کا تمام و کمال دار و مدار اُس کے بیڑے اور وافر خزانہ و وسائل پر تھا۔ بہر حال ابتدا میں تو سب باتیں حسب دلخواہ طے پائیں۔ بیوٹی مقدونیہ کے ہمنوا تھے، چنانچہ اُنھوں نے ساڑھے پانچ ہزار شہریوں اور دو ہزار اجیر سپاہیوں کی فوج کو لے کر اُن کی مدد سے ایتھنزیوں کو شمال کی طرف پیشقدمی کرنے سے روک دیا۔ لیکن لیوس تھنیس فوراً تھرموپلی سے نکل کر اُن پر ٹوٹ پڑا اور انھیں پلاٹیہ کے میدان میں شکست دے دی۔ اس کے بعد تھرموپلی کے درے پر انتی پاتر کی مختصر فوج کو تھسالوی سواروں کی دغا کی وجہ سے ایتھنزیوں کے ہاتھوں پھر شکست پہنچی اور انتی پاتر کو قلعۂ لامیہ میں، جو سپرخیوس کی وادی میں واقع تھا، پناہ گزین ہونا پڑا۔ اُس نے اس قلعے کی نہایت ہی قابلیت کے ساتھ حفاظت کی اور ابتداء میں اپنے حریفوں کو شمال کی طرف بڑھنے سے روک دیا۔ اسوقت

تک یونانیوں کو ہر جگہ کامیابی ہی کامیابی ہوئی تھی، اور اب انھیں یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنے ان ہموطنوں کو بھی بغاوت میں شمول کی ترغیب دی جائے جنھوں نے اس وقت تک اس تحریک میں کوئی حصہ نہیں لیا ہے۔ اوّل تو ایتھنزی سفیروں نے کوشش کی کہ پیلوپونیزی ان کے ساتھ مل جائیں، اور جلا وطن دیموس تھنیس کی تائید سے انھیں اپنے مقصد میں کامیابی ہوئی۔ لیکن پیلوپونیزیوں نے زبانی جمع وخرچ کے علاوہ عملاً کچھ نہیں کیا، اور جنگ خنیرونیہ کی طرح انھوں نے اپنی شکل بھی نہیں دکھائی۔ شائد اس کی وجہ یہ تھی کہ آکرو کورنتھوس کا مقدونوی دستہ انھیں ایک خوفناک سدّ راہ معلوم ہوتا تھا۔ لیوس تھنیس نے متواتر چھاپوں کے ذریعے سے لامیہ پر قبضہ کرنا چاہا، لیکن نہ صرف اسے کامیابی ہی حاصل نہیں ہوئی بلکہ وہ خود بھی میدان کارزار میں کام آیا۔ اس کے بعد بجائے اس کے کہ ایتھنزی فوکیون کو، جو واقعاً اس عہدے کے لئے مناسب ترین شخص تھا، اس کا جانشین مقرر کرتے، انھوں نے ایک دوسرے شہری مسمّی انتی فلیوس کو سپہ سالار مقرر کیا اور ساتھ ہی دیموس تھنیس کو بھی جلا وطنی سے واپس بلا لیا۔ جس وقت یہ خطاب ساحل ایتھنز پر اترا ہے تو اسے نہایت ہی جوش وخروش سے خوش آمدید کیا گیا، اور چونکہ ابھی تک اس کا جرمانہ ادا نہیں ہوا تھا اس لئے قرار پایا کہ زیوس سوتر کی قربان گاہ کی تزئین پر جو روپیہ خرچ ہوا ہے وہ اسی کے متعلق قرار دیا جائے۔ لیکن اس کے بعد یونانیوں کو جنگ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ انتی پاتر نے پرو کاس کی ہدایت کے بموجب کاپا دوسیہ یومنیس کے لئے فتح کرنے کے بجائے لامیہ پر حربہ کرنا مناسب سمجھا، اور اب اس کی مدد کے لئے لیوناتوس بھی آگیا۔ لیکن وہ پہلے ہی حملے میں

باب ۱ مقتول ہوا۔ اب انتی پاتر نے فوراً ہی اُس کے سپاہیوں کو اپنی ماتحتی میں لے لیا، اور اپنی قوت میں اس جدید اضافے کی وجہ سے وہ خیال کرنے لگا کہ وہ لامیہ کے محاصرے اور تھسلی و مقدونیہ کے میدانوں دونوں کے لئے تیار ہے۔ اب کراتیروس بھی انتی پاتر کے کیمپ میں آ گیا، چنانچہ متحدہ افواج کی تعداد دشمن کے لشکر سے بڑھ گئی، اور یہ سب مل کر کرانون کے مقام پر یونانیوں پر ٹوٹ پڑے۔ اس لڑائی میں یونانیوں کے طرفدار تھسالوی سواروں نے مقدونوی سواروں کو شکست دی، لیکن آخرکار مقدونوی جتھے نے یونانیوں کو نیچا دکھا دیا (۳۲۲ قم)۔ اس میں شبہ نہیں کہ یونانیوں کے لئے یہ ایک بڑی روک تھی۔ لیکن اس کا بدل ناممکن نہیں تھا، اور یونانیوں کی مایوسی کی اب بھی کوئی وجہ نہیں تھی۔ لیکن انھوں نے یہی مناسب سمجھا کہ فریق ثانی سے صلح کے لئے گفت و شنود کی ابتدا کریں، اور جب انتی پاتر نے کمال ہوشیاری سے یہ اعلان کیا کہ وہ یونانیوں کی کسی لیگ کو تسلیم نہیں کرتا بلکہ اس کی بجائے وہ ہر یونانی ریاست سے فرداً فرداً گفتگو کرنے کے لئے تیار ہے، تو لیگ کا خاتمہ کر دیا گیا اور مختلف دستوں نے اپنے اپنے گھر کی راہ لی۔ الغرض تھسلی کا مقدونیہ میں الحاق کر دیا گیا، اور ایتھنز نے بھی دوسری ریاستوں کی طرح علٰحدہ گفتگو شروع کر دی۔ اسی دوران میں مقدونوی بیڑے نے دریائے اخے لاؤس کے دہانے پر ایخی نادائے کے قریب شکست دی اور رھامنوس آ کر لنگر ڈال دیا جس کی وجہ سے ایتھنزی اور بھی زیادہ خوف زدہ ہو گئے۔ الغرض ایتھنزیوں نے فوکیون کو سفارت پر روانہ کیا، اور دوسری سفارت میں اکادمی کے صدر زینوکراتیس ساکن خالکدون نے بھی، جس کی عزت مقدونوی بھی

باب ۱

کرتے تھے، حصہ لیا۔ انتی پاتر کی شرائط نہایت سخت تھیں، یعنی یہ کہ ایتھنزی مقدونیہ کے مخالف فریق کے رہبروں کو مقدونیہ کے حوالے کر دیں اور اپنے دستور میں مقدونیہ کی مرضی کے مطابق تبدیلیاں کر دیں۔ آخر کار ایتھنز کو ہتھیار ڈال دینے پڑے، لیکن جن مدبروں کو انتی پاتر نے طلب کیا تھا وہ سب کے سب فرار ہو گئے۔ ستمبر ۳۲۲ ق م میں مقدونوی سفیروں نے مونی خیہ کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ خود ایتھنزیوں نے فرار شدہ شہریوں کو سزائے موت کا مستحق قرار دیا، اور انتی پاتر نے ان کی تجویز کی تعمیل کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ ان میں سے بعض (مثلاً ہی پریدیس) ائی گینا کے حرم ایاکوس میں گرفتار ہوئے اور انکا بمقام کلیونائے کام تمام کر دیا گیا۔ دیموس تھنیس کالوریہ بھاگ گیا، جہاں اُس کا تعاقب ایک ایکٹر آرخیاس ساکن تھوریئ نے کیا جو انتی پاتر کا معتمد علیہ تھا، اور اُس نے دھمکیاں دے کر اور وعدہ وعید کر کے یہ سمجھایا کہ مناسب یہی ہے کہ وہ اس کے ساتھ چلے۔ دیموس تھنیس نے اوّل تو اُسے اُس کے کمال کے بیکار ضائع جانے کے طعنے دئے اور پھر آخر الامر زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ الغرض اس طرح اُن لوگوں کو چن چن کر، جنھوں نے آزادی کے احساس کو زندہ رکھا تھا، راستے میں سے ہٹا دیا گیا، اور مقدونیہ کی مخالفت کا جذبہ بالکلیہ مردہ کر دیا گیا۔ اب جبکہ نہ فیلقوس باقی تھا نہ سکندر، جو تہذیب و تمدن کی نشر و اشاعت کرتے، یہی لوگ ایک نہایت قابل تعریف کام انجام دے رہے تھے۔ انتی پاتر نے دستور ایتھنز میں یہ تبدیلیاں کرنی چاہئیں کہ حقوق شہریت آئندہ صرف انھیں ایتھنزیوں کو حاصل رہیں جو بیس مینائے یعنی دو ہزار درہم کی جائداد پر قابض ہوں، اور اس تبدیلی کو دستور ایتھنز کے احیاء کا لقب دیا گیا۔ اُن لوگوں میں سے، جن کے حقوق سلب

گئے گئے تھے، بہت سے تھریس چلے گئے۔ اپنے خارجی مقبوضات باب ۱
میں سے ایتھنز کو اوروپوس، امبروس اور ساموس چھوڑ دینے
پڑے، اور اُن کے حقدار مالکوں نے آکر اُن پر قبضہ کرلیا۔
ایتھنز خود لیمنوس پر برابر قابض رہا۔ الغرض یونانیوں کی فن حرب
میں وہ مہارت کام نہیں آئی جو انھیں سنین ماضیہ میں حاصل
ہوگئی تھی اور ہمارے نزدیک اس ناکامی کا اصلی باعث فوجی
ناقابلیت نہیں بلکہ سیاسی نااہلیت تھی۔ اُن کے اتحاد واتفاق کا
طمطراق ایک واحد حملے کی تاب بھی نہ لاسکا تھا اور مقدونیہ
کے قابل ترین دشمن راستے میں سے ہٹا دئیے گئے تھے۔
انتی پاتر کو یہ خیال ضرور ہوا ہوگا کہ اگر میرے ممتاز مخالفوں کا خاتمہ
کردیا گیا تو میں محفوظ و مامون ہوجاؤں گا، چنانچہ اب فاتحوں نے
اپنے اتحاد کو باہمی مناکحت وازدواج کے ذریعے سے مستحکم کرلیا
یعنی کراتیروس نے انتی پاتر کی لڑکی فیلہ سے شادی کرلی[۳۰]

---

۳۰ جنگ لامیہ؛ ڈرواسے سن، ۲، ۱، ۹۴ وغیرہ؛ کرافٹ Krafft. پاؤلی
کی محیط المحیط جلد ۴، ۲۴۷ تا ۷۴۷ میں؛ شیفر: "جنگ لامیہ Schaeffer;
Der lamische Krieg گیسن، سنہ ۱۸۸۶ء۔ نیز دیکھو ہرمان: "مملکت قدیمہ"
اشاعت ٹومزر Thumser ۱۳۴؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۳۵۱/۳۹۷۔
ایتھنزیوں کا خوددارانہ حکم، جس کی اہمیت کا ڈرواسے سن بھی اندازہ
کرتا ہے؛ دیودوروس ۱۸، ۱۰۔ نیز مقابلہ کرو "مجموعہ نوشتہائے اٹیکا"
C. I. Att. جلد ۲، ۱۸۴۔

لیوس تھنیس ایتھنزی تھا؛ دیودوروس ۱۸، ۹۔ اب سے کچھ مدت
پہلے عام خیال یہ تھا کہ یہ وہی لیوس تھنیس ہے جو فن خطابت اور فن سپہ سالاری
میں ممتاز تھا اور جو ۳۶۱ ق م میں مقدونیہ بھاگ گیا تھا (شیفر: دیموس تھنیس"
۱، ۱۳۳)، لیکن اب اس خیال کا کوئی پیرو نہیں رہا، اور یہاں ہمیں یہ بھی یاد

باب ایتولیہ والوں نے ابھی تک اطاعت قبول نہیں کی تھی؛ چنانچہ

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ رکھنا چاہیئے کہ ۳۶۱ قم کا سپہ سالار شائد اب ۳۲۲ ق م میں اتنا بڈھا ہوتا کہ وہ جنگ لامیہ میں کوئی ممتاز حصہ بمشکل لے سکتا؛ دیکھو شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۵ ۳۷ - لیکن اس میں بھی شبہہ نہیں کہ فوکیون بھی ۴۰۲ ق م کے قریب ہی پیدا ہوا تھا اور ۳۲۲ میں وہ بہت معمر تھا تاہم لیوس تھنیس کے بعد فوکیون اُس کا جانشین مقرر ہوا؛ چنانچہ ممکن ہے کہ ۳۲۲ ق م والا لیوس تھنیس وہی ہو جس کا ذکر ۳۶۱ ق م میں پڑھنے میں آتا ہے۔

ہی پریوس کا خطبہ جو اُس نے لیوس تھنیس اور اس کے ساتھیوں کے جنازے پر پڑھا تھا؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۵ ۳۷ -

دیموس تھنیس کی وفات؛ شیفر: "دیموس تھنیس" ۳، ۴ ۳۹ - وہ ۱۶ مرپیانیپسیون، اولمپیاد ۱۱۴، ۳ یعنی ۱۲ ؍ اکتوبر ۳۲۲ ق م کو مرا۔ اُس نے اپنے طویل سیاسی زندگی میں فیلقوس کی جس شدت کے ساتھ مخالفت کی اس کی وجہ سے ایتھنز اور اُس کے حلیفوں کی عزت ہمعصروں اور زمانۂ مابعد کے مورخوں کے دل میں پیدا ہوگئی؛ چنانچہ اُس کا وطن اس کے ساتھ جو کچھ نہ کرتا تھوڑا تھا؛ گو یہ بھی ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ بعض مرتبہ وہ نہایت لغو کارروائیاں کرکے اپنے شہر کو بدنام کرنے میں بھی کسر نہیں چھوڑتا تھا۔ لیکن ہمارے نزدیک اُس کی مقدونیہ کی آخری مخالفت ہر آئین تعریف کے قابل ہے۔ انتی پاتر کے ساتھ جنگ، وہ انتی پاتر جس کا مقصد بالکلیہ وہی تھا جو دیموس تھنیس بالکل غلط فیلقوس کے ساتھ منسوب کیا کرتا تھا؛ یعنی ایتھنز کی تسخیر؛ یہ جنگ نہ صرف انصاف کے مطابق اور مدح سرائی کے قابل تھی بلکہ اس جنگ میں کامیابی کی بھی امید تھی؛ اور اس جنگ میں دیموس تھنیس نے جو بھی کوششیں کیں اُن سے اُس کی زندگی کا اختتام نہایت قابل تعریف انداز سے ہوا۔ بڑے بڑے سیاست دانوں،

باب اب اُن کی باری آئی؛ لیکن ایشیائی معاملات اور سپہ سالاروں کے مابین سیادت کے مسئلے کے الجھاؤ نے ہر شخص کی توجہ مبذول کر لی تھی، ذی اقتدار لوگوں کے درمیان جو جھگڑے خفتہ تھے وہ اب بیدار ہو گئے۔ پردکاس چاہتا تھا کہ سلطنت کی وحدت کے اُصول پر زور دے جس کا وہ گویا قایم مقام تھا، لیکن اُس کے دوسرے ساتھی اسے پسند نہیں کرتے تھے، چنانچہ اُس کے اور اُن صوبہ داروں کے مابین اختلافات پیدا ہو گئے جنھوں نے اپنے اپنے صوبوں میں تقریباً آزاد حکومت قائم کر لی تھی اور محافظ سلطنت کے لئے صرف عام نگرانی کا شعبہ چھوڑ دیا تھا۔ اپنی خود مختاری میں سب سے زیادہ غلو انتی گونوس والیٔ افروجیہ اور بطلیموس والیٔ مصر کو تھا۔ ان میں سے اوّل الذکر نے کاپادوسیہ کو فتح کرنے کے لئے فوج مہیا کرنے سے قطعاً انکار کر دیا، چنانچہ یومنیس پہلے سے بھی زیادہ پردکاس کا دوست اور ہمنوا بن گیا اور اُس نے پردکاس کو بہت سی ایسی باتیں بتائیں جو لیوناتوس نے اُسے رازمیں بتائی تھیں۔ اب انتی پاتر کو معلوم ہوا کہ لیوناتوس صرف اسی لئے یورپ نہیں گیا تھا کہ انتی پاتر نے اس سے مدد چاہی تھی بلکہ واقعہ یہ تھا کہ سکندر والیٔ ایپائرُوس کی بیوہ یعنی سکندر اعظم کی بہن کلیوپاترا نے (جو سیاسیات میں حصّہ لینے کی دل سے خواہاں تھی) اُسے شادی کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ جیسے اوکونل، گلیڈسٹن اور دیموس تھنیس کے انفرادی افعال ہمیشہ اعلیٰ ترین نہیں ہوتے، اور جب کبھی وہ اپنے معیار سے گر جائیں تو ہمیں انکی تخریب کا پورا پورا حق حاصل ہے؛ لیکن دیموس تھنیس جیسا شخص اپنی زندگی کا خاتمہ ایسے انداز سے کرتا ہے جو اُسکے تمام پیشرو افعال کے مطابق ہے، تو پھر ہم اُسکی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اُس نے ایک اعلیٰ مطمح نظر کی قربان گاہ پر اپنے آپ کو چڑھا دیا۔

باب پیام بھیجا تھا۔ یہ وہ باتیں تھیں جو لیوناتاس نے کاپادوسیہ کی فتح میں مدد نہ دینے کے عذر کے طور پر یومنیس کو راز میں بتائی تھیں۔ اس کے بعد بجائے اس کے کہ لیوناتوس یومنیس کی براہ راست یا بالواسطہ مدد کرتا، وہ تھوڑے سے سپاہی اور بہت سا روپیہ لے کر پردکاس کے پاس بھاگ گیا، اور اس نے واقعات کا صحیح اندازہ کر کے یہ فرض کر لیا کہ اگر پردکاس کو کلیوپاترا اور لیوناتوس کے راز و نیاز کا علم ہو گیا تو اُسے بہت کچھ مدد مل سکے گی اس لئے کہ جو شخص بھی کلیوپاترا کا شوہر ہوگا اس کی اہمیت میں معتد بہ اضافہ ہو جائے گا۔ بہرحال پردکاس یہ قصہ سُن کر یومنیس کا دل سے ممنون ہو گیا اور اس کے بعد ہر بات میں اُس کی رائے لینے لگا۔ اس اتحاد کا نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں نے مل کر اریارتھیس شاہ کلیکیہ کو مغلوب کر لیا جس کے بعد (۳۲۲ ق م میں) یومنیس پردکاس کے ساتھ کلیکیہ میں رہ پڑا۔ لیوناتوس کی موت کے بعد پردکاس نے انتی گونوس کو مقدونویوں کی عدالت کے سامنے حاضر ہونے کا حکم دیا جس سے مُراد دراصل خود پردکاس کی فوج کے سامنے انتی گونوس کی حاضری سے تھی تاکہ وہ اپنی حرکات کا جواب دے؛ ساتھ ہی افروجیہ کا راستہ صاف کرنے کی غرض سے اُس نے لارانده اور ازادرا کے شہروں پر قبضہ کر لیا جو اس وقت تک آزاد تھے۔ اس کے بعد وہ اس سے بھی زیادہ پیچیدہ امور طے کرنے کے لئے تیار ہوا جس کی وجہ سے مقدونیوں کے مابین تنازعات پہلے سے بھی زیادہ بڑھ گئے۔

اس وقت تک جملہ امور کا دار و مدار سپہ سالاروں ہی پر تھا، جو ہمیشہ ایک دوسرے سے پرخاش رکھتے تھے اور کسی دوسرے نواح سے ان میں سے کسی کو مدد نہیں ملی تھی لیکن

اب خاندان شاہی میدان سیاسیات پر دوبارہ نمودار ہوتا ہے۔ باب
واقعہ یہ ہے کہ اگر اس خاندان کے افراد اب بھی خاموش رہتے تو
یہ یقیناً نہایت تحیر آفریں ہوتا۔ اس طرف پہلا قدم کلیو پاترا نے
اُس وقت بڑھایا جب اُس نے لیونا توس کو شادی کا پیام دیا،
اور اس میں شبہہ نہیں کہ اولمپیاس نے بھی اس طرف ضرور اشارہ
کیا ہوگا۔ لیونا توس کی موت کے بعد یہ بوڑھی ملکہ میدان سیاسیات
میں علی الاعلان نمودار ہوتی ہے اور اب کلیو پاترا کو پردکاس
کے سامنے پیش کرتی ہے۔ اس سے ذرا پہلے پردکاس نے انتی پاترا
کی بیٹی نقیہ کے ساتھ شادی کی تھی، لیکن ظاہر ہے کہ یہ دوسرے
نکاح کے منافی نہیں ہوسکتی تھی اور اولمپیاس پردکاس کے
فائدے ہی کو ملحوظ رکھنے پر مجبور تھی۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ اس
مسئلے کو طے کرے، اُسے ایک اور اشکال کا سدباب کرنا
ضروری تھا۔ خاندان شاہی کی بیگمات میں اولمپیاس اور
کلیو پاترا سے زیادہ کوئی حوصلہ مند نہ تھی۔ فیلقوس کی بیٹی سی نانہ
جو امین تاس کی بیوی تھی اور جو موخرالذکر کے باپ پردکاس
کی موت کے بعد ۳۵۹ ق م میں دعویدار تخت و تاج ہوسکتی تھی،
اپنی بیٹی یوریدیس کا فیلقوس ارھیدایوس کے ساتھ نکاح کرکے
اُسے ملکۂ مقدونیہ بنانا چاہتی تھی، اور اگر اُس کی چال چل جاتی تو
اس کارتیہ اولمپیاس کی بیٹی سے پردکاس کے ساتھ نکاح کرنے
کے بعد بھی بڑھا ہوا ہوتا۔ ظاہر ہے کہ پردکاس اس مناکحت کے
خلاف تھا، اس لئے کہ فیلقوس جیسے نیم خبطی بادشاہ کا ایک
چالاک عورت کے ساتھ شادی کرنا خالی از خطرہ نہ تھا۔ الغرض
جب سینانہ یوریدیس کو لے کر فوج سمیت تھریس میں ہوکر ایشیا
آئی تو پردکاس نے اپنے بھائی الکستاس سے اُس پر حملہ کرا دیا اور
اُس نے سینانہ کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ لیکن اس کی کامیابی کا

باب ۱

اس جگہ خاتمہ ہوگیا، اور اُس کے سپاہیوں نے اُسے مجبور کیا کہ وہ یوریدیس اور بادشاہ کی مناکحت میں مانع نہ ہو۔ بہرحال اسکے بعد اُس نے خود بھی اپنے نکاح کا معاملہ آگے بڑھایا اور فوراً کلیوپاترا سے نکاح کرلیا جو اُس وقت سارڈس میں مقیم تھی۔ اُس کی دوسری منکوحہ یعنی انتی پاتر کی بیٹی اب اپنے مائکے چلی گئی۔

ان سب واقعات نے مقدونیوں کے باہمی تنازعات میں اور بھی اضافہ کردیا۔ سپہ سالاروں کے جھگڑوں کی شدت خاندان شاہی کے جھگڑوں کی وجہ سے بڑھ گئی، اور اگر بالفرض اوّل الذکر میں کمی بھی ہوگئی ہوتی تو ثانی الذکر انھیں المضاعف کرنے کے لئے بالکل کافی تھے۔ خاندان شاہی میں اولمپیاس اور یوریدکیس، جو دو مختلف شاخوں کی قائم مقام تھیں، ایک دوسری کی نہایت سختی کے ساتھ مدمقابل بنی ہوئی تھیں۔ سپہ سالاروں میں پردکاس یومنیس کے علاوہ سب ہی کا مخالف تھا۔ اب پردکاس نے اولمپیاس کے ساتھ رشتہ پیدا کرلیا، اور یوریدیس ارھی دایوس کی بیوی بن گئی۔ ابتداء میں تو ان باتوں کی وجہ سے پردکاس کی حیثیت میں، جس نے سینانہ کو نوک شمشیر سے علحدہ کردیا تھا، اس قدر اضافہ ہوگیا کہ انتی گونوس اکھاڑے سے نکل آیا اور اولمپیاس کے مخالف انتی پاتر کے پاس بھاگ گیا۔ انکا دوسرا نتیجہ یہ ہوا کہ پردکاس کو اپنی کامیابی کا پہلے سے زیادہ یقین ہوگیا، اور وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ جس طرح اُس نے اپنے ایک مدمقابل کا خاتمہ کردیا تھا اسی طرح وہ اپنے دوسرے حریف کو بھی انجام کو پہنچائے گا۔ بطلیموس، صوبہ دار مصر، اتنا ذی اقتدار ہوگیا تھا کہ اُس نے سرنہ تک کو محض اپنے قوت بازو سے فتح کرلیا تھا، چنانچہ اُس کی سرکوبی بھی لازم تھی۔ لیکن چونکہ عقلمند بطلیموس نے انتی گونوس سے بھی کم شکایت کا موقع دیا تھا

باب ا

اس لئے اُس پر فوج کشی کرنے کا بہانہ ڈھونڈھنا نہایت دشوار تھا، اور پرڈکاس کو اپنے دل سے ایک شکایت ایجاد کرنی پڑی۔ اگر وہ بطلیموس پر حملہ کرنے اور اُس کا خاتمہ کرنے پر تلا نہ بیٹھا ہوتا تو یہ اُس کی عقل و فراست پر ایک طرح کا دھبّہ ہوتا۔ اس بات کا باتفاق رائے تصفیہ ہوچکا تھا کہ سکندر کی لاش کو زیوس عمون کے نخلستان میں دفن کیا جائے، جو بطلیموس کے صوبے میں واقع تھا، اور اب بطلیموس نے اس معاملے کو اتنا آگے بڑھایا کہ آخرکار لاش مصر ہی میں آہی گئی اس پر پرڈکاس کہنے لگا کہ اس طرح بطلیموس کو اپنے دوسرے ساتھیوں پر تفوّق حاصل ہوگیا ہے اس لئے کہ وہ مُلک جس میں سکندر مدفون ہو، اور اُس کا صوبہ دار، دونوں کی حیثیت تمام دوسرے ملکوں اور صوبہ داروں سے زیادہ ہو جائے گی اور یہ ظاہر کیا کہ فوج بھی اُسی کی ہمرائے ہے۔ ساتھ ہی اُس نے بطلیموس کے خلاف دوسری شکایات کا اعلان بھی کیا اور بالآخر رسمی طور پر فوج کے سامنے استغاثہ دائر کیا۔ ممکن ہے کہ اس کا خیال ہو کہ بطلیموس اس استغاثے کے جواب میں حاضر نہ آئے اور اس طرح اپنی مشکلات میں اضافہ کردے، لیکن اس توقع کے خلاف بطلیموس آیا اور اُس کا جواب سُن کر فوج نے اُسے قطعاً بے گناہ قرار دیا۔ اس پر پرڈکاس نے ازراہ حماقت یہ خیال کیا کہ اسی فوج کو لے کر مصر فتح کرلینا مشکل نہیں، چنانچہ ایشیائے کوچک یومنیس کے سپرد کرکے وہ خود دریائے نیل کی طرف بڑھ گیا۔ اس سے ایک عجیب و غریب کیفیت پیدا ہوئی، لیعنی یہ کہ یومنیس نے تو اپنا کام بحسن و خوبی انجام دیا لیکن پرڈکاس کو ناکامی ہوئی اور آخرکار خود اپنے ساتھیوں کے ہاتوں مقتول ہوا۔[۵۴]

---

۵۴ پرڈکاس کے آخری کام اور جانبازیاں؛ ڈروائے سن ۲، ۱، $\frac{۸۹}{۱۳۹}$ -

باب ا

یومنیس پر مغرب کی جانب سے انتی پاتر و کراتیروس نے اور مشرق کی طرف سے ارمنستان کے صوبہ دار نیو بطلیموس نے حملہ کر دیا۔ اُس نے سب سے پہلے تو نیو بطلیموس کو شکست دی، جس پر اُسے انتی پاتر و کراتیروس کے پاس پناہ لینی پڑی۔ اس کے بعد انھوں نے یہ انتظام کیا کہ انتی پاتر تو کلیکیہ روانہ ہوا اور کراتیروس یومنیس سے لڑنے کے لئے نیو بطلیموس کے ساتھ آگے کو بڑھے جس سے اصلی مقصد یہ تھا کہ کاردیہ والے کا قلع قمع تنہا کراتیروس بغیر انتی پاتر کی مدد کے کرے۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اگر یومنیس کے مقدونوی سپاہیوں کو معلوم ہو جاتا کہ ہر دلعزیز کراتیروس اُس کی مخالفت کر رہا ہے تو وہ اپنے کماندار کو وہاں کا وہیں چھوڑ دیتے، چنانچہ یومنیس نے برابر اپنی فوج سے یہ چھپائے رکھا کہ اُنکا مدمقابل کون ہے۔ فریقین میں جو فیصلہ کن جنگ ہوئی اُس میں یومنیس کا سوارہ مُظفّر و منصور رہا، اور گو اُس کے دشمن کا مقدونوی جتھے کی کمر ٹوٹ نہ سکی تاہم کراتیروس اور نیو بطلیموس دونوں لڑائی میں کام آئے اور سیدان آخر کار یومنیس ہی کے ہاتھ رہا۔ جتھا جو اب بے سر رہ گیا تھا، پردکاس سے جا ملا اور اُس کی وفاداری کا وعدہ کر لیا۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ لا زندہ وازوراکی تسخیر: دیودوروس ۱۸، ۲۲؛ ان کے محل وقوع کے لئے دیکھو سٹیرٹ کے "مہم دلف" کے لئے کیپرٹ کا نقشہ، بوسٹن، ۱۸۸۴ء۔ نیز دیکھو نیز ۱، ۲۱، ۲ تا ۲۲۳-ھ Arr. Succ. ۲۸ سے معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس نے فوج کے تصفیے کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔ سکندر کا دفن نیز ۱، ۲۱۷- اُس کی لاش کو بجائے زیوس عمون کے سیم فیس لائے اور یہاں سے اسکندریہ لے گئے۔

تری پارادی سوس کے انتظامات: دیودوروس ۱۸، ۳۹ مقابلہ کرو سانتو کا رسالہ جس کا حوالہ حاشیہ ۱ میں دیا گیا ہے جس کے بموجب جملہ ایشیائی صوبوں کی حالت وہی ہو گئی جو ایرانی صوبوں کی تھی۔

باب

لیکن اس سے مقدونیوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ وہ اپنے آپ کو ایک مشکل سے نکال لیں، اور جب خطرہ فرو ہو گیا تو وہ نکل کر سیدھے انتی پاتر کی طرف چل دیئے۔ ان تمام واقعات سے یونانیوں کو نظر آ گیا کہ اگر انھیں مسلسل فتوحات حاصل نہیں ہوئیں تو ان کا کیا حشر ہونا ہے۔

لیکن مصر میں نتیجہ بالکل خلاف امید نکلا۔ یہاں پردکاس خود اپنے بل بوتے پر لڑائیاں لڑ رہا تھا۔ جب بطلیموس خط دریائے نیل کی نہایت فراست اور بہادری سے حفاظت کر رہا تھا تو پردکاس اپنے سپاہیوں کی قوت کو بیکار جمع کر کے اپنے سپاہیوں کی قوت کو زائل کر رہا تھا، اور آخر کار خود اسی کے افسروں نے، جن میں سلیوکوس بھی شامل تھا، اسے قتل کر دیا۔ اب مقدونوی فوج سب کی سب بطلیموس کی مطیع ہو گئی، اور اگر اُن کی چلتی تو اسے یقیناً متولی سلطنت کا رتبہ حاصل ہو جاتا۔ لیکن اس نے یہ خطرناک عہدہ قبول کرنے سے انکار کر دیا، اور اپنی جگہ دو شخصوں کی سفارش کی، یعنی فیثون ساکن عدیہ کی اور سپہ سالار ارھی دایوس کی، چنانچہ اب ان دونوں کو مشترکا متولی سلطنت بنایا گیا۔ اب تولیت محض برائے بیت رہ گئی، اور یومنیس کی فتوحات بالکل بے کار ثابت ہوئیں، اس لئے کہ بغیر کسی مقدونوی کی ضیانت کے یہ کار دیدہ والا کسی شمار و قطار میں نہیں تھا۔ آخر کار ۳۲۱ ق م میں اُس کے اور پردکاس کے بعض دوستوں کے خلاف سزائے موت کا حکم سنا دیا گیا۔ بعض خلفشاروں کے بعد، جس کی بانی مبانی یوریدایس تھی، فیثون اور ارھی دایوس کی جگہ ملک شام میں معمر انتی پاتر متولی بنایا گیا، اور وہ اور انتی گونس دونوں اُسی ملک کی طرف روانہ ہوئے۔ گو انتی پاتر پوری دیس کے دشمن کا

باب دشمن تھا، لیکن اس بیچین عورت نے، جس نے اپنے افعال سے یہ دکھا دیا تھا کہ اُس میں سیاسی قابلیت اتنی نہیں تھی جتنا سیاسیات کا شوق، اُسے تقریباً معزول کر دیا۔ لیکن انتی گونوس کی مدد سے وہ اپنے نئے عہدے سے برابر چمٹا رہا اور آخر کار مقدونوی جتھے نے اُس کے تقرر کی توثیق کر دی۔

سنہ ۳۲۱ ق م میں تری پارادیسوس میں اعزازوں اور ولایتوں کی جدید تقسیم کی گئی، اور اس تقسیم میں سب سے نتیجہ خیز بات یہ ہوئی کہ بابل اسلیوکوس کو تفویض کیا گیا۔ علاوہ ازیں انتی گونوس سپہ سالار بنایا گیا، کاساندر خلیارخ رہا، انتی گنیس آرگیراس پدائے کے جیش کے کماندار کو ملک سوسیانا، نکانور کو کاپادوسیہ، فیثون کو مدیہ کا صوبہ اور شرقی صوبوں کی کمان تفویض ہوئی۔ اس تقسیم کا نتیجہ یہ نکلا کہ اب علاوہ مختلف صوبہ داروں کے اور تمام سلطنت کے منتظم کے ایک خلیارخ، ایک سپہ سالار، ایک سپہ سالار صوبجات شرقی، ایک کماندار جیش کا اضافہ ہوا، جن میں سے خلیارخ کے سوائے ہر ایک کے متعلق ایک ایک صوبے کا انتظام بھی رکھا گیا۔ اس سے کریلے اور نیم چڑھے کی مثل صادق آگئی، اس لئے کہ اب جدید مسئلۂ زیر بحث یہ ہو گیا کہ سپہ سالاروں کو صوبہ داروں کے خلاف اور صوبہ داروں کو خلیارخ کے خلاف کیا کیا حقوق حاصل ہوں گے؛ ظاہر ہے کہ ان دونوں سوالوں کا جواب صرف میدان جنگ ہی میں دیا جا سکتا تھا۔ انتی پاتر اس افراتفری کے اضافہ کرنے میں ممد نہیں ہوا، بلکہ اُس کے طرز عمل کو خود اُس کے میلانات اور پیردکاس کے حالات نے گویا متعین کیا۔ اگر پیردکاس نے اپنی تولیت کے زمانے میں بہت کچھ جلت پھرت دکھائی تھی، تو معمر انتی پاتر اس کا بالکل عکس ثابت ہوا تھا، اور اُس نے

باب ۱

اُن سب توقعات کو گویا پورا کر دکھایا تھا جو اُس کے تقرر کے وقت اُس کے ساتھ وابستہ کی گئی تھیں۔ اُس نے اپنی توجہ کلیتہً مقدونیہ اور یونان پر مبذول رکھی، اور ایشیا کے لئے کچھ نہیں کیا۔ وہ اس بات سے اچھی طرح سے واقف تھا کہ اب سکندر کی موت کے بعد اُس کی عظیم الشان سلطنت کے قیام کی اس سے بھی کم امید تھی جتنی اُس کی زندگی کے دوران میں۔

صرف ایک شخص نے اس سلطنت کے بقا کی کوشش کی، اور یہ یومنیس تھا[۵]۔ یومنیس در اصل اُس نظام سے باہر تھا جو سپہ سالاروں نے تیار کیا تھا۔ اُسے سزائے موت کا مستحق گردانا گیا ہو، لیکن اُس پر قابو پانا دوسری بات تھی، اور یہ کچھ آسان کام نہیں تھا۔ اگر پردکاس کے تمام پیرو اُس کا حکم مان لیتے تو میدان یقیناً اُس کے ہاتھ رہتا، اس لئے کہ اُس نے اپنے افعال سے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وہ سکندر کے سب سے عقلمند جانشینوں میں سے ہے۔ لیکن کسی نے کھلے دل سے اس کی مدد نہیں کی، اور بالآخر اُس کا زوال یقینی ہوگیا۔ اُسکے لئے سب سے مشکل کام یہ تھا کہ مقدونوی سپاہیوں کو مقدونوی سپہ سالاروں

---

[۵] یومنیس؛ نیزے، ۱، ۲۲۵/۲۳۰ نورا کے محل وقوع کا (جس کا نام استرابو کے نزدیک نیرواسوس پڑگیا) ابھی تک تعین نہیں ہوا۔ ہملٹن اور سٹیریٹ (: "سفرنامہ" Starret: Journey ' بوسٹن، ۱۸۸۸ء صفحہ ۳۲۲۔ یہ زنجبار کلیسی کے بلند تر قلّے کا نام ہے جو ارگایوس نامی پہاڑ کے جنوب و مغرب میں واقع ہے؛ لیکن ریمزے Ramsay کے نزدیک یہ ذرا زیادہ مغرب میں ہوگا As Min. ۳۰۸، اور اس انتاج میں اس کا دار و مدار استرابو ۱۲، ۵۳۷ پر ہے۔

انتی گونوس الکستاس کو پسیدیا میں نیچا دکھاتا ہے؛ نیزے، ۱، ۲۳۱۔

یومنیس نوارا سے فرار ہوتا ہے؛ ایضاً ۲۳۸۔

باب ا کے خلاف لڑائے، چنانچہ انھوں نے اُسے بہت سے مواقع پر دغا دی اور آخرکار اُنھیں کے فریب سے اُس کا کام تمام ہوا۔ اُس نے اپنے قدم ایشیا میں اُس وقت تک جمائے رکھے جبتک کہ انتی گونوس سپولوندیس کو، جو یومنیس کے سوارے کا ایک افسر تھا، رشوت نہ دے دی چنانچہ عین لڑائی کے ہنگامے میں وہ انتی گونوس کی طرف چلا گیا جس کی وجہ سے (۳۲۰ ق م میں) یومنیس کو شکست ہوگئی۔ یومنیس نے ارمنستان بھاگ جانے کی کوشش کی، لیکن اس کا راستہ روک دیا گیا اور وہ لیکا ؤنیہ اور کاپادوسیہ کے درمیان نورا نامی ناقابل تسخیر قلعے میں پناہ لینے پر مجبور رہا۔ یہاں انتی گونوس نے اُس سے گفت و شنود شروع کی، لیکن باہمی مفاہمت کی کوئی شکل نظر نہیں آئی۔ انتی گونوس کے ساتھ سمجھوتہ کرنے پر غالباً یومنیس انتی پاتر کے پاس چلے جانے کو ترجیح دیتا تھا، اور اسی مقصد کے حصول کے لئے اُس نے ہیئے رونی موس ساکن کاریہ کو یورپ روانہ کیا۔ اسی دوران میں ایشیا میں حالات و واقعات نے مستقل صورت اختیار کرنی شروع کر دی یعنی انتی گونوس نے پیسدیا اور بطلیموس نے شام پر قبضہ کر لیا۔ الغرض اگر یومنیس کے خاتمے کو نظرانداز کر لیا جائے تو اُس وقت ایشیا اور یورپ دونوں میں تھوڑا بہت امن وامان پیدا ہوا ہی تھا کہ ۳۱۹ ق م میں انتی پاتر کی موت کی وجہ سے بساط سیاسیات میں ازسر نو پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں [۱]۔

---

[۱] انتی پاتر کا اختتام: ڈروائے سن ۲، ۱، ۱۷۷؛ بیزے ۱، ۴، ۳۲۴۔ کاسیاندر کے حکم سے دیمادیس کا قتل؛ بیزے ۱، ۳۳۱۔ ۳۲۳۱۔ اپنے بعد انتی پاتر نے جانشینی کا کیا انتظام کیا؛ دیودورس ۱۸، ۴۸۔ معلوم ہوتا ہے کہ "ولی شاہی" کا رتبہ "متولی سلطنت" سے کم تھا۔ دونوں نااہل بادشاہوں کی ولایت کا کام

باب

انتی پاتر نے اپنے بیٹے یعنی خلیارخ کاساندر کو اپنا جانشین مقرر کرنے کی بجائے اپنے ایک بڑا سنے فوجی ساتھی کو نامزد کیا جس کا نام پولیس پرخون یا پولی پرخون تھا، اور جو مقدونیہ کے مغربی صوبے یعنی تیم فایہ کا باشندہ تھا۔ ظاہر ہے کہ اس سے نام نہاد مرکزی اقتدار میں مزید کمی پیدا ہو گئی۔ انتی پاتر کو تمام مقدونوی قوم وقعت کی نظر سے دیکھتی تھی، اور اگر وہ چاہتا تو مرکزی انتظام کے لئے بہت کچھ کر جاتا؛ لیکن پولیس پرخون کا مقدونیہ سے باہر مطلق کسی قسم کا اثر نہیں تھا، اور مقدونیہ میں بھی اسے بہت کم لوگ مانتے تھے۔ انتی پاتر کو یقیناً اس قسم کی صورت حال کا علم ہو گیا۔ کاساندر اپنی توہین و تذلیل کا خار کھائے ہوئے تھا، لہذا وہ اپنے باپ کے مرتے ہی انتی گونس کے پاس چلا گیا تاکہ ایشیا میں بیٹھ کر اپنے حریف پولیس پرخون کی مخالفت کرے۔ یہ گویا ایک نئی ہڈی تھی جو سپہ سالاروں اور مقدونیوں کے سامنے پھینک دی گئی تھی۔ پولیس پرخون نے اپنے چاروں طرف مدد کے لئے دیکھا، اور کہیں کہیں سے اُسے مدد مل بھی گئی۔ سب سے پہلے تو اُس نے یونانیوں کے سامنے ہاتھ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ پولیس پرخون کے سپرد ہوا، لیکن اس "ولی" کے فرائض خود اُسپر چھوڑ دئے گئے، اور یہ ویسے بھی فطرتاً مناسب تھا کہ جس کسی کو اس کے کام میں عملی دلچسپی نہ ہو وہ اُس کی طرف مطلق توجہ نہ کرے۔

فوکیون کا خاتمہ؛ ڈروائے سن ۲، ۱، ۴، ۲/۱ وغیرہ جہاں پلوٹارک کی "حیات فوکیون" ۲۲ وغیرہ کا اتباع کیا گیا ہے؛ دیودورس ۱۸، ۶۴-۶۷؛ نیپوس "پولی اے نوس" ۳ Ael. V. H. ۳، ۴، ۷۔ نیز مقابلہ کرو ہرمان ٹومزر: "مملکت قدیمہ" ۱۳۴ ج ۴ اور ریز سے ۱، ۳، ۲۴۴۔

فوکیون حق پرست مدبروں کیلئے گویا ایک نمونہ تھا اور ہر طرح کی فضول خرچی کا بڑا نقاد تھا؛ لیکن اُس میں انسانوں کا رہبر بننے کی قابلیت نہیں تھی۔

باب ا

پھیلایا۔ یونانیوں کے ساتھ سکندر کے جانشینوں نے اتنا بُرا سلوک کیا تھا کہ اُب انھیں پولیس پرخون بسا غنیمت معلوم ہوا، گو اس وقت تک اس نے اُن سے محض وعدے وعید ہی کئے تھے۔ شاہ فیلقوس کے نام سے پولیس پرخون نے اعلان کیا کہ یونانی اپنے اُن پرانے دستوروں کو از سر نو رائج کرسکتے ہیں جو سکندر کے زمانے میں نافذ تھے؛ اس کے علاوہ جلا وطنوں کو واپس آنے کی اجازت مل گئی اور ایتھنز سے ساموس کے الحاق کا وعدہ کرلیا گیا اس طرح اُس نے گویا ہر فریق کو خوش رکھنے کی کوشش کی، اور یہ اسے خیال بھی پیدا نہیں ہوا کہ اُس کے مختلف وعدے ایک دوسرے کے موافق ہیں یا مغائر۔ چونکہ کاساندر عدیدی دساتیر کی طرف مائل تھا اس لئے اس اعلان میں گویا عموميوں ہی کو مخاطب کیا گیا تھا، اور ہم عنقریب دیکھیں گے کہ آخر اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ اس کے بعد وہ اولمپیاس کی طرف متوجہ ہوا، جو اس وقت ایپائروس میں سکونت پذیر تھی، اور اس طرح اُس نے پردکاس کے قدم بہ قدم چلنے کی کوشش کی۔ اولمپیاس اور انتی پاتر کی کبھی نہیں بنی تھی، اور اسی لئے اُس کے واسطے کاساندر کے مخالفوں کا ساتھ دینا ضروری تھا۔ بجنسہ یہی ہوا۔ بہرحال پولیس پرخون کو جو مدد یونانیوں اور اولمپیاس کی طرف سے دی گئی وہ اُس کے کسی کام نہیں آئی۔ یونانی اس بات کو اچھی طرح سے جانتے تھے کہ وہ دوسرے مقدونیوں سے زیادہ ان کا دوست نہیں ہے؛ رہی اولمپیاس، تو اُس کے پاس اوّل تو سرے سے مادی قوت تھی ہی نہیں، دوسرے اگر پولیس پرخون کی وجہ سے وہ گمنامی سے نکل بھی آئی تو اُسے یوریدیس کی علانیہ مخالفت کے واسطے تیار رہنا پڑے گا۔ یہ بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا کہ کوئی شخص ایکطرف تو اولمپیاس کی رہبری قبول کرے اور دوسری جانب خود یوریدیس

کے شوہر کے نام سے حکومت بھی کرے، جو دونوں بادشاہوں میں اکیلا صحیح الدماغ سمجھا جا سکتا تھا۔ ہم عنقریب دیکھیں گے کہ اس تجربے کو سخت ناکامی ہوئی۔ لیکن فی الفور تو اولمپیاس کی مداخلت کی وجہ سے اس ملک (یعنی ایشیا) میں تھوڑی بہت تبدیلی ہوئی جہاں پولیس پرخون کی مادی قوت کا اثر نہیں تھا۔ یہاں اولمپیاس اُس کے اور یومنیس کے مابین مفاہمت کرنے کیلئے بیچ میں پڑ گئی۔ ان دونوں نے بہادر یومنیس سے کہا کہ تم یورپ میں پولیس پرخون کی مدد کرو، ورنہ ایشیا میں انتی گونس کے خلاف شاہ فیلقوس اور شاہ سکندر کی پشت پناہی کرو۔ اس کے ساتھ ہی جیش خاص یعنی آرگی راس پداے کی کمان اور خزانۂ عامرہ کے خرچ کرنے کا اختیار (جو اُس وقت تک کلیکیہ کے پہاڑی قلعہ کیونڈا میں تھا) اُس کے تفویض کیا گیا۔ کاردیہ والے کے لئے یہ اختیار گویا چھپر پھاڑ کر آئے اور ان سے اُسے وہ سب باتیں حاصل ہوگئیں جو وہ انتی پاتر سے حاصل کرنا چاہتا تھا۔ ہمیں یہ معلوم نہیں کہ آیا اُسے ان شرائط کا علم نورا ہی میں ہو گیا تھا یا نہیں، لیکن وہ وہیں مقیم تھا کہ اُس کے پاس اُس کے دوست ہیرونیموس کے ذریعے سے انتی گونس سے مزید گفت و شنود شروع ہوئی جن کے ذریعے سے اُسے یہ علم ہوا کہ انتی پاتر کی موت کے بعد سیاسی بساط میں متعدد تبدیلیاں ہو گئی ہیں۔ اُس نے جزوی ترمیمات کے بعد جملہ شرائط منظور کر لیں، جس پر اُسے نورا سے نکلنے کی اجازت مل گئی۔ یہاں سے نکلنے کے بعد اُس نے اعلان کر دیا کہ وہ ایشیا میں حقوق شاہانہ کی حفاظت کرے گا، اور چونکہ اولمپیاس اور پولیس پرخون کے باہمی محالفے نے ارگیراس پداے پر یقیناً اثر ڈالا ہوگا اس لئے انھوں نے اب یومنیس کو اپنا سردار تسلیم کر لیا۔ اب اُسے لازم تھا کہ اپنی قسمت کو مضبوطی

باب ۱

باب ۱ کے ساتھ یکر ملے رہے اور جیش کی مشتبہ وفاداری کو مستقل شکل دے دے۔ اس میں اُس نے بڑی بڑی ترکیبیں چلائیں۔ اُس نے اپنے عہدہ داروں سے کہا کہ سکندر اُس کے پاس خواب میں آیا ہے اور اُس نے خواہش ظاہر کی ہے کہ وہی برابر سپہ سالار بنا رہے۔ اس لئے اُس نے ہدایت کی کہ ایک خیمہ آویزاں کیا جائے اور اُس پر ایک سنہری تخت رکھ کر اُس پر شاہی اعزاز و مراتب کے نشانات رکھ دئے جائیں تاکہ فوج والے ہر صبح کو اس ڈیرے میں جا کر سکندر کے نام کا ہَون کریں اور اُسکے روحانی اثرات کے تحت اپنے جملہ امور انجام کو پہنچائیں۔ سپاہیوں نے اُس کی ہدایت کو منظور کر لیا اور کچھ مدّت تک برابر اُس پر عمل کرتے رہے۔ ساتھ ہی روز بروز اُن کے دل پر خودیومنیس کی قابلیت کا اثر بڑھتا گیا، اور ابتداء میں اُنھوں نے دل کھول کر اس بے غرض، عقلمند اور ملنسار سپہ سالار کا کہنا مانا۔ اُس نے ایک لشکر بھی جمع کر لیا۔ انٹی گونس نے چاہا کہ اُسکے سپاہیوں کو اُس سے برگشتہ کر دے، لیکن وہ اُن کے بیچ میں آیا اور اعلان کیا کہ بھائیو، میری جان تمھارے قبضے میں ہے، لیکن مجھے تم سے ذرہ برابر بھی خوف نہیں۔ اس کا سپاہیوں پر بہت برا اثر پڑا اور کم از کم فی الوقت تو وہ برابر اُس کے وفادار ہی رہے (۳۱۸ ق م)۔

اسی اثناء میں یورپ میں عجیب و غریب واقعات رونما ہو رہے تھے۔ پولیس پرخون کے اعلان سے ایتھنز میں شورش کی سی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔ اعیانی حکومت کا دارومدار، جو فوکیون کی سرکردگی میں تھی، نکانور اور اُس کے کاساندری جیش پر تھا جو منوئی خیا میں مقیم تھا؛ لیکن خاص ایتھنز میں ایک بھی غیر ملکی سپاہی نہیں تھا، جس کی وجہ سے پولیس پرخون کے اعلان کی وجہ سے

باب ۱ جو تہیج پیدا ہوا تھا اُس کا اظہار ممکن تھا، بالخصوص اُس وقت جب اُس کا بیٹا سکندر ایتھنز کے قریب پہنچا۔ اب نکانور نے پرائیوس پر بھی قبضہ کرلیا، اور چونکہ عام خیال کے بموجب فوکیون کو اُسے باز رکھنا چاہئے تھا اس لئے اُس کی (یعنی فوکیون کی) حیثیت میں پہلے سے بھی زیادہ زوال آگیا اُسے عہدۂ استراتی گوس سے ہٹا دیا گیا، اور وہ خود سکندر کے پاس چلا گیا جس نے اُسے اپنے باپ کے پاس تھرموپلی کے قریب فاری گاے کے مقام کو روانہ کردیا۔ یہاں ایتھنز کے عمومی گروہ کی طرف سے سفارت بھی آئی، اور شاہ فیلقوس کے روبرو سفیروں اور فوکیون کے درمیان جو مکالمہ ہوا اس کے بعد متولی نے فوکیون اور اُس کے دوستوں کو پابجولاں جواب دہی کے لئے ایتھنز بھیج دیا۔ یہاں پہنچ کر لوگوں نے اس بوڑھے سپہ سالار کو سزائے موت کا مستحق گردانا، اور (۳۱۸ ق م) میں اُسے زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ اُس شخص کی موت، جس نے اپنی تمام عمر شہر کی وفاداری اور خدمت میں صرف کردی تھی، اور جس کی عمر اب اسّی سال سے متجاوز تھی، ایتھنز کے نام پر ایک نہایت ہی بدنما داغ ہے۔ اس سے قاتلوں کو بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا، اس لئے کہ کاساندر نے ایتھنز کا پیچھا اب بھی نہیں چھوڑا۔ اُس نے اٹیکا آکر پولیس پرخون کو ایتھنز کے بندرگاہ پر قبضہ کرنے سے روک دیا۔ پولیس پرخون نے سمجھا کہ شائد اُسے پیلوپونیز میں زیادہ کامیابی حاصل ہوسکے، لیکن یہاں میگالوپولس کی عدیدی حکومت نے اُسے شہ دے دی اور اس کے علاوہ اُس کے بیڑے کو نکانور کی سیادت میں انتی گونوس اور کاساندر نے بیزنطہ کے قریب شکست دے دی۔ آخر پولیس پرخون کی یہ حالت ہوگئی کہ اُس نے یہی غنیمت سمجھا کہ وہ مغربی مقدونیہ میں دشمن کے خلاف قدم جمائے رکھے؛ ایتھنز

باب ۱ ازسرنو کاساندر کے اقتدار میں آگیا، جس نے فوراً انکا نور کو، جسے وہ خطرناک سمجھتا تھا، موت کے گھاٹ اُتارا اور اس کے بعد مشائی فلسفی دیمتریوس ساکن فالیرون کو اپنا قائم مقام مقرر کر کے خود مقدونیہ کی راہ لی۔ (۳۱۷ ق م) دیمتریوس نے بالکل ایک عقلمند دنیادار کی حیثیت سے اپنے مادی فائدے، شہر کے مفاد اور اپنے آقا کی سود و بہبود کو پیش نظر رکھ کر دس سال تک حکمرانی کی۔ ہم بہت جلد پھر اُس کی طرف رجوع ہوں گے۔[1]

خاندان شاہی میں ایسے مرد تو نہ تھے جو ایک دوسرے کے مدمقابل بنتے، لیکن اس قبیلے کی عورتوں کی باہمی حسد کی وجہ سے سرزمین یورپ میں اُس کا بالکل خاتمہ ہوگیا، اور اس کے دعاوی کے آخری پشت پناہ کے خاتمے کی وجہ سے ایشیا میں بھی اُس کا نشان باقی نہ رہا۔ اولمپیاس اور یوری دیس کا برتاؤ بجنسہ اس قسم کا تھا جیسے فریڈے گنڈے اور برون ہلڈ نے کیا تھا، اور یہ دونوں اُن سے بہت کچھ مشابہ تھے۔ یوری دیس نے فطرتاً پولیس پرخون اور اولمپیاس کی باہمی مخالفت کے خلاف اپنے غصے کا اظہار کیا؛ پولیس پرخون کو وہ ایک بیکار شخص سمجھتی تھی

---

[1] میں نے دیمتریوس کی حکومت پر باب ۲ میں بحث کی ہے۔ رسمی طور پر اس کا ایتھنزیوں ہی نے انتخاب کیا تھا؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲، ۵۸۴ = ہکس ۱۳۹؛ مقابلہ کرو دیودوروس ۱۸، ۴، ۷۔ کیوہلر کے خیال میں اس کا خطاب "ایپی ستاتیس" یا "پروستاتیس" تھا۔ دوسون نے براخی لاس کو اسپارٹا پر مامور کیا تھا؛ اس کا خطاب پولی بیوس ۲۰، ۵ کے نزدیک "ایپی ستاتیس" تھا۔ دیودوروس (۱۸، ۴، ۷؛ ۲۰، ۴۵) دیمتریوس کو "ایپی میلی تیس" یعنی "منتظم" قرار دیتا ہے۔

باب اور اُس کا خیال تھا کہ اُس میں کوئی کام انجام دینے کا مطلق مادہ نہیں ہے۔ وہ جا کر کاساندر سے مل گئی جس نے ایتھنز میں اپنی قابلیت کا ثبوت دیا تھا اور اُسے فیلقوس سے متولی سلطنت مقرر کرا دیا۔ اس کا گمان تھا کہ اُس کے ہاتھ میں اب تک ترپ کا پتہ موجود ہے جسے کھیل کر وہ بازی لیجائیگی۔ متولی سلطنت مقرر کرنے کا یہ تیسرا طریقہ تھا، اس لئے کہ پردکاس اور انتی پاتر کو تو فوج نے مقرر کیا تھا، پولیس پرخون کو انتی پاتر نے اور اب کاساندر کے تقرر کا باعث نیم خبطی بادشاہ اور اُس کی بیوی تھے! معلوم ہوتا ہے کہ اپنی مسلسل چالوں کے ذریعے سے یوریدیس نے سب ہی کو اپنے آپ سے متنفر کر دیا تھا، اور ان سب میں سب سے زیادہ متنفر کاساندر تھا۔ پہلے تو یوریدیس نے انتی پاتر کے خلاف سازش کی تھی، اس کے بعد پولیس پرخون کی مدد قبول کر لی تھی، جو کاساندر کا دشمن تھا، اور موخر الذکر کو معلوم تھا کہ اگر وہ اب پھر کاساندر کی طرف متوجہ ہوئی تو پھر وہ اُتنی ہی جلد اُس سے برگشتہ بھی ہو سکتی ہے، چنانچہ کاساندر بھی اُس کا رہین منت نہیں تھا۔ جب تک کاساندر مقدونیہ میں رہا، اُس وقت تک وہ بالکل محفوظ تھی، لیکن جب وہ پھر یونان کی طرف گیا اور تھبز کا از سر نو احیاء کیا اور مشرق میں اپنی سیادت کا سکہ بٹھایا، اور جب اُدھر نیم ایپائروسی پولیس پرخون اور اُس کے پیرو مغرب میں اپنا حکم چلا رہے تھے تو یوریدیس کی کی قسمت پر مُہر لگ گئی اور اُس کا خاتمہ قریب آگیا۔ اولمپیاس ایپائروس سے مقدونیہ آئی اور یوریدیس ایک فوج لے کر اُس سے لڑنے کے لئے نکلی۔ لیکن کوئی ایسا وفادار مقدونوی ملنا ناممکن تھا جو سکندر کی والدہ پر اپنے ہتھیار اُٹھائے، بالخصوص جب حکم دینے والی ایک عورت ہو۔ الغرض جتنے سپاہی تھے

باب وہ سب کے سب اولمپیاس کی طرف چلے گئے، اور اُن کی مدد سے اُس نے فیلقوس اور یوری دیس دونوں پر طرح طرح کے عذاب نازل کئے اور آخرکار فیلقوس کو تو تیروں کا نشانہ بنایا۔ جب یوریدیس اُس کی سختیوں اور شدّت تعب سے تنگ آیا تو اُسے بھی اجازت مل گئی کہ وہ خود اپنے گلے میں پھانسی ڈال کر خودکشی کرے! اولمپیاس خاص طور پر کاساندرا اور اُس کے خاندان سے متنفر تھی اور اُسے اس کا یقین تھا کہ اُس کے بیٹے یعنی سکندر اعظم کو کاساندر کے بھائی یولاس نے زہر دے کے مار ڈالا تھا۔ اب اُسے اس کا یقین ہو گیا کہ اس بدمعاش خاندان سے انتقام لینے کا وقت آگیا ہے۔ لیکن کاساندر کے مقدونیہ واپس آتے ہی اولمپیاس کی قوّت کا خاتمہ ہو گیا۔ اوّل تو کاساندر نے اس عورت کا پیدنا میں محاصرہ کر لیا۔ رفتہ رفتہ اولمپیاس کا سامان ختم ہو گیا تو اُس نے جہاز پر بیٹھ کر فرار ہونا چاہا، لیکن وہ جہاز جس میں اولمپیاس روانہ ہونے والی تھی اُسے کاساندر کے حکم سے علٰحدہ کر دیا گیا، اور آخرکار (۳۱۶ ق م میں) اُسے اطاعت قبول کرنی پڑی۔ کاساندر نے اُس کی جان بخشی کا وعدہ کر لیا تھا، لیکن اُس کے اشارے سے اُس کے مقتول دوستوں کے رشتہ داروں سے یہ چال چلی کہ اُنھوں نے اُس بوڑھی ملکہ کا مواخذہ کیا، جس پر فوج نے اُس کی سزائے موت کا حکم سنا دیا۔ لیکن کوئی سپاہی ایسا نہ تھا جو سکندر کی ماں کو جان سے مار ڈالنے کے لئے تیار ہوتا، اس لئے جو مستغیث تھے خود اُنھوں نے یہ فرض اپنے ذمے لے کر اُسے سنگسار کر دیا۔ حال ہی میں روشنک اور اولمپیاس کے درمیان سمجھوتہ ہو گیا تھا، چنانچہ کاساندر نے اُسے اور شاہ سکندر دونوں کو نظر بند کر دیا۔ اس کے بعد اُس نے فیلقوس کی ایک بیٹی تھسالونیس سے نکاح کر لیا اور اس طرح وہ

باب ۱

خود بھی تخت مقدونیہ کا دعویدار بن گیا۔

تقریباً اسی زمانے میں، جب سکندر کی والدہ کو یورپ میں سنگسار کیا گیا تھا، اُس کے وفادار وزیر کا ایشیا میں کام تمام کر دیا گیا۔ کچھ مدت تک اُس نے مختلف صوبہ داروں کی پشت پناہی کر کے اپنا اقتدار قائم رکھا تھا۔ فیتون اپنے اقتدار کو صوبہ داروں کے برطرف کرنے میں صرف کر رہا تھا، اور یومنیس نے اس موقع کو غنیمت جان کر اُن کے موافق مداخلت شروع کر دی۔ صورت حال نے کچھ عجب پلٹا کھایا تھا، یعنی مرکزی حکومت کا قائم مقام صوبہ داروں کے اقتدار کو قائم رکھنا چاہتا تھا۔ اس کا مخالف یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے سلطنت کی وحدت کو قائم رکھا جائے، جس وحدت کے دشمن صوبہ دار نہ تھے بلکہ سپہ سالار تھے۔ یومنیس نے ایک لشکر جمع کیا جس میں سکندر کے دستے یعنی ہیوگستاس کی ایک خاص حیثیت تھی۔ اس کے خلاف انتی گونوس اور سلیوکوس نکلے۔ فریقین میں نہایت سخت سخت آویزشیں ہوئیں؛ میدان کارزار ملک سوس سے فارس کو منتقل ہو گیا، اور علی العموم یومنیس ہی کو کامیابی رہی لیکن ایک موقع پر جب انتی گونوس کے سپاہی اُس کے کمپو کی لوٹ مار کر رہے تھے، اور جیش خاص یعنی آرگی راس پدا سے کا تمام سامان تقریباً لٹ چکا تھا، تو اسی رسالے نے دشمن کو پیام بھیجا کہ اگر ان کا سامان چھوڑ دیا جائے تو وہ اپنے سپہ سالار کو اُس کے حوالے کر دیں گے۔ اس پر اُن کا سامان فوراً چھوڑ دیا گیا، اور ساتھ ہی ساتھ ہیوگستاس بھی دشمن سے جا ملا۔ جیسا یومنیس انتی گونوس کے قبضے میں آگیا تو اُس کے حکم سے اول الذکر کو قتل کر دیا گیا۔ اور اسطرح اعیانی مقدونیوں کا کاردیہ کے بیچ ذات سے پیچھا چھوٹا جس کی قابلیت اور فراست کی وجہ سے انھیں نیچا دیکھنا پڑا تھا۔ اب

باب ۱ مقدونوی محض اپنے وسائل کو کام میں لاکر ایک دوسرے پر وار کرنے کے لئے آزاد تھے۔ سب سے پہلے تو تماشاگاہ سے غدار غائب ہوتے ہیں، یعنی پیوکستاس کا خاتمہ کردیا جاتا ہے، اور جیش آرقی راس پیدا سے کی برخاستگی عمل میں آتی ہے۔ زمانۂ مابعد میں پرپیوتوری جیش، "یعنی عسکری" اور "مملوک" بھی عین اُسوقت برخاست کئے گئے تھے جب اُن کی قوت ضرورت سے زائد بڑھ گئی تھی۔ اب حلیفوں کی باری آئی۔ انتی گونوس کسی مدمقابل کا روادار نہیں تھا، چنانچہ اُس نے فیشون پر غداری کا الزام لگایا اور اُسے موت کے گھاٹ اتروایا اور یہ دیکھ کر سلیوکوس بھی فرار ہوگیا[۵]۔

یومنیس کی موت سے اتحاد سلطنت اور سکندر کے قدرتی جانشینوں کا مسئلہ ہمیشہ کے لئے فنا ہوگیا، اور اب شاہی خاندان میں جو افراتفری پھیل گئی تھی اُس کے اعتبار سے کسی قسم کی کوشش بالکل بے سود تھی۔ یہ ظاہر تھا کہ شیرخوار سکندر کا بہت جلد خاتمہ کردیا جائے گا، اور خالی تخت و تاج کسی جیتے جاگتے بادشاہ کی جگہ نہیں لے سکتا تھا۔ لیکن اگر یومنیس کو سکندر کا واحد جانشین

---

۵ یومنیس کے آخری ایام ذرواسے سن ۲،۱ ۳۵۲/۴۲۲ ؛ نیز ۲،۱ ب ۲۵/۲۴۔ جغرافیے کیلئے دیکھو شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel: Eranische Alterthumsk ۳، ۲/۲۔ ضلع گابینہ کی بابت، جس کا صرف استرابو ۱۶، ۵، ۴ میں ذکر ہے شپیگل صرف رالنسن کے اس قول کا حوالہ دیتا ہے کہ یہ مُلک سوسس میں "مال امیر" کے قریب تھا۔ گاداارگا (یا جو بھی اس مقام کا نام ہو؛ دیودوروس ۱۹، ۳۲، ۳) اصفہان کے قریب تھا (شپیگل، ۳، ۱۹)۔ شپیگل کا خیال ہے کہ آخری لڑائی ریگستان کے قریب ہوئی ہوگی جہاں انتی گونس سے لڑنے کے لئے یومنیس گیا تھا۔

باب ۱

بننے کی آرزو تھی بھی اور اُس میں وہ ناکام ہوا، تو یہ لازم نہیں آتا تھا کوئی مقدونی بھی سکندر کی جانشینی نہیں کر سکے گا۔ انتی گونوس اس میں کوشاں تھا، اور جب اُس نے سلیوکوس، فیثون، اور پیوکستاس کو کوڑے کی طرح جھاڑ دیا تو اُس نے اپنے مقصد کے حصول میں پہلا قدم بڑھایا۔ اب صوبہ دار افروجیہ کے حوصلے، جو سپہ سالار ایشیا بھی بن گیا تھا، باقی تمام سپہ سالاروں کے سامنے عیاں ہو گئے، اور یہ ایک فطری امر تھا کہ جس طرح سے ہو سکے وہ اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کی کوشش کرے۔ انتی گونوس کی مزید حوصلہ مندانہ جانبازیاں، اُس کی موت اور اُس کے بعد جو "جانشینان" سکندر باقی رہے تھے، اُن کے حالات ہم آئندہ باب میں بیان کریں گے۔

یادداشت متعلق باب (۱)

باب ۱ تا ۵، یعنی سنہ ۳۲۳ ق م سے تقریباً سنہ ۲۸۰ ق م تک کے اسناد:- اُس عہد و نیز اُن عہدوں کی تاریخ کا جن کا اس جلد میں ذکر ہے، واحد مسلسل بیان یوستی نوس Justinus میں ہے جو اپنی تصنیف کی تیرھویں کتاب ۱۳ میں سنہ ۳۲۳ ق م سے سنہ ۳۲۱ ق م تک، کتاب ۱۴ میں سنہ ۳۱۶ ق م تک، کتاب ۱۵ میں سنہ ۳۰۱ ق م تک، کتاب ۱۶ میں سنہ ۲۸۵ ق م تک، کتاب ۱۷ میں سنہ ۲۸۰ ق م تک کا ذکر کرتا ہے اور کتاب ۱۸ سے کتاب ۲۲ تک دیارِ مغرب کا بیان کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی تروگوس کے متعلقہ کتابوں کی تمہیدوں میں بھی مسلسل بیانات ملتے ہیں۔ یوستی نوس کا مقصد یہ تھا کہ موثر زبان میں سنسنی خیز واقعات کا اعادہ کرے، اور اقتباسات کی صحت یا عدم صحت کی اُسے مطلق پروا نہ تھی۔ ڈروا سے سن کو بعض مرتبہ اُس پر بڑا غصہ آتا ہے۔ اُس کی ایک دلخوش کن خصوصیت یہ ہے کہ وہ لیسی ماخوس اور سلیوکوس جیسے بادشاہوں اور سرنہ جیسے شہروں دونوں کے متعلق افسانہ جات سے بحث کرتا ہے۔ جیسا گٹشمٹ Gutschmidt رسالہ Rhein. Mus. ۳۷، سنہ ۱۸۹۲ء میں کہتا ہے، تروگوس نے اگسٹس

یادداشت متعلق بابِ

کے ایک ہمعصر یعنی تماگنیس کی تحریروں سے استفادہ حاصل کیا ہے جس کی بابت واخسموتھ Wachsmuth نے رسالہ Rhein. Mus. ۴۶ ہم، ۱۸۹۱ء میں اپنی رائے کا اظہار کیا ہے۔ تروگوس کی بابت قدیم رسالوں میں سے ہیرن Heeren کا رسالہ بھی ہے، جو فروچر Frotscher کی اشاعت یوستی نوس جلد ا میں طبع ہوا ہے تماگنیس نے عموماً بادشاہوں کا ذکر کیا ہے، اور اس میں شبہہ نہیں کہ اس نے انھیں نسل کے اعتبار سے ترتیب دیا ہے۔ ان کے علاوہ تروگوس کا دارومدار الیفوروس، تھیوپومپوس، تمایوس، فیلارخوس، پولی بیوس اور پوسی دونیوس پر بھی ہے، لیکن ممکن ہے کہ تاریخ عالم کا عام نقشہ اُسی کے ذہن سے نکلا ہو۔ وہ ہمیشہ تاریخ عامہ کے اہم واقعات کو چن لیتا تھا، اور بربری اقوام کو نظر انداز نہیں کرتا تھا دیکھو شانتز: "تاریخ ادبیات روما" Schanz, Geschichte der roem. Litt. میونخ، ۱۸۹۲ء ج ۲ ۳۲۸/۳۳۱ - شانتز واخسموتھ کی رائے کے خلاف اپنی رائے کا اظہار کرتا ہے کہ تروگوس نے کسی یونانی کتاب کو، جس میں تاریخ عالم پر بحث تھی، اپنے پیش نظر رکھ لیا ہوگا، اس لئے کہ جب وہ حیوانیات پر بحث کرتا ہے تو دوسروں کے خیالات کو محض جمع کر لینے پر اکتفا کر لیتا ہے؛ لیکن ہمارے نزدیک شانتز ذرا راستے سے ہٹ گیا ہے، اس لئے کہ یہ بالکل ممکن ہے کہ میدان موالید ثلاثہ میں کوئی شخص محض نقال ہو؛ لیکن میدان تاریخ میں اس کی بالکل علیحدہ شخصی حیثیت ہو۔ ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جنھیں ہر شعبۂ علم میں کمال حاصل ہو۔

اپنی کتاب ۱۸ میں دیودوروس ۳۱۸ھ ق م تک، کتاب ۱۹ میں ۳۱۱ھ ق م تک اور کتاب ۲۰ میں ۳۰۱ھ ق م تک جاتا ہے۔ اُسکی کتاب کے باقی ماندہ حصوں کے محض اجزاء باقی ہیں، لیکن ہم جانتے ہیں کہ کتاب ۲۱ میں ۲۸۳ھ ق م تک کا ذکر تھا، اُس کی اور

یادداشت متعلق باب ۱

پلوٹارک کے بنیادی استاد ایک ہی ہیں، یعنی ہیئے رونی موسس و دورس۔ نیز دیکھو متاقب، ابواب ۹ و ۱۵۔

پلوٹارک کی سوانح عمریات یومنیس، دیمتریوس اور پرہوس کا تعلق اس عہد سے ہے، اور ساتھ ہی اس کے اخلاقیات Moralia میں بھی بہت کچھ مواد موجود ہے۔ اول الذکر کیلئے منجملہ دیگر کتب کے دیکھو، شوبرٹ: "یومنیس، دیمتریوس و پرہوس کی سوانح عمریوں کے ماخذ"، A. Schubert: Die Quellen Plutarchs in der Lebensb. des Eum. Dem und P Jahrb. f. class. Phil. لائپزگ ۱۸۷۸ء، جریدۂ لسانیات قدیم تتمہ ۱۰۔ "بطور ایک عملی مصنف اور عمدہ جذبات والے شخص کے" (دیکھو فون ولاموِتز میولینڈورف: انتی گونس ساکن کاریستوس (۲۱۰ V. Willamowitz Moellendorff : Antig V. Karystos پلوٹارک نے اپنی استاد کی لفظاً لفظاً نقل نہیں کی۔ دیکھو بالا۔

کورنیلیوس نیپوس کی حیات یومنیس کا اسی عہد سے تعلق ہے؛ دیکھو نپرڈے لوپوس Nipperday Lupus کی اشاعت۔ فوتیوس Photius میں آرین اور میم نون کے اقتباسات دئے ہوئے ہیں۔ آرین نے سکندر کے بعد کے زمانے پر دس کتابیں لکھی تھیں۔ ڈیڈوٹ Didot نے اپنی "آرین" میں فوتیوس کے صفحہ ۲۹ کو چھاپا ہے۔ اس کتاب میں انتی پاتر کے یورپ واپس آنے، یعنی ۳۲۱ ق م تک کا بیان ہے۔ رائیتزن شٹائن Reitzenstein نے اس کا ایک جزو ویٹیکان کے مسودے سے لے کر Ber. Phil. Abhandluug ۳ میں شائع کیا ہے؛ مقابلہ کرو کیوہلر: رووداد اکاڈمی برلن Sitzung Berl. Akad. ۱۸۹۰ء صفحہ ۵۵۷؛ ۱۸۹۱ء صفحہ ۲۶۳۔

میم نون ساکن ہرقلیہ نے بھی، جو غالباً دوسری صدی عیسوی

یادداشت متعلق باب ۱

کے ابتدا میں تھا، ہرقلیہ کی ایک تاریخ لکھی ہے۔ Phot. cod. میں کتاب ۹ تا ۱۶ (۳۶۳ء تا ۴۶ ق م) کے اقتباسات مندرج ہیں، اور یہ منجملہ دوسرے امور کے لی زیما خوس اور گالی کے حالات کے لئے نہایت کارآمد ہیں؛ میولر "اجزائے تاریخ یونان" Mueller: Frag. H. Gr ۲ $\frac{۵۲۵}{۵۸۵}$ فوتیوس Cod ۸۲ میں دیکسی پوس کی کتاب "مابعد سکندر" (تیسری صدی عیسوی) کا ایک جزو ہے؛ میولر، ۳، ۶۶۷ وغیرہ مقابلہ کرو ڈرو ائے سن ۲، ۱، ۶ ۴ - دیکسی پوس کا دار و مدار کلیۃً آرین پر ہے۔

مفصلۂ بالا مصنفوں کے بیانات کی بنیاد مفصلۂ ذیل اسناد پر ہے جو واقعات کے ہمعصر تھے: - ہیئے رونی موس ساکن کاردیہ، جس نے دیودوروس ۱۸، ۲، ۴۲ کے مطابق "جانشینان سکندر کی تاریخ لکھی" اور جس نے دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس کے نزدیک "تذکرۂ تابعین سکندر" مرتب کیا تھا۔ مقابلہ کرو سوزے میل؛ "تاریخ ادبیات یونان" Susemuhl: Gesch. der Griech. Litt جلد ۱، ۵۶۰ تا ۵۶۳ و ۷۰۵، میولر، ۲، ۴۵ وغیرہ۔ ہیئے رونی موس یومنیس کا ہموطن تھا اور ابتدا میں اُس کا ملازم بھی تھا؛ لیکن اسکی موت کے بعد وہ انتی گونوس، پولیورکریتیس اور گوناتاس کی ملازمت میں شریک ہوگیا۔ ہمیں اس کا یقین ہے کہ اُس نے ۲۷۲ء ق م تک کے واقعات قلمبند کئے تھے۔ پوسانیاس (۱، ۹، ۸) کے نزدیک وہ غیر جانبدار نہیں تھا، لیکن اب عام طور پر اُس پر اعتماد کیا جاتا ہے۔

دوُرس ساکن ساموس، جس کی بابت مشہور تھا کہ وہ الکبیادیس کی اولاد سے ہے؛ یہ ۳۴۰ء ق م کے قریب پیدا ہوا اور کچھ مدت تک ساموس کا خود سر رہا۔ منجملہ دیگر تصانیف کے اُس کی "تواریخ" بھی ہے جو تئیس جلدوں میں منقسم ہے اور جسمیں

یادداشت متعلق باب

۳۰۷ ق م سے کم از کم ۲۸۰ ق م تک کے حالات لکھے ہیں۔ مقابلہ کرو سوز سے میل ا، ۵۸۵/۵۹۲، جس کے حوالوں پر شوبرٹ Schubert: Ueber die Quellen کی کتاب "ماخذ پلوٹارک Plutarchs اور اُس کی اگاتھوکلیس" کا اضافہ کرنا چاہیئے (دیکھو نیچے باب)؛ سیوٗلر ۲، ۲۶۶۔

اگاتھارخیدیس ساکن کنیدوس نے، جو ایک اچھا جغرافیہ داں تھا، واقعات سے ذرا گریز کیا۔ اس نے بھی سکندر کے جانشینوں کا ذکر اپنی تاریخی تصانیف میں کیا۔ دیکھو سوز سے میل، ۶۸۵/۶۹۲؛ سیوٗلر ۳، ۱۹۰/۱۹۶۔

ایتھنز کے لئے "فال گو" فلوخوروس کی "اٹیکائی" تصنیف اہم تھی۔ اُس کو گوناتاس نے جان سے مروا ڈالا؛ سوز سے میل ا، ۵۹۴، ۵۹۹۔ نیز دیکھو کراتیروس کی تصنیف، جو گوناتاس کا علاتی بھائی تھا؛ سوز سے میل ا، ۵۹۹/۶۰۲۔ دوسری مخصوص تاریخوں میں سے دیمتریوس ساکن بیزنطہ، جس میں گالاتا سے کا ذکر دیکھا جائے؛ اور نیم فس ساکن ہرقلیہ، اس شہر اور جانشینان سکندر کے لئے دونوں کے واسطے دیکھو سوز سے میل ا، ۶۲۰۔

اسناد کے متعلق جملہ امور کے لئے دیکھو واخسموتھ: Wachsmuth: Einlietung in das "تمہید میدان تاریخ یونان Stadium der alten Geschichte لائپزگ ۱۸۹۵ء جس میں (مثلاً) دیودوروس پر ایک عمیق نقادانہ نظر ڈالی گئی ہے۔

دیوجانس لیرتیوس نے یونانی قوم کے ممتاز ادیبوں کے حالات جو لکھے ہیں وہ بھی اہم ہیں۔ اُس کی تصانیف کے لئے دیکھو فون ولاموونز: "انتی گونس ساکن کارستوس" برلن ۱۸۸۱ء۔ Von Willamowitz: Antigonos V. Karystos سوز سے میل Susemihl نے اپنی کتاب "تاریخ ادبیات یونان در زمانہ اسکندری"

یادداشت متعلق باب

Gesch. der griechischen Litteratur in der Alexandrinerzeit
دو جلد، لائپزگ ۹۲-۱۸۹۱ء۔
بہت سے نوشتے مشہور و معروف مجموعوں میں اور بعض مختلف رسالوں میں شائع ہوئے ہیں اور اُن کے اقتباسات ہکس کے کتابچہ Hick's Manual اور ڈٹن برگر کی "دلائل" Dittenbereer : Sylloge میں دئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد کھدائیاں ہوئیں جن سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوگیا ہے۔ تمثیلاً پرگامم کی کھدائی کو لیجئے "نوشتہ جات پرگامم" Inschriften Von Pergamum جسے فرنیکا Fraenkel نے شائع کیا ہے، جلد ا، برلن ۱۸۹۰ء۔ اس کے ساتھ ان نوشتوں کی ایک نہایت عمدہ تفسیر بھی ہے۔ اس کے ساتھ ہی مختلف لوگوں نے ان ممالک میں محض تحقیقات کی خاطر سفر کئے ہیں۔ ان میں سے مفصلۂ ذیل ممتاز ہیں:۔ سٹیریٹ: ایشیائے کوچک میں نوشتیاتی سیاحت Sterret: An Epigraphical Journey Asia Minor بوسٹن ۱۸۸۸ء؛ ایشیائے کوچک میں وُلف کی مہم The wolf Expedition to Asia Minor بوسٹن ۱۸۸۸ء؛ ان سے بہت سی معلومات کا اضافہ ہوتا ہے۔ پیٹن اور ہکس Paton and Hicks کی کتاب "نوشتہ جات کوس" Inscuption of Cos (آکسفورڈ ۱۸۹۱ء) میں علم نوشتہ جات اور تاریخ کے ادغام میں ایک قابل قدر کوشش کی گئی ہے۔

اس جلد میں میں ناظرین کی توجہ اکثر سکوں کی طرف مبذول کروں گا۔ علم سکوکیات پر مفصلۂ ذیل کتابوں کا ذکر مناسب ہوگا:۔ نوادر خانہ برطانیہ کے نفیس مجموعوں کی حال کی شائع شدہ فہرستیں، برلن کے مجموعوں کی فہرست اور پیرس کے مجموعے کی فہرست، جلد ا؛ بابلون: "ملوک شام" Babelon, Rois De Syrie

یادداشت متعلق باب ۱

سنہ ۱۸۹۰ء؛ سکندر اور لی زی ماخوس کے سکوں پر ل میولر کی تصانیف، کوپن ہاگن سنہ ۱۸۵۸ء؛ امہوف، سکس، رائناش اور بابیلون کی تحریریں مختلف جرائد میں، دوسرے علماء کے مضامین؛ اور ہیڈ، "تاریخ سکہ جات" Head: Historia Numorum آکسفرڈ سنہ ۱۸۸۸ء۔ اس عہد کی بابت معلومات میں ان سیاحتوں سے بہت کچھ اضافہ ہوا ہے جو علماء نے ان ممالک میں کئے۔ ہم نوشتہ جات کے سلسلے میں ان کا ذکر کر چکے ہیں۔ یونانی قدیمیات کے شعبے میں سنہ ۱۸۸۳ء سے سنہ ۱۸۹۰ء تک جو اکتشافات ہوئے ہیں اُن پر رائناش نے اپنی کتاب "وقائع مشرقیہ" Sal. Reinach: Chronique d'Orient میں بحث کی ہے (پیرس سنہ ۱۸۹۱ء)۔

عہد زیر بحث میں سب سے اہم کتاب ڈروائے سن کی قابل تعریف "تاریخ یونانیت" Droysen: Geschichte des Hellenismus ہے، جس کی جلد ۲ جانشینان سکندر اور جلد ۳ تابعین Epigoni کے لئے مختص ہے (گوٹا سنہ ۱۸۷۸ء)۔ ڈروائے سن صرف سنہ ۲۲۰ ق م تک جاتا ہے؛ مثلاً مقابلہ کرو جلد ۳، ۱، ۱۹۴ حاشیۂ اول۔ میں باب ۹ کے حواشی میں اُس کے نفیس طرز استدلال پر بحث کروں گا۔ یہاں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس نے بادشاہوں کی تاریخ لکھنے کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اُس کی وجہ سے وہ اس قسم کی تاریخ دنیائے یونان لکھنے پر قادر نہیں ہو سکا ہے جیسی میں لکھ رہا ہوں، گو اسی قسم کی تاریخ لکھنے کی اُس میں بدرجۂ اتم قابلیت تھی۔ وہ اپنے طریقے کے مطابق غیر معروف یا قابل نفرت افراد کے کاموں پر، جن کا سیاسیات پر اثر پڑا، بہت کچھ ٹھٹھکا ہے، لیکن اُس نے مشکل سے اُن اہم ذہنی تحریکات کا حوالہ بھی دیا ہے جن کی اہمیت کا اُسے پورا اندازہ تھا (مقابلہ کرو ۳، ۱، ۳۳۵۔ اور اس جلد کا باب ۱۰، حاشیۂ ۴)، مثلاً وہ تحریک جس کی وجہ سے

یادداشت متعلق باب

مسلک رواقین کی ابتدا رہوئی حکمرانوں اور اُن کے خدام کی طرف اس میلان کی وجہ یہ ہے کہ (جیسا ہم باب ۲، حاشیہ ۸ میں دیکھیں گے) اس نے اہم ترین جمہوریتوں میں سے ایک، یعنی ایتھنز، کے شہریوں کو عادلانہ نظر سے نہیں دیکھا۔ ہم اس کتاب کی جلد ۳ میں دیکھ چکے ہیں کہ پانچویں صدی ق م کے ایتھنزیوں سے بھی مورخوں نے اچھا سلوک نہیں کیا، اور یہی وجہ ہے کہ ڈرواےسن کے زمانے سے دیا دوخی اور ایپی گونی کے جمہوریت پسند معاصرین کی طرف برابر بے انصافی کا برتاؤ کیا جارہا ہے۔ اس نقطۂ نظر سے چل کر ڈرواےسن اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ سکندر کے عہد کے بعد بھی تاجدار ہی تاریخ کا اہم ترین عنصر ہیں، چنانچہ اس نے اپنی تمامتر توجہ اُن کی سازشوں کے سلجھاؤ پر، اور اپنی قابلیت اُن کے حالات بیان کرنے پر صرف کی۔ اصل میں سکندر کی جو اہمیت تھی اُس کی وجہ سے وہ سمجھا کہ اُس کے جانشین بھی اتنے ہی اہم ہوں گے، چنانچہ اس عالی منش ذہنی تموّج کو، جن کا اُسے بالکل صحیح اندازہ تھا، اُس نے ثانوی حیثیت دے دی۔ اغلب امر یہ ہے کہ جیسا جیسا زمانۂ زیر بحث گزرتا گیا اور تاجدار اخلاقی اعتبار سے بیکار اور سیاسی اعتبار سے غیر اہم ہوتے گئے، ویسے ہی اُسے صحیح حالات کا احساس ہوتا گیا اور آخرکار باوجود سیاسی تاریخ کی طرف اس کا میلان ہونے کے اُس نے اپنی تاریخ ایک خاص نقطے پر آکر ختم کردی۔ دیکھو اُس کا ایک نہایت ہی قابل لحاظ فقرہ جسے باب ۱۰، حاشیہ ۴ میں نقل کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص ڈرواےسن کی پیروی کرکے سکندر کے بعد کے یونان کی تاریخ کو تاجداروں کی تاریخ کا مترادف قرار دے وہ مشکل سے ۲۲۰ ق م کے بعد کے زمانے تک بڑھ سکتا ہے، اس لئے کہ اُس کے بعد سرزمین یونان کے سیاسیات اور حربیات کا ایک اور

یادداشت متعلق باب ۱

بیرون جاتا ہے، یعنی روما حقیقت یہ ہے کہ ڈرواے کے سن کی کڑی موم سین میں مل جاتی ہے۔ اس کے برعکس وہ جو میرے ساتھ متفق ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ۳۲۳ ق م کے بعد بھی تاریخ یونان کا موضوع یونانی قوم ہی ہے، جو مسالیہ سے مشرق بعید تک کے ممالک تک پھیلی ہوئی ہے اور جس کی سیاسی تنظیم ہر ملک میں تقریباً یکساں ہے، وہ اس کو تسلیم کریں گے کہ میری یہ کوشش کہ اس قوم کی سلطنت روما میں انجذاب کے وقت تک کی تاریخ لکھی جائے حق بجانب ہے، اور اگر ان کی دانست میں یہ کوشش (جو اپنی نوع کی پہلی ہے) نہایت ہی ناقص رہ گئی ہے، تو امید ہے کہ وہ میرے ساتھ نامہربانی کا سلوک نہیں کریں گے۔ تاریخ تمدن پر جیسے ڈرواے کے سن بالکل چھوڑ دیتا ہے، مہافی نے اپنی کتاب "یونانی زندگی اور فکر" Mahaffy: Greek life & thought ۱۸۸۷ء میں بحث کی ہے جو ۳۲۳ ق م سے ۱۴۶ ق م تک کی تاریخ ہے۔ دیکھو اسکی کتاب "سلطنت سکندر" The Empire of Alexander لندن ۱۸۸۷ء؛ نیز "سلطنت بطالسہ" The Empire of the Ptolemies لندن ۱۸۹۵ء جو ایک نہایت ہی نفیس کتاب ہے۔

دیوریوئی: "تاریخ اہل یونان" Duruy: Histoire des Grecs جلد ۳۔

شپیگل: "قدیمیات ایران" Spiegel: Eran. Alterthumkunde جلد ۳۔ لائپزگ ۱۸۷۸ء؛ نیز "تاریخ ریاستہائے یونان و مقدونیہ" Benedict Niese: Geschichte der Griechen und Makedonischen Staaten جلد ۱، گوٹا ۱۸۹۳ء، ص ۱۹۰-۲۱۶۔

کلنٹن و ہرتزبرگ کی تصانیف کے لیے دیکھو تحت باب ۹۔

یادداشت متعلق بابِ ۱

شوارکز: "عمومیت" Schvarcz: Die Demokratie جلد ا، لائپزگ، ۱۸۸۲ء۔ پیولھمان Poelhman (میولر کا کتابچہ جلد ۳) مختصر اور پُر معلومات ہے۔

اس جلد کے مکمل معلومات کے لئے دیکھو وسودا Wissowa کی جدید اشاعت پاؤلی: "محیط المحیط Pauly R E مضامین انتی گونوس، انطاکوس، انتی پاتر، ایپانوس، ارالوس، آریوس، ارسطیون، اریانوس، وغیرہ۔

حال کے نقشہ جات میں اہم ترین کیپرٹ Kiepert کے نقشے ہیں، بالخصوص اُس کا "مغربی ایشیائے کوچک کا مخصوص نقشہ" Spezialkarte vom westlichen Kleinasien برلن ۱۸۹۱ء؛ اس میں ۱۵ نقشے ہیں، اور ساتھ ہی مختلف سیاحتوں کے راستوں کے لئے بھی نقشے دئیے ہوئے ہیں، مثلاً کایادوسیہ کا نقشہ سٹیریٹ کے راستے کے لئے، یام فیلیہ، پسیدیہ اور لیکاؤنیہ کا نقشہ وُلف کے سیاحت نامے کے لئے۔

امہوف بلومر کی کتاب: "یونانی اور نیم یونانی اقوام کے سکوں پر تصاویر" Imhoof Blumer: Portraetokepfe auf ant. Muenzen hellen. und hellenisirter Voelker "لائپزگ ۱۸۸۵ء۔

سکندر نے ایک سلطنت قائم کی تھی، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے دل میں سلطنت کی جو تصویر کھنچی ہوئی ہے، یعنی وہ جس کے حدود معیّن ہوں اور جس کی اہمیت ملکی ہو، اس سے یونانی آشنا نہ تھے۔ یہی وجہ ہے کہ یونانی زبان میں سلطنت کیلئے کوئی لفظ نہیں ملتا۔ اُن کے یہاں الفاظ "آرخے" اور "بازی لیہ" ضرور ہیں، لیکن ان سے مراد ایک شخص یا کسی مخصوص شہر کی حکومت

یادداشت متعلق باب

سکے ہیں۔ وہ زمانہ یا بعد تک میں، یعنی عہد بیزنطہ میں بھی، اس مفہوم سے گریز کرتے ہیں۔ اُس زمانے میں ہم ایسے الفاظ سے دوچار ہوتے ہیں جیسے "پرسیکا" اور "رومائیکا" کہ "رومن دولت عامہ" اسی طرح سلطنت کے حصّوں یعنی صوبوں کے لئے یونانی میں کوئی لفظ نہیں تھا۔ دیودوروس (۱۸) بھی انھیں "ساتراپی" کہتا ہے، دیون کا سیئوس (۱۵، ۱۲) ایتھنے یعنی قبیلہ۔ نیز "خورائی" یعنی "ملک اور" "یقے ماتا" بھی ملتے ہیں۔ ان سب باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یونانی اس تخیل سے واقف نہ تھے کہ کوئی بڑا ملک کسی ایک واحد حکومت کے ماتحت رہ سکتا ہے، اور درحقیقت اُن کے نزدیک سب سے اہم اور ممتاز ادارات انفرادی سیاسی مجموعے، شہر، قبیلے (پولس، ایتھنوس) تھے۔ میں نے بار بار اس کتاب میں اس واقعے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ انتظامی مرکزیت دراصل زمانہ حال کی ایجاد ہے۔

باب دوم

سکندر کے جانشینوں کے حالات سلیوکوس کی وفات تک

۳۱۶ قم تا ۲۸۰ قم

انتی گونوس کے پرانے رفیق کار اُس کی حرص و آز اور اُسکی درشت مزاجی کی وجہ سے اُس کے خلاف ہوگئے۔ جب اُس نے سلیوکوس کو جلا وطن کیا تو وہ بطلیموس کے دربار میں پناہ گزیں ہوگیا جہاں سے اُس نے اپنے حریف کے خلاف بےچینی پھیلانی شروع کی۔ بطلیموس، لیزی ماخوس ساکن تھریس اور کاساندر نے انتی گونوس سے یہ کہلا بھیجا کہ یومنیس کی شکست سے جو فوائد حاصل ہوئے ہیں اُن کے تم تنہا مستحق نہیں ہو بلکہ ہم بھی اُس کے حقدار ہیں۔ یہ پیغام سن کر انتی گونوس نے یہ جواب دیا کہ میرا ارادہ ہے کہ میں بطلیموس کے خلاف فوج کشی کروں اس لئے کہ اُس نے سلیوکوس کو اپنے یہاں پناہ دینے سے میرے اقتدار کو ٹھیس

باب۲ لگائی ہے۔ اصل میں انتی گونوس کا مقصد یہ تھا کہ ایک بڑا آراستہ کرکے اپنے مخالفوں کو بالکل بے یار و مددگار کر دے اور اس کے بعد شام بلکہ ممکن ہو تو مصر کو زیر کرے، چنانچہ اُس نے اپنے اس طرز کار کو لشکر کے ایک بڑے اجتماع کے سامنے پیش کیا جو پولیس پرخون کے بیٹے سکندر کے اعزاز میں ہوا تھا، اور اسی اجتماع کے روبرو موخر الذکر نے کاساندر کے خلاف استغاثہ بھی دائر کیا۔ انتی گونوس نے فوج سے کہا کہ وہ کاساندر سے شاہ سکندر کی حوالگی کا مطالبہ کریں، اور اگر وہ اس سے انکار کرے تو پھر اُسے دشمن سلطنت قرار دیا جائے۔ رہے یونانی، تو وہ سب کے سب آزادی کے مستحق تھے[1] فوج نے

---

[1] پولیس پرخون کی طرف سے یونانیوں کی آزادی کا اعلان: دیودوروس ۱۸، ۵۶ (ڈرواسے سی ۲، ا $\frac{188}{211}$)؛ انتی گونوس کی طرف سے: دیودوروس ۱۹، ۶۱ (ڈرواسے سی ۲، ۲، ۱۱)؛ بطلیموس کی طرف سے: دیودوروس ۱۹، ۶۲ (ڈرواسے سی ۲، ۲، ۱۵)؛ کاساندر، بطلیموس، لیزی ماخوس اور اور انتی گونوس کی طرف سے متفقہ طور پر (۳۱۱ ق م)؛ دیودوروس ۱۰۵-۱۰ ان سب اعلانات کے ذریعے سے ایشیا اور یونان دونوں کے یونانی بلدیات کی آزادی تسلیم کی گئی (۱۹، ۶۱)۔ پولی بیوس ۵، ۹۰ سے معلوم ہوتا ہے کہ "ہیلے نیس" جمہوریت پسند یونانیوں کو کہتے تھے، برخلاف بازی لئیس کے جو جمہوریتوں کے شہری نہ تھے، خواہ وہ کہیں بھی رہیں۔ میرے نزدیک گیبلر Gaelbler کی رائے (ایرتھرائے (19 Erethriai غلط ہے کہ اس سے ملک یونان مراد تھی، اور نیز یہ مجھ سے متفق ہے (۱، ۷۲، حاشیہ ۴)۔ ان اعلانات کے ذریعے سے تمام یونانیوں کو "آزاد" اور "خودمختار" تسلیم کر لیا گیا (۱۹، ۶۱)، اور جہاں تک اصول کا تعلق ہے، یہ صورت حال برابر رومن سلطنت کے زمانے تک جاری رہی۔ ظاہر ہے کہ واقعات

باب

فوراً ان تحریکات کے مطابق قرار دادیں منظور کیں چنانچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس نظریے کے مطابق نہ تھے، اور خود اس نظریے سے بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ پہلا سوال تو یہ تھا کہ یونانی قوم کا ظاہری معیار کیا تھا؟ بلاشبہ یورپ میں یا ایشیا کے اُن شہروں میں جو ابی دوس، الفی سوس کی طرح قدیم الایام سے یونانی چلے آتے تھے کسی قسم کے شک و شبہہ کی گنجائش نہ تھی؛ لیکن یہ حکم کاؤنوس، سیلگے، سولی وغیرہ پر نہیں لگایا جاسکتا تھا اور جب کبھی ایسے بلدیات نے خود مختاری اور آزادی کی غرض سے یونانی ہونے کا دعویٰ کیا تو بادشاہ نے ہمیشہ انھیں یہ جواب دیا کہ تم بربری ہو اور تمھیں ہمارے حکم کے ماتحت رہنا پڑے گا، چنانچہ انھیں ہمیشہ اپنا سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ پھر اُن شہروں کی حیثیت کیا تھی جو بادشاہوں نے آباد کرکے اپنے ناموں سے انھیں معنون کیا تھا؟ خود بادشاہوں کا خیال تھا کہ یہ شہر اُن شہروں سے بالکل علحدہ ہیں انھیں یونانی ہونے کی وجہ سے قانوناً آزاد ہونے کا حق ہے۔ لیکن یہاں کے باشندوں نے بھی اسی طرح سے اپنے یونانی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ واضح ہو کہ ان شہروں میں ان کے مؤسسوں کی پوجا ہونے کی وجہ سے یہ خواہی نخواہی خاندان شاہی کے دست نگر سمجھے جاتے تھے، گو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے باشندے بھی تو یونانی ہی تھے اور ان میں بھی خود مختاری کی ویسی ہی خواہش تھی جیسی دوسرے یونانیوں میں؛ اُن کے اس جذبے کو اس درجہ ترقی ہوئی کہ اُس عہد کے اختتام پر جس پر ہم تبصرہ کر رہے ہیں، ان کی کوشش سے سلطنت شامیہ شہری جمہوریتوں کی شکل میں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی (دیکھو ابواب ۵، ۲۰ وغیرہ)۔ علاوہ ازیں آج بھی ایسے ملکوں کی مثالیں ملتی ہیں جو خود مختار بھی ہوں اور کسی دوسری مملکت کے دست نگر بھی، جیسے عہد نامۂ برلن کے بعد بلغاریہ، جو برائے نام باب عالی کے ماتحت تھا لیکن فی الواقع آزاد تھا۔ دوسری صدی ق م کے اختتام پر انطاکیہ، لاؤدیسیہ وغیرہ کا

باب۲

انتی گونوس نے شمال اور جنوب میں جنگ شروع کردی۔ شہر صور کے علاوہ فنیقیہ کے کسی شہر نے اس کی مطلق مدافعت نہیں کی، اور اس شہر کے سوائے تمام ملک آسانی سے اس کے قبضے میں آگیا۔ ایشیائے کوچک میں اس نے اپنے بھتیجے بطلیموس کو اپنا قائم مقام مقرر کیا، اور اس محاذ میں اس کے اور مصری بیڑے کے مابین، جس کا کماندار سلیوکوس تھا، مڈبھیڑ ہوئی جس میں اسے نیچا دیکھنا نہیں پڑا[۱]۔ خاص ارض یونان میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ شاہان سوریہ کے ساتھ بالکل اسی قسم کا تعلق تھا، چنانچہ یہ حکم لگایا جاسکتا ہے کہ قدیم یونانی شہر تو "خودمختار رہی ہیں" اور "نگرانی سے آزادی" لیکن وہ بلدیات جن کی تاسیس بادشاہوں نے کی وہ "خودمختاری" اور "نگرانی سے آزادی" دونوں کی کوشش کرتے ہیں اور بہ نسبت قدیم بلدیات کے انھیں "خودمختاری" نسبتہً زیادہ حاصل ہوجاتی ہے۔ ان امور سے ہم یونانی بادشاہوں کے متعلق یونانیوں کے جو خیالات تھے ان کا اندازہ کرسکتے ہیں اور یہ امر تاریخ میں نہایت اہم ہے۔ یونانیوں کے نزدیک بادشاہوں کی مطلق کوئی قانونی حیثیت نہیں تھی۔ "پولس" یا "شہر" کے اندر تو بادشاہ کی مطلق کوئی حیثیت نہیں تھی، اور اس سے باہر اس کی وہی حیثیت تھی جس کا مختلف عہدناموں کے ذریعے سے تعین ہوا تھا۔ ملکی اقتدار کا خیال یونانیوں سے بہت بعید ہے۔ نیز دیکھو پیول مان Poehlmann کی کتاب "بنیادی اصول" Grundzuege صفحہ ۲۵۶۔

[۱] پیوسانیاس ۱، ۶ میں بطلیموس اول کے متعلق بہت کچھ مواد ہے۔ انتی گونوس کے بھتیجے بطلیموس کے لیے، جو پہلے تو کاساندر اور پھر اپنے ہمنام فرمانروائے مصر کے پاس بھاگ جاتا ہے، اور جسے مصر کا حکمران آخر ٹھکانے لگا دیتا ہے، دیکھو نوشتہ مندرجہ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A.

باب

میں پولیس پرخون کو برابر میدان جنگ میں فتح ہوتی رہی تاآنکہ خود
اُس کا بیٹا اُس سے علیحدہ ہو کر کاساندر سے مل گیا (۳۱۵ سنہ ق م)۔
اب بطلیموس نے بھی، جو انتی گونوس سے اپنے آپ کو کچھ کم
نہیں سمجھتا تھا، یونان کی آزادی کا اعلان کر دیا، گو ان دونوں
آزادی دہندوں کو اس کی شمہ بھر بھی پروا نہیں تھی ۳۱۴ سنہ ق م
کے واقعات میں یہ بیان کرنا کافی معلوم ہوتا ہے کہ انتی گونوس
نے پندرہ مہینے کے محاصرے کے بعد آخر کار شہر صور کو بھی
فتح کر لیا، اور ادھر ایشیائے کوچک اور یونان دونوں میں برابر
جنگ جاری رہی جس میں کبھی ایک فریق کا اور کبھی دوسرے
کا پلڑا بھاری رہا۔ ۳۱۳ سنہ ق م میں بھی صورت حال میں کچھ زیادہ
تبدیلی نہیں ہوئی اور اسی سال میں سب سے نمایاں واقعہ یہ تھا
کہ انتی گونوس نے جو بیڑا روانہ کیا تھا اُس نے جزیرۂ یوبیہ
پہنچ کر اس کا ایک حصہ فتح کر لیا؛ ادھر بطلیموس نے مصر پر اپنے
پاؤں جمائے اور قبرص کو بھی تسخیر کر لیا۔ ۳۱۲ سنہ ق م میں انتی گونوس
کے بھتیجے نے خالکس اور وسطی یونان کے ایک حصے پر
قبضہ کر لیا۔ بطلیموس ایک بڑا لشکر لے کر غازہ گیا اور وہاں
پہنچ کر انتی گونوس کے بیٹے دیمتریوس کو شکست دے دی جس کی
وجہ سے جنگ کی بساط میں گونہ تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اُدھر
بطلیموس نے فینیقیہ پر قبضہ کر کے سلیوکوس کو آٹھ سو پیدل اور
دو سو سوار لے کر بابل کی طرف روانہ کیا۔ راستے میں اُس کی
چھوٹی سی فوج میں ہر لمحہ اضافہ ہوتا گیا اور آخر کار بابل پہنچ کر یہ اس
شہر پر قابض ہو گیا اس کے بعد اُس نے مدیہ کے صوبہ دار نکانور کو

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ جلد ۲، صفحہ ۲۶۶ = ہکس Hioks ۱۴۱ مع حواشی —
۳۱۵ سنہ ق م سے ۳۱۲ سنہ ق م تک کے لئے دیکھو نیزے Niese ۲۷۳/۲۹۲

شکست دی جس کی وجہ سے اُس کی فتوحات پہلے سے زیادہ مستحکم ہوگئیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ غالباً اُسے اس وقت نہیں بلکہ اُس کے بہت بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنی حکومت کی ابتدا فتح بابل سے قرار دے اور اسی واقعے سے جدید سنہ سلیوکوسی کی ابتدا ٹھہرائے[1] لیکن بطلیموس کو دیمتریوس کے ہاتھوں شام کے شہر میوس کے قریب زک پہنچی جس کے بعد انتی گونوس اور اُس کا بیٹا اُس کی بجائے فنیقیہ پر قابض ہوگئے۔ چونکہ انتی گونوس کو مصر پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں تھی اور ساتھ ہی وہ ایک ضرب ضرور لگانا چاہتا تھا اس لئے اُس نے اپنے بیٹے کو نباطیوں کے ملک پر چڑھائی کرنے کے لئے روانہ کیا جو عرب الحجر میں آباد تھے۔ اس سے صرف یہی نتیجہ نکلا کہ یہ قوم بظاہر مغلوب ہوگئی۔ اُدھر ۳۱۱ ق م میں انتی گونوس نے سلیوکوس کو بابل سے نکال باہر کیا۔ اب ہمارے کان یک بیک ایک صلحنامے کی آواز سے آشنا ہوتے ہیں جو ۳۱۱ ق م ہی میں کاساندر، بطلیموس ولیزی ماخوس اور دوسری جانب انتی گونوس کے مابین ہونا بتایا جاتا ہے، جس میں یہ طے پایا کہ روشنک کے بیٹے سکندر کے سن بلوغ تک یورپ میں کاساندر ستراتی گوس کے فرائض انجام دے؛ لیزی ماخوس تھریس پر حکومت کرے، بطلیموس، مصر، لبیہ و عرب کا والی ہو اور انتی گونوس کے سپرد تمام ایشیائے کوچک کردی جائے؛ رہے یونانی، تو انھیں آزادی مل جانی چاہیئے۔ اس صلحنامے میں دو چیزیں مبہم ہیں؛ ایک تو یہ کہ آخر یہ ہوا کیسے، اور دوسرے آیا اس کی جملہ شرائط کا ہمیں علم بھی ہے؟ پھر سلیوکوس کی بابت آخر کیا طے پایا؟ کیا اُسکا اس وثیقے میں واقعاً کوئی ذکر نہ تھا؟ کیا بطلیموس نے اُسے لٹکنے میں

---

[1] سلیوکوسی سنہ کی ابتدا یکم اکتوبر ۳۱۲ ق م (ادلیپیاد ۱۱۷، ۱)؛ گارد نے سن ۲، ۲، ۱۵؛ بابلون: "شاہان سوریہ": Babelon: Rois de Syrie صفحہ ۱۷۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خاندان سلیوکوس کے اقتدار کے اسباب میں سے یہ بھی تھا کہ بطلیموس نے سلیوکوس کی مدد کی تھی۔ اس سنہ کو سب سے پہلے فنیقی ہی کام میں لائے۔

چھوڑ دیا؟ ہمارے نزدیک بطلیموس کے لئے یہ ناممکن نہ تھا کہ وہ سلیوکوس سے کنارہ کشی اختیار کرے[؟][۵] باب ۱

اس صلح نامے کے اسباب و شرائط پر تاریکی کا پردہ پڑا ہونے کے ساتھ یہ بھی بغایت مشتبہ و مشکوک ہے کہ آخر اُسے کس بہانے سے اور کب توڑا گیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جنگ سنہ ۳۱۱ ق م میں بھی جاری ہے، اور ہم سے کہا جاتا ہے کہ بطلیموس والیٔ مصر نے کلیکیہ کے بعض اضلاع انتی گونوس سے فتح کر لئے اور ساتھ ہی کاساندر اور لیزی ماخوس والے شہروں کو اپنی مدد کے لئے طلب کیا۔ ۳۱۱ ق م کے صلح نامے کے بعد کاساندر نے روشنک اور اُس کے بیٹے سکندر دونوں کا کام تمام کر دیا، لیکن چونکہ اس حکمران کی زندگی اور اُس کے اوصاف کی طرف کسی کی بھی توجہ نہیں تھی اس لئے ان دونوں کے قتل کا کسی پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ سکندر کے خاندان کا ایک دوسرا فرد ہرقل ولد بارسینہ تھا جو سکندر اصغر کے برابر صحیح النسب نہیں تھا؛ اب اُسے پولیس پرخون پرگامم کی گوشہ نشینی سے میدان کارزار میں کھینچ لایا اور اُسے سلطنت کا جائز وارث ہونے کا اعلان کر کے بظاہر اُس کے لئے ایک معتدبہ لشکر جمع کیا جس میں شرکت کے لئے ایتولیہ والوں نے بھی اپنا ایک رسالہ بھیجا، لیکن ہرقل کی ترقی ہی اُس کے خاتمے کا پیش خیمہ تھی؛ اس لئے کہ چند ہی روز بعد پولیس پرخون نے اُس کے ذریعے سے کاساندر سے

---

[۵] سنہ ۳۱۱ ق م والے صلح نامے میں سلیوکوس کا مطلق ذکر نہیں؛ دیودوروس ۱۹، ۱۰۵۔ دیودوروس کے بیان میں ۲۰، ۵۳ (یعنی سنہ ۳۰۶ ق م) تک سلیوکوس کا اس کے بعد ذکر نہیں آتا جہاں اُس کی بابت کہا گیا ہے کہ "حال ہی میں اُسے صوبہ دار مقرر کیا گیا تھا" لیکن ہمارے نزدیک اس سے سنہ ۳۱۲ ق م سے دیودوروس کے بیان متعلق ۱۹، ۱۰۰ سے مراد ہوگی۔ دیودوروس ۱۷، ۱۰۵ میں جنگ کا حال بیان کرتے کرتے کچھ اور بیان کرنے لگتا ہے لیکن سنہ ۳۱۱ ق م (۲۰، ۱۹) میں اسی موضوع کی طرف پھر آتا ہے۔

باب ۷ چند مراعات حاصل کیں، اور اس سے نہ صرف پیلوپونیز کی سیادت بلکہ تمام سلطنت کی حکومت کا وعدہ اس شرط پر کر لیا کہ وہ ہرقل کو راستے سے ہٹا دے گا۔ اس شرط کو پولیس پرخون نے ۳۰۹ ق م میں پورا کر دکھایا، جس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ کاساندر نے بھی اپنے وعدے کا ایک جزو پورا کر دیا۔ اس کے بعد کم از کم ہمیں اس کی اطلاع نہیں پہنچی کہ اُس نے پولیس پرخون کا خاتمہ بھی ساتھ ہی ساتھ کر دیا۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ متولیٔ سلطنت تماشاگاہ تاریخ سے بلا کسی قسم کا نشان چھوڑے ہوئے خود سلطنت کے اختتام سے صرف دو سال پیشتر غائب ہو جاتا ہے۔

۳۰۹ ق م میں بطلیموس کو مزید کامیابی ہوئی، یعنی اُس نے جنوب و مغربی ایشیائے کوچک میں زانتھوس، کاؤنوس اور فاسے لِس پر قبضہ کر کے اپنی حکومت کو مستحکم کر لیا۔ اُس نے میندوس سے اندروس گیا، جا کر اُسے "آزاد" کرتا ہوا بحری راستے سے یونان پہنچا جہاں کراتے سی پولس نے ۳۰۸ ق م میں کورنتھ و سکیون اُس کے حوالے کر دیئے۔ ابتدا میں تو اس کا یہ ارادہ تھا کہ چند دوسرے یونانی شہروں کو بھی "آزاد" کرائے لیکن کچھ ہی زمانہ گزرنے پایا تھا کہ اُس نے یہی بہتر سمجھا کہ کاساندر سے صلح کر لے اور ان دونوں میں یہ قرار پایا کہ جو کچھ جس کے پاس ہے اسے وہ اپنے ہی قبضے میں رکھے[1] اس کے برعکس اسے اپنی دوسری تدبیریں، جس سے تھوڑا بہت فائدہ مقصود تھا، ناکامی ہوئی۔ سکندر کی بہن کلیوپاترا کی جس نے سارڈس کو اپنا مسکن بنا لیا تھا، یہ خواہش تھی کہ بطلیموس سے

[1] بطلیموس و کاساندر کے مابین صلحنامہ، دیودورس ۲۰، ۳۷۔

باب۲

نکاح کرلے۔ اس سے پہلے بھی اُس نے اپنا عقد کرنے کی کوشش کی تھی (دیکھو اوپر، باب ۱) لیکن اس میں اُسے کامیابی نہیں ہوئی تھی؛ اب اُسے پھر خیال پیدا ہوا کہ کسی حکمراں ہی سے عقد کرنا چاہیئے، اور ادھر خود بطلیموس نے ایسے مناقدے کو خود اپنے حق میں مفید و کار آمد سمجھا۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کلیو پاترا سارڈس سے جانا چاہتی تھی لیکن اسے انتی گونوس نے باز رکھا، اور اس کے چند ہی روز بعد کچھ عورتوں نے اس کا کام تمام کر دیا جنھیں انتی گونوس نے کافی سزا دی اور حکم دیا کہ مقتولہ کا جنازہ نہایت شان و شوکت سے اٹھایا جائے۔

یہاں تو بطلیموس کو ناکامی ہوئی لیکن ادھر افریقہ میں اُسے سرنہ کی تسخیر کی وجہ سے گویا اس ہزیمت کا بدل مل گیا۔ ۳۱۲ قم میں اُس کے مقرر کردہ صوبہ دار نے بغاوت کر دی تھی، لیکن اگاتھوکلیس نے باغی صوبہ دار کا کام تمام کر دیا تھا، اور اب بطلیموس کے سوتیلے بیٹے ماگاس نے اُس کی طرف سے ازسرنو سرنہ پر قبضہ کر لیا[۶] (دیکھو ابواب ۵ و ۷)۔ گویا اُس وقت یعنی ۳۰۸ قم کے قریب صورت حال کچھ اس نوع کی تھی کہ بطلیموس سرنہ، قبرص، اجزائے لکیہ و کاریہ، کوس، اندروس، سکیون و کورنتھ پر قابض ہونے کی وجہ سے طاقتور بن گیا تھا؛ کاساندر مقدونیہ کا حاکم تھا اور اُسے ایپائروس میں کسی قسم کی مخالفت سے دوچار ہونا نہیں پڑا تھا۔ دوسرے اب بھی اس کے قبضے میں یوبیہ، تھبز، ایتھنز، میگالوپولس تھے[۷]

[۶] سرنہ پر ماگاس کا قبضہ ۳۰۸ قم میں ہوا۔ Suid. "دیمتریوس" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماگاس نے ۳۰۸ قم سے ۲۵۸ قم تک حکومت کی ہوگی۔

[۷] مقدونیوں نے ایتولیہ کے خلاف اکارنانیہ کو؛ بیوتیہ کے خلاف تھبز کو اور آرکیڈیا کے خلاف میگالوپولس کو مدد دی؛ ڈروائے سن ۲، ۲، $\frac{103}{104}$ —

باب۲ لیزی ماخوس نے اپنے قبضۂ ہیلیس پونٹ کو کار دیہ کے مشرق میں لیزی ماخیہ کی آبادکاری کر کے مستحکم کر لیا تھا۔ ان تینوں حکمرانوں کے خلاف انٹی گونوس بالکل یکہ و تنہا تھا، اور ساتھ ہی اُسے اپنے عقب میں بھی خطرہ لگا ہوا تھا، اس لئے کہ سلیوکوس نے بابل پر از سر نو قبضہ کر لیا تھا، چنانچہ اُسے اس کی ضرورت پیش آئی کہ وہ کوئی ایسا فعل کرے جس سے بلاد یونان میں ایک قسم کی سنسنی پیدا ہو جائے، اور اس نے یہ خیال جمایا کہ ایتھنز پر حملہ کرنا چاہئے جو یونان کا گویا ایک طرح کا مرکز بنا ہوا تھا۵۸ ہم پڑھ چکے ہیں کہ یہاں کاساندر کے قائم مقام

---

۵۸ سنہ ۳۰۰ ق م میں یونانیوں کی جو ذہنی و اخلاقی حالت تھی اُسے ڈروائے سن نے مفصلۂ ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے (۲، ۲، ۱۰۲): ــ "عوام الناس مفلوک الحال تھے، ان میں اخلاق کی خو بو نہ تھی، وہ اپنے معبودوں اور اپنے مُلک کی طرف سے بالکل بے پروا تھے اور اُن کی اُٹھتی ہوئی نسل کو اُس زمانے کے محبوب و مرغوب فلسفیوں نے بگاڑ دیا تھا" ہمارے نزدیک اس مقولے کا کوئی حصہ بھی درست نہیں ہے۔ پہلے حصّے کی عدم صحت کا ثبوت اس موقع پر نہیں دیا جا سکتا، اور اس قسم کے کلّیہ آمیز حکم کی تردید کرنے میں ہمیشہ مشکل پڑتی ہے۔ لیکن میرے بیان کا ایک ایک لفظ ڈروائے سن کے خیال کی تردید سمجھنا چاہئے۔ ڈروائے سن کے فقرے کا دوسرا حصّہ جو فلسفیوں کے خراب اثرات سے متعلق ہے، اُس میں تھوڑی بہت قطعیت ہونے کی وجہ سے اُس پر بحث کی جا سکتی ہے۔ یہاں ہمیں فرض کرنا پڑتا ہے کہ ڈروائے سن کی مراد "رواقیوں" کے مرکز یعنی ستوا کی تاسیس سے پہلے کے زمانے سے ہوگی اس لئے کہ اس مسلک کی تاسیس کے بعد "بگاڑنے" کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ حکم اس سے پہلے کے زمانے پر بھی نہیں لگایا جا سکتا۔ ہمارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ

باب ۲ | کی حیثیت سے دیمتریوس ساکن فالیرم حاکم تھا؛ اُس نے اپنی دہ سالہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ اکاڈمیوں، مشائیوں، کلبیوں اور میگاریوں نے اُس زمانے کے نوجوانوں کو بگاڑا تھا؟ ہمارا تو یہ خیال ہے کہ اگر ڈرواے سن کے پیش نظر کوئی وزنی وجہ نہ ہوتی تو اُسے ہرگز اس قسم کا حکم نہیں لگانا چاہیے تھا، مگر مفصلۂ ذیل امور سے معلوم ہوگا کہ یہ خیالات محض ذاتی جذبات پر مبنی تھے۔ وہ آگے بڑھ کر چند دوسرے عجیب خیالات کا اظہار کرتا ہے؛ صفحہ ۱۰۳ پر وہ ایشیائی و جزائری یونان کو، "جو جماعتی خود مختاری کے قعر میں جا پھنسے تھے"، بہ نسبت بد اخلاق آزاد یونان کے کہیں بہتر سمجھتا ہے۔ لیکن یہ واقعے کے خلاف ہے کہ ایشیا اور جزائر کے یونانی "جماعتی آزادی" کے قعر میں جا پھنسے تھے۔ قانونی اعتبار سے وہ اُتنے ہی آزاد تھے جتنا خود ایتھنز اور واقعاً بھی اُنھیں اُس سے کچھ کم آزادی حاصل نہیں تھی، بلکہ ان میں سے بعض نے تو میدان سیاسیات میں اُتنے ہی اعلیٰ و ارفع فرائض انجام دئیے جیسے ایتھنز نے۔ یہاں ہم صرف ابی دوس (ڈرواے سن ۲، ۲، ۲۰۱ و ۲۱۱) اور رھوڈز کا ذکر کافی سمجھتے ہیں۔ اگر یہاں کے باشندے ایتھنزیوں سے زیادہ خوش تھے تو اس کے یہ معنے نہیں ہیں کہ ان کی جبلت بجبرت محض جماعتی جدوجہد تک محدود تھی، لیکن جمہوری نقطۂ نظر سے ڈرواے سن کا مطلب اس وقت بالکل سمجھ میں نہیں آتا جب وہ یہ کہتا ہے کہ دیار مغرب میں صورت حال اس سے بہت بہتر تھی، اگاتھوکلیس کی فرماں روائی میں سسلی والے چین و اطمینان سے زندگی بسر کرتے تھے، اور "اپنی منظم اور عاقلانہ انتظام کی وجہ سے تارنتوم کے طرز عمل سے چھوٹے چھوٹے شہروں کی تائید و پشت پناہی ظاہر ہوتی ہے"۔ واقعہ یہ ہے کہ عیش پسند تارنتوم دوسروں کو مدد دینا تو کجا، خود اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکتا تھا، اور یکے بعد دیگرے کبھی کسی اپیائروسی اور کبھی کسی اسپارٹی کو اُسے بلانا پڑتا تھا؛ رہا سسلی، تو ہمیں اگاتھوکلیس کے عہد میں اس جزیرے میں شمہ بھر بھی خوشی و خرمی کا پتا نہیں چلتا۔ میرا خیال ہے کہ میں نے ان خیالات کے

حکومت کے دوران میں شہر کی دولت و ثروت میں ضرور اضافہ کیا، لیکن خود اپنی خرابیٔ اخلاق کی وجہ سے شہر والوں کے خصائل کو پست کر دیا، اور اس پر طرفہ یہ کہ ایک حقیقی خود سر کا روپ بھر کر جاسوسوں اور خفیہ عمّال کے ذریعے سے اُن کے عیش و عشرت کو سختی کے ساتھ دبا دینے کی کوشش کی۔ لیکن شہریوں نے اُس کی حکومت کے ساتھ روادارانہ برتاؤ کیا، بلکہ بعض تو واقعی اُس سے خوش تھے؛ لیکن وہ ایتھنزی جنھیں پرانی روایات کی یاد تازہ تھی وہ اپنے محبوب و مالوف شہر کو اس قعر میں دیکھ کر شرمسار ہوتے تھے جس میں وہ گر گیا تھا، اور وہ ایسے شخص کا حکم ماننے کو اول درجے کی ذلت و نکبت سمجھتے تھے جس نے اس وقت تک میدان جنگ میں کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا تھا اور جو خود اپنی رائے پر عمل کرنے کی بجائے کاساندر کا حکم ماننے پر مجبور تھا[۵۹] ان کا خیال تھا کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ بے بنیاد ہونے کا ثبوت دے دیا ہے، اور میرے نزدیک یہ محض لکھنے والے کے ذاتی جذبات سے زیادہ کسی چیز پر مبنی نہیں ہیں، اس لئے کہ اول تو ان کا پیش کرنے والا اول درجے کے علماء سے ہے، اور دوسرے اُن کو غلط ثابت کر کے میں نے ایک اور بات کو صاف کر دیا ہے، وہ یہ کہ جس زمین پر ان خیالات کا نشو و نما ہوتا ہے یعنی اس یونان کی بداخلاقی جو واقعاً آزادی کی جد و جہد میں لگا ہوا ہے، اس زمین کا وجود در اصل محض تخیل سے باہر نہیں ہے۔ نیز دیکھو حواشی باب ۶۔

۵۹ دیمتریوس ساکن فالیروم کے لئے مقابلہ کرو وہ تحریرات جن کا ہرمان تومسر را "مملکت قدیمہ" Hermann-Thumser: Staatsalt ۱۳۵ میں ذکر ہے۔ اس شخص کو شوارکز بڑ "عمومیت" Schwarez: Die Demokratie لائپزگ ۱۸۸۲ء) اور خون ولاموو تز ("انتی گونوس ساکن کاریستوس Willamowitz: Antigonos von Karystos صفحہ ۱۸۹) نے بہت کچھ بڑھا دیا ہے۔

اگروہ کسی طرح اپنی کھوئی ہوئی آزادی حاصل کرلیں تو ایسی حالت میں | باب ۲

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ولاموویتز کہتا ہے کہ دیمتریوس نے ملک کو محفوظ کیا، اس میں امن و امان رائج کیا، فرقہ وارانہ آزادی کی کیفیت سے کام چلانے کا صحیح راستہ بتایا، وہی وہ شخص تھا جس نے سب سے پہلے لڑکوں کی تعلیم کو مملکت کا فرض قرار دیا اور "ایفی بیا کو سرکاری ادارہ بنادیا"۔ جب سے ارسطاطالیس کی کتاب "دستور ایتھنز" دستیاب ہوئی ہے اُس وقت سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ایفی بیا کو دیمتریوس نے سرکاری جامہ پہنایا، اس لئے کہ ۳۲۳ء جیسے بعید زمانے میں بھی ایفی بیا کی یہی نوعیت تھی۔ فوئن ولاموویتز کہتا ہے کہ دیمتریوس ہی نے مدارس فلسفہ میں تعلیم کے آزادانہ پیرائے کو مستحکم کردیا۔ لیکن یہ واقعے کے خلاف ہے اس لیے کہ کسی غیر ملکی حکمران کا ایک عہدہ دار ایتھنز کے کسی ادارے کو بھی مستحکم نہیں کرسکتا تھا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اُس نے آزادی تعلیم کی حفاظت ضرور کی لیکن اس کی بنیاد اور اس کا استحکام محض ایتھنز والوں کے صحیح جذبات پر منحصر تھا۔ اسی طرح یہ نہیں کہا جاسکتا کہ اُسی نے امن و امان قائم کیا، اس لئے کہ یہ دیمتریوس جیسے عہدہ دار پر منحصر نہیں تھا بلکہ اس کا دارومدار اُس کے آقا اور ہمعصر حکمرانوں پر تھا۔ ممکن ہے کہ اُس کے عہد میں ایتھنز میں امن و امان رہا ہو جہاں تک کہ اُس میں کسی قسم کا اختلال پیدا نہیں کیا۔ ناٹک کے مقابلوں کی ازسرِنو تنظیم بھی اسی کے ساتھ منسوب کی جاتی ہے (دیکھو ہلر ۲ Koehler

۲۳۵؛ میولر: "تماشاگاہ قدیم" Mueller: Buehnen Alterthum, ۲۲)۔ دیمتریوس نے ضرور ۳۰۹ء ق م میں عید دیونی سیہ کی صدارت کی، اور کچھ عرصے کے بعد ہم ادارۂ اگونوتھیتریا ("نگرانی لعب") سے دوچار ہوتے ہیں، چنانچہ ممکن ہے کہ یہ تبدیلی اُسی نے کی ہو۔ لیکن ان دونوں ادارات کے درمیان جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ خوریگیا تو ایک "لئی تورگیا" یا خدمت عامہ سمجھی جاتی تھی اور اگونوتھیتریا کی نوعیت ایک عہدے کی تھی۔ اس جدت کا سبب یہ تھا کہ

باب | انھیں اپنے معبودوں کا شکرگزار ہونے کا موقع مل جائے گا" اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مختلف عیدوں اور تہواروں کے موقعوں پر کافی اشخاص چندہ دینے کے لئے تیار نہیں ہوتے تھے، لیکن چونکہ یہ عیدیں بہر نوع منعقد ہونی ضرور تھیں اس لئے خود عموم نے خورگیا کو اپنے سر لے لیا اور ایک نگران لعب ("اگونوتھیتیس") کو مقرر کیا جو ایک ذمہ دار عہدہ دار ہوتا تھا تاکہ وہ مختلف مدارج کی نگرانی کرے۔ اس سے دو صورت حال یاد آتی ہے جس کا الزام پولوس پر لگایا گیا تھا (جلد ۳ باب ۱۵، حاشیہ ۵) اور اب مملکت کو اسی طرح روپیہ مہیا کرنا پڑتا تھا، درانحالیکہ اب دیمتریوس کے عہد میں صرف مرفہ الحال شہریوں کو رائے دہی کا حق باقی رہ گیا تھا۔ چنانچہ اگر اس طبقے کے سر سے عیدوں اور تہواروں کے اخراجات برداشت کرنے کا بار ہٹا لیا گیا اور ان کی بجائے اس کا بار خزانۂ عامرہ پر ڈالا گیا تو اس سے مرفہ الحال طبقے کی طرف صریح میلان ظاہر ہوتا ہے، اور ہمیں یہ سن کر تعجب نہیں ہوتا کہ اس منظورِ نظر طبقے نے ایک قدم آگے بڑھا کر یہ طے کیا کہ ان کے مربی اور سرپرست کے ۳۶۰ مجسمے نصب کئے جائیں، اور اس کا خرچہ خزانۂ عامرہ سے دلایا جائے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ حال میں اس تمام قصے کو بالکل دوسرا جامہ پہنانے کی کوشش کی گئی ہے اور دیمتریوس اور مرفہ الحال طبقے کو سراہا گیا ہے۔ یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ مملکت پر نہیں بلکہ اس "نگران لعب" پر جملہ اخراجات کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی، اور اس مفروضے کی تائید میں اتھنزیوں کی وہ تجویز عوام میں پیش کی جاتی ہے جو فلی دیس کے لئے منظور کی گئی تھی ("مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا C I.A ۲، ۳۱۴ = ڈٹن برگر ۱۴۳")، جس میں اس شخص کی اس لئے تعریف و توصیف کی گئی تھی کہ اُسنے خود اپنی جیب سے اس وقت بہت روپیہ خرچ کیا تھا جب وہ "نگران لعب" تھا۔ اس نقطۂ نظر سے اخراجات کا بار خزانۂ عامرہ پر مطلق نہیں پڑتا تھا۔ لیکن ہماری رائے میں یہ درست نہیں ہے؛ دیکھو ڈٹن برگر ۱۴۱ اور ہرمان تومزر Hermann-Thumser. ۱۲۱،

اگر بیرونی حکمرانوں کے طرز عمل کی تائید ضروری سمجھی گئی تو کم از کم یہ | باب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ اوّل تو یہ مفروضہ پایۂ ثبوت ہی کو نہیں پہنچا، اور دوسرے یہ فی نفسہ ناممکنات سے ہے، اور یہ ایسی بات ہے جو اس سے پہلے کسی کے ذہن میں نہیں آئی ۔ فلپی دیس کے اعزاز سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، اس لئے کہ اُس کا اعزاز محض اس لئے کیا گیا کہ اُس نے یہ روپیہ خود اپنی جیب سے خرچ کیا تھا جس پر وہ مجبور نہیں تھا ۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اُس کے عہدے کی ذمہ داری ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ رقوم عامہ کے خرچ کا وہ ذمہ دار تھا، اور درحقیقت اُس نے صرف یہ کیا کہ اس رقم میں خود اپنی جیب سے اضافہ کر دیا ۔ اور پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ عموم کے خوریگیا سے معنیٰ یہی ہیں کہ عموم پر روپیہ ادا کرنے کا فرض عائد ہوتا ہے ۔ لیکن، جیسا اوپر کہہ چکا ہوں یہ مفروضہ ناممکنات سے بھی ہے، اس لئے کہ ایک ایسی مملکت جس میں ایک آدھ درجن ایسے لوگ نہ نکلیں جو اپنی جیب سے سنگیتوں کی اجرت دے سکیں تو وہ ہر سال ایک شخص واحد کو کیسے ترغیب دے سکتی ہے کہ وہ اس رقم کو جو پہلے دس بارہ لوگوں کی جیبوں سے نکلتی تھی، خود اپنی جیب سے نکال دے ۔ ہم یہ نتیجہ نکالنے پر حق بجانب ہیں کہ اگونو تھیزیا یا نگرانِ لعب کے عہدے کے قیام کی وجہ سے اخراجات عید کا بار خزانۂ عامرہ پر پڑ گیا، اور اگر دیمتریوس ہی نے یہ تبدیلی کی تھی تو اُسے اچھی طرح سے اس کا علم ہوگا کہ اس سے کس طبقے کو فائدہ پہنچتا ہے، اور مرفہ الحال طبقہ اپنے فوائد کو خوب اچھی طرح سے پہچانتا تھا ۔ لیکن دیمتریوس نے اظہار سنجیدگی کی بہت کوشش کی ۔ اُس نے اعداد و شمار کے خیال کو ترقی دی (Atth. ۶، ۲، ۲۷۶؛ بیلوخ: "مردم شماری" Beloch: Bevoelkerung صفحہ ۵۷) ۔ اُسے "نگرانہائے قانون" Nomophylakes کا تقرر کیا اور Sync. ۲۷۳ میں تو اُسے تیسرا "تھیزی مقنن" گردانا گیا ہے ۔ اس کی خواہش تھی کہ لوگ اُسے سولون اصغر سمجھیں ۔ اُس نے خاص طور پر مقبروں کے خرچ تعمیر کو محدود کرنے کی کوشش کی (سسرو Cicero: De Legg. ۲، ۶۶)

باب ۲۔ حکمراں شاہ مقدونیہ سے کہیں زیادہ دور اُفتادہ اور ان سے بدرجہا کم ظالم تھے،

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ جس کی وجہ سے فنون لطیفہ کو معتدبہ نقصان پہنچا؛ دیکھو "جریدۂ لسانیات برلن" Berl. Phil. Woch. ۱۸۹۳ء، صفحہ ۸۴۴۔

سسرو کہتا ہے کہ اس مقصد کے لیے اُس نے ایک اور عہدہ دار مقرر کیا، جس سے دیمتریوس کے عہدوں میں اضافہ کرنے کی خصوصیت کا اظہار ہوتا ہے۔ سسرو De off. ۲، ۶۰ میں فارقلیس کو اُس لیے برا بھلا کہتا ہے کہ اُس نے "اسقدر روپیہ پارتھے نون کا صدر دروازہ بنانے میں صرف کردیا تھا" جس سے دیمتریوس کا مبلغ نظر صاف ظاہر ہوجاتا ہے، اور اس میں وہ نہایت اطمینان سے خود اپنے ۳۶۰ مجسموں کی تنصیب کی قرارداد کو تسلیم کرلیتا ہے! ظاہر ہے کہ اس مصرف میں روپیہ خرچ کرنا ایک بالکل دوسری بات تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اس واقعے کا، جو اکثر یونانیوں کے لیے اظہر من الشمس تھا، اندازہ ہی نہ تھا کہ ایتھنز کی عظمت دو جذبات پر مبنی تھی، ایک تو آزادی سے عشق اور دوسرے خوبصورتی سے محبت۔ کہا جاتا ہے کہ اُس کے عہد حکومت میں ایتھنزی غیر ملکیوں کا خیال پہلے سے بہت کم کرتے تھے، لیکن اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ جس قدر بھی چاپلوسی ممکن تھی وہ خود اپنی ہی کراتا تھا۔ بحیثیت ذی علم ہونے کے اُس میں قابلیت کی کمی تھی، اور اگر یہ امر واقعہ ہے کہ وہی نوادر خانۂ اسکندریہ کا موسس تھا تو اُس کی عظمت میں کس کو کلام ہوسکتا ہے؛ لیکن کسی دوسرے لحاظ سے اُس کی شخصیت میں غلو نہیں پایا جاتا۔ اُسے تین چیزیں مرغوب تھیں؛ علم و عیش تو اپنے لیے اور سخت توہین تادیب غربا کے واسطے۔ وہ ایک ایسا متمدن دُنیادار تھا جو گویا معاشرے کے محافظ کا روپ بھرے ہوئے تھا، اور یہ وہ نوع ہے جس کی مثالیں ہمارے زمانے میں بہت سی ہیں۔

لیکرگوس کی زندگی سے غیر ملکی بادشاہ کے اس بداخلاق قائم مقام سے ایک قسم کا تباین سامنے آتا ہے۔ لیکرگوس خوبصورت اور نبیل کا گویا پجاری تھا، اور اُس کے ساتھ ایک اوّل درجے کا اصلی جمہوری مدبر تھا جس نے ایتھنز میں اپنی

باب ۱۲

چنانچہ ایسی حالت میں انھیں اس کا موقع ملنا آسان تھا کہ وہ اپنی قرار دادوں کو پرانے طریقے سے منظور کرلیں۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب دیمتریوس ولد انتی گونوس جو اپنے ہمنام ساکن فالیروم کی طرح بہادر، غیور اور قابل شخص تھا، راس سونیوم کے قریب ۳۰۷ق م میں ایک بڑا بیڑا، روپیہ اور سپاہی لے کر نمودار ہوا، اور سنتریوں کی اس غلطی کی وجہ سے کہ انھوں نے اسکے جہازوں کو مصری جہاز سمجھا، وہ پرائیوس میں بیس کشتیوں سمیت لنگر انداز ہوگیا تو اسے وہاں کے لوگوں نے نہایت گرمجوشی سے خوش آمدید کہا[۱۰] چند چھوٹی موٹی مڈبھیڑوں کے بعد دیمتریوس ساکن فالیروم نے اس سے لوگوں کی حفاظت کرنے کے لئے استدعا کی اور خود اس کے بعد اپنے وطن واپس چلا گیا۔ انتی گونوس کے بیٹے نے میگارا اور قلعۂ مونی خیہ، جس پر مقدونوی قابض تھے، سر کرلیا، اور ستمبر ۳۰۷ق م میں وہ ایتھنز میں بصد حشمہ و خدم داخل ہوگیا۔ اس نے شہریوں سے وعدہ کیا کہ میں جہاز بنانے کے لئے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - مہربانی آمیز عہد کے آثار چھوڑ گیا ہے۔ اس کے لئے دیکھو ڈیورباخ: "خطابت لیکرگوس" Duerrbach : L'Orateur Lycurgue پیرس، ۱۸۹۰ء؛ کرتیوس: "تاریخ بلدیۂ ایتھنز" E. Curtius : Die Stadtgeschichte von Athen برلن ۱۸۹۱ء، صفحہ ۲۱۳ وغیرہ وصفحہ ۲۲۵ وغیرہ۔

[۱۰] دیمتریوس پولیورکیتیس الکبیادیس کی طرح بیس جہاز لے کر پرائیوس آتا ہے دیو ڈورس ۲۰، ۴۵-۴۶-

ایتھنزیوں کی طرف سے انتی گونوس و دیمتریوس کی عزت؛ واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth: Stadt Athen ا، ۶۱۲/۶۱۳ -

قبیلوں کا مختصر بیان؛ ہرمان ٹومرز ۱۳۰ -

باب۔ لکڑی اور کھانے کے لئے اناج کا انتظام کروں گا۔ اس کے بعد کاساندر کے پیروؤں کا مواخذہ کیا گیا، لیکن حکم صرف انھیں کے خلاف سنایا گیا جو غائب تھے؛ اور ان سب کو رہا کر دیا گیا جو حاضر تھے جن میں سے ایک مشہور شاعر مناندر بھی تھا۔ لیکن اگر لوگوں نے انتقام لینے میں اعتدال دکھایا تو ساتھ ہی اپنے بچانے والے اور اس کے والد کی اطاعت پذیری میں وہ حد سے بہت تجاوز کر گئے۔ انکے اعزاز میں دو جدید قبیلے یعنی انتی گونس و دیمتریاس بنائے گئے؛ نیز دیمتریوس کے نام پر مہینے کا ایک دن اور ایک میلا موسوم کیا گیا اور انتی گونس و دیمتریوس دونوں کو بادشاہ اور معبود کے خطابات پیش کئے گئے۔ غرض آزاد شدہ ایتھنزیوں نے تقریباً ایسے ہی غلامانہ انداز سے سپہ سالار دیمتریوس کے ساتھ برتاؤ کیا جیتنا حلقہ بگوش ایتھنزیوں نے دیمتریوس ساکن فالیردم کے ساتھ کیا تھا، اور یہ حکمران یونان کے سب سے زیادہ علمی مرکز میں اتنے ہی آرام واطمینان کے ساتھ رہنے لگا جیتنا کوئی فلسفی رہتا۔ ایتھنز کی آزادی کا بجنسہٖ وہی نتیجہ نکلا جو انتی گونس سمجھے ہوئے تھا۔ اس کی وجہ سے کاساندر کا اقتدار اتنی بُری نظروں سے دیکھا جانے لگا کہ ایپی روس والوں نے ہمت کر کے اُس کے آلۂ کار شاہ الکٹاس کو جان سے مار ڈالا، اور اُسکے بھتیجے یعنی ایاکد اس کے بیٹے پرموس کو تخت پر بٹھا دیا۔ اگر انتی گونس دیمتریوس کو نہ بلا لیتا تو اس کی وجہ سے سرزمین یونان میں جگہ جگہ انقلاب رونما ہو جاتا۔ لیکن انتی گونس کی خواہش تھی کہ وہ بطلیموس کے خلاف، جو قبرص میں ایک بڑا لشکر جمع کر رہا تھا، کارروائی کرے۔ دیمتریوس نے رھوڈز والوں سے مصر کے خلاف محالفے کے لئے کہا، لیکن انھوں نے غیر جانبدار رہنے کا اعلان کر دیا، اور دیمتریوس نے اپنے دل میں یہ ٹھان لیا کہ موقع ملنے پر وہ ان کی سرکوبی میں کسر نہیں اٹھا رکھے گا۔

باب ۱۰ اس کے بعد اس نے سالامس کا محاصرہ کیا، جس پر بطلیموس کا بھائی مینے لاؤس قابض تھا۔ اب خود بطلیموس ایک بہت بڑا بیڑا لے کر آ موجود ہوا۔ دیمیتریوس نے اُسے شکست فاش دی یعنی چالیس جہازوں کو تو گرفتار کیا، اسّی سے زیادہ ڈبو دیے، آٹھ ہزار سے زیادہ سپاہی جو ایک سو بار برداری کے جہازوں پر تھے قید کیے اور بیشمار مال غنیمت پر قبضہ کیا۔ ان قیدیوں میں سے ایک بانسری نواز لامیہ نامی بھی تھی جو بہت جلد فاتح کی منظور نظر بن گئی۔ جب مینے لاؤس نے سالامس کی کنجیاں فاتحوں کے حوالے کر دینے پر تمام قبرص نے ہتھیار ڈال دیئے اُس وقت انتی گونوس دریائے اورونتیس کے دہانے پر پڑا ہوا تھا۔ یہاں دیمیتریوس کا فرستادہ ارسطودیموس ساکن ملطہ جہاز پر سے اترا اور اُسے "شاہ انتی گونوس" کہہ کر مبارکباد دی، جس پر ہر کس و ناکس ہمزبان ہو کر "شاہ انتی گونوس زندہ باد" چلا اُٹھے اور تمام جنگل ان کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ انتی گونوس نے "شاہ" دیمیتریوس کا شکریہ ادا کیا۔ اصل میں وہ یہ چاہتا تھا کہ اس طرح سکندر کی سی مطلق العنان حکومت کو اپنے ملک میں رواج دے، لیکن اُس کے حریف اسے سخت ناپسند کرتے تھے، اور بطلیموس، سلیوکوس، لیزی ماخوس اور کاساندر میں سے ہر ایک بادشاہ بن بیٹھا جب نوبت یہاں تک پہنچی کہ جب ہرقلیہ جیسے چھوٹے سے شہر کے خودسر دیونی سیوس نے بھی خطاب شاہی اختیار کیا تو محسوس ہونے لگا کہ اب سکندر کی سلطنت کا بالکل ہی خاتمہ ہونے کو ہے[۱۱]۔

[۱۱] دیمیتریوس ۱۲۰۰ زرہ بکتر ایتھنز روانہ کرتا ہے؛ ڈرو اُئے سن ۲، ۲، ۵ ۱۳-۱۳۔ اسی مولف کا خیال ہے (۱۴۱) کہ اُسی زمانے میں پفلاگونیا، پونتوس اور اتروپینے نے بھی شاہی خطاب اختیار کئے ہوں گے۔ ان ممالک کی بابت جو کچھ اُس نے کہا ہے وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔ سکّوں سے اس کا پتا لگتا ہے کہ انتی گونوس اور

باب ۲

انتی گونوس بہت کچھ کر چکا تھا، لیکن ابھی ایک نہایت ضروری چیز یعنی مصر کی فتح باقی تھی، اور اس کی تکمیل کے لئے اس نے ایک بیڑا اور ایک عالی شان لشکر لے کر دریائے نیل کی پیلوزیوم والی شاخ کی طرف بھیجا جس کے بائیں کنارے پر بطلیموس کا قبضہ تھا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ اس وقت تک راستہ روکے رہے جبتک دیمتریوس مغرب کی طرف اتر کر مصریوں کے عقب میں حملہ نہ کردے۔ لیکن طوفان کے باعث دیمتریوس اپنے جہازوں پر سے نہیں اتر سکا اور اُسے اپنی فوج کی طرف چلا جانا پڑا۔ اس زک کے بعد انتی گونوس کو چاروناچار اپنے قدم موڑ دینے پڑے۔ یہ سچ ہے کہ وہ اپنی زندگی کے دن پرو کاس کی طرح ختم کرنے نہیں چاہتا تھا، لیکن اتنے تزک و احتشام کے ساتھ تیاری کے بعد حملہ تک نہ کرنا کچھ زیادہ خوش آئندہ نہ تھا۔ (۳۰۶ ق م)۔

بہرہیچ اب اُس کی یہ خواہش تھی کہ کسی دوسری جگہ اُسے کچھ نہ کچھ معاوضہ مل جائے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ رھوڈز والوں نے اُسکے ساتھ مصر کے خلاف تعاون کرنے سے صاف انکار کردیا تھا، اور گو وہ علی العموم اُس کے ساتھ اچھی طرح سے پیش آتے تھے، مگر بطلیموس کے خلاف ہتھیار اٹھانے پر وہ اس لئے راضی نہیں

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ دیمتریوس کی سلطنتیں ایک دوسرے سے ممتاز تھیں، ہیڈ Head "تاریخ مسکوکیات" H.N. صفحہ ۲۰۱ و صفحہ ۲۰۲۔ چودرہموں کے ایک طرف نشستہ یا استادہ پوسیدون کی جو شبیہ ہے وہ نہایت نفیس ہے۔ دیمتریوس پولیورکیتس کے سونے اور چاندی کے سکوں پر ساموتریس کی فتحمندی کے مجسمے کی جو اس وقت نوادر خانۂ لوور میں ہے، نقل ہے، ہیڈ "تاریخ مسکوکیات" ۲۰۲، شبیہ ۱۴۳۔ نیز دیکھو باب ۲۱ عقب۔

مصر پر حملے کے لئے، نیز سے Niese جلد ا صفحہ ۳۲۲/۳۲۴۔

باب ۱۷

ہوتے تھے کہ اُن کا اقتدار اور اُن کی ثروت دونوں اسکندریہ کیساتھ تجارت کرنے پر منحصر تھی۔[۱۱۵] اب انتی گونوس نے یہ تہیہ کرلیا کہ انھیں اس انکار کی خاطر خواہ سزا دے گا۔ اس کا خیال تھا کہ جزیرے والوں کو حلیف مشکل سے مل سکیں گے چنانچہ وہ بآسانی تمام انھیں مغلوب کرلے گا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ رھوڈزیوں کو حلیف نہیں ملے لیکن باوجود اس کے بھی وہ انھیں مغلوب نہیں کرسکا۔ دیمتریوس ایک پُرشکوہ بیڑا لیے کہ جس میں دو سو جنگی جہاز، ایک سو ستر ۱۷۰ باربرداری کے جہاز ایک ہزار بحری قزاقی کی کشتیاں اور تجارتی جہاز تھے، رھوڈز کے مقابل بندرگاہ لوریما پہنچا، اور وہاں سے پھر ایک مرتبہ جزیرے والوں سے کہلا بھیجا کہ وہ مصر کے خلاف مخالفہ کرنے کے لئے تیار ہوں تو آئیں۔ اس پر کچھ گفت وشنود ہوئی اور وہ راضی بھی ہوگئے۔ لیکن جب دیمتریوس نے ایک سو سربرآوردہ شہریوں کو بطور یرغمال کے طلب کیا اور ساتھ ہی اس کا اعلان کیا کہ وہ اپنے جنگی جہاز خاص بندرگاہ رھوڈز میں لیجائیگا تو انھیں اس بات کا یقین ہوگیا کہ وہ انھیں کلیتہً مغلوب کرنے کا خواہاں ہے، چنانچہ انھوں نے آخر تک مدافعت کرنے کی ٹھان لی۔ یہ سن کر دیمتریوس نے شہر کا محاصرہ کرلیا، اور یہ محاصرہ اپنی اس خصوصیت کی وجہ سے تاریخ یونان میں ممتاز ہے کہ ایک حملہ آور نے اپنا کام نہایت دانائی سے انجام دینے کی کوشش کی اور محصورین

---

۱۱۵ محاصرۂ رھوڈز: دیودوروس ۲۰، ۸۱/۱ تا ۸۸ (۳۰۵ق م)؛ ۹۱/۱ تا ۱۰۰ (۳۰۴ ق م)؛ پلوٹارک، دمیتریوس ۲۱، ۲۲، ۳۳، نیز ۳/۱؛ ۱۵۳/۱۷۴، حاشیہ ۱؛ ٹور: "رھوڈز بزمانۂ قدیمہ" Torr. Rhodes in ancient times کیمبرج، ۱۸۸۵ء، ص ۵۲؛ نقشۂ رھوڈز، کیپرٹ: ہیلاس Kiepert: Hellas، نقشۂ ۸ جزیرے کا نقشہ، کیپرٹ: "مغربی الشیائے کوچک" Kiepert: Westl. Kleinas. ۱۵- نیز دیکھو باب ۲۲ حاشیۂ ۱-

باب بھی اسی جانبازی اور شدت کے ساتھ مدافعت کرتے رہے۔ یہ
محاصرہ ۳۰۵ق م سے ۳۰۴ق م تک برابر جاری رہا۔ رھوڈزیوں
کی کیفیت اس لئے اور بھی ناقابل اطمینان تھی کہ اُن کے جنگی بیڑے
کے کمزور ہونے کی وجہ سے دیمتریوس کو سمندر پر تفوق حاصل تھا۔
لیکن وہ پیدائشی ملّاح ہونے کی وجہ سے تنہا جہازوں کو اِدھر اُدھر
لئے پھرتے تھے، چنانچہ محض فن جہازرانی میں یکتا ہونے کی وجہ سے
وہ کاساندر، لیزی ماخوس اور بطلیموس کے پاس پیام بھیجنے میں
کامیاب ہوگئے۔ اُنھوں نے ان فرمانرواؤں سے کہلوایا کہ وہ
بڑی مشکل میں آپھنسے ہیں اور انھیں امداد کی شدید ضرورت ہے۔
اس کے جواب میں اُنھیں ہر طرف سے اطمینان بخش جواب ملے،
لیکن خاطرخواہ امداد کہیں سے بھی نہیں آئی۔ آخرکار انھیں اطراف بلدہ
سے بھی دست برداری دے دینی پڑی۔ ہمیں یہ دیکھنے سے بڑا
تعجب ہوتا ہے کہ اُن کے پاس صرف سات ہزار جنگجو، چھ ہزار
شہری اور ایک ہزار کاریگر تھے اور ان کے علاوہ اُنھوں نے
غلاموں کو بھی مسلح کرلیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اتنے کم سپاہی صرف ایک
مختصر رقبے ہی کے لئے بکارآمد ہوسکتے تھے۔ شہریوں میں جوش کا
یہ عالم تھا کہ عورتوں نے نہایت جرأت اور ہمت کرنے میں صرف
مردوں کے دل ہی نہیں بڑھائے بلکہ فصیل پر لڑائی میں بھی اُن کی
مدد کی۔ پہلے تو دیمتریوس نے سمندر کی طرف سے حملہ کیا تاکہ وہ
بندرگاہ پر قبضہ کرکے شہر میں بآسانی داخل ہوسکے۔ اُس نے بیرونی
بندرگاہ کو مسخر کرلیا لیکن اندرونی حصّے پر وہ قبضہ نہیں کرسکا اور آخرکار
اُسے بیرونی حصّے سے بھی دست بردار ہوجانا پڑا۔ اس کے بعد
اُس نے خشکی کی طرف سے حملہ کیا اور اس میں محاصرے کی وہ سب
ترکیبیں چلیں جن کا اُنھیں علم تھا۔ اُس کی جنگی کلوں میں سب سے غیرمعمولی
ایک کل مسمّی ہیلے پولس تھی جو ۵۰، قدم طویل، ۵۰ قدم عریض اور

باب ۲ ۱۵۰ قدم اونچا ایک منارہ تھا جو آٹھ عظیم الشان پہیوں پر ہر طرف گھومتا تھا اور جس کے گھمانے کے لئے ۳۴۰۰ لوگ درکار ہوتے تھے۔ اس منارے کی نو منزلیں تھیں جو ہر طرح کے آلات حرب سے معمور تھیں۔ ہیلے پولس کے علاوہ سرنگیں لگانے کے چار مسقف آلے تھے اور دو عظیم الشان منجنیق ایک سو نوّے قدم لمبے جن میں سے ہر ایک کو کام میں لگانے کے لئے ایک ایک ہزار آدمیوں کی ضرورت ہوتی تھی، فصیل پر حملہ کرنے کے لئے حاضر تھے۔ یہ سب آلے کام میں لائے گئے اور دیواروں کے برج اور مختلف حصے گرنے لگے، لیکن جو حصہ گرا اس کے عقب میں ایک جدید دیوار نظر آئی جو رھوڈزیوں نے نہایت سرعت سے بنائی تھی۔ دراصل انھوں نے احتیاطاً خود اس جدید دیوار کے پیچھے ایک تیسری دیوار بھی تعمیر کی تھی تاکہ اگر یہ بھی گر جائے تو بھی کچھ مضائقہ نہ ہو۔ انھوں نے چھوٹی چھوٹی بحری مہمات کے ذریعے سے دشمن کو بہت کچھ نقصان پہنچایا۔ ان کے حلیف حکمرانوں نے ان کی مدد کے لئے اناج روانہ کیا، اور بطلیموس نے تو ڈیڑھ ہزار سپاہیوں کی کمک بھی روانہ کی۔ ایک موقع پر دیمتریوس شہر پر قبضہ کرتے کرتے رہ گیا۔ ہوا یہ کہ اس کی فوج کی ایک پلٹن فصیل کے ایک سوراخ میں ہو کر تماشاگاہ میں گھس کر وہاں ایستادہ ہو گئی۔ فوج کی اس کامیابی پر جو بحران ہوا اگر اس میں دیوار کی مدافعت چھوڑ کر رھوڈزی تماشاگاہ کی حفاظت میں لگ جاتے تو ممکن ہے کہ دیوار پر دھاوا بول کر دیمتریوس اس پر قبضہ کر لیتا؛ لیکن انھوں نے تادیب کو ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور صرف اتنے ہی سپاہیوں کو تماشاگاہ کی طرف بھیجا جتنوں کی وہاں قطعی ضرورت تھی، اور ان کے ذریعے سے ان گھس آنیوالوں کو تھکا کر آخرکار انھیں شدید نقصان کیساتھ پسپائی پر مجبور کر دیا۔ رھوڈز از سر نو محفوظ ہو گیا، لیکن حالات کچھ اس قسم کے تھے کہ مثل دوسرے

باب ۲

قلعوں سے گئے جن پر ایک بڑا بھاری جری لشکر حملہ کر رہا ہو، رھوڈز کا بھی خاتمہ ہو جاتا اگر انتی گونوس نے محض ظاہری اطاعت قبول کر کے محاصرہ اٹھا لینے کا حکم نہ دے دیا ہوتا۔ اصل میں ایتولویوں اور ایتھنزیوں پر کا ساندر دباؤ ڈال رہا تھا۔ بہر حال رھوڈز نے تھوڑی بہت مراعات حاصل کر کے "جان بچی اور لاکھوں پائے" کے مصداق خوش ہو گئے۔ اُنھوں نے انتی گونوس کے ساتھ مصالحت کا اعلان کر دیا، لیکن ساتھ ہی بطلیموس کے ساتھ تعلقات کو آپس کے شرائط سے مستثنیٰ کر دیا اور مزید براں یہ شرط کر لی کہ اُن کے شہر میں بادشاہ کا کوئی دستہ مقیم نہیں رہے گا۔ وہ ایک سو شہری یرغمال کی طور پر دینے کے لئے ضرور تیار ہو گئے، لیکن ان میں سے ایک بھی سربرآوردہ نہیں تھا۔ یہ صلحنامہ جس پر ۳۰۴ ق م میں دستخط ہوئے، رھوڈزیوں کی عاقلانہ اور بے زعمانہ انداز کے بالکل مطابق تھا، اور اس میں جو اصول مدنظر تھا وہ یہی تھا کہ اصولی معاملات میں تو آزادی قائم رہے لیکن فروعات میں تسلیم خم کر لیا جائے۔ انتی گونوس کے لئے یہ عہدنامہ ایک طرح کی شکست کے مترادف تھا۔ رھوڈز اُن حکمرانوں کا جنھوں نے اُس کی پریشانی کے زمانے میں مدد دی تھی، بالکل اسی طرح مرہونِ منت ہوا جیسے اگر بجائے خود اُس کی قوت بازو کے اُنھوں نے اسے بچایا ہوتا۔ جب رھوڈزیوں نے زیوس عمون سے استفسار کیا کہ آیا انھیں شاہ بطلیموس کی عزت کسی دیوتا کی طرح کرنی چاہئے تو وہاں سے اُس کا جواب اثبات میں ملا۔ انھوں نے ایک مقدس ایوان کو اُس کے نام پر معنون کیا، اُس کے اعزاز میں بھجن گائے اور اُسے "سوتر" یا "محافظ" کا لقب دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان واقعات کے بعد رھوڈز کی غیر جانبداری مسلّم ہو گئی[۱]

[۱] رھوڈزیوں نے بطلیموس کے اعزاز میں جو کچھ کیا اُس سے اس قسم کے افعال کی

اسی دوران میں کاساندر نے یوبیہ و بیوتیہ تسخیر کر لیا تھا، اور اب | باب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ صحیح قیمت اور معانی کا اندازہ لگانے میں آسانی ہوتی ہے، اور اسی طرح کے مواقع ایتھنزیوں کا طرزِ عمل ہماری سمجھ میں آجاتا ہے۔ یہ امر ملحوظ اور بھی زیادہ اہم ہے کہ علی العموم ایتھنزیوں کو اخلاقی نقطۂ نظر سے برا بھلا کہا جاتا ہے کہ وہ بعض مرتبہ غیر ملکیوں کی بہت کچھ تعظیم و تکریم کرتے تھے۔ لیکن ہمیں معلوم ہے کہ رھوڈزیوں نیں اس وقت بھی اتنی تنومندی موجود تھی جتنی کسی انسان میں ممکن ہے اور اسی وجہ سے وہ ۳۰۵ ق م اور ۳۰۴ ق م اس قدر شدت کے ساتھ مدافعت کر سکے۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب ایتھنزی کسی غیر ملکی حکمران کو بین الاقوامی خوش خلقی کے اصول کے تحت معبود کا رتبہ دیتے تھے تو یہ اُن کے مذہب میں انحطاط کی ضرور دلیل ہے لیکن اس سے اُن کے عشق آزادی میں کسی قسم کی کمی ثابت نہیں ہوتی؛ اور بجنسہٖ یہی حکم ایتھنزیوں پر اُس وقت عائد کیا جا سکتا ہے۔ جب اُنھوں نے دیمتریوس اور انتی گونوس کو اپنا معبود قرار دیا۔ ہماری دانست میں اس سے کہیں بدتر اُن کا یہ فعل تھا کہ اُنھوں نے ایک بعائی شہری کے اعزاز میں سیکڑوں مجسمے نصب کرادئیے ہمیں یہ امر نظر انداز نہیں کرنا چاہئے کہ ہمارے زمانے میں بھی اس اصول کا اتباع کیا جاتا ہے اور غیر ملکی بادشاہ کی عزت و توقیر میں مبالغہ آمیزی سے کام لیا جاتا ہے۔ لیساندر کے زمانے سے یہ بین الاقوامی خوش خلقی کا معمول سمجھا جاتا تھا کہ کسی بڑے غیر ملکی کو دیوتا کا رتبہ دیا جائے اور کولنک تیمولیس فلامی نیوس کے نام پر یونانیوں میں بہت سے بت خانے معنون کئے گئے تھے (سوم جن، ۲، ۱۷، ۴)۔ نیز دیکھو حاشیہ ۱۴؛ باب ۳؛ باب ۴ حاشیہ ۱؛ باب ۱۲؛ حاشیہ ۳۔

آجکل بھی یونانی اپنے ہم وطنوں سے زیادہ غیر ملکیوں کی رعایت کرتے ہیں؛ دیکھو مہافی: مسائل تاریخ یونان " Mahaffy: Problems in Greek History صفحہ ۸۰:۔ "آج بھی یونانی صاف طور پر اس کا اعلان کرتے ہیں کہ وہ کبھی یہ گوارا نہیں کریں گے کہ کوئی یونانی اُن کا بادشاہ بن جائے اس لئے کہ آزادی اور مساوات

باب ۳ دیمتریوس نے بھی یونان کا رخ کیا۔ لیکن کاساندر کو موسم خزاں ۳۰۸ ق م میں اپنی جدید فتوحات سے دست بردار ہونا پڑا۔ یہ نوعمر فاتح یہاں سے ایتھنز گیا تاکہ موسم سرما عیش و عشرت اور آرام سے بسر کرے۔ ۳۰۳ ق م میں اُس نے پیلوپونیز اور اکروکورنتھوس فتح کیا، سکیون کو مستحکم کیا (جس کے بعد کچھ مدت کے لئے اس شہر کا نام دیمتریاس پڑ گیا) اور کورنتھ کی کانگریس نے اُسے "سپہ دار یونانیاں" کا خطاب پیش کیا۔ ساتھ ہی اُسے کورکائرا پر قبضہ حاصل ہو گیا جس پر اسپارٹی کلیومنیس نہایت بُری طور پر حکومت کر رہا تھا، اور لیوکاس پر بھی اُسی کی حکومت ہو گئی۔ ۳۰۴-۳۰۳ ق م کا موسم سرما اُس نے حسب معمول ایتھنز ہی میں بسر کیا، جہاں کے باشندوں نے اُس کی اور اُن لوگوں کی جو اُس کے منظور نظر تھے وفاشعاری کی وجہ سے اپنے آپ کو پہلے سے بھی زیادہ ذلیل کیا۔ اس کے بعد اُس نے خود مقدونیہ کو اپنا ہدف بنایا، لیکن یہاں اُسے ایک نئے محالفے سے مقابلہ کرنا پڑا، جس میں کاساندر، لیزی ماخوس، بطلیموس اور سلیوکوس شامل تھے[11]۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ: کا تقاضا ہی یہ ہے کہ وہ خود اپنے میں سے کسی کو اس قدر اعلیٰ درجے پر نہ پہنچائیں"۔ ہم اس امر پر متعاقب بحث کریں گے کہ کس طرح یونانی اپنے اندرونی معاملات میں بھی غیر ملکیوں کو بہ حیثیت معزز کرتے تھے۔ مقابلہ کرو بیورلیے: "سکندر اور اُس کے جانشینوں کے الوہی اعزازات" (Aem Beurlier: De divinis honoribus quos accep Alex. et succ. ejus) پیرس ۱۸۹۰ء۔

[11] ڈیوڈورس ۲۰، ۱۰۲۔ اسی طرح سکیون والے اٹالوس کی تعظیم و توقیر کرتے ہیں: پولی بیوس ۱۸ (۱۷)، ۱۶۔ فون ولاموونز کا خیال بالکل درست ہے ("انٹی گونوس والی کارستوس" Von Willamonvitz: Ant. v. Kar. ۱۹) کہ وہ چار سالہ جنگ جس کا ذکر نقلی پلوٹارک کی کتاب "دس مقرروں کی سوانح عمری" میں ہے

سلیوکوس نے دریائے سندھ کے کناروں پر جو ملک تھا اُسے پانچ سو جنگی ہاتھیوں کے معاوضے میں مہاراجہ چندرگپت کو (جو دریائے گنگ سے دریائے سندھ تک کا مالک تھا) دے دیا۔ اس دادوستد کی وجہ سے اُسے اپنی مشرقی سرحد کی طرف سے اطمینان ہوگیا، اور ساتھ ہی اُس کے پاس ہاتھیوں کی اتنی بڑی ٹولی آگئی جو ممکن ہے کہ جنگ کا پانسہ پلٹ دے۔ اب وہ باطمینان تمام اپنے پرانے حریف انتی گونوس کے خلاف کمربستہ ہوگیا۔ اس مہم کی ابتدا لیزی ماخوس نے کی۔ اُسنے شہر لیزی ماخیہ سے ہیلیس پونٹ کو عبور کیا، اور ابی دوس پر ناکام حملہ کرنے کے بعد جنوب ومشرقی سمت میں اندرون ملک کی طرف پھرا جہاں اُس نے انتی گونوس کے قلعۂ سی نادہ پر قبضہ کرلیا جسمیں خزانہ بھرا ہوا تھا۔ رفتہ رفتہ اس نواح میں صرف سارڈس ہی ایسا مقام رہ گیا جس پر انتی گونوس کا پرچم لہراتا ہو۔ اب انتی گونوس شام سے ایشیائے کوچک کی طرف چلا، اور کوشش کی کہ کھلے میدان میں جہاں اُسے کامیابی کی پوری امید تھی، جنگ آزما ہو۔ لیکن اُس کا چالاک دشمن پیترا بدل کر الگ ہوگیا تاکہ سلیوکوس کے آنے تک یوں ہی پڑا رہے۔ ادھر لیزی ماخوس نے ہرقلیہ کے اہم شہر پر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ دراصل سنہ ۔۔ ق م سے پہلے ہوئی تھی؛ گو اس خیال کی تائید کلنٹن Clinton کرتا ہے، ڈروائےسن کو اس سے اختلاف ہے۔ دیکھو راڈیک: "نقلی پلوٹارک کی مولفہ سوانح عمریوں میں دو نوشتوں کی اصلیت" Radek: Ueber die Echtheit Zweier Urk. in ps. Plut. Bioi, etc.

مطالعات واقعات سنہ ۱۹۰۹ء جسمیں اس جنگ کو سنہ ۳۰۶ یا ۳۰۴ ق م میں بتایا گیا ہے۔ ہرمن ٹومزر Hermann Thumser (۱۳۵؛ نیزے Niese ۱، ۳۴۳، حاشیہ ۱۔ لیکن دیکھو سٹاکاریو کا مضمون "جریدۂ لسانیات" سنہ ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴۸ Stachakarew in Phil. Woch

باب ۱ قبضہ کر لیا، جس کی متولیہ، یعنی شاہ دیولی سیوس کی بیوہ اماشٹرس نے اُس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ بطلیموس بھی میدان میں کود کر شام کے ایک حصے پر قابض ہوگیا تھا جہاں اُس نے یہ ظاہر کیا کہ سلیوکوس اور لیزی ماخوس کو شکست ہوگئی ہے، اور شام میں فوجی دستے چھوڑ کر مصر کی راہ لی۔ ۳۰۲ء ق م میں دیمتریوس تھسلی گیا اور اُدھر سے اُس سے جنگ آزما ہونے کی خاطر کاساندر بھی اُس طرف بڑھا، لیکن لڑائی ہونے ہی کو تھی کہ دیمتریوس کو اُس کے باپ نے واپس بلا لیا اور اُسے کاساندر کے ساتھ صلح کرنی پڑی۔ ہمیں اس صلحنامے کی شرائط کا صرف یہ علم ہے کہ اس میں بھی پہلے کی طرح یونانیوں کی آزادی کا راگ گایا گیا۔ دیمتریوس کی مہم ابتدا ہی سے کامیاب رہی۔ وہ یہاں سے ایشیا گیا، جہاں اُس نے ایفی سوس اور بعض ہیلیس پونٹ کے شہروں کو فتح کیا اور لیزی ماخوس کے عقب میں موسم سرما بسر کرنے کے لئے پڑاؤ ڈال دیا۔ اُدھر ایپائروس میں کاساندر نے پرھوس کی جگہ ایک دوسرے مولوسی شاہزادے نیو بطلیموس کو تخت پر بٹھایا جو کلیوپاترا کا بھتیجا اور اولمپیاس کے رشتے سے اُس کا پوتا بھی تھا، اور ساتھ ہی اُس نے ایشیا کو بھی کمک روانہ کی۔ یہ سب جھگڑا آخر کار ۳۰۱ء ق م میں میدان ایپسوس کی فیصلہ کن لڑائی میں طے ہوا۔ یہ مقام اُس جگہ واقع تھا جہاں انتی گونوس نے تینتیس سال مسلسل حکمرانی کی تھی۔ اس لڑائی میں حلیف اپنے ہاتھیوں کی وجہ سے دیمتریوس کو انتی گونوس اور لشکر سے علیحدہ کرنے اور موخر الذکر کو مکمل شکست دینے میں کامیاب ہوگئے۔ خود انتی گونوس لڑائی میں کام آیا، اور دیمتریوس پانچ ہزار پیادوں اور چار ہزار سواروں کو ساتھ لے کر ایفی سوس بھاگ گیا۔[۱۵]

---

[۱۵] سناوہ (قصیۂ جنوت) کے لئے دیکھو حواشی باب ۱۳۔ ایپسوس زمانۂ مابعد کے

باب

انتی گونوس کی سلطنت کا تو خاتمہ ہو گیا' لیکن کیا یہ ممکن نہ تھا کہ دیمیتریوس ایک نئی سلطنت کی بنیاد ڈالے؟ اب بھی اُس کے پاس جہازوں کا جو بیڑا تھا وہ سمندر کا گویا مالک تھا' وہ اب بھی ہنوز سیدا قبرص' بعض جزائر ایجئین' کورنتھ جیسے اہم شہر اور جنوبی تھسلی پر قابض تھا۔ اگر ان مقامات کے علاوہ وہ کسی طرح سے ایتھنز پر بھی قدم جمائے رہے تو پھر ایک ذی اقتدار حکمران بننے میں مطلق کوئی کسر باقی نہیں رہے گی اس لئے کہ اس گئے گزرے زمانے میں بھی ایک شہر ایتھنز کا نام سیکڑوں سپاہیوں کے ناموں کے مماثل سمجھا جاتا تھا لیکن خود ایتھنزیوں کی یہ خواہش نہیں تھی کہ وہ دیمیتریوس کی قوت میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ شہر جولیہ کی جگہ جسے آج کل چائی کہتے ہیں' واقع تھا' کیپرٹ : معزبی ایشیائے کوچک Kiepert Westl Klein. ۹؛ یا ممکن ہے کہ موجودہ سکلی کے محل وقوع پر اس جگہ ہو (ریمزے A. M. ۴ ۴۳۴) جہاں اندرون ایشیا سے آئی ہوئی دو سڑکیں ایک تو قدیم شاہراہ شمالی اور دوسری قافلوں کی سڑک ایک دوسرے سے ملتی ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انتی گونس یہ چاہتا تھا کہ ان دونوں سڑکوں پر سے جو لشکر آئیں وہ ایک دوسرے سے ملنے نہ پائیں' لیکن وہ اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہوا۔

اس میدان کی اہمیت کیلئے دیکھو رادے: "لدیہ" Radet:Lydie صفحہ ۲۰۰ معلوم ہوتا ہے کہ سلیوکوس شمال و مغرب سے آکر انتی گونوس کے پڑاؤ کے شمال میں لیزی ماخوس سے آکر مل گیا ہوگا۔

جنگ کے بعد شام کے متعلق کا ساندر' لیزی ماخوس اور سلیوکوس نے جو سمجھوتہ کیا اُس کے لئے دیکھو پولی بیوس ۵' ۶۷۔ سلیوکوس کو بیشک سب سے بڑا حصہ ملا' لیکن ساتھ ہی ہمیں یہ بھولنا نہیں چاہئے اس فتح کا دارومدار بہت بڑی حد تک اُسی کی امداد پر تھا۔ ہمارے نزدیک اُس نے شام پر براہ راست حملہ کرنیکی جگہ بابل سے کاپادوسیا و افروجیہ میں ہو کر اس میدان میں آنا جس کا انتخاب لیزی ماخوس اور انتی گونوس نے کیا تھا' بہت بڑی دوراندیشی اور حربی چال پر مبنی تھا۔

باب۔ اضافے کا باعث ہوں' چنانچہ اُنھوں نے اُس سے یہ کہلوا بھیجا کہ آئندہ وہ بادشاہوں اور حکمرانوں کے باہمی مناقشوں میں بالکل غیر جانبدار رہیں گے۔ ساتھ ہی رموڈز کی حکمت عملی اُنھیں کچھ پسند سی آ گئی۔ دیمتریوس نے اُس کے اس طرز عمل کو بہت ہی احسان فراموشی پر محمول کیا۔ وہ بھی سکندر کی طرح ایتھنز کو مرکز عالم سمجھے ہوئے تھا' لیکن وہ اس رمز سے آگاہ نہ تھا کہ اس زوال کے عہد میں بھی یونانی اپنی آزادی کو سیاسی زندگی کا جزو لاینفک سمجھتے تھے۔

بہرحال فاتحوں' یعنی لیزی ماخوس اور سلیوکوس نے مفتوحہ علاقوں کو آپس میں تقسیم کر لیا۔ اس تقسیم میں سلیوکوس کو نسبتہً زیادہ علاقہ ملا' یعنی افروجیہ تک ایشیا' جس میں سے صرف کلیکیہ کاساندر کے بھائی پلستارخوس کے لئے وقف رہی۔ کاساندر کو سلطنت یورپ کے استحکام پر مطمئن ہونا پڑا۔ یہ بھی طے کیا گیا کہ ملک شام بطلیموس کو نہیں بلکہ سلیوکوس ہی کو ملے گا اس لئے کہ بطلیموس نے انتی گونوس کے خلاف کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا تھا۔ لیکن اس انتظام کی وجہ سے پیچیدگیاں اور بھی زیادہ بڑھ گئیں۔ شمالی ایشیائے کوچک میں زیوتیس والی بتھی نیہ' اریاراتھیس والی کاپادوسیہ' متھرادائیس والی پفلاگونیہ و پونتوس (افشین) پہلے سے بھی زیادہ آزاد و خود مختار ہو گئے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان ممالک میں قدیم ایرانی دستور العمل کیطرف میلان پیدا ہو چلا تھا' اور اس میلان میں ایک خاص وجہ سے اور بھی زیادہ تحریک پیدا ہو گئی' وہ یہ کہ کاپادوسیہ و پونتوس کے حکمراں اپنے آپ کو امرا و شرفائے ایران کا جانشین سمجھتے تھے۔

سلیوکوس کو جو علاقہ ملا تھا وہ باقی دونوں کے علاقے سے اسقدر وسیع تھا کہ یہ دونوں اُس سے حسد کرنے لگے اور بہت جلد اُس کے خلاف متحد و متفق ہو گئے' اور اس اتحاد و اتفاق کا مظاہرہ ایک خاندانی معاقدے کے ذریعے سے ہوا یعنی لیزی ماخوس نے بطلیموس

باب ۲ کی بیٹی ارسی نوئے کے ساتھ شادی کر لی۔ اس مناکحت کا نتیجہ یہ ہوا کہ سلیوکوس نے دیمتریوس کے ساتھ، جو سمندر اور جزائر کا فرمانروا تھا، صلح کر لی، اور اُس کی بیٹی ستراتونیکا کے ساتھ عقد کر لیا۔ یہ سب سن کر دیمتریوس کلیکیہ میں لنگر انداز ہوا اور کیندہ کے شاہی خزانے کے مابقی پر قبضہ کر لیا[۱۶]۔ لیکن سلیوکوس اور دیمتریوس کے عمدہ تعلق دیر پا نہیں ثابت ہوئے۔ دیمتریوس نے اپنے جدید خسر سے کہا کہ وہ کلیکیہ یا صور کو اُس کے حوالے کر دے، جس کا جواب اُسے نفی میں ملا۔ اس کے بعد دیمتریوس نے بطلیموس کی بیٹی بطلیمائس کے ساتھ بھی نکاح کر لیا۔ لیکن فی الوقت لڑائی صرف یونان ہی میں شروع ہوئی۔ ہوا یہ کہ سنہ ۲۹۷ ق م میں کاساندر کے انتقال پر پہلے تو اُس کا کمزور بیٹا فیلقوس اور اُس کے بعد اُس کا دوسرا بیٹا انیتی پاتر تخت نشین ہوا۔ اس زمانے میں ایتھنز میں دو عمومی رہبر تھے: ایک تو دیموس تھنیس کا بھتیجا دیموخاریس، جس کی تعریف و توصیف کے طومار باندھے جاتے تھے، اور جو اپنے جمہوری جذبات پر ہمیشہ تفاخر کرنے کے ساتھ ہی مقدونیہ کے سامنے دست استمداد بڑھانے میں مطلق مضائقہ نہیں سمجھتا تھا؛ اور

[۱۶] دیمتریوس کلیکیہ بلکہ شاید لیکیہ اور کاریہ کو فتح کر لیتا ہے؛ دلاموتزہ ۱۹۰۸ء۔
نوشتوں کے ذریعے سے اُسی عہد کے دوسرے واقعات کی تفصیل؛
ہکس ۱۵۱؛ "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" ۲، ۱۹۷؛ ہکس ۱۵۲
سوئیداس و ملالوس کے نزدیک کیندا اور انازربہ ایک ہی مقام کے دو نام ہیں؛ سترابو کہتا ہے کہ یہ مارسوس کے قریب انخیالے کے اوپر ایک قلعہ تھا (۱۴، ۵، ۲، ۱۰)؛ دیکھو ڈروائزن ۲، ۱، ۲۹۴؛ نیز دیکھو مضمون "انازربہ" پاؤلی کے محیط المحیط ۱، ۱، ۱۱۶۹ میں۔ کلیکیہ کی اس وادی میں بہت سی ایسی چوٹیاں ہیں جن پر بآسانی قلعے بن سکتے ہیں۔

باب۔ دوسرے لاخاریس جس نے دیمتریوس کے اٹیکا آنے اور الیوسس
ورعاستوس پر قابض ہونے کے بعد ایتھنز پر قبضہ کرلیا تھا، اور
شاید اس لئے کہ اُس نے محصورین میں ایک نہایت سخت تادیبی
کیفیت قائم کی، اُسے خود سر کہہ کر مورد ملامت بنایا گیا۔ ایتھنز
کو آخر کار بھوکا مار کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کیا گیا، اور
فاتح نے نہایت اطمینان سے الزامات کی بوچھار اپنے "پیارے
ایتھنزیوں" پر سے ہٹا کر اُس خودسر کی طرف منتقل کردی۔ شہریوں
نے اُس پر مرحبا واہ واہ کے نعروں کے ساتھ موِنی خیہ اور
پرائیوس تحفۃً اُس کے حوالے کردئے جن پر اُس نے پہلے ہی سے
قبضہ کر رکھا تھا، اور اس طرح انھوں نے گویا ظاہری رکھ رکھاؤ
کو قائم رہنے دیا[۱] (۲۹۴ء ق م)۔

الغرض دیمتریوس ایکرتبہ پھر ایتھنز کا مالک بن گیا، اور اب اس
شہر کو مرکز بنا کر اس نے تمام دیار یونان کی فتح کی تیاریاں شروع
کردیں۔ پیلوپونیز میں اسپارٹا نے نہایت شدت کے ساتھ
اُس کی مخالفت کی، اور جواب کے طور پر اسپارٹیوں نے آرکیڈیا
پر حملہ کر دیا۔ دیمتریوس اُن سے جنگ آزما ہوا اور انھیں شکست
دے دی۔ لیکن فوراً ہی اپنے قدم پلٹا کر سید ھا مقدونیہ میں گھس
گیا۔ یہاں اُسے بہت کچھ منافع کی امید تھی، اور چونکہ اُسے ایشیا میں
بڑے بڑے نقصانات اُٹھانے پڑے تھے اس لئے یہ اُسکے لئے
ضروری بھی تھا۔ لیزی ماخوس و سلیوکوس نے ایشیائے کوچک
کے شہروں پر، اور بطلیموس نے قبرص پر قبضہ کر رکھا تھا، اور
صرف سالامس ہی ایسا مقام تھا جس پر اُس کی طرف سے اُس کی

---

[۱] دیموخاریس و لاخاریس کے لئے دیکھو باب ۳۔ بہار ۲۹۴ء ق م میں ایتھنز
اور دیمتریوس کے مابین صلح؛ فون ولاموونز، ۲۳۷۔

بیوی فیلہ مدافعت کر رہی تھی - اب واقعات مقدونیہ کی وجہ سے اُسے یہ موقع مل گیا کہ جو کچھ اُس نے کھویا ہے اُس کا معاوضہ یورپ میں حاصل کرے - تھسالونیکہ جو فیلقوس کی بیٹی تھی، اپنے فرزند سکندر سے بہت محبت کرتی تھی، چنانچہ انتی پاتر اور اس سکندر کے درمیان جھگڑا ہوا تھا اور انتی پاتر نے تھسالونیکہ کو مُلک عدم پہنچا دیا تھا۔ سکندر دیمتریوس سے مدد کا خواہاں ہوا، لیکن چونکہ موخر الذکر فی الفور مدد کرنے سے معذور تھا اسی وجہ سے وہ بھاگ گیا جہاں پرھوس حال ہی میں مصر سے کمک لے کر آیا تھا - ابتدا میں تو پرھوس اور نیوبطلیموس دونوں مل کر متولی سلطنت بنے تھے، لیکن جب اُس نے دیکھا کہ اُس کا چچا زاد بھائی اُس کا کام تمام کر دینا چاہتا ہے تو وہ فوراً ایک وار میں اپنے حریف کو تلوار کے گھاٹ اُتار کر خود بلا شرکت غیرے اپائروس کا بادشاہ بن بیٹھا - انتی پاتر اپنے خسر لیزی ماخوس کے پاس گیا لیکن پھر اپنے بھائی (سکندر) کے ساتھ اُس کا ملاپ ہو گیا - اب دیمتریوس مقدونیہ آتا ہے اور اُس کا آنا سکندر کے لئے نہایت بے وقت ثابت ہوتا ہے اس میں شبہ نہیں کہ خود سکندر اُس کے آنے کا باعث ہوا تھا لیکن اب وہ اُس کے آنے سے خوش نہ تھا اور اُس کی عین خواہش یہ تھی کہ وہ کسی طرح سے واپس چلا جائے - آخر کار اُس نے سوچا کہ اس سے چارہ کار نہیں کہ اُس زمانے کے حکمرانوں کی عام عادت کے مطابق اُس کا خاتمہ کر دے، لیکن دیمتریوس کو اس کی ہوا لگ گئی، اور پہلا وار اُسی نے کر کے سکندر ہی کا خاتمہ کر دیا - اس کے بعد وہ مقدونوی اعیانیوں کی دوستی کا دم بھرنے لگا، اور انھیں خوش رکھنے کے لئے اُس نے اُن تمام امور کو شمار کیا جن کے باعث خاندان انتی پاتر نے فیلقوس و سکندر کو نقصان پہنچایا تھا - بہر حال دیمتریوس کی خداداد قابلیت سے مرعوب ہو کر اہل مقدونیہ نے اُسے ۲۹۴ ق م میں

باب ۲ اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔
لیکن اُس کے لئے یہ بعید تھا کہ وہ اپنے مقبوضات سے امن و امان اور خاموشی کے ساتھ استفادہ حاصل کیا کرے اس لئے کہ فطرتاً اُسے ہر روز نت نئے رزمگاہ کی ضرورت تھی۔ پہلا ملک جس کی طرف اُس نے اب اپنی توجہ مبذول کی، وہ یونان تھا۔ لاخاریس شہر تھبز میں رہتا تھا، اور اس شہر سے دیمتریوس سے مخالفت تھی، چنانچہ اُس نے اُس کو مغلوب کرنے کی غرض سے ہٹیے رونیموس ساکن کارڈیہ کو بیوتیہ کا صوبہ دار مقرر کیا۔ اُدھر ایتھنز میں یہ تدبیر سوچی گئی کہ کسی طرح پر آئیوس کے مقدونوی لشکر کو زیر کیا جائے، لیکن اس تدبیر کا قبل از وقت انکشاف ہو جانے کے باعث دیمتریوس نے اپنے لشکر کو حکم دیا کہ خاص شہر کے اندر میوزخانے میں پڑاؤ ڈال دے۔ بات یہ ہے کہ گیتائی قوم نے لیزی ماخوس کو گرفتار کرلیا تھا جس کی وجہ سے دیمتریوس کے کام میں بہت کچھ سہولت ہو گئی تھی، اور گو کچھ مدت کے بعد لیزی ماخوس آزاد ہو گیا، لیکن فوجی نقطۂ نظر سے شاہ تھریس کی اب کوئی اہمیت باقی نہیں رہی تھی۔ اُدھر بیوتیہ نے از سر نو بغاوت کردی لیکن یہ فرو کردی گئی، اور دیمتریوس کے بیٹے انتی گونوس گوناتاس کے بیچ میں پڑ جانے کی وجہ سے بادشاہ نے باغیوں کے ساتھ لطف و کرم کا برتاؤ کیا۔ اب یونان میں صرف اسپارٹا و ایتولیہ ہی ایسے خطّے باقی رہ گئے تھے جو دیمتریوس کے ماتحت نہ ہوں، اور چونکہ ایتولیہ کے قبضے میں دیلفی کی جملہ شاہراہیں تھیں اس لئے دیمتریوس نے اس بہانے سے ۲۹۰ ق م کا فیثوی تہوار ایتھنز میں منایا۔ رفتہ رفتہ دیمتریوس کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ اگاتھوکلیس والئ سرقوسہ اور اُس کی بیٹی لاناسہ نے، جو پرھوس کی بیوی تھی، اُس کے ساتھ سیاسی تعلقات پیدا کرلئے (دیکھو باب ۷ عقب)، نیز اُس نے انتیوم کے گرفتار شدہ بحری قزاقوں کو روما واپس

باب ۱۱

کر دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس شہر کی سیاسی اہمیت سے بخوبی واقف تھا۔[۱۸] اس کے لئے مسلسل جنگ لابُد اور لازمی تھی، لیکن انہیں حکومت کرنے کی مطلق قابلیت نہیں تھی۔ اُس نے مقدونیہ کے ساتھ نہایت سختی اور شدت کا برتاؤ کیا، اور جب پرہوس نے مقدونیہ پر حملہ کیا تو دیمتریوس نے اُسے فرار ہونے پر مجبور کیا۔ اُسنے کوہ پیلیون کے دامن میں شہر دیمتریاس جو قائم کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے کس قدر جغرافی معلومات تھی، اس لئے کہ اس شہر سے وہ ہمیشہ یوبیہ و یونان کو جا سکتا تھا اور بندرگاہ فیتوتس سے کام لے سکتا تھا۔ اُس کا آخری خیال یہ تھا کہ اُس کے لئے پرہوس کے ساتھ مخالفہ کرنا مفید مطلب ہوگا۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں حکمرانوں میں بےچینی اور حوصلہ مندی کوٹ کوٹ کر بھری تھی اور یہ خیال پیدا ہوگیا تھا کہ مولوسی حکمران تو دیار مغربی پر اور مقدونوی فرماں روا مشرقی ملکوں پر حکومت کرے تو مناسب ہے۔ الغرض دونوں کے مابین ایک عہدنامے پر دستخط ہوئے اور اس کے بعد دیمتریوس نے ایشیا پر حملہ کرنے کے لئے نہایت وسیع تیاریاں شروع کر دیں۔[۱۹] ظاہر ہے کہ یہ اپنے حلیفوں کیلئے یہ سب باعث خلفشار تھا، اس لئے کہ یہ سب، مثلاً لیزی ماخوس، سلیوکوس اور بطلیموس ایک دوسرے سے کچھ اچھا سلوک نہیں کرتے تھے، اور تیرہ برس پہلے انھیں انتی گونوس کے خلاف جو اتحاد قائم کرنا پڑا تھا اُس کی یاد اُن کے دلوں میں تازہ ہوگئی۔ ان تاجداروں کے علاوہ بیزنطہ، کیزیکوس اور رھوڈز کی آزاد ریاستیں بھی دیمتریوس کے مخالف تھیں اس لئے کہ بظاہر اگر اُسے کامیابی حاصل ہوگئی تو یہ

۱۸ ستراابو، ۲، ۳۲؛ نیز ۱، ۱، ۳۷۱۔

۱۹ جنوبی تھسلی میں دیمتریوس کی تیاریوں اور یہاں سے جو مہم جانے والی تھی اُس سے مینوسی روایات کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ دیکھو فون ولاموتز، ۲۰۳۔

باب ۲ سمندر پر آزادانہ آمد و رفت ناممکن ہو جائے گی۔ (۲۸۸ ق م)۔ اُسکے مخالفوں نے ایک تدبیر ایسی سوچی کہ سانپ بھی مرجائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے، وہ یہ کہ اُنھوں نے پرھوس کو اُس کی مخالفت پر آمادہ کیا، چنانچہ شاہ اپائروس اُن کی باتوں میں آگیا اور اُس نے دیمتریوس سے دست کشی اختیار کر لی۔ موخرالذکر ابھی تھریس کے خلاف فوج کشی کر کے اپنے بیٹے انتی گونوس گوناتاس کو یونان روانہ کر ہی چکا تھا کہ اُسے خبر ملی کہ پرھوس نے مقدونیہ پر حملہ کر کے شہر بِرویا پر قبضہ کر لیا ہے اور اُدھر ایک مصری بیڑا یونانی سمندر میں گشت لگا رہا ہے۔ یہ سنتے ہی وہ سیدھا پرھوس کے مقابلے کے لئے چلا۔ لیکن تصفیۂ معاملات کے لئے کسی لڑائی کی ضرورت ہی نہ تھی اس لئے کہ مسلسل مہموں اور چال بازیوں سے تنگ آکر مقدونوی پرھوس کی طرف چلے گئے۔ الغرض دیمتریوس کو فرار ہونا پڑا اور وہ یونان میں انتی گونوس سے جا ملا۔ ظاہر ہے کہ اُس کی حیثیت کچھ ایسی زیادہ مایوس کن نہیں تھی، لیکن بہت سے لوگ اُسے درحقیقت مایوس کن سمجھتے تھے، چنانچہ اُس کی بیوی فیلہ، جس سے وہ کئی مرتبہ پہلے اپنی بے اعتنائی کا اظہار کر چکا تھا، اپنے شوہر کی مشکلات اور شومیٔ قسمت سے اس درجہ متاثر ہوئی کہ آخر اُس نے زہر کھا کر خودکشی کر لی۔ پرھوس اب شاہ مقدونیہ بن گیا، لیکن وہ اس مُلک پر بلاشرکت غیرے حکمرانی نہیں کر سکا بلکہ اسے اُس کا ایک حصہ لیزی ماخوس کے حوالے کرنا پڑا، جس نے جملہ دعاوی کا گویا خاتمہ کرنے کے لئے انتی پاتر کے آخری زندہ جانشین یعنی خود اپنے داماد انتی پاتر کو جان سے مروا ڈالا۔ ایتھنزیوں نے اس جدید صورت حال سے نہایت جرأت اور فراست کے ساتھ کام نکالا، یعنی اُنھوں نے تھیوفراستوس کے دوست اولمپیودوروس کی سیادت میں میوزِ خانے پر دھاوا کر کے اُس پر قبضہ کر لیا۔ بلاشبہہ اُس پر

خود دیمتریوس نے بڑھ کر ایتھنزیوں کو دق کرنا شروع کیا، لیکن (پلوٹارک کی روایت کے بموجب) اُس نے فلسفی کراتیس کے کہنے سے محاصرہ اُٹھالیا۔ اصل واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کے طرزِ عمل پر پیرھوس کے آنے کا ضرور اثر پڑا ہوگا۔[20] آخرکار پیرھوس اور دیمتریوس کے مابین ایک سمجھوتا ہوگیا لیکن اس سمجھوتے کی شرائط کا ہمیں علم نہیں؛ اغلب امر یہ ہے کہ اپائروس کے بادشاہ نے دیمتریوس کو یونان کا بادشاہ تسلیم کرلیا ہوگا۔ لیکن بحیین بادشاہ کو تشفی نہیں ہوئی، بلکہ اُس نے اپنی پرانی تجویز کے مطابق لیزی ماخوس سے ایشیا واپس لینے کی دل میں ٹھانی۔ ملطہ پہنچنے پر ذرا دل خوش کرنے کے لئے اُس نے فیلہ بنت بطلیموس کی بھانجی بطلیمائس کے ساتھ، جو اُس سے پہلے سے منسوب تھی، نکاح کرلیا، اور اس کے بعد وہ اندرون ایشیائے کوچک کی طرف چل دیا۔ یہ واقعہ ۲۸۷ق م کا ہے۔[21] یہ امر تعجب آفریں ہے اس لئے | باب ۵

[20] کراتیس کا بیچ میں پڑنا؛ فون ولاموو تز $\frac{۲۰۷}{۲۰۸}$۔ معلوم ہوتا ہے کہ پرائیوس پر دیمتریوس ہی کا قبضہ رہا۔ اود ولیوں ساکن پالیونیہ اور سپارتوکوس ساکن بوسفوروس نے ایتھنز کی تائید کی تھی؛ ہکس Hicks ۱۵۷؛ فون ولاموو تز ۲۰۶۔ ان واقعات کے لئے دیکھو ہرمان لوٹمزر ج ۵ ۱۳۵، جہاں تمام حوالے دئے ہوئے ہیں۔

[21] دیمتریوس نے اندرون ایشیائے کوچک کی طرف جو چلا ہے، تو اس سے بہت سے ایسے مسائل پیش آتے ہیں جن پر زمانۂ حال کے مؤرخوں نے کافی توجہ نہیں کی ہے، اور خود ڈرواے سن نے بھی محض پلوٹارک کے بیان کو ذرا موثر پیرائے میں بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے لیکن اس بیان کے بعض عجیب حصوں کی توجیہ نہیں کی۔ پلوٹارک Dem ۴۷ میں کہتا ہے کہ "اب وہ پیچھے کی طرف مڑا" جس کے بعد وہ طرسوس پہنچ جاتا ہے؛ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس سے پہلے دیمتریوس آخر کہاں تھا؟ شائد وہ میدان کلیکیہ میں پہنچ گیا ہو۔ جب ڈرواے سن اس مہم کا خاکہ بیان کرتا ہے تو اس مسئلے کو نہیں چھیڑتا۔ پھر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر دیمتریوس کہاں جانا

باب ۲ کہ اب جبکہ وہ مقدونیہ پر قابض نہیں رہا تھا اُس کا تعلق بہ نسبت خشکی کے سمندر سے کہیں زیادہ بڑھ کر تھا؛ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ اُس کا اصلی ارادہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ چاہتا تھا؟ کیا واقعی ارمنستان جانا چاہتا تھا؟ اور پھر وہ اس مُلک تک کیوں نہیں پہنچا؟ ڈرواے سن ۲، ۲، ۵، ۳۰ کے نزدیک وہ اپنی خواہش کے خلاف سیدھی راہ سے ہٹا دیا گیا، اور یہی کم و بیش پلوٹارک کی رائے بھی ہے جو بایں الفاظ یہ کہتا ہے کہ اُس کے سپاہیوں نے ارمنستان کی طرف بڑھنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ ابتداء ہی سے دیمتریوس کلیکیہ ہی جانا چاہتا تھا اس لیے کہ اول تو اُس کا بیڑا یونان سے کمک لے کر اُسے پہنچا سکتا تھا اور دوسرے وہ اپنے داماد سے اس مُلک کو فتح کر سکتا تھا۔ اگر واقعی اُس کی یہی خواہش تھی تو اس کے لئے اُسے مکمل راز میں رکھنا ضروری تھا تاکہ لوگوں کے دلوں سے شک و شبہہ بالکل دور ہو جائے اور اُس کے لئے یہی بہتر تھا کہ دُنیا سمجھے کہ وہ مجبوراً کلیکیہ جا رہا ہے۔ اس کے برعکس یہ بھی ناممکن نہ تھا کہ وہ واقعی ارمنستان یا مدیہ جانا چاہتا ہو۔ ہمارے نزدیک ایک واقعہ ایسا ہے جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ مہم ایسی سیتھیانہ نہ تھی جیسی وہ ظاہر ہوتی ہے۔ دیمتریوس نے متھرادائیس کی جان بچائی تھی، وہی متھرادائیس جو اب کتس تیس کے لقب سے پونتوس کے تخت پر بیٹھا تھا، اور بلاشبہہ اپنے نواح میں نہایت قوی اور ذی اختیار تھا۔ اب جو سڑک ارمنستان و مدیہ جاتی تھی وہ پونتوس کے پائے تخت کو مانا میں ہو کر گزرتی تھی؛ چنانچہ اگر دیمتریوس ارمنستان و مدیہ میں اپنی قسمت لڑانا چاہتا تھا تو اُسے متھرادائیس کی مدد لینی ضروری اور لازمی تھی، اور اس تدبیر کے حصول کے دوران میں دیمتریوس نے ضرور اپنے پرانے دوست کی مدد پر اپنے زعم میں تکیہ کیا ہوگا۔ ممکن ہے کہ اُس کے سپاہیوں نے اس قدر دور اُفتادہ مہم میں حصہ لینے سے انکار کر دیا ہو اور اسی وجہ سے اُسے اپنے قدم پلٹانے پڑے ہوں؛ مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ جب وہ کچھ دور بلکہ شائد کاپادوسیہ پہنچ گیا تو اُس وقت اُسے یہ اطلاع ملی کہ متھرادائیس خواہ مجبوراً اور نہ از خود اس کی مدد کرنے سے گریز کر رہا ہے، اور یہ سُن کر وہ سیدھا کلیکیہ کو چلا گیا۔ اس کا ہمیں پورے طور پر علم نہیں کہ وہ کہاں تک پہنچا تھا؛

یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سے ارمنستان پہنچ جائے۔ بہرحال بجائے اپنی منزل مقصود باب ۲
کے وہ کسی نہ کسی طرح سے کلیکیہ پہنچ گیا جہاں اُسے سلیوکوس سے مقابلہ کرنا پڑا اور آخرکار رسوائے ہتھیار ڈالنے گئے اُس کے پاس کوئی چارۂ کار باقی نہیں رہا۔ لیکن دیمتریوس کے لئے یہ بالکل ناممکن تھا کہ وہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایام خاموشی سے گزار دے۔ چنانچہ اُس نے لڑائی ازسرنو شروع کردی اور ضلع حلب میں جسے اُس زمانے میں کارھس تیا کہتے تھے، جا گھسا۔ دونوں فرماں رواؤں کے درمیان لڑائی ہوتے ہوتے بچ گئی، لیکن سلیوکوس فحرلق ثانی کی فوج کے روبرو گیا اور ایک تقریر کرکے اُسے اپنے سے ملالیا۔ اب سلیوکوس کی نظر میں دیمتریوس کا اتنا ہی رتبہ باقی رہ گیا تھا جتنا دو سال پیشتر پرھوس سے آدیزش کے زمانے میں، اور اُس میں دوسروں کو اپنی طرف کھینچنے کی مطلق قابلیت نہیں رہی تھی۔ الغرض بہت جلد، یعنی سنہ ۲۸۶ ق م میں اُسے پھر ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ اُسے دریائے اورونتیس کے کنارے شہر اپامیا لے گئے جہاں اُس نے اپنی زندگی کے باقی ماندہ دن شراب و کباب میں گزارے، اور آخرکار سنہ ۲۸۳ ق م میں اُس نے راہی عدم کو لبیک کہا۔ لوگوں نے سلیوکوس پر یہ الزام رکھا کہ اُس نے آہستہ آہستہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ پلوٹارک دریائے لیکوس سے کوچ کی بابت کوئی قطعی بات بیان نہیں کرتا، اور نہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ کون سا دریائے لیکوس مراد ہے۔ میں نے ان امور کو اس لئے بیان کیا ہے کہ ناظرین کو معلوم ہوجائے کہ ڈروائے سن کے بعد بھی جانشینان سکند کی بابت بعض ایسے امور ہیں جو مفصّل بحث کے محتاج ہیں۔ لیکن ان پر تفصیل سے بحث کرنا ہمارا کام نہیں۔ سلیوکوس کا سانڈ خانہ اپامیا میں واقع تھا اور یہی وجہ تھی کہ ڈیمتریوس کا وہاں دل لگ گیا اس لئے کہ وہ یہاں جتنا چاہتا گھوڑے پر سوار ہوتا۔ یہ تھی ایسی بات جس کا اب تک لحاظ نہیں کیا گیا۔

سنویت کا عدم تعین، ڈروائے سن ۲، ۳، ۳۱۰۔

باب۱۰ اپنے حریف کا خون چوس لیا ہے، درانحالیکہ اُس میں سرے سے کسی قسم کی شرارت کی اہلیت ہی باقی نہیں رہی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ دیمتریوس نے اپنے قوائے ذہنیہ و قوائے جسمانیہ دونوں کا ستیاناس کر دیا تھا۔ پرھوس بھی، جس نے اُسے مقدونیہ سے نکالا تھا، زیادہ مدّت تک اس مُلک کو اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکا اس لیئے کہ اُسی زمانے میں لیزی ماخوس اُسے شکست دے کر مقدونیہ و تھسلی کے بڑے حصّے پر قابض ہو گیا۔

العرض ۲۸۵ قم میں تماشاگاہِ یونان پر صرف تین ذی اقتدار حکمران باقی رہ گئے تھے، یعنی لیزی ماخوس، سلیوکوس اور بطلیموس، جن میں سے موخرالذکر کی عمر تو ۸۲ برس کی ہو گئی تھی، لیزی ماخوس کی ۷۶ برس کی اور سلیوکوس کی ۶۸ سال کی۔ بطلیموس نے تو ان واقعات کے بہت جلد بعد معاملات دنیوی سے کنارہ کش ہو کر اپنی سلطنت اپنے چھوٹے بیٹے یعنی ۳۰ سالہ بطلیموس فلادیلفوس کے سپرد کر دی اور اس طرح اپنے بڑے بیٹے بطلیموس کیرانوس کو جس کی عمر ۳۰ سال کی تھی محجوب الارث قرار دیا۔ اس پر کیرانوس فوراً لیزی ماخوس کی طرف چلا گیا۔ اُس سے لیزی ماخوس سے عزیزدارانہ تعلقات پہلے ہی سے تھے، یعنی لیزی ماخوس کے بیٹے اگاتھوکلیس اُس کی حقیقی بہن لیساندرہ کا شوہر تھا اور خود لیزی ماخوس بطلیموس اکبر کی دوسری بیٹی ارسی نوئے سے منسوب تھا۔ لیکن کیرانوس کے آنے سے خاندان لیزی ماخوس کا ستارہ گہنا گیا۔ اس نے آرسی نوئے سے سازش کر کے اگاتھوکلیس کی اُس کے باپ کے سامنے شکایت کی جس پر باپ نے بیٹے کو پہلے تو قید کیا اور پھر اُس کا کام تمام ہی کرا دیا۔ اس سے بادشاہ کو بڑا بھاری نقصان پہنچا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب فلیتائروس ساکن تیوس جو قلعۂ پرگامم میں لیزی ماخوس کے نو ہزار تالینت کی حفاظت پر مامور تھا، اس سے برگشتہ ہو گیا تھا، اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ آئندہ سے

سلیوکوس کے ساتھ جا ملے گا، اس نے باریالوس کے قدم بہ قدم باب ۲
چل کر یہ روپیہ خود اپنی جیب میں رکھ لیا تھا۔ کیرانوس بھی خود
لیزی ماخوس کی نظر سے گر گیا اور سلیوکوس کی طرف چلا گیا، جسکے
دربار میں لیزی ماخوس کا بیٹا سکندر بھی موجود تھا۔ اب خود اپنے
ہی کرتوت کی وجہ سے لیزی ماخوس بالکل بے یار و مددگار رہ گیا،
اور گو اُس نے اپنی بیٹی ارسی نوئے کو بطلیموس فلا دیلفوس کے پاس
نکاح کی غرض سے روانہ کیا، لیکن اس سے اُسے کوئی سیاسی
فائدہ نہیں ہوا۔ سلیوکوس اُس سے جنگ آزما ہوا، ہیلیس پونت
افروجیہ کے میدان کوروپن میں لیزی ماخوس کو شکست ہوئی اور
ساتھ ہی اُس کا خاتمہ بھی ہو گیا۔ (۲۸۱ ق م) ۲۲ھ

تھریس و مقدونیہ دونوں پر سلیوکوس ہی کا قبضہ تھا۔ معلوم
ہوتا ہے کہ اُس کی خواہش یہ تھی کہ وہ اپنی زندگی کے آخری ایام
اپنے وطن مالوف مقدونیہ کے بادشاہ کی حیثیت سے بسر کرے،
جس کی یاد اُس نے ایشیا میں متعدد نئے شہر آباد کر کے تازہ کی تھی۔
غالباً اسی غرض سے وہ یورپ کی طرف چلا لیکن جب وہ لیزی ماخیہ
پہنچا تو کیرانوس نے اُسے قتل کر دیا، اور اپنی انتہائی سراسیمگی کی حالت
میں فوج نے اُسے اپنا حکمران تسلیم کر لیا (۲۸۱ ق م)۔ اس کے بعد
کیرانوس آگے بڑھا اور تھریس و مقدونیہ پر بھی قابض ہو گیا۔ اُدھر
ایشیا میں سلیوکوس کے بیٹے انطاکوس نے بہت سوں کو اپنا جانبدار
بنا لیا، اور فلے تائروس نے سلیوکوس کی نعش کو، جسے اُس نے کیرانوس
سے خرید لیا تھا، انطاکوس کے پاس روانہ کر دیا۔ انتی گونوس اُس

۲۲ھ جنگ دو میدان کوروپن میں لڑی گئی Porph.Eust.Sch. ۱، ۲۲۳ - لیکن
اس وقت تک عین محل وقوع کا تعین نہیں ہوا ہے App.Syr. ۶۲ کے نزدیک
یہ مقام افروجیہ میں ہیلیس پونت کے قریب تھا۔ پرگامم کیلئے دیکھو ابواب ۵، ۱۳، ۲۱۔

باب ۲ قابل نہ تھا کہ سرزمین یونان کو کیرانوس کی مخالفت کے لئے میدان کارزار بنائے۔ ممکن ہے کہ پرھوس جنگ آزما ہوتا، لیکن عین اُسی زمانے میں اپائروس کا یہ بادشاہ تارنتوم کی طلب پر اٹلی کی مہم سر کرنے کی تیاریاں کر رہا تھا اور تینوں حکمران یعنی کیرانوس، انطاکوس اور انتی گونوس اُسے روپے، جہاز اور فوج سے اُس کی مدد کر رہے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ سب کے سب اُس کے چلے جانے سے بہت ہی خوش تھے[۳۱]۔

اپنی حکومت کی بنیاد مضبوط کرنے کی غرض سے کیرانوس نے اپنی بہن ارسی نوئے کے ساتھ، جس سے مل کر اُس نے اگاتھوکلیس کا حال ہی میں خاتمہ کیا تھا، خود نکاح کر لیا! اور اس طرح اس کے بھانجے، جو شاید تھریس کے دعویدار ہو جاتے، اُس کے قابو میں آ گئے، جنھیں اُس نے خود اُن کی ماں کے روبرو قتل کر ڈالا! یہ واقعات سنہ ۲۸۰ ق م کے ہیں۔

اب جبکہ ایک اور اہم واقعہ ظہور میں آنے والا ہے تو ہم یہاں ذرا[۳۲] توقف کرتے ہیں اور ایک خاص نقطۂ نظر سے اُس عہد کی خصوصیات بیان کرتے ہیں۔

۳۱ انتی گونوس ایتولیوں کا حلیف تھا۔ سنہ ۲۸۰ ق م میں آریوس والیٔ اسپارٹا نے یک بیک اُن کے خلاف فوجکشی کی لیکن اُسے پسپا ہونا پڑا۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ درپردہ کس قسم کی پیچیدگیاں تھیں جو اس حرکت کا باعث ہوئیں۔ پیولمان Poehlmann کا خیال ہے کہ مصر نے اسپارٹا کو بھڑکایا ہوگا۔ دیکھو باب ۱۲، حاشیہ ۷۔

باب سوم

اِس عہد کی ممتاز شخصیتیں

۳۲۳ء ق م سے ۲۸۰ء ق م تک کا زمانہ بڑے بھاری اختلال کا زمانہ ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جب وہ سلطنت جو طرح طرح کے مصائب جھیل چکی تھی اور اب گویا حالت نزع میں گرفتار تھی، آخر کار متعدد چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم ہو جاتی ہے جن میں سے سب سے نمایاں ریاستیں خالص یونانی ہیں اور جن ملکوں کو سکندر نے فتح کیا تھا اُن میں یونانی تہذیب و تمدن کا بول بالا ہوتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اس چہل سالہ مدت میں جن کے حالات ہم نے نہایت ہی اختصار کے ساتھ بیان کیے ہیں، یونانی تمدن کا انتشار اُن کا نمایاں ترین واقعہ نہیں قرار دیا جا سکتا، بلکہ اگر ہم دیکھیں تو اُس عہد کا سب سے زیادہ قابل لحاظ واقعہ یہ ہے کہ اس میں فرد کو پہلی مرتبہ وہ اہمیت دی گئی جو اُسے قدیم زمانے میں حاصل نہیں تھی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اُس زمانے میں چند ممتاز افراد کی خواہش، ارادہ اور مفاد ہر چیز کا محور بن گیا ہے، اور گو اقوام کی خواہشات اور فوائد کا بعض مرتبہ ضرور لحاظ رکھا جاتا ہے، لیکن علی العموم اُسے مطلق پیش نظر نہیں رکھا

باب ۳ جاتا۔ اس عہد کے حکمرانوں کی حیثیت پرانے سورماؤں کی سی ہے، اور عوام الناس قدیم الایام کی طرح معاملات عامہ میں نہایت ہی ثانوی حصہ لیتے ہیں۔ صرف دو ملکوں، یعنی یونان اور ایشیائے کوچک میں قوم کچھ آگے بڑھتی ہے، لیکن اُسے شاذ و نادر ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے، گو ایک مرتبہ رھوڈز میں اُس کی کامیابی نہایت غیر معمولی ہے۔ لیکن ہماری دانست میں وہ مصنف غلطی پر ہیں جو کہتے ہیں کہ قوم میں وہ پہلی سی مردانگی باقی نہیں رہی تھی[1]۔

جو اشخاص صف اوّل میں آتے ہیں وہ ایک معنی کر کے "خود ساختہ" کہلائے جا سکتے ہیں، اس لئے کہ انھیں جو رتبہ حاصل ہوا وہ اُن کے حسب نسب کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن کی ذاتی قابلیت کی وجہ سے حاصل ہوا تھا۔ لیکن ہمیں اُن کے عروج کی کیفیت کو غلط معنے پہنا کر یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ یہ اپنے عروج سے بے خبر تھے۔ سکندر کے جانشینوں کی نپولین کے مارشلوں سے تشبیہ دی جاتی ہے، گو اس میں حقیقت کا تھوڑا بہت عنصر ضرور ہے، لیکن جو واقعی فرق ہے وہ بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے۔ نپولین خود ایک "نو دولتا" تھا، اور اُس کے قابل ترین مارشلوں میں سے ایک بھٹیارے کا، دوسرا خدمتگار کا اور تیسرا سائیس کا لڑکا تھا۔ اس کے برعکس سکندر یونٹڑوں کا شہزادہ تھا اور اُس کے اکثر سپہ سالار ملک کے بہترین خاندانوں کے رُکن تھے۔ لیکن اپنے سردار کی موت کے بعد جو کچھ رتبہ انھیں حاصل ہوا وہ خود اپنی ذاتی قابلیت کی وجہ سے تھا، اور چونکہ ان میں آپس میں ہمیشہ نفاق و شقاق برپا رہتا تھا اس لئے انھیں اپنا درجہ قائم رکھنا اور بھی زیادہ کٹھن ہو گیا تھا۔ یہ ایک ایسا تنازع للبقا تھا جس میں صرف

[1] عام معلومات کے لئے دیکھو ڈرواۓ سن خاکہ ہائے خصائص، و نیز مہافی: "زندگی و فکر" Mahaffy :-Life and thought باب ۳ و ۴۔

باب ۳ اعلیٰ ترین خصائص کو غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ فی نفسہ اس واقعے سے کہ دو مشہور بادشاہ یعنی لیزی ماخوس وانتی گونوس اپنے اپنے بڑھاپے میں میدان جنگ میں لڑتے ہوئے مارے گئے، اُس زمانے کی جرأت اور بہادری کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان لوگوں کے خصائص میں ایک قابل ذکر خصوصیت یہ ہے کہ اُن کی زندگی پر مذہب کا کوئی خاص اثر نہیں تھا، جس کی وجہ یہ تھی کہ یونانی مذہب کا دارومدار یا تو محض رسوم پر تھا ورنہ اُسکی حیثیت سیاسی تھی؛ چونکہ مذہب خارجی اعمال پر مشتمل تھا اسلئے اُس کا اخلاق انسانی پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا، اور چونکہ اُس کا تعلق براہ راست مملکت سے تھا اس لئے بادشاہ اُس سے جیسا جی چاہے کام لے سکتے تھے، اور اُن کے اس فعل سے خود اُصول مذہب پر کچھ زیادہ اثر نہیں پڑتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان واقعات سے تین سو سال بعد تک کسی نئے مذہب کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی، گو اس ابتدائی زمانے ہی میں یونانیوں نے زندہ انسانوں کو معبودوں کے زمرے میں رکھ کر اپنے مذہب کی قدر و قیمت کا خاتمہ کر دیا تھا۔

الغرض، مذہب جیسا کچھ بھی تھا، اُس سے لوگوں کی معاشری حالت میں مطلق کچھ فرق پیدا نہیں ہوا، بلکہ اس سے صرف یہی ہوا کہ حکمرانوں کی خودغرضی میں اضافہ ہو گیا، اور اُنھوں نے اپنا حسب و نسب، علامات اور خوابوں کی تعبیروں کے ذریعے سے اپنے غرض و مطلب کے حصول کی کوشش کی۔ چونکہ عوام الناس کے عقائد اب بھی راسخ تھے اس لئے اس قسم کی اوہام پرستی کے مظاہروں سے اُن کا کام نکل آتا تھا۔ مثلاً سلیوکوس نے اپنا الوہی نسب ثابت کرنے کی کوشش کی، اور یومنیس نے (ذرا انکسار کے ساتھ!) اپنی الوہی ماموریت جتائی۔ جب کبھی سکندر کے

باب ۱
جانشین سپہ سالاروں اور بادشاہوں نے حسب حال انسانی طرز عمل اختیار کیا، تو یہ تو ذاتی اغراض کے لئے ورنہ اپنے فلسفیانہ عقائد کی بنا پر، اور ہمیں اُن کا ممنون ہونا چاہئے اس لئے کہ یہ عہد جانبازیوں کے واسطے اس قدر مفید مطلب تھا کہ محض فوری فائدے کو اپنے طرز عمل کا واحد معیار بنانے سے گریز کرنے کیلئے بڑی بھاری اخلاقی قوت کی ضرورت تھی۔

ان میں جو لوگ ذی اثر کہے جاسکتے ہیں وہ سب کے سب مقدونوی ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اُن کے اوصاف میں تشدد کا عنصر غالب ہے۔ لیکن یونانی تمدن نے شاہ فیلقوس تک کے مصاحبوں میں گھر کرلیا تھا، اور یہ بھی اپنے روزمرہ کی بود و باش میں بعض یونانی طریقوں پر بالالتزام عمل کرتے ہیں۔ ان قاعدوں کی ترویج عین اُس زمانے میں ہوئی اور اُسے یونانی تعلیم و تربیت کا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ مثال کے طور پر حکمرانوں کے باہمی میل جول کے طرز کو لیجئے جس میں بہت کچھ ادب و لحاظ مدنظر رکھا جاتا تھا، اور یہی ادب و لحاظ بعد میں چل کر جملہ دیار یورپ میں رواج پاگیا۔ لیکن جب ہم بیرونی سطح سے ذرا نیچے اُترتے ہیں تو پھر ہم بربریت ہی بربریت سے دوچار ہوتے ہیں، اور اُس کے ضمن میں یہ فرمانروا مرد و زن فرنگیوں سے کچھ بہتر ثابت نہیں ہوتے۔ اس سے بھی زیادہ ہم رنگی اس عہد اور اطالوی نشاۃ جدیدہ میں پائی جاتی ہے، جہاں غایت سنگدلانہ خود غرضی پر تمدن کا صرف ہلکا سا خول چڑھ گیا تھا۔

فرد کی بڑھتی ہوئی اہمیت کا ایک مظاہرہ عورتوں کی حیثیت سے ہوتا ہے جو عہد زیر بحث میں معاملات عامہ میں ممتاز حصہ لیتی ہیں، اور اس سے بھی نشاۃ ثانیہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

اس باب کے باقی ماندہ حصے میں ہم جانشینان سکندر میں سے

ممتاز ترین کا حال بیان کریں گے اور اُن کے "چند تابعین" کا ذکر کرتے ہوئے بعض جمہوریتوں اور چند غیر معمولی عورتوں سے ناظرین کو شناسا کرائیں گے ؎ باب ۳۱

؎ دیادوخی اور اپی گونی ("جانشین" و "تابعین") کے الفاظ ہیئے رونی موس ساکن کاردیہ ہی نے ان معنی میں استعمال کئے تھے، دیکھو، بالا' یادداشت باب ۱؛ نیز مطالعہ کرو ڈرواسئے سن ۱/۳؛ اوزسے نر: "کنیدوس کا چٹکلہ" Usener Epigramm von Knidos صفحہ ۳۶۔ اصل میں "اپی گونی" تھبز کے ساتھ حملہ آوروں کے بیٹوں کا نام تھا، اور ۲۲۰ ق م کے افراد کو یہ نام دینا دراصل ڈرواسئے سن کا کام ہے۔ دیودورس تیسری صدی ق م کے وسط کے حالات بیان کرتے ہوئے یہ لفظ استعمال نہیں کرتا۔

ان کے علاوہ دوسرے "تابعین" کے لئے دیکھو عقب، باب ۱۵، حاشیہ ۳۔

جانشینانِ سکندر اور اُن کے تابعین دونوں نے اس رتبے کو مستحکم کرنے کی جان توڑ کوششیں کیں جنھیں اُنھوں نے بزورِ شمشیر حاصل کیا تھا۔ اوّل تو یہ اُصول قائم کیا گیا کہ منصب "بادشاہی" ورثہ کے علاوہ دوسرے طریقوں سے بھی حاصل ہو سکتا ہے، اور قابل ترین اشخاص اس کے اہل ہوتے ہیں (کیوہلر: "روداد اکاڈمی برلن" Koehler Sitzungsber Berl. Akad. ۱۸۹۱ء، ۲۶ فروری)۔ انتی گونوس، کاساندر وغیرہ نے اپنے دعاوی کو اسی اصول پر مبنی کیا اور اپنے افعال کو حق بجانب ٹھہرایا۔ لیکن چونکہ کسی خاص فرد کی قابلیت مشتبہ ہوتی تھی اس لئے "بادشاہ" کے علاوہ دوسرے خطابات نکالے گئے اور یہ خطابات اُس زمانے کے حالات کا اس وجہ سے جزو لاینفک ہوگئے کہ ناقابل حکمرانوں کی تعداد میں روز افزوں ترقی ہو رہی تھی۔ لیکن یہ حوصلہ مند افراد کے لئے کافی نہیں تھا، چنانچہ موروثی حق کو پھر کھینچ لایا گیا اور اس پر خانہ ساز الوہی حقوق کا اضافہ بھی کیا گیا۔ بادشاہ یا تو فیلقوس پدر سکندر کی

باب ۳

سب سے پہلے ہم دو شخصوں، یعنی پردِکاس[۵۳] اور کراتیروس کو نظر انداز کئے دیتے ہیں، اس لئے کہ پردِکاس نے تو بہت ہی کم دن چین سے حکومت کی، اور گو وہ قابل ہو لیکن اپنی انتہائی متکبر المزاجی کی وجہ سے وہ تمام سلطنت پر حکومت کرنے کا اہل ثابت نہیں ہوا، اور کراتیروس بے وقت وفات پاگیا۔ ان دونوں کے بعد پہلا نمبر انتی پاتر کا آتا ہے[۵۴] جو دیادوخی یا جانشینان سکندر میں سب سے

بقیۂ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نسل سے تھے جیسے بطلیموس، ورنہ مقدونوی خاندان شاہی کے دوسرے ارکان تھے، جیسے انتی گونوس کے جانشین (پولی بیوس ۵، ۱۰؛ لیالسہ، ساتیروس، حصہ ۲۱، میولر، ۳، ۱۶۵)؛ اور بعض کو معبود دول کی نسل سے سمجھا جاتا تھا (مثلاً سلیوکوسی)، اور بعض مرتبہ دونوں اہلیتیں یعنی ذاتی قابلیت اور الوہی حقوق دونوں کو ملانے کی کوشش کی جاتی تھی (جیسے بعد ہے میروس نے کیا؛ دیکھو باب ۶)۔ اگر خود زیوس ایک خوش قسمت بادشاہ تھا تو پھر اسکندر کو حقدار حکمران بننے میں کیا امر مانع ہو سکتا تھا؟

پولی بیوس (۸، ۱۲) نے سکندر کے سپہ سالار دوا کی تعریف و توصیف کی ہے، لیکن اس نے لفظ "اسی کی طرح" جو استعمال کئے ہیں وہ درست نہیں اس لئے کہ خود وہی دوسرے یاروں میں سکندر کو ان سب سے زیادہ قابل بتاتا ہے۔

مہافی (؟ "زندگی" صفحہ ۶۷) نے بھی سکندر کے مارشلوں اور دیادوخی کے درمیان مماثلت دکھائی ہے۔

۵۳ پردِکاس؛ پلوٹارک Al. Virt. ۲/۱۱ میں اسکے بعض نہایت نفیس الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔

۵۴ فون ولاموو تز Ant V. Kar ۶ (۱۸۵) انتی پاتر کو "ذمہ تبیل" کا لقب دیتا ہے۔ وہ بطلیموس کی طرح نہایت چالاک تھا، اور ملوکیت کی اہمیت یا خود اپنے اقتدار کی طرف سے اسے کوئی شکوک نہیں تھے۔ اور اسی وجہ سے اس کی شخصیت کا نسبتہ اچھا اثر پڑتا ہے۔ وہ سکندر کے دعاوی الوہیت کا مخالف تھا۔

معمر تھا۔ ۳۱۹ ق م میں اپنی موت کے وقت اُس کی عمر اسی برس کی تھی، اس لئے جس وقت سکندر نے ایشیا کی طرف قدم بڑھایا ہے اُس وقت وہ ۶۳ سال کا اور تخت نشینی فیلقوس کے وقت ۴۰ سال کا ہوگا۔ انتی پاتر پرانے طرز کا مقدونی تھا، اور اُسے یونانی تمدن یا عام فتوحات کی حکمت عملی ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی، بلکہ اُسے ایشیا کی بجائے اپنے وطن مالوف مقدونیہ کی زیادہ پروا تھی وہ مبالغہ آمیزی یا غلو کو بالکل پسند نہیں کرتا تھا، چنانچہ جب سکندر کے غیاب میں یہ یورپی حصہ جات سلطنت پر حکومت کرتا تھا تو اپنی بے لطف طبیعت کی وجہ سے اُسے بار بار اولمپیاس سے جھگڑے مول لینے پڑے۔ وہ اپنے ملک کے دشمنوں کو سزا دینے میں ذرا دریغ نہیں کرتا تھا، اور اُس کے بُرے سلوک کی بدیہی مثال وہ برتاؤ ہے جو اُس نے جنگ لامیہ کے بعد ایتھنزی محبان وطن کے ساتھ روا رکھا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ خود غرض تھا یا کہ اُس نے اپنے خاندان والوں کو غیر معمولی فائدہ پہنچایا تھا، اگر ایسا ہوتا تو وہ اپنا جانشین اپنے بیٹے کاساندر کی بجائے ایک معمر شخص پولیس پرخون کو کیوں مقرر کرتا۔ باب ۳

عمر کے اعتبار سے دوسرا نمبر انتی گونوس کا ہے[۵] جس کے باپ کا نام فیلقوس تھا اور جو ۳۸۵ ق م میں پیدا ہوا تھا، چنانچہ وہ شاہ فیلقوس سے عمر میں بڑا اور دیموس تھنیس کا ہم عمر تھا۔ اُس نے اپنی عملی زندگی نسبتاً دیر میں شروع کی۔ سب سے پہلے اسے سکندر نے افروجیہ کا صوبہ دار مقرر کیا، اور چونکہ یہ صوبہ ایشیائے کوچک کے وسطی صحرا کے مغرب میں واقع تھا اور مشرق کی دو شاہراہیں یہیں سے چلتی تھیں (دیکھو باب ۴) اس لیے یہ بہت ہی اہم صوبہ تھا۔ بہرحال سکندر کی وفات تک انتی گونوس اس اہم عہدہ پر فائز رہا، لیکن اس نے مہمات ایشیا میں کوئی

---

۵ انتی گونوس۔ اس کا حسب نسب ڈروائے سن ۱/۷، ۲۷، ۱۰، ۴، ۱، ۸۷ / مقابلہ کرو A. l. V. H. ۱۲، ۱۳

باب ۳ قابل قدر حصہ نہیں لیا، اور سکندر کی وفات کے بعد تک، یعنی ۶۲ برس کی عمر تک وہ سیاسیات کی صف اوّل میں نہیں آیا۔ وہ بھاری بھرکم ضرور تھا لیکن یک چشم تھا جس کی وجہ سے اسے لوگ "غلطان چشم" کہتے تھے۔ انتی گونوس بڑا ہوشیار اور با اصول شخص تھا اور روپیہ جمع کرنے میں مشتاق تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس کی سالانہ آمدنی گیارہ ہزار تالنت تھی، اور اس کے خزانے کا اندازہ ۳۵ ہزار تالنت کیا گیا ہے۔ وہ حاضر جواب تھا، اور بہت سی کہاوتیں اس کی طرف منسوب کی جاتی ہیں۔ وہ خوش خلق ضرور تھا، لیکن اگر کوئی اس کے یک چشم ہونے پر ہنسی اڑاتا تو وہ اس کا روادار نہ ہوتا، چنانچہ جب خیوس کے سوفسطائی تھیوکریتوس نے اس کی تضحیک کی تو اسے اپنی زندگی سے ہاتھ دھونا پڑا۔ بہ نسبت سپہ سالاری کے انتی گونوس کو تنظیم کا زیادہ ملکہ تھا۔ اس نے یومنیس کو لڑ کر نہیں بلکہ دغا فریب سے مغلوب کیا۔ مصر کے خلاف اس نے کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا، اور ہمارا خیال ہے کہ وہ لیزی ماخوس و سلیوکوس کے چنگل میں صرف اسی وجہ سے پھنس گیا کہ اس نے ان پر علیحدہ علیحدہ حملے نہیں کیے۔ اسے اپنے بیٹے دیمتریوس پر مکمل اعتماد تھا، اور ان دونوں کے باہمی تعلقات نہایت اچھے تھے۔ جنگ ایسوس کے واقعات سے اس اعتماد کا پتا لگتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ذہنی اطمینان کا کس قدر مادہ تھا۔ کہتے ہیں کہ اس معرکے میں جب دشمن اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھا تو اس کے مصاحبوں نے اس سے کہا کہ جہاں پناہ، غنیم آپ کی طرف بڑھ رہا ہے، اس نے معاً جواب دیا کہ

باب ۱۳

بڑھنے دو، میرا بیٹا مجھے آکر بچا لے گا، اور اسی انتظار میں اُس نے لڑکر جان دے دی! یہ افروجیہ میں اپنا نام چھوڑ کر مرا! لکھا ہے کہ اُس کی موت کے بعد کسی نے ایک کسان کو زمین کھودتے دیکھا اور پوچھا کہ بھائی کیا کر رہے ہو تو اُس نے جواب دیا کہ میں انتی گونوس کو ڈھونڈ رہا ہوں!۔

انتی گونوس کے بعد بطلیموس کو لیجیے جو ارسی نوئے اور طبقۂ ادنیٰ کے ایک شخص مسمّیٰ لاگوس کا بیٹا تھا[۶]، گو عام طور پر یہ مشہور تھا کہ وہ خود شاہ فیلقوس کے نطفے سے پیدا ہوا ہے، اور اگر ہم مختلف تاریخوں پر غور کریں تو یہ استدلال بعید از قیاس معلوم نہیں ہوتا۔ وہ ۳۶۷ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ وہ بہادر، تنومند، قابل اعتماد اور سکندر کا وفاشعار ملازم تھا۔ اسی نے بیسوس کو قید کیا تھا۔ اُس نے مصر کی حقیقی اہمیت کا اندازہ کر کے سکندر کی موت کے بعد ہی اُس پر قبضہ کر لیا، اور کبھی مکمل سلطنت پر قبضہ کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لایا، جس سے اُس کی زیرکی اور ہوشیاری کا ثبوت ملتا ہے۔ فرمانروائے مصر کی حیثیت سے اُس نے پہلے تو پردِکاس اور اسکے بعد انتی گونوس

---

۶ بطلیموس۔ کلیس Cless نے پاؤلی کی "محیط" Pauly's R. E. ۱، ۶ ۱۷۹/۱۹ میں اس کا پورا حال لکھا ہے۔ خطاب "محافظ"، پئوسانیاس ۱، ۸، ۶ (رھوڈزیوں کی شکرگزاری)؛ Arr. ۶، ۱۱، ۸ (جہاں یہ غلط بیانی کی گئی ہے کہ یہ خطاب سکندر کے چھڑانے کی وجہ سے ملا تھا)؛ سال ۲۶۱/۲۶۰ ق م میں اس خطاب کا اُس کے بیٹے نے اعلان کرایا؛ فہرست نوادر رفائۂ برطانیہ، "بطلیموس" ۲ صفحہ XXXX مقابلہ کرو کیوہلر: رُوداد اکادمیہ برلن، فروری ۱۸۹۱ء۔ پ گارڈنر "ابواب جدید" صفحہ ۴۵۲ میں کہتا ہے کہ بطلیموس اوّل سے زیادہ منصف مزاج حکمراں مشکل سے ملیگا، لیکن مجھے اُس کے انصاف کی کوئی خاص مثال نہیں ملی۔

باب ۷

و دیمتریوس کی جو مقاومت کی اس سے اُس کی ہمت اور تدبیر کا اندازہ ہوتا ہے۔ اُس نے کتابیں تصنیف کر کے علمی میدان میں بھی اپنا نام پیدا کیا، چنانچہ اُس کی تاریخ سکندر اعظم اُس کے ہم عصروں میں بہت مقبول تھی۔ اُس نے فلادیلفوس کے حق میں تخت سے دست برداری دے کر اپنی بے غرضی کا ثبوت دیا، اور اس واقعے کے دو سال بعد، یعنی ۲۸۳ق م میں ۸۳ برس کی عمر پاکر راہی ملک عدم ہوا۔ سکندر کے جانشینوں نے جو شاہی خاندان قائم کئے اُن میں سب سے طویل خاندان بطلیموس ہی کا تھا جس نے مصر پر تقریباً تین سو برس حکومت کی، جس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اُس کے بانی نے جو طرز حکومت قائم کیا تھا وہ مُلک کے حسب حال تھا۔

لیزی ماخوس، جو اگاتھوکلیس ساکن تھسلی کا بیٹا تھا، ۳۶۱ق م میں پیدا ہوا تھا[۵] وہ بادشاہ کے جیش حفاظت کا رکن تھا، اور

[۵] لیزی ماخوس: کلیس Cless کا مضمون پاؤلی کی "محیط" میں، ۴، ۳، ۱۳۰۲: اسکے متعلق جو واقعات ہیں وہ پوسانیاس ۱، ۹، ۱۰ میں ملیں گے۔ وہ سکندر کے سررشتے کا ایک بہادر رکن تھا۔ اسے تھریس کا جائزہ دار بنایا گیا، اور اس حیثیت سے اُسے سات سال تک بربریوں سے جنگ آزمائی کرنی پڑی جن میں سے سب سے ممتاز اودریسی سیوتھیس سوم تھا، اور ہم دیکھتے ہیں کہ وہ ۳۱۵ق م تک انتی گونوس کے مدمقابل کی حیثیت سے فریقی آویزشوں میں شریک نہیں ہوتا۔ دیودوروس ۱۹، ۷۷، کے مطابق وہ بیزنطیوں کو انتی گونوس کے ساتھ ملنے سے باز رکھتا ہے۔ جنگ اِپسوس کے بعد اُس نے جو ہوشیاری دکھائی اُسکے لئے دیکھو کلیس، ۱۳۰۶–۱۳۰۹

شہر لیزی ماخیہ نے جسے اب ہگزاملی کہتے ہیں، ہمسایہ کاردیہ کی جگہ لے لی۔ یہ شہر سطح سمندر سے تقریباً ۶۰۰ فٹ بلند تھا اور بحر تھریس اور

باب ۳

نہ صرف فطرتاً بہادر تھا بلکہ تدبیر جنگی میں بھی کامل تھا اُسنے انتی گونوس کے ساتھ جنگ کے دوران میں کسی فیصلہ کن معرکے سے گریز کر کے اپنی سپہ سالارانہ قابلیت کا ثبوت دیا اور چونکہ انتی گونوس کی فوج اُس کی فوج سے زیادہ تھی اس لئے سلیوکوس کے آنے تک وہ اپنے حریف سے دست و گریبان نہیں ہوا۔ وہ ایک نفیس خطے پر قابض تھا جس میں تھریس وایشیائے کوچک کا ایک حصہ شامل تھا، اور ساتھ ہی اُس نے اپنے خزانے میں ایک بڑی رقم جمع کرلی تھی جس کا غاروِنی لاکس کے موقع پر مضحکہ اڑایا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ہیلیس پونٹ دونوں سے اس کا فاصلہ مساوی تھا۔ درآنحالیکہ کاردیہ کا تعلق صرف بحر تھریس سے تھا، ہیلیس پونٹ سے نہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ ایشیا کی اہمیت پہلے سے بہت بڑھ گئی تھی۔

پلوٹارک: "دمیوس تھنیس" ۲۵ میں لیزیماخوس کو "گازو فی لاکس" کا لقب دیا ہے۔ پرگامم میں نو ہزار تالنت کا خزانہ تھا (جسے فلے تائروس نے غبن کرلیا)؛ پولی اے نوس (۴، ۹، ۴) نے سارڈس میں بھی اس فرماں روا کے ایک خزانے کا ذکر کیا ہے اور استرابو (۷، ۳۱۹) سے تری زس (تھریس) میں ایک اور خزانے کا پتا چلتا ہے۔

لیزی ماخوس نے تھی تیہ کے شہر انتی گونیہ کا نام بدل کر اپنی بیوی کے نام پر نقیہ رکھا۔ اس کے علاوہ اس نے کئی شہر آباد بھی کئے؛ ان کے لئے دیکھو کون۔ "قدیم بلدیات کے محل وقوع" Kuhn : Enstehung der Staedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء، ص ۳۳۵/۳۶۲ ۔

لیزی ماخوس فلسفیوں کو نکال باہر کرتا ہے Ath ۱۳، ۶۱۰ ۔

ل، میڈلرسٹے کتابچہ ۳، ۴۴۴ میں پیولمان Poehlman نے ٹھیک کہا ہے کہ لیزی ماخوس کے سکوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جن شہروں نے انھیں رائج کیا وہ اس کے دست نگر ہوں گے؛ بلکہ صرف اس خاص نوع کے سکوں کی مقبولیت کا پتا لگتا ہے

لیزی ماخوس کے لئے دیکھو نیز سے Niese ۱، ۳۹۶/۳۹۹ ۔

باب ۳ گیا۔ انتی گونس اور سلیوکوس کی طرح اُس نے نئے شہر آباد کرنے کی اہمیت تسلیم کی، چنانچہ اُس نے ہیلیس پونٹ پر لیزی ماخیہ آباد کیا اور سمرنا کی از سرِ نو تعمیر کا حکم دیا۔ وہ قطرتاً جلاب زر تھا، اور جب اُس نے ایشیائے کوچک کے کنارے کے شہروں میں اپنے سکوں کی نقل مروج دیکھی ہوگی تو اُسے ضرور اطمینان ہوا ہوگا۔
لیکن امتدادِ زمانہ سے اُس کی طبیعت میں تنگ خیالی ہی نہیں بلکہ کمینہ پن بھی آتا گیا جس کی وجہ سے آخر کار خود اُس کا کام تمام ہو گیا۔ اُس نے خود لکھ کر ایک خط پرھوس کو بھیجا اور اُسے دھوکے میں ڈالنے کے لئے یہ ظاہر کرایا کہ یہ خط بطلیموس کے پاس سے آیا ہے؛ اُس نے سلیوکوس کو دو ہزار تالنت اس شرط پر دینے کا وعدہ کیا کہ وہ دیمترلوس کا خاتمہ کردے گا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے پرانے ساتھی سے کس قدر کم واقف تھا۔ اُس نے کیرانوس کی باتوں کا یقین کر کے اپنے نہایت ہی قابل بیٹے اگاتھوکلیس کو جان سے مروا ڈالا، اور مقدونیہ پر قبضہ کرنے کی غرض سے اپنے داماد انتی پاتر کا خاتمہ کر دیا۔ اس کے مظالم کی وجہ سے اس کے ساتھیوں نے اُس کا ساتھ چھوڑ دیا، اور جب وہ میدانِ جنگ میں مارا گیا ہے تو سوائے ایک جاندار کے کسی نے اُس کی لاش کی طرف التفات نہ کیا، اور وہ جاندار اُس کا کتّا تھا۔
سلیوکوس، جو لائوڈیکے اور سپہ سالار انطاکوس کا (یا جیسا اُس کے خوشامدی کہتے تھے، اپولو کا) بیٹا تھا، ۳۵۳ ق م میں پیدا ہوا۔[۵] سلیوکوس بڑا طاقتور شخص تھا، اور قصّہ مشہور ہے کہ ایکمرتبہ

[۵] سلیوکوس نکلیس، پاؤلی ۲، ۱، ۹۲۳–۹۳۶؛ بابلون: "شاہانِ سوریہ" Babelon: Rois de Syric صفحۂ ۱۱ تا ۲۲ صفحہ XXXIX – جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، اس لنگر میں جس کا تعلق اپولو سے فرض کیا جاتا ہے (جسٹن ۱۵، ۴)

باب ۸ اُس نے خود سکندر کے سامنے ایک جنگلی سانڈ کو نیچا دکھایا تھا۔ وہ پردکاس کے اثر کی وجہ سے خلیارخ مقرر ہوا تھا۔ لیکن وہ وقت بھی آیا جب اُس نے خود پردکاس کے خون میں اپنے ہاتھ رنگنے سے گریز نہیں کیا۔ وہ زیرک اور مستقل مزاج تھا، اور لوگ اُسے سکندر کے سپہ سالاروں میں بہترین تصوّر کرتے تھے۔ ساتھ ہی اُس میں اعلیٰ درجے کی انتظامی قابلیت بھی تھی۔ اُسنے شہر آباد کئے، کاشتکاری، افزائش نسل اسپاں، تجارت اور فنون لطیفہ سب ہی کی سرپرستی کی اور سب ہی کو فروغ دیا۔ انطاکوس کی بیماری کے قصے سے، جس کی طرف ہم ناظرین کی توجہ عنقریب مبذول کریں گے، اُس کی اچھی خصلت کا اظہار ہوتا ہے، اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اور اپولو میں کوئی تعلق نہیں۔ بابل کے سکوں پر پہلی مرتبہ انگر کی شکل جو بنائی جاتی ہے وہ اُس وقت جب سلیوکوس صوبہ دار مازائیوس کے جانشین کی حیثیت سے وہاں سکے ڈھالتا ہے۔ مقابلہ کرو App. Syr ۵۶ کا فقرہ (جسے بابلون Babelon نے نقل کیا ہے) جس کے مطابق سلیوکوس کی ماں کو لنگر والی انگوٹھی ملتی ہے جسے سلیوکوس نے دریائے فرات کے قریب گما دیا تھا، اور اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اُس کی قسمت میں اس دریا کی حکومت لکھی ہے۔ مجھے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس دریا کا تعلق بابل سے ہوگا۔

افسانے: جسٹن ۱۵، ۴۔ انہیں سے بعض لیزی ماخوس کے افسانوں کے مطابق یہاں سلیوکوس ایک سانڈ پر غلبہ پاتا ہے (App. Syr ۵۶)؛ لیزی ماخوس ایک شیر کو مغلوب کرتا ہے (جسٹن ۱۵، ۳)؛ دونوں کے سروں پر اتفاقاً کپڑا باندھ دیا جاتا ہے اور اُسے آئندہ ملوکیت کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔ سکوں پر سلیوکوس کی نشانی سینگوں والا گھوڑا ہے۔ بابلون جن شبیہوں کو سلیوکوس کی بتاتا ہے اُنکے سینگ بھی ہیں اور پٹی بھی۔ سکندر کی طرح سلیوکوس ایتھنز پر تحائف کی بوچھار کرتا ہے: کرتیوس: بلدی تاریخ Curtius : Stadtgesch ۲۴۲۔

باب ۷ اُس میں جو فطری شرافت تھی اُس کا اندازہ اس واقعے سے کیا جا سکتا ہے کہ جب اُس نے میدان میں لیزی ماخوس کو نیچا دکھایا ہے تو اُس نے یہ خواہش ظاہر کی کہ اپنی زندگی کے آخری ایام اپنے وطن مالوف مقدونیہ میں کاٹنے کی اجازت دی جائے۔ اُسے کیرانوس نے جو دھوکا دیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسکی ذہنیت کی سطح اس قابل نفرت شخص کی ذہنی سطح سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھی۔

جن لوگوں کا ہمیں بیان کرنا ہے اُن میں صرف یومنیس ہی ایسا ہے جو نسلاً یونانی تھا۔ وہ کاردیہ کا باشندہ تھا، اور تقریباً ۳۶۱ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ سکندر کے عہد میں وہ ایک ذی اثر عہدے پر ضرور ممتاز تھا، لیکن اُس کے رتبے کو ہم درخشاں نہیں کہہ سکتے۔ (دیکھو جلد ۳، باب ۷، ۲)۔ نہ اُس زمانے میں اُسے ایک قابل سپاہی سمجھا جاتا تھا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ سکندر کی موت تک اُسکی سپاہیانہ قابلیت خفتہ ہی رہی لیکن اس واقعے کے بعد اُس نے اپنے آپ کو عمدہ سپاہی، اور دور اندیش سپہ سالار اور آزمودہ کار مدبر ثابت کر دکھایا۔ وہ اس فن سے واقف تھا کہ سپاہیوں کے احساسات کو کس طرح سے کام میں لانا چاہیئے اور اُن پر کس طرح اثر ڈالنا چاہیئے، اور یہ اُس کے سکندر والے خیمے کو نصب کرنے کے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے۔ جب انتی گونوس نے اُسے نیچا دکھانا چاہا تو اُسے اس کے لئے مکر و فریب کرنا پڑا۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس نے تو خود سلطنت کے اُصول اور خاندان شاہی کی پشت پناہی کر کے اپنے راستے میں گویا کانٹے بو لئے۔ اگر وہ دوسروں کی تحریکات کو سنتا، جو اُسے اپنا جانبدار بنانا چاہتے تھے تو شائد اُس کی جان بچ جاتی۔ اخلاقی اعتبار سے وہ بہترین مقدونیوں، جیسے سلیوکوس، بطلیموس اور انتی گونوس سے کچھ کم نہ تھا، اور سپہ سالار و مدبر کی حیثیت سے بطلیموس و انتی گونوس کا کم از کم ہم مرتبہ ضرور تھا، بلکہ شائد انتی گونوس سے تو بڑھا ہی ہوا تھا۔ اُس پر اختلافی

باب ۳ زمانے میں اُس کی ہستی یونانیوں کے لیئے قابل فخر تھی۔ دوسرے سپہ سالاروں کے برخلاف اُس کی بدقسمتی یہ تھی کہ قوم اُس کا ساتھ دینے کے لیئے تیار نہ تھی، درآنحالیکہ اُس کے دوسرے ساتھی محض اپنا مقدونوی حسب نسب جتلا کر مُلک کے ہر حصے سے اپنے ہمنوا جمع کرسکتے تھے۔ اس آخری بڑے یونانی سپہ سالار نے اپنے آپ کو ایسے مقصد سے وابستہ کرکے جو نصف ناکام ہوچکا تھا، اور اُس پر خود اپنی قربانی چڑھا کر یہ ثابت کردیا کہ یونانیوں میں اب بھی مطلمیت اور وفاداری کی روح باقی ہے، اور اب بھی وہ مقدونیوں پر سبقت لیئے ہوئے ہیں۔ چونکہ آجکل یونانی خصائص کے ساتھ تعصب کا برتاؤ کیا جاتا ہے اس لئے ہمیں ناظرین کی توجہ اس خاص بات کی طرف مبذول کرنی ضروری تھی۔

سکندر کے جانشینوں کے بعد ہم اُن کے تابعین کیطرف متوجہ ہوتے ہیں، اور ان دونوں کے درمیان کاساندر بمنزلہ ایک کڑی کے ہے[۹] کاساندر انتی پاتر کا بیٹا تھا۔ وہ تقریباً ۳۵۰ ق م میں پیدا ہوا اور اس طرح سلیوکوس کا کم و بیش ہم عمر تھا۔ وہ فطرتاً درشت مزاج اور ضدی واقع ہوا تھا۔ ایشیا جانے کے بعد

---

[۹] کاساندر۔ فون ولاموویتز کے نزدیک وہ ہر کام ٹھنڈے دل سے اور سمجھ کر کرتا تھا لیکن .Arr. 7. 27 اور پلوٹارک: "سکندر" ۷۴، کے مطابق وہ جوشیلا تھا، اور اُس کے جذبات مشکل سے قابو میں آتے تھے، اور بعض مرتبہ واقعات کے گزرجانے کے بعد بھی وہ اپنے آپے سے باہر ہوجاتا تھا۔ اُسکی رعایا کے لئے یہ قسمت کی بات تھی کہ اُسکی حکومت کبھی مستحکم نہیں ہوئی، گو فون ولاموویتز کا خیال ہے کہ وہ بادشاہ رہتا تو کلٹی قوم اتنا نقصان نہ پہنچاتی لیکن ہمیں یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ اُسکی مدافعت کیرانوس سے زیادہ کرسکتا، اور ہم عام نقطۂ نظر سے کہہ سکتے ہیں کہ اس زمانے کے دوسرے حکمرانوں کیطرح اس فرمانروا کی موت سے مُلک کو کوئی زیادہ نقصان نہیں پہنچا۔

باب ۳ اُس کے ساتھ سکندر نے اچھا برتاؤ نہیں کیا، اور اُس کی حکومت کے اختتام پر بھی اُس کا طریقہ کچھ اچھا نہیں رہا، جس کی وجہ سے جب تک وہ زندہ رہا برابر اُس کے دل میں بادشاہ کی طرف غیظ و غضب کی آگ بھڑکتی رہی، اور بادشاہ کی موت کے بعد اُس نے شاہی خاندان سے انتقام لیا۔ اُس کے اور اولمپیاس کے باہمی تعلقات پہلے ہی سے خراب تھے، چنانچہ موخرالذکر نے اپنے حریف کے خاندان کے ساتھ بھی بہت برا سلوک کیا۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے اولمپیاس، سکندر اصغر اور اُس کی ماں روشنک کو جان سے مروا ڈالا، اور پولیس پرخون کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ سکندر کے دوسرے بیٹے ہرقل کا بھی خاتمہ کردے۔ وہ ۲۹۷ھ ق م میں دق سے مرگیا۔ اُس کے بڑے بیٹے میں تو باپ کا کمزور نظام جسمانی گویا عود کر آیا تھا، اور باقی جو اولاد تھی اُس میں انتی پاتر کی سرد مہری اور تدبیر، جو کاساندر میں سخت گیری اور تشدد کی صفت میں منقلب ہوگئی تھی، اب ادنیٰ درجے کے ظلم وستم کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔ بڑا بیٹا فیلقوس تو چار مہینے سلطنت کرنے کے بعد وفات پاگیا، باقی دو میں سے انتی پاتر نے تو اپنی ماں ہی کو قتل کرا دیا اور اس کے بعد اپنے خسر لیزی ماخوس کے حکم سے اپنے جرم کی پاداش کو پہنچا؛ تیسرا بیٹا سکندر چاہتا تھا کہ دیمتریوس کو مروا ڈالے لیکن موقع پاکر دیمتریوس ہی نے اُس کا کام تمام کر ڈالا۔ اس طرح انتی پاتر کے خاندان کا صفایا ہوگیا، اور اس کے خاتمے سے مقدونیہ کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا۔

جس طرح کاساندر میں انتی پاتر کے تمام خصائل اپنی پوری شدت اور ابتری کی حالت میں موجود تھے اسی طرح دیمتریوس میں انتی گونوس کی عادتیں مبالغہ آمیزی کے ساتھ بھری تھیں، لیکن

باب ۱۲ فرق صرف یہ ہے کہ اُس میں انتی گونوس کی خود غرضی یا اُس کی عمدہ صفات کا شائبہ بھی نہ تھا[نله] وہ ایک خوبرو جوان تھا۔ اُس کی تدبیریں عظیم الشان تھیں، وہ اپنے دشمنوں، مثلاً بطلیموس، کے ساتھ شجیعانہ برتاؤ پسند کرتا تھا، اور اپنے دوستوں، مثلاً متھرا داتیس، کے ساتھ ایثار کرتا تھا اور جو کچھ کرتا تھا سوچ بچار کرکے کرتا تھا۔ وہ طبعاً آرام طلب تھا، لیکن صرف اُس وقت عیش و عشرت میں مبتلا ہوتا تھا جب اُسے تفکرات نہ ہوتے اور اطمینان چین کیساتھ زندگی بسر کر سکتا۔ اُسے نہ صرف اپنے ذاتی رکھ رکھاؤ بلکہ فوجی

نله دیمتریوس۔ اس دلچسپ شخص کا ہمدردانہ خاکہ فون ولاموو تز ۱۸۷ میں ملیگا۔ مقابلہ کرو ہرمان تومزر: "مملکت قدیم" Hermann Thumser : Staat salt

{۱۳۵۔ اس کا افسوس ہے کہ واقعات کے جلد جلد پیش آنے کی وجہ سے دیمتریوس کو کافی تعلیم نہیں ملی، لیکن اس کے بغیر بھی وہ کیا بلحاظ انسان کے اور کیا بلحاظ مدبر کے الکبیادیس سے کہیں برتر ہے، گو ان دونوں میں بہت سے خصائص مشترک ہیں۔ وہ اگر کسی کا ہمنوا ہو جاتا تو اُس کے ساتھ ہمیشہ شجیعانہ اور وفادارانہ برتاؤ کرتا، اور اس کے برعکس اگر ہم الکبیادیس کو دیکھیں تو ان صفات کے فقدان کی وجہ سے اس کا اثر ہمارے دلوں پر نہایت بُرا ہوتا ہے۔ لیکن رفتہ رفتہ دیمتریوس کے اخلاقی توازن میں بھی خامی پیدا ہوگئی، مثلاً دیکھو پلوٹارک: "دیمتریوس ۴۳" میں جہاں اس کی بہ نسبت اس کے بیٹے میں جذبہ انسانیت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ باپ تو اپنی زندگی کے اختتام پر ایشیائے کوچک
میں سرفروشانہ مہم سر کرتا ہے، اور بیٹا یونانی صوبوں پر اس قدر خاموشی ۱۰
کے ساتھ حکومت کرتا ہے کہ اگر بعد میں وہ یونان کو فتح مقدونیہ کا مرکز نہ بناتا تو شائد کسی کو معلوم بھی نہ ہوتا کہ وہ یونان پر قابض ہے۔ تاریخ یونان کے نقطۂ نظر سے دیمتریوس کو ایتھنز کے ساتھ جو لگاؤ اور اُنس تھا اس کی وجہ سے اُس کی اہمیت کچھ کم نہیں ہے۔

باب ۳ تیاریوں میں بھی ظاہری بناوٹ کی طرف رجحان تھا، مثلاً کہیں محاصرہ کر رہا ہو تو اُس کا سب سے بڑا مقصد یہ ہوتا تھا کہ اپنی قوت کا مظاہرہ بڑے پیمانے پر کرے، چنانچہ جب اُسے رھوڈز کے محاصرے میں ناکامی ہوئی تو اُس نے یہ سوچ کر اپنے ضمیر کو اطمینان دے لیا کہ خیر اس سے پہلے کسی نے ایسے محاصرے کی ہمت ہی نہیں کی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اُس نے رھوڈزیوں کو ہیلیپولس تحفتہً دے کر شہر والوں کی کامیابی پر گویا مہر ثبت کر دی۔ اس کا لقب "پولیورکی تیس" یعنی "محاصرہ کن" مشہور ہو گیا، اور یہ بالکل درست بھی تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ سپہسالاری میں وہ اپنے باپ سے کچھ بہتر نہیں تھا۔ امتداد زمانہ سے اُس کے نقائص بڑھتے ہی گئے، اور اپنے تلوّن کی وجہ سے وہ مُلک پر اطمینان سے حکومت کرنے کے قابل نہیں رہا بادشاہ مقدونیہ بننے کے بعد اُس کا مقصد یہ ہو گیا کہ حکمران کے بے کیف فرائض کا بوجھ اُٹھائے بغیر شاہی تزک و احتشام کے ساتھ رہے۔ اسکے پاس جو درخواستیں آتی تھیں اُنھیں وہ پانی میں پھینک دیتا تھا۔ لیکن ساتھ ہی وہ خوش خلق بھی تھا، چنانچہ اُس کے خلق کی ایک مثال لکھی ہے کہ ایک مرتبہ جب ایک بڑھیا نے اُسے بُرا بھلا کہا تو وہ فوراً اپنے فرائض منصبی پورے کرنے کے لئے تیار ہو گیا اور کچھ مدت تک اچھی طرح سے حکومت کرنے لگا۔ اُس نے بہت سی باتوں میں سکندر اعظم کا اتباع کیا، مثلاً اُس کی طرح اسے بھی ایتھنز سے عشق تھا، جہاں وہ بار بار جاتا تھا، گو اُس کا یہ جانا صرف ذہنی ارتقاع کے لئے نہیں تھا، اور جیسے سکندر نے گرانی کوس کے مال غنیمت سے ایتھنز کو زرہ بکتر روانہ کئے تھے اسی طرح اس نے بھی سالامس سے روانہ کئے۔ بعض کے نزدیک وہ بہ نسبت سکندر کے الکبیادیس سے زیادہ مشابہ تھا، یہ نہیں تو کم از کم اُس کے پرائیوس میں اُترنے اور اُس کی خانگی زندگی سے ہمیں الکبیادیس

باب ب

کی یادتازہ ہوتی ہے۔ بلا شبہ وہ اتنا اچھا سیاست داں نہ تھا جیسا الکبیادیس، لیکن وہ اُس سے کہیں زیادہ عالی منش اور خوش خُلق تھا الکبیادیس کے برخلاف اُس نے اپنے آپ کو مغلوب ہوجانے دیا اور یہی بس اُس کا خاتمہ تھا۔ ہمارے نزدیک اُس نے ایتھنزیوں کے ساتھ جو برتاؤ کیا وہ اُسے نہایت ناشکرانہ معلوم ہوا ہو۔ وہ باپ بھی اچھا تھا اور بیٹا بھی، اور اِس خودغرضانہ عہد میں یہ ایک نہایت ہی قابل تعریف بات تھی۔ وہ ۳۳۷ ق م میں پیدا ہوا تھا اور صرف ۵۴ برس کی عمر میں ۲۸۳ ق م میں مرگیا۔ کچھ عرصے کے لئے وہ سمندر کا مالک اور بحری ڈاکوؤں کا حکمران بن گیا تھا، اور جب اُسے اپنے ہتھیار ڈال دینے پڑے تو اُس نے مُلک میں لوٹ مار کا پیشہ اختیار کرلیا۔ اس زمانے میں انفرادیت کو جو عروج حاصل ہوا تھا اس کا پورا اظہار دیمتریوس میں ہوگیا، اور اُس کے افعال میں بہ نسبت اپنے حریفوں کے انانیت کے اظہار میں جو کمی نظر آتی ہے اس کی وجہ سے اُس نے گویا اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری۔ واقعہ یہ ہے کہ زمانے کی کچھ اس قسم کی حالت ہوگئی تھی کہ بے مقصد شخص خواہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ دیمتریوس اپنے زمانے کا گویا سرفروش مبارز تھا اور اریوستو کے اسلوب میں کسی رزمیہ تالیف کا آسانی سے موضوع بن سکتا تھا۔ اُس کی صفات کے مدنظر اگر ہم اُسے پیرنا بالغ کا لقب دیں تو یہ غلط نہ ہوگا۔

ہم بطلیموس اوّل کے بیٹے اور جانشین کا حال کچھ دیر بعد بیان کریں گے۔ وہ انطاکوس ولد سلیوکوس کی طرح (جس کا متعاقب ذکر کیا جائے گا) میدان جنگ میں کارہائے نمایاں کا اتنا اہل نہ تھا جتنا کسی موروثی مُلک پر امن و امان سے حکومت کرنے کا۔ وہ "تابعی" ضرور ہے، لیکن ایک دوسرے، شائد صحیح تر معنی میں لغت کا جہاں تک اعتبار ہے "تابعین" یعنی فرزندان جانشینان سکندر

باب ۳

ہیں، جنھوں نے اپنے آبا کا کام جا ہے کم ہی قابلیت کے ساتھ جاری رکھا، ہمیں بطلیموس کیرانوس کو شریک کرنا چاہیئے[۱۱۵] اُس کے باپ نے اُس کے خصائل کا صحیح اندازہ کر کے اُس سے تخت سے محروم کر دیا۔ فضائے تاریخ میں کیرانوس مصر چھوڑنے کے بعد ہی نمودار ہوتا ہے۔ اُس وقت اُس کی عمر تیس سال کی ہوگی۔ اس کے افعال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کس قسم کا شخص تھا۔ وہ لیزی ماخوس کے پاس بھاگ جاتا ہے، جس کی بیوی خود اُس کی بہن ارسی نوئے تھی؛ اس بہن سے ناجائز تعلق پیدا کر لیتا ہے تاکہ بادشاہ کے بیٹے کو انجام کو پہنچا سکے، آخر اس بیٹے کا خاتمہ کر دیتا ہے، پھر سلیوکوس کے پاس بھاگ جاتا ہے اور اُس کا بھی خاتمہ کر کے اپنے آپ کو مقدونیہ و تھریس کا مالک بنا لیتا ہے، خود اپنی ماں جائی بہن ارسی نوئے سے نکاح کر لیتا ہے، اور اُس کے بچوں، یعنی اپنے بھانجوں کو اُس کے روبرو صرف اس لئے مار ڈالتا ہے کہ وہ تھریس کے جائز وارث ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ غالیوں نے ۲۷۹ق م میں اُسے نشانہ تیغ بنایا، اور ہم اس نتیجے پر خواہی نخواہی پہنچتے ہیں کہ غالیوں کا حملہ بے فائدہ نہیں ثابت ہوا۔ ہمیں یہ سوچ کر تھرتھری آتی ہے کہ دوران قیام مصر میں اس بدبخت نے کیا کیا نہ کیا ہوگا کہ اُس کے باپ نے فلادیلفوس کی کی والدہ کی خوشامد اور درخواست کو مان کر کیرانوس کو محروم الارث کر دیا۔

---

[۱۱۵] بطلیموس کیرانوس۔ ڈروائے سن نے اپنی کتاب ۲، ۲، ۳۳۹ میں جسٹینوس کے اس لفاظانہ فقرے کا مکمل ترجمہ کر دیا ہے جس میں اُس نے ارسی نوئے کے بچوں کے قتل کا حال بیان کیا ہے، (۲۴، ۲، ۳) اور اس سے اُس عہد کے اشخاص پر زبردست روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے ہمارے نزدیک جسٹینوس میں اس قسم کی جو تفصیل مندرج ہے اُس کی وقعت لفاظی سے زیادہ نہیں۔

باب ۳۷

پولیس پرخون کے خصائل کا بیان کرنے کے لئے جو معلومات درکار ہیں اُتنے پر ہم حاوی نہیں ہیں، اور پرمعوس کا ذکر متعاقب کیا جائے گا۔

جمہوریت پسند مدبروں میں ہم یہاں صرف ایتھنزیوں کا شمار کرسکتے ہیں[۱۲] - دیموس تھنیس اور فوکیون کا اس عہد سے کوئی تعلق نہیں اس لئے کہ ان دونوں کی زندگی کے صرف آخری ایام اس عہد میں آتے ہیں، اور یہی کیفیت ہی پریدیس کی ہے۔ بلاشبہہ دیمادیس جنگ خیئرونیہ تک سیاسیات کی صف اوّل میں نہیں آتا، لیکن اس کے بعد وہ نسبتہً گمنام زندگی بسر کرنے کے بعد تماشا گاہ سے غائب ہو جاتا ہے۔ دیموس تھنیس کا بھتیجا دیموخاریس کا نام آجتک اس توصیفی تحریک کی وجہ سے جو اس کے بیٹے لاخیس نے کی تھی، اُس وقت تک محو نہیں ہوا۔ اس تحریک میں اس امر کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اُس نے صرف جمہوریہ کی خدمت کی، اور ساتھ ہی کمال سادگی سے اس کا بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ اُس نے ایتھنز کے لئے شاہان مقدونیہ سے روپیہ حاصل کیا۔ تمائیوس نے اُس کی بُرائی اور پولی بیوس نے اُس کی تعریف کی ہے، لیکن موخرالذکر کی تعریف کرنے سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ اُس کی موافقت میں اُسے کسی خاص واقعے کا علم ہوگا۔

ایتھنزیوں اور دیمتریوس کی باہمی جنگ کے دوران میں لاخاریس نے اپنے آپ کو خودسر بنالیا تھا لیکن جو الزامات اُس کے سر تھوپے جاتے ہیں اُن کا وہ ہمارے نزدیک مستحق نہیں تھا۔ بلاشبہہ اُس پر خزانے کی چوری کا الزام لگایا جاتا ہے، لیکن اس کے برعکس یہ بھی واقعہ ہے کہ اُسنے محصور شہر میں مسلسل تادیر کیفیت قائم رکھی اور زمانۂ قحط میں مول لیا، جس کی

[۱۲] جمہوری مدبر، ہرمان توماتزر دی ۱۳۵ - فون ولاموو تز ۱۸۹ میں بہت اچھا بیان ملیگا۔ پولی بیوس نے ۲، ۱۲، ۱۳ میں جو دیموخاریس کو سراہا ہے اُس سے اُسکی مدبرانہ صفات پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔

وجہ سے اُس کی تعریف کرنا حق بحقدار رسید کا مصداق ہوگا۔ باب

دیمتریوس ساکن فالیروم کو مدبر کہنا درست نہیں، بلکہ وہ دراصل ایک عالم اور دُنیادار شخص تھا جسنے ایتھنز کے انتظام سے زمانے میں اپنی قابلیت کا سکّہ جما دیا تھا۔

عورتوں میں سب سے پہلے شاہی خاندان کی خاتونوں کا شمار

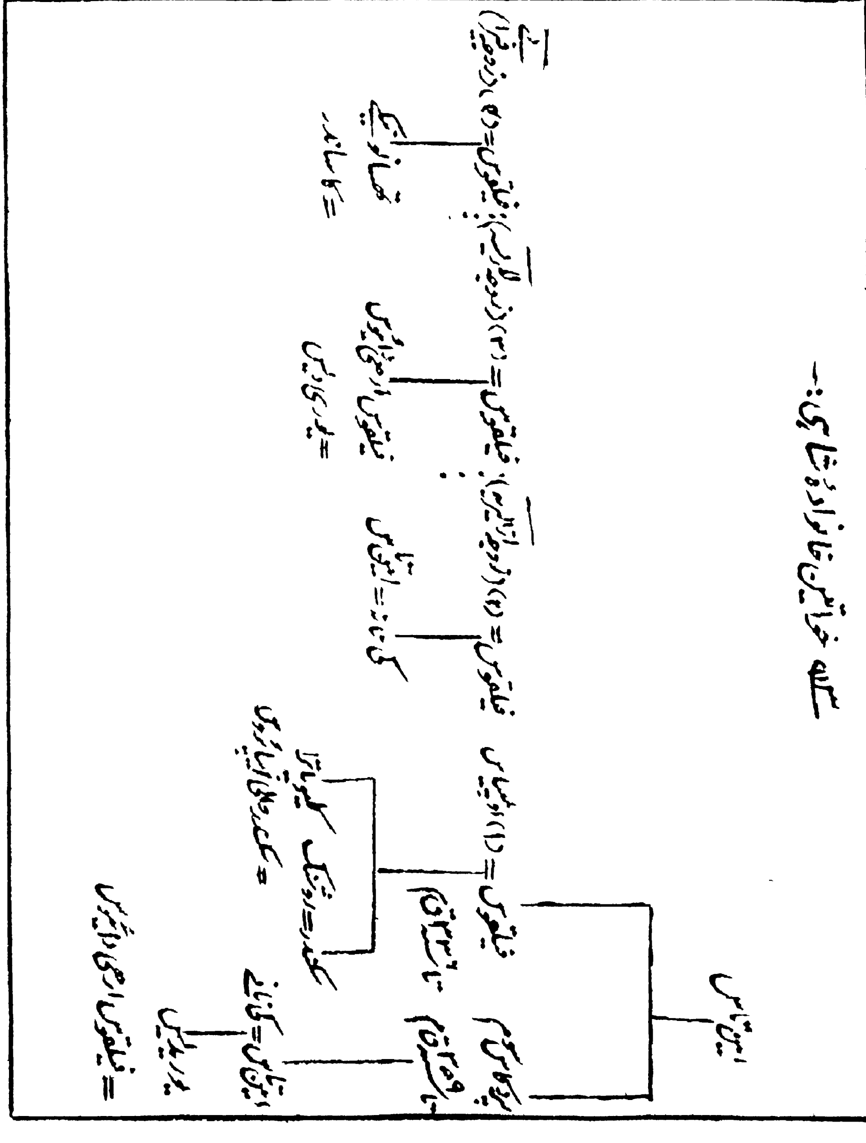

باب ۲ کیا جائے گا "اور ان میں پہلا نمبر اُس شیطان صفت ملکہ اولمپیاس کا ہے۔ اُس ملکہ کو اپنی زندگی میں، بچپن سے موت تک کیا کیا تجربے نہ ہوئے ہوں گے! اُس کا شوہر اُس سے کنارہ کشی اختیار کرتا ہے، پھر اُس کے بیٹے کی لاثانی کامیابیوں کی ابتدا ہوتی ہے، جس سے اولمپیاس کو اس وجہ سے کوئی خاص مسرت نہیں ہوتی کہ وہ خود مقدونیہ پر حکومت کرنا چاہتی تھی اور ظاہر ہے کہ یہ انتی پاتر کو پسند نہیں تھا۔ پھر سکندر اپنی نوجوانی ہی میں مرجاتا ہے، جس سے اولمپیاس کی سب خوشیوں پر گویا پانی پھر جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ اپنے میکے یعنی ایپائروس چلی جاتی ہے، لیکن وہاں قیام کرنے کی بجائے وہ پھر واپس مقدونیہ آکر یہاں مظالم کی بوچھار کرتی ہے، اور آخر کار نہایت ہی بھیانک طریقے سے ماری جاتی ہے۔ وہ ایک ایسی ہستی ہے جس کے سامنے تنقید کا منھ بالکل بند ہو جاتا ہے۔

اولمپیاس کی سی جبلت پھرت کینانہ اور یوریدیس میں بھی تھی۔ ان عورتوں کی بابت اس کتاب کے پہلے باب میں کافی لکھا جا چکا ہے۔ کینانہ ایک دلیر، تندآور عورت تھی، چنانچہ جب الیریہ کے ساتھ جنگ ہوئی تو اُس نے ملکۂ الیریہ کو، جو لڑائی میں شریک تھی خود اپنے ہاتھ سے تہ تیغ کیا۔ الکے تاس برادر پردکاس کو ایسے مقدونوی شکل سے مل سکتے تھے جو فیلقوس کی بیٹی پر وار کرنے پر راضی ہوتے۔ کینانہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ڈروائے سن (۲، ۲، ۲۰۷) کہتا ہے کہ جب اناسترس نے لیزی ماخوس سے نکاح کیا ہے اُس وقت وہ "بزرگی" کی حد کو پہنچ گئی تھی لیکن اس کے باوجود اُس نے بادشاہ کو "شیشے میں اُتار لیا"۔ حقیقت یہ ہے کہ اس ہوشیار بادشاہ کو تو مالدار شہر ہرقلیہ نے شیشے میں اُتارا تھا۔ یہ عجیب بات ہے کہ اُس زمانے کے فرمانرواؤں کو آجکل صرف اعلیٰ خصائل کا حامل ہی نہیں بلکہ اس قدر جذبات والا سمجھا جاتا ہے کہ انھیں راہِ آئین کے دردیوں کے اشخاص سے مطابقت دی جاتی ہے۔

باب ۳ اور اُس کی بیٹی یوریدیس کے مابین، جس نے نیم مجنوں بادشاہ کیساتھ تعلق کرکے سیاسی اثر پیدا کیا، بہت کچھ مماثلت پائی جاتی ہے۔

تھسالونیکے، جو فیلقوس کی فیرائے والی بیوی کے بطن سے پیدا تھی، کاساندر کی ملکہ بنی۔ کاساندر نے یہ رشتہ اس لئے پیدا کیا کہ اُس کے خیال کے مطابق اُس کی وجہ سے مقدونوی اُسکی عزّت کرنے لگیں گے۔ اس ملکہ نے تھرما کا نام بدل کر اپنے نام پر تھسالونیکا رکھا جو اب سالونیکا کے نام سے مشہور ہے۔ اُس کے زمانے میں جو باہمی تنازعات ہوئے اُن سب میں اُس نے حصہ لیا، اور چونکہ اُس کے بیٹے انتی پاتر کو یہ پسند نہ تھا کہ وہ اُس کے بھائی سکندر کی ہم نوائی کرے اس لئے اُس نے اپنی ماں پر ہاتھ صاف کیا اور اُسے جان سے مار ڈالا۔

اس سے ذرا پہلے، یعنی ۳۰۸ ق م میں فیلقوس کی ایک دوسری بیٹی کلیوپاترا کا (جو اولمپیاس کی بیٹی تھی) خاتمہ ہو چکا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اپنی ماں کے بہیمی جذبات میں سے بہت زیادہ ورثے میں ملے ہوں گے، اس لئے کہ جب وہ اپنے ماموں سکندر والئ ایپائروس کی بیوہ ہوئی، اور لیوناتوس و پردکاس دونوں کی قبل از وقت موت کی وجہ سے نکاح نہ کر سکنے کی وجہ سے اپنی دیرینہ خواہش پوری نہ کر سکی تو لیزی ماخوس و کاساندر کے نکاح کے پیاموں کو ٹھکرا کر وہ سارڈس چلی گئی تاکہ اپنی زندگی کے باقی ماندہ ایّام وہیں گزار دے۔ وہاں اُسے خیال پیدا ہوا کہ بطلیموس کیساتھ نکاح کرنا چاہئے، لیکن قبل اس کے کہ وہ ایسا کر سکے، انتی گونوس نے (حسب تفصیل بالا) اُسے مُلک عدم پہنچا دیا۔

ہمیں رُدشنک کی بابت جو کچھ کہنا تھا ہم اس سے پہلے ہی کہہ چکے ہیں۔

فیلہ دختر انتی پاتر کے حالات سے انسانی دلچسپی موجزن ہوتی ہے۔

باب ۳

اُس نے پہلے کراتیروس اور اُس کے بعد پولیورکی تیس سے شادی کی۔ اُس نے اپنے ممتاز شوہر کی بے شمار لغزشوں کو نظر انداز کر دیا اور جب اُس نے دیکھا کہ وہ اپنا پرانا رتبہ قائم نہیں رکھ سکا تو ۲۸۶ء ق م میں اپنے آپ کو ہلاک کر دیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس واقعے سے ایک سال بعد دیمتریوس اسی فیلہ کی بھانجی لطیلمائس کے ساتھ جو بطلیموس اور یوریدیکس کی بیٹی ہے، بعد تزک و احتشام نکاح کر لیتا ہے، اور اس شان و شوکت سے اُس عہد و نیز اس شخص کے خصائص کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔ فیلہ اور دیمتریوس کا بیٹا وہ عقلمند اور قابل انتی گونوس گوناتاس تھا جس نے بعد میں تاریخ یونان میں نام پیدا کیا؛ اور کراتیروس کے نطفے سے اُس کے جو بیٹا ہوا وہ مورخ کراتیروس ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ ارسی نوئے جو بطلیموس اوّل کی بیٹی تھی، نہایت ہوشیار اور سازشی طبیعت کی عورت ہوگی۔ اسکی شادی لیزی ماخوس سے ہوئی تھی۔ اُس نے اپنے سوتیلے بھائی کیرانوس سے مل کر اپنے سوتیلے بیٹے اگاتھوکلیس کو مار ڈالا اور اس کے بعد خود اپنے بھائی کیرانوس سے نکاح کر کے اُسے شیر کر دیا تا انکہ اسنے خود اُس کے بچوں کو جان سے مار ڈالا۔ اس وقت تک اُس نے اس کا کافی ثبوت دیا تھا کہ وہ سازشوں کے معاملے میں یکتا ہے، لیکن اپنی زندگی کے آخری ایام میں اُس نے اپنی دور اندیشی کا بھی ثبوت دے دیا۔ وہ مصر گئی اور وہاں اپنے حقیقی بھائی بطلیموس دوم کی بیوی بن کر اُس پر پورا قابو حاصل کر لیا٭ اس عورت کا حقیقی تعلق زمانۂ مابعد سے ہے۔

٭ [خدا جانے حقیقی بھائی کی بیوی بننا کس حد تک دور اندیشی پر دلالت کرتا ہے! مترجم اردو]

باب ۱۶ کراتے سی پولس، جو پولیس پرخون کے بیٹے سکندر کی بیوی تھی، بڑی تنومند اور زبردست عورت تھی۔ جب اس کا شوہر ۳۱۴ ق م میں قتل ہوا، اور شہر سکیون، جو اُس کے قلمرو میں شامل تھا، باغی ہو گیا، تو وہ خود ایک فوج لے کر گئی اور باغیوں کو شکست دے کر ان میں سے تیس کو سولی دے دی۔ اس کے بعد اُسنے پاترے کو اپنا مسکن بنالیا۔ ایک مرتبہ اُس کے ساتھ ملاقات کے دوران میں دیمتریوس گرفتار ہونے سے بال بال بچ گیا۔

اماسترس ایک معزز ایرانی بیگم تھی جس کی شادی سپاہیوں کی اُس عظیم الشان مجلس مناکحت میں کراتیروس کے ساتھ ہوئی تھی جو سکندر اعظم نے منعقد کی تھی۔ کچھ مدت کے بعد کراتیروس نے اُسے دیونی سیوس والیٔ ہرقلیہ کے حوالے کر دیا، اور اس جدید معاقدے کی وجہ سے اُس کا رتبہ اتنا بڑھا کہ گو وہ صرف چھوٹے ہی سے رقبے پر حکومت کرتا تھا، لیکن اُسے بجائے خود سر کے لقب شاہی اختیار کرنے کی ہمت ہو گئی۔ دیونی سیوس کی موت کے بعد سن رسیدہ اماسترس نے لیزی ماخوس کے ساتھ نکاح کر لیا، اور اپنے شوہر کے دل میں گھر پیدا کر لیا۔ لیکن باوجود اس عزت کے جو لیزی ماخوس اپنی نئی منکوحہ کی کرتا تھا، ان دونوں نے ایک دوسرے سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور لیزی ماخوس نے ارسی نوئے سے نکاح کر لیا، جس کے بعد اماسترس ہرقلیہ چلی گئی جہاں بالآخر خود اُسی کے دو بیٹوں یعنی کلیارخوس اور اوک تھیریس نے اُسے جان سے مار ڈالا۔ جب لیزی ماخوس نے اس واقعے کو سنا تو اسنے پلٹ کر ان دونوں مادر کشوں کو قتل کر دیا۔ اس ایرانی خاتون کی پرورش آزادی کی فضا میں نہیں ہوئی تھی، اور یہی وجہ تھی کہ اُسنے اپنی دو طلاقوں کو نہایت خاموشی کے ساتھ برداشت کیا۔ اسکے برعکس روشنک کو، جس کا نشوونما بختاریہ کے پہاڑی قلعوں میں ہوا تھا،

اپنی مدد خود کرتی آتی تھی، چنانچہ اُس نے اپنی سوکن یعنی سکندر کی | باب ۱۵
دوسری بیوی کا خاتمہ کرکے ہی آرام لیا۔

اگر ہم اُس عہد کے متعلق صحیح اندازہ لگانے کے لئے واقعات متذکرۂ بالا سے نتائج اخذ کرنا چاہیں، تو نظر غائر دوڑانے سے معلوم ہوگا کہ اس میں بڑے بڑے تضاد و تباین موجود ہیں، اور گھپ اندھیرے کے ساتھ ساتھ کہیں کہیں روشنی کی جھلک بھی معلوم دیتی ہے۔ تاریکی اور نکبت تو ہر چار طرف چھائی ہی ہوئی ہے۔ جہاں ذاتی اغراض آجاتے ہیں وہاں دوسروں کی جان کی مطلق پروا نہیں کی جاتی۔ اگر اس عہد کے بہترین اشخاص کے کرتوت ایسے ہوں تو بدترین کا تو کیا ہی ذکر ہے! ممکن ہے کہ انتی گونوس نے کچھ سوچنے کے بعد سیاسی ضرورت کی وجہ سے اپنے قیدی یومنیس کا خاتمہ کردیا ہو، لیکن ساردس میں کلیوپاترا کے قتل کی مطلق ضرورت نہیں تھی۔ بطلیموس نے نحوکلیس شاہزادہ ساردس اور بطلیموس برادرزادہ انتی گونوس کو خودکشی پر اس لئے مجبور کیا کہ اُس کے نزدیک یہ علم بغاوت بلند کرنا چاہتے تھے۔ خود سلیوکوس نے پردِکاس کے خون میں اپنے ہاتھ رنگے۔ الیولودوروس ساکن کاساندریہ ایک ظالم و سفاک خودسر کی مثال پیش کرتا ہے۔ ارگی راس پد اسئے کے طرز عمل سے جنھوں نے یومنیس کو صرف اپنے اطمینانِ خاطر کی وجہ سے اس کے دشمنوں کے حوالے کردیا، انتہائی دغابازی کی مثال معلوم ہوتی ہے۔ اس عہد کا تاریک ترین پہلو یہ ہے کہ والدین اولاد کے اور اولاد والدین کی دشمن نظر آتے ہیں۔ لیزی ماخوس اپنے بیٹے اگاتھوکلیس کو جان سے مار ڈالتا ہے، کلیارخوس اور اوکسا تھریس ساکنان ہرقلیہ اپنی حقیقی ماں اماستریس کا خاتمہ کردیتے ہیں، انتی پاتر شاہ مقدونیہ اپنی ماں تھسالونیک کو مُلکِ عدم پہنچاتا ہے۔ بہیمی جذبات کے اس اندوہناک

منظاہرے کا خوش آئند تبائن انتی گونوس کے اہل خاندان کے باہمی تعلقات سے نظر آتا ہے۔ اُس کے اور دیمتریوس کے درمیان مکمل اعتماد ہے اور باپ اپنے بیٹے پر پورا اعتبار کرتا ہے۔ جنگ ایسوس میں اپنی موت سے چند لمحے قبل تک اسے اسکا یقین ہے کہ اُس کا بیٹا اُسے دشمن کے نرغے سے نکال لے گا۔ دیمتریوس اس کے لئے ہمیشہ تیار رہتا ہے کہ جو کچھ بھی وہ کرے اپنے باپ کے حکم کے مطابق کرے اور خود اپنی ذاتی غرض مطلب کی پروا نہیں کرتا۔ اسی طرح سلیوکوس اور اپنے بیٹے انطاکوس کے درمیان بھی پورا اعتبار و اعتماد تھا۔ اس کے متعلق ایک قصہ مشہور ہے، جس میں وثنیات کی جھلک معلوم ہوتی ہے کہ جب انطاکوس بیمار ہوا تو حکیم ایرازستراتوس نے یہ تشخیص کی کہ اُس کے مرض کا اصلی باعث اُس کا اپنی سوتیلی ماں ستراتونیس کے ساتھ عشق ہے، جو دیمتریوس وفیلہ کی بیٹی تھی۔ جب اُس نے سلیوکوس سے یہ حال بیان کیا تو اُس نے فوراً اپنی بیوی کو اپنے بیٹے کے سپرد کر دیا اور ساتھ ہی اُسے اپنی سلطنت کے مشرقی حصّے کا صوبہ دار بنا دیا[۱]۔ مقدونیہ، شام اور مصر کی تاریخ میں ایسے اتفاق و اتحاد کی مثالیں کم نظر آتی ہیں ٭ یہاں بھی مطلق العنانی کے بُرے نتیجے پیدا ہوتے ہیں، اور آخر میں ان خاندانوں کا اور بی تھینیہ، کاپادوسیہ اور پونتوس کے حکمرانوں کا جو حشر ہوتا ہے اس کے وہ اپنی انتہائی خود غرضی اور بداخلاقی کی وجہ سے

---

[۱] سلیوکوس و انطاکوس Sus ۱۹۹۷ ۔ پرسی گارڈنر: "ابواب جدید" صفحہ ۴۵۔

٭ لیکن کیا ایسا اتفاق قابل رشک ہے، جس کے تحت باپ اپنی بیوی کو اپنے بیٹے کے حوالے کردے! (مترجم اُردو)۔

باب ۳

پورے طور پر مستحق تھے۔ صرف پرگامم ہی ایسی سلطنت ہے جہاں کے حکمرانوں میں یونانی خون کافی مقدار میں دوڑتا تھا اور جہاں کے فرمانرواؤں کا طرز عمل ان بربری ریاستوں سے ذرا بہتر ہے۔

اس تاریک عہد کی تاریخ کا ذرہ زیادہ دل خوش کن پہلو یہ ہے کہ کم از کم بہتر قسم کے فرماں روا اپنے دشمنوں سے بُرا سلوک روا نہیں رکھتے۔ فیلقوس اور سکندر دونوں نے ایتھنز کیساتھ عمدہ برتاؤ کر کے آئندہ کے لئے ایک مثال قائم کر دی تھی۔ انکے جانشینوں میں سے بطلیموس اور دیمتریوس نے برابر یہ سلسلہ قائم رکھا، اور موخرالذکر اپنے باپ کے قدم بقدم چلا۔ ۳۱۲ ق م میں جنگ غازہ کے بعد بطلیموس نے قیدیوں، خدمتگاروں اور گرفتار شدہ اسباب کو دیمتریوس کے پاس یہ کہہ کر واپس بھیج دیا کہ نوجوان سپہ سالار نے جو ہمت و جرأت دکھائی ہے اُس کی مبارکباد دینا اور کہنا یہ سب تمہارا ہے اس لئے تم ہی کو مبارک ہو، اور اسی سال میں جنگ میوس کے بعد، جس میں دیمتریوس کو فتح ہوئی تھی، اُس نے یہی سلوک بطلیموس والوں کے ساتھ کیا، اور سپہ سالار کلیس کو، جسے اُس نے گرفتار کر لیا تھا، شاہ مصر کے پاس واپس کر دیا۔ اسی طرح محاصرۂ رھوڈز کے وقت فریقین نے ایک دوسرے کا بیحد خیال رکھا، اور ایک طرف تو رھوڈزیوں نے انتی گونوس اور دیمتریوس کے مجسموں کو ویسا کا ویسا ہی رہنے دیا اور دوسری جانب دیمتریوس نے رھوڈزیوں کو سلام کہلوایا اور ہیلے پوس انہیں تحفتہً نذر کر دیا۔ اسی قسم کے خیال کی ایک دوسری مثال یہ بھی ہے کہ رھوڈز کا وہ حصہ جس میں پروتوگیس نامی نقاش رہتا تھا، صرف اسی کی وجہ سے نذر آتش نہیں کیا گیا، حالانکہ اُس کا جلا دینا محاصرہ کرنے والوں کے مفید مطلب ہوتا۔

باب ۳۱

مناکحت کے مسئلے میں فرمانروا فیلقوس کا اتباع کر کے جتنی چاہے شادیاں کرتے ہیں؛ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں فیلقوس صرف اپنی ذاتی خواہش سے عورتوں کو محل میں داخل کرتا تھا وہاں سکندر کے جانشین سیاسی اغراض بھی ملحوظ رکھتے ہیں، اور کبھی خانوادۂ شاہی سے کبھی دوسرے دیادوخیوں کے خاندانوں سے سلسلۂ مناکحت قائم کرتے ہیں۔ یہ معاقدے دراصل باہمی تعلقات کا گویا مظاہرہ ہیں، اور وہ صرف اُسی وقت تک باقی رہتی ہیں جب تک تعلقات اچھے رہتے ہیں، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ شاہزادیاں اپنے شوہروں اور سسرالیوں کو برابر تبدیل کرتی رہتی ہیں، اور اپنی قسمت اچھی سمجھتی ہیں اگر شکر رنجی کی صورت میں اُنھیں طلاق ہی دیجائے، جان سے نہ مارا جائے۔ دیمتریوس پولیورکی تیس نے جو شادیاں کیں وہ محض اس لئے کہ وہ صرف ایک بیوی پر اکتفا کرنا نہیں چاہتا تھا۔ سوتیلے بھائی بہنوں میں اکثر نقیض رہتے ہیں۔ رہا بہن بھائیوں کی باہمی مناکحت کا مسئلہ، تو اس کی مثالیں قدیم مصر کی تاریخ میں بھی ملتی ہیں*

یورپ اور ایشیا دونوں کی سلطنتوں کی افواج میں اجیر سپاہیوں کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے[۱۵]، اور صورت حال تقریباً

---

* تعجب ہے کہ فاضل مصنف نے ایسی کریہ رسم کو جس کے پڑھنے سے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں اس طرح سرسری طور پر بیان کرنے پر اکتفا کیا ہے [مترجم اردو]

[۱۵] مقدونوی فوج۔ مسلح قوم کی سکندر کے زمانے میں بڑی اہمیت تھی اور نہ صرف وہ بادشاہ کی پشت پناہ تھی بلکہ اُس کا بادشاہ پر اثر بھی تھا، اُسنے بادشاہ کو واپسی پر مجبور کیا، مقدونیوں کو یک جدّی تسلیم کرایا، اور پرانے سپاہیوں کو واپسی کی اجازت دلوائی۔ سکندر اعظم کی موت کے بعد بھی صورت حال میں مدّت دراز تک تبدیلی نہیں ہوئی، اور خروج بادشاہ کی

وہی ہوتی جاتی ہے جو سکندر سے پہلے تھی - پھر بحری قزاقی عام ہے - | باب۳

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - پشت و پناہ بنی رہی، لیکن بعض مرتبہ اُس کی آقا بھی بنجاتی تھی - وہی تھی جس نے ارھی دایوس کو تخت پر بٹھایا، جس نے پردکاس کی خواہش کے خلاف بطلیموس کو بری کیا، جس نے پردکاس کے قتل کی تائید کی؛ یومنیس قریب کی سب چالیں چل کر ہی اُس پر حادی ہو سکا، مگر بہت ہی جلد وہ اُس سے باغی ہو گئی - لیکن ارگی راس پدے کے متکبرانہ برتاؤ سے فرماں رواؤں کو یقین ہو گیا کہ آئندہ اُن کے لئے مقدونوی سپاہیوں پر زیادہ انحصار کرنا ٹھیک نہیں - پھر یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جتنے غاصب فرماں روا تھے اُن کے دعاوی کی حیثیت بالکل مساوی تھی، اور خود مقدونیہ میں فوج کبھی ایک کی پشت پناہی کرتی تھی کبھی دوسرے کی، چنانچہ دیادوخی اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کے لئے اجیر سپاہی بھی وقت پر کام آسکتے ہیں - حقیقی تناسب یہ تھا کہ "عمومی بادشاہ: عمومی فوج:: غاصب فرماں روا: اجیر سپاہی" بدیں اسباب قومی فوج کی اہمیت مقدونیہ میں بہت کم ہو جاتی ہے، اور خود انتی گونوس کے جانشینوں کا بھی اپنی بیرونی مہمات میں اجیر سپاہیوں پر ہی دار و مدار ہے -

اجیر سپاہیوں میں ہر ایک نسل کے افراد موجود تھے - یونانیوں میں سب سے زیادہ اجیر سپاہی کریٹ اور ایتولیہ کے تھے، اور انھیں میں سے اجیروں سے اکثر سپہ سالار بھی نکلتے تھے - کریٹیوں کے لئے دیکھو پولی بیوس ۸، ۱۸ اہم ایتولیوں سے خاصکر مصر میں، اکثر ملاقی ہوتے ہیں - پھر بربری اقوام کے لوگ مثلاً تھریسی (پولی بیوس ۵، ۶۵) اور کیلٹ تھریس اور ایشیا سے آتے تھے مقابلہ کرو ل، شیوالیر: "یونانی اجیر سپاہی" I.. Chevaltr Die griech Soeldnerheeic لیسٹ و یراگ، سنہ ۱۸۶۰ء - اجیر سپاہیوں اور اُن کے مالکوں کے باہمی تعلقات کے لئے دیکھو وہ دلچسپ نوشتہ جو فرینکل Fraen Kel نمبر ۱۳ میں دیا ہوا ہے - نیز مقابلہ کرو پولی بیوس ۳۱، ۳

انھیں قوموں کے افراد، خصوصاً یونانی، اور یونانیوں میں کریٹی اور

باب ۳۔ اور یہ قزّاق اور اجیر سپاہی اکثر ایک ہی ہوتے ہیں جو موقع و محل کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ایتولی بحری قزّاقی میں حصّہ لیتے تھے ۔ وہ "قزّاق" (یا جیسے بعض مرتبہ انھیں موسوم کیا تھا) "پیئی راتائی" یا "سمندر پہ کوشاں" بنجاتے تھے ۔ اجیر سپاہیوں اور بحری قزّاقی کے باہمی تعلق کے لئے دیکھو استرابو ۱۰، ۷، ۴۔ بے روزگار سپاہی جن کے پاس کچھ روپیہ جمع ہوجاتا تھا، ایک جہاز خرید کر بحری قزّاقی کرنے لگتے اور وقت آنے پر پھر فوج میں بھرتی ہوجاتے تھے۔ پادشاہوں کے بڑے بڑے سپہ سالار ان قزّاقوں کے سردار بن جاتے تھے، جیسے امینیاس جسے پرھوس کے مقابلے کے لئے انتی گونوس نے بھیجا تھا (ڈر وا ئے سن ۳، ۱، ۲۱۲)؛ اس نے کاساندریہ کے خلاف جو مہم سر کی اس کے لئے دیکھو ڈروا ئے سن ۳، ۱، ۱۹۹ ۔ دیکھو باب ۵ ۔ اس واقعے کے لئے کہ مقدونیہ کی طرف سے بھی بحری قزّاقی کو مدد پہنچی ۔ پولیو رکرتیس نے ۳۰۵ ق م میں ان قزّاقوں کو رھوڈز کے خلاف روانہ کیا ۔ بطلیموس اوّل نے بھی انطاکوس اوّل کے خلاف بحری قزّاقوں سے کام لیا؛ پوسانیاس ۱، ۷ ۔ فیلقوس پنجم شاہ مقدونیہ کا دوست دیمتریوس ساکن فاروس بحری قزّاقی کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۱۶، ۱۹ ۔ قزّاقوں کا سردار نکاندر انطاکوس سوم کے امیر البحر پولکسے نیداس کی سرکردگی میں رھوڈزیوں سے لڑتا ہے؛ لیوی ۳۷، ۱۱ ۔ مقابلہ کرو شٹائن: "بحری قزّاقی زمانۂ قدیمہ میں" Stein · Ueber Piraterie im Alterthum سنہ ۱۸۹۱ء، اور گومپاریتی: "گورتینا کے قوانین کی" Comparetti: Commentary on the laws of Gortyna جدول ۵، ۲۲، لنچائی کی مجلس علمیہ کی مجلد عمارات قدیمہ جلد ۳ Monumenti antichi dei Accad. dei Lincei An. V. Kar بعض مملکتیں اور افراد دوسرے کاروبار کے طور پر بحری قزّاقی کرتی ہیں ۔ ایتولی، پولی بیوس ۴، ۶، جہاں حال کے زمانے کے ان بحر قزّاقوں سے مماثلت پائی جاتی ہے ۔ جو اپنی مملکتوں کے اشارے سے بحری قزّاقی کرتے پھرتے ہوں ۔ فیلقوس کی۔

باب ۱۳

کے اعتبار سے اپنا پیشہ بدلتے رہتے ہیں۔

یہ عجیب وغریب بات ہے کہ وحدت سلطنت کی آخری نشانی یہ ہے کہ بہت سے قلعوں میں خزانہ جمع ہے، جسے متحد سلطنت کی ملک سمجھا جاتا ہے اور جسے بادشاہ بننے کے بعد بھی مختلف سپہ سالار ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ ان قلعوں میں ایک کیندا بھی تھا جو کلیکیہ میں واقع تھا۔ اس میں ۳۰۲ ق م تک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بحری قزاقی جلد ۳، باب ۱۵، حاشیہ ۷۔ اگاتھوکلیس اقوام یاپی گی اور پیوکیتی سے بحری قزاقی کے لئے محالفہ کرلیتا ہے۔ دیودوروس ۲۱، ۴۔ نابس ساکن اسپارٹا؛ پولی بیوس ۱۳، ۸ فیلقوس ۵؛ پولی بیوس ۱۸، ۴، ۵؛ فیلقوس پنجم نے تو یہ ہمت کی تھی کہ "بدکاری" اور "منی الفت قانون" کے نام پر قربان گاہیں بنائیں، اور ادھر اسکے آقا نے اعلان کیا کہ میں صرف دیوتاؤں سے ڈرتا ہوں! دیکھو باب ۲، حاشیہ ۴۔

تیسری صدی ق م میں ایشیائے کوچک کا جنوبی ساحل، جو بعد بحری قزاقی کا آماجگاہ بن جاتا ہے، اس قدر پیش پیش نہیں ہے، اس لئے کہ مصر کی بڑھتی ہوئی طاقت نے انھیں زیادہ نقصان نہیں پہنچایا نے دیا۔ نیز رومنوں اور انطاکوس کے درمیان جو صلح نامہ ہوا تھا اس کے نتائج کیلئے دیکھو ابواب ۱۷ و ۱۹، حاشیہ ۱۰۔

ہمارے زمانے میں بحری قزاقی کے آزاد شہروں کے اخلاق پر جو برا اثر پڑا اسمیں مبالغہ کیا جاتا ہے۔ بلا شبہہ اجیر سپاہیوں کے سردار شاہی درباروں میں ٹھسک سے چلتے تھے اور اجیر سپاہی شہروں میں چکر لگاتے تھے، لیکن ہمارے نزدیک آزاد بلدیات کی حالت جداگانہ تھی؛ اور ایتھنز میں تو جہاں ذہنی ارتفاع کی بہت قدر کیجاتی تھی، انکا سامنے پڑنا بھی مشکل تھا۔ یہی کیفیت رھوڈز کی تھی جہاں لوگ بیرونی تزئین کے خواہاں تھے۔ ایتولی اور کریٹی بہت کچھ مال غنیمت اپنے ساتھ گھر لاتے تھے۔

باب۲ خزانہ موجود تھا جس کے مابقی ۱۲۰۰ تالنت پر سنہ ۳ق م میں ڈیمیتر یوس قبضہ کرلیتا ہے۔ اس زمانے میں ہر شخص روپیہ جمع کرتا ہے۔ لیزی ماخوس کا خزانہ پرگامم میں تھا، اور ہم دیکھیں گے کہ زمانۂ مابعد میں متھرا داتیس نے پونتوس میں ۷۵ جگہ خزانے جمع کئے۔

یادداشت

اس عہد کا صحیح اندازہ لگانے کے لئے ہمیں سکندر اور اُسکے جانشینوں کے مابین جو فرق ہے اُسے نظرانداز نہیں کرنا چاہئے؛ نہ سکندر کی بے مثل عظمت کی وجہ سے اُس کے جانشینوں کی طرف غیر معمولی خوبیاں منسوب کرنی چاہئیں نہ یہ سمجھنا چاہئے کہ ان کے ذریعے سے یونان کو کوئی خاص فائدہ پہنچا۔ سکندر کی ایسی ذات تھی جس نے یونان کے لئے ایک جدید عہد کی بنیاد ڈالی، اور ساتھ ہی ہمارے نزدیک وہ انسانیت کا اچھا خاصا نمونہ تھا؛ اس کے برعکس دیادوخی انانیت پرست تھے، جنھوں نے ظاہری امور تک میں اس نمونے کی نقالی کی۔ ہم صرف اسلئے انھیں اپنے دماغ میں جگہ دیتے ہیں کہ انھوں نے تمدن کی پشت پناہی کی، بالخصوص سلیوکوسیوں نے یونانی شہری زندگی کو فروغ دیا، جس کی وجہ سے آزادی اور تمدن کو بھی فائدہ پہنچا۔ بطلیموسیوں نے حکمیات کو فروغ دیا، لیکن ان کا رتبہ سلیوکوسیوں سے ذرا کم ہے۔ انتی گونوسیوں کا نمبر سب سے کمتر ہے۔ میں نے جلد ۳ باب ۲۷ میں اس خیال کا اظہار کیا ہے کہ اس قوم یونان کی تاریخ میں جو،

نمایاں طور پر ایک جمہوریت پسند قوم تھی، سکندر کا وہی رتبہ ہے جو بہترین خود سروں کا تھا، اس لئے کہ اپنے اعلیٰ و ارفع جوش کے ساتھ اُس نے یونانیوں کو بربریوں کے تفوّق سے نجات دی اور ایک بڑے رقبے میں یونانی تہذیب و تمدّن کو معزّز و مفتخر کیا۔ اسی آخری بات پر ہمیں اُس کے جانشینوں پر اپنے حکم کو مبنی کرنا پڑے گا۔ جہاں تک اُنھوں نے ایشیا اور مصر میں یونانی تمدّن کو فروغ پہنچایا۔ وہاں تک ہم اُن کی تعریف کریں گے، لیکن میرے نزدیک یہ امر خارج از بحث ہے کہ اُنھوں نے یونان قدیم کو کسی قسم کا فائدہ پہنچایا ہو۔

باب چہارم

کلٹ قوم کا حملہ

ایشیائے کوچک کے جغرافی خصوصیات اور اس کی تاریخ

اس معاشرے کو، جس کا واحد مقصد عیش وعشرت اور طلب اقتدار تھا، اور جس کی بنیاد خودغرضی پر تھی، ایک سخت سزا ملنے والی تھی، اور عنقریب مقدونیہ ویونان دونوں پر ایک ایسی قوم حملہ کرنے والی تھی جو مقدونیوں سے بدرجہا سخت گیر تھی۔ لیکن اس حملے کا اثر توقعات کے مطابق نہیں ہوا، طوفان آیا اور نکل گیا، اور یونانی مقدونوی دنیا پھر اپنے پرانے ڈھرے پر چلتی رہی؛ غالوی قبیلوں نے جو حملہ کیا اس سے اُن کو کوئی مستقل نقصان نہیں پہنچا[1]

[1] یونان اور ایشیائے کوچک میں کلٹ؛ اسناد: پوسانیاس، ۱، ۴، ۱۰، ۱۹، ۲۳، ۴؛ کلٹ یونان میں؛ مقابلہ کرو فون ولاموو تز "انتی گونوس ساکن کارسیتوس" V. Will. An. V. Kar. ۱-۲۲۳ اشمٹ کے نزدیک (جس کے لئے دیکھو عقب)

باب ۷ | غالوی یا کلٹی جو یونانیوں اور لاطینیوں کے نسلی بھائی بند تھے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - پیوسانیاس کے بیان کے مآخذ اٹیکائی مصنف ہیں جن کے بیانات ممکن ہے کہ اُس تک تمائیوس کے ذریعے سے پہنچے ہوں، اور یہی کیفیت دیودوروس اور جسٹینوس کی بھی ہے - دیودوروس ۲۲، ۴، ۹؛ جسٹینوس ۲۴، ۲۴/۸؛ ۵، ۲، ۱، ۲، Prol. ۲۴ جسٹی نوس نے یورپ اور ایشیا کے کلٹوں کا ذکر ہے؛ لیوی ۳۸، ۱۶ میں صرف ایشیائی کلٹوں کا بیان ہے - میم نون ۱۹ (میولر ۳، ۵۳۵ میں مُلک کے تینوں قبائل کے مابین تقسیم کا بالکل جدا گانہ بیان ہے -

زمانۂ حال کے مولف: پاؤلی کی "محیط" جلد ۳ ص ۶۰۲/۶۰۶ میں ہوئشٹارک کا مضمون Galli، جہاں ویرنسڈورف Wernsdorff تیئری Thierry وغیرہ کی تصانیف کے اقتباسات دئیے ہوئے ہیں ۱۰ - شمٹ "مآخذ قدما برائے بیانات حملہ جات کلٹ" W. A. Schmidt : De font. vet. auctor. in enarrandis enped. a Gallis برلن ۱۸۳۶ء؛ مضامین تاریخ قدیم Abh. z. alten Gesch - رٹر: "جغرافیہ" Ritter: Erdkunde ۸، ۱، ۵۹۷/۶۱۰ ڈرواسن ۲، ۲، ۳۴۰/۳۵۸؛ ۳، ۱، ۸۵، ۸۶ ڈرواسن کا خیال ہے کہ حکمرانوں کے باہمی جھگڑوں کے درمیان کلٹ حملہ محض ایک وقفہ سمجھنا چاہئے، چنانچہ وہ اس کے واقعات و نتائج کے ساتھ پورے طور پر انصاف نہیں کرسکتا - ہمارے نزدیک کلٹوں کے ایشیائی حملے کی واقعی اہمیت اُن کے اس سے مشہور تر اور دلچسپ حملۂ اٹلی سے بہت زیادہ ہے - شیوالیر: "غالویوں کا حملہ یونان پر" Chevalier : Die Einælle der Gallier in Griechenland پراگ ۱۸۷۸ء؛ "ایشیائے کوچک میں غالوی" Gallier in Kleinaseen پراگ ۱۸۸۳ء - واخسموت: "کلٹوں کی ڈیلفی کے مقام پر شکست" Waehsmuth : die Niederlage der Kelten vor Delphi جریدۂ تاریخی Histor zaitschreft

باب ۱۴

کچھ صدی پہلے مشرق سے مغرب کی طرف چلے گئے تھے اور وہاں پہنچ کر غالیہ و برطانیہ پر قابض ہو گئے تھے۔ لیکن پانچویں صدی ق م ہی میں اُن کی اکّا دکّا ٹولیوں نے دوبارہ مشرق کا راستہ اختیار کیا، اور وہاں سے جنوب کی طرف چل دیے۔ ان میں سے بعض تو کوہ الپ کو عبور کر کے وادیٔ پو میں آ گئے اور بعض اس پہاڑ کے شمالی علاقوں کو قطع کر کے دریائے ڈینیوب کے وسطی علاقوں میں پھیل گئے۔ اوّل الذکر گروہ نے ۳۹۰ء ق م میں وسطی اٹلی اور خاص شہر روما کو فتح کرنے کی کوشش کی، لیکن ثانی الذکر گروہ اپنے مساکن سے سو سال بعد تک نہیں چلے اور جب وہ مشرق کی طرف آئے تو مقدونیہ اور یونان جیسے متمدّن ممالک کے لیے نہایت خطرناک ثابت ہوئے۔ اٹلی میں اس قوم کو دو جگہ زک پہنچی تھی، ایک تو ۲۸۳ء ق م میں سنیونیوں کے ہاتھ اور دوسرے جھیل وادیٔ مونیوم کے مقام پر، جہاں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ جریدۂ تاریخی Histor Zeitschrift جلد ۱۰۔ مقابلہ کرو اُن کا غذات کا جو انقرہ و پرگامم کی عمارتوں کے اکتشاف و تفہیم کے بعد منضبط ہوئے ہیں، جن میں سے پرگامم کے متعلقہ کاغذات کے اقتباسات باب ۱۲ میں مذکور ہیں۔ گالاتیہ کے متعلق، مقابلہ کرو خاص کر پروٗ، گیوم و دیلبے: ”گالاتیہ میں آثاری جستجو“ Perrot, Guillanme et Delbet: Explor archeol de la Galatie پیرس ۱۸۶۳ء، ۲ جلد، ہومان و پخشتائن: ”ایشیائے کوچک و شمالی شام میں سیاحت“ Humann und Puchstein: Reisen in Kleinas. u. Nordsyrien برلن ۱۸۹۰ء۔ نیز دیکھو عقب، باب ۱۳، حاشیہ ۴، باب ۲۱ حاشیہ ۴ (سکہ جات الفی سوس) الفی سوس کے سلسلے میں کرتیوس نے بت خانے کا جو تعلق دکھایا ہے آتر سمرنا کی تشبیہ دونوں کو خیال میں رکھنا چاہیے۔

باب ۱۲ غالوی اور اِلیریوی متحد تھے، رومنوں کے ہاتھ، اور جو غالوی وہاں سے بھاگ یونان آئے ہوں گے اُن کی وجہ سے یہاں کے غالویوں کو بہت مدد پہنچی ہوگی۔ جب مشرقی غالویوں کے ساتھ یہ شکست خوردہ اطالوی غالوی بھی مل گئے تو انھیں یہ محسوس ہونے لگا کہ جس ملک میں وہ آباد ہیں وہ اُن کی ضروریات کے لئے نہایت ہی مختصر ہے

اٹلی اور جزیرہ نمائے بلقان میں آکر بھی غالویوں کی بیچینی اور جنگ جویانہ خصائل میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ گلہ بانی کو کاشتکاری پر ترجیح دیتے تھے، تزک و احتشام اور مال غنیمت کے دل سے شائق تھے، اور جو کچھ ملتا تھا اُسے فوراً ہی خرچ کر دیتے تھے۔ اُن کی تدبیروں میں یونانیوں اور مقدونیوں کی سی ہوشیاری نہیں تھی، اور جب اُن کا غنیم سے مقابلہ ہوتا تھا تو وہ پورے زور کے ساتھ اُس پر حربہ کر بیٹھتے تھے۔ اگر ہم فروسیت کے معنی شجاعت اور حب تزک کے لیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُن کے خصائل میں فروسیانہ عنصر بھی شامل تھا، لیکن اُن میں وہ لطیف جذبات بالکل مفقود تھے جو فروسیت کی گویا جان ہیں۔ یہ جزیرہ نمائے بلقان آکر بہت سے مقدونیوں اور اپیائروسیوں، مثلاً دیمتریوس اور پرھوس سے دوچار ہوتے ہیں، اور جب ہم دونوں فریق کا مقابلہ کرتے ہیں تو ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ان کے مقابلے میں حملہ آوروں کی مبارزیت نہایت ہی ادنیٰ قسم کی تھی۔

سنہ ۳۰۰ ق م ہی میں بلقانی علاقوں میں حرکت شروع ہوگئی تھی، اور کلٹوں نے دریائے مارگوس یا موراوہ کے کناروں پر (جو دریائے ڈینیوب کا معاون ہے) اور زنجیرہ اور بیلوس پر جو ایجئن سے کچھ زیادہ دور نہ تھا، اپنی بستیاں آباد کر لی تھیں۔ لیکن سنہ ۲۸۰ ق م میں وہ اور آگے بڑھے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ یونانی مقدونی دنیا اپنے

باب۴ آپس کے جھگڑوں ٹنٹوں کی وجہ سے اپنی تمام تر قوت صرف کر رہی ہے اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اُن کی جیسی زور دار اور جری قوم آسانی کیساتھ اُن کا خاتمہ کر دے گی۔ یہ سوچ کر وہ جنوبی اور مشرقی سمت کی طرف چل دئے۔

مقدونیہ و یونان کے کلٹی حملے، اُن کی ترقی، اور ایشیائے کوچک میں اُن کے آباد ہونے کے واقعات کو قدما نے نہایت ناقص انداز سے منضبط کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہمارے پاس کسی قدیم مصنّف کے قلم سے نکلی ہوئی ایسی کوئی مسلسل تصنیف نہیں ہے، اور اس سے بھی عجیب بات یہ ہے کہ ہم کسی ایسے شخص سے دوچار نہیں ہوتے جس نے کلٹوں کی مخالفت میں کوئی کارنمایاں انجام دیا ہو اور جس کی سوانح عمری میں اس قوم کے حالات بیان کئے گئے ہوں جب وہ مقدونیہ اور یونان پہنچے تو پرھوس اٹلی میں مصروف پیکار تھا اور ایشیائے کوچک میں آئے تو دیمتریوس کو مرے ہوئے کئی سال گزر چکے تھے۔ یہ دونوں باتیں اُن کے مفید مطلب تھیں اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ اگر دیمتریوس زندہ ہوتا تو ان بدنسیبوں کے کچلنے کا مسئلہ اُس کے لئے اتنا ہی پسندیدہ ہوتا جیسے رچرڈ "شیر دل" کا مسلمانوں کے خلاف جنگ ہائے صلیبی میں لڑنا۔ باقی جن فرماں رواؤں نے اُن کی واقعی مخالفت کی وہ ایسے بڑے بہادر نہ تھے۔ انتی گونوس گوناتاس نے چند واقعات سے فائدہ اٹھا کر انہیں سے بعض کو ضرور شکست دی؛ ہم اُن کارروائیوں سے واقف نہیں جو انطاکوس سوتر نے اُن کے خلاف کیں، اور اگر اتالوسیوں نے غالویوں کے خلاف شمشیر برہنہ نہ کی ہوتی اور خود علوم و فنون کے عاشق نہ ہوتے تو شائد ان حملہ آوروں کی بابت واحد واقعہ ہمیں یہ معلوم ہوتا کہ وہ زمانۂ مابعد میں ایشیائے کوچک کے ایک حصے پر قابض تھے۔ یونانی جمہوریتوں نے ان کے خلاف جو کچھ

باب ۴۲ جد وجہد کی اُس کا پتا ہمیں افسانوں سے لگتا ہے۔ ان سب باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہمیں غالویوں کے حملۂ یونان کی بابت بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں، حالانکہ ایشیائے کوچک میں انھوں نے جس مقام پر نوآبادی قائم کی وہ تاریخ عالم کا ایک نہایت ہی اہم موقع ہے جس کی اہمیت کا اس وقت تک کافی اندازہ نہیں کیا گیا۔ بہر حال جو کچھ بھی ہمیں معلوم ہے اُس کا پتا مفصلۂ ذیل بیان سے لگے گا۔

۲۷۹ء ق م میں کلٹوں نے اپنے تھریسی مساکن چھوڑ دئے اور تین ٹولیوں میں منقسم ہو گئے۔ ایک ٹولی تو کیرے تھریوس کی ماتحتی میں تھریسیوں اور ترائی بالیوں کے خلاف، دوسری برینوس و آکی خوریوس کی سیادت میں مُلک پیونیہ کی طرف اور تیسری بولگیوس کی نگرانی میں مقدونیہ و الیریہ کی جانب چلی۔ ان میں سے اس آخری ٹولی نے کیراونوس کو گرفتار کر دیا اور اُسے قتل کر کے اُسکا سر نیزے پر آویزاں کر دیا۔ اس شخص کی موت سے، جس کا خوف ہر شخص پر طاری تھا، اور باوجود اپنی بدطینتی کے نہایت بہادر مشہور تھا، مقدونیہ میں بڑا بھاری خلفشار پھیل گیا، اور اس کے بعد اس کے مُلک میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا جو مُلک کی رہبری کا اہل ہوتا۔ بے حال و بے جان مقدونیہ پر جو کلٹوں کے حملوں کے لئے گویا وقف تھا، کیراونوس کا بھائی میلیاگر، کاساندر کا بھتیجا انتی پاتر، اور سوس تھنیس نامی ایک سپہ سالار نے باری باری سے حکومت کی۔ ۲۷۰ء ق م میں کلٹوں نے پھر ایک بڑی مہم سر کی۔ ان میں سے ایک حصے کو لے کر تو لیونوریوس اور لوتاریوس کی سرکردگی میں مشرق کی طرف چلے، اور اُن کا بیشتر حصہ برینوس اور اکی خوریوس کی سیادت میں جنوب کا رخ کر کے تھسلی کو تاراج کرتے ہوئے تھرموپلی پہنچا۔ اسی مقام پہ یونانیوں نے ان کی کچھ

باب

مدافعت کی، اور افسانوی بیانات کے بموجب یہاں یونانیوں نے جنگ ہائے ایران کے سے شجاعانہ کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ یہاں دشمن نے زرکسنز کے حملے کی طرح پہاڑوں پر ہوکر کوچ کرنے سے یونانیوں کو اپنے عقب میں لے لیا اور اسی طرح یونانیوں کو ایک ایتھنزی بیڑے نے بچایا۔ علاوہ ایتھنزیوں، بیوتیوں، فوکسیوں اور کچھ مقدونیوں کے ایتولیوں نے بھی تھرموپلی پر بربری حملہ آوروں کی مدافعت کیلئے کچھ فوج روانہ کی تھی۔ جب سپاہیوں نے سنا کہ خود اُن کے ملک ایتولیہ پر کلٹوں نے حملہ کرکے شہر کالیوم کو تاراج کردیا ہے، تو وہ اس درے پر سے گھر کی طرف چل دیئے۔ ایتولیوں اور حملہ آوروں کے مابین نہایت ہی گھمسان جنگ ہوئی، چنانچہ جتنے لوگوں نے اس ملک پر حملہ کیا تھا اُس میں سے صرف نصف تعداد بچ کر نکلی۔ برینوس اور اُس کے ساتھیوں نے تھرموپلی سے دیلفی کی راہ لی، لیکن یہاں کے زلزلوں اور زمین کے سمندر میں پھسل جانے کی وجہ سے وہ ہراساں ہوگئے؛ بعض تو قتل ہوئے، اور قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ باقیوں نے ایک روز رات کے وقت پاگل پن کے دورے میں ایک دوسرے کا خاتمہ کردیا، اور جو اس خون ریزی سے بچ نکلے وہ واپس شمال کیطرف چل دیئے۔ برینوس بھی زخمی ہوگیا تھا اور چونکہ اُسے اب زندگی کی تمنا نہیں تھی اس لئے اُس نے شراب میں زہر ملاکر پی لیا اور اسطرح اپنی جان دے دی۔ یہ تو وہ قصہ ہے جو یونانیوں میں مشہور تھا، لیکن واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ لیٹرے مال غنیمت لے کر تھریس واپس چلے گئے ہوں گے۔

ناظرین اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس تمام قصے میں ایک طرح کا رزمیہ عنصر پایا جاتا ہے، اور جب ہم غالویوں کی مزید ترقی پر نظر ڈالتے ہیں تو صورت حال بالکل اُسی نوع کی نظر آتی ہے جیسے جنگ ٹروائے کے بعد یونانیوں کی تھی۔ ہمیں اس عہد کی بابت صرف جزوی معلومات

باب ۱۲

حاصل ہیں۔ کہتے ہیں کہ کلٹوں کے گروہ نے بلقان میں ایک سلطنت قائم کی جس کا صدر مقام تیلس تھا؛ ایک دوسرا گروہ تھریسی خرسونیز میں لیزی ماخیہ کے قریب انتی گونوس گوناتاس کے مقابل آیا لیکن وہاں ۲۷۷ق م میں اُسے شکست فاحش ملی - اس کارنمایاں کی وجہ سے گوناتاس مقدونیوں میں اس قدر مقبول ہوگیا کہ دوسرے مناسب رہبروں کے فقدان کی حالت میں انھوں نے اُسی کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ لیکن ہم دیکھیں گے کہ اُس کا یہ زور بہت دن تک قائم نہیں رہا۔[۲] کلٹوں کا میلان اب بھی خانہ بدوشی کی طرف تھا، اور وہ اب پرونتس اور بوسیفورس میں لیونورس اور لوتاریوس کی سیادت میں بھرے ہوئے تھے۔ بیزنطہ کو اچھی طرح سے ویران و برباد کرکے انھوں نے ایشیا میں جانے کا تہیہ کیا جہاں لوٹ مار کے مواقع اس سے کہیں بہتر تھے۔ اس میں وہ اوّل تو خود اپنی کوشش کی وجہ سے، مگر زیادہ تر نکومدیس شاہ بتھی نیہ کی مدد سے کامیاب ہوئے نکومدیس اپنے بھائیوں کے ساتھ خانہ جنگی میں مبتلا تھا۔ چنانچہ اُس نے ۲۷۸ق م میں پہلے تو اُن کے ساتھ ایک عہد نامہ کیا اور پھر اُنھیں اپنے مُلک میں بُلا لیا۔ یہ عہد نامہ میمون میں مذکور ہے، اور اُس کے ذریعے سے فریقین نے یہ طے کیا کہ نکومدیس اور اُس کے جانشینوں سے کلٹوں کی ہمیشہ دوستی رہیگی، اور اُس کی مرضی کے بدون وہ کسی دوسرے کی ملازمت اختیار نہیں کریں گے، لیکن ضرورت پڑے تو وہ بیزنطہ

---

[۲] لیزی ماخیہ کے مقام پر ۲۷۷ق م میں گوناتاس کی کامیابی؛ جسٹی نوس ۲۵، ۲؛ Diog. La. ۲، ۱۴۱ - اس کے بعد اُس نے ایسے سکے ڈھالے جن پر پان دیوتا کی شبیہہ تھی؛ امہوف: "سکہ جات یونان" Imhoof:Mon. Gr. ۱۲۸، حاشیہ ۱۲، ۱؛ وزنیز: "کنیدوس والا چٹکلہ" Usener:Epigramn Von Knidos ۳۷ -

باب ۳ خالکدون، ہرقلیہ، تیانہ اور کیوس والوں کو مدد پہنچا سکیں گے۔
اس عہدنامے پر سترہ سرداروں نے دستخط کئے۔ ہم اس بات سے
واقف ہیں کہ اس پر عمل ہوتا رہا، اور نہ صرف سلطنت بتھی نیہ قائم
رہی بلکہ بہت سے شہر بھی باموں رہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بیزنطہ پر
زمانۂ مابعد میں غالویوں نے مظالم ڈھائے، لیکن یہ یوروپی غالوی
تھے۔ جو لوگ ایشیا جاکر بسے انھیں دوسری قوموں کی اراضی کو
دل بھر کر لوٹ مار کرنے کی اجازت دی گئی اور سال ہا سال انھوں
نے اس اجازت سے تا حد امکان فائدہ اٹھایا۔ اسی زمانے میں
اُن کے اور اُن کی عورتوں کے آباد ہونے کے لئے انھیں وہ اراضی
مل گئی جو بعد میں چل کر گالاتیہ کا حصہ بن گئی، اور انھوں نے اس اراضی
کو اپنا مرکز بناکر چاروں طرف کے مُلک پر خوب چھاپے مارے۔
انھوں نے اپنے تین قبیلے بنائے تھے جنھوں نے ایک ایک
حصۂ مُلک اپنے لئے مختص کر لیا تھا، یعنی تروکمیوں نے ہیلیس پونت،
تولستوبوئیوں نے ایونیہ اور تکتوساگیوں نے اندرون مُلک کا علاقہ۔
علاوہ ازیں جس نے انھیں نوکر رکھنا چاہا اُسکی ملازمت میں یہ شامل ہو گئے،
اور انطاکوس ہیئرآکس جیسے حکمرانوں کے کم و بیش آزاد حلیفوں کے
طور پر اُن کے دشمنوں کے مقابلے میں لڑے[۵۳] رفتہ رفتہ

[۵۳] کلٹ سرنہ کے خلاف بطلیموس کو مدد دیتے ہیں، ڈرواسے سن ۲۲، ۲۰۰،
پرموس اور رائس کے مدمقابل دیمتریوس کی خدمت میں، ڈرواسے سن ۳، ۱،
۲۰۳؛ دیمتریوس کے پاس، دیکھو عقب، باب ۹؛ اپولودوروس ساکن
اسکندریہ کے پاس، ڈرواسے سن ۳، ۱، ۱۹۹؛ تقریباً سنہ ۲۰۰ ق م میں مصر میں،
پولی بیوس ۵، ۶۵؛ زمانۂ مابعد میں ایشیائے کوچک کے حکمرانوں کے پاس،
رینا ش: "متھرادا تیس" Reinach: Mithrid- ۳۸، ۲۶۴- بیزنطہ یوروپی
غالویوں کا باجگزار بننے پر مجبور رہتا ہے، دیکھو عقب باب ۱۳-

باب ۲۹

(خصوصاً شاہان پرگامم کی شکست کی وجہ سے) ان کی جلت پھرت اس علاقے میں محدود ہوگئی جسے انھوں نے اپنا مسکن بنالیا تھا، یا یوں کہو کہ جس کے قبضے کے لئے اُن سے کہا گیا تھا اور جس پر اُن کے قبضے کو ایشیائے کوچک کے فرماں رواؤں، بالخصوص سلیوکوسیوں اور شاہان کاپادوسیہ و یونتوس نے زمانۂ مابعد میں تسلیم کرلیا تھا۔ یہ وہ مُلک تھا جو بالائی سنگاریوس اور وسطی ہالیس کے کناروں پر واقع تھا۔ یہ مرتفع تھا، اس میں درختوں کی کمی تھی، جنوبی علاقہ اکثر صحرائی اور زمین نمکین تھی، جو بہ نسبت کاشتکاری کے چراگاہ کے لئے زیادہ موزوں تھی۔ یہاں تولستوبوئی پیسونوس کے قریب، تکتوساگیس انگورہ کے نواح میں، اور تروکمی مشرق میں تادیوم کے قریب آباد ہوگئے [۱]۔ عام طور پر انھیں گالاتی کہتے تھے۔ لیکن زمانۂ مابعد میں رومن انھیں غالوی یونانی کہہ کر پکارنے لگے۔ ہم اس قوم کے سیاسی ادارات کا ذکر تیرھویں باب میں کریں گے۔

اس قوم کی کامیابی کا واقعی سبب اُس کے خصائص ہیں۔ یہ جنوب کی طرف مقدونیہ اور تسلی میں ہوکر جو گزرے تو اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ ان ممالک میں شہروں کی تعداد نسبتہً کم تھی۔ انھوں نے کیرونوس کو جو شکست دی اور اُسے قتل کیا اس کی وجہ سے اُن سے ہر شخص بے حد خوف کھاتا رہتا تھا اور کوئی مرد ایسا نہ تھا جو کھلے میدان میں اُن سے رزم آزمائی کرسکتا۔ خود وہ کبھی شہروں پر حملہ نہیں کرتے تھے، جس کا اصلی راز یہ تھا کہ خود اپنے بچاؤ کے لئے

---

[۱] تادیوم کے محل وقوع کی بابت میرے نزدیک کیپرٹ اور ریمزے ٹھیک ہیں اور ہرشفیلڈ غلط۔ دیکھو رسئے ناش Chron. d'or ۲۱۴، ۸، ۱۱۹
پرگامم والے تولستوبوئیوں کو تولستواگی کہتے تھے دیکھو فرنیکل: "مکتوبات" Fraenkel: Inschr، صفحہ ۲۴۔

باب ۲

اُن کے پاس لکڑی کی ڈھالوں کے سوائے کچھ نہ تھا۔ ان تمام اسباب کی وجہ سے وہ کھلے میدان پر ٹڈی دَل کی طرح چھا گئے لیکن جوں ہی وہ یونان کے شہروں اور پہاڑی زنجیروں تک پہنچے، اور بالخصوص جب اُنھیں درۂ تھرموپلی میں ہو کر گزرنے میں دقت پیش آئی تو اُن کی قوت کا بس خاتمہ ہو گیا، اور وہ کوہ ایتہ کے شہر ہرقلیہ پر بھی حملہ نہ کر سکے۔ اُنھوں نے صرف ایک شہر یعنی کالیوم پر قبضہ کیا جو نہایت ہی مختصر آبادی تھی، اور یہاں والوں پر نہایت ہی ظالمانہ برتاؤ کیا، اس لئے کہ اُنھیں اس پہاڑی علاقے میں کھانے کو کچھ نہیں ملا تھا، اور بھوکے بھیڑیوں کی طرح جو کچھ اُن کے سامنے آیا بس اُسی پر ٹوٹ پڑے۔ آخر کار جب اُن کے لئے کچھ بھی باقی نہیں رہا تو وہ شمال کی طرف واپس چلے گئے۔

جزیرہ نمائے بلقان اور ایشیائے کوچک میں کلٹوں کی تاریخ کو تین عہدوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ سب سے پہلے تو بحیثیت ایک قوم کے وہ بڑی بڑی فتوحات کی کوشش کرتے ہیں، لیکن اس میں وہ ناکام رہتے ہیں اور اُنھیں ایشیائے کوچک کے صرف ایک حصے پر قناعت کرنی پڑتی ہے۔ یہ عہد نہایت مختصر ہے اور تقریباً ۲۷۵ ق م میں ختم ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد ایک طرف تو وہ خود اپنے مُلک کو مرکز بنا کر ہر چہار طرف چھاپے مارتے رہتے ہیں اور دوسری جانب غیر ملکی حکمرانوں کی ملازمت میں تھوڑی یا بہت تعداد میں شامل ہو کر اپنی دولت میں اضافہ کرتے ہیں۔ ہمیں وہ یورپ، افریقہ، ایشیا تینوں بر اعظموں میں نظر آتے ہیں؛ ہم انھیں پرھوس اور اس کے دشمن دیمیتریوس دونوں کی فوج میں دیکھتے ہیں، اور وہ مقدونیہ وایشیائے کوچک اور مصر تینوں ملکوں کے درباروں

باب ۲ میں دکھائی دیتے ہیں - لیکن ان سب باتوں کی وجہ سے اُنکی تعداد میں روز بروز کمی ہوتی جاتی ہے - وہ اکثر غدر کر دیتے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں تلوار کے گھاٹ اُتار دئے جاتے ہیں - اب ان کی تاریخ کا تیسرا دور شروع ہوتا ہے، اور وہ دوسری اور پہلی صدی ق م میں اپنے افروجی اور کاپادوسی حدبوں کے کم و بیش بے چین نواسیوں کے روپ میں نظر آتے ہیں - الغرض ان کی اہمیت رفتہ رفتہ کم ہوتی جاتی ہے - ایک بات اس وقت تک علی العموم نظر انداز کر دی گئی ہے، وہ یہ کہ ان کا محض اس ملک میں آباد رہنا ہی ایک طرح پر کافی اہم ہے اور یہ اُسی وقت سمجھ میں آسکتا ہے جب ہم ایشیائے کوچک کی ساخت پر غور کریں [۵]

[۵] ایشیائے کوچک کی ساخت: رٹر: "جغرافیہ" Ritter: Erdkunde ۱۸/۲ وغیرہ، ۶۱ وغیرہ (جہاں وسطی سطح مرتفع اور اُس میں گزرنے کی مشکلات کا ذکر کیا گیا ہے) - رٹر کی دو جلدوں میں وہ تمام مواد جمع کر دیا گیا ہے جسکی بابت ۱۸۵۹ء تک معلومات حاصل تھیں، لیکن ان میں مغربی ڈھلاؤ کا ذکر نہیں - ان ڈھلاؤں سے بعض کا ذکر رادے کی کتاب: "ملک لیدیہ اور دُنیائے یونان بزمانہ مرمناویاں" Radet: La Lydie et le monde grec au temps des Mermnades (پیرس، ۱۸۹۳ء) میں تفصیل کے ساتھ کیا گیا ہے - ایشیائے کوچک کے قدیم جغرافئے کے لئے کیپرٹ: "کتاب درسی" Kiepert: Lehrbuch ۸۹ وغیرہ؛ لولنگ کا مضمون ا، میولر جلد ۳ میں Lolling in A. Mueller جہاں ادبی حوالے دئے ہوئے ہیں؛ ریمزے: "ایشیائے کوچک کا تاریخی جغرافیہ" Ramsay: Historical Geography of Asia Minor لندن ۱۸۹۰ء - دراصل یہ آخری کتاب ایشیائے کوچک کا تاریخی جغرافیہ نہیں بلکہ اس ملک کی جغرافی تحقیقات کا ایک نفیس ذخیرہ ہے، اور یہ ایسی چیز ہے جو کسی طالب حقیقت کے مطالعے کے لئے

باب ۴ ایشیائے کوچک ایک ایسی سطح مرتفع ہے جس کے چاروں طرف کوہستانی زنجیرے ہیں اور وسط میں ایک میدان ہے، اور اگر اس واقعے کو نظر انداز کردیا جائے کہ اُس کے تین طرف سمندر ہے اور اُس کے بہترین اور زرخیز ترین قطعے ساحل کے محاذمیں ہیں تو اس کا مقابلہ سرزمین ایران کے ساتھ کیا جاسکتا ہے۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بید ضروری ہے؛ لیکن بغیر عمدہ نقشوں کے (جیسے کیپرٹ کے نقشے ہیں) اس سے خاطر خواہ فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا۔ خود ریمزے نے اپنی کتاب میں نقشے دئے ہیں لیکن یہ اس وجہ سے بیکار ہیں کہ ان میں نہ تو خطوط کنٹورہیں اور نہ زمانۂ حال کے نام۔ اس کتاب کی تعریف کرنا آسان ہے، اس کا مطالعہ مشکل۔ مقابلہ کرو مفصل بیان جو گ. ہرشفیلڈ G. Hnschfeld, نے برلن کے ہفتہ وار جریدۂ لسانیات in Ber Phil. Woch سنہ ۱۸۹۱ء میں دیا ہے۔ شائد اسی وقت کی وجہ سے ایک چیز پر اس وقت تک غور نہیں کیا گیا وہ یہ کہ ریمزے نے ایک طرف تو ایرانی شاہراہ کی طرف اس قدر توجہ کی ہے لیکن ساتھ ہی ہیروڈوٹس ۵۲٬۵ میں کلیکیہ کے "حدود" کا بالکل غلط اندازہ کیا ہے، اور اسی وجہ سے "راہ شاہی" کے خطوط غلط کھینچے ہیں، جس کی وجہ سے وہ کیپرٹ سے ناقص تر ہے۔ نیز دیکھو متعاقب، باب ۵ حاشیہ ۹۔ مقابلہ کرو "کتابچۂ ایشیائے کوچک ماورائے قفقاز، ایران وغیرہ" جو زیر ادارت میجر جنرل سر چارلس ولسن (لندن، مرے، سنہ ۱۸۹۵ء) شائع ہوئی ہے اور جسکی تیاری میں ہوگرتھ اور ریمزے نے تعاون کیا ہے۔ اس کتاب میں جو نفیس نقشے اور دو اشارے دئے ہوئے ہیں اُنکی وجہ سے یہ کتاب ریمزے کی کتاب کا ایک لطیف تتمہ بنجاتی ہے اور اسکی مدد سے یہ آخری کتاب کا آسانی کے ساتھ مطالعہ کیا جاسکتا ہے بدیں سبب میں نے اسکی ضرورت نہیں سمجھی کہ ہر قدیم شہر کے لئے کتابچے کے اقتباسات دوں پہلے اشارے میں تمام قدیم نام دئے ہوئے ہیں اسلئے یہ بیکار ہوتا۔ ہمارے نزدیک اسوقت ایشیائے کوچک کے جغرافیے کے مطالعے کیواسطے سر چارلس ولسن کی کتاب سے بہتر کسی چیز سے مدد نہیں مل سکتی۔

باب ۴ اس کی ابتدا ار دریائے فرات کے مغرب میں ایک پہاڑی ملک سے ہوتی ہے، جس میں سے مختلف دریا نکل کر تین مختلف سمندروں میں جا گرتے ہیں، یعنی اگامیسس، ہالیس اور ایرس بحیرۂ اسود میں، پیراموس اور ساروس بحیرۂ روم میں، اور بعض ندیاں دریائے فرات کے ذریعے سے بحر ہند میں۔ اس پہاڑی علاقے سے زنجیرۂ انتی توروس شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی طرف ان دو چشموں کے درمیان میں ہو کر جاتا ہے جو مل کر دریائے سارم بن جاتے ہیں۔ انتی توروس کے مغرب میں کوہ توروس آتا ہے جس کا رخ بھی اسی طرح جنوب و مشرق کی طرف کو ہے، اور اس کے بعد یہ مغرب کی طرف گھوم کر حدبِ ایشیائے کوچک کی جنوبی سرحد بن جاتا ہے۔ اس حدب کے شمالی حصّے میں ایک زنجیرہ واقع ہے جس کا کوئی خاص نام نہیں اور جو اتنا بلند بھی نہیں ہے جتنا توروس؛ اسی میں ہو کر وہ دریا نکلتے ہیں جو اندرونی حدب میں ہو کر جاری ہوتے ہیں۔ یہ حدب شمال اور مغرب کی طرف جھکا ہوا ہے جس کے باعث جو دریا شمال کی طرف نہیں بہتے اُن کا رخ مغرب کی جانب ہے۔ یہ فطری طور پر کئی حصّوں میں منقسم ہیں جن کے چار بڑے بڑے خطّے سمجھنے چاہئیں: ایک ذرا بڑا مغرب کی طرف اور تین ذرا چھوٹے چھوٹے مشرق کی جانب یہ تین مفصّلۂ ذیل ہیں: اوّل توکاپادوسیہ کی سطح مرتفع، جو قدیم جوالا مکھی کوہ ارگائیوس کے چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، اور جس کا رقبہ تقریباً ۱۵۰ مربع میل اور اوسط اونچائی سطح سمندر سے ۳۸۰۰ فٹ ہے؛ دوسرے اس کے شمال و مشرق میں میدان ہالیس جو بعد میں کاپادوسیہ اور پونتوس کی سلطنتوں میں منقسم ہو گیا، اور جس کا رقبہ بھی خطّۂ اوّل کے برابر اور اونچائی ۳۵۰۰ فٹ ہے؛ تیسرے شمال و مغرب میں گلاتیہ کی سطح مرتفع جو دریائے ہالیس کے مشرق تک جاتی ہے

باب ۴ اور جو ترہ کمیوں کا مسکن تھا؛ یہ بھی سطح سمندر سے تقریباً ۳۵۰۰ فٹ بلند ہے۔ گالاتیہ کا مغربی حصہ جو دریائے ہالیس کے بائیں جانب ہے، ذرا زیادہ پہاڑی ہے اور یہ چوتھے حدب کے قریب ہی واقع ہے۔ اس چوتھے خطے کا رقبہ تقریباً ۷۰۰۰ مربع میل ہے، اور یہ جنوب و مشرق سے شمال و مغرب کی طرف یعنی کلیکی تور دس سے تقریباً بتھی نیہ کی سرحد تک ایک طرف اور کوہستان گالاتیہ تک دوسری طرف جاتا ہے، اور اسی میں دریائے سانگاریوس کے بالائی حصے پر تولستوبولی اور تکتوساگی اقوام کا مسکن تھا۔ اس سطح مرتفع کو اکثر حدب لیکاؤنیہ یا حدب قونیہ ("دو اکونیوم") کہتے ہیں۔ اس کے مغربی جانب پہاڑوں کا ایک زنجیرہ ہے جو اسے دور قبیوں سے علیحدہ کر دیتا ہے، یعنی ایک طرف جنوب میں پسیدیہ اور ازدریہ کی بلند وادیوں سے جن میں عمیق جھیلیں پائی جاتی ہیں، اور دوسری طرف شمال میں میاندر اور ہرموس کے پند ھاروں سے، یعنی ان حصوں سے جن کا مدت دراز تک یونان کے ساتھ گہرا تعلق رہا تھا۔ مشرق میں ٹٹہ کی بڑی نمکین جھیل ہے۔ یہ حدب جو سمندر سے اوسطاً ۳۳۰۰ فٹ بلند ہے، بنجر اور بے درخت زمین سے بھرا ہے، اور موسم گرما میں پانی نہ ہونے کی وجہ سے بیابان بنا رہتا ہے، لیکن موسم سرما میں اس پر مویشی ہی مویشی نظر آتے ہیں۔ مذکورۂ بالا زنجیرے کے دامن میں ایک پرانی کاروانی سڑک شمال و مغرب سے جنوب و مشرق کی طرف جاتی ہے اور کلیکیہ اور لیدیہ کو ایک دوسرے سے ملاتی ہے۔ یہ سڑک جن علاقوں میں ہو کر گزرتی ہے وہ آباد نہیں اور چونکہ گرمیوں میں پانی کا نشان بھی نہیں ہوتا اس لئے اس پر ہو کر صرف جاڑوں ہی میں گزر سکتے ہیں۔ لیکن باوجودیکہ یہ آباد نہیں تاہم یہ ناخوشگوار بھی نہیں ہیں اس لئے کہ ان میں کوئی ایسی فطری مرکز کا وقیں نہیں ملتیں

باب ۴

جو علی العموم پہاڑی علاقوں میں نظر آتی ہیں۔ ساتھ ہی یہ تنہا مسافر کے لئے خالی از خطرہ بھی نہیں ہے۔ چاروں طرف کا مُلک ایک طرح کا صحرا ہے، اور قرب وجوار کے حصوں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتا ہے ان قطعوں پر صرف وہی قافلے گزر سکتے ہیں جنھوں نے اپنی حفاظت کا سامان کر لیا ہو، اور صرف وہی سلطنت اُن کی حفاظت کر سکتی ہے جو قوّت والی اور ذی اقتدار ہو۔ فتحمند اقوام کے راستے میں یہ خطے حائل ہوتے ہیں اس لئے کہ اُن میں کافی غذا کا بند وبست نہیں ہو سکتا۔ سلطنت ایران یقیناً ایک نہایت قوی سلطنت تھی، لیکن یہ سڑک افروجیہ ولیدیہ کے سرکاری کاموں کے لئے استعمال نہیں کی جاتی تھی، بلکہ سرکاری کاروبار ایک دوسری شمالی سڑک کے ذریعے سے انجام دئے جاتے تھے جو منبع میاندر سے تقریباً خط مستقیم پر پیسی نوس اور انگورہ کو، اور وہاں سے گالاتیہ کی سطح مرتفع میں پتیریہ (بوغاز کوئی) کو، اور وہاں سے مشرقی سمت میں کومانا (پونتوس) کو جاتی تھی۔ اس آخری مقام سے اس کی دو شاخیں ہو جاتی تھیں، ایک ارمنستان کی طرف جاتی تھی اور دوسری دریائے فرات کی جانب۔ یہ راستہ شمال کی طرف ایشیائے کوچک کے وسطی حصّے کا دور کرتا ہوا اُن مقامات سے ہو کر نکلتا تھا جو نسبتہً آباد تھے۔

اسی مُلک کے ایک حصّے پر گالاتائے قابض ہو گئے۔ تمدّن کے پرانے مراکز، مثلاً پیسی نوس جہاں "اُمّ الآلہہ" کی پوجا کی جاتی تھی، انگورہ و پتیریہ جہاں پہاڑی مجسّمے کندہ تھے، سب کے سب اُن کے قبضے میں آ گئے۔ تیسری صدی ق م کے بیشتر حصّے میں اُن میں اور اُن کے متمدّن ہمسایوں میں آویزش ہوئی۔ ہمارے پاس یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ ایونی یونانیوں اور کلیکیہ

باب ۱۲ وشام کے مقدونیوں کے درمیان اُن کے مُلک میں ہوکر امن و امان
سے آمد و رفت اور رسل و رسائل ممکن تھے: لہٰذا ہم حکم لگا سکتے
ہیں کہ ایشیا میں جو گالا تائے آباد ہوئے انھیں کی وجہ سے ایشیائے کوچک
دو سیاسی حصوں میں منقسم ہوگیا' اور انھیں کی وجہ سے یونانیوں
اور مقدونیوں نے جنوبی راستہ اختیار کیا تھا۔ اس جنوبی راستے
پر جو شہر آباد ہوئے اُن کے ناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ان
واقعات کے بعد میں آباد کئے گئے ہوں گے' جیسے نیسہ' انطاکیہ'
لاؤدیکیہ' اپامیا' یولیہ' فیلومیلیوم' لاؤدیکیہ کاتاکیکومینے وغیرہ'
در انحالیکہ شمالی شہروں کے ناموں سے اُن کی قدامت عیاں
ہوتی ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جنوبی شاہراہ کے
دونوں طرف شہروں کے آباد ہونے میں بہت مدت لگ
گئی ہوگی' اور یہ بھی کہ صدی ق م کے دوران میں صرف مسلح
آدمیوں کے بڑے بڑے قافلے ہی اس راستے پر ہوکر امن و امان
سے گزر سکتے تھے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ایشیائے کوچک کی یہ تقسیم
عام تہذیب و تمدن کے منشار کے مطابق تھی یا مخالف۔ ہماری
رائے یہ ہے کہ یہ اُس کے مخالف نہیں تھی۔ خاندان سلیوکوس
کے حکمران شہری مملکتوں کو پسند کرتے ہوں گے۔ لیکن امتداد زمانہ
سے اُن کا میلان مطلق العنانی کی طرف ہو گیا ہوگا؛ ساتھ ہی ساتھ
ان بادشاہوں کو جس قسم کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا اس سے
شہری آبادی کو فروغ پہنچا ہوگا۔ ان ریاستوں کے باہمی تعلقات
کے ختم ہو جانے کی وجہ سے جو ایشیائے کوچک کے وسط میں
واقع تھیں' ان میں سے ہر ایک خود اپنے اصول کے مطابق
ترقی کرنے کے قابل ہوگئی' اور ہم دیکھتے ہیں کہ کاپادوسیہ اور
پونتوس میں یونانی قوم امن و امان کے ساتھ ترقی کرتی رہی گالاتائے

باب ۱۲ کے تعلقات شاہان بتھی نیہ کے ساتھ نہایت اچھے تھے۔ یہ بادشاہ نسلاً تو بربری تھے، لیکن ان میں یونانیت سرایت کئے ہوئے تھی، اور یہ ہمسایہ یونانی شہروں کے ساتھ دوستانہ طریق برتتے تھے، جیسا اُن کے اور گالاتائے کے باہمی عہدنامے کے ذریعے سے ظاہر ہوتا ہے۔ گالاتائے کے آنے سے یہ فائدہ ہوا کہ اُنھوں نے ایک طرح سے قدیم زمانے کے سب سے اہم بحری راستے کو آزاد کردیا۔ جب یہ راستہ بطلیموس کیرونوس کے قبضے میں تھا تو یہ خطرہ پیدا ہو چلا تھا کہ اُس کے ذریعے سے ہمسایہ اور بعید یونانی آزاد ریاستوں کو حلقہ بگوش بنایا جائیگا۔ جب یہ ناممکن ہوگیا کہ ایسی بڑی سلطنت قائم کی جائے جسمیں بیزنطہ اور اسکے مقابل کا ایشیائے کوچک کا ساحل دونوں شامل ہوں تو پھر بیزنطہ ہرقلیہ، کیئری کوس اور ابی دوس کے آزاد رہنے میں کوئی مضائقہ نہ تھا، اور بحیرۂ اسود کے ساحلوں کیساتھ تجارت کو بھی آزادی ملسکتی تھی۔ گالاتیوں کو عقب کے ملک میں آباد ہونے کی اجازت دے کر اور غالویوں سے جو عہدنامے ہوئے اُن میں تجارتی بلدیات کو شامل کرکے ممکن تھا کہ شاہان بتھی نیہ یہ دعویٰ کرسکیں کہ خواہ غیر شعوری طور پر ہی سہی، اُنھوں نے بہرحال اس نواح میں آزادی کو محفوظ رکھا ہے۔ بجنسہٖ اسی قسم کے اثرات ساحلی علاقے پر مصری اقتدار کے مستحکم ہونے کے پڑے تھے، اور یہ استحکام بھی غالویوں کے حملۂ ایشیائے کوچک کی وجہ سے ہی ممکن ہوگیا تھا (اس کی بابت مفصلۂ ذیل ذکر متعاقب کیا جائے گا)۔ اس نواح میں بطالسہ مالک نہیں بلکہ ایک طرح پر محافظ و نگران تھے۔ رھوڈز کے ساتھ اُن کے جو تعلقات تھے اُن کی وجہ سے اس نگرانی کا بلدی آزادی پر بہت اچھا اثر پڑا جو خاص طور پر تجارتی معاملات پر بہت گہرا تھا۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ بربری غالوی اسی طرح سے ایشیا میں بند

تھے جیسے کوئی بیرونی نامیاتی یا غیر نامیاتی جوہر کسی زندہ جسم میں چلا جائے اور وہاں بالکلیہ مقید ہو جانے کی وجہ سے کسی قسم کا نقصان نہ پہنچا سکے۔ محبس کا دروازہ کھلا اور قیدی نکلا لیکن انجام کار یہ غالوی ایشیائے کوچک کی آبادی کے ساتھ بالکل گھل مل گئے۔

جس طرح چارلس اعظم کی سلطنت پر نارمنوں، اسلافیوں اور ہنوں نے جو حملے کئے اُن سے ثابت ہو گیا کہ اب اس سلطنت کا دراصل وجود باقی نہیں رہا گو بظاہر یہ سلطنت برابر قائم تھی، اسی طرح سے غالوی حملے کی وجہ سے یہ معلوم ہو گیا کہ اب سلطنت سکندری میں مطلق جان باقی نہیں ہے۔ جب ہم اس خاص پہلو پر غور کرتے ہیں تو یہ بات نہایت قابل لحاظ معلوم ہوتی ہے کہ غالوی حملہ آوروں کو سکندر اعظم کے ملک میں ناکامی نہیں ہوئی بلکہ یونان میں، جو محض دوسرے درجے کا ماتحت ملک بن کر تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُس کا خاص سبب یہ تھا کہ یہ بربری شہروں پر حملہ کرنے کے اہل نہ تھے۔ لیکن ساتھ ہی اس سے مختلف بلدیات کی اہمیت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔ نیز دیمتریوس نے رھوڈز پر جو حملہ کیا اس سے بھی اُن کی اہمیت معلوم ہوتی ہے۔ دیمتریوس نے جملہ مروّجہ آلہ جات حرب کو کام میں لا کر اس شہر کو مسخر کرنے کی کوشش کی، لیکن اس میں وہ صرف اس لئے ناکام ہوا کہ رھوڈز کے شہریوں نے اُس کی مدافعت کی جان توڑ کوشش کی۔ الغرض سکندر کے عہد کے بعد بھی شہری آزادی کے عناصر قدیم اقوام کی حفاظت کی ناقابل شکست ضمانت کے ساتھ ہی یہ اس مملکتی نظم کا ایک اہم جزو بھی بنے رہے جن کا تاریخ سے ہم آئندہ چند صدیوں میں دوچار ہوں گے۔ سکندر کی مہمات کا جو نتیجہ نکلا وہ یہ تھا کہ متعدد مملکتیں قائم ہو گئیں جن پر یونانیت

باب ۴۳ کا غلبہ تھا، اور جن کا ذہنی اعتبار سے ایک دوسرے کے ساتھ تعلق تھا۔ ان واقعات کو سمجھنے کے لئے جنھیں ہم تحریر میں لائیں گے اس کی ضرورت ہے کہ ۲۷۵ق م میں جو اہم مملکتیں نظر آتی ہیں اُن کی بابت معلومات بہم پہنچائیں، چنانچہ یہ معلومات آئندہ باب میں ناظرین کے سامنے پیش کی جائیں گی ۹۶

---

۹۶ میں نے کلٹوں کے حملوں اور مہموں اور حکمرانوں کی کامیابیوں کی بابت جو نقطۂ نظر اختیار کیا ہے وہ دوسروں کے نقطۂ نظر سے مختلف ہے۔ حکمرانوں کی کامیابیوں کی بابت ڈرواےسن حسب ذیل رائے کا اظہار کرتا ہے: "اگر ان جنگلی بہائم سے یونان کو ان حرکات سے بچانا مقصود تھا جو اُن سے ایشیائے کوچک میں سرزد ہوئیں تو پھر اسی کو ایسے طاقتور مقدونیہ کی ضرورت تھی جو اُسے قلعے کی طرح محفوظ رکھ سکے، اور انتی گونوس فاتح لیزی ماخیہ ہی ایسا شخص تھا جو بربریوں کی مدافعت کرسکتا تھا۔ ہم جانتے ہیں کہ قدیم وقائع میں کہیں انتی گونوس کے اس کارنمایاں کا تذکرہ نہیں ملتا، بلکہ ان میں صرف اس کا ذکر سننے میں آتا ہے کہ اُس نے کس طرح کاساندریہ میں اپولودوروس کی قوت کا خاتمہ کیا۔" الغرض خود ڈرواےسن تسلیم کرتا ہے کہ انتی گونوس کے بربریوں سے یونان کو محفوظ رکھنے کا کہیں بھی تذکرہ نہیں ملتا؛ لیکن اُس کے نزدیک اُس کے کام اور لیزی ماخیہ اور کاساندریہ کی کامیابیاں اتنی اہم ہیں کہ وہ اُس کے سر یونان کی حفاظت کا سہرا رکھتا ہے"

باب پنجم

دنیائے یونان کی سیاسی کیفیت تقریباً ۲۷۵ ق م میں

(۱)

سپہ داران سکندری کے تماشا گاہِ دُنیا سے چلے جانے کے بعد ایک بڑی حد تک قدیم حالات از سرِ نو عود کر آئے، یعنی سیاسی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ گو قدما اس کی بابت ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالتے۔ لیکن اگر ہم غور کریں تو انتی گونوس نے لیزی ماخیہ میں بہت کم اور کاساندریہ میں کچھ بھی نہیں کر دکھایا۔ لیزی ماخیہ میں غالویوں پر وہ یک بیک ٹوٹ پڑتا ہے؛ (جسٹی نوس ۲۵، ۲؛ مقابلہ کرو Diog. La. ۲، ۱۴۰، اور ڈرواسے سن ۳، ۱، ۱۹۳) ۔ مکر و فریب اور ذرا سی خوش قسمتی سے اس قسم کی کامیابی آسانی سے ہوسکتی ہے؛ لیکن اس طرح کا فاتح جنگی اعتبار سے سورما نہیں کہا جا سکتا۔ اس قسم کی چالبازی تاریخ کے درخشاں جنگی کامیابیوں میں شمار نہیں کی جا سکتی۔ رہا کاساندریہ، سو اُسے تو اُس نے نہیں بلکہ اُس کے خفیہ مددگار امینیاس نے مسخر کیا تھا، اور وہ بھی چال چل کر؛ پولی اے نوس ۴، ۶، ۱۸۔ ان سب

باب ۵ اعتبار سے ایشیا اور یورپ ایک دوسرے سے پھر علیحدہ ہو گئے اور

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ معرکوں سے غالوی مقدونیہ و یونان پر حملہ کرنے سے باز نہیں رکھے جا سکتے تھے۔ ہم جانتے ہیں کہ وہ واپس نہیں آئے، لیکن اسکی وجہ ایک تو یہ تھی کہ تھرموپلی کے مقام پر اُن کی مدافعت اچھی طرح سے ہوئی تھی، اور دوسرے ایسے مُلک میں جو شہروں سے بھرا ہوا تھا اُنھیں کھانے کے لئے کیا مل سکتا تھا، اور تیسرے ان میں سے بہت سوں کے ایشیا وغیرہ چلے جانے کی وجہ سے وہ کمزور ہو گئے تھے۔ اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غالویوں کو یونان سے باہر رکھنے کا سہرا حوادث زمانہ اور یونانیوں کی شجاعت کے سر رکھنا چاہیئے نہ کہ مقدونوی بادشاہوں کے سر۔ اصل میں اس مورخ نے یونانیوں کے کارناموں کو نظرانداز اور مقدونوی بادشاہوں کے ایسے کارناموں کو سراہا ہے جن کا ذکر تک نہیں، تو اس کی وجہ وہی بے بنیاد مفروضہ ہے کہ اُس عہد کے جمہوریت پسند نالائق ہو گئے تھے اور اُنکی توانائی میں کمی پیدا ہو گئی تھی۔ پولی بیوس ۹، ۳۵ میں اکارنانی لیزی کوس کہتا ہے کہ مقدونیہ کے ہاتھوں یونان کی حفاظت اس واقعے سے سمجھ میں آتی ہے کہ جب کیرونوس کی موت کے بعد غالویوں کو مقدونیوں کا ڈر نہیں رہا تو وہ فوراً یونان پر ٹوٹ پڑے؛ اس سے ہم قطعی نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ مقدونیوں نے تہذیب و تمدن کو غالویوں سے بچانے کے لئے کچھ بھی نہیں کیا۔ لیزی کوس کو کیرونوس کے جانشینوں کی کسی کامیابی کا قطعی علم نہیں ورنہ وہ اس کا ضرور ذکر کرتا۔ الغرض اُس نے جو استدلال کیا ہے وہ اسی طرح کا ہے کہ اگر ڈاکو کسی گاؤں پر حملہ کریں تو گاؤں والوں کی حفاظت دراصل وہ پہلا سپاہی کرتا ہے جو اُن سے سب سے پہلے برسرپیکار ہوتا ہے، دراںحالیکہ یہ گاؤں والے خود اپنی قوت سے چند ڈاکوؤں کو مار ڈالتے ہیں اور باقی کو بھگا دیتے ہیں۔ اگر ہم یہ استدلال تسلیم کر لیں تو مقدونیوں کے پرانے اور نئے مداحوں کو برسرحق ماننا پڑے گا۔ ساتھ ہی یہ واقعہ ہے کہ مقدونوی بادشاہوں

باب ۵

مصر سلطنت ایران کے زمانے سے بھی زیادہ (جس کی جگہ اب خاندان سلیوکوس نے لے لی تھی) ایشیا سے آزاد ہوگیا۔ لیکن دراصل ہر چیز میں ایک بدیہی فرق پیدا ہوچکا تھا، اس لئے کہ مصر میں اب ایک یونانی خاندان حکمران تھا اور سلطنت سلیوکوس کی بنیاد یونانی مقدونوی قومیت پر تھی جس میں یونانی عنصر کو تفوق حاصل تھا، چنانچہ بیرونی منفردیت کے پردے میں اب پہلے سے زیادہ اندرونی توحد کی کیفیت تھی۔ ہم مختلف مملکتوں کے اس ڈھیلے ڈھالے مجموعے کے مختلف حصوں کا بیان کریں گے اور ان میں سے سب سے پہلے یوروپی مملکتوں کو لیں گے۔

مقدونیہ میں، جو ایشیا کے فاتحوں کا جنم بھوم تھا، باوجود قابل لوگوں کے ملک سے چلے جانے کے اب بھی بہت کچھ قوت وجرأت باقی تھی، اور کلٹوں کے حملے کے کوئی مستقل آثار باقی نہیں رہے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس ملک میں جو لوگ باقی تھے اُن میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نے ایتھنزیوں سے زیادہ کر دکھایا، لیکن اسکے کئی اسباب ہیں، مثلاً مقدونیوں کا واقعی میلان، امینیاس جیسے شخص کے تعلقات، جس نے بے شمار راجپر سپاہیوں کو اُن کے لئے مہیا کیا، اور اس اُصول کا بے تحاشا انطباق کہ جنگ کو اپنی ضروریات خود مہیا کرنی ہوں گی۔ اگر ایک خودمختار مملکت چاہتی بھی تو بھی وہ ایسے حرکات نہ کرسکتی اسلئے کہ اس قسم کا طرز عمل آزادی کے اُصول کے منافی ہوتا۔

ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ غالوی ایسے گئے گزرے بربری نہ تھے جیسا فرض کرلیا جاتا ہے۔ مسالیہ سے دوسری صدی ق م کی ابتدا تک اُن کے تعلقات جاری تھے؛ "مکتوبۂ لمپساکوس" Inschrift von Lampsacos رودادِ ایتھنز Athen Mitthail، تتمہ، تا صفحہ ۹۶، جس کا اقتباس ڈون نے اپنی کتاب "کوہ الپ کے دروں کا استعمال" "Duhn: Benutzung der Alpenpaesse 38. not." "Heidelb: Jahrb. II" میں کیا ہے۔

باب ۵

بھی بہت سے جری اور بہادر ہوں گے۔ ہم اس بات سے واقف ہیں کہ لشکر سکندری کے سپاہی مقدونیہ واپس جانے کے دل سے خواہاں تھے، اور اپنی قوت کے انتہائی عروج کے زمانے میں بھی اپنے اپنے گھروں کی واپسی میں زور دینے میں باک نہیں کرتے تھے۔ علی العموم مقدونیوں اور اُن کے حکمرانوں کے مابین جو تعلقات تھے وہ بالکل قدیم وضع کے تھے۔ اُن کا فطری میلان ملوکیت کی طرف تھا، اور انھیں اکثر مدعیان تخت وتاج کے موافق یا مخالف فیصلہ کرنا پڑتا تھا، جس کی وجہ سے بعض مرتبہ وہ واقعی صاحب تخت کی مخالفت کرنے میں بھی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے، اور جب خانوادۂ سکندری کا بالکل صفایا ہوگیا اُس وقت یہ صورت حال پہلے سے بھی زیادہ عام ہوگئی۔ انھوں نے اُس وقت تک پرھوس کا حکم مانا جب تک وہ قابلیت کیساتھ حکومت کرتا رہا، اور انتی گونوس کے سامنے اس لئے سر تسلیم خم کیا کہ اُس کی قابلیت پرھوس سے بھی زیادہ مسلّمہ تھی؛ گو اسکے علاوہ معلوم ہوتا ہے کہ تیمے نوس کی عزیز داری کی وجہ سے بھی انتی گونوس کو پیش کیا گیا تھا۔ مقدونیہ کی اندرونی حالت میں بھی کوئی بیّن فرق پیدا نہیں ہوا۔ اب بھی دیہاتی زندگی کو قدیم زمانے کی طرح تفوّق حاصل تھا اور چونکہ مقدونیہ میں شہروں کے ذریعے سے یونانی تمدن کے انتشار سے کوئی خاص فائدہ متصوّر نہ تھا اس لئے نئے شہر بہت کم آباد کئے گئے تھے۔ مقدونیہ کا پایۂ تخت اب بھی پیلا ہی تھا لیکن ممتاز ترین بلدیات میں اس کا شمار نہیں ہوتا تھا۔ مقدونیہ کا اثر تھریس، ایپائروس، تھسلی اور یونان میں پھیلا ہوا تھا۔ اگر کبھی مقدونیہ کے فرماں رواکی یہ خواہش ہوتی کہ مشرق، شمال اور مغرب کے حملہ آوروں کی طرف سے اپنے ملک کو بچائے رکھے اور ساتھ ہی ارض یونان پر بھی اثر ڈالے، تو

اس کی ضرورت تھی کہ وہ وسائلِ ملکی کی خاص نگرانی رکھے، خصوصاً باب ۵
اس لئے کہ مشرقی حکمرانوں کے برخلاف اُس کا مُلک متموّل نہیں تھا۔
اُس کے اقتدار کا دارو مدار اُس کی رعایا کی تنومندی اور قوّت
پر تھا، چنانچہ فوجی خدمت لازمی تھی، اور پہلے کی طرح مقدونوی
جتھا اب بھی ایک خوفناک آلۂ حرب بنا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ
انتی گونوس کی خدمت میں اجیر سپاہی بھی تھے، لیکن اغلب امر یہ ہے
کہ بجائے باضابطہ مشاہرے کے انھیں خانگی بحری قزّاقی کے ذریعے
پیٹ بھرنے کی اجازت دیدی جاتی تھی۔[۱]
اگر لیزی ماخوس کا ستارہ بلند رہتا تو شائد تھریس اپنی تہذیب
وتمدّن کو قائم رکھ سکتا، لیکن اب یہ کم وبیش بربریت لئے ہوئے
قوموں، مثلاً تھریسیوں، کلٹوں، گیتاؤں وغیرہ کا مسکن بن گیا تھا،
جن کے خلاف ساحلی آزاد یونانی ریاستوں کو اپنا سر بچانے میں مشکل
پیش آتی تھی۔ ان ریاستوں کا سرگروہ شہر بیزنطہ تھا جس نے فیلقوس

[۱] کاساندر نے مفصلۂ ذیل مزید شہر آباد کئے:۔ کاساندریہ، اولینتھوس کی جگہ؛
اورانوپولس راس آتھوس پر جسے الگزارخوس برادر کاساندر نے بسایا؛ تھسالونیکے
تھرمے کی جگہ۔ مقابلہ کرو ڈرواے سن ۲، ۱، ۲۵۰، اور تھسالونیکے کے واسطے
تافل Tafel کا بسیط مضمون "تھسالونیکے" De Thessalonica برلن ۱۸۳۹ء۔
لیکن بہت جلد مقدونیہ کے بادشاہوں نے شہر آباد کرنا چھوڑ دیا۔ انتی گونوس گوناتاس
کے لئے ڈرواے سن ۳، ۱، ۸۷ وغیرہ؛ فون ولاموونز: "انتی گونوس ساکن کارسیتوس"
von Willam. Antig. v. Karystos ۲۱۱ وغیرہ ۲۶۰۰ (مدّت سلطنت)۔
۔ لیوی ۲۴، ۵۲ کہتا ہے کہ عالمگیر فوجی خدمت "اُن لوگوں پر
لازم تھی جو تدبیر جنگ میں تربیت یافتہ ہوں" ڈرواے سن ۳، ۱، ۹۰۔
زراعتی فصل کے موقع پر فوج کی برخاستگی (پولی بیوس ۴، ۶۶) سے بھی معلوم
ہوتا ہے کہ فوج قومیت کا رنگ لئے ہوئے تھی۔

باب ۵ کے حملوں کی نہایت شدت سے مدافعت کی تھی، اور جہاں باوجود پہلے ہی سی مرفہ الحالی کے عیش و عشرت میں کمی اور آزادی کے جذبے میں بیشی پیدا ہوگئی تھی۔ اس قسم کے ملک میں کسی متمدن بادشاہ کے لئے شہروں کا وجود اتنا اہم تھا کہ لیزی ماخوس نے چند بلدیات آباد کر کے اپنا نام چار دانگ عالم میں مشہور کر دیا۔ اس کی سلطنت میں ایشیائے کوچک کا ایک حصہ بھی شامل تھا، اور اُس کی قوت کا دار و مدار اسی حصے پر تھا اس لئے کہ محض یورپی تھریس، جو شمال میں غیر محفوظ اور چاروں طرف سے بربری اقوام کے حملوں کے لئے کھلا ہوا ہو وہ مستقل طور پر ویسے بھی آزاد و مرفہ الحال نہیں رہ سکتا، اور اس وقت تو بیزنطہ بھی اُس کے قبضے میں نہیں تھا۔ الغرض لیزی ماخوس کی موت پر سلطنت تھریس کا خاتمہ ہوگیا۔ یہ ملک آزادی کے لئے اس قدر ناموزوں تھا کہ بہت جلد مصر اور آخر میں دور دراز شہر ایتولیہ کا اُس پر اثر ہی نہیں بلکہ اس کے بعض حصوں پر قبضہ بھی ہوگیا۔ ہمارے نزدیک یہ صورت حال تمدن کے لئے فی الجملہ مفید ہی تھی، اس لئے کہ اب ایجین اور بحیرۂ اسود کے مابین بحری شاہراہ پر ایسی جمہوریتوں اور چھوٹی چھوٹی مملکتوں کا ایک سلسلہ قائم ہوگیا تھا جنھیں تجارت میں مداخلت کی مطلق اہلیت نہیں تھی۔[2]

مقدونیہ کے شمال میں دردانی آباد تھے، اور مغرب میں الیریائیوں کا ملک تھا جنھوں نے مقدونیہ کو چین سے نہیں بیٹھنے دیا۔[3]

ذرا جنوب میں ساحل اڈریاٹک پر ایپائرس آتا ہے جس کے

---

[2] تھریس۔ لیزی ماخوس کے لئے حواشی باب ۳ دیکھے جائیں۔ فریک Frick نے ایک نفیس مضمون لکھا ہے جو پاؤلی ۱، ۲، ۲۶۰ وغیرہ میں مندرج ہے۔

[3] دردانی۔ دیکھو ڈرو آئےسن ۳، ۱، ۸۸، کیبرٹ، ۲۹۹۔ اس زمانے میں دردانیوں پر شاہ مونونیوس حکمران تھا جس کے دیرانی نوع کے سکے موجود ہیں، ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" Head, H. N. ۲۶۷۔

باب ۵

قبیلے (جو تھیوپومپوس کے نزدیک ۱۴ تھے) عہد زیر بحث میں متحد تھے۔ اس کے مغربی و جنوبی حصے میں اضلاع خاؤنیہ و تھسپروتیہ، اور اس کے شمال و مشرقی گوشے میں ضلع مولوسس تھا۔ یہ سب قبیلے مولوسی شاہ پرھوس کے ماتحت تھے جس کے کارناموں کا متعاقب ذکر کیا جائے گا۔ پرھوس نے اپنا صدر مقام شہر امبریسیہ کو بنایا جسے سکندر رولا کا ساندر نے اس کے حوالے کر دیا تھا۔ ایپائروس والے اپنے ہمسایہ مقدونیوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے تھے [4]

اپنے اندرونی معاملات میں ملک تھسلی آزاد تھا، لیکن سیاسی اعتبار سے غالباً اس کی اب بھی وہی کیفیت تھی جو فیلقوس کے عہد میں تھی۔ یعنی اس پر مقدونوی اقتدار فائق تھا، اور اس کا قلعہ دیمتریاس جسے دیمتریوس نے تعمیر کیا تھا، اب بھی مقدونیوں کے قبضے میں تھا۔ ساتھ ہی یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تھسلی میں ایک فریق ایسا بھی تھا جو مقدونوی تفوق کے مخالف تھا [5]

وسطی یونان میں دو مملکتیں یعنی ایتھنز اور ایتولیہ ممتاز تھیں۔ سنہ ۲۸۶ ق م میں ایتھنزیوں نے اولیمپودوروس کی سرکردگی میں میوزخانے پر جس پر مقدونوی علم بلند تھا، حملہ کر کے قبضہ کر لیا، اور اس طرح خارجی دباؤ سے آزاد ہو گیا۔ سنہ ۲۷۹ ق م میں ایتھنزیوں نے غالویوں کے خلاف فوج اور بیڑے دونوں کے ذریعے سے نہایت زور کے ساتھ مدافعت کی تھی۔ ان کے اور ایتولیہ کے باہمی تعلقات ۴۰ سال پیشتر سے نہایت دوستانہ تھے، جب دونوں نے ہمزبان

---

[4] ایپائروس۔ ڈرواے سن، ۳، ۱، ۴۹: امبریسیہ پرھوس کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ مرلیکر Merleker نے اسی ملک، خاندان اور باشندوں پر متعدد مضامین لکھے ہیں جو کیونگزبرگ سے سنہ ۱۸۴۲ء، سنہ ۱۸۴۸ء اور سنہ ۱۸۵۲ء میں شائع ہوئے ہیں۔

[5] تھسلی۔ ڈرواے سن، ۳، ۱، ۹۲؛ ہرتزبرگ Hertzbug ۱، ۱۰۸۔

باب ۵

ہوکر باوجود سکندر کے صریح احکام کے ساموس اور اوئے نیادائے کو مقدونیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ دیکھو جلد ۳، صفحہ ۳۶۵) ؎ ہم باب ۱۲ میں ایتولیہ کا مفصل ذکر کریں گے، یہاں یہ کہنا کافی ہے کہ اُن کے قبضے میں خلیج مالوس اور بیوتی سرحد تک تمام وسطی یونان تھا۔ وہی درۂ تھرموپلی اور "لیگ ہمسائگاں" پر قابو یافتہ تھے، اور کلٹ قوم کی مدافعت کر کے اُنھوں نے موخر الذکر کی بڑی بھاری خدمت انجام دی تھی۔ ایتولیوں کے بعد لیگ کی مجلس میں ایتھنز کا اقتدار سب سے زیادہ تھا۔ ایتھنز وایتولیہ نے غالویوں سے محفوظ رہنے کی یادگار کے طور پر ایک نئی عید سوتیریہ قائم کر کے لیگ کے انتشار تمدن کے کام میں خاص دلچسپی لی۔ اس عید کو تمام دیار یونان میں دلچسپی کی نظر سے

---

۵۶ ایتھنز۔ ڈرواے سن ۳، ۱، ۹۵) جس رائے کا اظہار کرتا ہے اُس سے ایتھنز کی حالت زبون معلوم ہوتی ہے۔ ممکن ہے کہ میوز خانے کی تسخیر کے بعد کچھ مدت کیلئے پیرائیوس میں ایک مقدونوی لشکر مقیم رہا ہو (ڈرواے سن ۳، ۲، ۲، ۳۰۲، ۳، ۴، ۲۶ والخصوص ۱، ۶۱۹، ۶۲۰) چونکہ خود ایتھنز آزاد تھا، اسلئے ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اُسکا سکہ بھی چلتا ہو گا، لیکن اس رائے سے ہیڈ متفق نہیں ہے (تاریخ مسکوکیات ۳۱۴) اس لئے کہ اُس کے نزدیک ۳۲۲ ق م سے ۲۲۰ ق م تک سکہ سازی کا اختیار نہیں تھا۔ یہ محیاں ہے کہ آزادی کے زمانے میں بھی ایتھنز کو سکہ سازی پر کوئی مجبور نہیں کر سکتا تھا۔ اس لئے کہ بہت سے آزاد شہر ایسے تھے جن میں سرے سے ٹکسال ہی کا وجود نہیں تھا۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایتھنز کے سکے دور دراز مقامات میں چلتے تھے، اور نہایت مقبول تھے چنانچہ اغلب امر یہ ہے کہ جب اُسے آزادی حاصل ہوگئی ہوگی تو اُس نے ضرور سکے بنائے ہوں گے۔ ہمارے نزدیک ۳۲۲ ق م سے ۲۲۰ ق م تک کے زمانے میں ایتھنز کا سکہ سازی کو روک دینا قرین قیاس نہیں ہے۔

دیکھا گیا اور ہر جگہ اس خاص دن ناٹک کے کھیل ہونے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ اس امفکتیونی انجمن نے دیونی سیوس کے نقاشوں کو خاص اپنی نگرانی میں لے لیا۔ اب گویا امفکتیونی لیگ میں مقدونیہ کی جگہ ایتولیہ نے لے لی تھی اور اس طرح مقدونیہ کو یونان پر مادی اور روحانی جو مواقع تھے وہ جاتے رہے تھے۔ اب اگر وہ وسطی یونان پر حملہ کرنا چاہتا تو اُس کے لئے درۂ تھرموپلی کو عبور کرنا محال ہو جاتا، بلکہ وہاں پہنچنے کے لئے اُسے یوبیہ ہو کر جانا پڑتا جہاں کے بلدیات خالکس و کاریستوس اُس کے قبضے میں تھے۔ پھر اُس کے لئے کوئی ایسا طریقہ باقی نہیں رہا تھا کہ مذہبی سرداری کی حیثیت سے وہ یونان کے نام سے کوئی قرارداد منظور کر سکے۔ نیز اُسے آزاد یونان کے ساتھ کوئی اندرونی تعلق بھی باقی نہیں رہا تھا۔ ان سب باتوں پر نظر ڈال کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ ایتولیوں نے امفکتیونی لیگ کو جو از سر نو منظم کیا تو اُسکے لئے وہ تمام یونان کے شکریئے کے مستحق تھے۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ ایتولیوں اور اکارنانیوں میں ازلی دشمنی تھی جس کی وجہ سے اکارنانیوں کا فطری میلان مقدونیہ کی جانب تھا چنانچہ ۳۴۱ق م میں انھوں نے کاساندر کی صلاح سے چند بڑے بڑے شہروں میں، جن میں سے ایک ستراتوس بھی تھا، اپنے آپ کو مرتکز کر لیا۔ ۳۱۶ ق م میں کاساندر نے تھبز کی آزادی کا احیا کر کے بیوتیہ کے ایک حصے کو مقدونیہ کا ہمنوا بنا لیا تھا، گو اسی میلان کا نتیجہ یہ نکلا کہ باقی سب بیوتی مخالفین مقدونیہ کی صف میں شامل ہو گئے۔ اس ضمن میں آخری بات یہ کہنی ہے کہ لاخاریس نے تھبز ہی میں پناہ لی تھی، اور یہی شہر دیمتریوس پولیور کی تمیس کے خلاف نہایت بہادری سے لڑا تھا۔ [۱]

[۱] ایتولی۔ ڈروائے سن ۳، ۱، ۷، ۹ تا ۹۹: نیز مناقب، حواشی باب ۱۲۔

باب ۵

پیلوپونیز پر مقدونیہ کا کم از کم اتنا اثر ضرور تھا جتنا وسطی یونان پر تھا، اور اُس نے اپنی قوّت و اقتدار کا مظاہرہ اکرو کورنتھوس کی قلعہ بندی کر کے کیا۔ اس کے طرفدار کورنتھ، سکیون، آرگوس، مسینیہ ایلس اور آرکیڈیا کا ایک حصّہ تھا جس میں میگالوپولس بھی شامل تھا، لیکن دوسری طرف تقریباً سنہ ۲۸۰ ق م میں اکائیہ نے آزادی کا راگ الاپنا شروع کر دیا۔ مقدونیہ مختلف شہروں میں اپنے اثر کو خود سر مقرر کر کے مستحکم کر رہا تھا۔ اس قسم کے وسیع الاثر سیاسیات میں اسپارٹا کو کسی قسم کی مداخلت کرنا پسند نہیں تھا، اور اسی لئے اُس نے اپنی حیثیت بالکل آزادانہ رکھی تھی۔ سنہ ۲۹۵ ق م میں اُسنے دیمتریوس کے خلاف اور اس کے بعد انتی گونوس گوناتاس کے خلاف ہتھیار اُٹھائے، اور الولودوروس والی کاساندریہ کی پشت پناہی کی۔ اُسنے کلیونیموس کی سرکردگی میں انتی گونوس کے خلاف بہت کچھ سرگرمی دکھائی جس کا ذکر اس کتاب کے نویں باب میں کیا جائے گا۔ ہم اسی باب میں یہ بھی دیکھیں گے کہ کم از کم ایک موقع پر اسپارٹا کلیونیموس کے مدمقابل آریوس کی ماتحتی میں انتی گونوس گوناتاس کا طرفدار بن گیا۔ اُس زمانے میں لقونیہ کو بھی اہمیت حاصل ہوتی ہے، اس لئے کہ عمّال سلطنت کی اجازت سے اُس کے جنوبی حصّے خصوصاً راس تینےنارم میں ہر طرح کے لوگ اکٹھے ہوتے رہتے تھے اور حکومت اُن سے جو چاہتی خدمت لیتی رہتی تھی۔ ہم ناظرین کی توجّہ اس طرف کئی مرتبہ مبذول کر چکے ہیں۔ یہی کیفیت جزیرۂ کریٹ کی بھی ہے جہاں کی جمہوریتوں کو مکمّل آزادی حاصل تھی۔ ان ممالک کے تعلقات مصر و سرینہ سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اختلاط اکارنانیہ، دیودوروس ۱۹، ۶۷؛ بوسولٹ ۲، ۸۵۔ بیوتیہ۔ ڈروائسن ۳، ۱/۲، ۹۳ تا ۹۵؛ زمانۂ مابعد پولی بیوس ۲۰، ۴ تا ۶؛ بوسولٹ ۱، ۱، کو ۲۶۳۔

باب ۵ نہایت اچھے ہیں، اور یہی کیفیت ایتولیہ کی بھی ہے جسے اجیر سپاہیوں اور بحری لڑائی کی طرف خاص میلان تھا۔۵۸

اگر ہم مقدونیہ کے اثر کا اندازہ کرنا چاہیں تو ہمیں شمال سے جنوب کی طرف دو تر چھے خطوط کھینچنے پڑیں گے۔ شمال و مشرق سے جنوب و مغرب کی طرف آؤ تو مقدونیہ کے حلقۂ اثر میں یوبیہ، بیوتیہ، کورنتھ، سکیون، آرگوس، جنوبی آرکیڈیا اور مسینیہ شامل نظر آئیں گے؛ اس کے مغرب میں ایتولیہ مع دیلفی و تھرموپلی کے آزاد تھے، لیکن اکارنانیہ از سرنو مقدونیہ کا ہمنوا بن گیا ہے۔ اس کے مشرق میں ایتھنز و اسپارٹا مقدونیہ کے ماتحت نہیں اور ان مقامات پر اب مصر اپنا اثر قائم کرنا چاہتا ہے۔

جزائر مدوّرہ میں مقدونیہ و مصر کے اثرات ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں، لیکن آخر کار مصر ہی کو تفوّق حاصل ہوتا ہے گو بعد میں جزیرے والے اپنی ایک متحدہ جمہوریہ قائم کر لیتے ہیں (دیکھو باب ۲۳)۔

ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ یونانیوں کی عام کیفیت کو کسی حالت میں مایوسانہ نہیں کہا جا سکتا۔ اور چونکہ مقدونیہ کی

---

۵۸ اسپارٹا۔ ڈرواۓسن ۳، ۱، ۲۰۰۔ کلیونی موس نے مصر کا ساتھ دیا اور انتی گونیوسیوں کی مخالفت کی۔ اٹلی سے واپسی پر اس نے کورسائرا فتح کیا، لیکن تقریباً ۳۰۳ ق م میں اسے دیمتریوس نے نکال دیا؛ ڈرواۓسن ۲، ۲، ۱۹۰۔ بعد ازاں وہ دیمتریوس کے دشمن لاخاریس کی معیت میں تھبز پہنچا۔ اس کے بعد اس نے انتی گونوسیوں کے خلاف اسپارٹا کے ساتھ اور پھر مصر کے حلیف پرھوس کے ساتھ سازش کی۔ کلیونی موس کا مدّمقابل آریوس تھا، جس کے مشتبہ طرز عمل کے لئے دیکھو یادداشت ہائے متعلق باب ۹۔

کریٹ کے لئے دیکھو سترابو ۱۰، ۴۷۷۔

باب۵ حالت کچھ قابل رشک نہ تھی اس لئے اگر ان میں ذرا زیادہ سیاسی اتفاق ہوتا تو وہ غالباً اپنے کندھوں سے متقدونوی جوا اتار کر پھینک دیتے۔

اب ایشیا کی طرف آیئے۔۹ہم یہاں کی سب سے زیادہ اہم

۹ ایشیائے کوچک کا جغرافیہ۔ دیکھو حواشی باب ۴۔ لولنگ Lolling نے ا۔ میولر A. Mueller ۳/۲۴۹ میں قدیم تصانیف کا ملخص پیش کر دیا ہے، لیکن اس کے بعد حال ہی میں ایشیائے کوچک کی تحقیقات میں بڑی بھاری ترقی ہوئی ہے؛ لولنگ نے اس کا بھی خاکہ دے دیا ہے (۱، ۱، ۴ ۹ وغیرہ) اور رائناش Reinach نے بھی اپنی کتاب ''وقائع مشرقی'' Chroniques L'Orient میں جو ابتداءً جریدۂ آثاریات Revue Archeologique میں چھپی تھی اور اب ایک علٰحدہ مجلد کی شکل میں شائع ہوئی ہے، اس کا مفصل بیان کیا ہے۔ اس میدان میں ہر سال مزید ترقی ہوتی ہے۔ عین حال میں مفصلۂ ذیل علماء میدان تحقیقات ایشیائے کوچک میں ممتاز ہیں: گ۔ ہرشفیلڈ G. Hirschfeld بین دورف Benndorf، نی مان Niemann، لانکورونسکی Lanckoronski پیٹرسن Petersen پاتون Paton (کاریہ دلکیہ، پمفیلیہ، پسیدیہ) ہومان Humann، پخشٹائن Puchstein (گلاتیہ، کوماگینے) ریمزے Ramsay ہوگرتھ Hogarth (بالخصوص افروجیہ) سیٹریٹ Sterreth (وسطی وجنوبی ایشیائے کوچک) بنٹ Bent، ہیبرڈے Heberdey ولہلم Wilhelm (قلیقیہ)؛ نیز فابریکیوس Fabricius، وینے فیلٹ Winnefelth، یودائخ Judeich کلارک Clarke کولڈوے Koldeway شخہارٹ Schuchhardt ہلرفون گیرٹنگن Hiller von Geartingen، پیرس Paris، گارڈنر E. Gardner رادے Raidet ڈیورباخ Duerbach فوژیر Fougeres وغیرہ اس فہرست میں ارض ٹرواسے اور پرگامم کے محققوں کے نام شامل نہیں کئے گئے۔ جنوبی ایشیائے کوچک پر زیادہ تر

باب ۵

مملکت شام سے شروع کریں گے، وہ مملکت جس نے سکندر کے ایشیائی مقبوضات پر حکومت کرنے کا دعویٰ کیا، گو اس دعوے کی کوئی صحیح بنیاد عرفاً یا قانوناً نہیں تھی۔ بہرنہج اس مملکت نے انطاکوس اعظم کے عہد حکومت میں ہیلیس پونٹ سے لے کر ہندوستان تک ہی نہیں بلکہ یوروپی یونان میں بھی مداخلت کی اور یہ مداخلت اس وقت تک برابر ہوتی رہی جب تک سلیوکوس کے جانشینوں کو یہ محسوس نہ ہونے لگا کہ اس دعوے کو وہ منوا نہیں سکتے۔ اس عہد میں جسکا اس وقت ذکر کیا جا رہا ہے (یعنی تقریباً ۲۷۵ق م میں) سلیوکیوں کی سلطنت کی (جسے سلطنت سوریہ بھی کہتے تھے) وہ اہمیت نہیں رہی تھی جو اسے سلیوکوس اول کے عہد میں حاصل تھی۔ سلیوکوس "فاتح" نے اس سلطنت کو منظم کیا تھا چنانچہ اب اس کی ضرورت ہے کہ ہم از سرنو اس کی زندگی کی طرف رجوع ہوں۔

اس نے بہت جلد یہ صحیح اندازہ کر لیا کہ ایشیا کے سرحدی علاقوں پر بادشاہت کا کھیل کھیلنے کے بجائے یہ بدرجہا بہتر ہے کہ یہاں اسکے سچے اور واقعی حلیف پیدا ہو جائیں۔ ۳۱۲ق م میں یودےموس نے پوروس کو قتل کر دیا تھا، اور اس کے بعد خود اس قاتل کو انتی گونوس نے مار ڈالا تھا۔ اس پر چندر گپت بادشاہ ہندوستان نے (جسے یونانی ساندرکوتوس کہتے تھے) ملک سندھ کے محاذی علاقوں پر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ آسٹریا والوں نے کام کیا ہے۔ بہترین نقشہ کیپرٹ Kiepert کے ہیں جنہیں خود اسکی اشاعتوں کے نقشے وغیرہ نقشے شامل ہیں جو دوسرے مصنفوں کے سفرناموں کیلئے اسنے تیار کئے۔ نیز مقابلہ کرو فائیگل "ایشیائے کوچک میں آثاریات کے لئے تحقیقاتی سفرنامے" Feigl: Archaeolog. Forschungsreisen in Kleinasien آسٹروی جریدۂ ماہواری متعلق دیار مشرقی Oesterreich Monatsch Orient سال ۱۸، نمبر ۶ و ۷

باب ۳ قبضہ کرلیا تھا، اور جزیرہ نمائے گجرات سے دہانۂ دریائے گنگ
تک اپنی سلطنت قائم کرلی۔ پہلے تو سلیوکوس نے اُس سے لڑائی
ٹھانی، لیکن پھر اُس کے ساتھ صلح کرنے پر مجبور ہو کر دریائے سندھ
کے مُلک سے اپنے قدم پلٹا لئے جس کے معاوضے میں حکمران ہند
نے اُسے وہ ہاتھی نذر کئے جن کی وجہ سے میدان اپسوس اُسکے
ہاتھ رہا (دیکھو باب ۲)۔ اُس نے اپنا سفیر میگاس تھنیس چندر گپت
کے پائے تخت پاٹلی پتر بھیجا، جس کے ذریعے سے دونوں حکمرانوں
کے مابین خوشگوار تعلقات قائم ہو گئے۔ یہی وہ میگاس تھنیس ہے
جس نے ہندوستان کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے جس کے
بعض اجزاء ہم تک بھی پہنچے ہیں۔ سکندر نے غایت عقلمندی کے
ساتھ بہت سے یونانیوں کو اس سرحدی علاقے میں لاکر آباد کردیا تھا
چنانچہ یہ آبادکار تہذیب و تمدن یونان کے مستقل مرکز بنے رہے۔
واضح ہو کہ عام کلیئے کے مطابق، سرحدی علاقوں میں آباد ہونے کی
وجہ سے ان یونانیوں کو اندرون مُلک کے باشندوں سے زیادہ
اختیارات حاصل تھے۔ جنگ اپسوس کے بعد سلیوکوس نے
اپنا پائے تخت بابل سے اپنے آباد کردہ انطاکیہ
بدریائے اورونتیس کو منتقل کردیا اس لئے کہ شائد وہ بحیرۂ روم کے
قریب رہنا پسند کرتا تھا، ورنہ جغرافی اعتبار سے تو انطاکیہ کے بجائے
جو دریائے اورونتیس پر تھا سلیوکیہ کو جو سمندر پر واقع تھا مستقر
بنانا بیکار سا معلوم ہوتا ہے، بالخصوص اس لئے کہ انطاکیہ کو کبھی بھی
زیادہ اہمیت نصیب نہیں ہوئی، لیکن سلیوکوس کا خیال تھا کہ ساحل بحر
پر صدر مقام محفوظ نہیں رہے گا، اور ہوا بھی یہی کہ سلیوکیہ مدت دراز
تک بطالسہ مصر کے قبضے میں رہا۔ بہر حال اُس نے ایک ایسے
مقام کا انتخاب کیا جو ساحل سے قریب ہی ایک زرخیز رقبے میں
واقع تھا۔ ہم ذرا تفصیل سے انطاکیہ کا تذکرہ اس کتاب کے اکیسویں باب

باب ۸

میں کریں گے اور یہاں صرف اس بات پر اکتفا کریں گے کہ شہر انطاکیہ سلطنت سوریہ کی گویا ایک ظاہری علامت تھی۔ سمندر کے قریب ساحل سے ذرا ہٹ کر جنگل کے قریب لیکن اتنا نہیں کہ اُسے قافلے والے اپنا جائے روانگی بنالیں۔ یہ شہر اُسی سلطنت کے گویا مماثل تھا جس کا پائے تخت ہونے کا اُسے فخر حاصل تھا، اور جو واقعاً فوج اور بیڑے کا باضابطہ مرکز نہیں تھا اس لئے کہ دونوں محکمے تو بالکل مصنوعی تھے۔ یہ شہر یونانیوں کا شہر تھا، اور اس سلطنت کا ما لہٗ و ما علیہ یہی تھا کہ مشرق میں یونانی اُصول پر ایک مملکت قائم کی جائے۔ انطاکیہ کے محل وقوع پر بحث کرتے وقت یہ یاد رکھنا مفید ہوگا کہ فنیقیہ اور کیلوسوریہ دونوں کے اکثر حصص پر مصر کی عملداری تھی چنانچہ اُس زمانے میں انطاکیہ اکثر محض ایک سرحدی شہر بنا رہا۔ باوجود ان تمام باتوں کے سلیوکوس ضرور اس نتیجے پر پہنچا ہوگا کہ یہ ایک منتشر سلطنت کا پائے تخت ہے اور اس کا محل وقوع ایسا ہے جس میں اس اعتبار سے کم سے کم خامیاں نظر آتی ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ اپنا پائے تخت مغرب کی طرف منتقل کرنے سے بادشاہ کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اندرون ملک سے اپنا اثر اُٹھالے۔ اُس نے ملک کی سیاسی تنظیم کچھ اس طرح سے کی کہ مرکزی حکومت کو اندرونی معاملات ایشیا میں سکندر کے زمانے سے بھی زیادہ مداخلت کرنے کا اختیار رہتا تھا۔ اُس نے اپنی سلطنت کو ۷۲ ستراپیوں میں منقسم کیا۔ گو ہم وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ اُس کی سلطنت کا رقبہ کیا تھا، لیکن ہمیں یہ ضرور معلوم ہے کہ قدیم ایرانی صوبوں کو سکندر نے چھ چھ جدید صوبوں میں تقسیم کیا تاکہ صوبہ دار عمل کے اختیارات محدود ہو جائیں، اور پرانے صوبوں کو اس اندرونی تواحد سے محروم کیا جائے جس کے باعث ان میں بغاوت اور خلفشار آسانی سے پیدا ہونے کا احتمال رہتا تھا۔ اس جدید تقسیم

باب ۸ میں بھی وہی اُصول مدنظر تھے جو فرانس کے مختلف ڈپارٹمنٹوں میں
تقسیم تھے۔ مرکزی حکومت کی تنظیم طبقۂ محبانِ شاہی کے قیام سے
سمجھ میں آسکتی ہے، اور یہ طبقہ نہ صرف یہاں بلکہ مقدونیہ، مصر
اور ملوکیتوں میں بھی غالباً موجود تھا۔ ان ہی عمائد شاہی پر "مجلس مملکت"
مشتمل تھی، اور ہر محکمۂ سلطنت کا ایک ایک نگران مقرر ہوتا تھا۔ ہم
دیکھتے ہیں کہ سلیوکوس نے ایشیا میں بہت سے شہر آباد کرکے (جن کی
تعداد ایک مورخ نے ۷۵ لکھی ہے) ایشیا کو یونانی قالب میں ڈھالنے
کے طرزِ عمل کو جاری رکھنے کی کوشش کی۔ اپیان کا بیان ہے کہ
اُس نے اپنے باپ کے نام پر ۱۶ انطاکیہ، اپنی ماں کے نام پر ۵
لاؤدکیے، خود اپنے نام پر ۹ سلیوکیے اور اپنی بیویوں کے ناموں
پر تین اپامئے اور ایک ستراتونی کیہ آباد کئے۔ ان کے علاوہ دوسرے
جو شہر اُس نے آباد کئے اُن کے نام یونانی یا مقدونوی شہروں کے
یا اپنی مہموں کے ورنہ خود سکندر کے نام پر رکھے۔ امیانوس کہتا ہے
کہ نیل و فرات کے درمیان اُس نے جن گاؤں کی توسیع کرکے شہر
بسائے اُن کے اصلی نام مؤلف کے زمانے میں جدید ناموں کے
ساتھ زبان زدِ خاص و عام تھے۔ لیکن جس ضلع پر اُس کی نظر سب سے
زیادہ تھی اور جس میں اُس نے یہ نوآبادیاں قائم کیں وہ کلیکیہ کے جنوب
و مشرق اور کوماگینے کے جنوب میں بالائی شام کا ملک تھا جس کا
نام سلیوکس رکھا گیا اور جسے سب سے پہلے اسی حکمران کے عہد میں
اہمیت حاصل ہوئی۔ یہاں اُس نے چار بڑے بڑے شہر آباد کئے،
یعنی انطاکیہ، سلیوکیہ، اپامیہ اور لاؤدیکیہ جنھیں گویا اس کے خاندان
کے باضابطہ قائم مقام سمجھنا چاہئے۔ استرابو اس ضلع کو "تتراپلس" یا
"چو بلدیہ" کہتا ہے۔ دوسری صدی ق م میں، یعنی اسکندر بالاس سے
انطاکوس ہفتم تک ان چار شہروں میں جو سکے ڈھالے گئے اُن پر
"الفاظ" ادلفون دیمون" یعنی بلدیات متحالف" کندہ ہیں۔ اگر ہم

باب ۳

سلیوکوس کے باقی ماندہ شہروں کا کچھ اندازہ بیان کرنے کی کوشش کریں تو ہمیں مفصلۂ ذیل شہر ملیں گے: اوّل تو اور ونتیس اور فرات کے درمیان شہر اور ویوس جسے نکاتور کا آباد کردہ بتایا جاتا ہے؛ یہ شہر مقدونوی شہر اور وپوس کے نام پر موسوم ہے جہاں سلیوکوس پیدا ہوا تھا۔ دریائے فرات پر اُس مقام پر جہاں مشرقی شاہراہ اس دریا سے ملتی ہے اُس نے زیوگما' اور اُس کے مقابل مغربی کنارے پر اپامیا اور اُس کے قریب ہی سلیوکیہ آباد کیا۔ زیوگما کے جنوب میں بام بیکے ہیراپولس ایک قدیم شہر تھا جسے سلیوکوس نے اب دوبارہ آباد کیا۔ اس کے قریب ہی دریائے فرات پر ایک جدید امفی پولس بھی بسایا گیا۔ ہم اس نواح کے شہر نکاتورس کے محل وقوع سے واقف نہیں ہیں۔ ضلع کیرستیکے میں (جس کا نام مقدونوی شہر کیرھوس کے نام پر رکھا گیا تھا) زنجیرۂ امانوس' اور فرات کے درمیان شہر بیردیہ تھا جو آجکل حلب کہلاتا ہے' اور اسے بھی نکاتور ہی نے آباد کیا تھا۔ اُس نے دجلہ اور فرات کے درمیان ضلع آرھا میں ایدیسہ کا شہر بسایا جو از منۂ وسطیٰ میں چار دانگ عالم میں مشہور رہا۔ ہم اُس کے شہر سلیوکیہ کی طرف' جو دریائے دجلہ کے کنارے پر تھا' ناظرین کی توجہ اس کتاب کے بیسویں باب میں مبذول کریں گے' لیکن یہاں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ اس بعید زمانے میں بھی یہ شہر نہایت وسیع اور اس کی شہرت درخشاں تھی۔ میدیہ میں اُس نے شہر رھاگاے کا نام بدل کر یورویوس رکھ دیا' پارتھیا میں اُس نے سالیوپے اور ہکاتومپی لوس آباد کئے اور موخر الذکر کو اُس نے اُس حصۂ ملک کا صدر مقام بنایا۔ شام کے مغرب میں دریائے کالی کادنوس پر سلیوکیہ اور زنجیرۂ توروس پر اپامیا دامیہ کی بنیاد بھی نکاتور ہی نے ڈالی تھی۔ سلیوکوس کے اکثر بلدیات جن کا ذکر ہم سنتے ہیں' بحیرۂ روم اور مدیہ کے درمیان واقع

باب ۵

تھے۔ اس کی خواہش یہ تھی کہ اورونتیس کے دہانے سے لے کر بابل تک کا ملک اُسی کے مکمل قبضۂ اقتدار میں ہو۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سلطنت شام کے بلدیات کی حیثیت کیا تھی۔ یونان میں بلدیہ کا مفہوم یہ تھا کہ وہ اندرونی انتظام میں خودمختار ہو، چنانچہ یہ سب شہر خودمختار رہے تھے۔ اسی طرح ہمسایہ فینیقی شہر بھی، جنھیں یونانیوں کے ورود سے پہلے ہی سے اندرونی خودمختاری حاصل تھی، ان کے لئے بمنزلہ نمونہ کے تھے، اور مشرق کی تاریخ مابعد سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ان میں سے بہت سے بلدیات ایسے تھے جنھیں سکّہ سازی کا اختیار حاصل تھا۔ ہم یہ قطعی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ آیا دیگر حصص عالم کے ساتھ وہ براہ راست تعلقات رکھ سکتے تھے یا نہیں۔ بہت سے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی اخلاقی اہمیت بہت بڑی تھی۔ مثلاً انطاکوس سوم کے عہد میں مدّعی تخت وتاج اکائیوس نے ان سے مدد طلب کی تھی۔ لیکن ہمیں اس بات کا علم نہیں کہ انھیں شام کی فوج میں جدا جدا رسالے بھیجنے کی آزادی حاصل تھی یا نہیں، گو یہ ہم ضرور کہہ سکتے ہیں کہ وہ اضلاع جن میں یونانی زیادہ تعداد میں آباد تھے، اس فوج میں ایک قابل قدر حصّہ لیتے تھے جس کی مثال کے طور پر ہم کارھستائیوں کا ذکر کریں گے جن کے رسالے بالکل علیحدہ تھے۔ ظاہر ہے کہ بہت سے حصّہ جات مُلک ویسے بھی تھے جن کے باشندے اپنا انتظام بلدی نمونے پر نہیں کرتے تھے، بلکہ وہ ایشیا کے معمول کے مطابق شیوخ قبائل کے ماتحت سلطنت کے باجگزار تھے۔

ان میں سے بعض ممالک ایشیائی تمدن کی صف اوّل میں تھے۔ آخر میں یونانی عنصر کو شہروں میں فروغ حاصل ہوتا ہے، اور یونانی زندگی کی ترقی اس واقعے سے عیاں ہے کہ مُلک شام تقریباً کلیۃً شہری رقبہ جات میں منقسم ہو جاتا ہے۔

باب ۸

شام کے حکمرانوں اور شہریوں نے جو عظیم الشان خزانے معمور کئے یہ دولت دراصل تجارت سے پیدا ہوئی تھی۔ اس معنی کر کے بھی سلیوکوس کی سلطنت بابل و ایران کی صحیح جانشین سمجھی جا سکتی ہے ان بادشاہوں نے قدیم ایشیائی شاہراہوں کو قائم رکھتے ہوئے نئی شاہراہیں تعمیر کرنے کی کوشش کی، چنانچہ سلیوکوس نکاتور نے سلیوکیہ بدریائے دجلہ پر بحیرۂ روم اور ہندوستان کی باہمی تجارت کا ایک مرکز قائم کیا (دیکھو باب ۱۲)، اور ساتھ ہی یہ بھی پیش نظر رکھا کہ بحیرۂ خزر اور بحیرۂ اسود کے درمیانی راستے کو بھی کام میں لائے۔ اسنے پترو کلیس کو، جو مدبّر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ عالم بھی تھا، اس نواح میں بھیجا، چنانچہ وہ بحیرۂ خزر کے شمال کی طرف رُخ کر کے اُن مقامات تک چلا گیا جہاں اس سے پہلے دوسرا کوئی فرد بشر نہیں گیا تھا۔ اُس نے اپنی اس سیاحت کی بابت ہمارے لئے ایک کتاب بھی چھوڑی ہے۔ اس مہم سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیوکوس اب تک اپنے آپ کو بحیرۂ خزر کے جنوبی ساحلوں کا مالک تصور کرتا تھا، گو بحیرۂ اسود کے جنوب میں اس کا اقتدار صفر کے برابر تھا[۱]

[۱] سلطنت سلیوکیان۔ زمانۂ حال کے محققوں میں سے خاص طور پر قابل ذکر کلیس Cless ہے جس نے پاولی کے "محیط" Pauly's R. E. میں مضامین لکھے ہیں۔ گو جنوبی شام یا "کیلو سوریہ" جس میں ابتداءً میں جو لیبان و انتی لیبان کی درمیانی وادی اور پھر تمام جنوبی شام شامل تھا، اس سلطنت سے اکثر و بیشتر بے تعلق اور سلطنت بطالسہ کا ایک جزو تھا، تاہم اُسے علی العموم "سلطنت شام" ہی کا لقب دیا جاتا تھا۔

آل سلیوکوس کا تعلق ہندوستان سے: ستر ابو ۱۵، ۲۴۲؛ ذرداسے سن ۱۸، ۱۲۴، ۶ ، زیلو سے میعل Susem، ۵۴۷/۵۵۲

بہتر صوبے، ایپان: "سوریہ" Apb. Sy ۶۲؛ سلطنت پارتھیا کی تقسیم کا اُصول اغلباً شام سے لیا گیا تھا۔ دیکھو متعاقب باب ۱۹۔

باب ۸

اس کے برعکس مغربی ایشیائے کوچک پر سلیوکیوں نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ شاہان مقدونیہ کا دربار" اوڈلے"؛ پولی بیوس ۱۸، ۵۵۔ حکمران کے قریب" دوستان شاہی"؛ پولی بیوس ۵، ۲۲؛ لیوی ۳۰، ۴۲؛ ان میں سے بعض کو" دوستان اعلیٰ" کہتے تھے؛ مصر کے ابتدائی زمانے میں بھی" شاہی دوست" اور" منظور نظر دوست" تھے؛ ایرمان:" مصر" Erman. Aegypten ۱/ ۱۱۰۔ مقابلہ کرو اسپتا:" مقدونیہ میں دوستان شاہی" Spitta:De amicorum in regno Macedon. cond. برلن ۱۸۷۵ء۔ زمانۂ مابعد میں رومن شہنشاہوں کے بھی اسی نوع کے" دوست" ملتے ہیں۔" رشتہ داران شاہی" کلیس، پاؤلی ۶، ۱/ ۲۳۱ میں اس زمانے میں ان ملوکیتوں میں اس وقت تک سوریناس جیسے وزیر کا ذکر نہیں جو بعد میں پارتھیا میں وزیر اعظم تھا (شپیگل:" ایران قدیم" Spiegel. Eran. Alter ۲/ ۱۰۴)؛ تاہم نوشتوں اور مصنفوں کے اجزا سے معلوم ہوتا ہے کہ سلیوکیان کی سلطنت اور پرگامم میں وزیر اعظم کو" سربراہ کار امور" کہتے تھے (فرنیکل:" نوشتہ جات" Fraenkel: Inschr. ۱/ ۱۱۰)۔ دیکھو عقب، باب ۲۷، حاشیہ ۱۔ یہاں لفظ" باضابطہ" کا اضافہ کرنا چاہئے۔ اسی طرح متھرادآتیس کے وزیر جنگ کا خطاب" سربراہ کار قوت"۔ مقدونیہ، شام، پرگامم، پونتوس کے حکمرانوں کے" اعزہ" (فرنیکل:" نوشتۂ پرگامون" F: Inschr. Von. Pergamon، حاشیہ نمبر ۱۷۹)۔

بعض صوبہ داروں کو" ستراپ" اور بعض کو" ایپارخ" (پریفکٹ) کہتے تھے، لیکن بعض جگہ انھیں استراتے گوئی کا لقب بھی دیا گیا ہے؛ پولی بیوس ۵، ۴۶؛ ڈرواسے سن ۳/ ۱، ۶۵۔ بعض مرتبہ ہم سلطنت کے کسی بڑے رقبے کے" نائب شاہ" سے بھی دوچار ہوتے ہیں جیسے انطاکوس اول جو مشرق میں واقعاً بادشاہ تھا، اور ایشیائے کوچک میں اکائیوس۔

تخت شاہی پر وارث کے تعین کا مسئلہ کہ وہ مرنے والے حکمران کا بیٹا ہو یا بھائی، واقعات و حالات کے تحت طے ہوتا تھا۔ سلیوکوس اول نے

باب ۹

صرف قبضہ ہی نہیں کرنا چاہا بلکہ یہ کوشش کی کہ اُس پر اُن کا حق ملکیت بھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - جو شہر آباد کئے، دیکھو ایبیان: "سوریہ" ۵۷، Amm. Marc. ۱۴، ۸۵؛ بیوسانیاس کہتا ہے کہ ان کی تعداد ۵۰ تھی - ملالاس کے قریب دمشق؛ میولر .Fr ۴، ۴۰۷؛ مقابلہ کرو ڈروائے سن ۲، ۳ ۲۵۴ -

سلیوکیس" استرابو، ۱۶، ۷۵۰، تترابولس، ایضاً ۷۴۹ -

زیوگما، اپامیا اور سلیوکیہ؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۳۰۶ - اوروپس، استیفان ساکن بیزنطہ؛ بیرویہ (ڈروائے سن ۳، ۲، ۲۸۸) یعنی حلب اس وقت بھی ایران و ہندوستان کے سید ھے راستے پر ایک خوشحال شہر ہے؛ بیڈیکر؛ "فلسطین" ۴۰۵ - سلطنت کے انتزاع کے وقت یعنی تقریباً ۷۰ ق م میں بیرویہ و ہرقلیہ کا خودسر دیونی سیوس تھا؛ استرابو، ۱۶، ۷۵۱ - ہیئیرا پولس (موجودہ ملبج؛ بیڈیکر؛ "فلسطین"، ۴۰۵) اور نکاتورس؛ ڈروائے سن ۲۸۹، ۲۹۰ - امفی پولس ایضاً ۳۰۹ - ایدیسہ، ایضاً ۳۱۱؛ بابلون "شاہان سوریہ" Babelon: Rois de Syrie صفحہ CIII

میں نے باب ۲۰ کے حواشی میں دجلہ والے شہر سلیوکیہ کا ذکر کیا ہے، جسے بابلی نوشتے "ملوکی شہر" کا لقب دیتے ہیں؛ "جریدۂ اشوریات" Zeitschrift fuer Assyriologie جلد ۷، ۲۳۲ - سلیوکس کی بنیاد کے موقع پر موبدوں کی مخالفت؛ ایبیان: "سوریہ" ۵۷ -

یوروپوس، وغیرہ؛ ڈروائے سن، ۳۱۹ - ۳۲۱ -

سلیوکس بدریائے کالی کادنوس، اپامیا، دامیہ؛ ڈروائے سن ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۴۷؛ و نیز اسی کتاب کے ابواب ۱۳ و ۲۰ - ہم دیکھتے ہیں کہ دیمتریوس اوّل (۱۶۲-۱۵۰ ق م) انطاکیہ سے باہر ایک قلعے میں رہتا تھا، اس لئے کہ اُسے شہر والوں کی طرف سے اطمینان نہیں تھا؛ اس سے شہروں کی خودمختاری کا اندازہ ہوتا ہے مصر میں ایسی کوئی مثال دیکھنے میں نہیں آتی

پولی بیوس، ۵، ۵۰ میں مذکور ہے کہ ضلع کیرموس کے ۶ ہزار سپاہی شاہی قوت کا

باث مان لیا جائے - یہاں بھی نیہ ضرور مستثنیات سے تھا اس لئے کہ

لقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - ایک بہت بڑا عنصر تھے - شامی فوج کی ترکیب۔ پولی بیوس ۵، ۹۷ نے جنگ رافیہ سے پہلے شامی فوج کی ترکیب کی پولی بیوس ۵، ۹۷ میں جو تفصیل دی ہوئی ہے اُس سے سمجھ میں آتی ہے - یہاں ہم بیس ہزار سپاہیوں کا جو اغلباً مقدونوی تھے' ایک جتھا پاتے ہیں جن کے ساتھ سلطنت کے دس ہزار سپاہی جو مقدونوی اُصول پر مسلح ہیں' ۲۵۰۰ کریٹی اور ایک انبوہ بربریوں کا ہے جو مفصّلۂ بالا سپاہیوں سے تعداد میں کم ہے - ضلع کیرھوس میں بیرویہ' کیرھوس' ہیراپولس بامبی کے تھے - اس ضلع کے علاوہ شام کے تین اور اضلاع کے یونانی مقدونوی نام تھے ، (۱) طلب کے جنوب میں خالکدیس جس کا صدر مقام خالکس (موجودہ قنصرین) تھا؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۴۱۰ - (۲) خالکدین' صدر مقام خالکس (لیبان پر) جسے اب انجر کہتے ہیں (بیڈیکر: "فلسطین" ۳۰۵) اور جو دمشق سے بیروت تک کی سڑک پر واقع ہے - (۳) سلیوکس جس کا ذکر اس سے پہلے کیا جا چکا ہے - ان اضلاع کے علاوہ بہت سے یونانی چار دیگر رقبہ جات میں آباد تھے؛ (۱) کوماگینی' مستقر ساموساتا دریائے فرات پر؛ دیکھو باب ۲۷ (۲) ، کیلوسوریہ (۳) تراخونی تس' جو جھیل جنسارتھ کے مشرق میں جبل حوران کا نام ہے؛ اس ضلع میں اس وقت تک سلطنت شام کے زمانے کے پتھر کے بیشمار مکانات ہیں؛ (۴) دیکاپولس؛ مقابلہ کرو پلینی ۵، ۴، ۷؛ شیورر : "تاریخ قوم یہود" Schuerer: Gesch. der fud Volkes ۲، ۳، ۸ وغیرہ - یہ دریائے اردن کے مشرق میں تھا اور اسی میں شہر گیراسا آباد تھا؛ بیڈیکر' ۱۸۱ - گدار ا' بیڈیکر ۱۹۸؛ فلادیلفیہ (رباط عمون)' بیڈیکر ' ۱۸۷' و متعاقب' باب ۹' حاشیہ ۲' باب ۲۰' حاشیہ ۱۷ - ان میں سے اضلاع ۲ لغایت ۴ مدت تک بطالسہ کے قبضے میں رہے' لیکن اس کا کوئی خاص اثر نہیں پڑا اس لئے کہ مصر سے باہر بطالسہ یونان کی آزادی کے مخالف نہیں تھے - ہمسایہ عراق عربی میں صوبہ جات اوزردگینے و میگدونیا کو بھی یونانی صوبے سمجھتا تھا' اور یہی حال سلیوکیہ بدریائے دجلہ کا بھی تھا-

انھوں نے کبھی اس ملک پر رسمی دعوے نہیں کیا، اور چونکہ اس | باب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ سسرو کی تحریر بنام دوستاں" ad famil. CIC ۱۲، ۱۳ سے معلوم ہوتا ہے کہ شامی شہروں میں یونانی ترقی کر رہے تھے ۔ اس میں کاسیوس لکھتا ہے کہ دولابیلا نے طرطوس و دولابیلا سے ٹھیک وقت پر بظاہر ایک یونانی لشکر مجتمع کر لیا" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہروں میں ایک منظم شہری فوج ہوگی ۔ نیز دیکھو باب ۲۹، حاشیہ ۸ ؛ گارڈنر "ابواب جدید" صفحہ ۳۲۴ ۔

ایشیائے کوچک اور شام کے ان شہروں کی بابت جنھیں مقدس و مامون کہا گیا ہے، دیکھو متعاقب' باب ۱۸ ۔

بابلون CXLIV, CXII, CXI یہ ٹھیک فرض کر لیتا ہے کہ انطاکیہ بدریائے اور وتتیس و نیز دوسرے اسی نام کے شہروں کے باشندوں کو خاص خاص حقوق حاصل تھے ؛ دیکھو متعاقب' باب ۱۸ ۔

جب جرمانی اقوام نے رومن سلطنت پر حملہ کیا ہے تو انھوں نے یہ قاعدہ مقرر کرایا کہ کسی ملک کے بیرونی باشندے خود اپنے ہی قوانین کے تحت رہیں گے، اور بجنسہ یہی قاعدہ سکندر اور اُس کے جانشینوں کے عہد میں جاری تھا، بلکہ یہ کہنا مناسب ہوگا کہ اس کا رواج زمانۂ قدیم میں برابر تقریباً ہر جگہ تھا ۔

اکائیوس بلدیات سے مدد کا طلبگار ہوتا ہے ؛ پولی بیوس ۵، ۷۵ شام میں یونانی تمدن کے پھیلنے کی بابت نیولدیکے Noeldeke اور متائس Mitteis کے خیالات موخرالذکر کی کتاب "قانون سلطنت وقانون قومی" Reichsrecht und Volksrecht، لائپزگ، ۱۹۱، صفحہ ۲۶ وغیرہ میں دیکھنے چاہئیں ۔ متائس یہ ثابت کرتا ہے کہ ضابطہ ہائے رایوس میں جو شامی قوانین منضبط ہیں اُس کی بنیاد قانون یونان پر تھی ۔

اصلی شامیوں کو شخصی محصول ادا کرنا ہوتا تھا ؛ متائس صفحہ ۲۷ ۔

تجارتی راستے ؛ ڈرواسئے سن ۳، ۱، ۳، ۷ ؛ گارڈنر "ابواب جدید" ۲۴۷ ۔

باب ۵

مُلک کے خصائص میں یونانیت کا عنصر غالب تھا - اس لئے ہمیں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - پیتروکلیس کے لئے زوسے میل Susemihl ، ۶۵۸/۶۵۹ -
سلطنت شام میں تمدن : ڈروائے س ۳ ، ۱ ، ۵ ، ۷۷ ، متعاقب باب ۲۰ -
سکہ جات :- پرسی گارڈنر : " فہرست سکہ جات شاہان شام بنوادر خانۂ برطانیہ "
سنہ ۱۸۷۸ء - ہیڈ : " تاریخ مسکوکیات " ۶۳۷ وغیرہ ؛ اس کی بابت خاص طور پر بابلون
: " شاہان سوریہ " Babelon: Rois de Syrie ، پیرس سنہ ۱۸۹۰ء دیکھنا چاہئے - بابلون
اپنی تمہید میں تحقیقات ماقبل سے کام نکالتا ہے اور اس کی توضیح کرتا ہے ، نیز
دیکھو اسی کی کتاب : " امور مختلفہ متعلق مسکوکیات " Mélanges Num ismatiques
پیرس سنہ ۱۸۹۲ء ، ص ۱۲۴/۱۲۹ - بابلون یہ دلچسپ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ " بعل ترز اور شیر والے
ستاتر جن پر یونانی حروف میں جو طغرا یا علامتیں کندہ ہیں ، مجموعی حیثیت سے ان
سکوں کے قائم مقام ہیں جو سکندری عہدہ داروں نے ، کیا بحیثیت صوبہ داروں
کے ، اور کیا بحیثیت سپہ سالاروں کے سنہ ۳۰۶ ق م سے (یعنی اس تاریخ سے)
پہلے جب ان میں سے بعض نے چتر شاہی اختیار کیا ، بنائے تھے ' بدیں سبب
حروف ANT سے جو بعض سکوں پر منقوش ہیں (جن کے لئے دیکھو امہوف
: " سکہ جات یونان " Imhoof: Monnaies greques ص ۳۷۷/۳۷۸) مراد انتی گونس سے
اور ۵ سے مراد دیمتریوس سے ہوگی - سلیوکوس اور دوسرے جانشینان سکندر کے
سکوں میں خود سکندر کا اتباع کیا گیا ہے - نام نہاد سکہ جات سکندر (جلد ۳
باب ۷ ، ۲ ، حاشیۂ ۱۲) کی برابر تسکیک جاری رہی ' اور صرف لوا حقے سے یہ معلوم
ہو سکتا ہے کہ یہ تسکیک دراصل کس نے کرائی تھی - مقابلہ کرو میولر : " سکہ جات
سکندر اعظم " Mueller: Numismatique d'Alex le Grand کوپن ہاگن سنہ ۱۸۵۵ء -
مثلاً جن پر بنی سے انھیں کا ساندر کے ساتھ ' جن پر عقاب بنا ہے انھیں
بطلیموس کے ساتھ جن پر شیر کا نصف دھڑ ہے وہ لیزی ماخوس کے ساتھ
اور جن پر گھوڑا بنا ہے وہ سلیوکوس کے ساتھ منسوب کئے جاتے ہیں ؛ انتی پاتر '
یومنیس ' اور انتی گونس کے علامات کا ابھی تک انکشاف نہیں ہوا - جب

باب ۵ اس سے خاص دلچسپی ہے۔ اس میں ضلع اولمپیوس اور دریائے ہیلین داکوس کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ جانشینانِ سکندر نے لقب شاہی اختیار کرلیا (بالخصوص سنہ ۳۰۶ ق م کے بعد) تو یہ تبدیلی کردی گئی کہ بجائے نشستہ زیوس کے "سکندری" سکوں پر ایستادہ پالاس نظر آتی ہے اور ان سکوں پر مختلف حکمراں اپنے اپنے نشانات ڈال دیتے ہیں۔ زاں بعد انطاکوس اوّل اپولو کی شبیہ کو شام میں مروّج کرتا ہے۔ سلطنت سلیوکوس کے سکوں کی بابت یہ کہنا ہے کہ بہ نسبت دوسری سلطنتوں کے اُن کے نوشتوں میں زیادہ تنوّع پایا جاتا ہے، اور اس ضمن میں بطالسی سکوں سے اس کا خاص تبائن نظر آتا ہے۔ یہ تبائن دراصل ان دونوں سلطنتوں کے خصائص کے تبائن کی وجہ سے ہے۔ یہ سکّے مخصوص طور پر یونان کی پیداوار ہیں، لیکن اپنے ہمسایوں سے بالکل خلاف سلطنت بطالسہ میں علاوہ خاندان شاہی کے مشکل سے کوئی یونانی عنصر نظر آتا ہے۔ اس کے برعکس سلطنت شام میں ہم متعدد یونانی بستیوں سے دوچار ہوتے ہیں، اور خود حکمران یونانی تمدّن کو پھیلانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ خاندان شاہی کے قیام کے بعد بھی یہاں کے سکوں میں اس قدر یونانیت غالب نظر آتی ہے جیسی جانشینانِ سکندر میں سے کسی کی حکومت میں نہیں پائی جاتی۔

سلیوکوس نے بابل پر ۳۲۱ ق م میں قبضہ کیا، اور ابتداء میں اُس نے وہی سکہ جاری رکھا جسے مازئیوس نے جاری کیا تھا اور اُس کی لنگر کی علامت کو اختیار کرلیا جو اُس کے خاندان کا مخصوص نشان رہا (دیکھو فوق باب ۳، حاشیہ ۸) ۔ ۳۰۶ ق م تک اُس نے اپنے نام سے سکّے نہیں ڈھلوائے۔ سینگوں والے سکّے بھی اُسی کے ہیں، اور ان میں سے کسی میں تو اُس کے اپنے سر پر کسی میں اُس کی خود پر اور کسی میں ہاتھی پر سینگ نظر آتا ہے۔ ان سکوں کے لئے دیکھو ہالوں XXXV تا XXXIX سینگ سے مراد قوت ہے اور معبودوں میں اُسے دیونی سیوس کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے۔ سینگ دار گھوڑے سے بوکے فالوس کی یاد تازہ ہوتی ہے جس کے نام پر سلیوکوس کی سلطنت کا شہر

باب

بالائی حصے کا ملک دریائے پار تھے نیوس تک جو تیوس اور اماسترس کے درمیان بحیرۂ اسود میں جاکر گرتا ہے، شامل تھا۔ اس مملکت کا قلب وہ ملک ہے جو بالائی سنگاریوس کے کناروں پر آباد ہے۔ اس میں بوسفورس کا ایشیائی کنارہ مع خالکدون کے، اور دوسرے قدیم وجدید بلدیات بھی شامل تھے جن کی طرف ہم ناظرین کی مزید توجہ متعاقب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بو کے خالاموسوم کیا گیا تھا۔ ہاتھیوں کی مدد سے جنگ ایسوس سلیوکوس کے ہاتھ آیا اور انطاکوس اول نے غالویوں کو نیچا دکھایا۔ سلیوکوس کا لقب "سردار پیلان" تھا (پلوٹارک: "دیموس تھنیس ۲۵")۔ انطاکیہ میں ایک "ہشت دروازہ برائے پیلان" کا ذکر سننے میں آتا ہے جسے دیوکلی تیان کی طرف منسوب کیا جاتا ہے (بابلون XXVIII) سلیوکوس کے دوسرے سکوں پر جو شبیہیں بنی تھیں اُن کے لئے دیکھو بابلون۔ اپولو کی رسوم کی بابت یہ امر قابل لحاظ ہے کہ سنہ ۳۰۰ ق م ہی میں داخنے کو معنون کیا گیا، سلیوکوس اور ستراتونیکے نے دیلوس تحائف بھیجے، لیکن ناف پر بیٹھی ہوئی اپولو کی تصویر سب سے پہلے انطاکوس اوّل نے رائج کی تھی۔ اس کے بعد انطاکوس چہارم نے عبادت زیوس کا احیاء کیا سلیوکوس کے ٹکسالوں کے لئے دیکھو بابلون XXXV تا XXXIX

سکندر کے جانشینوں میں سلیوکوس سب سے کم عمر تھا اور خود سکندر سے بھی چھوٹا تھا، اور وہی ایک تھا جس نے سکندر کے تمدنی طرزِ عمل کو سمجھا تھا اور پسند کیا تھا۔ میں اُسے سکندر کا ایک وفادار چیلہ سمجھتا ہوں۔

ڈروائے سن اسے تسلیم نہیں کرتا کہ سلیوکوس نکاتور نے اندرون ایشیا کوئی شہر آباد کیا ہو لیکن رادے Radet اپنی کتاب "نوآبادیات" De Colon. ۵۰ میں اس کی طرف لاودیسیہ کاتاکومینے اور تیاتیرا (مع مفصلات کے) منسوب کرتا ہے۔ لاودیکیہ کی بابت کافی معلومات حاصل نہیں ہیں۔ تیاتیرا کی بابت قسنت بیزانطیوس St. Byz. کا پارہ بلاشبہ غلط معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو متعاقب باب ۱۳، حاشیہ ۷۔

مبذول کریں گے۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ بتھی نیہ کے فرماں روا بنی نوعِ انسانی کے لئے کوئی نمونہ تھے، بلکہ اس کے برعکس بعض تو طبعاً نہایت ہی رذیل تھے؛ لیکن فی الجملہ اُنھوں نے بہت سے دوسرے حکمرانوں، مثلاً فیلقوس یا قبل آخر شاہ مقدونیہ سے کم نقصان پہنچایا، اس لئے کہ ان میں اتنی عقل ضرور تھی کہ اپنے عمق کا صحیح اندازہ کر سکیں اور اس سے آگے نہ بڑھیں، چنانچہ محض اپنی قدِ پرواز کے اندازے کی وجہ سے وہ بے کار ظلم و ستم پسند نہیں کرتے تھے۔ دوسرے اُنھوں نے اپنے قلمرو کے یونانی بلدیات کو کافی آزادی دے دی تھی۔ ایجئین اور بحیرۂ اسود کے مابین جو نہایت اہم تجارت ہوتی تھی اُس میں اُنھوں نے کبھی مداخلت نہیں کی، خواہ اس لئے کہ وہ اُس کے اہل نہ تھے، ورنہ اس لئے کہ اُنھوں نے اس کی کبھی خواہش نہیں کی۔ انکے تعلقات جمہوریۂ ہرقلیہ کے ساتھ اچھے خاصے تھے۔ ہم باب ۱۳ میں بتھی نیہ کا دوبارہ ذکر کریں گے اور ساتھ ہی پرگامم کے واقعات بھی پیش کریں گے جس کے ساتھ کیزی کوس کے وہی تعلقات تھے جو ہرقلیہ کے بتھی نیہ کے ساتھ تھے یعنی دونوں شہر آزاد تھے لیکن ساتھ ہی اپنی ہمسایہ مملکتوں کے دوست اور حلیف تھے۔ اتالوس اوّل کی ملکہ اپولونس، جو یومنیس دوم اور اتالوس دوم کی ماں تھی، کیزی کوس ہی کی رہنے والی تھی۔[۱۱۵] باب ۹

---

۱۱۵ بتھی نیہ۔ اس کا سنہ مروجہ، رائناش: "متھرادائیس ۳ ۲۸"؛ موم سن کے نزدیک ۲۹۷ ق م؛ ریمزے، As. Min. ۲۸۳/۲۸۲ ق م۔ تاریخ بتھی نیہ، کلنٹن Clinton, F. H. ۲، ۴۲۰؛ ۲، ۴۲۲ وغیرہ۔

۱۱۶ ہرقلیہ۔ اسناد: میم نون دیکھو بالا حواشی باب ا؛ جسٹن ۱۶، ۳ تا ۵؛ پولسبرو: "معاملات ہرقلیہ" Polsberw. rebus Heracl. سنہ ۱۸۳۳ء؛ کیمل: "معاملات ہرقلیہ"

باب

اب ہم ایشیائے کوچک کے اہم ترین قدیم بلدیات کی طرف رجوع کرتے ہیں، اور یہاں پہلا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انھیں اب کس قسم کی آزادی حاصل تھی۔ اس پر غور کرنے کے وقت یہ نامناسب ہوگا کہ ہم زمانۂ حالیہ کے خیالات سے متاثر ہوں۔ آجکل تو ہمارے پاس ایک ایسا قانون بین الاقوام ہے جو چند مسلّمہ مملکتی عہد ناموں پر مبنی ہے، اور جس کی وجہ سے مختلف مملکتوں کی نوعیت مستقل ادارات کی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اگر کوئی مملکت ایسی ہوتی ہے جس کی واقعی حالت وکیفیت کو دوسری مملکتیں تسلیم نہیں کرتیں تو پھر اس میں لازمی بےچینی ہوتی ہے، اور کبھی کبھی اُس کے مادّی تعلقات پر بھی اس کا اثر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Kaemmel: Heracleotica ۱۸۶۹ء؛ شنائیڈر ورت: "ہرقلیہ" Schneiderwirth: Heraklea ۱۸۸۲ء، ۱۸۸۴ء؛ فون ولاموووتز: انتی گونوس ساکن کارستوس صفحہ ۱۵۵۔

بطلیموس اول کا بھتیجا بطلیموس خالکدون اور استاکوس کی آزادی تسلیم کرلیتا ہے؛ ڈرویزن ۲، ۲، ۱۵۔

نکومیدیس اول کیوس کو بیزنطہ اور ہرقلیہ کے ساتھ ساتھ وصیت کی رو سے مختار بناتا ہے، چنانچہ وہ آزاد ہو جاتا ہے؛ دیکھو عقب باب ۹۔

کیزی کوس۔ مارکوارٹ: "کیزی کوس" Marquardt: Cyzicus برلن ۱۸۳۶ء؛ ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" ۴۵۴۔

اپولونیا کے لئے دیکھو فرینکل: "نوشتہ جات پرگامم" Fraenkel. Zu den Inschriften von Perg. نمبر ۱۶، ۱۶۹؛ کیوپ: "جریدۂ تاریخ ازمنہ" Koep Beil. Z. All. Zeit ۱۸۹۲ء، یکم اپریل۔

لیزی کوس اور اتالوسیوں کے تعلقات مابعد، فرینکل نمبر ۲۴۸۔

پرگامم کے لئے دیکھو عقب، باب ۱۰، حاشیہ ۲؛ باب ۱۲، اور خاص طور سے باب ۱۲۔

باب ۵

پڑتا ہے۔ قدیم زمانے کی صورت حال بالکل جدا گانہ تھی، اُس وقت قانون بین الاقوام کی بناء واقعی حالات و واقعات پر تھی اور علی العموم اس کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی کہ کسی مملکت کے وجود کو دوسری مملکتیں بایں الفاظ تسلیم کریں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جہاں تک مختلف مملکتوں کی یونانی حیثیت کا تعلق ہے، ہر مملکت کی اساس اور بنیاد بجنسہٖ اسی اُصول پر تھی۔ یونانی مختلف شہری بستیوں پر مشتمل تھے، اور ہر شہری بستی لازماً خود مختار ہی نہیں تھی بلکہ دوسرے بھی اُسے خود مختار تسلیم کرتے تھے۔ وہ اپنے تمام حرکات و سکنات کی خود ہی ذمہ دار تھی، ان بلدیات پر غیر ملکی اثرات بھی پڑتے تھے، لیکن ان اثرات سے اُن کی خود مختارانہ حیثیت میں مطلق کوئی فرق نہیں پیدا ہوتا تھا، اور اثر کے دوران میں بھی شہر کی حیثیت خود مختارانہ ہوتی تھی، چنانچہ ایسی حالت میں بھی کہ کوئی غیر ملکی جیش اُس پر قابض ہو، وہ برابر دوسروں سے عہد نامہ کرنے اور تعلقات رکھنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ اُس عہد میں کسی بلدیہ کا دستور سیاسی کبھی کسی دوسری مملکت نے معطل نہیں کیا، اور حقیقت یہ ہے کہ غیر ملکی ہمیشہ ایک خاص حد تک دباؤ ڈالنے پر اکتفا کرتے تھے۔ علاوہ بریں مستقل سفارتوں کے فقدان کی وجہ سے بھی منفرد مملکتوں کی آزادی مستحکم تھی، اور دُنیا کو کسی مملکت کے دستور سیاسی کی داخلی تبدیلی کا بعض مرتبہ علم بھی نہیں ہوتا نہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ کس حد تک ایک مملکت جو نظریۃً آزاد ہو، کسی خاص موقع اور وقت پر کس حد تک دوسرے کسی کی دست نگر تھی۔ ہر ملت جو پیش پیش ہو سکتی تھی اُس کی قدر کی جاتی تھی، اور ساتھ ہی کسی مملکت کی آزادی کے سلب کرنے میں آجکل جس قسم کی مشکلات پیدا ہوتی ہیں (جیسے کراکاؤ والے معاملے میں ہوئیں) وہ اُس زمانے میں نہیں ہوتی تھیں۔ اس کے برعکس مادی مشکلات بہت زیادہ تھیں، اس لئے کہ ہر ملت کو آزادی کا گویا

باب ۳

حق حاصل تھا، اور یہی کیفیت شہریوں کی بھی تھی، کہ خود مختار رہیں یا دوبارہ خود مختار ہو جائیں۔

انھیں امور کے باعث یہ طے کرنا ممکن نہیں کہ ایشیائے کوچک کے کون کون سے شہر آزاد تھے اور کون سے نہیں۔ قانوناً تو تمام قدیم یونانی شہر آزاد ہی تھے، لیکن واقعاً مکمّل آزادی ہمیشہ اُن کی قسمت میں نہیں لکھی تھی۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ کوئی شہر جسے کسی بادشاہ نے آزاد کر دیا ہو اور اس کا نام اپنے نام پر یا اپنے کسی فرد خاندان کے نام پر رکھ دیا ہو وہ واقعاً یونانی کہلانے کا اور روایتی طریق پر خود مختار ہونے کا مستحق تھا یا نہیں، اس لئے کہ اُس کی یونانیت اور خود مختاری دونوں واقعات و حوادث پر منحصر تھے۔

یہاں کے ممتاز ترین بلدیات مفصلۂ ذیل تھے: شمال میں لمپساکوس جو اپنے حسین اور خوبصورت سکّوں کے لئے مشہور تھا، اور ابی دوس جس کا محل وقوع ہیلیس پونٹ کے تنگ ترین موقع پر ہونے کی وجہ سے اہم تھا، اور جسے ۲۰۰ق م میں لیزی ماخوس کے خلاف، اور اس سے بھی زیادہ شدّت کے ساتھ ۲۰۱ق م میں فیلقوس شاہ مقدونیہ کے خلاف جرأت و ہمّت دکھائی تھی۔ ان شہروں اور بیزنطہ کی وجہ سے بحیرۂ اسود کا راستہ صاف ہو گیا تھا۔ ان کے بعد سمرنا کا نمبر آتا ہے۔ الیاتیس کی تاخت کے بعد اسکا بلدی مرتبہ جاتا رہا تھا اور اُس کی حیثیت چند قریوں کے مجموعے سے زیادہ نہیں رہی تھی۔ لیکن انتی گونوس نے اُس کے بلدیات کا احیا کر دیا تھا اور لیزی ماخوس نے اُس کی تزئین کر کے اُس میں چار چاند لگا دئے تھے۔ ہمیں ایک کتبے سے معلوم ہوتا ہے کہ تیسری صدی ق م کے وسط میں وہ از سر نو ایک اہم شہر بن گیا تھا اور اس سے ہماری اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ اُس وقت بھی جب کسی شہر پر کسی غیر بادشاہ کا اثر ہوتا تھا یہ شہر رعایا کی لفظ سے نہیں بلکہ حلیف اور دوست کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ بلاشبہہ اس قسم کے کمزور دستوں کے ساتھ

باب۵

ذی اقتدار حکمران اچھا برتاؤ نہیں کرتے تھے ۔ اس کی ایک مثال اُس فرمان سے ملتی ہے جو انتی گونوس نے تیوسیوں کو لیبے دوس اور تیوس کے سیاسی اتحاد اور لیبے دوس والوں کے نقل مکان کی بابت بھیجا تھا۔ ایونیہ کا اہم ترین شہر ایفی سوس تھا، لیکن یہ کبھی بیرونی اثرات سے آزاد نہیں رہا اس لئے کہ ہم جانتے ہیں کہ پہلے تو یہ سلیوکیوں کی اور پھر مصر کی سیادت میں آگیا تھا۔ مزید تفصیلات کے لئے حاشیہ دیکھا جائے ۔ جزائر کو لیجئے تو خیوس ساموس سے زیادہ آزاد ہے اس لئے کہ موخّر الذکر مصر کا ماتحت نظر آتا ہے۔ کوس بھی کم وبیش ساموس ہی کی طرح خانوادۂ بطالسہ کا ماتحت تھا۔ یہاں رھوڈز کا ذکر نہیں کیا جائے گا؛ یہ جزیرہ بالکل آزاد تھا اور ہمیں اس کی طرف اکثر توجّہ کرنی پڑے گی (دیکھو بالخصوص باب ۲۲) رھوڈز و مصر دونوں کے اقتدار کی وجہ سے کاریہ، لیدیہ اور پمفیلیہ کو بیرونی دُنیا میں اپنا نام پیدا کرنے کا مشکل سے کوئی موقع باقی رہا، لیکن ان کے باشندے بیرونی دُنیا کی صرف اس حدتک پروا کرتے تھے جب تک اُس سے تعلقات کی وجہ سے اُن کی جیبیں بھری جاتی ہوں ۔ یہ سب، اور بالخصوص کاریہ اور پمفیلیہ والے تاجروں، اجیر سپاہیوں اور بحری قزاقوں کا پیشہ کرتے تھے[۲۱]۔

---

[۲۱] ایشیائے کوچک کے بلدیات کا محل وقوع؛ دیکھو بالا، باب ۲، حاشیہ ۱۔ آجکل کے زمانے میں اُس عہد کے بلدیات کا سیاسی رتبہ دریافت کرنے میں بہت کچھ تحقیقات سے کام لیا جاتا ہے۔ خواہ یہ بلدیات خودمختار ہوں یا نہ ہوں، دیکھو گیبلر؛ "اریتھرا ے" Gaebler: Erythrae ، ۱، ۲۰، ۲۲، وغیرہ دوسرے موّرخوں کی تصانیف ۔ لیکن باوجود ان موّرخوں کی محنت کے اُنھوں نے کوئی قطعی معلومات بہم نہیں پہنچائیں ۔ ہمیں قانونی حیثیت کی بجائے

باب ۸

آخر میں ہمیں اس امر پر دوبارہ زور دینا ہے کہ سلیوکیوں نے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ واقعی سیاسی رتبے سے بحث ہوتی ہے، اور اکثر محض الفاظ کو واقعات کے مترادف سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً ص ۱۶۱ پر کیبلر کہتا ہے کہ انتی پاتر کی موت پر صوبہ داروں نے آزاد بلدیات کو زیر کرنا اور لشکروں کے ذریعے سے انہیں دست نگر رکھنا شروع کیا۔ لیکن اس دوران میں انتی گونس اٹھتا ہے جو یونانیوں کا "نجات دہندہ" ہے، اور وہ بلدیات کو از سر نو آزاد کر کے ان کی حفاظت کے لئے ان میں لشکر چھوڑ دیتا ہے۔ کیبلر نے اپنے اس خیال کی تائید میں دیودوروس ۸، ۵۲ کا حوالہ دیا ہے اور گو میں نے دیودوروس کسی جگہ اس کا اشارہ بھی نہیں پایا تاہم بالفرض یہ سب درست بھی ہو، تو "اس نجات دہندہ" اور "ظالم حکمران میں" کوئی فرق باقی نہیں رہتا، اس لئے کہ لشکر تو لشکر ہی ہے، اور لشکر کے ذریعے سے آزادی ملنے کا مطلب ظلم و ستم کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ ہم خواہی نخواہی اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ بلدیات کی سیاسی حیثیت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ بادشاہوں نے بلدیات پر جتنے چاہے مظالم ڈھائے اور وہی لفاظی، تو اس سے کچھ جاتا تھوڑا ہی ہے۔ رادے ("آباد کار" Radet: De Coloniis پیرس ۱۸۹۲ء صفحہ ۸۲ وغیرہ) کہتا ہے کہ قاعدہ یہ تھا کہ اندرونی معاملات میں یہ بلدئے خود مختار تھے، لیکن سپہ سالاروں اور کارندوں کے ذریعے سے معاملات کی نگرانی کی جاتی تھی، اور یہ محاصل بھی وصول کرتے تھے۔ باشندوں کی وفاداری میں مذہب ممد و معاون ہوتا تھا، فہو ہذا: (۱) خود بلدئے کے بانی کی یا اسکی جسکے نام پر یہ موسوم ہوتا تھا، پوجا کی جاتی تھی، جیسے انطاکوس، لاؤدیکئے، اور تیمی سول (۲) سکندر اور زندہ مردہ حکمرانوں کی پوجا کی جاتی تھی؛ اور ان کے پجاری مخصوص ہوتے تھے؛ سلیوکوس کے "مقتدر" کو بھی معبود قرار دیا جاتا تھا (رادے ۸۷)۔ رادے (صفحہ ۱۰۷) اس تنازع کا بھی حوالہ دیتا ہے جو شہر مگنیشیہ میں یونانی "باشندوں" اور "سپاہیوں" کے درمیان برپا ہوا تھا۔ اس قسم کے معاملات میں بے حد تنوع نظر آتا تھا۔

باب ۶ | یونانی مقدونوی تفوق کے اصول میں سکندر اعظم کی پیروی کی اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ حکمرانان پرگامم کی حیثیت دلچسپ ہے؛ ابتدا میں وہ ایک آزاد یونانی نوآبادی تھی۔ یہاں کے بادشاہوں کے لئے دیکھو فرنیکل: کتبہ نمبر ۵ و نیز مضمون سوبودا Swoboda، ۱۸۹۱ء Rh. Mus میں۔ پرگامم کے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے بادشاہ عموم کی خودمختاری کا پاس کرتے تھے، لیکن اُس کی قرارداد وں ستراے گی اور ایستولی مقرر کر کے طرح طرح کے اثرات ڈالتے رہتے تھے۔ دیکھو فرنیکل ع ۱۸۔

لمپساکوس کے لئے ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات"، ۵۰۴۔

ابی دوس لیزی ماخوس کے خلاف نہایت بہادری سے لڑتا ہے؛ ڈروائے سن ۲۰۱، ۲۱۱؛ اسی طرح فیلقوس پنجم کے خلاف بھی ہتھیار اُٹھاتا ہے؛ دیکھو عقب باب ۱۶۔

سمرنا: دیکھو کوہن Kuhn "قیام مملکت ہائے قدما" Entsteh. der Staedte der Alten لائپزگ ۱۸۷۸ء، ص ۳۲۹/۳۶۲۔ اسی مقام پر لیزی ماخوس کے قائم کئے ہوئے دوسرے شہروں کا ذکر بھی مل جائے گا۔ سمرنا و مگنیشیا کے باہمی تعلقات، "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C.I.G. ۳۱۳۷ = ہکس Hicks ۱۷۶ = ڈٹن برگر ۱۷۱۔

تیوس و لیبے دوس: لبا واڈنگٹن Lebas-Waddington "ایشیائے کوچک" ۸۶ = ہکس ۱۴۹ = ڈٹن برگر ۱۲۶؛ ہم دیکھتے ہیں کہ اختلاط باہمی ایسا آسان کام نہ تھا۔

ایرتیھرائے کے لئے گیبلر کی کتاب دیکھنی چاہئے۔

عام طور پر ایونیائی شہروں کے لئے دیکھو ہیڈ: "فہرست سکہ جات نوادرخانۂ برطانیہ" ۔ ایونیہ XLVI / XLVIII

ایفی سوس؛ باب ۱۳ و ۱۷ و ہیڈ کی کتاب "ایفی سوس کے سکوں کا سنوی تسلسل" Of the chronological sequence of the coins of Ephesus، لندن

باب ۵ | اُس کے کام کو جاری رکھا - بلاشبہہ یہ طرز عمل نہایت نفیس تھا،

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - سنہ ۱۸۹۰ء ؛ تاریخی امور میں ہیڈ زیادہ تر ڈروائے سن کا اتباع کرتا ہے - جملہ واقعات صاف نہیں ہیں، لیکن اسی سبب سے کہ شہر بالکلیہ آزاد نہیں تھا، اس کی تاریخ نہایت دلچسپ ہے - سنہ ۳۰۲ ق م کے بعد ایفی سوس پر پہلے لیزی ماخوس کا اور پھر دیمتریوس کا قبضہ ہوا، لیکن آخرکار پھر اُس پر ہی دوبارہ لیزی ماخوس قابض ہوگیا اور اُس نے اس کا نام بدل کر اپنی بیوی ارسی نوا کے نام پر رکھ دیا اور اُس کی حکومت اپنے بیٹے اگا تھوکلیس کے سپرد کردی - ہیڈ کہتا ہے (" ایونیہ" صفحہ XLVI کہ ارسی نوئے کے موقتی نام سے ایفی سوس نے اٹیکائی اٹھ او بولیاں اور تانبے کے سکّے ڈھالے - معلوم ہوتا ہے کہ اُسنے یوری دیسیہ کے نام سے بھی تانبے کے سکّے لیزی ماخوس کی ایک بیٹی یوریدیس کے اعزاز میں ڈھالے" (تصویر نمبر ۱۰، ۷) - لیزی ماخوس کی موت کے بعد ایفی سوس آزاد ہوگیا لیکن اُس پر یکے بعد دیگرے سلیوکوس، انطاکوس اوّل اور مصر کے اثرات پڑے ؛ دیکھو فیلارخوس Ath. ۱۳، ۵۹۳ - اس کے بعد جو زمانہ آتا ہے اُس کی تاریخ کی بابت ہیڈ اور بابلون میں اتفاق رائے نہیں اسلئے کہ ہیڈ کے نزدیک اُس عہد میں سلیوکیوں کا مطلق کوئی اثر نہیں اور سنہ ۲۵۸ ق تک میں مصری طرز عمل سے متاثر ہوجاتا ہے، بابلون LXXIII یہ دکھاتا ہے کہ یوزے بیوس ۱، ۲۵۱ کے مطابق انطاکوس دوم کا سنہ ۲۴۶ ق م میں ایفی سوس میں انتقال ہوا، چنانچہ مستقل مصری اثر اس سنہ کے بعد ہی شروع ہوا ہوگا، اور اُس کی ابتدا سلیوکوس اور انطاکوس ہیئے راکس کے باہمی تنازعے سے ہوئی ہوگی - ان اسباب کی بنا پر بابلون کو کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ شہد کی مکھی والے سلیوکی سکّوں کو کیوں ہیئے راکس کی طرف منسوب نہ کیا جائے - جب ایفی سوس بطالسی اثرات کا پھر تابع ہوا تو اُس نے از سر نو رھوڈزی معیار کے سکّے بنائے (ہیڈ: " ایونیہ" XLVII بطلیموس یوئرگی تیس کی بیوی بیری نیس دوم کی ایک طلائی اٹھ درہمی بھی ایفی سوس میں ڈھالی گئی - ایفی سوس اور رھوڈز کے

لیکن اس کی تکمیل اُن لوگوں کے لئے نہایت دشوار تھی جن میں سکندر کی نقل کرنے کی اُمنگ تو ہو لیکن اُس کی سی قابلیت نہ تھی۔ یہ فرمانروا چاہتے تھے کہ اس طرز عمل کے ساتھ ہی ساتھ مطلق العنان بادشاہ بھی بن جائیں درآنحالیکہ (ایشیائیوں کے خلاف) یونانیوں کا رجحان غلامانہ حکمبرداری کی طرف تھا نہ ان میں اُس کی فطری اہلیت تھی اِسی وجہ سے سلیوکیوں کو بڑی بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کا نتیجہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ تعلّقات نہایت دیرینہ تھے (دیکھو جلد ۲ باب ۳، حاشیۂ ۱۱)؛ چنانچہ جس وقت اُس نے سلیو کی جو ۱۱ پے کندھے سے اُتار پھینکا اور لیطالسہ کا وفادار حلیف بن گیا اُس وقت اُس نے اپنے سکّوں کو ازسرنو رھوڈز کے معیار پر بنایا اس لئے کہ رھوڈز بھی اُس وقت مصر کے مخالفین میں شامل تھا۔ یہی وہ زمانہ تھا جب ایفی سوس مشرق کے اہم ترین بندرگاہوں میں سے ایک بن گیا۔ اس واقعہ سے کہ گو ایفی سوس کلّیتہً آزاد نہ تھا تاہم اپنے سکّے بناتا تھا؛ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خودمختاری کے معنے میں بہت کچھ بست وکشاد کی گنجائش تھی۔ نیز دیکھو عقب، باب ۱۳، حاشیۂ ۲، باب ۲۱۔ حاشیۂ ۴۔ جہاں ایفی سوس کے سکّوں کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ کرتیوس نے بت خانے کے تعلّق کا جو ذکر کیا ہے اور سمرنا کی تشبیہ کا بھی لحاظ رکھنا چاہیئے۔

ساموس۔ ساموس اور پری اینے کے جھگڑے میں لیزی ماخوس کا تصفیہ؛ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C.I.G ۲۱۵۶ = ہکس ۱۵۲۔

کوس۔ مقابلہ کرو پیٹن وہکس: "نوشتہ جات کوس" Paton & Hicks: The Inscr. ؛ آکسفرڈ ۱۸۹۱ء جس میں کوس کی مفصل تاریخ دی ہوئی ہے۔ لارفیلڈ: "جریدۂ ہفتہ وار لسانیات" Berl. Phil. Woch. ۱۸۹۲ء نمبر ۲۲ و ۲۳۔ اور ہیرانتی گونوس کے خط کا جو اقتباس دیا ہوا ہے (ڈٹن برگر) متحدۂ تیوس ون ولیبے دوسیون میں کوس ہی کے قوانین رائج تھے۔ بطلیموس فلاڈیلفوس کوس ہی میں پیدا ہوا تھا۔

رھوڈز کیلئے دیکھو عقب؛ باب ۲۲؛ کریمیہ کے لئے باب ۲۵۔

باب ۲۰ یہ ہوا کہ انھیں خود اپنی ہی غلطیوں کی وجہ سے اپنے اقتدار کو خیر باد کہہ دینا پڑا۔ اُدھر شہری زندگی کو برابر فروغ ہوتا گیا تا آنکہ تمام سلطنت چھوٹے چھوٹے شہری رقبوں میں منقسم ہو گئی۔

ہم اقصائے شمال یعنی کریمیہ کے یونانیوں کا ذکر ایک خاص موقع یعنی باب ۲۵ تک ملتوی کرتے ہیں، اور اس وقت مصر کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

مصر میں جو صورت حال تھی وہ شام اور ایشیائے کوچک کی کیفیت سے بالکل جداگانہ تھی۔ مصری حکمرانوں کا کام نسبتہً آسان تھا۔ حکومت کی داغ بیل ایک ایسے شخص نے ڈالی تھی جو بہادر ہونے کے ساتھ ہی ساتھ مدبر بھی تھا اور جس نے حکومت کے کل پرزوں کو ملک کی کیفیات کے حسب حال ڈھالا جس کی وجہ سے یہ تقریباً خود بخود چلنے لگے۔ اس سہولت کے تین اسباب تھے: اول تو ملک کی حیثیت، دوسرے اُس کی ساخت اور تیسرے مصریوں کے فطری خصائص۔ یہ تینوں باتیں اپنی اپنی حد تک بالکل لاثانی تھیں اور اگر مصری حکومت کا مقابلہ باقی ماندہ اُن حکومتوں سے کیا جائے جو سکندر کے بعد پیدا ہوئیں تو ہمارے نزدیک اس کا ثانی ہرگز نہیں نظر آئے گا۔

مصر کے محل وقوع میں خاص بات یہ ہے کہ وہ چاروں طرف صحراؤں اور سمندروں سے گھرا ہوا ہے اور کوئی بڑی جانب سے اُس میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اُسے طرح طرح کی دشواریوں سے دوچار ہونا پڑتا ہے؛ نیز چونکہ ساحل نہایت ہی چھوٹا ہے اس لئے ملک کی حفاظت نسبتہً آسانی سے کی جا سکتی ہے۔ علاوہ ازیں یہ ملک شاہراہ تجارت میں واقع ہے۔ ملک کی قدرتی کیفیت ہے کہ فطرت کے ایک کلیے کی وجہ سے زرخیزی میں کبھی کمی نہیں ہو سکتی۔ اس کے باشندوں کی طرز بود و باش بھی ہمیشہ سادہ رہی ہے اور وہ فطرتاً مسکین ہیں لیکن ساتھ ہی انھیں اپنی بات کی پچ ہوتی ہے اور

باب ۴
کام میں مہارت پیدا کرنا اُن کا شیوہ ہے۔ ان سب خصائص کی وجہ سے ہوشیار حکمرانوں کو اپنے آپ کو دولتمند بنانے کے خاص مواقع حاصل ہوتے ہیں، اور وہ ایسے دشمن سے اپنے مُلک کا بچاؤ بھی کر سکتے ہیں جو بہت زیادہ طاقتور نہ ہو۔ الغرض حکومت سمجھدار افراد پر مشتمل ہو تو مُلک مرفہ الحال بن سکتا ہے، اور اس کے خاندان شاہی کو نہ نام کی کمی ہو سکتی ہے نہ عیش و عشرت کی۔

بطلیموس نے جن اصول پر حکومت مصر کو مبنی کیا اور جنھیں اُس کے اُن جانشینوں نے جاری رکھا جو عیش و عشرت میں مبتلا نہیں ہوئے تھے اور حکومت کی تھوڑی بہت پروا کرتے تھے، وہ اصول سکندر اور سلیوکوسیوں دونوں کے اصول سے مختلف ہوں، لیکن مصری رسم و رواج اور مُلک و اہلِ مُلک کے حسب حال تھے۔ سب سے پہلا اصول تو یہ تھا کہ بادشاہ کی حفاظت کے لئے ضرورت نہ ہو تو کسی قسم کی تبدیلی کی حاجت نہیں۔ ساتھ ہی ملکی انتظامات اور مذہب کو ہاتھ بھی نہیں لگایا گیا۔ ممکن تھا کہ مصریوں کا بغاوت کی طرف میلان ہو، چنانچہ اسے روکنے کے لئے اجیر سپاہیوں کا ایک لشکر رکھا گیا تھا جس میں مقدونوی، یونانی، کلٹی اور دوسری قوموں کے افراد شامل تھے۔ اُن کے سپرد اندرونی امن و امان ہی نہیں بلکہ یہ خارجی مہمات میں بھی بغایت کار آمد تھے۔ ظاہر ہے کہ اس فوج کا وہ حصّہ جو اُس کا مرکز سمجھنا چاہیئے اور جس پر بطالسہ پورا اعتبار کرتے تھے، مقدونوی جماعت تھی، گو بعد میں اُس میں کریٹی جیسے پیشہ ور سپاہیوں کو بڑے بڑے عہدے بھی مل گئے اور امتداد زمانہ سے ہر مُلک کے انبوہ جوق جوق اس میں آکر شامل ہو گئے۔ آخر میں جب خارجی لڑائیاں مسدود ہو گئیں تو اجیر سپاہیوں سے صرف لوگوں کو قابو میں رکھنے کا کام لیا جانے لگا۔

باب ۳

ملک کے انتظام کے لئے تینوں بڑے بڑے صوبوں کیلئے ایک ایک ایسی ستراپی گوس اور ہر ضلع پر ایک ایک ستراپی گوس مقرر تھا، اور ان عہدہ داروں میں سے ایسی ستراپی گوس بہت کم مصری ہوتے تھے۔ شاہی بیڑا دریائے نیل پر چکر لگایا کرتا تھا۔ چونکہ ملک کا آباد خطہ دریا کے کناروں ہی پر واقع تھا، اور کہیں دس میل سے زیادہ چوڑا نہ تھا، اور چونکہ نیل ہی ملک کی سب سے بڑی شاہراہ تھی، اس لئے تمام ملک ایک ایسے شہر کے مماثل تھا جس میں صرف ایک ہی چوڑی سڑک ہو اور جہاں آسانی کے ساتھ کوتوالی کا انتظام ممکن ہو۔ ساتھ ہی ساتھ کم از کم ابتدا میں شاہان بطالسہ نے اس کا خاص لحاظ رکھا تھا کہ حکومت کی خرابی کے باعث ملک میں ابتری نہ پڑنے پائے، چنانچہ انھوں نے جو انتظام کیا وہ ایرانی انتظامات سے کہیں بہتر تھا اور اس میں ملک والوں کے خصائص اور دیرینہ تعصبات کا خاص لحاظ رکھا گیا تھا۔ انھوں نے ایرانی زمانے کے محاصل میں کمی بیشی نہیں کی، اور اب بھی لوگ پہلے کی طرح اراضی پر محاصل عائد کرتے تھے۔ مذہبی عمائد کی حالت تو عہد ایران سے بھی بہتر تھی۔ ان سب اسباب کی بنا پر مصری علی العموم حکومت جدیدہ کے بدل ممنون تھے۔ اراضی صرف خاص، جاگیریں، کانیں اور کارخانے بادشاہ کی ذات کے لئے مخصوص تھے۔ ملک کی پیداوار میں اناج کا نمبر سب سے پہلے آتا تھا اور اسے یونان، سسلی اور اٹلی کو بھیجا جاتا تھا اور اس عہد میں مصر کی وہی حیثیت تھی جو بطالسہ کی آمد سے پہلے بحیرۂ اسود کی تھی۔ علاوہ ازیں سوتی کپڑوں اور شیشہ آلات کے لئے بھی یہ ملک مشہور تھا۔

ہندوستان و عربستان سے جو اشیا یورپ جاتی تھیں تو ان میں سے اکثر مصر ہو کر گزرتی تھیں۔ ان کا راستہ یا تو بحر احمر میں سے

باب ۵ دریائے نیل کو نہر نیخوس ہو کر تھا جس کی مرمت ایرانیوں نے نہیں تو بطالسہ نے ضرور کی تھی؛ باقی ماندہ اشیا، کو میوس ہورموس، لیوکوس لیمین (حالیہ قصیر) یا بحر احمر کے مغربی کنارے پر بیرے نیس پر اتار لیا جاتا تھا اور وہاں سے پہاڑوں پر ہو کر دریائے نیل کے شہر قبطوس لے آتے تھے اور دریا کے راستے سے اسکندریہ پہنچا دیتے تھے جہاں سے وہ مال سیدھا بحیرۂ روم کے کسی دوسرے بندرگاہ کو چلا جاتا تھا۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اس تجارت کا کس قدر منافع سے خزانۂ شاہی متمتع ہوتا تھا، لیکن ہمیں اس کا علم ہے کہ اناج کی تجارت کا بیشتر حصہ اُن ہی کے قبضے میں جاتا ہوگا۔ اس لئے کہ فی الواقع انھیں جتنے اناج کی ضرورت ہوتی اُتنا وہ آسانی سے حاصل کر سکتے تھے۔ اُنھوں نے ابی دوس کے قریب بطلیمائس (جس کا دستور استرابو کے بیان کے بموجب یونانی تھا)، فیتوم میں ارسی نوے اور بحر احمر پر بیری نیس کے علاوہ مُلک بھر میں مشکل سے کوئی یونانی شہر قائم کیا ہوگا، لیکن اُس میں شبہہ نہیں کہ ان شہروں کے علاوہ مُلک کے دوسرے حصوں میں بھی یونانی آباد تھے۔ بطالسہ کا پایۂ تخت اسکندریہ تھا جس کا ذکر ہم اس کتاب کے باب ۱۴ میں کریں گے، اور چونکہ یہ دریائے نیل کے مقدس چشمے پر نہیں تھا اس وجہ سے مصری اُس کی غیر ملکی کیفیت کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے۔ اس شہر کے محل وقوع کی وجہ سے بطالسہ آسانی کے ساتھ دوسرے ممالک سے تعلقات پیدا کر سکتے تھے۔ مصریوں کو کسی قسم کے سیاسی حقوق حاصل نہیں تھے، اور سلیوکیوں کے برخلاف بطالسہ نے کبھی یہ کوشش نہیں کی کہ مصریوں کو یونانیت کے سانچے میں ڈھال دیں۔ یہ فعل بنہایت عاقلانہ تھا، ورنہ اگر وہ اس کوشش میں رہتے تو انھیں یقیناً ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا۔ یہ قاعدہ تھا کہ یونانی اُصول پر نشو و نما ہونے کے بعد مصریوں کی طرح آسانی سے مطیع و منقاد مشکل سے

باب ششم

ہو سکتا تھا، اور اگر یونانی تمدن کے ساتھ ساتھ ملک میں ایسے فلسفی نظر نہیں آئے جو مصریوں کو خود سری کے اصول سمجھائیں (اور یہ تیسری صدی ق م میں قطعاً نا ممکن تھا) تو ایسی حالت میں بطالسہ کو یونانیت سے کیا فائدہ تھا؟ حقیقت یہ ہے کہ یونانی تمدن اُن لوگوں کے لئے جنھوں نے مصر میں اُس کے ماحول میں نشو و نما پایا، افادیت اور مسرت کا مآخذ تھا؛ افادیت کا اس لئے کہ بطالسہ اس مسئلے سے بخوبی داقف تھے کہ علم سے قوت حاصل ہوتی ہے؛ اور مسرت کا اس واسطے کہ یونانی ہمیشہ مصری جیسے تمدنوں کو تعجب کی نظر سے دیکھتے تھے لیکن اس پر انھیں رشک و حسد کبھی نہیں ہوتا تھا، گو یہ ضرور ہے کہ مصری فنون لطیفہ کے علاوہ اس کی شان سے یہ متحیر ہونے سے باز نہیں رہتے تھے؛ رہے مصری علوم، تو وہ تو بالواسطہ بھی حاصل کئے جاسکتے تھے۔ مختصر یہ کہ بطالسہ کے لئے مصر بمنزلہ ایک بڑی جاگیر کے تھا جس سے حتی الامکان بیش از بیش فائدہ حاصل کیا جاسکتا ہو اور جہاں کے باشندوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا صرف اس لئے مناسب ہو کہ جتنا زیادہ وہ محنت کریں گے اتنا ہی فائدہ اُن کے ذریعے سے حکمران کو پہنچے گا۔ بطالسہ مصری حکومت کو انفرادی حقوق کے زاویۂ نگاہ سے دیکھتے تھے، اور انھوں نے اس ملک میں وہی طرز عمل جاری رکھا تھا جو مدت سے ولندیزیوں کا اُن کے مشرقی مقبوضات میں چلا آتا ہے۔ اسکندریہ گویا ایک ملک غیر میں ایک یونانی مقدونوی نو آبادی تھی۔ ہم اسکندری تمدن پر بعد میں بحث کریں گے اور دیکھیں گے کہ کس طرح یہ شہر جو ابتداء میں صرف یونانی درباری تمدن کا مرکز تھا، رفتہ رفتہ مشرق اور مغرب کے تمدنوں کا ایک نقطۂ لمس بن گیا۔ مصر کی جاگیری حیثیت سے اسکندریہ میں یونانیوں کی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس شہر میں انھیں کوئی خاص حقوق حاصل نہیں تھے بلکہ انھیں محض

باب۵ مخصوص امتیازات پر قناعت کرنی پڑتی تھی، مثلاً یہ امتیاز کہ انھیں چابک سے نہیں بلکہ لکڑی سے سزا دی جائے گی۔ ہم مصر میں یہودیوں کی اہمیت پر متعاقب بحث کریں گے۔

بطالسہ نے اپنی مصری جاگیر کے منافع سے دوسرے ممالک میں اپنے قدم جما کر اُن سے وہ اشیاء حاصل کیں جو اُن کی حکومت کی حفاظت اور نمود کے لئے ضروری تھیں لیکن جو اُس ملک میں دستیاب نہیں ہوتی تھیں۔ اگر ہم تاریخ مصر کے چند ابتدائی عہدوں کو نظر انداز کریں تو ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ صرف عہد بطالسہ ہی میں مصر ایک بڑے پیمانے پر سیاسیات عالم میں حصہ لینے لگتا ہے، گو وہ یہ حصہ زیادہ تر جنگی مہمات کے ذریعے سے لیتا ہے۔ انیسویں صدی عیسوی میں محمد علی پاشا اور ابراہیم پاشا نے جو اس قسم کی کوشش کی تھی وہ قطعاً ناکام ہوئی۔ سکندر کے بعد جو مملکتیں قائم ہوئیں اُن میں ممتاز حصہ لینے کے لئے بطالسہ کو تین چیزوں یعنی روپیہ، سپاہی اور اسلحہ کی ضرورت تھی۔ روپیہ تو مصری اراضی اور مصری تجارت سے حاصل ہو سکتا تھا؛ اجیر سپاہی بخوشی وہاں جانے کے لئے تیار تھے جہاں اُنھیں اچھی تنخواہیں ملیں خواہ مصر میں ہو یا کہیں اور، لیکن اسلحہ، جہاز اور ملاح ایسی آسانی سے مہیا نہیں ہو سکتے تھے بلکہ ان کی کان بیرونی مصری مقبوضات خصوصاً فنیقیہ اور قبرص تھے، نیز یہ وہ مقامات تھے جن سے بہ نسبت اسکندریہ کے معاملات یونان پر آسانی سے نظر ڈالی جا سکتی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ فرمانروایان مصر نے ان دو مقامات کو نیز سرنہ کو اُسی طرح تھوڑی بہت اندرونی آزادی دے رکھی تھی جیسے ازمنۂ وسطیٰ میں وینس نے اپنے اقلیمی مقبوضات کو۔[۱۳]

[۱۳] مصر۔ متائس کی کتاب "سلطنت روما کے مشرقی صوبوں میں سلطنت اور افراد کے متعلقہ قوانین" Reichsrecht und Volksrecht in dem oestl. Prov. roem. Keiserreichs

باب ۵ | سرزمین ابتداء میں مصر کے ساتھ وابستہ تھا۔ اس ملک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ (لائپزگ ۱۸۹۱ء) میں ص ۳۵ پر
اسناد کا نہایت نفیس ملخص و اقتباسات اور اکتشافات و پاپیروسوں ۳۹
کی فہرست دی ہوئی ہے۔ یہاں میں صرف چند امور بیان کرنے
پر اکتفا کروں گا۔ شارپ: "تاریخ مصر" S. Sharpe: Gesch. Aegyptens مترجمہ
یولووچ Jolowicz مع حواشی گتشمٹ Gutschmidt لائپزگ ۱۸۶۲ء لیپ سیوس:
"مصر قدیم کا کتابچۂ شاہی" Lepsius: Koenigsbuch der alten Aegypter برلن
۱۸۵۸ء؛ اسی مؤلف کی کتاب "تاریخ بطالسہ کے لئے مصری عمارتوں کی تحقیقات"
Ergebnisse der ægy ptischen Denkm Ptolemær gesch. مجلس علمیہ برلن
۱۸۵۲ء؛ کلیس Cless پاؤلی کی مجسط Pulys R. E. ۶، ۱، ۹، ۱۷۹ وغیرہ میں
خصوصاً ۲۲۵/۲۳۵ پر؛ کلنٹن: "یونانی جنتری" Clinton: Fasti Hell ۲، ۳۸۳/۴۰۹؛
ہیوبرٹ: "تاریخ بطالسہ کا سنوی تسلسل" Hubert: Obs. Chronol. in Ptolem
Hist ۱۸۵۷ء؛ مضامین لمبروسو Lambroso "مصر قدیم کے معاشی مسائل"
Economie Politique de l'Egypte sous les Lagidos ٹیورن ۱۸۷۰ء "تحقیقات
اسکندری" Ricerche allessandrin ۱۸۷۱ء؛ "مصر بزمانۂ حکومت یونان وروما"
L. Egitto al tempo dei Græci edei Romani روما ۱۸۸۲ء؛ بیڈیکر: "مصر"
Baedeker : Aegypten دو جلد۔

اپنی کتاب "مصر شناسی" Aegypt ologie. (لائپزگ ۱۸۹۱ء کے صفحہ ۴۸۹
پر) بروگش Brugsch لکھتا ہے کہ عہد بطالسہ کے لئے تاریخی اسناد بہت خانوں
کی دیواریں، پتھروں کے نوشتے، سیراپیوم کے نوشتے اور یونانی پاپیروس ہیں،
جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کس قدر مواد ہمارے پاس محقق و متجسس کے لئے موجود
پڑا ہوا ہے" اس ذخیرے میں برابر اضافہ ہی ہوتا رہا ہے خصوصاً آج کے زمانے میں
جب فلنڈرز پیٹری بہت سے پاپیروس لاکر انگلستان میں تحقیق کا ایک باب کھول دیا ہے
اور انھیں سیس Sayce اور مہافی .Mahaffy نے ان کا مطالعہ کیا ہے۔ فیوم میں

باب ۵

آبپاشی کے وسائل نہایت عمدہ تھے اور اُسکی زمین زرخیز تھی۔ اُسکے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ تیل الجروب میں جو مومیائی کے صندوق ہیں اُن پر ان سپاہیوں کے وصیت نامے ہیں جو شاہی عطیات کی وجہ سے زمیندار بن گئے تھے، اور ساتھ ہی کچھ کاروباری نوشتے بھی ہیں (ہیڈ یکر ۲، ۱۳، پٹری: "مصر میں دہ سالہ کھدائیاں" Flinders Petre : Ten years' diggings in Egypt لندن ۱۸۹۲ء ص ۱۲۸) - مہافی کی اشاعت "فلنڈرز پٹری والے پاپیری مع ترجمہ توضیح وغیرہ" ڈبلن، شاہی ایرستانی اکادمی، ۱۸۹۱ء - ۱۸۹۲ء کی لندن والی کانگریس مستشرقین میں مہافی نے موضوع "پٹری والے پاپی ری سے مصریات کو نفع" پر ایک مضمون پڑھا۔ مہافی کے آخرترین اکتشافات میں سے ایک سپاہی کا ایک خط ہے جس میں شام کی جنگ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ دیکھو تحت، باب ۱۰، یادداشت ا۔

اجیر سپاہیوں کی فوج؛ پولی بیوس ۵، ۶۵ ؛ ۸، ۱۸، ۴، ۳۴ ، ۱۴۔

مالیات پر ڈر وائے سن نے اپنی کتاب "مالیات بطالسہ" Droysen: Zum Finanz wesen der Ptol. برلن ۱۸۸۲ء میں بحث کی ہے۔

عادلوں کے دور سے کلیس ۶، ۱، ۲۳۲، پپ - گارڈنر: "ابواب جدید" صفحۂ ۲۲۶ و ۲۸۴ ؛ متائس ۴۸ وغیرہ؛ مصری و یونانی قانونی ضابطوں کا مقابلہ اور مصر میں ایک طرح کے "قانون اقوام" کی ترویج متائس ۵۰۔

بطلیموس اوّل کا بیان مہافی نے اپنی کتاب "خاندان بطالسہ" ص ۱۹ - ۱۱۱ میں کیا ہے۔ م۔ ل۔ سٹراک M. L. Strock نے اپنی کتاب "خاندان بطالسہ" Die Dynastie der Ptolemaeer برلن ۱۸۹۷ء میں اس خاندان کے سنویت اور حسب نسب پر نہایت باریک بحث کی ہے۔

بطالسہ کے خطابات پر گٹشمٹ Gutschmidt نے مکتوبات مختصر Schriften ۴، ۱۰۷ وغیرہ میں بحث کی ہے۔

ملوکیت بطالسہ کی ایک سطحی تصویر موم سن نے اپنی کتاب

باب ۲۰ | بلدیات پہلے تو خاندان باتوس کے ماتحت تھے، لیکن رفتہ رفتہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ "تاریخ روما" Mommsen R. G. جلد ۵ صفحہ ۵۵۹ میں کھینچی ہے۔ وہ اس ملوکیت کا مقابلہ فریڈرک اعظم کی حکومت سے کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رائج الوقت نظام کے مطابق ایک ایسے بادشاہ کی ضرورت تھی جو روزمرہ کے انتظامات میں حصہ لے" اور "یہ حکمران اپنا خطاب 'محسن الملک' مقرر کرنے میں حق بجانب تھے"۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ علاوہ بطلیموس اوّل کے کسی دوسرے حکمران نے امید کے مطابق روزمرہ کا کام کبھی انجام نہیں دیا، اور اگر بطلیموس دوم کی جبلت بھی فریڈرک کے پائے کی ہوتی تو وہ سستی و کاہلی کا ایسا شکار ہرگز نہ ہوتا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ خود یہ محسوس کرتا تھا کہ میری زندگی نہایت ہی بے کیف ہے۔ بطلیموس سوم کا خطاب "محسن" اوّل تھا لیکن اس خطاب سے اور اس کے اجداد کے خطابات "پدر پسند" اور "مادر پسند" سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ صاحبِ خطاب کس درجہ لغو گو اور گستاخ تھے اور اُن کے مصاحب کس درجہ مطیع و منقاد تھے، چنانچہ یہ "محسن الملک" اپنے آخری زمانے میں اپنی بے پروائی اور عیش پرستی کی وجہ سے بدنام تھا اور عام طور پر کسی دوسرے مشرقی مطلق العنان سے کچھ کم نہ تھا (پولی بیوس ۵، ۳۴)۔ دیکھو کلیس ۲، ۱، ۲۰۸۔ جہاں تک فرائض منصبی کا تعلق ہے دوسرے بطالسہ کی بابت کم گوئی ہی مناسب ہے۔ بدترین بطالسہ میں سے بدترین وہ "بیٹو" "محسن الملک" سوم تھا جس کا مختصر ذکر باب ۱۹ میں کیا جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان سے تو آتالوسی حکمران ہی کو "محسن" کا خطاب زیادہ شایان تھا دیکھو فرنیکل: "نوشتہ جات پرگامم" ۱، ۲۱۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ "تمام رعایا کے مفاد کے لئے انتظام ملکی کا وجود" بطالسہ کی ہی خصوصیت تھی، جن کی حکومت ۳۰۰ سال تک جاری رہی، بلکہ زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر کوئی ایسا حکمران تھا جو اُسکا لحاظ کرتا تھا تو وہ بطلیموس اوّل تھا جس نے تقریباً ۲۳ سال تک بطور ایک

یہ آزاد ہو گئے اور اپنے اقتدار میں وسعت پیدا کر لی۔ انھوں نے

باب ۶

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ بادشاہ کے حکومت کی، اور اُس کے لئے بھی یہ بات طے شدہ نہیں سمجھنی چاہیئے کہ اُس کی حکومت کا مقصد اعلیٰ رعایا ہی کا مفاد تھا یا نہیں۔ علی العموم ایک ایسی حکومت، جسے محکوموں کے مفاد کا لحاظ رکھنا پڑتا ہے، زمانۂ حال ہی کی پیداوار ہے اور ازمنۂ قدیمہ میں نہیں پائی جاتی، بلکہ یونان و روما میں تو "حکومت" جیسی چیز مشکل سے نظر آتی تھی۔ لیکن بطالسہ کے زمانے کی حکومت مصر جو اس وقت زیر بحث ہے، دراصل قدیم فراعنہ کے اُصول پر مبنی تھی۔ مصر پر جن مورخوں نے قلم اُٹھایا ہے اُن میں سے ایک (جو اپنی انصاف پسندی کی وجہ سے ممتاز ہے) یعنی ارمان Erman (مصر قدیم ۱۴۸) کہتا ہے کہ "مصر ہی میں نہیں بلکہ مشرق کے ہر مُلک میں حکومت کا مقصد صرف فرمانروا کا مفاد ہوتا ہے"۔ تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا بطلیموس اوّل اس صورت حال کو تبدیل کرنا چاہتا تھا یا نہیں اور اگر تبدیل کرنا چاہتا تھا تو اُسے اس کی قوت بھی حاصل تھی؟ کیا وہ چاہتا تھا کہ مصریوں کو ایسے انداز سے خوش رکھے جو اُن کے فہم سے بالاتر ہو؟ سکندر کی وفات پر، جب مصر کی صوبہ داری پر اُس نے قبضہ کیا ہے تو اُس کی عمر ۴۴ سال کی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے فوجی اور سپاہیانہ فرائض کے ادا کرنے کی فکر میں رہتا تھا، اور اُسے کبھی خیال بھی نہیں گزرتا ہوگا کہ اپنے ابنائے جنس کو خوش رکھنے کی کوشش کرے؛ اور اب اُس کا فوری مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح سے اس مُلک میں اپنے مخالفوں سے بالاتر رہے۔ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوا اور آخر ۶۱ سال کی عمر میں بادشاہ مصر بن گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ آیا اس عمر میں اُس نے اپنی فطرت میں تبدیلی کر دی ہوگی؟ اُس کی کامیابی کا راز یہ تھا کہ وہ قدیم فراعنۂ مصر کے ڈھنگ پر حکومت کرتا تھا اور اُن کی طرح امن و امان قائم رکھتا اور مذہبی پیشوایان دینی کے کام میں مداخلت نہیں کرتا تھا۔ پھر ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ خاندان بطالسہ میں بطلیموس اوّل بہترین حکمران تھا، اور اس کے بعد جو حکمران ہوئے اُنھوں نے

باب ۵ سکندر کے ساتھ تعلقات پیدا کر لئے تھے اور اپنے ملک کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - اس سے بھی کم اصول فریڈرک اعظم پر حکومت کی اور اس کا مقصد حیات صرف یہی رہ گیا کہ اپنی زندگی عیش و عشرت میں کاٹیں - اگر ہم عام حکم لگانا چاہیں تو ہم یہ کہیں گے کہ بطالسہ کا تدبر نیپلز کے آخری چار بوربون حکمرانوں کے تدبر کی طرح تھا - ان کی طرح انھوں نے بھی دیسی پادریوں اور غیر ملکی اجیر سپاہیوں پر تکیہ کیا اور ان دونوں کو بڑے بڑے استحقاقات دے کر خود جو چاہا کرتے رہے - میں نے بطالسہ کی بابت جس رائے کا اظہار کیا ہے اس کا مخالف مہافی Mahaffy کہتا ہے کہ بطالسہ نے حکومت کے میدان وغیرہ علوم و فنون کی سرپرستی میں بہت کچھ امتیاز حاصل کیا؛ اس کے لئے دیکھو خاص طور پر اتاج، صفحہ ۴۸۶ -

بہت سے ایسے نوشتے ہیں جن سے ان کی رعایا کی طرف بطالسہ کے خیالات کا اظہار ہوتا ہے؛ مثلاً صوبہ دار بطلیموس اول کے اعزاز میں ایک حکم، بروگش: "جریدۂ زبان مصری" Zeitschrift fuer ægypt. Sprache جلد ۹، سنہ ۱۸۷۱ء؛ واخسموت Rhein Mus جلد ۲۶؛ بیڈیکر، ۳۱۸ (نوادر خانۂ قاہرہ میں لوح ویادوخی) جہاں کے نوشتے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمرانوں کو مصری مذہب کا سرگروہ سمجھا جاتا تھا؛ بطلیموس دوم وارسی نوئے کی لوح، دیکھو متعاقب باب ۹ حاشیہ ۲؛ اسی نوادر خانے میں بطلیموس سوم کا "تانسی پتھر" جسے احکام کانوپوس بھی کہتے ہیں، بیڈیکر، ۳۳۴؛ آخر میں، مشہور آفاق بطلیموس سوم کے عہد کا روزیتہ والا پتھر، بیڈیکر، ۳۷۶ - پہلے تین بطالسہ کی بابت کہا جاتا ہے کہ انھوں نے وہ مصری باقیات مصر واپس پہنچادئے جو ایشیا چلے گئے تھے؛ اس کے لئے دیکھو متعاقب باب ۹، حاشیہ ۲، باب ۱۰، حاشیہ ۱-

اس خیال کی وجہ سے کہ سکندر نکتانے بوس دوم کا بیٹا تھا، مصریوں نے یونانی مقدونی حکومت کے ساتھ رواداری برتی -

مہافی (پٹری پاپیروس، ۱۶) یہ فرض کرلیتا ہے کہ بطلیموس دوم نے

بہترین پیداوار کے طور پر تین سو جنگی گھوڑے اور گھوڑوں کی پانچ	باب ۵

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ بہ نسبت مصری تمدّن کے یونانی تمدّن کی زیادہ تائید کی۔

نیز دیکھو ای۔ مے یر E. Meyer کے مختصر اور چبھتے ہوئے خیالات جن کا اُس نے اپنی کتاب "تاریخ مصر قدیم" Gesch des alten Aeg. (برلن ۱۸۸۷ء، صفحہ ۳۹۷ وغیرہ) میں اظہار کیا ہے۔

بحر احمر کے ساتھ تجارت: "قبطوس"، استرابو ۱۷، ۱، ۴۵؛ بیڈیکر ۲، ۳۱۲؛ "بیری نیس" استرابو ۱۷، ۱، ۴۵؛ بیڈیکر ۲، ۳۸۸؛ "قصیر" بیڈیکر ۲، ۳۸۷۔ پے گارڈنر: "ابواب جدید" ۲۴۳) کہتا ہے کہ "ہرپالوس نے موسمی ہواؤں کے رونق کا اکتشاف کیا یا اُنھیں ازسرِ نو دریافت کیا، چنانچہ مناسب موسموں پر اُن بندرگاہوں سے جو بطالسہ نے بحر احمر پر بنالی تھیں مصری بیڑے نکلتے تھے اور ملیباری ساحل کے ساتھ تجارت میں مشغول ہوجاتے تھے"۔

"بطلیمائس" استرابو ۱۷، ۱، ۱۳؛ بیڈیکر ۲، ۵۷۔ ارسی نوئے، استرابو ۱۷، ۱، ۲۵؛ بیڈیکر ۲، ۸۰؛ لیکن دیکھو مہافی: "سلطنت بطالسہ" Mahaffy: Empire of the Ptolemies صفحہ ۱۸۔ ابتدائی بطالسہ تجارت کا بڑا لحاظ رکھتے تھے۔

سکّہ جات۔ "فہرست سکّہ جات یونانی بطالسہ"، مؤلفہ (سٹورٹ پول R. Stuart Poole: Cat. of Gr. Coins, Ptol. لندن ۱۸۸۳ء)۔

اندرونی تجارت کے لئے مصر صرف سونے اور تانبے کے سکّے استعمال کرتا ہے، اور چاندی کے سکّے صرف بیرونی تجارت کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔ یہ چاندی کے سکّے ابتداء میں فنیقیہ میں، اور جب یہ مُلک نکل گیا تو قبرص میں مسکوک ہوتے تھے۔ ۳۰۵ ق م سے پہلے بطلیموس اسکندری سکّے اور اس کے بعد خود اپنے نام سے سکّے بناتا تھا۔ انواع: ایک طرف بطلیموس کا سر، دوسری طرف بجلی پر عقاب۔ بطلیموس دوم کے ابتدائی سکّے اپنے باپ کے ہی طرز پر تھے (واضح ہو کہ اُس کا باپ اُس وقت تک بقیدِ حیات تھا)۔ نیز دیکھو گارڈنر:

باب ۴ ٹولیاں تحفتہً دی تھیں۔ سکندر کے انتقال کے بعد سرینہ میں اختلافات رونما ہوئے جس میں اسپارٹی تھبرون نے مداخلت کی۔ یہ وہ شخص تھا جس نے کریٹ میں ہرپالوس کو قتل کیا تھا، اور اس کے اجیر سپاہیوں اور اُس کے باقی ماندہ خزانے پر قبضہ کر لیا تھا۔ ہوا یہ کہ بعض جلاوطن سرنیوں نے تھبرون سے مداخلت کی درخواست کی جس پر اُس نے سرینہ جا کر وہاں کے باشندوں کو بزورِ شمشیر اپنا مطیع کیا اور اپنے ہمراہیوں کو

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ "ابواب جدید" صفحۂ ۲۲۶۔

بطلیموسی مطلق العنانی اس درجہ غیر یونانی تھی کہ عہدِ بطالسہ میں مصر کے کسی شہر میں سکے مسکوک نہیں ہوئے؛ رومیوں نے مصر میں متعدد اقسام کے سکے ڈھالے جیسے اسکندریہ کے سکے اور صوبہ داری سکے۔ نوکراتس کا واحد سکہ جو ہیری کو ملا تھا اُسے ہیڈ (تاریخ مسکوکیات، ۸۱۷) ۳۲۲ ق م سے ۳۰۵ ق م تک کے زمانے کی طرف منسوب کرتا ہے۔ نوکراتس کی حیثیت مخصوص تھی، یہ ایک نہایت قدیم غیر ملکی نوآبادی تھی اور اُس کا دستور ایک خاص قسم کا اور رسالیہ کے طرز کا تھا؛ ہم جانتے ہیں کہ فوکیہ نے نوکراتس کی آبادکاری میں مدد دی تھی۔ جانشینانِ سکندر اور تابعین کے خطابوں کے لئے سرقوسہ میں غالباً نظیر موجود تھی، جہاں ۳۰۸ ق م میں گیلون کو "محسن الملک" اور "محافظ الملک" کا خطاب دیا جاتا (دیودوروس ۱۱، ۲۶) بیان کیا جاتا ہے۔

بد اندازی میں جو فرق تھا (موم سن ۵، ۵۶۱، جہاں Philon in Flacc. ۱۰ کا اتباع کیا گیا ہے) اُسے ایک بطلیموسی درباری عالم دونوں اقوام کے روایتی خصوصیات پر محمول کر کے اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ یہ ایک واقعی مستحفظی رواج تھا اس لئے کہ فراعنہ کوڑے کو اور اسپارٹی لکڑی کو استعمال کرتے تھے ایک ایسی سزا جس پر اعتراض کرنے کے لئے کوئی تمسطاکلیس موجود نہیں تھا، اُسے اسکندریہ کا اِکّا دُکّا یونانی "الوہی حکمراں" کے کسی عہدہ دار کے ہاتھ سے برداشت کرنا بعید از قیاس نہیں تھا۔

بندرگاہ اپولونیہ تاخت وتاراج کرنے کی اجازت دے دی۔ باب۵
اس پر سرنوی سخت متنفر ہوئے اور کریٹی سے منے سکلیس کی مدد سے، جسے تھبرون نے اپنے عہدے سے برخاست کر دیا تھا، اور جو تھبرون ہی کی وضع کا شخص تھا، لڑائی لڑنے پر کمربستہ ہو گئے۔ تھبرون نے تئے نارم سے ڈھائی ہزار آدمی مہیا کیئے اور جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ واضح ہو کہ تئے نارم کے اجیر سپاہیوں کو لائوس تھنیس ابھی حال میں جنگ لامیہ لے گیا تھا، لیکن کچھ مدت کے بعد ہزاروں اجیر پھر وہاں جمع ہو گئے۔

سرنہ کی حالت اب بہت بری تھی چنانچہ بہت سے باشندوں نے بطلیموس والی مصر سے مدد کی التجا کی، لہذا ۳۲۲ق م کے قریب اس نے پیلا کے ایک مقدونوی اوفیلاس کو فوج لے کر سرنہ روانہ کیا۔ اوفیلاس نے تھبرون کو شکست دے دی، اسے توخیرا میں گرفتار کیا اور اپولونیہ لے جا کر اسے صلیب پر چڑھا دیا۔ لیکن اس کے باوجود بیشتر سرنویوں نے اوفیلاس کو شہر میں گھسنے کی اجازت نہیں دی جس کی وجہ سے خود بطلیموس کو آکر انھیں بذات خاص زیر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ الغرض تقریباً ۳۲۱ق م میں سرنہ پر مصر کا قبضہ ہو گیا ۳۱۳ق م میں (بلاشبہ انتی گونوس کے کہنے سے) سرنوی مصریوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے لیکن انھیں مغلوب ہونا پڑا، لیکن ۳۱۲ق م میں خود اوفیلاس نے بطلیموس کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اپنی حالت کو بہتر بنانے کے لئے اگاتھوکلیس کی اس تحریک کو منظور کر لیا کہ وہ قرطاجنہ کے خلاف مہم سر کرے، لیکن سرنہ سے کچھ دور خود اگاتھوکلیس نے اسے قتل کر دیا۔
اب بطلیموس پھر سرنہ پر قابض ہو گیا اور اس کی حکومت اپنے سوتیلے بیٹے ماگاس کے سپرد کر دی۔ یہ شخص سرنہ کا حاکم بن گیا[14] اور پہلے تو بحیثیت ایک صوبہ دار کے حکومت کی لیکن بعد میں بطلیموس اول کے بعد اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا، جس کی وجہ سے ۲۷۵ق م کے قریب

باب ششم

بطلیموس دوم کا سرنہ پر مطلق قابو نہیں رہا۔ لیکن اب واقعات نے پلٹا کھایا اور اس کے بعد اکثر و بیشتر سرنہ بطالسہ کے قبضے میں خواہ "حق ثانویت" کے تحت یا کسی اور شکل میں رہا لیکن مختلف جمہوریتوں کو تھوڑی بہت اندرونی آزادی حاصل رہی [۱۱۸]

مصر کے لئے قبرص سرنہ سے بھی زیادہ اہم تھا، اور اُسے سرنہ کے برابر آزادی حاصل نہیں تھی۔ سکندر کے عہد میں دونوں کا رتبہ مساوی تھا، اور جب سکندر نے صور پر چڑھائی کی ہے تو سرنہ نے اُس کی مدد کی تھی۔ جب انتی گونوس اور اُس کے مخالفوں میں جھگڑا ہوا تو وہ کبھی انتی گونوس کے ساتھ اور کبھی بطلیموس کے ساتھ نظر آیا (۳۱۵ ق م) لیکن بالآخر شاہ مصر ہی کو غلبہ حاصل ہو گیا۔ لیکن ۳۱۳ ق م میں قبرصیوں نے سرنہ کی طرح مصر کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا، لیکن بطلیموس نے سرنویوں کی طرح انھیں بھی کچل کر نکوکریون ساکن سالامس کو وہاں کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ لیکن ۳۰۶ ق م میں دیمتریوس نظر آتا ہے، بطلیموس کو مشہور جنگ سالامس میں نیچا دکھاتا ہے اور جنگ اپسوس کے بعد

[۱۱۸] سرنہ۔ سرنہ و سکندر، دیودوروس ۱۷، ۴۹۔ سرنہ پر مصر کا قبضہ، ڈروائے سن ۲، ۱، ۱۰۵۔

بطلیموس کے خلاف بغاوت فرو کر دی جاتی ہے؛ اوفیلاس کی صوبہ داری؛ ڈروائے سن ۲، ۲، ۳۵؛ اوفیلاس کی بغاوت؛ ڈروائے سن ۲، ۲، ۹۱۔

ماگاس کے مفصل حالات؛ ڈروائے سن ۲، ۲، ۹۴؛ مقابلہ کرو کیوپ: "بطلیموس اوّل کی جنگ ہائے شام" Koepp: Die syrischen Kriege der ersten Ptol., Rhein. Mus. (۱۸۸۴ء)۔

۹ بہ سکہ جات: میولر "سکہ جات افریقہ قدیمہ" Mueller: Numism. de l'ancienne Afrique ۲۵، وغیرہ، خصوصاً ۳۲ ؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۷۳۲ ؛ پائلون: "فہرست سکہ جات بطالسہ بہ نوادر خانۂ برطانیہ" Cat. Br. Mus. Ptol. "مسکوکیات" ۱، ۳۳، ۳۴۔

بھی برابر ۲۹۴ق م تک قابض رہتا ہے۔ اس کے بعد بطلیموس از سرِ نو اُس پر قبضہ کر لیتا ہے، اور جزیرے پر ایک ستراتی گوس مقرر کر دیتا ہے جس کا واحد کام یہ ہے کہ خراج جمع کر کے اسکندریہ روانہ کر دیا کرے۔ اسی زمانے میں قبرص بھی خانوادۂ مصریہ کے گویا حقدار ثانویت، کا میدان بن گیا۔ مصر کے لیئے یہ جزیرہ نہایت قیمتی تھا اس لیے کہ یہیں سے جہاز سازی کے لیئے لکڑی جاتی تھی اور یہیں سے تانبا برآمد ہوتا تھا جو جزیرہ نمائے سینا کے تانبے سے کہیں زیادہ آسانی سے مصر پہنچ جاتا تھا۔[۱۵] باب ۸

مصر فنیقیہ اور کیلو سوریہ پر (جس میں فلسطین شامل تھا) مدت دراز تک قابض رہا۔ قدیم و جدید مصر کی تاریخ سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ جب کبھی مصر طاقتور ہوا ہے، اس نے ہمیشہ ان ممالک پر قبضہ کرنا چاہا ہے۔ یہ ممالک چوتھی اور تیسری صدی ق م میں مصر اور شام کے درمیان مابہ النزاع تھے، لیکن ہم یقین سے نہیں کہہ سکتے کہ ۳۰۱ق م میں ان کی واقعی حیثیت کیا ہوگی۔ ان پر

۱۵؎ قبرص۔ ڈرو اے سن ۲، ۲، ۹، ۱۵، ۳۵، ۲۵۸۔
تھیوکری توس کے سترھویں گیت میں قبرص کا کہیں ذکر نہیں؛ اس کے لیئے دیکھو کیوب ۱۱، ۲۔
قبرص کی پیداوار جو مصر کیلئے کارآمد تھی؛ ڈرو اے سن ۳، ۱، ۵۶۔
سکے۔ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۶۲۷؛ فہرست سکہ جات نوادر خانۂ برطانیہ؛ سکہ جات بطالسہ XXXIII, XXIII, XIX ان کی علامت ایک ڈھال تھی۔ گارڈنر (ابواب جدید، صفحہ ۱۶۵) اُن بطلیموسی نوشتوں کا، جو اس جزیرے میں برآمد ہوئے ہیں"۔ اور اُن لاتعداد نقرئی سکوں کا حوالہ دیتا ہے جو قبرص کے ٹکسالوں میں ڈھالے جاتے تھے۔

باب ۵

سنہ ۳۲۰ ق م میں بطلیموس نے، سنہ ۳۱۸ ق م میں تھوڑے دنوں کے واسطے یومنیس نے، سنہ ۳۱۵ ق م میں انتی گونوس نے، سنہ ۳۱۲ ق م میں جنگ غازہ کے بعد پھر بطلیموس نے قبضہ کرلیا، لیکن میدان میوس میں اُسے جو شکست پہنچی اس کے بعد اسے انسے دست بردار ہو جانا پڑا۔ انتی گونوس کے زوال کے بعد ان مُلکوں کا ایک حصّہ بطلیموس کے قبضے میں آیا، اور دیمتریوس کے زوال کے بعد شائد باقی ماندہ حصّے کا بھی یہی مالک بن گیا، گو چند مخصوص حصّے ایسے ہیں جن کی بابت ہم قطعی حکم نہیں لگا سکتے۔ مثلاً سنہ ۲۷۵ ق م میں شام کا ایک بڑا جزو بطالسہ کے قبضے میں تھا لیکن، ہم اُس کی حدود کا تعین نہیں کر سکتے۔ سنہ ۲۶۶ ق م کے بعد چاندی کے بطلیموسی سکّے یعنی چودرہمیاں نمودار ہوتی ہیں جو فنیقی بلدیات سیدا، صور، بطلیمائس، یافہ اور غازہ میں بنائے جاتے تھے۔ یہ ظاہر ہے کہ بطالسہ فنیقیوں کو بہت سے سیاسی حقوق دینے پر مجبور ہوئے ہوں گے۔ وہ علی العموم یہودیوں کے ساتھ بہت اچھی طرح سے پیش آتے تھے، اور اس قوم کے بہت سے لوگ خاص اسکندریہ میں بھی آباد تھے[۱۶]

مفروضے کے مطابق اُسی زمانے میں یعنی تقریباً سنہ ۲۶۰ ق م یا اس سے پہلے ہی جب تھیوکریتوس نے اپنا سترھواں گیت مرتب

---

[۱۶] فنیقیہ و کیلو سوریہ۔ ڈروائے سن ۲، ۱، ۷، ۱۶؛ ۲، ۲، ۹، ۷، ۴، ۵۴ – Pol. ۵، ۷، ۶ کے اتباع میں کیوپے کی رائے یہ ہے (اور ہم اُس کی تائید کرتے ہیں) کہ بہت ابتدائی زمانے میں ہی یہ ممالک بطلیموس کے قبضے میں تھے۔

سکّہ جات ہیڈ، ۶۵۰، ۶۶۵ وغیرہ۔ فہرست سکہ جات نوادرخانہ برطانیہ، سکّہ جات بطالسہ XXIV XXXIV XXXVIII

شامی سکّوں کے لئے دیکھو عقب، باب ۹، حاشیہ ۴؛ فنیقیہ کے لئے باب ۱۶، حاشیہ ۲۔

باب ۵

کیا تھا تو اُس وقت میں بطالسہ کی عملداری نہایت وسیع ہو گی اسلئے
کہ اُس میں فنیقیہ، عربستان، شام، طرابلس الغرب، حبشہ، پمفیلیہ،
کیلیکیہ، کاریہ اور جزائر مدور سب ہی تو شامل کیئے جاتے ہیں ظاہر
ہے کہ اس میں مبالغہ آمیزی بہت کچھ ہے؛ مثلاً کلیکیہ کے دو ہموار
علاقے جو طرطوس کے قریب ہیں، مصر کے باجگزار نہیں تھے، لیکن
ممکن ہے کہ پمفیلیہ مصر کا ہی ماتحت ہو، گو لکیہ اور کاریہ کا صرف
ایک جزو یعنی تھوڑا سا ساحلی علاقہ انکا فرمانبردار تھا اور باقی حصّوں پر
سلیوکیون کا قبضہ تھا۔ یہ بلا شبہہ درست ہے کہ جزائر مدور ضرور
بطالسہ کے قبضے میں تھے۔ ظاہر ہے کہ ایک درباری خوشامدی
شاعر کے لئے یہ مناسب تھا کہ اگر وہ کسی ملک کے قلعے میں مصری
رسالہ دیکھے یا سنے کہ کسی ملک کے باشندے مصری علم سے خوف زدہ
ہیں تو وہ فوراً اُس ملک کو شاہان مصر کا باجگزار بنانے میں تامّل نہ
کرے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ رمصوڈز اور بہت سے دوسرے
اضلاع میں ایتھنز کا جانشین مصر ہی تھا، لیکن فرق یہ تھا کہ ایتھنز محض
ساحلی علاقے پر ہی اپنا سکّہ جما سکتا تھا[۱]

العرض ہم دیکھتے ہیں کہ ۳۲۳ تا ۲۷۸ قم کے انتہائی خلفشار کے بعد

---

[۱] مصر و تھریس۔ ڈروائے سن (۳، ۱، ۲۶۸۔) یہ فرض کر لیتا ہے کہ ارسی نوے کی وجہ سے بطلیموس دوم نے لیزی ماخیہ، الفی سوس اور لیزی ماخوس کے دوسرے شہروں پر دعویٰ کر دیا۔ بلا شبہہ اس حصّہ دُنیا میں بطلیموس سوم ہی نے سب سے پہلے اپنا قدم رکھا تھا؛ فون ولاموو تز بھی ("انٹی گونوس ساکن کارستوس") یہ نہیں کہتا سنہ ۲۷۰ ق م میں تھریس بطالسہ کے قبضے میں تھا۔ سنہ ۲۳۰ میں اس کا ثبوت اس امر سے دیا جا سکتا ہے کہ اس سنہ میں اسپارٹی ہیومید ون تھریس کا مصری کماندار مقرر ہوا Telles in Stob. flor. ۳، ۷۲۔

باب ۵

ملوکیتوں اور جمہوریتوں، غرض تمام مملکتوں کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا ہے۔ ان میں سے بعض تو طاقتور مملکتیں ہیں، جیسے رھوڈز، بعض ایسی تھیں جو باہمی معاقدوں اور لیگوں کے ذریعے سے اپنی آزادی قائم رکھتے ہیں، اور بعض (الیفی سوس کی طرح) حکمرانوں کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کر کے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔ ملوکیتوں میں سے وہ جن پر مقدونوی خاندان حکمراں تھے سب سے زیادہ ممتاز ہیں۔ ان میں سے مصر پر تو مطلق العنانی کے اصول پر حکومت ہوتی ہے اور خارجی معاملات میں اُس کا طرزِ عمل آزاد خیالی پر مبنی ہے؛ شام کے حکمران بلدیات کی فراوانی کی وجہ سے اندرونی معاملات میں آزادانہ رویہ اختیار کئے ہوئے ہیں لیکن خارجی معاملات میں جھگڑالو ہیں؛ مقدونیہ پر اب بھی آبوی اُصول پر حکومت ہوتی ہے اور اب بھی یہ بیرونی فتوحات کی طرف مائل ہے۔ ان تینوں ملکوں کے شاہی خاندان ان ممالک کی روایات کو جاری رکھتے ہیں جن میں اُنھوں نے اپنا گھر بنالیا ہے، مثلاً انتی گونی تو قدیم مقدونوی شاہی خاندان کا اتباع کرتے ہیں؛ بطالسہ قدیم فرعونوں کی نقل کرتے ہیں اور سلیوکی قدیم ہخامنشیوں کے قدم بہ قدم چلتے ہیں۔ یہ دراصل ماحول کا اثر ہے۔ لیکن ان خاندانوں پر مقدونیہ کا نسلی اثر بھی ضرور ہے اور اپنی یونانی تعلیم و تربیت سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتے، چنانچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پولی بیوس ۵، ۳۴ کے مطابق ۲۲۲ ق م میں مصر لیزبی ماغنیہ، اے نوس اور مارونیہ پر قابض ہے۔

جزائر مدور: فون ولاموو تز ۲۴۲: بوسولٹ: تدنیات یونانی Griech. Sfaots.

اشاعت دوم صفحہ ۶۳۔ اس مقام پر کھیلوں کو "بطلیموسیہ" نام دیا جاتا ہے۔ ولامار: ابتدائی

دو بطالسہ و عہدیت جزائر مدور، T. Delamarre Les deux premiers

Ptolemees et la confederation des Cyclades پیرس ۱۸۹۶ء۔

باب ۳

ہم دیکھتے ہیں کہ انتی گونی اپنے تمدن کو (جو سکندر کے آبا و اجداد کے تمدن سے کہیں ارفع و اعلیٰ تھا) اپنے مقاصد کو نہایت قابلیت سے حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہخامنشیوں کے اتباع میں سلیوکی اپنی سلطنت کے مختلف حصوں کو بڑے بڑے اختیارات دیتے ہیں اور چونکہ اسی لئے اُن میں یونانی عنصر (جس کی سلیوکی دل سے قدر کرتے تھے) موجود ہے اس سلطنت کا خاتمہ بھی ہو جاتا ہے۔ رہے بطالسہ تو وہ اپنے نئے مُلک کے روایتی ابوی طرز کو جاری رکھنے کی طرف مائل ہیں اور اسی میں اپنا مفاد تصور کرتے ہیں؛ مگر چونکہ مُلک والوں کے مذہب سے اُن کا تعلق نہیں ہے، خارجی معاملات میں وہ تربیت یافتہ یونانیوں کا سا برتاؤ کرتے ہیں اور خانگی معاملات میں وہ عیش و عشرت میں رہتے ہیں اس لئے اُن کا طرز حکومت ایک طرح سے غیر مربوط ہے اور آخر میں تدبّر کے میدان تک میں ان کی توانائی اور فہم و ادراک جواب دیجاتے ہیں اور صرف عیش ہی عیش باقی رہ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ خود اور اُن کے مُلک دونوں کو نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔

جیسا باب ۳ کے اختتام پر میں نے کہا تھا، میرے نزدیک وہ ملوکی نظام جس کی نوع بنوع کیفیات کو میں نے اس باب میں بیان کیا ہے، اُس زمانے کے یونانیوں کے لئے کئی معنی اکر کے مفید نہیں تھا، اور اب اس مقام پر میں بعض دوسری باتیں بھی بیان کرتا ہوں۔ یونانی بلد یئے کو صرف دوسروں سے امن و امان قائم کرنے کے لیئے بادشاہوں کی حاجت تھی، اور دوسرے مقصد کے لیئے سکندر کی یا اُس کے کسی ایسے جانشین کی حکومت جو سب پر قابو یافتہ ہوتا کسی کام کی ہوتی، اور اس قسم کی سلطنت ایک طرح کی رومن سلطنت کے مماثل ہو جاتی۔ اگر سلیوکوس کا تمام سلطنت پر قبضہ ہوتا تو وہ ان اُصول پر حکومت کرسکتا۔ لیکن وہ

باب ۵

تمام سلطنت پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ جانشینان سکندر اور "تابعین" میں اوّل تو ویسے بھی بہت سے نقائص تھے اور پھر انھوں نے ایک دوسرے کے ساتھ مسلسل جنگ کر کے بڑا بھاری نقصان پہنچایا، گو خود اپنے نقطۂ نظر سے یہ جنگ ان کے لئے ناگزیر تھی۔ ویسے تو ملوکی اُصول اگر موروثی ہو تو ملک میں امن پیدا کرتا ہے لیکن اس موقع پر اس کے صرف تاریک پہلو ہی ظاہر ہوئے۔ ان کا واحد حق حقِ فتح تھا، اور یہ ایسا حق ہے جو قوّت کے خاتمے پر خود بھی سلب ہو جاتا ہے، چنانچہ یہ بالکل فطری امر تھا کہ ان سب کا کام تمام ہو جائے۔ بہرحال سلیوکیوں نے ایک بات ضرور کی جو قابلِ تعریف ہے، وہ یہ کہ اُنھوں نے اپنی سلطنت میں شہروں اور ریاستوں کے نشوونما کر ترقی دی۔ اس کے بعد رومن سلطنت سکندر کی جانشین بن گئی؛ روما نے وہ کر دکھایا جو سکندر بھی نہیں کر سکا تھا، اور اُس کے اثر کا رقبہ بھی سکندری رقبے سے کہیں زیادہ وسیع تھا۔

باب ششم

یونانیوں کا تمدّن

اب ہم تاریخ کے اس سے زیادہ مسرّت آفریں کیفیات کیطرف رجوع ہوتے ہیں اور اُس عہد کی تہذیب و تمدّن پر بحث کرتے ہیں۔ سکندر کی فتوحات کے باعث یونانیوں کے اُن حالات میں بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوئیں جن سے اُن کی تہذیب متاثر ہوتی تھی، اور ان سے ایک طرف تو یونانی تمدّن کا میدان نہایت وسیع ہوگیا اور دوسری طرف دُنیائے یونان میں پہلے کی بہ نسبت اب آزاد ادارات کے غلبے میں کمی پیدا ہوگئی۔ ان تبدیلیوں کا اثر سب سے پہلے تو مذہب پر پڑا۔ جب یونانیوں کو ایشیا اور مصر کے ساتھ روابط پیدا کرنے پڑے اور اُنھوں نے ان ملکوں کے اداراات کی بابت معلومات حاصل کیں تو اس کی وجہ سے اُن کے مسلک یونان میں زیادہ مقبول ہوگئے اور ساتھ ہی ساتھ یونانیوں کی نظر میں مختلف فرماں رواؤں کا (خصوصاً اُن فرمانرواؤں کا جنھوں نے مشرق میں اپنی سلطنتیں قائم کی تھیں) رتبہ معبودوں کے مساوی ہوگیا[1] یہ طرزِ عمل

[1] نزد سے میل Susemihl نے اپنی کتاب: "تاریخ ادبیات یونان بزمانہ سکندری"

باب ۶

(جس کا باب ۳ میں ذکر کیا جا چکا ہے) یونانیوں کے نزدیک کچھ ایسا لغو نہ تھا۔ اُن کے خیال میں مذہب ایک آزاد قوم کا ذاتی معاملہ تھا، اور جن افراد کو معبودوں کا رتبہ دیا جاتا تھا وہ ہمیشہ غیر ملکی ہوتے تھے۔ کسی منفرد پولس یا مملکت کے لئے انسان کے مجرد تصاد کا، یعنی اس معبود کا جس سے ہم واقف ہیں، گویا (نعوذ باللہ) وجود ہی نہیں تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ Gesch. der Griech Litteratur in der Alexandinerzeit ۲ جلد، لائپزگ $\frac{۱۸۹۱}{۱۸۹۲}$ء میں (جس کا اس کتاب کے پہلے باب کی یادداشت میں ذکر کیا گیا ہے) مختلف مصنّفوں کی زندگی اور تصانیف میں جو کچھ واقعات دلچسپ ہیں ان کا مفصل تذکرہ کیا ہے اور نسبتہً غیر اہم مصنّفوں کو بھی نہیں چھوڑا ہے۔

انسانوں کی پوجا کے لئے دیکھو باب ۲، حاشیہ ۱۳۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یہ عزت صِرف غیر ملکیوں کے لئے مختص تھی۔ علی العموم اس امر پر توجہ نہیں کی جاتی کہ سلطنت روما میں شہنشاہوں کی جو پوجا کی جاتی تھی اس کی توجیہ بھی اسی طرح کی جا سکتی ہے۔ رومن شہری زندہ شہنشاہوں کو اپنا معبود نہیں سمجھتے تھے، بلکہ اس کی بجائے ان کی پرستش پہلے تو ایشیا کی اور پھر تمام سلطنت کے خودمختار یونانی ملتوں میں رائج تھی، اور یہ ملتیں نہایت اطمینان سے ایسے افراد کو جو اُن میں سے نہیں تھے بلا خوف و خطر اپنا معبود بنا سکتی تھیں۔ اس سے یونانیوں کی غلامانہ حیثیت کا مظاہرہ نہیں ہوتا بلکہ صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا اور مذہب کے بارے میں اُن کا تخیّل کس قدر ناقص تھا۔

یونانی مذہب میں تبدیلیاں، دیکھو پ۔ گار ڈنر: "ابواب جدید" صفحہ ۱۴۱ وغیرہ، کی پیلے وسٹمراس، $\frac{۴۴۳}{۴۴۴}$۔ عیش پسند فرقوں کے دیوتا خاص یونان میں، ۴۴۶۔

بطالسہ سلیوکی آنالوسیوں سے زیادہ الوہی اعزاز کے طالب معلوم ہوتے۔ آنالوسیوں میں صرف مردہ بادشاہوں کو الوہی خطاب دیا جاتا تھا، اور جب تک فرمانروا زندہ رہتا، اُسے صرف "ہم جلیس الوہی" کہنے پر اکتفا کیا جاتا تھا۔

باب ۶

جو شخص کسی خاص شہر کا شہری نہ ہو اُس کے لئے اس شہر کا معبود بن جانا بالکل ممکن تھا۔ ظاہر ہے کہ ایک ایسا مذہب جو پولیو کی تیس جیسے شخص کو اپنا معبود قرار دے سکتا ہو، یقیناً نفرت کے قابل تھا۔ دیونی سوس جیسے معبود کا پایہ دیمترلوس جیسے معبود سے کچھ زیادہ بلند نہ تھا۔ تاہم یہ ممکن ضرور تھا کہ دیمترلوس کی جو تصویر تیار کی جائے اُس میں مطلمی رنگ آمیزی ہو۔ اس لئے کہ معبود محض خیالی ہو تو پھر کسی قسم کے صفات بھی اُس کے ساتھ وابستہ کیئے جا سکتے ہیں۔ اسی وجہ سے اُن نتائج کے باعث جو یونانی مذہب نے مستنبط کیئے تھے، یہ مذہب اب پہلے سے بھی زیادہ ناقص ہو گیا۔ لیکن یہ نقص صرف اُن حالات کی وجہ سے پیدا نہیں ہوا جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، بلکہ جس شخص نے اُسے ایک ادبی پیرایہ دے کر اُس میں تبدیلی کی وہ مسیبا کا باشندہ، شاہ کاساندر کا دوست اور اپنے زمانے کا مورخ و جغرافیہ داں، یوہمیروس تھا[۵۲]۔ یوہمیروس شاہ کاساندر کے کہنے سے ایشیا گیا، اور اپنی سیاحت کے دوران میں بحر ہند کے چند نہایت ہی عجیب وغریب جزیرے دریافت کیئے جن کا ذکر اُس نے اپنی تصنیف "نوشتۂ مقدس" میں کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ان جزیروں میں سب سے بڑے جزیرے کا نام پن کایہ تھا، اور اُس میں اُن افراد کی جانبازیاں لکھی موجود تھیں جنھیں یونانیوں نے اپنا معبود بنایا ہوا تھا، جیسے خود زیوس، اور کوہ اولمپوس کے دوسرے دیوتا۔ یہ قول کہ یونانی معبود ابتدا میں محض انسان تھے، زمانہ مابعد میں علمائے عیسویت کو بہت پسند آیا اور وہ

---

[۵۲] یوہمیروس۔ دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی بزمانہ قدیم" Holm: Gesch. Sic. in Alterthum ۲، ۲۷۲ تا ۲۷۶ و ۲۸۱، برون ہوفر: "از ارال تا گنگ" Brunnhofer: Vom Aral bis zur Ganga، لائپزگ، ۱۸۹۲ء ص ۹۲، ۹۳۔ اسکے نزدیک "پنکایہ" = بنگالہ، "پنارہ" = بنارس، "کریطی" "کوریتاس" = کرد وغیرہ۔

باب ۶ اس کو بنظر اطمینان دیکھنے لگے کہ کس طرح ایک بت پرست خود اپنے مذہب کا اپنی تحریروں کے ذریعے سے بطلان کرتا ہے، چنانچہ آج بھی دینیات کی اس طرح تاویل کرنے کو یوہیمریت کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ یوہیمروس کا اُصول لوگوں کے پسند خاطر نہیں تھا اس لئے کہ اُس کے بانی نے اُن کے قدیم سیدھے سادے عقیدے کے معاوضے میں اُنھیں کچھ نہیں دیا، لیکن کاساندر اور اُس کے مصاحبوں کے لئے یہ اُصول نہایت کارآمد تھا اس لئے کہ اب یہ بادشاہ خود اپنی الوہیت کا دعویٰ کرسکتا تھا۔ اگر یونانیوں کو ترغیب و ترہیب سے کہ وہ جانشینانِ سکندر جیسے انسانوں کی پوجا کرنے لگیں، تو پھر یونانیوں کے لئے یہ غیر ممکن نہ تھا کہ پانچویں یا چوتھی صدی کے زمانے سے بھی زیادہ اپنے سے کمتر مہذب اقوام کے مذاہب کی پیروی کریں اور اُنسے اطمینان قلبی حاصل کریں، چنانچہ تھریسی، افروجی اور مصری مذاہب، جن کا مدّت سے یونانیوں پر اثر چلا آتا تھا، اب علی الاعلان پھیلنے لگے، اور شام و ایشیائے کوچک کے یونانیوں میں تو مختلف مذاہب ایکدوسرے کے ساتھ بالکل ہی مخلوط ہو گئے۔

ظاہر ہے کہ یونانی تمدّن کی تبدیلی کی وجہ سے اُسکی سطح پہلے کی بہ نسبت کچھ زیادہ بلند نہیں ہوئی۔ لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جن ملکوں میں یہ تبدیلی زیادہ رونما ہوئی وہ تمدّن کے میدان میں صف اوّل میں نہیں تھے۔ جانشینان سکندر کے ممتاز ترین مستقر اسکندریہ میں، اس شہر میں جس کے ذریعے سے ایسس اور سیراپیس کی پوجا نے ہر یونانی مملکت میں پھیل گئی، یہاں بہت سے یونانی شاعر جمع ہوگئے لیکن یہ سب کے سب قدیم یونانی جمہوریتوں کے باشندے تھے اور ان میں سے اکثر وہاں کے تمدّن کے نمایاں آثار تھے۔ ناظرین معلوم کریں گے کہ تمدّن کے اصلی مراکز وہی آزاد مملکتیں اب بھی بنی ہوئی تھیں، اور ان میں سب سے ممتاز ایتھنز تھا، جس نے

باب ۹

ایک حد تک پہلے سے بھی زیادہ یونانیوں کی ذہنی زندگی کی رہبری کا بیڑا اُٹھایا ہوا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ۳۰۰ق م کے قریب ہی کے زمانے میں ایتھنز نے فلسفے اور شعر گوئی میں وہ مسالک پیدا کیے جو اُس شہر کے پہلے کارناموں کے برابر نہ سہی، لیکن ہمارے زمانے تک کی دُنیا پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ جو کوشش کی گئی کہ یونانی مذہب میں مشرقی معبود شامل کیے جائیں یا فلاں فلاں مقدونوی کو اولمپوس میں جگہ دی جائے، اس کا جواب ایتھنز نے اپنے فلسفے کو پیش کر کے دیا۔ یہ فلسفہ ایک دوسری چیز کا بھی جواب تھا، وہ یہ کہ زندگی کا مقصد محض موقتی فائدے کا حصول اور موقتی ضروریات کی تکمیل ہے یا کیا۔ اب ہم سب سے پہلے فلسفے کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

ایتھنز موجودہ مسالک کا مرکز بنا رہا اور ساتھ ہی اُس نے جدید مسالک کا بھی اضافہ کیا۔ دیمو خاریس کے ہمنواؤں نے ایک شخص مسمّی سوفوکلیس کے ذریعے سے یہ کوشش کی تھی کہ ایتھنزی اُصول کے برخلاف فلسفیانہ تعلیم مملکت کی نگرانی میں دے دیں، لیکن اس تحریک کو خلاف آئین قرار دے کر اسے بہت جلد منسوخ کر دیا گیا اس قانون کی وجہ سے تھیوفراستوس کو جلا وطن ہونا پڑا تھا، مگر اب وہ واپس آ گیا اور اس کے بعد ایتھنز کی فلسفیانہ ترقی میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا نہیں ہوئی[1]۔

افلاطون کا مدرسہ یعنی اکادمی ابتداءً ایک محفل اپنے مشہور آفاق بانی کے نام پر ہی قائم تھا اور خود اُس نے کوئی خاص ترقی نہیں کی تھی۔ اُس نے

---

[1] فلسفہ۔ دیکھو مشہور کتابچے، خصوصًا ونڈلبانڈ فلسفیوں اور اُن کے ادبی کارناموں کے لیے زودسے میل ۱، $\frac{1}{127}$ -

لیزی ماخوس فلسفیوں کو جلا وطن کر دیتا ہے، Athen ۱۳، ۱۰/۲-

باب ۶

الی تصوّرات پر جن سے اس حکیم نے اپنے فلسفے کی ابتدا کی تھی، مطلق توجہ نہیں کی، بلکہ اس کی بجائے اس سے کم بار آور نظریے یعنی نظریۂ اعداد پر اپنا وقت صرف کیا۔ افلاطون کے بعد اُس کا بھتیجا اسپیوسی پوس صدر مدرّس مقرر ہوا، اور تقریباً ۳۳۵ق م میں زینوکراٹیس نے (جو اُسی کا ہم عمر تھا) اُس کی جگہ لے لی۔ گو زینوکراٹیس باہر سے آیا تھا لیکن ایتھنزی اُس سے سفارتوں کا کام بھی لیتے تھے۔ اسکے بعد صدر مدرّسی کا کام ایتھنزی پولے مون (۳۱۴ق م تا ۲۷۰ق م) اور ازاں بعد کراٹیس کے سپرد کیا گیا۔ منجملہ اکادمی کے ارکان کے یوکسودوس ساکن کنیدوس جو علم ہیئت اور علم طب میں ماہر تھا، اور ہرقلیدوس ساکن ہرقلیہ جس نے بہت سی کتابیں لکھی تھیں، ممتاز تھے۔ زمانۂ مابعد میں اکادمی افلاطونی خیالات سے اور بھی زیادہ ہٹ گئی اور مسلک 'ارتیابیہ' سے مل گئی جس کی بنیاد پرھون ساکن الیس نے ڈالی تھی۔ 'ارتیابی' گروہ دعاوی کے عدم تیقین پر زور دیتے اور ہر قسم کے اثباتی کلام سے پرہیز کرتے تھے۔ اس 'تعطّل حکم' سے، جسے یونانی میں ایپوخے کہتے ہیں، ایک طرح کا اطمینان قلبی حاصل ہوتا ہے، اور یہی اُس عہد کی گویا جان ہے جس میں مختلف حکمرانوں کے باہمی مناقشوں کی وجہ سے ہمیشہ جوش کی کیفیت رہتی تھی، اور لوگوں کو اس اطمینان قلبی کی آرزو رہتی تھی۔ اسی 'ارتیابی' یا 'وسطی' اکادمی کا بانی، وہ شخص جس نے اس کا تصفیہ کیا کہ محض اغلبیت ہی تک انسان کی پہنچ ممکن ہے، ارکے سی لاؤس تھا۔[۵]

۵؎ اکادمی اور ارتیابیت۔ اکدیموس و دیو فانتوس؛ ڈروائے سن ۳، ۱، ۳۲۷؛ پرہی تانس؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۵۵ ۱۔ پرھون، گارڈنر؛ "ابواب جدیدہ" ۴۴۸۔

باب ۷

ارسطا طالیس کے اُصول کے مطابق مشائین کا مسلک عام تحقیقات موجودات کا جائے پناہ بن گیا۔ اس کا پہلا جانشین تھیوفراستوس ساکن ایرےسوس تھا جسے علم موالید ثلاثہ میں مہارت پیدا ہوئی۔ یہ ۲۸۷ق م تک زندہ رہا۔ ان مشائین کے ہم عصر مفصلۂ ذیل بھی تھے: یودےموس جسنے اخلاقیات کا، ارسطوکسے نوس جس نے نظریۂ موسیقی کا اور دیکیارخوس ساکن مسانہ جس نے سیاسیات کا مطالعہ کیا۔ تھیوفراستوس نے اپنی تمام جائداد منقولہ اس مدرسے کے لئے چھوڑ دی جس کی وجہ سے اُسے استحکام حاصل ہوگیا۔ ۲۸۷ق م سے ۲۶۹ق م تک اس کا صدر ستراتون ساکن لمپساکوس تھا جس کا رجحان مادّی خیالات کی طرف تھا، اور جب اس نے یہ اعلان کیا کہ سردی اور گرمی ہی ابتدائی قوتیں ہیں تو وہ گویا قدیم یونانی فلسفے کیطرف واپس آگیا۔ مشائی فلسفے کا عملی پہلو دیمتریوس ساکن فالیرم کے ذریعے سے اسکندریہ میں غالب ہوگیا۔[۵]

تقریباً یہ سب فلسفیانہ مسالک ارسطا طالیس کے اصل اُصول سے پھر گئے تھے۔ سقراط کا سب سے ممتاز خیال یہ تھا کہ انسان کو اپنے فرائض منصبی کا ہمیشہ دھیان رہنا چاہئے، اور اُسے پورے غور وفکر کے بعد عمل کرنا چاہئے۔ فلاطونیئین اور مشائین برابر علمی مباحث میں مشغول رہتے: ان میں سے اول الذکر کے مباحث ثانی الذکر سے زیادہ مجردانہ ہوتے تھے اور ثانی الذکر علوم کے مختلف شاخوں کے ارتقاء اور ترقی کے ذریعے سے اپنی علمی پیاس بجھاتے تھے۔ وہ لوگ جنھیں عالم بننے کی تمنا نہیں تھی، ان سب باتوں کو بالکل بیکار سمجھتے تھے، اور یہ بات ایسے زمانے میں اور بھی زیادہ افسوسناک تھی

[۵] مشائین۔ فون ولاموونز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس"، ۱۹۰؛ ڈرداۓ سن ۲، ۳، ۱۵۵۔

باب ۱۵ جب مذہب روز بروز کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ اصل میں اس کی بہت ضرورت تھی کہ فلسفہ از سر نو مسائل زندگی پر توجہ شروع کرے، اور اس ضرورت کو پورا کرنے میں اُن دو مسالک نے جن کا ہم ابھی ذکر کریں گے خاص طور پر امتیاز پیدا کیا۔ ان کا قدیم مسالک سے وہی تعلق تھا جو فرانسسکی اور دومینی کی رہبان کا بینی دکتی رہبان اور ان کے بے شمار ساتھیوں کے ساتھ تھا۔ اس میں شبہہ نہیں کہ موخر الذکر نے بنی نوع آدم پر بہت سے احسانات کئے ہوں گے، لیکن ان سے لوگوں کی فوری ضروریات پوری نہیں ہوئیں، اور ان ضروریات کے پورا کرنے میں گدا گر عیسوی راہبوں نے، جو عوام میں نشست و برخاست کرتے تھے، صحیح طور پر بڑا رتبہ پایا۔ یہی کیفیت تقریباً سنہ ۳۰۰ ق م میں ارض یونان میں بھی اور "سقراطی" گروہ کچھ بھی ہو لیکن وہ سقراط کا پیرو نہیں رہا تھا۔ عین اس موقع پر تماشا گاہ یونانی رواقیین اور ابی قورین نمودار ہوتے ہیں، اور ان کے آتے ہی فلسفہ گویا آکاش سے گر کر دھرتی ماتا پر آجاتا ہے اور عوام النّاس کی واقعی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کرتا ہے جو اب یونانی مذہب سے پوری نہیں ہوتی تھیں۔

رواقی مسلک کا بانی قبرصی کیتوم کا رہنے والا زینو تھا، جو تقریباً سنہ ۳۴۰ ق م میں پیدا ہو کر تقریباً سنہ ۲۶۵ ق م میں راہیٔ ملک عدم ہوا۔[۵۶]

---

۵۶ رواق۔ زوسے میل ا، ۲۱۵۔ فلسفیوں کا تعلق گونا تاس سے، ایضاً ا، ا؛ ڈروائے سن ۳، ا، ۸۹، ۱۹۷، ۲۳۰، ۲۱۴، ۲۱۶؛ فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کارسیتوس ۲۱۷۔

رواق ابتدا ہی سے زندگی عامہ میں حصہ نہیں لیتا؛ زوسے میل ا، ۶۰۔ رواقی فلسفہ زمانۂ مابعد میں سلطنت روما کا فلسفہ مطلیحت (ونڈلبانڈ ۲۹۷) اور ابی قوریت فلسفۂ حقیقت تھا (ایضاً ۳۰۴)۔ (بقیہ بر صفحۂ آئندہ)

باب

وہ اپنے گھر کا کھاتا پیتا تھا اور تجارت کی غرض سے ایتھنز آیا تھا لیکن ساتھ ہی اس کی آمد کی ایک وجہ وہ کشش تھی جو اس مدینۃ الحکما کی ذہنی زندگی میں باہر والوں کو کھینچے لاتی تھی۔ ایتھنز پہنچنے پر اس نے پورے جوش کے ساتھ فلسفے کا مطالعہ کیا، اور خاص طور پر مسلک کلبیین کا جس کا ایتھنز کے عیش و عشرت کی زندگی سے تباین خاص طور پر نمایاں تھا، کلبیت کے اصول اس کی نظر میں قابل قبول ضرور تھے، لیکن اس کے نزدیک ان کی بنیاد حکمیات پر نہیں تھی۔ اس نے ذہنی الٹ پلٹ کا سبق میگاریوں اور فلاطونیوں سے حاصل کرکے ایک جدید فلسفے کا مکتب قائم کیا جس میں عملی اور حکمیاتی دونوں پہلو موجود تھے۔ اس نے اپنا مرکز ستوا پوئے کیلے یا رواق بوقلمون کو بنایا جو نافِ شہر میں واقع تھا۔ رواق کا محل وقوع بھی کچھ کم اہم نہ تھا۔ اکادمی اور لیکیوم دونوں فصیل سے باہر تھے، چنانچہ لوگوں کو وہاں پہنچنے کے لئے پہلے سے خاص طور پر ارادہ کرنا پڑتا تھا، لیکن رواق بوقلمون سے ہوکر ہر ایتھنزی تقریباً روزمرہ گزرتا تھا بجنسہٖ اسی طرح سے فرانسسکیوں اور دومی نیکیوں نے بینی ڈکٹیوں اور سسٹرسیوں وغیرہ کی طرح اپنی خانقاہیں دیہات اور تنہا مقامات میں نہیں بلکہ گنجان شہروں میں بنائی تھیں تاکہ ان کے ذریعے سے ان کے باشندوں کی حسب دلخواہ خدمت کرسکیں۔ علمی اعتبار سے زینو کا جانشین کلیانتھیس ساکن اسوس تھا، لیکن وہ اپنے گرو کی برابری نہیں کرسکتا تھا گو اس نے نہایت تنگدستی کی حالت میں ایک معمولی حیثیت سے ایک ممتاز رتبے تک ترقی کی تھی۔ اس انتھک محقق کے قلم سے ہمارے پاس تک زیوس کا ایک بھجن پہنچا ہے۔ رواقیوں کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ زینو اور کری سی پوس دونوں مشرقی نژاد ہیں، چونکہ مشرق تباینوں سے بھرا ہے اسلئے نظر میں عمق ممکن ہے۔ رواق کا مستقر بدنام کلبیہ تھا۔

تیسرا بڑا مجتہد کریسی پوس ساکن سولی (کلیکیہ) بھی بڑا عالم تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ "رواق کے پہلے تین سرگروہوں میں سے دو یقیناً نیم یونانی ملکوں کے رہنے والے تھے، لیکن اس مسلک کا نشوونما ایتھنز ہی میں ہوا اور اس کی بنیاد ایسے مشرقیوں نے ڈالی تھی جو مشرقی تزک و احتشام اور مبالغہ آمیزی پر غور و فکر کو ترجیح دیتے تھے۔

اگر ہم رواقیوں کے اصول پر غور کریں تو ہم یہ محسوس کریں گے کہ وہ زندگی کے صحیح مسلک پر زور دیتے تھے اور اس طرح عمل کے میدان میں وہ اپنے پیش رو مسالک پر سبقت لے گئے تھے۔ رواقی ایک ایسے مفکر کی مطلمح تصویر کھینچتے تھے جس کا شیوہ غور و فکر کے ساتھ نیکی بھی ہو۔ ساتھ ہی اس مفکر کو بے نفسا بھی ہونا چاہیئے اور ایسے قوانین پر عمل کرنا چاہیئے جو مخلوق عالم پر مادی و روحانی اعتبار سے حکومت کرتے ہیں۔ اس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہوئے کہ کہ اسے فطرت اور عقل کے مطابق عمل کرنا چاہیئے تاکہ وہ اپنے فرائض منصبی پورے کر سکے۔ اس مسلک کے پیروؤں نے جس تخیل پر خاص طور پر غور کیا وہ فرض منصبی کا تخیل ہے، لیکن اس میں یہ یقین کرنے کی اجازت نہیں دی گئی کہ فرض سے مراد خارجی افعال کا ارتکاب ہے بلکہ ادائیگی فرض میں جو عنصر سب سے اہم سمجھا گیا وہ ارادہ ہے۔ یہ امر فی نفسہ سب سے اعلیٰ اور قابل تعریف تھا اس لئے کہ اس سے یونانیوں کو اپنے مذہب کے نقائص دور کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی تھی جس کا ایک بڑا حصہ محض رسوم پر مشتمل تھا۔ لیکن رواقی عقائد کے اس عنصر کی وجہ سے بہت سی خرابیاں بھی پیدا ہو گئیں۔ چونکہ ہر چیز ارادے پر مبنی سمجھی جاتی تھی اس لئے رواقیوں کے لئے یہ ممکن ہو گیا کہ اپنے مسلک سے بھی نہ ہٹیں اور ساتھ ہی بظاہر ناقص اور بد اخلاق افعال سے بھی پرہیز نہ کریں۔ اسی وجہ سے بہت سے رواقی تو کلبیوں کے بہت ہی قریب پہنچ گئے ہیں۔ لیکن یہ امر بھی اتنا ہی اہم تھا

باب ۲۷

کہ رواقی اُصول کے مطابق اب ارسطا طالیسی معنی میں فرد کی سیاسی حیثیت کا لزوم باقی نہیں رہا تھا، اور اس مسلک کے پیروؤں کیلئے پولس یا مملکت میں کسی قسم کی کشش باقی نہیں رہی تھی، بلکہ یہ فی الواقع مملکت سے بالاتر بنی نوع انسان کے بھائی چارے کے تخیل تک پہنچ گئے تھے۔ اس طرح نہ صرف یونانی مملکت کا خاتمہ ہو جاتا ہے بلکہ (اور یہ وہ بات ہے جس کی طرف ذرا کم توجہ مبذول کی جاتی ہے) یونانی اپنے مذہب کو بھی خیر باد کہہ دیتے ہیں اس لئے کہ اُس کی بنیاد بھی پولس پر ہی تھی۔ سقراط سے "عالمیت" کے خیال کی ابتدا ہوئی تھی لیکن یہ رواقی ہی تھے جنھوں نے اُسے ایک خاص نظریے پر مبنی کیا۔ اُنھوں نے اس طرح وقتی طور پر مملکت کا خاتمہ کردیا اسلئے کہ علاوہ پولس کے اس وقت کوئی ایسی مملکت نہیں تھی جو یونانی خیال سے ٹکر کھاتی۔ لیکن کچھ زمانے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ پولس کے علاوہ ایک دوسری طرح کی مملکت کا خیال ممکن ہے جو انکی مطمحِ مملکت کے قریب تر ہوگی اور ساتھ ہی محض ایک بلد تک محدود نہیں ہوگی؛ چونکہ اُس زمانے میں ایسی مملکت ملوکی ہی ہوسکتی تھی اسلئے رواقیت کے پیرو مختلف بادشاہوں کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اُن کے افعال پر عوام الناس کے مفاد کی خاطر اثر ڈال سکیں۔ رواقیوں کے فلسفۂ فطرت کو اس قدر اہمیت حاصل نہیں تھی؛ یہ فلسفہ مسئلۂ ہمہ اوست پر مبنی تھا اور اس میں فطرت کے مختلف پہلوؤں کی افادی حیثیت پر زور دیا جاتا تھا۔ یہ ایک دلچسپ بات ہے کہ علاوہ براہِ راست ثبوت کے رواقی بنی نوع انسان کی یک جہتی کو بعض ناقابلِ ثبوت قضیوں کو ثابت کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں اسلئے کہ اس یکجہتی میں انھیں وہ عقل نظر آتی ہے جو دُنیا پر راج کررہی ہے۔

عملی اعتبار سے رواقی فلسفہ ٹھیک ہو، لیکن یہ ہر شخص کیلئے کارآمد نہیں تھا اس لئے کہ اس کی بنیاد عاقلوں کی فکر پر تھی اور محض

باب

چیدہ چیدہ لوگ ہی اس سے کما حقہ استفادہ حاصل کرسکتے تھے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا سب انسان نہیں تو اُن کا زیادہ حصہ عارف بن سکتا ہے یا نہیں۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہو تو پھر ان بیچاروں کے لئے کیا باقی رہ گیا جنھیں اس راستے پر گامزن ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔ اس سوال کا جواب رواقیوں نے مطلق کچھ نہیں دیا، بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ اس کا جواب کسی فلسفی مسلک نے نہیں دیا، اگر دیا تو ایسے مذہب نے جو ہر آن یونانی مذہب سے ارفع و اعلیٰ تھا۔

ابی قوروس ساکن ایتھنز نے ایک دوسرے زاویۂ نگاہ سے عملی فلسفے کے مسائل کی طرف رجوع کیا۔ وہ ۳۴۱ ق م میں ساموس میں پیدا ہوا تھا۔ پہلے تو اُس نے متی لنہ اور لمپساکوس

ء ابی قوریت۔ ابی قوروس نے اپنی زندگی لمپساکوس میں گزاری تھی، اور اسیطرح متر و دوروس اور بہت سے بعد کے ابی قوری بھی شہر پریاپوس کے باشندے تھے۔ کم از کم یہاں اُس طرح کے تباین کی جگہ جو رواق اور کلیکیہ کے حکمراں سردانا پالوس کے مابین پایا جاتا ہے (دیکھو جلد ۳ باب ۲۲)، ایک طرح کی مشابہت ملتی ہے۔ ایک ایسی مملکت کے وجود کے سبب سے جسے انھوں نے کبھی کسی قسم کی تکلیف دینے کی خواہش نہیں کی، ان کے لئے ایک دائرہ بنانا اور ایک طرح کی اعیانی زندگی بسر کرنا ممکن ہوگیا تھا جس میں ایسی خوش مزاج عورتیں بھی شامل تھیں جو وقتاً فوقتاً فلسفیانہ مباحث میں بھی حصہ لیتی رہتی تھیں، اور جن میں سب سے مشہور لیون تیون تھی۔ ایک خاص نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو رواق عیسویت سے اور ابی قوریت اسلام سے مشابہ ہے۔ رواقی اُصول اور عیسویت کا اندرونی تعلق تو ہر شخص کو معلوم ہے، پھر اسلامی 'کہف'، یعنی خاموش، ساکن، نیم خفتہ مملکت پر ابی قوری رنگ نظر آتا ہے۔

باب ۶

میں درس دیا اور اُس کے بعد یہ ایتھنز آگیا جہاں اُس کے شاگرد شہر سے باہر ایک باغیچے میں جمع ہونے لگے۔ اُس کا انتقال ۲۷۰ ق م میں ہوا۔ چونکہ اُس کا سب سے بڑا دوست متر ودوروس اُس سے پہلے ہی مرچکا تھا اس لئے اُس کے بعد ہر مارخوس اُس کا جانشین ہوا۔ تھیو فراستوس کی طرح ابی قوروس نے اپنے مدرسے کی بنیاد کو باغیچے وقف کرا کر مستحکم کردیا اور اس کے لئے اراضی، مکانات اور سرمایہ چھوڑ مرا۔ ایک معنی کرکے ابی قوروس کے فلسفے کو ارسطی فوس کے اُصول کا سلسلہ سمجھنا چاہئے۔ اُس کا مقصد رواقیوں کے مقصد سے بھی زیادہ عملی پیرایہ لئے ہوئے ہے، اس لئے کہ اُس کا مطمح نظر خود مسرت ہے جسے خوشی کے نام سے بھی موسوم کیا گیا ہے۔ لیکن یہ کہتا ہے کہ ہر قسم کی مسرت کے حصول کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، اس لئے کہ بہت سی مسرتیں ایسی ہوتی ہیں جن کے بعد رنج و افسوس لوازمات سے ہوتا ہے اور نتیجہ اصلی مقصد سے بالکل برعکس نکلتا ہے۔ اسی وجہ سے ایسی مسرت کا تعاقب مناسب نہیں ہے، اور مسرت کے حصول کی کوشش میں غور و فکر سے کام لینا چاہئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ابی قوری مسلک کے پیرو رواقیوں سے کس طرح آگے بڑھ جاتے ہیں۔ رواقیوں نے غیر مشروط انداز میں یہ مطالبہ کیا کہ سب سے پہلے انسان کو عاقل ہونا چاہئے؛ ابی قوروس چاہتا ہے کہ انسان کو اس کا صحیح اندازہ ہونا چاہئے کہ وہ کون کونسی چیزیں ہیں جن سے بغیر رنج کے مسرت حاصل ہوسکتی ہے۔ الغرض اس

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ابی قوریت اور ابتدائی عیسویت کے درمیان ایک خارجی تعلق ہے جو دوستی کی اہمیت میں نظر آتا ہے اور جس پر حال میں ذرا زیادہ زور دیا جاتا ہے۔ دیکھو مہافی: "مسائل تاریخ یونان" لندن ۱۸۹۲ء صفحہ ۲۰۶۔

باب ۱

فلسفے کا مقصد اعلیٰ حقیقی مسرت کا حصول ہے۔ چونکہ عقل محض مسرت کے حصول کا ایک ذریعہ ہے اس لئے یہ نسبتۃً آسانی سے حاصل ہوجاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ بہ نسبت اس کے کہ کوئی شخص قوانین قدرت کے عمق پر نظر ڈالے یا اندازہ کرنا آسان ہے کہ تکلیف کا انسداد کیسے ہوسکتا ہے۔ ابی قوریوں کے نزدیک ایک طرح کی خوشی ہر ٹھنڈے دل سے سوچنے والے انانیت پرست کو حاصل ہوجاتی ہے؛ اور ایسی خوشی اُن لوگوں کے لئے بھی ممکن ہے جو رواقیوں کے معیار کے مطابق عقل کی کسوٹی پر پورے نہیں اترے۔ الغرض ابی قوریت بنی نوع انسان کی اکثریت کے حسب خیال ہے، لیکن اُس کے پیرو اسی کی وجہ سے آسانی کے ساتھ بالکل غلط راستے پر لگ جاتے ہیں، اس لئے کہ جب مقصد اعظم حصول مسرت ہی ٹھہرا تو پھر ہر نوع کے تلوّن کے راستے کھل جائیں گے۔ وہ شخص جو اپنی مسرت کو ایسے سانچے میں ڈھال سکے کہ اسے خود کسی قسم کی تکلیف کا سامنا کرنا نہ پڑے وہ ہمیشہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو ابی قوروس کے قول پر عمل پیرا ہوں، گو وہ دوسروں کو تکلیف ہی کیوں نہ پہنچا رہا ہو۔ زندگی کے عملی مقصد سے گزر کر ابی قوروس مطالعۂ فطرت پر زور دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مسرت فقدانِ کلفت کا نام ہے اور اس فقدان کی وجہ سے ذہنی اطمینان حاصل ہوتا ہے لیکن یہ ظاہر ہے کہ کوئی چیز مذہب کے برابر ذہنی اطمینان کو گزند نہیں پہنچا سکتی، چنانچہ ابی قوروس کا خیال ہے کہ مذہب کا کام صرف یہی رہ گیا ہے کہ بنی نوع انسان کو خوف دلایا جائے اور اُس کے سامنے مشکلات پیدا کی جائیں، اس لئے مناسب ہے کہ خود مذہب ہی کا قلع قمع کردیا جائے۔ وہ فلسفۂ فطرت سے کام لیتا ہے اور کسی ایسے نظریۂ فطرت کو تلاش کرتا ہے جس سے یہ مقصد حل ہوسکے۔ یہ نظریہ اُسے دیمقراطیس کے فلسفۂ ذرات میں مل جاتا ہے جسے وہ تھوڑی بہت ترمیم کے ساتھ تسلیم کرلیتا ہے۔ ہر چیز ذرات سے

باب ۶

باہمی تصادم سے بنتی ہے اور اس پر ابی قوروس یہ اضافہ کرتا ہے کہ اس تصادم کے لئے کسی معبود کی مطلق ضرورت نہیں ہے، لیکن یہ دھوکا ہی دھوکا ہے، اس لئے کہ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب بہت سے ذرات جو پہلے علیحدہ تھے، بیک وقت متحرک ہوئے تو پھر ان میں باہمی لمس آخر کیوں پیدا ہوا اور وہ آخر متحرک ہی کیوں ہوئے؟ یہ سب بغیر دوسرے مفروضوں کے مطلق سمجھ میں نہیں آسکتا۔ قدما کے نظریۂ ذرات نے صرف اُن لوگوں کو مذہب سے بیزار کیا جو اُس سے علیحدگی کا بہانہ ڈھونڈھا کرتے ہیں۔ انسانوں کے باہمی تعلقات کی شکلوں کے مسئلے میں ابی قوروس رواقیوں سے ایک قدم آگے بڑھ گیا۔ رواقیوں نے تو بلدیہ کو بالائے طاق رکھ کر دنیوی شہریت کے تخیل کو پیش نظر رکھا تھا اور یہ فرض کیا تھا کہ بڑی بڑی مملکتوں کے مناسب طور پر یکجا کرنے سے شہریت وجود میں آجائے گی؛ ابی قوروس کی دانست میں افراد کے مابین بہترین تعلق دوستی کا ہو سکتا ہے، جس کے یہ معنی ہوئے کہ خانگی زندگی اور بے روک چیناؤ کو مطمح نظر بنایا جاتا ہے، جو نظریۃً اور عملاً دونوں اعتبار سے ترقیٔ معکوس کے مترادف ہے، کیوں کہ بنی نوع انسان کی بقاء کے لئے مملکتی تعلقات نہیں تو کم از کم دوسرے جبری تعلقات تو یقیناً ضروری ہیں۔ اگر ابی قوروس کے مسلک کے پیرو اس قسم کے جبری نظام میں تعامل کرنا نہیں چاہتے تو پھر اُن کا خیال صرف یہی رہ گیا کہ وہ دوسروں سے کام نکال کر اپنی زندگی چین و آرام سے بسر کرنے کے خواہاں ہیں۔

اگر ابی قوریت نے ان لوگوں کی خوش قسمتی پر زور دیکر جو ایشیائی حکمرانوں کے باہمی تنازعات اور جنگ و جدال کی پروا نہیں کرتے تھے اور پُرامن خانگی زندگی سے محفوظ رہ سکتے تھے، گویا اس عہد کے عام رجحانات و میلانات کے مطابق سبق دیا تو

باب ۲ رواقیوں نے اُس عہد کے اُس زمانے کے اُن اعلیٰ حوصلوں اور آرزوؤں کو نمایاں کیا جو زندگیٔ عامّہ کے اصلاحات پر مشتمل تھے۔ فرائض منصبی کے تخیل کی وجہ سے رواقیت کے پیرو مملکتوں کی صحیح تنظیم کی ضرورت کی طرف سے بےخبر نہیں ہو سکتے تھے۔ خود زینو کے متعلق انتی گونوس گوناتاس کی رائے نہایت اچھی تھی، اور یہی کیفیت ایک دوسرے رواقی پرسائیوس کی تھی جسے زینو نے اپنی جگہ شاہ مقدونیہ کے پاس اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا تھا اور جو اس سے پہلے گوناتاس کے فرزند ہالکیونیوس کا اتالیق بھی رہ چکا تھا، چنانچہ شاہ مقدونیہ نے اُسے اپنی طرف سے کورنتھ کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اسی طرح بوریس تھنیس کا رواقی فلسفی سفائروس کلیومنیس مصلح اسپارٹا کا مشیر کار تھا۔ خود اکادمی بھی سیاسی آرزوؤں سے کلیتہً بیگانہ نہیں تھی۔ ہم باب ۱۰ میں اکدیموس و دیموفانتوس کا ذکر کریں گے جو میگالوپولس کے رہنے والے اور ارکے سی لاؤس کے شاگرد تھے، ہم دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو وہ اپنے شہر کو خود سرانہ حکومت سے نجات دیتے ہیں، اور دوسری جانب مشائی پرہی تانس ایک سیاست داں کی حیثیت سے انتی گونوس دوسون کی خدمت کرتا ہے۔

اُس عہد کے فلسفیوں کے کاموں کی ایک خصوصیت، علماء کی خدمت ہے، لیکن مستثنیات میں سے ایک ابی قوری تھے جو کسی غیر ضروری کام کو انجام دینا پسند نہیں کرتے تھے۔ مشائیوں نے تاریخ ادبیات پر اپنی خاص توجہ مبذول کی، اور صرف و نحو کی بنیاد رکھنے کا سہرا رواقیوں کے سر ہے۔

ان تمام مسالک کا منبع و مآخذ ایتھنز تھا، ان سب کے صدر دفتر ایتھنز ہی میں تھے، اور ان کی وجہ سے بہت سے ایسے غیر ملکی ایتھنز میں آتے جاتے تھے جو فرائض زندگی کی بابت صاف اور

صریح آرار حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ ان کی وجہ سے ایتھنز پہلے باب ۶
سے کہیں زیادہ ارض یونان کا مرکز بن گیا۔ ساتھ ہی اس مدینۃ الحکماء میں
ایک نئی چیز یعنی سروریۂ جدیدہ کی ابتداء ہوئی جس کی وجہ سے یہ شہر
نازک خیالیوں اور حاضر جوابیوں کا مرکز بن گیا۔ ۵۹

---

۵۹ سروریۂ جدیدہ اور ایتھنز کی اخلاقی حالت۔ سب سے پہلے میں ایک اقتباس دوں گا جو زمانۂ حال کے مصنفوں کے نہایت ہی قابل لحاظ آراء میں سے ہے۔ ڈر وائے سن (۲، ۲، ۱۰۲) کہتا ہے: "اُس زمانے کے ایتھنز میں خانگی زندگی، شرم وحیا بالکل ناپید تھیں یا اُن کا ذکر صرف گفتگو تک ہی محدود تھا، اور شہر کی مکمل زندگی محض لفاظی اور خوش طبعی پر ہی مشتمل ہو گئی تھی جس میں خودنمائی اور کاہل الوجودی کا پہلو بے حد نمایاں تھا۔ ایتھنز نے یہ شیوہ اختیار کر لیا تھا کہ جو ذی اثر ہوتے اُنھیں ہدیۂ توصیف و تعریف پیش کرتا تھا جس کے معاوضے میں اُسے تحائف و وظائف سے مالا مال کر دیا جاتا تھا۔ جیسے جیسے اس کی عدیمیت میں ترقی ہوئی ویسے ہی ویسے اُس کی غلامانہ روش میں اضافہ ہوتا گیا"۔۔۔۔۔۔

"مذہب کا خاتمہ ہو چکا تھا، اور تعلیم کے ساتھ جو بے پروائی بڑھی تو اُس کے ساتھ ہی ساتھ اوہام پرستی، جادوگری، نجوم اور مردہ پرستی نے بھی ترقی کی"۔ ان واقعات کے ثبوت میں ڈر وائے سن صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہے کہ "اُس زمانے کے ایتھنز کی تصویر کھینچنے کے لئے اُس عہد کے سروریہ کے اجزاء بالخصوص مینا نڈر کے سروریوں سے اُس کی خصوصیات کا اندازہ ہوتا ہے"۔ موم سن اس سے بھی زیادہ جوش سے کام لیتا ہے ("تاریخ روما" I R. G ‘ ۱۰۹ وغیرہ)، اور یہی کیفیت کرسٹ کی بھی ہے (۲۰۲)، لیکن میں یہاں اُن کے اقتباسات نہیں دوں گا اس لئے کہ وہ کسی نئے نقطۂ نظر کو پیش کرنے کی بجائے وہی ڈر وائے سن والا راگ الاپتے ہیں۔ پریلر Preller نے پاؤلی کی "محیط" ۴، ۷۷، ۷ پر مینا نڈر پر جو نفیس مضمون لکھا ہے اُس میں وہ ذرا نرمی کا برتاؤ کرتا ہے، تاہم وہ یہ ضرور کہتا ہے کہ سروریۂ جدیدہ میں عورتوں کا جو ذکر ہے اس سے "روزمرہ کی متاہلی زندگی کی

باب ۶

سروریۂ جدیدہ ادبیات یونان کے نہایت تحیّر آفریں ہیولات

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - کمال بے ضابطگی کا اظہار ہوتا ہے "چونکہ علاوہ سروریہ کے اور کسی قسم کا ثبوت پیش نہیں کیا گیا اس لئے اب یہ دیکھنا چاہئے کہ یہ سب باتیں اس میں ملتی ہیں یا نہیں - ہم دیکھیں گے کہ اس میں یہ کچھ نہیں ملتا -

(۱) یہ واقعہ نہیں ہے کہ ایتھنز کے سروریۂ جدیدہ سے اُس کے اخلاقی تنزّل کا پتا لگتا ہے - عورتوں کو بُرا بھلا کہنا (پریکلیز) یونانیوں میں قدیم سے چلا آتا تھا - اگرچہ جو کچھ ہم سے کہا جاتا ہے اگر اُس کے من وعن باور کرنے کے دلائل موجود ہیں، تو پھر ہمیں اُن تصاویر کو بھی جو سمونڈیس اور ارسطوفانیس نے اپنے زمانے کے حالات کی کھینچی ہیں اسی معیار پر منطبق کرنا پڑے گا، اور پھر ہم خواہی نخواہی اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ ۳۰۰ ق م کی عورتیں ۵۰۰ ق م کی عورتوں سے کہیں بہتر تھیں - اگر ہم مناندر کی عورتوں کا ارسطوفانیس کی عورتوں سے مقابلہ کریں تو بھی یہی بات ثابت ہوگی، یعنی یہ کہ چوتھی صدی ق م میں ایتھنز ہی کے اخلاق پہلے سے بہتر ہو گئے تھے - لیکن مناندر کے سروریوں کے نقّاد اس کی تخریب کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ بہرنہج جب ارسطوفانیس نے اپنے سرور ئے مرتب کئے تھے مملکت ایتھنز اپنے اوج کو پہنچی ہوئی تھی، جس سے یہ نتیجہ مستنبط کیا جا سکتا ہے کہ چونکہ دوسرے شعبہ جات زندگی میں ایتھنز کو فروغ حاصل تھا اس لئے اگر اخلاق ایسے اعلیٰ نہیں تھے تو کوئی زیادہ ہرج نہیں تھا اور کچھ نہیں تو کم از کم قوم کے عروج میں کوئی شک وشبہہ نہیں - لیکن شومئی قسمت سے یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ ارسطوفانیس کے ہمعصروں نے اُس پر یہ اثر نہیں ڈالا کہ ان میں کسی قسم کا علو ہے، نہ وہ آجکل والوں پر بھی یہ اثر ڈالتے ہیں - اس کے لئے دیکھو جلد ۳، باب ۱۳، حاشیۂ ۸ - ممکن ہے کہ بحیثیت شاعر کے ارسطوفانیس مناندر سے بڑا ہو، لیکن اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اُس کے ہمعصر بھی مناندر کے ہمعصروں سے ارفع واعلیٰ ہوں گے - مذہب کے تنزّل کی بابت ڈرواے سن کی جو رائے ہے اُس سے یہ بات ثابت نہیں ہوتی - اوہام پرستی وغیرہ ہر ملک میں ہر زمانے میں کسی نہ کسی

باب ۶ | میں سے ایک ہے اور قدیم ہی نہیں بلکہ حال کے زمانے میں بھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ شکل میں پائی جاتی ہے۔ شرم وحیا کے فقدان کی بابت جو خیالات ہیں اُن کی قیمت وہی ہے جو ایتھنز کی اسی قسم کی تنقید کی ہے جس پر باب ۲، حاشیہ ۱۰ میں بحث کی گئی تھی، اور اُسی نوع کی ہے جیسے اٹلی اور سسلی کی تنقید کی۔

(۲) سنہ ۱۶۶۰ء کے بعد کے انگریزی سروریہ سے جو تشبیہہ دی گئی ہے، اس کی بابت دیکھو میکالے کا مقالہ اور لی ہنٹ (Leigh Hunt) کی کتاب "ویچرلے کے ناٹک" (Dramatic works of Wycherly) سنہ ۱۸۴۰ء جو اُسکے مقالوں کے سلسلے میں طبع ہوئی ہے۔ اگر مناندر کے سروریئے سے کہیں بدتر سروریہ بھی مل جائے اُس سے بھی یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ لوگ اتنے بُرے تھے جتنا سروریہ میں بیان ہوا ہے۔ الغرض ڈرواۓسن کا یہ مفروضہ درست نہیں ہے کہ مناندر کے زمانے کے لوگوں میں شرم وحیا نہیں تھی۔

یہی نہیں، بلکہ اس کے برعکس بہت سے ثبوت اس امر کے موجود ہیں کہ اُس زمانے کے ایتھنزیوں میں بہت اچھی ٹھوس صفات موجود تھیں اور اُنکے اخلاق کم ازکم اُتنے ہی اچھے تھے جتنے ارسطوفانیس کے زمانے میں۔ پہلا ثبوت تو اُس جنگ سے ملتا ہے جو سکندر کی موت کے بعد لڑی گئی: یہ ضروری نہیں ہے کہ کارنامے نمایاں فتوحات ہی پر مشتمل ہوں، بلکہ بُرے وقت مایوس نہ ہونا بھی عظمت کی دلیل ہے۔ یہ کارہائے نمایاں مفصلۂ ذیل تھے: (۱) جنگ لامیہ (باب ۲)؛ (۲) اولمپیودورس کی ماتحتی میں بغاوت (باب ۲) (۳) کلٹوں کے خلاف جنگ میں شرکت (باب ۴) (۵) جنگ خریمونڈیس (باب ۹) اب ہم سوال کرتے ہیں کہ آیا آزادی کی حمایت میں یہ مسلسل جنگجویانہ حرکت، اور وہ بھی مسلسل ناکامیوں کی فضا میں واقعاً عظیم الشان اور عالی نفس نہیں؟ دوسری دلیل وہ عظیم الشان اخلاقی انقلاب ہے جو تقریباً سنہ ۳۰۰ ق م والی فلسفیانہ تحریک سے ظاہر ہوتی ہے۔ اُس کا مظاہرہ بالخصوص رواق کی بنیاد سے ہوا۔ اس

باب

سروریہ کے معیار کا ماخذ سمجھا جاتا ہے۔ اُس کے اور ارسطوفانیس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ضمن میں کلیانتھیس کی زندگی ممتاز ہے؛ دیکھو Diog. Laert. ۷، ۵۔ کلیانتھیس، ایتھنز غربت و افلاس کی حالت میں آتا ہے اور ایک مالی کے یہاں نوکر ہو جاتا ہے جہاں وہ رات کے وقت مالی کا کام کرتا ہے اور دن کے وقت زینو کے درس میں شریک ہوتا ہے۔ پھر کلیانتھیس اپنی نوع کا واحد فرد نہ تھا جسے وہی علم کی پیاس تھی اور ایثار کا مادہ تھا جس سے ہم ایک سو سال پہلے سقراط کے شاگردوں میں دوچار ہوئے تھے۔ موم سن (۱، ۴، ۶۹) اس کی بابت کہتا ہے کہ یہ "کارنیم شبی کی وجہ سے روزانہ وقت ضائع کرنے" کے مترادف تھا، لیکن ہماری رائے میں جتنے لوگ ایسا کرتے اُتنا ہی اچھا تھا۔ صرف ایک ضمن میں ڈروائےسن کا قول درست ہے کہ عدیدیت کے فروغ کے ساتھ ساتھ ایتھنزیوں کی غلامانہ روش میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں ہم یہ کہنا مناسب سمجھتے ہیں کہ سنہ ۳۰ ق م کے ایتھنزیوں کی موم سن نے جو ہنسی اُڑائی ہے اُس کا بدلہ اُس نے اپنی تاریخ روما کی پانچویں جلد میں سلطنت کے تحت ایتھنزیوں کی زندگی کا حال بیان کر کے کر دیا ہے؛ وہ (Anth. ۱۲، ۸، ۷ کا اتباع کرتے ہوئے) کہتا ہے کہ "غروب کے وقت بھی وہی سورج نظر آتا ہے"۔ یہ سچ ہے لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ سنہ ۳۰ ق م میں سورج کے غروب کا وقت ابھی نہیں آیا تھا۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ سنہ ق م میں ایتھنزیوں کی جو کیفیت تھی وہی سنہ ق م میں بھی رہی۔

یہ غور کرنا ایک دلچسپ مشغلہ ہوگا کہ علمائے تاریخ کیوں اور کس طرح سنہ ۳۰ ق م کے ایتھنزیوں کی بابت ایک غلط نتیجے پر پہنچے ہیں۔ چونکہ ان علماء کی رائیں علی العموم درست سمجھی جاتی ہیں اس لئے اور بھی زیادہ ان خیالات کی تصحیح کی ضرورت ہے۔ ان کے استدلال کی بنیاد تین عناصر پر ہے، ایک تو اُس عہد کے یونانیوں کی ناقابلِ فہم غلطیاں دوسرے زمانۂ حال کے لوگوں کے اُس عہد کے بادشاہوں کی طرف زیادہ میلان اور اُس عہد کی جمہوریتوں سے نفرت، اور تیسرے سنہ ق م کے ایتھنزیوں کی

ایسے قدیم سرورِیہ کے مابین ایک عظیم الشان تباین نظر آتا ہے۔ ارسطوفانیس | باب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ خصائص کا غلط اندازہ۔ جہاں تک دوسرے عنصر کا تعلق ہے میں نے صحیح نقطۂ نظر پر کافی زور دے دیا ہے (جس کے لئے دیکھو تمہید کا حاشیہ)، اور یہاں میں صرف یہ دکھانے پر اکتفا کروں گا کہ آجکل کا میلان یہ ہے کہ اُن منصبوں میں بھی جن کی بابت ذرا ملائم رائے ممکن ہے، جمہوریتوں کی جس قدر بھی تخریب کی جائے مناسب ہے۔ جب سنہ ۳۲۰ ق م میں دو اکارنانی کسی نہ کسی طرح سے رازہائے الیوسس کے مرکز میں پہنچ گئے تو انھیں اتھنزیوں نے سزائے موت دی (لیوی ۳۱، ۱۴)، جسے موم سن ایک سفیہانہ اور ظالمانہ خودنمائی" کا مظاہرہ بتاتا ہے۔ ("تاریخ روما" ۱، ۱۰۷)۔ ظاہر ہے کہ یہ ممکن ہے کہ موم سن کا یہ حکم بالکلیہ بے انصافانہ نہ ہو، لیکن اس فعل کے لئے تین ایسے سخت الفاظ استعمال کرنا، خصوصاً جب یہ کارروائی کسی حالت میں خلاف قانون نہ تھی، سخت گیری نہیں تو کیا ہے؟ بہرحال مورخ کو بادشاہوں کے رویئے پر بھی ایسی ہی سخت رائے قائم کرنی چاہئے۔ انھیں ان حکمرانوں میں "بے عقلی"، "خودنمائی" اور "ظلم" کی بہت سی مثالیں ملیں گی، لیکن مورخ علی العموم انھیں نظرانداز کر دیتے ہیں۔ ممکن ہے اس کا یہ جواب دیا جائے کہ اس قسم کے الفاظ باربار دُہرانے سے پڑھنے والے کا جی گھبرا جاتا ہے اس لئے کہ یہ تو ان حکمرانوں کے صفات ہی ہیں، اور یہ ہر شخص کو معلوم ہے۔ لیکن اصلی وجہ یہ نہیں ہے، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ بادشاہوں پر حکم لگانے کا جو معیار اختیار کیا گیا ہے وہ جمہوریتوں کے معیار سے مختلف ہے۔ مثال کے طور پر میں صرف یہ کہنا کافی سمجھتا ہوں کہ ایک معمولی اہلیت کے شخص گوناتاس کو بہت اونچا کر کے دکھایا جاتا ہے اور فیلقوس پنجم کی لغویت آمیز تقریروں کو "زیرک" قرار دیا جاتا ہے۔ (دیکھو باب ۱۶، حاشیہ ۴)۔ اشخاص و افعال پر حکم لگانے میں اس طرح دُہرا معیار قائم کرنے سے ایک تو آزاد مملکتوں کا معیار بلند کر کے گویا اُن کے اوصاف کی تعریف غیر شعوری طور پر کی جاتی ہے لیکن ساتھ ہی پڑھنے والے کی رائے کو مختل بھی کر دیا جاتا ہے۔ جن لوگوں کی نظر

باب ۱۵ | کے سرداریوں کی بنیاد محض خیال آفرینی پر ہے اور ان میں امور مندرجہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسناد پر نہیں ہے وہ اس نتیجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ اُس زمانے کے بادشاہ ہمیشہ قابل اور نیک منش اور عوام ہمیشہ بد باطن اور بداخلاق ہوتے تھے، گو واقعًا دونوں میں ایک ہی قسم کے نقائص تھے، اور جو فرق تھا وہ یہی کہ عوام کے مقاصد بادشاہوں کے برابر خود غرضانہ نہیں تھے نہ اُن کے ذرائع میں اس قدر بدمعاشی نظر آتی تھی۔

آجکل دیموس تھنیس کے خصائص کا جو غلط اندازہ کیا جاتا ہے (جسکی بابت میں جلد ۳ میں بحث کرچکا ہوں) اس کی وجہ سے اور بھی زیادہ تیسری صدی کے متعلق مغالطہ ہو رہا ہے۔ جو شخص دیموس تھنیس کو اعلیٰ اخلاق والا اور دوراندیش اور سچا انسان سمجھتا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی خیال کرتا ہے کہ اُس کے ہم عصر ہمیشہ رشوت کے لئے تیار رہتے تھے اور اُن کی توانائی میں کمی تھی۔ اُن کے لئے یہ یقین کرنا آسان ہے کہ پچاس سال جیسے قلیل عرصے میں لوگوں میں کوئی خاص اصلاح نہیں ہوئی ہوگی۔ لیکن وہ لوگ جو میری طرح اس کا یقین کرتے ہیں کہ دیموس تھنیس کے ہم عصر ایتھنزیوں میں اعلیٰ منشی پائی جاتی تھی اور وہ صراط مستقیم سے صرف اس لئے ہٹے کہ اُن کے رہبر کو حقیقت آشکارا نہیں ہوئی، یا اگر ہوئی بھی تو اُس نے اُسے ظاہر نہیں کیا، اور باوجود اپنی تمام تقریروں کے جو اُس نے جنگی معاملات پر دی تھیں وہ لڑائی کی بابت کچھ بھی نہیں جانتا تھا، ایسے لوگ یہ آسانی سے سمجھ سکیں گے کہ ۲۸۰ ق م اور ۲۳۰ ق م میں ایتھنزیوں کی حالت تقریبًا ایک سی ہی تھی، اُن کے حوصلے اعلیٰ تھے، لیکن اُن کے مقاصد میں تلوّن کی کیفیت پائی جاتی تھی اور بعض مرتبہ وہ اپنے خواہشات اور کمزوریات میں حدود معینہ سے باہر قدم رکھتے تھے۔ اس اُصول پر دلائل مبنی کئے جائیں تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب انھوں نے فوکیون کو قتل کرایا تو انھوں نے بڑی غلطی کی، یہ کہ جب امراء نے دیمتریوس ساکن فالیرم کی چاپلوسی کرکے اپنی پستی اور نکبت کا ثبوت دیا، اور جب احیار شدہ عمومیت نے اپنے

کی بابت کسی خاص قاعدے کی پیروی نہیں کی جاتی، در آنحالیکہ باب ۶

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اپنے آزاد کرنے والے پولیورکی ٹیس کی ضرورت سے زیادہ عزت و وقعت کی تو انھیں حد سے تجاوز کرتا ہرگز مناسب نہیں تھا۔ آخری حکم جو لگایا جائے گا وہ یہ ہوگا کہ ۳۲۳ ق م سے ۲۶۲ ق م تک ایتھنز میں بہت سے بحران کے زمانے آئے جس میں کبھی ایک فریق کبھی دوسرا حد سے تجاوز کر گیا، لیکن جب یہ بحران کا زمانہ گزر گیا تو شہر پھر اپنی اصلی حالت پر آگیا اور اپنے آپ کو اپنے گزشتہ زمانے کا اہل ثابت کیا۔ نیز ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ جو کچھ ایتھنزیوں نے عام جوش کی حالت میں کیا اس کی بابت بہ نسبت غاصب حکمرانوں کے ہم ملائم رائے قائم کریں جنھوں نے محض نیچے درجے کے غاصبوں کا برتاؤ کیا۔ پولی بیوس بھی یونانی عنصر کو بری روشنی میں دکھانے میں ممد و معاون ہوا ہے (مثلاً ۱۸، ۴، ۳۴)؛ دیکھو فون سکالا: "مطالعات پولی بیوس" Von Scala: Studien des Pobybios، ۲۰۸۔

سرور یہ جدیدہ کے لئے دیکھو کرسٹ ص $\frac{199}{205}$؛ زوسے میل ا، $\frac{248}{269}$،

گ۔ گیزو: "مطالعۂ تاریخی و ادبی بموضوع سرور یہ و معاشرۂ یونان" G. Guizot: Etude histor. et litter. sur la comédie et la société grecques پیرس ۱۸۵۵ء۔

پلوٹارک نے اپنی کتاب: "مقابلۂ ارسطوفانیس و منانڈر" میں منانڈر کی بڑی تعریف کی ہے

تقریریں کے لکھنے والوں نے مطالعۂ خصائص میں بہت ترقی دی؛ اس کے لیے دیکھو اس کتاب کی جلد ۳ باب ۱۲۔ ساتھ ہی خطاب ہمیشہ سرور یہ نویسوں کی تصانیف کا مطالعہ کیا کرتے تھے؛ دیکھو پلر، پاؤلی ۴، ۹، ۱۷۔ ائس خنیس کے زمانے میں سوفسطائیوں کے مسلک دوم کے خصائصی خاکے؛ بلاس: "عہد سکندری کے خطابان یونان" وغیرہ، ۵۸۔

قدیم وسطی اور جدید سروریوں کے درمیان فرق گیزو، ص $\frac{148}{150}$۔ ایپی خارموس

باب ب | سرور یۂ جدیدہ میں حقیقی زندگی کا پر تو نظر آتا ہے اور ایسے قواعد معینہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نے خوشامدی اور ارسطوفانیس نے شیخی باز سپاہی کی سب سے پہلی تصویر کھینچی۔

ریبک: "تاریخ نظم روما" Ribbeck ;Gesch. d. cemischen Dichtung جلد ۱، (شٹنگارٹ ۱۸۸۷ء) میں رومن سروریہ آمیز ناٹک کے وہ اشخاص اور پلاٹ کا بیان دیا ہوا ہے۔ جنھیں یونانی ادبیات سے اخذ کیا گیا تھا۔ اگر منانڈر و فیلے موں کو اس کی ضرورت ہو تو اس بیان سے اُن کی مزید تعریف و توصیف ممکن ہے

گیزرو نے اپنی کتاب "منانڈر" ۸۷ا میں "فازما" یا "دیو" کی تحقیقات کی ہے۔

کرسٹ نے (۱۸۹) ارسطوفانیس کے "سحاب" کو "مبالغہ آمیز نقل" کا لقب دیا ہے اور میں اس سے متفق ہوں؛ یہی حکم اس ناٹک لکھنے والے کی دوسری تصانیف پر بھی لگایا جا سکتا ہے۔ نقلیں اپنی قسم کی اعلیٰ تصانیف ہو سکتی ہیں لیکن یہ نقلیں بہترین نہیں کہی جا سکتیں؛ اس سے اعلیٰ درجہ تو جدید اٹیکائی سروریہ کا ہے جس میں انسانی نقائص و عیوب کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ شانتز اپنی کتاب "تاریخ ادبیات روما" Schantz : Roem Litteraturgesch. ۷۱ ۳ میں پلوتوس کے "محبوساں" پر لیسنگ کے اتباع میں کہتا ہے کہ "یہ تصنیف بہترین ہے جو کبھی تماشاگاہ پر لائی گئی" تو پھر لیسنگ کا خیال اصلی یونانی کھیل کی بابت کیا ہوگا؟ گیوٹے کی (ڈایکرمان سے گفتگو" ۱۸۲۵ء) رائے بھی منانڈر کی بابت اتنی اونچی تھی کہ اُس کے خیال میں سوفوکلیس کے بعد اسی کا نمبر تھا؛ لیوبکے "منانڈر" Luebke: Men. صفحہ ۵-۱۰۰ فون شلیگل اپنی کتاب "اسباق فن تمثال وادبیات" A. W. Von Schlegel: Vorles ueber dram Kunst und Litteratur جلد ۱، سروریۂ جدید کے بابت انصافانہ رائے قائم کرتا ہے۔

باب ۵

کی پیروی کی جاتی ہے جن کا زمانہ مابعد میں جملہ سروریوں میں اتباع کیا جاتا ہے۔ جزاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ خارجی اعتبار سے اس کا نشو ونما سروریۂ وسطیٰ سے ہوا ہے جس میں سروریۂ قدیم کا مبالغہ آمیز اور مزاح آمیز عنصر باقی رہا۔ لیکن جسمیں سیاسی مقاصد کا پتہ نہیں تھا۔ ہم سروریۂ جدیدہ کے داخلی ماٰخذ پر بعد میں بحث کرینگے یہیں اسکا افسوس ہے کہ جدید اٹیکائی سروریۂ جس کی قدما اتنی قدر کرتے تھے، وہ محض اجزاء کی شکل میں ہم تک پہنچا ہے، اور یہ اجزاء ایسے ہیں کہ ان سے کھیل کے ارتقاء اور سانگیوں کے خصائص جیسے اہم معاملات پر بہت کم روشنی پڑتی ہے۔ ان امور کی بابت ہمیں ٹیرنس اور پلوتوس کے رومن سروریہ جات سے معلومات حاصل ہوتی ہیں جنھوں نے یونانی 'سروریۂ جدیدہ' کے کھیلوں کی تطبیق کی؛ لیکن چونکہ ان رومن ناٹک نویسوں نے خود اپنی طرف سے بھی بہت کچھ اضافے کئے اس لیے یہ ممکن نہیں کہ ان کے ذریعے سے جدید اٹیکائی سروریہ کی بابت قطعی طور پر صحیح رائے قایم کی جا سکے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں کہ اس موضوع پر جو کتابیں زمانۂ حال میں تصنیف ہوئیں رہیں اُن میں سروریۂ جدیدہ کو خوب لتاڑا گیا ہے، اور یہ رائے دراصل اُس غلط فہمی پر مبنی ہے جو اُس زمانے کے ایتھنز کی اخلاقی حالت کی بابت آجکل عام ہے۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ سروریہ کی بابت جو غلط رائے قایم کی گئی ہے اُس کی تائید اُس زمانے کی اخلاقی حالت کی بابت جو خیالات رائج ہیں اُن سے کی جاتی ہے، درآنحالیکہ یہ اخلاقی حالت اس لئے خراب تصور کی جاتی ہے کہ اس کا چربہ ان کھیلوں میں اُتارا گیا ہے! ہم مثال کے طور پر ایک واقعے کا ذکر کرینگے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ پانچویں صدی ق م کے نصف آخر کی نسبت (جسمیں ارسطوفانیس نے اپنے سرور نے قلمبند کئے) چوتھی اور تیسری صدی ق م میں ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت نہایت خراب تھی، اور سروریۂ جدیدہ کو اس خراب حالت کا گویا آئینہ بتایا گیا ہے۔ لیکن ہمارے پاس اس کا

باب ۶ کوئی قطعی ثبوت نہیں کہ چوتھی اور تیسری صدی ق م میں ایتھنزی قوم کی حالت بدتر ہوگئی تھی، بلکہ اس کے برعکس بہتر نہیں تو مساوی حالت کا استدلال بہت سے امور سے کیا جا سکتا ہے ۔ بلاشبہ فوکیون کا مجرم ٹھہرایا جانا اور دیمتریوس اکبر و اصغر کی بابت ایتھنزیوں کی غلامانہ روش کو اس حکم کی تائید میں پیش کیا جاتا ہے ۔ لیکن حکم لگانے والے یہ بھول جاتے ہیں کہ فوکیون کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا تھا وہ اس سلوک سے بدتر نہ تھا جو مہم ارگے نوسائے کے بعد سپہ سالاروں کے ساتھ کیا گیا تھا، اور یہ کہ دیمتریوس ساکن فالیروم کے ۳۶۰ مجسموں کی تجویز ایک خود ساختہ عدیدی مجلس ہی نے تو منظور کی تھی جو کسی طرح ایتھنز کی قائم مقام نہیں کہی جا سکتی ۔ نیز اس واقعے کو بھی ملحوظ نہیں رکھا جاتا کہ اس عہد میں انتی گونوس اور دیمتریوس پولیورکی تیس کا جو اعزاز و اکرام کیا گیا اس میں نہ صرف کوئی غیر معمولی بات نہیں تھی (جیسا ہم نے باب ۲ حاشیہ ۱۳ میں دکھایا ہے) بلکہ یہ سب اس زمانے کی زوردار رائے عامّہ کے مطابق تھا۔ ہم اس باب کے حاشیہ ۳ میں دکھا چکے ہیں کہ تیسری صدی ق م ہی میں ایتھنز اپنی توانائی اور جنگی قابلیت اور آزادی کی محبت کا نہایت ہی قابل لحاظ ثبوت دے چکے تھے ۔ اب صرف وہ دلائل باقی رہ جاتے ہیں جو سروریۂ جدیدہ سے اخذ کئے جاتے ہیں اور جن سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اس زمانے میں ایتھنزیوں کی اخلاقی حالت خراب تھی ؛ لیکن یہ دلائل بھی قطعاً بیکار ہیں ۔ اوّل تو ہمیں یہ کہنا ہے کہ سروریۂ جدیدہ سے جو انتاج کیا جاتا ہے اس کا جواب زمانۂ مابعد کے اس سروری ناٹک سے ملتا ہے جو اس کا جانشین تھا، یعنی اس میں بھی بد اخلاق نوجوان عورتوں، مکّار بیویوں، بدتمیز چاپلوسوں، شیخی باز سپاہیوں کا تذکرہ ہے ۔ اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے بعد کے تمام زمانوں میں ایتھنز کی اتنی ہی خراب حالت تھی جتنی عہد زیر بحث میں، علاوہ ازیں سروریۂ جدیدہ کے اجزا سے یہ صاف ظاہر ہے کہ معاصر

باب ۶ اتھنز میں اس قسم کے ذلیل اخلاق کو اُتنا ہی بُرا سمجھا جاتا تھا جتنا کسی دوسرے مُلک یا کسی دوسرے زمانے میں۔ چنانچہ ان اشخاص تمثیلی کے وجود سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ اتھنزیوں کے صحیح خیالات کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس نظر لئے کے مطابق سترھویں صدی عیسوی کے نصف آخر کے انگریزی سیرورئے، جو اخلاقی اعتبار سے اُن یونانی سیروریوں سے کہیں بدتر تھے، اور جن کے موضوع پر میکالے نے ہمارے لئے ایک نفیس مقالہ چھوڑا ہے، ان سے معلوم ہو گا کہ اس عہد کی انگریزی قوم، وہی جس نے جیمز دوم کو نکال باہر کیا، ایک اوّل درجے کی بد اخلاق قوم تھی۔ اس کے برعکس جدید اتھنزی سیروریوں کی بابت جو کچھ ہمارے پاس تک پہنچا ہے اُس کا مطالعہ کرنے سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اوّل تو بحیثیت ایک فن کار کے اُس کا رتبہ نہایت اعلیٰ و ارفع ہے، اور دوسرے تیسری صدی ق م میں خانگی زندگی کے اعتبار سے اتھنزی اپنے پیش رؤں سے کچھ بدتر نہیں تھے۔ جہاں پانچویں صدی ق م میں ارسطوفانیس اپنے ہم بلدوں کی خانگی زندگی کے بدترین اور قابل نفرت حصّے کا ذکر کرتا ہے، وہاں سیروریۂ جدیدہ میں جس زندگی کا ذکر کیا جاتا ہے اُس میں علی العموم کوئی بُری بات نہیں پائی جاتی۔ گو ظاہر ہے کہ اس میں سیروری کیفیت پیدا کرنے کے لئے لغویات اور بدکاریوں جیسے حشوات و زوائد پر زور دینا لازم تھا۔ ہم یہ دیکھ سکتے ہیں کہ اتھنز میں ایسے معزز خاندان بھی تھے جنھیں دوسروں کے لئے گویا نمونہ تصور کیا جاتا تھا، اور ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہیئے کہ سنہ ۳۰۰ ق م میں فلسفے کی جو نئی طرز ڈالی گئی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد کے اتھنزیوں نے خصوصاً اور یونانیوں نے عموماً کسی کوشش میں دریغ نہیں کیا۔ بلا شبہ ہم ایک ایسے معاشرے کو جس میں کلیاں نفیس کی عزت کی جاتی ہو کسی طرح سے بد اخلاق نہیں کہہ سکتے۔

باب ۱۰

اگر ہم یہ معلوم کرنا چاہیں کہ سروریۂ جدید کیوں ضروری تھا یا کم از کم کیوں مناسب تھا تو ہمیں مفصلۂ ذیل امور کو پیش نظر رکھنا پڑے گا۔ سروریۂ قدیم میں محض مردانہ معاشرے کی ایک ایسی نقل اتاری گئی تھی جس کے ارکان میں حاضر جوابی کا مادّہ ہو لیکن جو اپنے جذبات کو قابو میں نہیں رکھ سکتے تھے۔ پانچویں صدی ق م میں متمدن ایتھنز کا معاشرہ بالکلیہ مردوں پر مشتمل تھا۔ اسپازیہ چاہتی تھی کہ اس صورت حال میں تبدیلی ہو جائے لیکن اس میں وہ کامیاب نہیں ہوئی۔ سروریئے صرف اُن مردوں کے لئے لکھے جاتے تھے جن کی دلچسپی ادبیات وسیاسیات تک محدود تھی، اور جو عورتوں کو صرف اُن کی بُری حیثیت سے یاد کیا کرتے تھے۔ کسی معزز عورت کے لئے یہ ناممکن تھا کہ وہ ارسطو فانیس کے کھیلوں کو دیکھے یا اُن کے مکالمے سُنے، اور واقعہ یہ ہے کہ اس کے لئے اُن کھیلوں میں کچھ نہیں رکھا تھا اس لئے کہ سیاسیات کی نقل جو صرف اُن ہی لوگوں کے لئے دل خوش کن تھی جو بازاریں کاروبار کرتے تھے، یا خانگی زندگی کی نقل، یہ دونوں معمولی بیبیوں کی سمجھ سے بالاتر تھیں۔ ایک ایسا سروریہ جو معزز خواتین کے لئے باعث کلفت ہو یا جس کی وجہ سے اُس کی طبیعت مسرور نہ ہو اُسے تمدن کے ایک مخصوص عہد کی پیداوار کہا جا سکتا ہے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ ہر عہد میں مفید مطلب ہو گا۔ لیکن ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ سروریہ اور دردیہ دونوں کی دلچسپی عام ہونی چاہیئے اور اس میں انسانیت کا عنصر ہونا چاہیئے اور یہی وہ چیز ہے جو ادبیات یونان میں نہیں پائی جاتی۔ ہر شخص، عورت ہو یا مرد، ائس خیلوس، سوفوکلیس اور یوری پدیس سے محظوظ ہو سکتا تھا لیکن ارسطو فانیس میں صرف مرد ہی دلچسپی لے سکتے تھے، اور اگر کھیل کے ساتھ اس کی تفسیر بیان نہ کی جائے تو پھر صرف پانچویں صدی ق م کے مرد ہی۔ ایتھنزی سروریہ کا سب سے بڑا وصف یہ ہے کہ اُس نے

باب ۱۵

سروری ناٹک کو انسانیت کے قالب میں ڈھال دیا، اور میلوں تماشوں کے لئے وہ کتابیں جو کلیون اور اس کے ہمعصروں کیلئے لکھی گئی تھیں، ہرکس وناکس کا آلۂ مسرت بن گئیں۔ سروریۂ جدیدہ میں اس تبدیلی کی جھلک نظر آتی ہے جو پانچویں صدی ق م کے بعد پیدا ہوئی تھی۔ چوتھی صدی ق م کے اواخر میں عورتوں مردوں کا ایک مخلوط معاشرہ بن گیا تھا جس میں اب بھی معزز خواتین کی بجائے نیم فاحشہ عورتوں کا عنصر غالب تھا، اور یہی وہ معاشرہ تھا جس کے لئے یہ یہ سروری ناٹک دراصل مرتب ہوئے تھے۔

قدیم، وسطی اور جدید سروریہ کے موضوعات کو گیبرو نے نہایت عمدہ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ یہ مصنف کہتا ہے کہ قدیم سروریہ زندگی عامۃ کا، وسطی کیفیات عامۃ میں زندگی کا اور جدید خانگی زندگی کی تصویر کھینچتا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ سروریۂ جدیدہ کا موضوع خانگی زندگی ہے، اور اس کے اولین اور عظیم ترین لکھنے والوں نے اسے کچھ اس طرز پر بیان کیا ہے کہ ان کے اصول اس وقت بھی اتنے ہی قیمتی ہیں جتنے پہلے دن تھے۔ اس کا موضوع خاص عشق ومحبت تھا اور اس وقت بھی اس قسم کے سروریوں میں یہی موضوع چلا آتا ہے۔ سروریۂ جدیدہ میں طرز تمثیل یہ ہے کہ ایک طرف تو کھیل کی بندش کو نہایت نفیس پیرائے میں ادا کیا گیا ہے اور دوسری طرف اشخاص تمثیل کے خصائص کا چربہ اتار گیا ہے۔ بندش اگر کسی گم شدہ عزیزہ کی تلاش پر مبنی ہوتی ہے اور اکثر اس کی وضع نہایت سادہ ہوتی ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اس جدید اٹیکائی سروریہ میں سانگیوں کے خصائص کا بیان زمانۂ مابعد کے ناٹکوں سے کسی نہج کمتر نہیں ہے۔ یہی وہ سروریہ تھا جس نے زمانۂ مابعد کے اکثر انواع خصائص تمثیلی کی بنیاد ڈالی، اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ یہ حقائق زندگی کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ مختلف قسم کے ماں باپ، لاڈلے بیٹے،

باب

غلام، بازاری عورتیں، شیخی باز سپاہی، خوشامدی، فلسفی، یہ سب سروریۂ جدیدہ میں بالکل اسی طرح نظر آتے ہیں جیسے زمانۂ حال کے سروری کھیلوں میں سروری ناٹکوں میں یہی کیفیت انسانی خامیوں اور عیبوں، مثلاً غصّہ، اوہام پرستی، بڑبڑانے اور بدباطنی کی ہے۔ ان ناٹک نویسوں کی نفسیاتی نظر کی خوبی اُن چھوٹے چھوٹے کہاوتوں سے ظاہر ہوتی ہے جو اس وقت تک اُن کھیلوں میں سے موجود ہیں۔

آخر میں ہمیں ایک کم وبیش اہم بات یہ لکھنی ہے کہ سروریۂ جدیدہ محض خارجی اعتبار سے قدیم اور وسطی سروریہ کا سلسلہ کہا جا سکتا ہے اور اس لئے میلوں اور عیدوں کے مواقع پر اُن کی جگہ لے لی۔ جہاں تک اندرونی کیفیات کا تعلق ہے یہ دراصل یوری پدیس کے دردیہ آمیز ناٹکوں کا جانشین ہے، اور چونکہ لوگوں کو اس کا احساس محض رفتہ رفتہ ہوا اس لئے جو روایتی نفرت یوری پدیس سے تھی وہ منانڈر کو منتقل ہوگئی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یوری پدیس معمولی زندگی کی روزمرّہ کیفیات کے مطابق تصویر کھینچتا ہے۔ لیکن اُس کے سانگیوں کی وضع انسانی نہیں بلکہ سورمائی تھی اور یہ سورما اب بھی گویا قدیم زمانے ہی میں رہتے سہتے تھے۔ سروریۂ جدیدہ میں بندش اسی طرح سے پیش کی جاتی ہے جیسے یوری پدیس میں۔ لیکن اشخاص تمثیل اب میکنے نائے یا آرگوس میں نہیں بلکہ ہمعصر رھوڈز یا ایتھنز میں رہتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ یہ نیا اسلوب پُرانے اسلوب سے زیادہ صحیح اور دلچسپ ہوگا۔ بہت سے امور میں سروریۂ جدیدہ اپی قوریت کا گویا تتمہ ہے، اور بہرنہج اس کا مقصد حیات بہ نسبت رواقی ہونے کے زیادہ تر اپی قوری ہے۔

اس سروریہ کا ستون فلےمون معلوم ہوتا ہے جو اپنی زندگی کے اوائل میں سولی یا سرقوسہ سے ایتھنز آیا اور اولمپیاد ۱۱۲ (سنہ ۳۳۰ ق م) سے وہاں رہکر تمثیلی نظم کہنے لگا[۹]

---

۹ فلےمون بمقابلہ کرو لاڈوگ Ludewig پاؤلی جلد ۵ میں۔ اس کا بیان

دیکھو صفحہ آئندہ

باب ۶

منا ندر نے اپنا کاروبار دو اولمپیاد بعد تک سنبھالا۔ مختلف ادبی مقابلوں میں فلے مون جیت جاتا تھا اور آجکل یہ فرض کر لیا جاتا ہے کہ اُسی زمانے کی بڑی بڑی ممتاز شخصیتوں کا یہ قدیم انداز سے مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اُس نے اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ ایتھنز سے باہر بسر کیا اور منجملہ دوسرے مقامات کے ماگوس ساکن سیرنہ کے ساتھ بھی رہا۔ وہ تقریباً ایک سو سال کا ہو کر اولمپیاد ۱۲۹، ۳ (۲۶۳ ق م) کے قریب مر گیا، اور اُس کی نسبت مشہور ہے کہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک برابر کام پر لگا رہا۔ اُس کے ناٹکوں کی پلوتوس نے جو تطبیقیں کیں ان سے اس کے کھیلوں موسومہ "سوداگر" و "خزانہ" کا حال معلوم ہوتا ہے۔

لیکن منا ندر فلے مون سے بھی زیادہ ہر دل عزیز ہو گیا۔ یہ اولمپیاد ۱۰۹، ۳ (۳۴۲ ق م) میں ایتھنز میں پیدا ہوا تھا۔ وہ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گذشتہ۔ زوسے میل ا، ۲۵۹ میں۔

منا ندر کیفی زیا نامی دیموس کا باشندہ تھا مقابلہ کرو پپیر پاؤس، جلد ۴ میں گیزو؛ دنی: "سردریۂ یونان" Denis: La Comédie Grecque جلد ۲ پیرس ۱۸۸۶ء؛ مختصر بیان زوسے میل ا، ۲۵۳ میں: ہ لیوبکے H. Leubke "منا ندر" برلن ۱۸۹۲ء

دوسرے سرددی مصنّف۔ ذفی لوس ساکن اسنوف زوسے میل ا، ۲۶۰

فلپی دیس پیاتیہ نامی دیموس کا باشندہ تھا، اور نہ صرف شاعر تھا بلکہ امیر اور سیاس بھی تھا اور لیزی ماخوس کے دربار میں اُس کا نام تھا۔ وہ ایتھنز کا محسن تھا۔ زوسے میل ا، ۲۶۲ میں اس کی بابت ایک تجویز نقل کرتا ہے؛ ہکس ۱۶۰۔

پوسی دی پوس ساکن کاساندریہ؛ زوسے میل ا، ۲۶۴۔ واٹیکان میں اُس کے اور منا ندر کے نشستہ مجسمے اب تک موجود ہیں۔

اپولودوروس ساکن کاریستوس، زوسے میل ا، ۲۶۴

باب ۱۵ ابی قوروس کا ہم عمر تھا اور لڑکپن میں یہ دونوں ساتھ رہتے تھے اور اُن کے باہمی تعلقات نہایت خوشگوار تھے۔ اس پر فلسفیوں میں سے تھیوفراستوس نے سب سے زیادہ اثر ڈالا، اور ابی قوریت گویا ایک ایسی ذہنی تحریک تھی جس کی فضا میں اُس نے اپنی زندگی بسر کی اور ناٹک لکھے۔ وہ دیمتریوس ساکن فالیروم کا بھی دوست تھا جسے طرز زندگی کو ملحوظ رکھ کر ابی قوری کہا جا سکتا ہے۔ منانڈر ایک خوش پوش شخص تھا اور اُسے زندگی کا حظ حاصل کرنے میں خاص ملکہ تھا۔ اُسے بطلیموس اوّل نے اسکندریہ طلب کیا لیکن اُس سے ایتھنز نہیں چھوٹتا تھا۔ وہ اولمپیاد ۱۲۲، ۳ (۲۹۱ ق م) میں صرف ۵۱ سال کی عمر میں مر گیا۔ منانڈر کو خصائص کے بیان میں خاص مہارت تھی اور اپنے زمانے کے عادات و اطوار کا خاکہ کھینچنے میں اُسے کمال حاصل تھا۔ جو لوگ اُس کے ناٹکوں کو دیکھتے تھے وہ محسوس کرتے تھے کہ اُس کا مقصد یہ ہے کہ وہ زندگی کے اہم مسائل پر غور کریں، اور جو لوگ تمدن یافتہ تھے وہ اُس کے کھیلوں کو دوسرے ناٹکوں پر ترجیح دیتے تھے۔ خود وکلا کو اُس کے کھیلوں سے سبق حاصل ہوتا تھا۔ اُس کے بہت سے ناٹکوں سے ہم ٹیرنس کی تطبیقوں کے ذریعے سے واقف ہیں، مثلاً "اندریہ" "برادران"، "خود مکلّف" اور "زنخہ"۔ اس نے "تائیس" نامی ایک سرودیہ لکھا جس کی وجہ سے یہ نام "بازاری عورت" کے مترادف ہو گیا، اور دانتے نے اُسے گویا اپنا کر لیا۔ اُس کی ایک مدخولہ تھی جس کا نام گلی کرا تھا جسے اُس نے ایک سرودیہ میں داخل کر کے ہمیشہ کے لئے زندہ کر دیا۔

سرودیۂ جدیدہ کے دوسرے مصنفوں کی بابت ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں اس لئے اس مقام پر اُن پر بحث نہیں کی جاتی۔ جہاں فلسفے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آزاد یونانیوں نے

باب ۶

کس طرح اعلیٰ ترین مسائل وجود کو حل کرنے کی کوششیں کیں وہاں سرور یہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے، اور بالخصوص ایتھنز یوں نے کس طرح سے عملی دنیوی ادراک کے مسلمہ اصول پر عمل کر کے روزمرہ کی زندگی سے ایک مسرت آفریں اور سبق آموز عنصر اخذ کیا۔ فلسفہ ترقی کا جانشین ہے، سروریہ آرام دہ استحفاظ کا، اور دونوں نے ان خیالات پر جن پر وہ مبنی تھے، اعلیٰ ترین سطح پر پہنچا دیا۔ ان سب باتوں کی وجہ سے ایتھنز نے اپنے معاصرین میں وہ حیثیت برقرار رکھی جو اُسے زمانے سے حاصل تھی۔ چھٹی صدی ق م میں اُس نے حصول ادراک کے لئے سولون کے ذریعے سے رہبری کے فرائض انجام دیئے اور نفاست میں آگارستہ کے ہاتھ کے لئے جو دو امیدوار سکیون آئے تھے اُنکی وساطت سے یونان کے لئے شمع ہدایت بنا۔ اس کے مزید ثبوت کی ضرورت نہیں کہ پانچویں صدی ق م میں ایتھنز ادراک و نفاست دونوں میں یکتائے روزگار تھا۔ چوتھی صدی ق م کے اختتام اور اور تیسری صدی ق م کی ابتدا میں وہ ان میدانوں میں ستل پون، تھیوفراستوس زینو، ابی قوروس، فلامون اور مناندر کے ذریعے سے رہبری کرتا ہے، اور اس کے ذریعے سے تمام ہمعصر یونان پر اور عام طور پر بنی نوع انسان پر اثر ڈالتا ہے۔ اس سے مقابلہ کیا جائے تو شاہی پائے تختوں کے کارنامے ہیچ معلوم ہوں گے: دنیا کیلئے کالی ماخوس اور اپولونیوس ابی قوروس اور مناندر کی خاک پا کے برابر بھی نہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ حکمیات کا نشو و نما مصر میں ضرور ہوا، اور ارسطاطالیس نے جو کام ایتھنز میں شروع کیا تھا اُسے اُس کے شاگردوں نے اسکندریہ میں کمال کو پہنچایا۔ اس لئے اگر حکمیات میں مصر ایتھنز پر سبقت لے گیا تھا تاہم وہ ادبیات و فنون میں یونان کا رہبر نہیں تھا، بلکہ اس میدان میں رھوڈز اُس پر سبقت لے گیا تھا۔

الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فنون میں پھر ایک جمہوریہ ہی ہے جسے

باب ۲۱ اوّلیت کا فخر حاصل ہے۔ لیکن یہ واقعہ کہ فنون کا نشو و نما ایتھنز میں نہیں بلکہ ایک ایشیائی شہر میں ہوا، اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کے لئے فلسفے اور شاعری کی طرح صرف فراست ہی کی نہیں بلکہ بڑی حد تک مادّی وسائل کی بھی ضرورت تھی، اور ان چیزوں میں ایتھنز رھوڈز کی برابری نہیں کر سکتا تھا۔ اس ضمن میں زمانۂ مابعد تک ردّ عمل شروع نہیں ہوا۔ رھوڈزی فنون کا رجحان اعلیٰ کی طرف تھا؛ جب سادگی کی طرف میلان ہوا تو ایتھنز از سرِ نو مدینۃ الفنون بن گیا۔ اس پر ابواب ۲۲ و ۲۳ میں بحث کی جائے گی۔[1]

---

[1] اس عہد کا مقابلہ زمانۂ حال سے: پ. گارڈنر: "ابواب جدید" ۴۴۹۔ عیش و عشرت اور کشت و خون، ۴۵۱، ۴۵۲۔

پ. گارڈنر نے (۴۵۱ وغیرہ) اُس زمانے کے یونانیوں کی معاشری تبدیلی کا حال بیان کیا ہے؛ عورتوں کی حیثیت، انجمنیں، فطری حسن کا احساس، فنون میں فطرت کی نقل، بربریوں کے اصناف۔

باب ہفتم

اگاتھوکلیس

جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا تو مغربی یونان میں کیا کیا واقعات رونما ہو رہے تھے؟ مشرقی اور مغربی یونان میں بہت کچھ یکسانی پائی جاتی ہے، لیکن اوّل الذکر کی بہ نسبت یہاں کے واقعات ذرا زیادہ پردۂ اخفاء میں ہیں۔ یہاں بھی جانشینان سکندر کے خصائص اور خود غرض حکمرانوں کی بے پروایانہ تشدد کی جھلک نظر آتی ہے، بلکہ سچ پوچھو تو اسمیں شدت کی زیادتی ہے، اور ساتھ ہی مشرق کے رھوڈز اور ایتھنز کی طرح کوئی جمہوری ملت نہیں ہے کہ اس تشدد کے خلاف تمدنی اور ذہنی ترقی کی پشت پناہی کر سکے۔ ظاہر ہے کہ "یونان کبیر" اور سسلی وہ ممالک ہیں جن پر اب ہماری توجہ مرکوز ہوتی ہے، اور خاص طور پر ہم سسلی کیطرف ناظرین کے خیال کو ملتفت کریں گے جو ہمیشہ اپنے ہمسایہ "یونان کبیر" سے ممتاز رہتا تھا۔ یہاں جانشینان سکندر اور تابعین کی جگہ اگاتھوکلیس نظر آتا ہے، اور یہ صقالوی خود سر اپنا دائرہ مشرق میں ماورائے اطالیہ اور مشرق میں ماورائے صقالیہ، ایپائروس و قرطاجنہ تک وسیع کر دیتا ہے، جس کے باعث اُسے زمانۂ قدیم کی سب سے ذی اثر شخصیتوں

باب ۷ میں شمار کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ ازیں ہمیں مغرب کے متعلّق جو کچھ تھوڑا بہت کہنا ہے وہ سب اُس کی جانبازیوں اور کارناموں پر مشتمل ہے اس کے بعد ہماری توجہ ایک بالکل دوسری نوع کے شخص یعنی پرھوس کی طرف مبذول ہو جائے گی۔ اگاتھوکلیس کے حالات سے از ۳۱۷ ق م تا ۲۸۹ ق م کا زمانہ بھرا ہوا ہے، گو آخر میں چل کر یہ حالات بہت ہی جزوی رہ جاتے ہیں، اور اس کے بعد پرھوس ۲۷۴ق م تک ہماری رہبری کرتا ہے۔

اگاتھوکلیس، کارکی نوس ساکن رھے گیوم کا بیٹا تھا اور سسلی کے شہر تھرمائے (موجودہ ترمینی) میں اپنے باپ کی جلاوطنی کے زمانے میں پیدا ہوا تھا[1] تھرمائے سے کارکی نوس سرقوسہ گیا اور یہاں پہنچ کر اُس کا بیٹا اگاتھوکلیس ذی اثر داماس کا منظور نظر بن گیا، اور اسی تقرب سے وہ اُس لشکر میں جو اکراگاس کے خلاف لڑ رہا تھا، خلیارخ مقرر ہو گیا۔ داماس کے انتقال کے بعد اُس نے اسکی بیوہ

[1] میں یہاں اگاتھوکلیس کے متعلّق زمانۂ حال میں جو لکھا گیا ہے اُس کا حوالہ دیتا ہوں: گروٹ، باب ۹۷، ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیمہ" Holm: Gesch. Siciliens Alterthum، ۲، ۲۱۹/۲۲۷ و ۲۴۴/۲۸۵؛ میلتزر: "تاریخ قرطاجنہ"، ۱؛ شوبرٹ: "تاریخ اگاتھوکلیس" Schubert: Gesch. des Agathokles بریزلاؤ ۱۸۸۷ء، جس میں اسنادکا تجزیہ بھی کیا گیا ہے۔ دیکھو میری تنقید "جریدہ ادبیات المانیہ" Dentsche Litteraturzeitung ۱۸۸۸ء میں؛ نیز نیسے Niese ۱، ۴۳۰/۴۸۶

قدیم زمانے اور حال کے زمانے میں مؤرخوں نے جو نقطۂ نظر اختیار کیا اس پر تمائیوس کا بڑا اثر پڑا ہے، اور تمائیوس اس خاص معاملے میں انصاف سے کام لیتا ہے۔ دیکھو تحت باب ۲۳، حاشیہ ۸۔

اگاتھوکلیس کی تاریخ کا آخری حصّہ غیر متیقّن ہے، اس لئے کہ ہماری خاص سند یعنی دیودوروس کی تاریخ صرف ۳۰۱ق م تک جاتی ہے۔

باب ۷

سے نکاح کر کے خود اپنا اقتدار اور اپنی دولت دونوں بڑھا لی۔ لیکن وہ خاموش شہری زندگی سے کسی طرح مطمئن نہیں تھا۔ جب وہ اس سرقوسی لشکر میں خلیارخ تھا جو کروتونیوں کی مدد کے لئے برتّیوں کے خلاف روانہ ہوا تو وہ راستے میں اپنے سپہ سالار سوستراتوس سے لڑ پڑا اور سرقوسہ پہنچ کر اُس پر بہت سے الزامات قائم کئے۔ جب اُس نے دیکھا کہ شہر والے اُس کی شنوائی نہیں کرتے تو وہ سرقوسہ چھوڑ کر چل دیا' اور اجیر سپاہیوں کی ٹولیوں سمیت اٹلی اور سسلی میں کبھی کسی حکمران کی خدمت میں اور کبھی خود اپنے آپ چھاپے مارنے لگا۔ وہ کروتون پر قبضہ کرنے میں کامیاب نہیں ہوا اور تارنتیوں نے اُسے اس وجہ سے برخاست کر دیا کہ انھیں اُس کی کارروائیوں پر شک وشبہہ سا ہو گیا تھا۔ الغرض سوستراتوس اور اُس کے پیرووں کے زوال کے بعد وہ سرقوسہ واپس آیا لیکن اس پر بھی اُسے چین نہیں آیا اور سرقوسہ کی خدمت سے دست کش ہو کر دشمنان سرقوسہ کے ساتھ مل گیا۔ لیکن اُس کا مستقل ارادہ یہ تھا کہ خود سرقوسہ میں اپنی قوت کو مستحکم کر لے اور اُس نے اس مقصد کو قرطاجنی سپہ سالار ہملکار کے ذریعے اسے پورا کیا۔ یہ شخص اُس وقت سسلی میں کمان کر رہا تھا؛ اور اُس نے اگاتھوکلیس کو صرف اس لئے مدد دی کہ اپنے خیال میں وہ اس کے ذریعے سے گویا خود اپنا راستہ صاف کر رہا تھا۔ قصۂ مختصر اگاتھوکلیس سرقوسہ آتا ہے اور وہاں کا سپہ سالار بن جاتا ہے۔ برسر اقتدار ہوتے ہی اُس نے چار ہزار سرقوسیوں کے سر قلم کر کے اپنی حکومت کی بنیاد کو اور بھی زیادہ مستحکم کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے اعلان کیا کہ اب عامیدی تشدد کے خلاف طبقۂ اسفل کی حمایت کروں گا' اور اس چال سے آخر کار ۳۱۷ ق م میں اُس نے اپنے اقتدار کو عموم سرقوسہ سے تسلیم کرا ہی لیا۔ وہ اپنی زندگی کے آخری لمحے تک سرقوسہ پر حکومت کرتا رہا۔ اُس نے اپنے عہد میں امیروں اور تعلیم یافتہ طبقوں

باب ۱۷

پر نہایت سختی کا برتاؤ کیا اور عوام النّاس کے مفاد کو ہمیشہ ملحوظ رکھا۔ اس کی بہت جلد یہ آرزو ہو گئی کہ اپنی سلطنت کے حدود کو وسیع کرے سب سے پہلے تو اُس نے مسانہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، لیکن قرطاجنیوں نے اُس کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کیا اور نہ صرف اُسے زک دی بلکہ سرقوسی جلا وطنوں نے اکراگاس، گیلا اور مسانہ کی مدد سے ایک مخالفہ قائم کیا اور مخالفوں نے اسپارٹی اکروتاتوس ولد شاہ کلیومنیس کو اپنا سپہ سالار بنایا۔ سسلی کے راستے میں اکروتاتوس تارنتوم اُترا جہاں والوں نے صرف اُس کی مدد کا وعدہ ہی نہیں کیا بلکہ واقعاً مدد بھی بھیجی تھی، حالانکہ وہ ۳۲۰ ق م میں روما اور ساممنیوم کے مابین صلحکار کی حیثیت سے پڑ چکا تھا اور اس طرح گویا سسلی کے حالات کی وجہ سے بہت کچھ مصروف کار تھا۔ لیکن اکروتاتوس کو سراسر ناکامی ہی ہوئی (۳۱۴ ق م)۔ وہ چاہتا تھا کہ سسلی میں خود اپنی سلطنت قائم کرے اور اسی مقصد کے حصول کے لئے اُس نے سرقوسی جلا وطنوں کے رہبر سوسترالوس کو جان سے مروا ڈالا۔ لیکن اس واقعے کی وجہ سے عوام النّاس کے خیالات میں ردّ عمل پیدا ہو گیا۔ اُسے شہر بدر کر دیا گیا اور آخرکار اگاتھوکلیس کی مخالفت کا خاتمہ ہو گیا اور جزیرے کے مشرقی شہروں نے سرقوسہ کی سیادت کو تسلیم کر لیا۔ لیکن امن و امان کا زمانہ زیادہ دن تک نہیں رہا۔ صلحنامے پر دستخط ہملکار کے بیچ میں پڑنے کی وجہ سے ہوئے تھے، لیکن قرطاجنی سینات نے اس کی توثیق کرنے سے انکار کر دیا، اور یہ کہہ کر کہ اس میں قرطاجنی مفاد کا ملحوظ نہیں، وہ اگاتھوکلیس کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئی۔ اس کی دیکھا دیکھی صقالوی مخالفوں نے بھی کمر ہمّت باندھ لی اور متفق ہو کر جنگ کی سفارش کی۔ پہلے تو کامیابی کا سہرا اگاتھوکلیس ہی کے سر رہا اور اُس نے مسانہ پر قبضہ کر لیا، لیکن چونکہ اکراگاس کی حفاظت قرطاجنی کر رہے تھے اس لئے وہ اُسے مغلوب نہیں کر سکا۔

باب

بہر حال ۳۱۲ ق م میں اُس نے دینوکراتیس اور اُس کی فوج کو، جو سرقوسی جلاوطنوں سے روانہ کی تھی گالاریہ کے مقام پر شکست دی۔ لیکن اس کے بعد اسے ایک بڑی بھاری زک ملی۔ وہ قرطاجینوں سے کوہ ایکنوموس پر، جو جنوبی ہمرا پر واقع ہے، جنگ آزما ہوا، اور جس طرح دیونی سیوس نے گیلا میں شکست کھائی تھی اسی طرح اُسے بھی اسی مقام پر نیچا دیکھنا پڑا۔ دیونی سی یوس ہی کی طرح وہ سیدھا سرقوسہ گیا، لیکن بجائے اس کے کہ وہ خود قرطاجینوں کے خلاف شہر کی حفاظت کرے، اُس نے شہر کو اپنی قسمت پر چھوڑ دیا اور وہاں سے خود دشمن کے ملک میں جا کر اس پر حملہ کر دیا۔

یہ جانبازی جانشینان سکندر کے عہد کے شایان شان تھی، اور تاریخی اعتبار سے قابل یادگار تھی۔ سب سے پہلے تو اگاتھوکلیس نے بہت سے امیر سرقوسیوں کو تہ تیغ کرایا اور اُن کے مال و اسباب کو ضبط کر لیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے بھائی انتاندر کو صوبہ دار سرقوسہ بنا کر اور خود چھ سو جہاز ساتھ لے کر چل دیا لیکن یہ کسی سے نہیں کہا کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ وہ قرطاجنی بیڑے کو، جو اُس وقت سرقوسہ کی بندرگاہ کی ناکہ بندی کر رہا تھا، دھوکا دے کر افریقہ میں راس ہرمائیوم (راس بون) پہنچا جو قرطاجنہ کے مشرق میں واقع ہے۔ اُس نے یہ بہانہ کیا کہ اُس نے اس مقام پر کامیابی کے ساتھ اترنے کی دیمیتر اور پرسی فونی سے منت مانی ہے اور بیڑے کو، جو اب اُس کا سدّ راہ بن گیا تھا، جلا کر خود ایک زرخیز حصۂ ملک میں ہو کر جس میں سے اُس نے بہت کچھ مال غنیمت حاصل کیا، قرطاجنہ کی طرف بڑھا۔ شہر اس کے حملے کے واسطے تیار نہیں تھا، اور اس سے بھی بدتر یہ کہ اُس کے باشندے باہمی جنگ و جدال میں مبتلا تھے۔ اس میں شبہہ نہیں کہ اگاتھوکلیس کو اس صورت حال کی اس سے پہلے سے خبر ہوگی۔ بہر نہج باشندوں نے حتی الامکان مدافعت کی

باب ۱۔ کوشش کی۔ اُنھوں نے ایک بڑا لشکر جمع کیا اور ہانو اور بوملکار کو اپنا سرگروہ مقرر کیا۔ وہ دو ایسے خاندانوں کے افراد تھے جو دراصل ایک دوسرے کے مدمقابل تھے، اور قرطاجنی سنیات نے انھیں اس لئے سپہ سالار بنایا تھا کہ وہ ایک دوسرے کو حد سے نہیں بڑھنے دیں گے۔ لیکن اس ترکیب کا خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ ہانو تو لڑائی میں کام آیا اور بوملکار لڑنے کی بجائے پیچھے ہٹ گیا، چنانچہ فی الوقت اگاتھوکلیس کھلے ملک کا مالک بن بیٹھا۔ قرطاجنیوں نے اپنے معبودوں کے سامنے انسانوں کی قربانیاں کر کے اُن کے غصّے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی، اور ہملکار سے، جو سسلی میں کمان کر رہا تھا مدد کی درخواست کی۔ لیکن اگاتھوکلیس برابر بڑھتا ہی گیا۔ اُس نے ہدرامیلیتوم پر قبضہ کر لیا۔ خود قرطاجنیوں نے اُس کی مدد کرنی شروع کر دی اور لبیہ کا ایک سردار مسمی ایلی ماس اُس سے مل گیا۔ یہ مفاہمت زیادہ دن تک قائم نہیں رہی اس لئے کہ ایلی ماس نے علم بغاوت بلند کر دیا لیکن اُسے شکست دے دی گئی اور اس کا خاتمہ کر دیا گیا۔

جزیرہ سسلی میں قسمت کبھی اس طرف کبھی اس طرف پلٹا کھاتی تھی۔ ۳۰۹ ق م میں ایپی پولائے میں ایک سخت طوفان برپا ہوا جسکی وجہ سے ہملکار سرقوسیوں کے پنجے میں آگیا اور اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ سرقوسیوں نے اُس کا سر اگاتھوکلیس کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ وہ اُسے قرطاجنیوں کو دکھائے۔ ساتھ ہی اگاتھوکلیس کے دشمنوں نے بھی سسلی میں حرکت شروع کی۔ اکراگاس نے زینودیکوس کی سیادت میں ایک لشکر جمع کیا، اور اُسے اندرون جزیرہ میں کچھ کامیابی بھی ہوئی۔ افریقہ میں اگاتھوکلیس کی بھی یہی کیفیت تھی۔ وہاں اُس کے بیٹے ارکاگاتھوس اور کسی چھوٹے سے افسر کے درمیان جھگڑا ہوا اور یہ خیال ہونے لگا کہ شائد فوج قرطاجنیوں کے قبضے میں چلی جائیگی

لیکن محض اپنی مستقل مزاجی کی وجہ سے اگاتھوکلیس پھر فوج کو اپنی طرف لے آیا اور قرطاجنیوں کو شکست دے دی۔ باب ۲

۳۰۸ ق م میں افریقی محاذ جنگ ذرا اندرون ملک کی طرف ہٹ گیا، جس پر چالاک جانباز نے والیٔ سرنہ یعنی مقدونوی اوفیلاس سے گفت وشنود شروع کردی۔[۲] اس نے اس سے کہا کہ میں تمھیں مال غنیمت کا ایک حصہ دوں گا، اور اگاتھوکلیس سے ملنے کے لئے اوفیلاس[۴] تونس کی طرف بہت سے سپاہیوں سمیت، جو مختلف اطراف واکناف سے آئے تھے، بڑھا۔ لیکن وہ پہنچا ہی تھا کہ اگاتھوکلیس نے اسے مروا ڈالا، اور اس کے سپاہیوں کو اپنے لشکر میں شامل کرلیا۔ لیکن اسی زمانے میں اس جانباز کے ایک بڑے مقدور معاون شخص کا کام تمام ہوگیا۔ بوملکار نے یک بیک قرطاجنہ پر قبضہ کرنے کی اسی طرح سے کوشش کی جیسے اگاتھوکلیس نے قرطاجنہ لینے کی کی تھی، لیکن جب وہ آدھا شہر فتح کرچکا تو وہ گرفتار ہوگیا اور اسے فی الفور ملک عدم کو پہنچا دیا گیا۔ قرطاجنہ کے شہری اپنی پرانی ہمت اور استقلال کو نہیں بھولے تھے۔ بوملکار کے خاتمے کی وجہ سے جانباز سسلی کے خاص سہارے یعنی باہمی تنازعات کا خاتمہ ہوگیا اور اسے شہر کے فتح کرنے کی کوئی امید باقی نہیں رہی۔ بلاشبہ ابتداء میں تو اس نے اپنی طاقت اس قدر محسوس کی کہ یوٹیکا کی تسخیر کے بعد یعنی ۳۰۷ ق م میں وہ تھوڑے سے سپاہی لے کر سسلی گیا، تاکہ وہاں کی نازک حالت میں اصلاح کرے، اور افریقہ میں اپنے لشکر کے ایک بڑے حصے کو اپنے بیٹے ارکاگاتھوس کی کمان میں چھوڑ دیا۔ لیکن اس

---

۵ ایتھنز میں قرطاجنی سفرا اگاتھوکلیس کا کاٹ کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔
اگاتھوکلیس کا حلیف اوفیلاس ایتھنز میں، ”مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا“ C.I.A. ۲، ۲۲۵ = ہکس ۲ ۱۴ مع تفسیر کے۔

باب ۱۰ بیٹے کی قسمت میں شکست ہی لکھی تھی، چنانچہ وہ اپنے باپ کو واپسی کے لئے لکھنے پر مجبور ہوا۔ اگا تھوکلیس نے قرطاجنی بیڑے اور ار اگاس کی فوج کا خاتمہ کردیا۔ بہت سے امن پسند شہریوں کو مروا ڈالا اور ۳۰۷ ق م میں افریقہ چلا گیا۔ وہاں اُس نے جانشینان سکندر کی طرح اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا (دیکھو باب ۲) اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو کسی طرح سے اُن سے کمتر نہیں سمجھتا تھا؛ لیکن بادشاہ ہونے کے بعد اُس نے افریقہ میں جو کچھ کیا وہ اس سے کم تھا جو اُس نے اپنی سپہ سالاری اور خودسری کے زمانے میں کیا تھا۔ وہ قرطاجنیوں سے جنگ آزما ہوا، لیکن یہاں اُسے ہی شکست ملی، اور جو واقعات اس کے بعد رونما ہوئے ان کی وجہ سے اس کے مقاصد ہی کا سرے سے خاتمہ ہوگیا۔ لڑائی کے بعد رات کے وقت پانچ ہزار لبیہ والے جو اگا تھوکلیس کے لشکر میں تھے، اُس کا ساتھ چھوڑ کر قرطاجنی کمپوں میں چلے گئے۔ لیکن اس کمپو میں اُس وقت آگ لگ رہی تھی، اور جب لبیہ والے موقع پر پہنچے تو تعجب سے بھرے ہوئے قرطاجنیوں نے سمجھا کہ وہ حملہ آوروں میں سے ہیں، اور گھبرا کر سب کے سب قرطاجنہ بھاگ گئے۔ اب لبیہ والے اگا تھوکلیس کے پڑاؤ میں پہنچے لیکن یہاں بھی انھیں دشمن ہی سمجھا گیا اور صبح کے وقت تک برابر ہی گڑبڑ رہی، یہانتک کہ آخر کار صبح ہونے میں غلطی معلوم ہوئی اور لڑائی ختم ہوئی۔ لیکن اب لبیہ والوں نے اگا تھوکلیس کا ساتھ چھوڑ دیا اور اس کے ساتھ ہی کامیابی کا موقع ہاتھ سے نکل گیا۔ اب وہ بالکل مایوس ہوگیا اور اُس نے اب اپنے بیٹے ارکاگا تھوس کو افریقہ میں چھوڑ کر خود سسلی واپس جانے کا ارادہ کرلیا۔ یہ سُن کر ارکاگا تھوس نے یہ خبر مشہور کردی، جس پر غضبناک سپاہیوں نے اگا تھوکلیس کو قید کرلیا لیکن ہوشیار خودسر نے ترکیبیں چل کر آزادی حاصل کرلی اور کمپو سے نکل کر سیدھی سسلی کی راہ لی۔ سپاہیوں نے اُس کے دو بیٹوں کو جو افریقہ میں رہ گئے تھے، جان سے

باب ۵

مروا ڈالا اور قرطاجنیوں کے ساتھ اچھے شرائط پر صلح کرلی - یہاں اگاتھوکلیس کی افریقی مہم کا خاتمہ ہوگیا - یہ مہم نہایت عجیب وغریب تھی، اور اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ وہ شہر جو دوسرے ملکوں میں اپنے اقتدار کو قائم کئے ہوئے تھا، اُس کی حکومت خود سرزمین افریقہ میں محض جبر پر مبنی تھی - لیکن اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ قرطاجنی شہری قوت کی گویا کان تھے جو کسی خارجی جانباز کے حملوں سے، خواہ وہ کتنا ہی قابل کیوں نہ ہو، اور نہ اپنے کسی فریق کی غداری سے مغلوب ہو سکتے تھے - قرطاجنہ کو اجیر سپاہیوں کا کوئی خودغرض سرگروہ مغلوب نہیں کرسکتا تھا، اور یہ غلبہ ایک قوی مملکت کو ہی حاصل ہونے والا تھا جو ایک خاص اخلاقی اصول پر مبنی تھی، اور یہ مملکت روما تھی -

سسلی پہنچ کر اگاتھوکلیس نے اپنی زندگی کے نئے دور کو بڑے بڑے مظالم سے شروع کیا تاکہ لوگوں کے دلوں میں رعب قائم کردے - اس بہانے سے کہ اُس کی زندگی کے خلاف سازشوں کا بازار گرم ہے - اُس نے اپنے حلیف شہر سیگستہ کے باشندوں کو شکنجے میں کسا اور جان سے مارا، اور اُس کے بھائی انتاندر نے اُن سرقوسی خاندانوں کو جو اُس کے ساتھ افریقہ گئے تھے، تہ تیغ کردیا - اس کے بعد اُس نے دینوکراتیس کے ساتھ (جو سرقوسی مہاجرین کا سردار تھا) گفت وشنود شروع کردی، اور جب اُس کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا تو اُس نے قرطاجنیوں کے ساتھ صلح کرلی جن کے پاس اب جزیرۂ سسلی میں دریائے ہالی کوس کے مغرب والا اُلملک باقی رہ گیا تھا - معلوم ہوتا ہے کہ جب اُسے افریقہ میں شکستیں مل رہی تھیں تو اس وقت اُس نے رفتہ رفتہ قرطاجنیوں کو پسپا ہونے پر مجبور کیا ہوگا، ورنہ سرقوسہ کے طویل محاصرے کے بعد اس قسم کا صلح نامہ قطعاً ناممکن تھا - یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دونوں فریقوں نے ایکدوسرے سے مفاہمت کرلی ہوگی -

باب ۶

اب چونکہ اگاتھوکلیس کے لئے تمام سسلی پر قبضہ کرنا ممکن نہیں تھا اس لئے اپنے پیش رو دیونی سیوس کی طرح اسنے اپنا منھ مشرق اور اٹلی کی طرف موڑا۔ اُس نے سنہ ۳۰۴ ق م میں لیپارا کو تاراج کیا اور اس کے بعد اپنی توجہ کورکائرا کی طرف مبذول کی۔ سنہ ۳۰۳ ق م میں اس جزیرے پر اسپارٹی کلیونی موس نے (جو اُسی اکروستاتوس کا بیٹا تھا جس نے کچھ مدت تک تارنیتیوں کی خدمت کی تھی) قبضہ کر لیا تھا۔ دیمتریوس نے اس سے جزیرے کو لے لیا، لیکن اس کے بعد کاساندر نے یہاں سے اُسے ہٹا دینے کی کوشش کی۔ اب اگاتھوکلیس ایک نئے بھیس میں تماشاگاہ پر نمودار ہوتا ہے، مقدونیوں کو شکست دیدیتا ہے اور خود اپنے طور پر کورکائرا کو تاراج کر دیتا ہے۔ پرھوس شاہ مولوسیاں اس وقت بطلیموس والئ مصر کے (جس کے ساتھ اگاتھوکلیس نے اپنی بیٹی لاناسا کا نکاح کر دیا تھا) زیر حمایت تھا، اور یہ اب اس جزیرے پر قابض ہو گیا، اور اُس بیڑے کو ساتھ لے کر جس پر سرقوسہ کا خودسر اپنی بیٹی کو اُس کے شوہر کے پاس لے جا رہا تھا، کروتون پر حملہ کیا اور اُسے مسخر کر کے تاراج کر دیا۔ ایک دوسرے موقع پر اس نے ہپونیوم پر قبضہ کر لیا۔ اُس کا سمندر پر اس قدر اقتدار بڑھا ہوا تھا کہ لوگ اب اُسے "مالک جزائر" کا لقب دینے لگے تھے۔ اس نے لاپی گیوان اور پیوکیتیوں سے مل کر بحری قزاقی کا کاروبار ایک وسیع پیمانے پر پھیلایا جو فریقین کے لئے نہایت سودمند تھا۔ اسکے بعد اُس کے داماد پرھوس نے اُسے کچھ ناخوش کرنا شروع کر دیا جس کے بعد اگاتھوکلیس نے دیمتریوس سے گفت و شنود شروع کر دی اس لئے کہ وہ اس مخالفے کے لئے اتنا ہی تیار تھا جتنا کسی دوسرے مخالفے کیلئے۔ دیمتریوس نے اوکسی تھے مس کو، جو اُس کا رازدار تھا، اگاتھوکلیس کے پاس بطور سفیر کے بھیجا اور خود لاناسا کے ساتھ نکاح کر لیا۔

بہتر سال کی عمر میں اگاتھوکلیس نے پھر قرطاجنہ کے ساتھ لڑائی کا

باب خیال کیا، لیکن اُسے اُس کے پوتے ارکاگاتھوس نے، جس پر اُس نے اپنے بیٹے اگاتھوکلیس کو ترجیح دی تھی، زہر دے دیا۔ کہتے ہیں کہ ادکسی تھمس نے اسے چتا پر موت سے پہلے ہی رکھوا دیا تھا (۲۸۹ق م)۔

سرقوسہ کی مبتذل حالت کا اندازہ اس واقعے سے پورے طور پر عیاں ہوتا ہے کہ ایک ایسے حکمران کا سفیر، جس کی حالت خود اپنے مُلک میں دگرگوں تھی، خودسر کے بستر مرگ پر ایسا برتاؤ کرے۔ دو ہی سال بعد دیمتریوس کے قبضے سے مقدونیہ نکل جاتا ہے، اور مایوسی کی حالت میں فیلہ اپنی جان لے لیتی ہے۔ لکھا ہے کہ بستر مرگ پر اگاتھوکلیس نے اپنی بیوی (جو شائد مصر کے بادشاہ کی سوتیلی بیٹی تھی) اور اپنے بچوں کو دیمتریوس کے بمقابل بطلیموس کی حمایت میں دے دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس خودسر کے دربار اور خاندان میں دو فریق ہوں گے، ایک بطلیموس (اور پرصوس) کا فریق اور دوسرے دیمتریوس کا فریق۔ یہ خودسر دیمتریوس کے لئے مصر سے کنارہ کشی اختیار کر لیتا ہے، لیکن جب وہ مصر کی خاطر دیمتریوس سے کنارہ کشی اختیار کرنا چاہتا ہے تو دیمتریوسی فریق، جس میں خود اُس کا پوتا شامل ہے، اُس کا خاتمہ کر دیتا ہے۔

قدیم زمانے کے فن خطابت کا یہ نہایت تحیر آفریں کارنامہ ہے کہ اس بڈھے گنہگار کی زبان سے اُس کے بستر مرگ پر ایسی اخلاقی تقریریں کرائی ہیں جن سے سننے والوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس نے آخر وقت میں سرقوسہ کو آزادی بخش دی، اور اگر فی الواقع اُس نے یہ کیا تو پھر وہ ہمارے نزدیک ایک چالاک خودسر ہی نہیں بلکہ ایک اعلیٰ درجے کا سانگی بھی تھا، اس لئے کہ علی العموم موت کے وقت، خصوصاً ایسی موت کے وقت جیسی اگاتھوکلیس کی ہوئی، اکثر لوگ سوانگ بھرنا چھوڑ دیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک بُرائی میں اگاتھوکلیس اور بطلیموس کیرانوس دونوں برابر تھے۔ اگاتھوکلیس

باب ۲

نے جنگ اور امن دونوں میں اپنے فائدے کو ملحوظ رکھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے چالاکی میں کیرانوس کو بھی مات کردیا۔ ایک نوع کرکے اس کا مقابلہ سیزر بورجیا سے کیا جاسکتا ہے۔ اُسے عوام الناس پسند کرتے تھے، اور ان میں اور اُس میں بہت سی باتیں مشترک بھی تھیں۔ وہ نقالی سے انھیں خوش کیا کرتا تھا، اور جب عموم خوش ہوتے تو وہ نہایت اطمینان سے مرفہ الحال شہریوں کے مال کو تاراج کرسکتا تھا، انھیں شکنجے میں دے سکتا تھا، انھیں قتل و غارت کرسکتا، یعنی بغیر عوام الناس کے رنجیدہ کئے ہزاروں انسانوں کا خون بہا سکتا تھا[۳۵]

یہ مسئلہ تصفیہ طلب ہے کہ اُس نے یونانی تمدن کو نقصان پہنچایا یا فائدہ۔ یہ واقعہ ہے کہ یہ ایک یونانی ہی تھا جس نے سسلی سے نکل کر خود برّاعظم افریقہ میں قرطاجنیوں سے جنگ آزما ہوا، اور یہ یقینی امر ہے کہ اس سے اقصائے مغرب تک یونان کی شہرت ہوگئی ہوگی۔ ممکن ہے کہ اُس نے سسلی میں خارجی اعتبار سے ایک حد تک یونانی عنصر کو قوت پہنچائی ہو، لیکن دیونی سیوس کی طرح اس کی وجہ سے بھی اٹلی میں تو یونانیت کو نقصان ہی پہنچا، اور دیونی سیوس وہ شخص ہے جس کے عہد حکومت سے اُس کی پوری زندگی مطابق کی جاسکتی ہے۔ لیکن دونوں اشخاص کے خصائص جداگانہ ہیں۔ اگاتھوکلیس سے مقابلہ کیا جائے تو ہمیں دیونی سیوس تقریباً سچا، کم از کم قابل فہم اور ایک حد تک دل خوش کن شخص معلوم ہوگا، اس لئے کہ دیونی سیوس کی توانائی،

---

۳۵ فرڈینینڈ شاہ نیپلز (۱۷۵۹ تا ۱۸۲۵) بھی عوام الناس سے اسی قسم کا برتاؤ کرتا تھا لیکن وہ اگاتھوکلیس سے مختلف تھا۔ اگاتھوکلیس کے زمانے کے سرقوسیوں اور آج کل کے نیپلزیوں کے خصائص ایک سے ہی ہوں گے، گو آج کل کے سسلی والے ذرا زیادہ سنجیدہ ہیں جنھیں نہ اگاتھوکلیس خوش کرسکتا ہے نہ فرڈی نینڈ۔ ہمارے نزدیک یہ فرق عربوں کے اثر سے پیدا ہوا ہے۔

باب

فہم، اور اخلاقی حالت کے درمیان، ارادہ، ذہنیت اور قوت قلبی کے مابین ایک طرح کی یکسانی نظر آتی ہے، اور ہم اُسے ذلیل انسان نہیں کہہ سکتے۔ لیکن اس کے برعکس اگاتھوکلیس بیحد فریس، بیحد صاحب توانائی تھا لیکن طبعًا بے حد ذلیل بھی تھا، اور اُس نے دیونی سیوس کی طرح کبھی حاضر جوابی کی کوشش نہیں کی۔ اگر اُس نے ملائمت اختیار کی تو پھر اُس کی گفتگو بالکل سوقیانہ ہو جاتی۔ اُس نے سسلی کو بڑے بھاری اختلال میں پھنسا ہوا چھوڑا [۵۴]

---

[۵۴] اگاتھوکلیس کے سکے؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" $\frac{۱۵۹}{۱۶۰}$۔ انھیں تین عہدوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) ۳۱۷ ق م سے ۳۱۰ والی مہم افریقہ تک (۲) ۳۱۰ ق م سے مہم کے اختتام ۳۰۶ ق م تک؛ (۳) ۳۰۶ ق م سے اعلان بادشاہی ۲۸۹ ق م تک۔ عہد اوّل میں سونے اور چاندی کے سکے مسکوک ہوئے یعنی اٹیکائی معیار کی چودرہمیاں جن کے ایک طرف عورت کا سر اور دوسری طرف چوکڑی بنی ہوئی ہے، اور کورنتھی استاتر جس پر پالاس اور پیگاسوس کی شبیہ تھی۔ ان کے علاوہ تانبے کے سکے بھی مسکوک ہوئے۔ یہ نہیں ہے کہ ان سب سکوں پر خود سر کا نام کندہ ہو، لیکن ہر ایک پر لفظ "سیراکوزیون" اور مثلث کی علامت ہے جس سے مثلثی جزیرہ مراد ہوگا۔ یہ پہلی مرتبہ ہے کہ سسلی کے لئے اور سسلی میں یہ علامت استعمال ہوئی ہے۔

دوسرے عہد میں ان کے علاوہ ایک طلائی سکہ یعنی اٹیکائی چودرہمی بھی

دیکھو صفحہ آئندہ

باب ہشتم

پرھوس اٹلی اور سسلی میں

اگاتھوکلیس کے انتقال سے کچھ مدت بعد اس سے ایک بہتر شخص پرھوس تماشاگاہ یونان پر نمودار ہوتا ہے اور اُس کے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نظر آتی ہے۔ اس کے ایک طرف زنانہ سر اور دوسری طرف فتحمند اپولو علامت فتح گاڑھتا ہوا نظر آتا ہے؛ اس پر لفظ "اگاتھوکلیوئس" کندہ ہے۔ اس کے علاوہ تانبے کے سکّے بھی ہیں۔

تیسرے عہد میں سونے اور تانبے کے سکّے مع الفاظ "اگاتھوکلیوئس بازی لیوس" ونیز چاندی کے پیگاسوس والے سکّے جن پر کوئی الفاظ کندہ نہیں۔ ان کا وزن ۱۳۵ گرین نہیں بلکہ ۱۰۸ گرین ہے۔

اگاتھوکلیس کے سکوں پر بہت کچھ غور ہوا ہے۔

اگاتھوکلیس کے عہد میں سسلی کا کوئی مصنّف اپنے ملک میں نہیں رہ سکتا تھا، اور باہر والے اُس کی حد اختیار سے باہر ہی رہتے تھے۔ اُس زمانے کے صقالوی مصنّف دکیارخوس ساکن مسانہ (جو ایک اہم مصنّف جغرافیہ و سیاسیات تھا (جیسکے لئے دیکھو میری کتاب "تاریخ صقالیہ قدیمہ" ۲، $\frac{۲۶۵}{۲۷۷}$) اور تمائیوس ساکن توروم یزم تھے۔ ان میں سے موخر الذکر کے لئے دیکھو مقب، باب ۲۳، حاشیہ ۸۔

باب ث

ذریعے سے وہ دور افتادہ ملک ایپائرُوس کا بھی تاریخ عالم میں اضافہ کرتا ہے[1]۔ ایپائروس میں ایک مقام دودُونا نامی ہے جس میں زمانہ دراز سے زیوس کا بت خانہ تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمدّن یونان کا ایک قدیم مرکز ہوگا؛ لیکن امتداد زمانہ سے اس تمدّن نے اس سے گریز کرکے دوسری شاہراہیں اختیار کرلی تھیں اور پرانے راستوں کو چھوڑ دیا تھا۔ جو قبیلے ایپائروس میں رہتے تھے، جیسے مولوسی، خایونی، تھس پروتی وہ سب مقدونیوں کی طرح موروثی حکمرانوں کے ماتحت تھے، انکا تمدّن مقدونوی وضع کا تھا، اور اُن ہی کی طرح وہ جنگ کے دلدادہ تھے؛ بس فرق اتنا ہی تھا کہ بجائے زراعت کے وہ گلّہ بانی میں زیادہ مصروف نظر آتے تھے۔ فیلقوس شاہ مقدونیہ کے اولمپیاس کے ساتھ نکاح اور سکندر اعظم کی جانبازیوں کی وجہ سے مولوسیوں کے بادشاہوں کا اثر بہت بڑھ گیا تھا۔ جب اولمپیاس کا بھائی اٹلی میں کام آیا تو اُس کی جگہ اُس کا چچیرا بھائی ایاکی داس تخت نشین ہوا، لیکن اُسے کاساندر نے شکست دے کر اُس کا خاتمہ کردیا۔ اُس کے نوعمر بیٹے پرھوس کو الیریائی بادشاہ گلاؤکیاس نے بچالیا اور بارہ برس کی عمر میں تخت ایپائروس پر بٹھادیا۔ لیکن اُسے پھر جلاوطن کردیا گیا، اور وہ وہاں سے فرار ہوکر اپنی بہن دئی دامیہ کے شوہر دیمتریوس پولیورکی تیس سے جا ملا، جس کی صفوں

---

[1] اسناد۔ خود پرھوس نے "یادداشتیں" مرتب کی تھیں؛ میولر، جزو ۲، ۴۶۱؛ تمائیوس نے بھی پرھوس پر کچھ لکھا تھا، میولر، ۱، ۲۳۱؛ علاوہ ازیں ایک شخص مسمی زینو کی بھی ایک تصنیف پرھوس کے موضوع پر تھی۔ سسلی اور اٹلی میں مہمات، میولر، ۳، ۴۷۱۔ ہمارے لئے پلوٹارک کی نوشتہ سوانح عمری خاص طور پر اہم ہے؛ دیکھو حواشی باب ۱، بالا ان سب کے علاوہ جو اسنادیں وہ پرھوس کے سوانح حیات کے خاکوں پر مشتمل ہیں، اور یہ مقدونیہ، یونان، روما اور سسلی کی تاریخوں میں نظر آتے ہیں، لیکن اُنکے اقتباسات یہاں بے سود ہیں علاوہ ازیں دیکھو پاؤلی، ۶، ۱، ۳۱۲ تا ۳۲۰۔

باب ۱۱

میں وہ میدان الپسوس میں لڑا، اُسے خاص یونان میں مدد دی اور اس کے اور بطلیموس کے باہمی صلح نامہ ہوا تو اُس کی طرف سے بطور یرغمال کے مصر گیا۔ مصر پہنچ کر یہ خوبرو، تنومند اور جری نوجوان بادشاہ کا منظور نظر بن گیا، اور اُس نے اُس کی سوتیلی بیٹی سے شادی بھی کر لی۔ اس کے بعد شاہ مصر نے اُسے واپس ایپائروس بھیج دیا جہاں پہلے تو اپنے عزیز نیو بطلیموس کے ساتھ مل کر اور موخر الذکر کے قتل کے بعد تنہا ایپائروس پر حکومت کرنے لگا (دیکھو باب ۲ بالا)۔ اُس نے کاساندر کے بیٹے سکندر سے مخالفہ کر کے شمال میں پاراویہ اور تیم فایہ، اور جنوب میں امبریسیہ اُس کے ہاتھ آیا، چنانچہ اُس نے موخر الذکر شہر کو اپنا صدر مقام بنا کر اس کی خاطر خواہ تزئین کی۔ اُسے اگاتھوکلیس کے ذریعے سے کورکائرا ملا، وہ اس طرح سے کہ جب اُس کا ساتھ چھوڑ کر لاناسا دیمتریوس سے جا ملا اور اُسے یہ جزیرہ نذر کر دیا تو تارنتوم کے بیڑے کی مدد سے پرھوس نے اُسے دیمتریوس سے واپس لے لیا۔ وہ چند روز تک شاہ مقدونیہ بھی بنا، لیکن لیزی ماخوس نے اُسے اُس ملک سے باہر نکال دیا۔ یہ جری اور بہادر حکمران، جسے ہنی بعل اپنے زمانے کے بہترین سپہ سالاروں میں شمار کیا کرتا تھا، اب اٹلی کی طرف مائل ہوا، اور سوچنے لگا کہ جو بات اُس کے رشتہ دار سکندر سے بھی نہیں ہوئی تھی کیا وہ بھی اُسے پوری نہیں کر سکتا؟ اس مہم میں اُسکے تمام ہم عصر حکمرانوں نے اس کا دل بڑھایا تاکہ انھیں ایک خطرناک مد مقابل سے انھیں نجات ملے۔ الغرض تارنتوم کے معاملات کی وجہ سے پرھوس کو اٹلی میں مداخلت کرنے کا بہانہ مل گیا۔

تارنتوم کے مشہور آفاق عیش و عشرت کے باوجود اُس کے باشندوں کو پیمانۂ کبیر کی سیاسیات سے بھی دلچسپی تھی، اور انھوں نے سرزمین اٹلی میں اپنے ممتاز رتبے کو قائم رکھا تھا۔ اب اس موقع پر تارنتوم والوں کو اجیر سپاہیوں کے کسی بیرونی سردار کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

باب۸ آرخی داموس شاہ اسپارٹا، سکندر شاہ اپیائروس اور اسپارٹی کلیومنیس سب نے تارنتوم کو مدد دی، لیکن یہ مدد کچھ دیر پا ثابت نہیں ہوئی۔ اب انھیں پہلے سے کہیں زیادہ خطرہ تھا اور پیرھوس جیسے شخص کی مدد سے زیادہ کسی چیز سے انھیں مسرت نہیں ہوسکتی تھی۔ وہ اس وقت روما کے ساتھ ایک جھگڑے میں مبتلا تھے اور سامنیوم کو شکست دے کر رومن فوجیں وینوزیہ اور تھوریئی تک بڑھ آئی تھیں اور تارنتوم پر دو سمتوں سے چڑھائی کر رہی تھیں۔ ان کے اور رومنوں کے درمیان ایک قدیم عہد نامہ تھا جس کی رو سے رومنوں کو راس لی کی نیوم کے مشرق میں جہاز رانی کی اجازت نہیں تھی لیکن اس کے باوجود ۲۸۲ ق م میں ایک چھوٹا سا رومن بیڑا تارنتوم کے سامنے نمودار ہوا جسے تارنتوم والوں نے اپنی نہایت ہی سخت توہین تصوّر کیا۔ لیکن بجائے بندرگاہ کی ناکہ بندی کرنے اور روما سے احتجاج کرنے کے انھوں نے اس بیڑے پر حملہ کر دیا، چار جہازوں کو ڈبو دیا، ایک گرفتار کر لیا اور رومن قیدیوں کو تہ تیغ یا فروخت کر دیا۔ اس کے بعد وہ تھوریئی گئے اور وہاں کے رومن حربی محافظ اور اعیان کو نکال باہر کر کے شہر تاراج کر دیا۔ اس طرح تارنتوم والوں نے ایسے حقوق پامال کر دئیے تھے جن کی پامالی کو متمدن اقوام نظر امعان سے نہیں دیکھتیں، اور جو مزید حقوق کی پامالی کے لئے ایک بہانہ بن جایا کرتے ہیں۔ تارنتوم کو اب اچھے یا بُرے نتائج کے لئے تیار رہنا تھا، اور روما اور تارنتوم کی قوت کا لحاظ کرتے ہوئے یہ زیادہ مشتبہ نہیں رہ سکتے تھے۔ روما نے نہایت ہی لائقانہ اور عاقلانہ برتاؤ کیا اور صرف اُن واقعات کی طرف سے اطمینان چاہا جو تارنتوم اور تھوریئی میں ہوئے تھے۔ اس کا تارنتوم والوں نے صاف انکار کر دیا جس کا ظاہر ہے انھیں پورا حق تھا، لیکن ساتھ ہی انھوں نے رومن سفیر کی توہین و تذلیل بھی کی۔ الغرض

باب

فریقین کے درمیان جنگ بالکل ناگزیر ہوگئی۔ رومنوں نے تارنتوم میں تفوق حاصل کرنے کی ایک آخری کوشش کی اور اپنے کانسل، کوئن ٹس ایمی لیوس باربولا کو ایک لشکر لیکر بھیجا اور تارنتیوں سے کہلوایا کہ اب بھی ان ہی شرائط پر صلح کرلو۔ اب تارنتوم کی اعیانی صلح پسند جماعت برسر اقتدار ہوگئی تھی، اور اس کا ایک رکن آگس سپہ سالار افواج مقرر ہو گیا تھا لیکن عین اس موقع پر پرھوس کا وزیر، یعنی تھسالوی کی نیاس، تارنتوم پہنچا اور اعلان کیا کہ اُس کا آقا، جس کے ساتھ تارنتوم کی عمومی مدت سے گفت وشنود کر رہے تھے، عنقریب اٹلی میں اپنی فوج روانہ کرے گا۔ اس پر جدید سپہ سالار سے فوج کی کمان لے لی گئی اور تارنتوم پرھوس کا جانبدار بن گیا[1]۔

سب سے پہلے اُس کا سپہ سالار میلو تین ہزار آدمیوں کو لیکر آیا اور ۲۸۰ ق م کے موسم بہار میں خود پرھوس بیس ہزار ہوپ لیت، تین ہزار سواروں، دو ہزار تیر اندازوں۔ اور بیس ہاتھیوں کو لے کر

[1] تارنتوم اور روما۔ ایہنے (Ihne) نے اپنی کتاب "تاریخ روما" Roem. G. ۱، ۸ ۱ ۴م میں جن واقعات کا اعادہ کیا ہے اُن سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تارنتی رومن بیڑے کے آنے کو اپنے حقوق شکنی سمجھنے میں ٹھیک تھے، لیکن ان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے لئے مناسب طرز کار یہ ہوتا کہ بندرگاہ کی ناکہ بندی کر دیتے اور روما سے شکایت کرتے۔ ممکن ہے کہ رومن سفیروں کی اسی طرح سے تذلیل نہ کی گئی ہو جیسے لکھا ہے، لیکن اسمیں شبہ نہیں کہ تارنتی بہت ہی مدمغ ہو گئے تھے۔ علی العموم اس قسم کی باتیں بنائی نہیں جاتیں بلکہ ان میں مبالغہ کیا جاتا ہے۔ ایہنے کا خیال ہے کہ سیبارس کی طرح تارنتوم کو بدنام کیا گیا تھا۔ ممکن ہے کہ یہ واقعہ ہو، لیکن دونوں میں "تا نہ باشد چیزکے مردم نگویند چیزہا" والی مثل صادق آتی ہے۔ گو ممکن ہے کہ ہر شخص کے متعلق جس واقعے کا اعادہ کیا جاتا ہے وہ درست نہ ہو۔ لیکن اسمیں بھی شک نہیں کہ وہ شخص اس واقعے کا اہل ضرور ہوگا۔

باب ۳

سرزمین اٹلی میں آموجود ہوا۔ اُس نے آتے ہی تارنتوم والوں کو فوجی قواعد سکھانا شروع کی، لیکن گو نہ صرف تمام عمومی سامان تفریح بلکہ جملہ مجالس حکماً بند کر دی گئی تھیں اور (اگر ہم زمانۂ حال کی اصطلاح استعمال کریں تو) تارنتوم گویا "حالت محاصرہ" میں تھا، تاہم وہ اس نسائیت پسند قوم کے تیار کرنے میں پورے طور پر کامیاب نہیں ہوا۔ پرھوس کو یہ خیال دلایا گیا تھا کہ اٹلی کے یونانیوں میں بڑا جوش و خروش پھیلا ہوا ہے، لیکن یہاں اس جوش کا شائبہ بھی نہ تھا۔ اُس سے وعدہ کیا گیا تھا کہ سامنیوم والے، لوکانی، بروتی سب اُٹھ کھڑے ہونگے، لیکن یہ بھی نہیں ہوا۔ رومنوں نے اپنے کانسل والی ریوس لیوی نیوس کو فوج دے کر (جس میں دو رومن لیجن اور تقریباً پچیس ہزار حلیف سپاہی تھے) لوکانیہ روانہ کیا۔ فریقین میں ہرقلیہ (بدریائے سیرس) کے مقام پر جنگ ہوئی۔ رومن مختلف کمپنیوں میں لڑے، جس کی وجہ سے حملے اور مدافعت دونوں حالتوں میں اُنھیں نسبۃً آزادی مل جاتی تھی؛ اس کے برعکس پرھوس کی فوج ٹھوس مقدونوی جتھوں میں صف بستہ تھی۔ پرھوس نے سات مرتبہ رومن حملے کی مدافعت کی اور ٹس سے مس نہیں ہوا، اور اس کے بعد وہ خود حملہ کرنے کی غرض سے آگے بڑھا۔ رومن فوج ہاتھیوں سے ڈر کر پسپا ہو گئی اور اُن کے سپاہیوں میں سے سات ہزار تو میدان میں کام آئے اور دو ہزار گرفتار ہوئے۔ لیکن پرھوس کے چار ہزار بھی کام آئے اور خود اُس کے منہ سے یہ نکل گیا کہ یہ فتح میرے لئے نہایت گراں گزری ہے۔ اب اُسے یونانی آبادی میں سے خاصکر نئے حلیف مل گئے۔ نوکری کے رومن حرس کا خاتمہ کر دیا گیا، لیکن دوسری طرف رھیگیوم والوں نے روما سے مدد کی درخواست کی اور رومنوں نے انکے پاس ایک کمپانوی لیجن روانہ کر دی۔ لیکن ان کمپانیوں نے خود اپنے طور پر رھیگیوم پر قبضہ کر لیا، کروتون کے رومن رسالے کو تہ تیغ

باب ۔ کیا اور کولونیہ کو تاراج کر دیا۔ اس طرح اسی زمانے میں مامرتی نیوں نے مسانہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ اٹلی کے اصلی باشندوں میں سے بہت سے سامنی، لوکانی اور بروتی، پرھوس کے علم کے نیچے آگئے، لیکن یہ استدلال صحیح ہے کہ یہ اکثر و بیشتر بے قاعدہ طور پر لڑنے پر اکتفا کرتے تھے۔

پرھوس برابر بڑھتا ہی گیا؛ لیکن ساتھ ہی اس نے کنیاس کو روما بھی روانہ کیا تاکہ رومنوں سے صلح کے لئے تحریک کرے اور یہ شرط پیش کرے کہ روما، اٹلی کے یونانیوں کو آزادی دے دے۔ کنیاس نے کوشش کی کہ رومن سیناتیوں کو رشوت دے کر کام نکال لے، لیکن اسے اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوئی۔ اس کے دل میں رومن سینات کی بڑی وقعت تھی اور وہ عادتاً سینات کو مجلس ملوک کا لقب دیا کرتا تھا۔ اس نے اپنی انصافانہ تحریک کو چکنی چپڑی باتوں سے اس قدر وقعت دے دی کہ سینات ڈانواڈول ہو گئی، اور اگر بوڑھا اپیوس کلودیوس جو کسی زمانے میں سینسر رہ چکا تھا، انھیں حب وطن کے نام سے نہ پھسلاتا تو شائد وہ سر تسلیم خم کر دیتی۔ لیکن اس کے کہنے سے سینات نے کسی قسم کی گفتگو کرنے سے اس وقت تک انکار کر دیا تاوقتیکہ پرھوس، اٹلی سے چلا نہ جائے۔ اب روما سے یہ صدا اٹھتی ہے کہ اٹلی روما کے لئے ہے۔ یہ سب قصے سن کر پرھوس کمپانیہ ہو کر چلا لیکن راستے میں اسے کاپوا اور نیپلز کو چھوڑتا ہوا شاہراہ لاتیوم ہو کر اناگنیا پہنچا۔ رومنوں نے اس پر حملہ نہیں کیا، لیکن اس نے یہ محسوس کیا کہ اگر میں آگے بڑھوں گا تو میرے رسل و رسائل منقطع ہونے کا اندیشہ ہے، چنانچہ اناگنیا سے وہ کمپانیہ واپس آگیا۔ اب فریقین میں قیدیوں کی رہائی کی بابت گفت و شنود شروع ہوئی، جس میں پرھوس، سینات اور سفیر فابریکیوس سب نے نہایت قابلیت سے ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کیا۔ لیکن اس پر بھی امن ابھی دور تھی اور ۲۷۹ میں

باب ۵ ایک دوسری لڑائی میں جو مشرق میں اسکولوم کے قریب ہوئی (جہاں پرھوس غالباً شہر دینوسیہ پر قبضہ کرنے کے لئے گیا ہوگا) رومنوں کو شکست ہوئی لیکن ان کی فوج قلعہ بند کیمپ میں بھاگ گئی جس کی وجہ سے اس شکست اور اسپارٹیوں کی لیوکترہ والی شکست میں ایک طرح کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ لیکن پرھوس نے اپنی کامیابی سے کچھ فائدہ حاصل نہیں کیا، اور اس کی بجائے اس نے اپنی توجہ ایک جدید مہم کی طرف مبذول کرلی جو ایک طرح سے رومن مہم سے متعلق تھی؛ اس نے اب سسلی کا رخ کردیا۔

سسلی پہلے ہی سے ایسے مدبر کی تلاش میں تھی جو اس جزیرے کے مسلسل اختلال کا خاتمہ کرسکے۔ اگاتھوکلیس کی موت کے بعد اس کے قاتلوں اور ہکے تاس کے مابین، جسے سرقوسیوں نے اپنا سپہ سالار مقرر کیا تھا، نزاع چلا آتا تھا۔ قرطاجنی واپس آگئے لیکن اگاتھوکلیس کے کمپانی اجیر سپاہیوں کو واپس کردیا گیا، اور جب وہ واپس جارہے تھے تو راستے ہی میں انھوں نے مسانہ فتح کرلیا اور اس کے بعد اس شہر پر مامرتی نیوں کے نام سے حکومت ہونے لگی (۲۸۸ ق م) انھوں نے اپنے دائرۂ اقتدار کو سسلی کے اندرونی حصے تک پھیلا دیا اور جنوبی ساحل تک چھاپے مارنے لگے جہاں انھوں نے گیلا اور کامارینہ تاراج کیا۔ ۲۸۸ ق م سے ۲۷۹ ق م تک سرقوسہ ہکے تاس کا محکوم رہا اور اس کے علاوہ دوسرے شہروں پر بھی خودسروں کی حکومت ہوگئی جن میں سے اہم ترین فیناس والی اکراگاس تھا جس نے جنوبی ہمرا کے کنارے پر گیلا کی جگہ ایک شہر اپنے نام پر آباد کیا۔ ہکے تاس کے زوال کے بعد تھوئے نون اور سوسترا توس میں سرقوسہ کی سیادت کے لیے جھگڑا ہوا اور موخرالذکر اورتی گیا پر قابض ہوگیا۔ اس موقع پر ایک دوسرا قرطاجنی بیڑا بندرگاہ سرقوسہ میں داخل ہوا، اور شہر کی اب بجنسہ وہی کیفیت ہوگئی جو

باب ۱۰

اس واقعے سے ساٹھ برس پہلے تمولیون کی آمد پر تھی۔ لیکن اب اس وقت یونان میں آزادی کا پتا نہیں تھا اور کوئی آزاد مملکت ایسی باقی نہیں تھی جس سے مدد طلب کی جاتی۔ لیکن پرھوس اٹلی میں ضرور تھا، چنانچہ تھوئے نون اور سوستراتوس دونوں اس سے مدد کے خواستگار ہوئے۔ مقصد پیش نظر وہی تھا جو پہلے تھا، یعنی قرطاجینوں کی قوت کیسے توڑی جائے۔

عجیب وغریب بات یہ تھی کہ جب پرھوس نے اُن کی طلب پر لبیک کہا تو اُس نے دراصل گویا روما ہی کے خلاف جنگ چھیڑی، گو اس وقت اُس کی حیثیت پہلے سے مختلف تھی۔ ۲۷۹ق م میں روما اور قرطاجنہ کے مابین ایک عہد نامے پر دستخط ہوئے تھے جس کی ایک شرط یہ تھی کہ فریقین میں سے کوئی دوسرے کے بغیر پرھوس کے ساتھ مصالحہ نہیں کرے گا، لیکن ایک دوسرے کی مدد کرنے کے شرائط اس قدر پیچیدہ تھے کہ ان سے کوئی نتیجہ نکلنا عملاً نہایت دشوار تھا، اور حقیقت تو یہ ہے کہ ان میں سے کوئی بھی دوسرے کی مدد کرنا چاہتا ہی نہ تھا۔ رومنوں اور قرطاجینوں کی متحدہ فوج نے رہے گیوم پر قابض ہونا چاہا لیکن انھیں مطلق کامیابی حاصل نہیں ہوئی، اور جب قرطاجنی آبنائے کی نگرانی کر رہے تھے تو پرھوس لوکری سے سیدھا تورومی نیوم گیا جس کے حاکم تن داریون نے اسے اسی طرح خوش آمدید کہا جیسے اندروماخوس نے تمولیون کو کہا تھا (۲۷۸ق م)۔ وہاں سے وہ سرقوسہ کی طرف چلا جہاں سے قرطاجنی بیڑا واپس چل دیا، اور تھوئے نون اور سوستراتوس نے شہر کے وہ حصے جن پر وہ قابض تھے، اُس کے حوالے کر دیے۔ اس ابتدائی کامیابی کی وجہ سے جزیرے کے دوسرے یونانی شہر پرھوس کے طرفدار بن گئے۔ اکراگاس پر قبضے کی خاص اہمیت تھی، اور سوستراتوس کے ذریعے سے یہ بھی مسخر ہو گیا جسے مرکز

باب ۸ بنا کر پرھوس نے جزیرے کے قرطاجنی حصتے پر مہمات سر کرنا شروع کیں۔ اُس نے اُس کے اہم ترین حصّوں کو مغلوب کر لیا جن میں سے پالرمو اور ایریکس کے درمیان ہیرکتے کا پہاڑی قلعہ بھی تھا جو افرودیت کے بت خانے کے لیے مشہور تھا۔ لیکن وہ بحری قلعہ للی بیوم (موجودہ مارسالہ) کا کچھ نہیں کر سکا۔ اُس نے دیکھا کہ اس قلعے کو صرف طویل اور دشوار محاصرے کے ذریعے سے زیر کیا جا سکتا ہے، چنانچہ جب قرطاجنیوں نے شرط پیش کی کہ للی بیوم کو چھوڑ کر پرھوس باقی تمام جزیرے پر قابض ہو جائے، تو اُس نے اس پر آمادگی ظاہر کی۔ اُس نے یہ سوچا کہ اس کے بعد میں فوراً اٹلی واپس جا سکوں گا جہاں اسی اثناء میں کانسل فابریکیوس نے خلیج تارنتوم کے شہر ہرقلیہ پر قبضہ کر لیا تھا۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ صقالوی یونانیوں نے ضد کی کہ وہ اس شرط کو مسترد کرا دے، چنانچہ اُس نے پوری قوت اور ترکیبوں کے ساتھ للی بیوم پر حملہ کر دیا۔ لیکن اُسے اُس کی تسخیر میں مطلق کامیابی نہیں ہوئی۔ اب اُسے چاہیئے تھا کہ اگاتھوکلیس کی طرح میدان جنگ افریقہ کو منتقل کر دے، اور وہ چاہتا بھی یہی تھا، لیکن اس تدبیر کو کامیاب بنانے میں اُسے بڑی بڑی تیاریاں کرنی پڑتیں اور سسلی والوں کو بھی اس سے لازماً نقصان پہنچتا جس کے لیے وہ تیار نہیں تھے۔ اب پرھوس نے اپنے احکام کی تعمیل کرانے کے لیے واقعی مالک کا چولا پہن لیا۔ اس کی وجہ سے جزیرے میں بے چینی کے آثار نمودار ہو گئے، اُس کے حکم کی خلاف ورزی کی گئی، سوستراتوس نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا اور وہ مجبور ہوا کہ مخالفانہ طرز عمل کی پاداش میں تھوئے نون کو جان سے مروا ڈالے۔ لیکن اس قسم کے افعال اُس کی توانائی پسند ذہنیت کے خلاف تھے، اور اس کا جبلی میلان بہ نسبت سیاسی مصالح کے جرأت وہمت اور جانبازانہ افعال کی طرف تھا۔ اُسے یہ ناپسند تھا کہ محض قوت کے خوف یا مکاری

باب ۶

اور چالبازی سے حلیفوں کو یکجا رکھے اور ایسی مہمات اُسے خوشگوار نہیں معلوم ہوتی تھیں جن میں وہ حاکم مطلق نہ ہو۔ الغرض وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ تاشکرے صقالیوں کی خاطر اتنی تکالیف برداشت کرنا بڑی بھاری غلطی ہے۔ اُس کے اطالوی حلیف بہت دن سے اُسکی واپسی کے مشتاق تھے، چنانچہ ۲۷۶ق م میں اُس نے سسلی کو خیرباد کہہ دیا۔ لکھا ہے کہ جزیرے سے قدم اُٹھاتے وقت اُس کی زبان سے یہ الفاظ جاری تھے کہ ہم رومنوں اور قرطاجنیوں کی آویزش کے لیے کیسا نفیس میدان چھوڑ رہے ہیں!

سرقوسہ سے تارنتوم پہنچنے کے لیے پرھوس کو قرطاجنی بیڑے میں ہو کر لڑ کر نکلنا پڑا، اور یہاں سے وہ ریجیوم کی عملداری میں ہوکر ریجیوم کے مامرتینی اور کمپانی سپاہیوں کی صفوں کو چیرتا ہوا نکل گیا۔ کروتون اور لوکری اُس وقت رومنوں کے زیر اقتدار تھے، چنانچہ پرھوس نے لوکری پر دوبارہ قبضہ کر کے اُسے تاراج کر دیا۔ اُس نے تارنتوم پہنچ کر وہاں کی فوج کو منظم کیا اور اُسے لے کر شمال کی طرف چل دیا۔ جب وہ بینے ونتوم پہنچا تو اُسے مارکوس کوریوس کی ماتحتی میں ایک رومن لشکر ملا جو ایک مضبوط مقام پر پڑا ہوا تھا۔ اُس نے اُس پر حملہ کیا لیکن اُسے ہی شکست ملی (۲۷۵ق م) اس کے بعد اُس نے اپنی اکثر فوج لی اور تارنتوم میں میلو کو ایک محافظ دستے سمیت چھوڑ کر خود ایپائروس واپس چلا گیا۔

ہم پرھوس کی باقی ماندہ زندگی کا حال اگلے باب میں بیان کریں گے، اور یہاں صرف تارنتوم کے انجام کے ذکر پر اکتفا کریں گے۔ رومن فوج شہر کی فصیل کے روبرو اور ایک قرطاجنی بیڑا بندرگاہ سے باہر پڑا ہوا تھا، اور چونکہ میلو شہر پر قابض تھا اس لیے دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی شہر کا معاملہ طے نہیں کر سکتا تھا۔ یہ واقعات ۲۷۲ق م کے یعنی اُسی سال کے ہیں جب پرھوس کا انتقال ہوا ہے۔ بہرحال جب

باب ۳

میلو نے اپنے آقا کی وفات کی خبر سنی تو اُس نے ایپائرُوس واپس جانے کی ٹھان لی، اور رومنوں سے ایک عہد نامہ کیا جس کے بموجب شہر اور قلعہ دونوں اُن کے قبضے میں چلے گئے۔ اب شہر کا اعیانی فریق جو روما کا طرفدار تھا، شہر کا حاکم بن گیا اور اُس کے افراد کے ساتھ رومنوں نے نہایت ملائمت کا برتاؤ کیا۔ ۲۷۰ ق م میں روما نے ریجیُوم بھی فتح کر لیا، اور جن کمپانیوں نے غیر وفادارانہ طور پر شہر پر قبضہ کیا تھا انھیں سخت سزائیں دی گئیں۔

جہاں اگاتھوکلیس نے دیونی سیوس کے قدم بقدم چلنے کی کوشش کی اور سسلی میں یونانیوں اور قرطاجنیوں کے باہمی مناقشوں کو جاری رکھا، وہاں پرھوس بھی قرطاجنیوں کے ساتھ لڑا، لیکن اس کی زندگی کا سب سے دلچسپ واقعہ اُس کی اور روما کی آویزش ہے۔ جہاں تک سپہگری کا تعلق ہے جانشینانِ سکندر میں اس کا کوئی ثانی نظر نہیں آتا۔ اُس نے مغرب کی سب سے بہادر اور جری قوم کے ساتھ جنگ آزمائی کی، لیکن گو ابتدا میں اُسے بہت کچھ کامیابی بھی ہوئی لیکن آخر کار اُسے ہی نیچا دیکھنا پڑا۔ یہ جنگ آئندہ کی مقدونیہ، یونان اور روما کے جنگوں کا پیش خیمہ تھی۔

ہم تاریخ کے اس خاکے کو یہاں چند فقروں پر ختم کر دیتے ہیں اور جو کچھ کہا گیا ہے اس کا ملخص اور اُس سے استناج ناظرین کے سامنے پیش کریں گے۔ مختلف اشخاص اور اُن کے حالات زندگی کے اعتبار سے اگاتھوکلیس اور پرھوس کی شخصیتیں بے حد دلچسپ ہیں، اور اُن کی زندگی کے واقعات اُن کی انفرادی حیثیت سے بالکل مماثل ہیں۔ وہ دونوں عہد جانشینانِ سکندر کے قائم مقام ہیں، لیکن فرق یہ ہے کہ پرھوس ایک قدیم شاہی خاندان کا فرد ہے اور اگاتھوکلیس فوج کا سپہ سالار ہے۔ جو چیز ہماری دلچسپی کو دوبالا کر دیتی ہے وہ یہ ہے کہ مشرق میں ان دونوں کا کوئی بھی ثانی نہیں؛ یہاں پرھوس کی طرح کوئی شخص ایسا

باب ۱۲

نظر نہیں آتا جو کسی قدیم خانوادۂ شاہی کا رکن ہو اور نہ اگاتھوکلیس کیطرح کوئی ایسا شخص نظر آتا ہے جس نے طبقۂ اسفل سے جان بازانہ ترقی کی ہو۔ اس کے برعکس یہاں جتنے بھی حکمراں ہیں وہ سب کے سب سکندر کے سپہ سالاروں کے، یعنی ایسے لوگوں کے جانشین ہیں جو خود تو حکمراں نہیں تھے لیکن جنھوں نے حکمرانوں کے ذریعے سے اپنی قدر و منزلت بڑھائی تھی۔ مغرب میں ہمیں بڑے بڑے تباین نظر آتے ہیں، یعنی ایک تو ایک قدیم خاندان شاہی کا فرد ہے اور دوسرا ایک کمھار کا لڑکا ہے۔ ایک اور بات ہے جو مغرب کی سرشت سمجھنی چاہیئے، وہ یہ کہ ایک عالی منش بادشاہ اپنی مہم سے اس لیے دست بردار ہوتا ہے کہ اُس کی طبیعت اس طرف نہیں آتی کہ وہ اپنے مخالفوں کی سخت گیری کرے۔ لیکن "راہگیر خودسر" آخر تک اپنی قوت کو قائم رکھتا ہے۔ ان دونوں کی جلت پھرت کا انداز بھی قابل لحاظ ہے۔ جانباز اگاتھوکلیس دوسرے جانبازوں سے ایسی مملکت (یعنی قرطاجنہ) کے خلاف ہتھیار اُٹھاتا ہے جن کی خدمت میں دوسرے جانباز بھی موجود ہیں، اور وہ اس مملکت کو اس لیے مغلوب نہیں کر سکتا کہ اس کے شہری اب بھی اپنی مملکت کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہیں؛ پرھوس جو ایک قدیم خاندان شاہی کا فرد ہے، وہ بہادر وفادار ایپائروسیوں کو لے کر اطالوی اور صقالوی حلیفوں اور اجیر سپاہیوں کے ساتھ سسلی میں قرطاجنیوں کے خلاف لڑتا ہے اور تھوڑی ہی سی مدت میں انھیں ایسی زک دیتا ہے کہ دیونی سیوس اور اگاتھوکلیس نے بھی نہیں دی ہوگی۔ اس کے بعد وہ میدان سے ہٹ جاتا ہے اور پھر ایک مرتبہ روما کا مقابلہ کرتا ہے، لیکن یہاں اُسے شکست مل جاتی ہے۔ ہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ قرطاجنہ کسی جانباز کے ہتھے چڑھتا نظر نہیں آتا، اور روما کو ایسے بہادر سپاہی بھی نیچا نہیں دکھا سکتے جو محض اپنے اخلاقی مقاصد کی وجہ سے ایک دوسرے کے ہمکاری

باب ۴

پر کمربستہ ہیں۔

ان سب باتوں سے قرطاجنہ اور روما کے مابین جو آویزشیں ہوئیں اُن کے نتیجے کی بابت جو رائے قائم کی جا سکتی ہے وہ بالکل عیاں ہے[۲]

---

[۲] پرھوس کے سکہ جات۔ ہمیں پرھوس کے سکے مختلف ممالک مثلاً ایپائروس، مقدونیہ، اٹلی اور سسلی سے ملتے ہیں۔ اُس کے طلائی سکے اور ۹۰ گرین کے نقرئی سکے سرقوسہ کی ساخت کے ہیں، اور یہی کیفیت اُس کے بہترین تانبے کے سکوں کی ہے۔ (دیکھو ایونز: "سواران" حاشیہ ۱۷۵، اور ہیڈ: "سرقوسہ" Head : Syrac. ۵۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی چو درہمیاں اور اٹیکائی معیار کی دو درہمیاں لوکری میں بنی ہوں گی۔ اُس کے مقدونوی تانبے کے مقدونوی سکوں کے ایک طرف مقدونوی ڈھال ہے اور اُس کے ایپائروسی سکوں پر زیوس کا سر کندہ ہے لیکن یہ موخر الذکر اتنے نفیس نہیں ہیں" (ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات ۲۷۳)۔ ہیڈ مفصلۂ ذیل سکوں کو پرھوس کی طرف منسوب کرتا ہے:۔ (۱) طلا:۔ ایک طرف پالاس کا سر ہے، دوسری طرف نیکے بڑھتی ہوئی نظر آتی ہے اور اُس کے ایک ہاتھ میں پتوں کا گھیرا اور دوسرے میں فتح کی یادگار ہے؛ یہ سکہ سرقوسہ میں بنا ہوگا۔ (۲) نقرہ:۔ ایک طرف دودونی زیوس کا سر، دوسری طرف نشستہ دیوسنے؛ یہ چو درہمی ہے (لوکری، دیکھو اوپر)۔ ایک طرف اکی لیس کا سر، دوسری طرف

(بقیہ بر صفحہ آیندہ)

باب ۹

باب نہم

مشرقی ممالک اور یونان ۲۸۰ قبل مسیح سے ۲۴۶ قبل مسیح تک۔

شام اور مصر کے مابین آویزش، پرہوس کی وفات

انتی گونوس گوناتاس، جنگ خریموندیز

ان واقعات کے بیان کرنے میں جو عہد اوّل کے دوسرے حصے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ تھے تس ہپوکمپ پر بیٹھی ہوئی، دو درہمی (لوکری، دیکھو اوپر) پرسی فونے کا سر، دوسری طرف پالاس نیزہ ہاتھ میں لیے ہوئے (۹۰ گرین وزن) اس لیے یہ سرقوسہ میں بنی ہوگی، دیکھو اوپر)۔ (۳) تانبا:- بہت سے نمونے ہیں جن میں سے نقاب پوش فتیہ کی شبیہہ والا بھی ہے۔ شائد ایک نقرئی درہم جس پر صرف لفظ "بازی لیوس" کندہ ہے اور کوئی نام نہیں ہے، پرہوس کا ہی سکہ ہوگا، دیکھو امہوف: "سکہ جات یونان" (Imhoof : Monnoies grecques) ۴۳۹، ہیڈ: "سرقوسہ" صفحہ ۵۶۔ نیز دیکھو یادداشت ہائے باب ۱۴۔
مقدونیہ میں، جہاں پرہوس نے کچھ دن حکومت کی (یعنی (۱) ۲۸۷/۲۸۶ قبل مسیح میں (۲) ۲۸۴ ق م میں مغربی مقدونیہ میں (۳) ۲۷۴/۲۷۲ ق م میں تمام مقدونیہ میں) نقرئی

(بقیہ برصفحہ آیندہ)

باب ۹

ہیں (یعنی سنہ ۲۸۰ ق م سے ۲۲۲ ق م تک) ہوئے، ہم سب سے پہلے اپنی نظر مشرق کی طرف، یعنی اُن مملکتوں کی طرف دوڑائیں گے جن کے ابتدائی حالات ہم نے پانچویں باب میں بیان کیے ہیں اور جن میں بحیرۂ ایڈریاٹک سے سرحد ہندوستان تک کے ممالک شامل ہیں۔ یہ زمانہ ان ملکوں کی سیاسیات میں رومنوں کی براہ راست مداخلت پر ختم ہو جاتا ہے۔ روما کی مداخلت سے ان ملکوں کی سیاسی حالتوں میں بہت سی تبدیلیاں ہوتی ہیں، لیکن اس مداخلت کی ابتدا تک، یعنی زمانۂ زیر بحث میں مقدونیہ، شام و مصر صف اوّل میں آجاتے ہیں اور خاص طور پر چھوٹی چھوٹی مملکتوں کے وجود کی وجہ سے ایک دوسرے کا توازن قائم ہو جاتا ہے۔ ہمیں اس عہد کے مختلف واقعات کا، بالخصوص اُن واقعات کا جو مشرق میں پیش آئے، علم ضرور ہے، لیکن وہ نامکمل ہے، اور اُن کی سنویت ایک حد تک غیر متیقن ہے۔ یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ جہاں تک حکمرانوں کے باہمی تنازعات کا تعلق ہے، تاریخ کو اس عدم یقین سے کوئی خاص نقصان نہیں پہنچتا۔ اس یا اُس حصۂ دنیا میں سیلوکوس یا انطاکوس یا بطلیموس کو فتح ہوئی یا شکست، یہ امر اُن معاصر کے لیے بھی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سکندری سکے ملے ہیں جو شاید پرعوس ہی نے مسکوک کرائے ہوں گے۔ میولر: "سکہ جات سکندر اعظم" Mueller: (Numism. d' Alex. le Gr.) ہیڈ: "سکہ جات متقدمین" (Head Coins of the Ancient) تصویر ۲۶، ۴۴، ۲-۱۹۲ میں پرعوس کے بعض نہایت نفیس سکوں کی نقلیں دی ہوئی ہیں۔

پرعوس کے سکے بہت وافر ہیں، اور اُس کے فطری خصائص کی طرح اتنے منتظم نہیں جیسے اگاتھوکلیس کے سکے۔

سسلی میں پرعوس کی مہم کے لیے دیکھو میلتزر: "تاریخ اہل قرطاجنہ" Meltzer Gesch. der Karthager جلد ۲، برلن، سنہ ۱۸۹۶ء صفحہ ۲۲۶/۲۴۵

باب

جو میدان کارزار کے قریب نہ تھے، ناقابل لحاظ تھا۔ لیکن اگر تین بڑی ملوکیتوں کی بجائے کوئی عظیم الشان سلطنت قائم ہو جاتی تو اُس کی اوّل درجے کی اہمیت میں کس کو کلام ہوتا۔ لیکن ایسی کوئی سلطنت قائم نہیں ہوئی۔ ساتھ ہی یہ بلاشبہہ بہت کچھ قابل افسوس ہے کہ تیسری صدی ق م میں یونانی مملکتوں کے متعلق ہمیں اس قدر کم معلومات حاصل ہیں۔[1]

[1] سنہ ۲۸۰ء ق م سے سنہ ۲۲۰ء ق م تک کی تاریخ کے اسناد۔ یہاں بھی واحد کتاب جس میں مختلف واقعات سلسلہ وار لکھے ہیں جسٹی نوس کی ہے جس پر میں باب ۱ کے حواشی میں تبصرہ کر چکا ہوں۔ اس کی کتاب ۲۴ میں بطلیموس کیرانوس اور غالوی حملے کا ذکر ہے جس میں لفاظی اور خطابت کا عنصر نمایاں ہے۔ باب ۴ کا ماخذ غالباً تمائیوس ہے؛ ڈروائسن ۲، ۲، ۲، ۴، ۳ وغیرہ کتاب ۲۲: غالوی ایشیا میں، انتی گونوس ویرھوس۔ کتاب ۲۶: ارسطوتیموس کے مظالم ایلس میں؛ انتی گونوس کے ہاتھوں غالوی اجیروں کا قتل عام، لیکن اس کے موقع کا ذکر نہیں کیا گیا؛ سرنہ۔ کتاب ۲۷ میں سنہ ۲۲۶ء ق م تک کا ذکر ہے، اور اس میں جن واقعات کا اعادہ کیا گیا ہے وہ صاف نہیں۔ کتاب ۲۸ سنہ ۲۲۰ء ق م تک جاتی ہے، اور اس میں (خوں ریزیوں کی وجہ سے) ایپائروس کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہے؛ اراتوس کا اس کی غیر دلچسپ شخصیت کی وجہ سے ذکر ہی نہیں۔ جسٹی نوس نے اس قسم کے لوگوں کے لیے اپنی کتابیں لکھیں جیسے آجکل گشتی کتب خانوں سے لے کر کتابیں پڑھتے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض کتابوں میں "تمہیدیں" ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس تصنیف کی ترتیب تروگوس میں بھی ٹھیک نہیں سمجھی گئی تھی؛ دیکھو فون ڈلاموو تز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس" ۲۲۶۔ جسٹی نوس اور "تمہیدوں" میں جو مواد ہے وہ اس قدر بے ترتیب ہے اور اُس کے فقرے اس قدر مشکوک ہیں کہ ہمیں ایک ایسی اشاعت کی بہت ضرورت ہے جس میں تاریخی تفسیر بھی ساتھ ساتھ ہو۔ اگر ایسی تفسیر ہو تو اُس کی وجہ سے ان تصانیف پر قیمتی عناصر بہ نسبت کسی مسلسل بیان کے زیادہ نمایاں ہو جائیں گے۔

دیکھو صفحہ آئندہ

باب ۹

اس دور کے پہلے حصے میں یعنی ۲۸۰ سنہ ق م سے ۲۴۶ سنہ ق م تک کے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ دیو دوروس کی تصانیف میں سے کتاب ۲۲ (۲۸۵ تا ۲۶۵ ق م) کتاب ۲۳ (۲۶۴ تا ۲۵۱ ق م) کتاب ۲۵ (۲۴۱ تا ۲۱۹ ق م) سنوی اعتبار سے اسی عہد سے متعلق ہیں، لیکن جو اجزا ہم تک پہنچے ہیں ان میں صرف مغربی ممالک کا حوالہ ہے، اور ان میں ارالوس، آگس اور کلیومینس کا ذکر بھی نہیں ہے۔ اس تالیف کی ترتیب کا مطالعہ کرنے کے لیے یہ واقعہ غیر اہم نہیں ہے؛ دیکھو جلد ۳، ص ۱۵/۱۶ نیز حواشی باب ۱۵۔ ۲۸۰ تا ۲۲۰ سنہ ق م کے زمانے کے واقعات سے دیو دوروس بالکل خالی ہے جس کی وجہ سے اس زمانے کے واقعات اس قدر پردۂ خفا میں ہیں کہ ان کا ثانی ملنا مشکل ہے۔ حقیقت ہے کہ بعض مرتبہ پڑھنے والے کو یہ معلوم ہونے لگتا ہے کہ میں چھٹی صدی ق م کا بیان پڑھ رہا ہوں۔

پلوٹارک صرف پرھوس، ارالوس، آگس اور کلیومینس کی سوانح عمریوں میں مسلسل بیانات پیش کرتا ہے۔ مقابلہ کرو شلتز: "ماخذ سوانح حیات ہائے آگس، کلیومینس و ارالوس" (Schultz : Quibus ex Fontibus fluxerint Agidis Cleomenis, Arati Vitae) برلن، ۱۸۸۶ء۔ لیکن پلوٹارک سنوی تسلسل کی مطلق پروا نہیں کرتا۔

پولی بیوس کا ذکر ہماری اس کتاب کے ابواب ۱۵ و ۲۶ میں کیا گیا ہے، اور حالات زیر بحث میں اس سے بہت ہی کم مدد ملتی ہے۔ ۲۸۰ سنہ ق م کے بعد کے زمانے کی بابت وہ صرف مغربی معاملات کے بیان پر اکتفا کرتا ہے۔

نوشت جات، بالخصوص نوشتہ جات پرگامم، سکہ جات۔ فلنڈرز پیٹری نے مصر میں جو پاپی روس جمع کئے تھے؛ بابل کے مسیحی نوشتے۔

ان مصنفوں میں سے جن کی تصانیف ناپید ہو گئی ہیں لیکن جو زمانۂ بعد کے مورخوں کے ہمعصر ماخذ تھے، اہم ترین ارالوس اور فلارخوس ہیں۔ ارالوس کے لیے دیکھو میولر F. H. G. ۳، ۲۱/۲۴ اور زنوسے میل ا، ۶۲۷/۶۳۰، جو قدیم تصانیف کے اقتباسات دیتا ہے اور حواشی سے بھی حالات کو صاف کرتا ہے؛ انہیں دیکھو

(دیکھو صفحۂ آئندہ)

باب ۱ | زمانے میں انتی گونوس گوناٹاس مقدونیہ میں (۲۸۰-۲۳۹ ق م) انطاکوس اوّل

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ۴۳ ۵، ۴۵، ۴۵ ب - پولی بیوس اور پلوٹارک ہی ایسے مصنف ہیں جنھوں نے اراتوس سے کام لیا - اُس نے ایسے مدبّروں کی طرح (جیسے گیزو Guizot) جو اپنے مقاصد میں ناکام ہو گئے ہوں اور جو اپنے افعال کو بہترین روشنی میں لانا چاہتے ہوں، ایک خودنوشتہ تذکرہ چھوڑا۔

فیلارخوس؛ میولر LXXVII وغیرہ؛ ۳۳۴/۳۵۸؛ زوسے میل ۱، ۶۳۰/۶۴۴ - غالباً فیلارخوس نئوکراتس کا باشندہ تھا - اس نے ۲۸ جلدوں میں خطابانہ انداز سے کلیومینس کی موافقت میں "واقعات" تالیف کیے؛ مقابلہ کرو پولیبیوس ۲، ۵۶ - فیلارخوس پلوٹارک اور تماگنیس کی، اور اس لیے تروگوس کی اوّلین سند ہے - چونکہ اُس نے بہت سے نادر واقعات بیان کیے ہیں شائد اسی سے ہو اُس کے بہت سے اجزار باقی رہ گئے ہیں۔

عیسائی موّرخوں کی تحریروں میں بھی بعض واقعات ملیں گے، مثلاً یوسے بیوس کے وقائع - اس نے شاہی مہماّت کا حال ایک حد تک پورفی ریوس سے لیا تھا، جس کے لیے دیکھو کرِسٹ ۶۳۵؛ میولر ۳، ۶۸۸/۷۲۷؛ شیورر: "تاریخ یہودیان" Schuerer : Gesch. des jued. Volkes ۱، ۱۲۸؛ یوسے بیوس کی شیونے Schoene والی اشاعت۔

فی الجملہ اُس زمانے کے متعلق اس قدر قلیل معلومات ہیں کہ ڈروائے سن (۳، ۲، ۲۲) لکھ اُٹھتا ہے کہ "اس کی تاریخ مرتب کرنا نہایت ہی دشوار گزار کام ہے" اُس کے زمانے سے جن اسناد کا انکشاف ہوا ہے، جن میں سے پرگامم کا نوشتہ ممتاز ہے، ان کی وجہ سے تحقیقات کے لیے جدید مواد ہمارے ہاتھ آیا ہے، لیکن اس کی وجہ سے یہ نہیں کہ علمار میں کسی قسم کی ہمرائی پیدا ہو گئی ہو۔

ان علمار کی تصانیف میں ڈروائے سن کی کتاب "تاریخ تابعین" Droysen : Gesch: der Epigonen، اشاعت دوم ۱۸۷۸ء اہم ترین ہے - اس میں ڈروائے سن نے بہت تھوڑی سی اینٹوں سے ایک بڑا ایوان تیار

دیکھو صفحہ آئندہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس سے خود اُسی کو اتنی بے اطمینانی ہوئی ہے جس کا ذکر ابھی اوپر کیا گیا ہے۔ اس ایوان کی تعمیر صرف اسی طرح ممکن تھی کہ اس میں طرح طرح کے قیاسات کا مسالہ لگایا جائے، اور ان قیاسات کو ڈروائے سن اکثر ظاہر کر دیتا ہے۔ ان واقعات کو بیان کرنے میں جو اُس کے دماغ سے منکشف ہوتے ہیں، ڈروائے سن بہت کچھ وقت لیتا ہے۔ مثلاً اُس نے جنگ خریمونیدیز کا جو بیان صفحہ ۲۲۵ سے صفحہ ۲۴۰ تک دیا ہے اُسکے واقعات ہماری اسناد میں مشکل سے دو سطروں سے زیادہ دئے ہوئے ہیں۔ ہمارے لیے یہ غور کرنا باعث اضافۂ معلومات ہے کہ اس موقع پر نیز اسی طرح کے دوسرے مواقع پر وہ اس تاریک موضوع پر مختلف سمتوں سے حملہ کر کے خود اپنے نظریے کو کس طرح صاف کر دیتا ہے۔ یہ کتاب نہایت قابل تعریف مضامین کا ایک ذخیرہ ہے جسے صرف ڈروائے سن ہی جیسا آدمی جمع کر کے قابل مطالعہ بنا سکتا تھا۔

شورن: "تاریخ یونان از قیام معاقدۂ ایتولیہ و اکائیہ تا مسماری کورنتھ" Schorn : Geschichte Griechenlands von der Enstehung des aetol. und ach. Bundes bis auf die Zerstorung von Corinth بون ۱۸۳۳ء۔ ہرٹسبرگ کی کتاب: "تاریخ یونان زیر سیادت روما" Hertzberg : Gesch. Griechenlands unter der Herrschaft der Roemer جلد ۱، ہالے ۱۸۶۶ء) میں ہمارے موضوع کا صرف خاکہ دیا ہوا ہے۔

مشرقی معاملات پر کلیس Cless نے پاؤلی کی "محیط" میں، بالخصوص "سلیوکیان" و "بطالسہ" کے تحت ذکر کیا ہے۔ ساتھ ہی ان کے لئے پرگامم کے نوشتوں کی تفسیر مولفۂ فرینکل، فون گٹشمٹ Von Gutschmidt کے مضامین جن میں سے چند کوف رہول F. Ruehl نے جمع کیا ہے، مضامین کیوپ Koepp بابلوں Babelon گیبلر Gaebler ("ایریتھرائے" برلن ۱۸۹۲ء) وغیرہ بھی دیکھنے چاہئیں۔ کلنٹن کی کتاب Fasti hellenici اور "یونان کی ملکی و ادبی سنویت از اولمپیاد ۱۲۴ تا وفات آگسٹس"

دیکھو صفحہ آئندہ

باب ۱۳ اور بطلیموس "فلادیلفوس" (۲۸۵ تا ۲۴۶ ق م) مصر میں حکمراں تھے، ہم بالفعل صرف سیاسی واقعات کے بیان تک اپنے آپ کو محدود رکھیں گے، اور اس عہد کی تاریخ تمدن کو باب ۱۴ کے لیے چھوڑ دیں گے جس میں اس کے ساتھ ساتھ (۲۲۲ ق م) سے تمدن کا بھی ذکر کیا گیا ہے۔

اوّل تو مشرق کو لیجئے، یہاں شامی حکمرانوں کی صورتیں مصری بادشاہوں کی کامیابی کی وجہ سے مسخ ہو گئی ہیں۔ بلاشبہہ انطاکوس "سوتر" ایک نہایت قابل شخص تھا، اور اُس نے ایک مشکل صورت حال سے اپنے آپ کو عزّت کے ساتھ نکال لیا تھا؛ رہا انطاکوس "تھیوس" تو اُس کی جتنی شہرت تھی ممکن ہے کہ وہ اس سے زیادہ قابل ہو۔ لیکن دُنیا ان دونوں کی وجہ سے اتنی متاثر نہیں ہوئی جتنی بطلیموس فلادیلفوس سے۔ جسمانی اعتبار سے یہ بادشاہ نہایت کمزور لیکن ذہنی لحاظ سے نہایت تندرست اور تیز تھا، اور یہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ The Civil and Literary Chronology of Greece from the 124th Ol. to the death of Augustus جس کے تتموں میں مختلف شاہی خاندانوں کا بھی ذکر ہے قابل دید ہیں۔ ہم نے ان خاندانوں کا جو ذکر کیا ہے اُن کا اثر ناظرین پر حسب دلخواہ نہیں پڑے گا اس لیے کہ ہم تمام بادشاہوں کے خطابات کا ترجمہ نہیں کر سکے ہیں اور انھیں اصلی یونانی شکل میں رہنے دینے پر مجبور ہوئے۔ ان خطابات سے ان بادشاہوں کی شکل نہایت مقدس معلوم ہوتی ہے۔ قدما نے تاریخ کے طعنہ آمیز پیرائے کو فوراً پہچان لیا، جب انھوں نے دیکھا کہ "باپ کا عاشق" کس طرح اپنی ماں کو قتل کرا دیتا ہے، یا جس شخص کو وہ "مہربان بیٹو" کا لقب دیتے ہیں اُس کے مظالم کی داستان کس طرح سننے میں آتی ہے۔ لفظ "ایپی فانیس" کا صحیح مطلب، جس کے معنی "درخشاں اور چشم دید معبود" کے ہیں ہماری زبان میں بیان ہونا ناممکن ہے۔ یونانیوں کے نزدیک بطلیموس پنجم کے افعال کا سنجیدہ اعادہ اور ساتھ ہی اُس کا لقب "معبود ذی مرتبت" اعلیٰ درجے کا طعنہ نہیں تھا تو کیا تھا۔

باب ۹ اُس کام کے لیے نہایت موزوں تھا جس کی اُس کے زمانے کے مصر کو بغایت ضرورت تھی۔ وہ میدانِ جنگ کی بہ نسبت میدانِ تدبیر میں زیادہ ہوشیار تھا، اور یہ صفت اُس زمانے کے مصری حکمرانوں کے لیے نہایت ہی مناسب تھی۔ وہ اپنے دوسرے ہمسروں کی طرح بالکلیہ مطلق العنان تھا، لیکن جب اُس نے دیمتریوس ساکن فالیرم کو اس جرم کی پاداش میں مصر بالائی کو جلاوطن کردیا کہ اُس نے اسکی تخت نشینی کی مخالفت کی تھی، تو اس سے اُس نے ایک طرح پر اُس نوادر خانے کو تقویت پہنچائی جسے دیمتریوس نے تیار کیا تھا۔ اُس کی چلت پھرت اور اُس کے حوصلوں میں، خواہ وہ نیک ہوں یا بد، اُس کی دوسری بیوی (جو اُس کی بہن بھی تھی، یعنی) ارسی نوئے نے اُسے ہمیشہ عملی مدد پہنچائی، اور وہ ہمیشہ اُس کی عزت کرتا رہا۔ اُس نے یہاں تک کیا کہ سکوں میں اپنی شبیہ کے ساتھ ارسی نوئے کی بھی شبیہ بنوائی اور اسی لیے یہ فلادیلفوس یا "خواہر پرست" مشہور ہوا۔ اُس کی دیکھا دیکھی مصر میں بھائی بہن کے باہمی نکاح کا رواج خاندانِ شاہی میں پڑ گیا اور باہر کی شاہزادیوں سے مناکحات سے جو خارجی خرابیاں پیدا ہوجاتی تھیں اُن سے انسداد ممکن ہوگیا، لیکن ساتھ ہی شاہی نسل میں اس کی وجہ سے جو اسقام پیدا ہوئے وہ نہایت ہی کریہہ تھے۔ اس رواج سے بطلیموس کے جانشینوں کی ذہنی تنگ نظری کا وافر ثبوت ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اُس نے ارسی نوئے سے اس لیے نکاح کیا تھا کہ لیزی ماخوس کے ذریعے سے تھریس وایشیائے کوچک میں اس عورت کے بہت سے دعاوی تھے، لیکن ہمارے نزدیک اس کا اصلی سبب خود اُس کے خصائل اور شخصی اسباب ہی ہوں گے۔ اس "خواہر پرست" کی دور اندیشی اس سفارت سے ظاہر ہوتی ہے جو اُس نے ۲۷۳ قم میں روما کو روانہ کی، اور جو مخالفہ ان دونوں کے درمیان ہوا وہ ان ملکوں کے مابین دیرینہ دوستانہ مراسم کا پیش خیمہ

باب ۶

تھا[۲۵]

۲۵ بطلیموس فلادلیفوس ("خواہر پرست") یا بطلیموس دوم۔ دیکھو کلیس حسب بالا؛ مہافی: "یونان کی زندگی" ۱۹۹ وغیرہ؛ "شہنشاہی" ص ۱۱۲/۱۹۲، خصوصاً ۱۶۲۔ ارسی نوئے کے لیے دیکھو پاؤلی وسووا (Pauly Wissowa) کا مضمون، جلد ۲، ۱۲۸۲/۱۲۸۹ وینیز مہافی: "شہنشاہی" ۱۵۷۔ ڈروائے سن کے خیال میں ارسی نوئے سے بطلیموس نے جو نکاح کیا وہ سیاسی مصالح پر مبنی تھا (۳، ۱، ۲۶۷ وغیرہ)، لیکن میرے نزدیک اس کی اصلی وجہ یہ تھی کہ دونوں کی شخصیتیں ایک سی تھیں اور دونوں کا مقصد اعلیٰ یہ تھا کہ ان کے اقتدار میں وسعت ہو، سازش کا موقع ملے اور عیش و عشرت سے زندگی بسر ہو۔ وہ ایک دوسرے کو خوب سمجھتے تھے، ایک دوسرے کی مدد کرنے میں دریغ نہیں کرتے تھے اور ایک دوسرے کے قصوروں سے درگزر کرتے تھے۔ وینڈے مان کے خیال کے مطابق دونوں میں ۲۷۳ ق م میں نکاح ہوا ہوگا۔ مصر میں بہن بھائی کی شادی کے لیے دیکھو ارمان: "مصر" Erman: Aegypten ۲۲۱۔

الفیوم میں جو فوجی چھاؤنی قائم کی گئی تھی وہ بطلیموس دوم ہی کے عہد میں قائم کی گئی ہوگی۔ اس کی بابت پٹری پاپیروس میں جس کی مہافی نے ادارت کی ہے معلومات ملیں گی (دیکھو اسی کتاب کا باب ۵، حاشیہ ۱۳، بالا)۔ جس شہر کے اطراف میں یہ سپاہی، جن میں سے اکثر سوار تھے، پڑے ہوئے تھے، اسے کروکوڈائلوپولس کہتے تھے اور اس کا نام بعد میں تبدیل ہو کر ارسی نوئے ہو گیا تھا۔ اغلب امر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ملکہ ارسی نوئے ہی نے وہ اراضی منتقل کی ہوگی جس پر یہ شہر (موجودہ مدینۃ الفیوم) واقع ہے۔ استرابو (۱۷، ۸۰۹) کہتا ہے کہ صرف اسی شہر میں زیتون کے درخت اور انگور کی بیلیں نظر آتی تھیں، یعنی یہی مصر کا وہ رقبہ تھا جس میں یونانی طرز پر زراعت ہوتی تھی۔ بطلیموس اول و دوم نے بطلیمائس میں یونانیوں اور مقدونیوں کو آباد کر لیا تھا؛ مہافی: "پٹری پاپیروس" ۱۸؛ دیکھو بالا، باب ۵، حاشیہ ۱۳۔ لیکن شہر بطلیمائس بالائی مصر میں بہت دور تھا

دیکھو صفحہ آیندہ

باب ۹ | یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بادشاہ اپنی تمام مہمات میں کامیاب

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اور السّیوط سے بھی اوپر تھا؛ الفیوم اسکندریہ کے قریب تھا، اور اعیانی سواروں کے لئے ایک عمدہ فرودگاہ بن سکتا تھا، چنانچہ اس مقام پر اُن کے تفریحی مساکن بنے ہوئے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان خانگی کاغذات سے ہماری تاریخی معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہوسکتا ہے۔ اس کے برعکس سرکاری کاغذات، شک وشبہہ سے بالاتر نہیں ہیں، مثلاً وہ لوح جو ناویل Naville کو اس شہر میں، جسے تیھوم" فرض کیا گیا تھا، دستیاب ہوئی (دیکھو ہفتہ وار" جریدۂ لسانیات" .Philol. Woch سنہ ۱۸۹ء) صفحہ ۱۹۶) اس لوح میں صرف اُن نہروں کے اور شہروں کے نام ہی نہیں لکھے ہوئے ہیں جو بطلیموس دوم نے بنائے تھے بلکہ اُس میں یہ بھی مندرج ہے کہ اُس نے ایران سے وہ سب معبود واپس لے لئے جو ایرانی مصر سے چرا لے گئے تھے۔ اب سوال یہ ہے کہ وہ کبھی سوس یا ایران میں تھا بھی؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم اُن بابلی ماخذ سے جن کا ہم نے اگلے حاشئے میں ذکر کیا ہے، اس کی تفہیم کرسکیں؟ نیز دیکھو باب ۱ حاشیۂ ا۔

فلادیلفوس نے عمونیوں کے صدر مقام "رباط عمون" کا نام بدل کر فلادیلفیہ رکھ دیا؛ استیفان ساکن بیزنطہ؛ ڈروائے سن ۳، ۲، ۴، ۳۰؛ پاؤلی ۵، ۶۲ ۱۴؛ بیڈیکر، ۸۱۔

بطلیموس "خواہر پرست" بیزنطہ کی طرفداری کرتا ہے اور بیزنطینی اُس کے نام پر ایک بت خانہ بناتے ہیں (جو پیرا کے ساحل پر فند قلی کے قریب واقع تھا؛ فرک Frick پاؤلی میں ۱، ۲، ۹، ۲۶ ...۔ ۴ کلٹوں کا بیان، Callim. Del ۱۷۰ وغیرہ۔ مقابلہ کرو کیوپ: "جنگ سوریہ" Koepp : De Syr. Kriege وغیرہ؛ Rhein. Mus. ۳۹، ۱۱۲۔

بطلیموس "خواہر پرست" کے زمانے میں نوکراتس کے "بان ہیلیون" میں اضافے؛ فلنڈرز پیٹری؛ "دس سال" صفحہ ۳۴ "خواہر پرست" معمار دل کے

باب ۱۔

ہوا ہو، چنانچہ اس کی ناکامی کی مثال سرینہ سے دی جا سکتی ہے جہاں کا صوبہ دار اُس کا سوتیلا بھائی ماگاس تھا بلا شبہہ اپنے خسر انطاکوس اوّل کے کہنے سے ماگاس مصر سے باغی ہو گیا، اور مار ماریکا کے صوبے کے سرحدی شہر پارٹی تونیوم پر قبضہ کر لیا۔ لیکن فلادیلفوس نے ترکیب چل کر مار ماریکا کے باشندوں کو، بلکہ شاید قرطاجنیوں کو بھی بھڑکایا اور آخر کار باغی اپنا مقبوضہ علاقہ چھوڑنے پر مجبور ہو گیا۔ تاہم سرینہ برابر اسی کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ کام میں ذاتی دلچسپی لیتا تھا۔ Jos. Ant. ۱۲، ۲، ۷۷، ۱۰۔

بطلیموس "خواہر پرست" کے مالیات کے لئے دیکھو "بطلیموس فلادیلفوس کے "مالی قوانین" اشاعت پ۔گ۔گرینفل P G, Grenfell: The Revenue Laws of Ptolemy Philadelphus جس کی تمہید مہافی نے لکھی تھی؛ اکسفرڈ، سنہ ۱۸۱۶ء مع متن و تصاویر کے۔

سکہ جات: "فہرست نوادر خانۂ برطانیہ" بطلیموس دوم ابتداء میں اپنے والد کی طرح روپیہ مسکوک کرتا ہے۔ اس کے بعد بطلیمائس، یافہ، غازہ، صور، سیدا کی چو درہمیاں آتی ہیں، دیکھو ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۷۱۴۔ انواع:- ایک طرف بطلیموس اول کا سر، دوسری طرف بجلی پر عقاب تانبے کے سکوں کے ایک طرف عموان کا سر بنا ہے۔ بطلیموس دوم کے زمانے میں نفیس نقرئی اور طلائی سکے ملتے ہیں اور مدت دراز تک جاری رہتے ہیں:- ۱۔ بطلیموس دوم اور ارسی نوئے دوم کے سر، اور دوسری طرف بطلیموس اوّل اور بیری نیس اوّل کے سر؛ ایک طرف الفاظ "ادیلفون" اور دوسری طرف "تھیون"۔ یہ امر قابل یاد ہے کہ "اد" سے مراد زندہ اور "تھے" سے مراد مردہ حکمران ہی سے ہو سکتی تھی، لیکن دونوں مل کر دونوں حکمرانوں کے لئے استعمال ہو سکتے تھے۔ ۲۔ ایک طرف ارسی نوئے دوم کا نقاب دار سر، دوسری طرف بجلی پر دو عقاب؛ "ارسی نوئس فلادیلفوئے"۔ فلادیلفوس نے روما کو جو سفارت روانہ کی اُس کا بیان Liv. Epit. ۱۴؛ Eutr. ۲، ۱۵ میں ہے۔

باب ۹ قبضے میں رہا اس لئے کہ اُس کی فوج کے چار ہزار کلٹی سپاہی اُس سے باغی ہوگئے جس کی وجہ سے فلا دیلفوس اس کے خلاف کچھ بھی نہ کر سکا۔ اُس نے آخر کار دریائے نیل کے ایک جزیرے میں اُس نے ان اجیروں کی ناکہ بندی کر لی اور انھیں بھوکا مار ڈالا۔ فلا دیلفوس نے اپنے بیٹے یوئرگی تیس کی نسبت ماگاس کی لڑکی بیرے نیس سے کر کے خیال کیا کہ اب تمام پیچیدگیوں کا خاتمہ ہو جائے گا، لیکن اس میں اُسے دھوکا ہوا۔ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اس موقع پر شام کی طرف سے مداخلت ہوئی، اور مقدونیہ نے بھی کچھ مدت کے بعد معاملات سرینہ میں مداخلت کر دی۔ ۲۵۸ ق م میں ماگاس کے انتقال پر اُس کی بیوہ اپامے نے مقدونیہ کو "خوبرو" دیمیتریوس سے جو گوناتاس کا سوتیلا بھائی تھا، کہلوایا کہ آکر اُس کی بیٹی بیرے نیس سے نکاح کر لے۔ اگر اپامے بطلیموس جیسے قبول صورت حکمراں سے سازش نہ کرتی تو سرینہ بطلیموس کے پنجے سے بالکل نکل جاتا۔ اس سازش کا نتیجہ یہ ہوا کہ مصری فریق نے دیمیتریوس کا خاتمہ کر دیا اور بیرے نیس یوئرگی تیس کے نکاح میں آگئی۔ آخر کار سرینہ پر مصر ہی کا پرچم لہرایا۔

بطلیموس فلا دیلفوس کے تعلقات شام ایشیائے کوچک اور مقدونیہ کے ساتھ، بالخصوص ان ملکوں کے ساتھ جو سلیوکیوں کے قابو یا نگرانی میں تھے، اور خود سلیوکیوں کے ساتھ جو ان کے دفتری تعلقات تھے ان کی کیفیت صریح طور پر معلوم نہیں، اور جہاں تک مقدونیہ کا تعلق ہے ہم تھوڑی بہت معلومات یونان کی تاریخ سے اخذ کرتے ہیں۔ انطاکوس اول کو ۲۸۰ ق م میں بتھی نیہ والوں نے شکست دی تھی لیکن اس کے بعد اسی بادشاہ نے ایک بڑی لڑائی میں غالویوں کو نیچا دکھایا تھا، گو ہمیں اس کا مطلق علم نہیں کہ اُس نے کب اور کس طرح اس کامرانی کے بعد "سوتر" یا "منجی" کا لقب اختیار کیا۔ اس کے بعد اُس نے مصر پر حملہ کیا تاکہ کیلوسوریہ اور فنیقیہ پر قابض ہو جائے،

باب لیکن مصری فوج اور بحری قزاقوں کی مدد سے بطلیموس نے اسے شکست دے دی۔ اس کے بعد مصر کے بادشاہ نے ایک لشکر شمالی ایشیائے کوچک کی طرف روانہ کیا، لیکن اُسے متھرادا تیس اور راریوبارزانیس اور گالاتیوں نے نیچا دکھایا۔ ہمیں اس کا علم نہیں کہ اس شکست کی وجہ سے انطاکوس اوّل کو کیا کیا فائدے حاصل ہوئے، لیکن ہمیں یہ ضرور معلوم ہے کہ اپنی حکومت کے آخری زمانے میں وہ اُن ہی ممالک میں ناکام ہوا تھا اور ریومنیس شاہ پرگامم نے اُسے ساردس کے قریب شکست دے دی تھی۔ الغرض جب اُس کا بیٹا انطاکوس "تھیوس" ("معبود"!) تخت پر بیٹھا تو اسے ایشیائے کوچک میں اپنی حیثیت تسلیم کرانے میں کافی مشکل پیش آئی ہوگی۔ انطاکوس اوّل نے شمالی بربریوں سے دریائے مارگوس ("مرغاب") کے نخلستان مارجیانا کی حفاظت کرنے کے لئے پندرہ سو استادیا (تقریباً ۱۰۰ میل) لمبی ایک فصیل بنوائی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اُسے اپنی سلطنت کی حفاظت پر خاص نظر تھی [۳]

---

[۳] شام کی تاریخ کے لئے مقابلہ کرو ولکن Wilcken کے اُن نفیس مضامین کا جو اُس نے انطاکوس اول و دوم پر پاؤلی وسووا جلد اول میں لکھے ہیں۔

انطاکوس اول "سوتر" کی جانبازیاں Trog. Prol. ۲۴۔ انتی گونوس گوناتاس اور انطاکوس کی آویزشیں؛ ڈرواسے سن ۳، ۱، ۱۹۰؛ Memn ۱۵، ۱۸۔ گالاتیوں پر غلبہ App. Syr. ۶۵؛ Leic. Zeux ۸، ۱۱۔ ڈرواسے سن ۳، ۱، ۱۸۶، ۲۵۸؛ مہافی: "یونانی زندگی"، ۲۰۹۔ جدید الیوم کا شکریہ انطاکوس کو "مجموعہ نوشتہ جات یونان" C. I. Gr. ۳۵۹۹ = ہکس ۱۶۵۔

بابلون Babelon یہ فرض کرلیتا ہے کہ انطاکوس اول کی موت کے بعد تک اُسے خطاب "سوتر" نہیں ملا؛ دیکھو فوکارٹ: "جریدۂ مراسلات یونان" Foucart : Bull. Corr. hellénique ۹ (۱۸۸۵ء) صفحہ ۳۸۷؛ اس کے اعزاز میں

باب ۹

ہمیں بطلیموس فلادیلفوس اور انطاکوس دوم "تیموس" کی جنگ کی بابت، جسے، دوسری جنگ شام کہتے ہیں، اتنی ہی کم معلومات حاصل ہیں جتنی اُسی بطلیموس اور انطاکوس اوّل والی جنگ شام کی بابت ہیں۔ ہیرونیموس کی تفسیر "دانیال" میں ایک مختصر بیان اول الذکر جنگ کا دیا ہوا ہے، اور بعض مورخوں نے اس میں دوسرے بیانات شامل

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ایک میلا بھی لگا کرتا تھا۔ اغلباً اتالوس اول کو بھی "سوتر" کہتے تھے؛ فرنیکل $\frac{۴۳}{۴۵}$ ۔

نام نہاد پہلی شامی مصری جنگ کا ذکر صرف پوسانیاس ۱، ۷ میں نظر آتا ہے۔ پول (Poole) نے "فہرست نوادر خانۂ برطانیہ" "بطلیموس XXIX) اُس کا تعلق بطلیموس اور ماگاس کی جنگ کے ساتھ ہوگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس دوم اس جنگ کے بعد فنیقیہ کا مالک بن گیا، چنانچہ ۲۶۸ ق م کے بعد اسی ملک میں اُس کی ٹکسالیں تھیں۔ میں کیوپ (Koepp) سے متفق ہوں کہ تیسری صدی ق م کے ابتدا سے ہی فنیقیہ پر مصر کا قبضہ تھا۔

بابل کے پجاریوں نے جو علم ہیئت کے مسائل حل کئے تھے ان کی اور دوسرے امور کی میخی تحریریں اس وقت تک موجود ہیں جو انھوں نے ۲۷۴ ق م میں قلمبند کیں (ایپنگ وشٹراس مائر: "مجریدۂ اشوریات (Epping und Strassmaier. Zeitschrift f. Assyriologie) صفحہ ۲۲۰ وغیرہ۔ ان تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ دریائے فرات کی دوسری جانب بھی ایک مصری رسالہ تھا؛ نیز انمیں بادشاہوں اور دوسرے لوگوں کی سیاحت کے حالات بیان کئے گئے ہیں۔

یومنیس کے ہاتھوں انطاکوس کی شکست سترابو ۱۱، ۵۱۲۔ اس فصیل سے جو ۱۵۰۰ استادیس یا تقریباً ۱۹۰ میل طویل تھی، دیوار چین کی یاد تازہ ہوتی ہے، اور ممکن ہے کہ اسی سے وہ قصہ نکلا ہو جسکے بموجب سکندر اعظم نے ریگستان کے کنارے کنارے ایک فصیل تعمیر کی تھی۔ اس کتاب کے لکھنے کے وقت اس ضلع میں روسیوں نے آبپاشی کے طریقوں کا احیاء کر کے اُسے کاشتکاری کیلئے گویا ایک نمونہ بنا دیا ہے۔ ہندوستان سے تعلقات، بگنشمٹ: "ایران" ۲۸۔

باب ۲

کر کے ایک مسلسل کیفیت پیدا کرنے کی کوشش کی ہے (دیکھو حاشیۂ ۲)۔
علاوہ ازیں ہمیں انطاکوس "تھیوس" کے متعلق صرف اس کا علم ہے کہ وہ عیش پرست اور سخت شراب خوار تھا، اور اس نے معاملات سلطنت کو نالائق منظوران نظر کے قبضے میں چھوڑ دیا تھا۔ نیز ہمیں اس کی تھریسی مہم کا حال بھی معلوم ہے۔ الوہی لقب اس لئے ملا کہ اس نے ملطیوں کو ان کے خود سر تمارخوس کی چنگل سے چھڑایا تھا، اور وہ ایونیہ کے شہروں میں عام طور سے ہردلعزیز تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان بلدیات کو فرمانروائے شام سے مدد لینے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ انھیں اپنے ہمسایوں اور مصریوں سے آزاد ہونے کی خواہش تھی۔ شام اور ایشیائے کوچک میں جو لڑائیاں اس وقت ہوئیں ان کے نتیجے کا استدلال مصر کے خارجی تعلقات کے دو بیانات سے کیا جا سکتا ہے، یعنی تھیوکری توس کے سترھویں گیت سے، جو اس نے فلادیلفوس کی مدح میں لکھا تھا، اور اس قصیدے سے جو بطلیموس یوئرگی تیس کے اعزاز میں مرتب کیا گیا تھا۔ تھیوکری تیس کہتا ہے کہ فلادیلفوس کے قبضے میں فنیقیہ، عرب، شام، لبیہ، ایتھیوپیہ، اقوام پمفیلیہ، کلیکیہ، لیکیہ، کاریہ اور جزائر مدقور تھے؛ درآنحالیکہ قصیدۂ یوئرگی تیس میں مذکور ہے کہ جب وہ تخت نشین ہوا ہے تو اس کے قبضے میں مصر، لبیہ، شام، فنیقیہ، قبرص، لیکیہ، کاریہ اور جزائر مدقور تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تھیوکری توس قبرص کو، اور قصیدۂ یوئرگی تیس کلیکیہ اور پمفیلیہ کو چھوڑ دیتا ہے۔ یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ اول الذکر میں قبرص کیوں چھوڑ دیا گیا ہے، اس لئے کہ اگرچہ جزیرہ فلادیلفوس کے قبضے سے کچھ مدت کے لئے نکل بھی گیا تھا تو بھی اس کا حوالہ دینے میں مضائقہ نہ تھا، لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ تھیوکری توس کے نزدیک کلیکیہ اور پمفیلیہ فلادیلفوس کے قبضے میں تھے لیکن قصیدے والے نوشتے میں اس کا ذکر نہیں، تو اس سے یا تو یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ یہ آخرکار فلادیلفوس کے قبضے سے نکل گئے ہوں گے ورنہ تھیوکری توس نے

باب ۹ شاعرانہ مبالغے کو کام میں لاکر کلیکیہ اور پمفیلیہ کے چند محافظ رسالوں کی وجہ سے جو صرف وہاں کے ساحلی علاقے میں پڑے ہوئے تھے، فلاڈیلفوس کو ان ممالک کا مالک قرار دیا۔ اگر ہم تھیوکری توس کی نظم کی صحیح تاریخ سے واقف ہوتے تو اس سے فلاڈیلفوس کی تاریخ پر زیادہ روشنی پڑتی؛ لیکن موجودہ معاملات کے تحت ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ مدحیہ قصائد اُس کے ابتدائی زمانے کے متعلق ہوں گے۔ الغرض یہ فرض کر کے کہ تھیوکری توس نے صرف تھوڑی ہی سی مبالغہ آمیزی کی ہوگی اس سے مشکل سے اختلاف کیا جا سکتا ہے کہ اُس زمانے میں فلاڈیلفوس کی قوت ایشیا میں روبانحطاط تھی، جس کا اصلی سبب یہ تھا کہ ایشیا ہی میں نہیں بلکہ یورپ میں بھی سیاسی بساط میں تبدیلی ہو رہی تھی، اور یہ بھی ممکن ہے کہ صرف یورپی سیاسیات کا اثر ایشیا کے معاملات پر پڑا ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ غالویوں کا حملہ خاص طور پر شام کے لئے نقصان رساں اور مصر کے لئے سودمند تھا۔ بلاشبہ انطاکوس اول نے ایشیائے کوچک پر قبضہ رکھنے کی پوری کوشش کی لیکن اُس کے عہدِ حکومت کے اوائل میں اُسے بتھی نیوں نے اور اواخر میں پرگامم نے شکست دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلی بار تو دریائے رھیین داکوس اور دوسری مرتبہ دریائے کئے کوس کی وادی میں ہو کر نکل جانا چاہتا تھا، لیکن اُسے دونوں مرتبہ زک پہنچی۔ اس میں شک نہیں کہ اُس نے غالویوں کو شکست ضرور دی، لیکن اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور وہ پہلے ہی طرح سے آزاد رہے۔ ادھر اُس کا بیٹا ایک لشکر کو ہمراہ لے کر تھریس پہنچ گیا لیکن ہمیں اُس کی اُس مُلک میں کسی مستقل فتوح کا علم نہیں۔ ان واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر کو مغربی ایشیا میں اچھی حیثیت حاصل تھی، اور اگر اس کے باوجود اُسے اس مُلک میں پسپا ہونا پڑا تو اس کا سبب (علاوہ ایسے مقامی حالات کا جن کا ہمیں علم نہیں) مصر و مقدونیہ کے

باب ۵

باہمی تعلقات ہوں گے ۔ ہمارے کانوں میں ان واقعات کی بابت کچھ کچھ پڑتا ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں مصر کا اثر مقدونیہ سے کہیں زائد تھا ۔ ان اسباب کی بنا پر ہم سب سے پہلے یورپ کا ذکر کریں گے، اور اس کے بعد شام و مصر کو لیں گے[۴۵]

[۴۵] انطاکوس دوم "تھیوس" انطاکوس اول کا دوسرا بیٹا تھا ۔ اُس کا ایک بیٹا سلیوکوس، اس سے بڑا تھا لیکن اُس پر باپ کے خلاف بغاوت کا الزام لگا کر سزائے موت دے دی گئی ؛ پاؤلی وِسووا ۱، ۲۴۵۲ (مضمون وِلکن Wilcken) دوسری جنگ شام و مصر ۔ دانیال کی ہیئے رونی موس نے جو تفسیر لکھی ہے اُس میں بیان ہے کہ یہ لڑائی انطاکوس دوم نے بطلیموس دوم سے لڑی تھی (۱۱، ۶) ۔ تھریگے (Thrige) اور دوسروں کو اس کے محل وقوع میں شک ہے ہم ڈروائے سن سے متفق ہیں (۳، ۱، $\frac{۳۱۸}{۳۲۳}$) کہ ایسی جنگ ضرور ہوئی، اس لئے کہ ہم صرف اسی طرح سے مصری مقبوضات کے اس فرق کو سمجھ سکتے ہیں جو تھیوکریتوس ۱۷، ۸۶ کے نزدیک بطلیموس دوم کے اور بطلیموس سوم کی تخت نشینی کے وقت کے درمیان نظر آتا ہے ("مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۷، ۱۲۵ = ہکس ۳، ۱۷؛ مہافی "سلطنت" ۱۷۹ ۔ یہ نوشتہ اس "توصیف ممالک عیسوی" میں محفوظ ہے جو کوزموس انڈیکوپلیوستوس نے جو ۵۴۵ء میں مرتب کی تھی (Cosmos Indicopleustos: Topographia Christiana) ۔

ایک بابلی تختی میں اس ہبہ کا ذکر ہے جو انطاکوس دوم نے لاؤدیس اور اُس کے بیٹوں کے نام کیا تھا اور جو انھوں نے بابلی بت خانوں کو کردیا ؛ دیکھو "جریدۂ اشوریات" ۷، ۲۳۲ Zeit sch. f. Assyriologie ہم دیکھتے ہیں کہ ارادوس کا سال $\frac{۲۵۹}{۲۵۸}$ ق م میں شروع ہوتا ہے جس سے یہ استنتاج کیا جاسکتا ہے کہ شمالی فنیقیہ میں انطاکوس کا اقتدار بطلیموس کے اقتدار سے زیادہ تھا ۔ دیکھو بابلون LVII ؛ نیز اس کتاب کا باب ۱۹، حاشیہ ۲ ۔ فیلارخوس : Ath. ۱۰، ۴۳۸ اور پی تھرموس Ath. ۷، ۲۸۹ سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔ انطاکوس "دو تھیوس" کے خصائص کا تاریک پہلو معلوم ہوتا ہے ۔ ڈروائےسن ۳، ۱/۲، ۳۱۱ نے اس پر کچھ ملمع کیا ہے، بلکہ وہ اُس کے درباریوں ارسطوس و تھےمیسون کے رویئے کے عملی اسباب دریافت کرنے کی بھی کوشش کرتا ہے ۔ ہمارے نزدیک .Memn ۲۳ (جنگ بیزنطہ) سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ انطاکوس دوم نے تھریس میں کوئی کارنمایاں انجام دئے ۔ اگر پولیائےنوس (۴، ۱۶) کی رائے درست ہے اور اُس نے دریائے ہیروس کے شہر کیپ سے لا پر قبضہ کیا تھا، تو محض اس واقعے سے یہ استدلال لازمی نہیں ہے کہ نہ صرف لیزی ماخیہ بلکہ اےنوس اور مورونیہ نے بھی اس کے ساتھ اتحاد عمل کر لیا ہوگا، نہ اس سے ڈروائےسن کا یہ استناج لازم آتا ہے کہ "تھریس کے جنوب میں بیزنطہ سے مقدونیہ تک کا تمام ملک آخر کار شام والوں کے قبضے میں آگیا تھا"، اور ہماری دانست میں یہ استناج بجائے باوثوق ہونے کے انسان کو سخت حیرت میں ڈال دیتا ہے ۔ لیوی ۳۳، ۴۰ میں بیان ہوا ہے کہ انطاکوس سوم نے تھریس کا جو دعویٰ کیا ہے اُس کی بنا اُس نے یہ قرار نہیں دی کہ اُس پر انطاکوس دوم کا قبضہ تھا بلکہ اس کا دارومدار اس واقعے پر ہے کہ سلیوکوس نے لیزی ماخوس کو شکست دی تھی ۔ اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انطاکوس دوم کا تھریس پر کبھی قبضہ نہیں ہوا ۔

تمارخوس خود سر ملطہ کو انطاکوس دوم شکست دیتا ہے اور اس کے بعد اُس کے خطابات میں "تھیوس" کا اضافہ ہو جاتا ہے؛ App. Syr. ۶۵ تروگوس (تمہید، ۲۶) کے مطابق بطلیموس والی مصر کا بیٹا، جو آخر کار افیسوس میں کام آیا، وہ تمارخوس کا حلیف تھا؛ Ath. ۱۳، ۵۹۳ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ بابلون نے جو استدلال کیا ہے وہ غلط ہے (CCXXIX حاشیۂ ۲) ۔ انطاکوس دوم ایونیہ کے بلدیات میں ہر دلعزیز تھا، "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۳۱۲، ۷ = ہکس ۱۷۶ = ڈٹن برگر ۱۷۱، اُس نے ساموس اور پر ینے کے مابین تحکیم کی، "مجموعۂ نوشتہ جات یونان"

باب ۶ صرف یہی نہیں کہ چند حوصلہ مند بادشاہ ایک دوسرے کے علاقے پر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ۵۔ ۲۹؛ نیز دیکھو Jos. Ant. ۱۲، ۳؛ ڈرواے سن ۴، ۳۳۰۔

سکّہ جات :۔ انطاکوس اوّل، بابلون $\frac{\text{XXXIX}}{\text{LV}}$ انطاکوس اول نے سلطنت کے مشرقی حصے پر بطور بادشاہ کے ۲۹۳ ق م سے ۲۸۱ ق م تک بارہ سال حکومت کی۔ وہ سغدیائی سپتامنیس کی بیٹی اپامے کا بیٹا تھا، چنانچہ مشرق میں اُس کا گویا دوسرا گھر تھا۔ اس زمانے میں اُس نے جو سکّے ڈھلوائے وہ اسی نوع کے ہیں جیسے سلیوکوس کے سکّے۔

انطاکوس کے بعد کے سکّوں کے ایک طرف تو فرمانروا کی حلقہ دار آنکھوں والی شبیہہ ہے اور دوسری جانب اومفالوس پر اپولو نظر آتا ہے جس کے ہاتھ میں ایک تیر ہے، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ انطاکیہ والے اپولو کی شبیہہ ہے۔ تیر کو اس واقعے کی تلمیح ہے کہ اپولو نے اپنے تیروں کو اورونتیس کی طرف پھینک دیا جس کے بعد دافنے نے پتّوں کے گھیرے کی شکل اختیار کر لی۔ علاوہ ازیں انطاکوس اول کا یہ سکّہ نکوکلیس والیٔ پافوس کی نقل ہے۔ لیبان (۱، ۳۰۷ حاشیہ) کا بیان ہے کہ انطاکوس نے قبرص کے بت خانوں کو تاراج کر دیا، چنانچہ یہ ممکن ہے کہ انطاکیہ میں اپولو کا جو بت تھا وہ اسی جزیرے سے وہاں منتقل کیا گیا ہو۔ (بابلون)۔

اغلباً انطاکوس نے یورپ میں بھی سکّے بنوائے ہوں گے، اس لیے کہ ہمارے علم میں تین قسم کے ایسے تانبے کے سکّے دستیاب ہوئے ہیں جن پر اُسکا نام ہے اور جو یورپی ساخت کے ہیں؛ اوّل تو وہ سکّے جن پر مقدونی ڈھال ایک طرف اور ہاتھی دوسری طرف بنے ہیں؛ دوسرے وہ جن کے ایک طرف زیوس اور دوسری جانب کڑکتی بجلی؛ تیسرے وہ جن کے ایک طرف اپولو اور دوسری جانب پائی کی تصویر ہے۔ دوسری اور تیسری نوع کے سکّوں پر کالی دونی سوٗر سا جبڑا بھی بنا ہے جو ایتولیہ کی مخصوص علامت ہے۔ یہ ایک دلچسپ واقعہ ہے

قبضہ کرنے کے لئے باہم دست و گریباں ہو رہے ہوں بلکہ یہاں آزاد

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کہ آئندہ چل کر انطاکوس سوم نے ایتولیہ سے جو تعلقات پیدا کئے اُس کی پیش بندی اس سے بہت پہلے ہی کر دی گئی ہے۔ اس میں شبہہ نہیں ہے کہ بابلون نے (XLVIII) یورپ میں انطاکوس کی طرف جو قسمت آزمائیاں منسوب کی ہیں ان میں سے بعض کا کوئی ثبوت نہیں، لیکن اس میں بھی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ انطاکوس کے سپاہیوں کا ایک دستہ خود تھرموپلی پر لڑا تھا، چنانچہ اس طرح ایتولیوں کے اس بادشاہ سے تعلقات سمجھ میں آسکتے ہیں۔

انطاکوس دوم؛ بابلون LV/LXIV بعض مرتبہ انطاکوس کی شبیہوں میں اس کی کنپٹی پر پر نظر آتے ہیں جس سے کسی معبود کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ سکّوں کے انواع ایک حد تک وہی ہیں جو انطاکوس اول کے زمانے میں تھے، سوائے اس کے کہ نشستہ اپولو کے ہاتھ میں تیر کی بجائے کمان نظر آتی ہے۔ ارساکیس نے اس نوع کی نقل پارتھیا میں کی۔ انطاکوس دوم کے زمانے کی انواع جدیدہ: کیمپے والا سکہ جس پر ہرقل ایک چٹائی پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ہرقل سے مقدونیہ کی یاد تازہ ہوتی ہے۔ انطاکوس دوم کا ایک منظور نظر تھیمی سون تھا اور وہ ہرقل کا روپ بھرے نظر آتا ہے۔

دیودوتوس والئ بختاریہ نے بھی، جس نے زیوس اسے گیوخوس کے نوع کے سکّے مسکوک کئے (جن کی خود انطاکوس دوم نے نقل کی) انطاکوس نکانور کے نام پر سکّے ڈھالے۔ بابلون XLIII کہتا ہے کہ یہ نکاتور انطاکوس اول ہی ہے۔

یہ امر واقعہ ہے کہ انطاکوس دوم کا دارالضّرب اسکندریہ تروواس تھا، لیکن بابلون کا خیال کہ اُس نے بیرونی ایشیا کے دوسرے مقامات پر بھی سکّے ڈھالے، مشتبہہ معلوم ہوتا ہے؛ اس لئے کہ بعض سکّوں پر کیزیکوس اور لامپساکوس

بلدیات کے باہمی جھگڑوں کا بھی پتا چلتا ہے۔ ہم نہایت مسرت سے حب آزادی کے احیاء کو دیکھتے ہیں جو یونان کے مختلف حصوں میں اپنا سر اٹھاتی ہے، لیکن جس کا گلا یونانیوں کے نفاق وشقاق اور شاہ مقدونیہ کے اقتدار کی وجہ سے گھونٹ دیا جاتا ہے۔ لیکن اس بادشاہ کو ابتداء میں ایک بڑے خطرے سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

انتی گونوس گوناتاس کی قابلیت مسلمہ تھی۔ اس کا نشوونما کسی متموّل گھرانے میں نہیں ہوا تھا، نہ اس نے کسی دربار ہی میں پرورش پائی تھی۔ وہ ۳۱۸ق م میں پیدا ہوا تھا، اور اپنی کم عمری ہی میں اس نے غالباً اپنے باپ کے ساتھ سیر و سیاحت کر کے دنیا دیکھی تھی، لیکن اس کی عالی منش ماں فیلا نے کسی نہ کسی طرح سے اپنے شوہر کی بداخلاقیوں کے متعدی مرض سے اسے پاک رکھا تھا۔ جنگ ایسوس کے بعد جب یہ "شہروں کا تسخیر کرنے والا" اپنے قلۂ اقتدار سے گرا تو انتی گونوس کی عمر بیس برس کی بھی نہیں تھی اور یہ یقینی بات ہے کہ اس کے سنجیدہ دماغ پر اس واقعۂ ہائلہ کا یہ اثر پڑا ہوگا کہ کامیابی کی ایک اہم شرط عقل و فراست بھی ہے۔ اس نے اپنی زندگی کے آئندہ بیس سال یونان میں گزارے اور ان بیس سال میں سے دس برس تک اس نے اپنے عہد کے متمدن اشخاص کی صحبت حاصل کی اور دس برس وہ بطور بادشاہ کے تخت شاہی پر جلوہ افروز رہا۔ اسے فلسفے کا ذوق تھا

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ کے علامات میں جو ایک دوسرے سے بہت بعید ہیں اور یہ ناممکن ہے کہ ان دونوں مقامات پر ایک ہی سکّہ ڈھالا جاتا ہو (بابلون LVI بحیثیت "تھیوس" کے بعض مرتبہ انطاکوس کے سر پر ایک ہالہ دکھائی دیتا ہے) بابلون LVI (ایک سکّے کا حوالہ دیتا ہے جس پر حروف "م ی ل" کندہ ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انطاکوس دوم نے ملطہ کی خاص خدمت کی تھی۔

باب ۹

اور وہ ردا قین کی صحبت کو پسند کرتا تھا جب وہ بادشاہ بنا تو اُسے یہ خیال پیدا ہوا کہ کسی طرح سے اپنے ہم قوموں کی بہتری کی کوشش کرے۔ اُس نے بدنام خود سر اپولو دوروس کے بعد کاساندریہ پر قبضہ کرکے اپنی سلطنت کے حدود کو وسیع کیا، اور پرھوس کے حملے تک اُس کی قوت کے استحکام میں مطلق فرق نہیں آیا۔ پرھوس کو یہ شکایت تھی کہ انتی گونوس نے اٹلی کو کسی قسم کی مدد نہیں بھیجی تھی، اور اس بہانے سے وہ خود تخت مقدونیہ کا مدعی بن گیا۔ اُس کا خیال ہوا کہ جب وہ ایک مرتبہ انتی گونوس کے باپ سے مقدونیہ لے چکا ہے تو وہ اُس کے بیٹے کو بھی نیچا دکھائے گا۔ بہرحال فریقین میں جنگ شروع ہوگئی جس میں انتی گونوس کی مقدونوی فوج نے پرھوس کی کوئی خاص مدافعت نہیں کی۔ مقدونیوں پر بہ نسبت اُن کے بادشاہ کے پرھوس کی شہرت کا کہیں زیادہ اثر تھا، چنانچہ ایک موقع پر ذرا سے اشارے پر مقدونوی سپاہی پرھوس کی طرف چلے گئے۔ انتی گونوس کے سب سے وفادار خادم اُس کے اجیر سپاہی تھے، اور جنگ میں ان کا بالکل خاتمہ ہوگیا۔ الغرض پرھوس پھر ایک مرتبہ مقدونیہ کا حکمراں بن گیا۔ لیکن اُسے خاموشی کے ساتھ حکومت کرنے کی اتنی ہی کم خواہش تھی جتنی پولیور کی تیس کو، اور نہ صرف یہ کہ وہ کاروبار سلطنت میں مطلق کسی قسم کی دلچسپی نہیں لیتا تھا، بلکہ اُس نے اپنے غالوی اجیروں کی زیادتیوں کے ساتھ روا داری برت کر اور اسے کئے یعنی ایدلیسہ کی اور اُس میں مقدونوی بادشاہوں کے جو مقبرے تھے اُنکی تاراجی کی اجازت دے کر لوگوں کو برافروختہ کردیا۔ آخرکار اُس نے بے صبری میں آکر اُس ملک میں جسے وہ پورے طور پر زیر نہیں کرسکا تھا، انتی گونوس کی مخالفت کے لئے اپنے بیٹے بطلیموس کو چھوڑ کر خود یونان کا راستہ اختیار کیا تاکہ اس حصۂ دنیا میں اپنی شہرت میں چار چاند لگائے۔[۵]

---

۵ انتی گونوس گوناتاس کے ذاتی خصائص؛ ڈروا ئے سن ۳، ۱ ، ۲۴۴، ۳ ، ۲ ، ۶۵

باب ۱

اس مہم کو کلیونی موس ولد کلیومنیس دوم شاہ اسپارٹا کی وجہ سے مزید تقویت حاصل ہوگئی۔ یہ شخص جبلی طور پر بے چین اور جانبازیوں کا خواہاں رہتا تھا۔ ۳۰۹ ق م میں، جب اُس کے باپ کا انتقال ہوا ہے تو اُسے تخت پر بیٹھنے کی امید تھی، لیکن اسپارٹیوں نے آریوس کو ترجیح دی جو اُس کے بڑے بھائی اکروستاتوس کا بیٹا تھا۔ اس واقعے کے بعد وہ اجیر سپاہیوں کی ٹولیاں لے کر ادھر اُدھر پھرنے لگا۔ اُسنے تارنتوم کی خدمت کی، پھر کورکائرا میں لڑا جہاں اُسے دیمتریوس نے نکال باہر کیا، اور اس کے بعد وہ بیوتیہ پہنچا۔ اپنی سیاحت کے دوران میں اُس نے کبھی اپنی جرأت، بے چینی اور بے پروائی کی خصلت کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ آخر کار وہ ایک مرتبہ پھر اسپارٹا گیا جو اس وقت جانبازانہ طرزِ عمل اختیار کئے ہوئے تھا اور کاساندریہ کے خود سر اپولودوروس کی مدد کے لئے تیار تھا۔ ممکن ہے کہ یہ امید بندھ گئی ہو کہ وہ اپنے وطن مالوف میں نام پیدا کرے گا اور آخر کار آریوس کی جگہ تخت نشین ہو جائے گا۔ لیکن آریوس اپنی جگہ جما رہا، اور جب کلیونی موس اسپارٹا کی طرف ہو کر مقدونیوں کے خلاف (جن سے اُس نے تروازین لیا تھا) جنگ آزما ہوا تو یہ ملک چھوڑ کر پرھوس سے جا ملا اس لئے کہ اُسے اس کا یقین تھا کہ پرھوس ہر طرح کی مہم کے لئے تیار ہے، اور اُس سے اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ دونوں مل کر اسپارٹا پر تاخت کریں اور اُسے مسخر کریں۔ پرھوس فوراً ایک جلیل القدر لشکر لے کر جس میں پچیس ہزار پیدل، دو ہزار سوار اور پچیس ہاتھی تھے، ۲۷۲ ق م میں پیلوپونیز کو چل دیا۔ یہ مہم اس سے پہلے اٹلی اور سسلی والی مہم کی طرح سیاسی اعتبار سے بے نتیجہ ثابت نہیں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کارسیتوس ۲۱۱ وغیرہ" دیکھو تحت، حاشیۂ ۹۔

ہوئی۔ پہلی مہم کا مقصد یہ تھا کہ رومنوں کے حلیفوں یعنی اہل قرطاجنہ کو شکست دی جائے۔ پیلوپونیز میں اس وقت بھی ایسے لوگ موجود تھے جو انتی گونوس کے ہمنوا تھے اور جو اُس کے قبضۂ مقدونیہ سے بہت پہلے سے آباد تھے۔ اُس کا کورنتھ پر اب بھی قبضہ تھا، اور جوں ہی کلیومنی موس ہٹا، فوراً اسپارٹا نے بھی اس سے مخالفہ کر لیا۔ اب اگر پرھوس نے کلیومنی موس کے ذریعے سے پیلوپونیز پر اپنا اثر قائم کر لیا تو پھر اس کی حکومت مقدونیہ پر بھی بلا شبہہ مستحکم ہو جائیگی۔ اس کے لئے بہترین حکمت عملی یہ ہوتی کہ وہ مقدونیہ سے ہٹتا ہی نہیں اس لئے کہ جوں ہی اُس نے پیٹھ موڑی ہے کہ انتی گونوس نے مقدونیہ پر قبضہ کر لیا۔ لیکن پرھوس کے لئے ایسی پیش بندی ممکن ہی نہ تھی۔ بہرنہج پہلے تو یہ مہم بہت کامیاب ثابت ہوئی۔ آریوس اُس وقت کریٹ میں گورتی نہ والوں کی ایک جنگ میں اُن کو مدد دے رہا تھا۔ پرھوس نے اسپارٹا کی فصیل کے سامنے ہی اسپارٹا والوں کو شکست دی، اور اگر وہ کلیومنی موس کی صلاح پر کاربند ہوتا اور اسی روز شہر پر دھاوا بول دیتا تو وہ یقیناً اس پر قابض ہو جاتا۔ لیکن اس کی بجائے اُس نے حملے کو اگلے دن کے لئے ملتوی کر دیا اور اگلے دن یہ حملہ بعد از وقت ثابت ہوا۔ اسپارٹیوں میں ان کا پرانا جوش پیدا ہو گیا اور مدافعت میں عورتوں تک نے حصہ لیا۔ آخرکار پرھوس کو پسپا ہونا پڑا۔ اُس نے خیال کیا کہ کچھ وقت گزرنے پر وہ پھر حملہ آور ہو گا لیکن رفتہ رفتہ اسپارٹیوں کو مدد مل گئی۔ آریوس واپس آ گیا۔ اُدھر انتی گونوس نے بحری قزاقوں کے سردار امی نیاس کو، جو بری جنگ میں بھی حصہ لے سکتا تھا، روانہ کیا اور آخرکار خود پیلوپونیز آ کر کورنتھ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ آرگوس، پرھوس اور انتی گونوس کے درمیان گویا ڈانواں ڈول تھا، لیکن اکثر آرگوسی انتی گونوس سے زیادہ خوف زدہ تھے اس لئے کہ اُن کے نزدیک وہ پرھوس

باب ۲

سے کہیں زیادہ ہوشیار تھا۔ آخر کار آرگوس نے انتی گونوس ہی کو اپنے یہاں آنے کی دعوت دی۔ اس پر پرھوس نے اسپارٹا کا محاصرہ اٹھا کر شمال کا رخ کیا۔ بدقسمتی سے عین اُس موقع پر پرھوس کو ایک اور داغ نصیب ہوا کہ اُس کا بیٹا بطلیموس لقونیہ سے واپسی پر مارا گیا۔ انتی گونوس اور پرھوس دونوں نے میدان آرگوس میں پڑاؤ ڈال دیا، ایک نے شہر کے اس طرف اور دوسرے نے دوسری طرف۔ لطف یہ تھا کہ شہر دونوں میں سے کسی کے سامنے بھی سر تسلیم خم کرنے کے لئے تیار نہ تھا۔ آخر کار پرھوس کے آرگوسی فریق میں اُسے شہر میں داخل ہونے دیا، جس پر فریق ثانی نے انتی گونوس کو بھی بلا لیا اور اُسے قلعوں پر قابض کر دیا۔ جب پرھوس نے دیکھا کہ اُس کے دشمن کا پلڑا بھاری ہو گیا ہے تو اُس نے فوراً شہر کو خیرباد کہنے کی تیاریاں شروع کر دیں، اور اپنے بیٹے ہیلے نوس کے پاس، جو شہر سے باہر پڑا ہوا تھا، حکم بھیجا کہ میرے لئے تنگ دروازے میں ہو کر راستہ رکھنا۔ لیکن ہیلے نوس کو غلط فہمی ہوئی اور اُس کی تعمیل کی بجائے اُس نے شہر میں بہت سے مزید سپاہی لا داخل کئے۔ اس طرف یہ سپاہ آرہی تھی اور اُس طرف سے پرھوس کا لشکر شہر خالی کر رہا تھا چنانچہ ان دونوں کی مڈبھیڑ سے بڑا ہی خلفشار مچا، اور اسی خلفشار میں کسی بڑھیا نے، جو کسی مکان کی چھت پر سے دیکھ رہی تھی کہ اُس کا بیٹا خود پرھوس سے دست و گریباں ہے، کھپریل کا ایک ٹکڑا اُٹھا کر مارا جو بادشاہ کے سر میں لگا۔ اس ضرب سے پرھوس گر گیا جس پر ایک مقدونوی مسمّٰی زوپیروس نے اُس کا سر قلم کر دیا اور اُسے اٹھا کر انتی گونوس کا بیٹا ہالکیونیوس اپنے باپ کے پاس لایا۔ ظاہر ہے کہ بادشاہ کے مرتے ہی اس کی فوج، جس کا زیادہ تر حصہ اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھا تتر بتر ہو گیا۔ فاتح نے ہیلے نوس کو اُس کے بھائی سکندر کے پاس ایپا ئروس روانہ کر دیا جس سے انتی گونوس سے دوستی تھی۔ اسوقت

باب ۹

دردانی قوم ویراکیوم اور اپولونیہ پر دانت جمائے بیٹھی تھی، اور سکندر اُن سے برسرپیکار تھا۔ ان دردانیوں نے بہت جلد روما کے ساتھ محالفہ کرلیا، اور اب روما یونانیوں کے حامی و مددگار کی حیثیت سے تماشاگاہ تاریخ پر نمودار ہوتا ہے۔

اس کامیابی کے بعد اسپارٹا اور انتی گونوس میں نزاعات پیدا ہوگئے۔ اسپارٹا کے لئے یہ ناممکن تھا کہ مقدونیہ کی سیادت سے خاتمے کا خیال بھی دل میں لائے۔ علاوہ ازیں انتی گونوس ارسطونی موس جیسے قابل نفریں خودسر کی پشت پناہی کررہا تھا جو مسینیوں کے تعامل سے اسپارٹی فوق کے خلاف ایلس میں برسراقتدار تھا۔ ارسطونیموس اہل ایتولیہ کی (جو ایلس کو دق کررہے تھے) مخالفت کے باوجود اپنی جگہ جما رہا۔ لیکن آخرکار یہ خودسر ایک سازش کی نذر ہوا اور اسکے بعد ایلس بھی ایتولی لیگ میں شامل ہوگیا [۱]

---

[۱] پرھوس مقدونیہ و پیلوپونیز میں؛ ڈرواسے سن ۳، ۱، $\frac{۲۰۲}{۲۲۰}$ ۔ ان واقعات کے اسناد؛ ڈروائے سن ۳، ۲۰۸، ؛ پلوٹارک (جس میں بہت سا مواد فیلارخوس سے ماخوذ ہے)؛ پوسانیاس ۱، ۱۳ (جس میں ہیئر ونیموس کے ماخوذات قابل وثوق ہیں)؛ جسٹی نوس، کتاب ۲۵، پولیائے نوس)۔

اپولونیہ؛ ڈروائے سن ۳، ۱، ۲۲۱؛ ارسطوتی موس؛ ڈروائے سن، ۳، ۱، $\frac{۲۲۳}{۲۲۵}$ ۔ پرھوس کے خصائص؛ یہ پولیورکی تیس کی طرح بے چین اور بیقرار تھا لیکن سپہ سالاری میں اس سے بڑھ گیا تھا۔ سکندر کے بعد وہ یونانیوں کا سب سے بڑا سپہ سالار تھا، اور اسی سے شہنشاہ ماکسی ملی لین کی یاد تازہ ہوتی ہے، جسے "مبارز آخری" کہتے تھے، جو پرھوس کی طرح عالی نقش تھا، اور اس کی طرح بڑی بڑی مہمات کا نقشہ بنانے میں طاق تھا، اور اپنے اپیاکروسی پیش رو کی طرح بدقسمت بھی تھا۔

ہرکولے نیوم کے ایک مرمری مجموعے میں سکس نے پرھوس کی ایک

باب ۱

پرہوس کی موت سے گویا یونان کا آخری سپہ سالار، جو تھوڑا بہت سکندر سے مشابہ تھا، تماشا گاہ تاریخ سے غائب ہوجاتا ہے۔ اس میں اس بڑے مقدونوی کی بہ نسبت جانشینان و تابعین سکندر کے کہیں زیادہ خصوصیات تھیں۔ وہ غیر معمولی طور پر بہادر تھا، اس کا دماغ نہایت ارفع و اعلیٰ تھا، وہ ایک نہایت قابل فوجی رہبر اور منتظم افواج تھا، اور اس کی شخصیت بغایت درخشاں و تاباں تھی۔ لیکن اس میں سکندر کی وہ خصوصیت نہیں پائی جاتی جس کی وجہ سے اسکی کامیابی کا آفتاب عروج کو پہنچ جاتا یعنی پرہوس کے ارادے اور دوراندیشی کے درمیان مطابقت نہیں تھی۔ وہ اتنا دوراندیش نہیں تھا جتنا مستعد کار، جس کے باعث اس کی دوراندیشی وقتی جذبات سے مغلوب ہوجاتی تھی۔ اس میں اور سکندر میں بڑا بھاری فرق یہ تھا کہ وہ مستقل مزاج ہونے کی بجائے پولیورکیتیس کی طرح تلوّن کا شکار رہتا تھا۔ سکندر کا یہ اصول تھا کہ جس کام کی ابتدا کی جائے اُسے انتہا پر بھی پہنچانا چاہیئے بشرطیکہ راستے میں ناقابل حل مشکلات پیش نہ آجائیں۔ اسکے برعکس پرہوس کبھی اٹلی سے سسلی جاتا ہے اور کبھی مقدونیہ سے یونان کا رخ کرتا ہے، اور ہر ملک کو کام ختم کرنے سے پہلے ہی خیرباد کہہ دیتا ہے۔ اس کا خیال تھا کہ ہر کام کے لئے وہ خود وقت مقرر کرسکتا ہے۔ اس نے اسپارٹا پر یلغار کرنے کو ایک دن کے لئے اس لئے ملتوی کردیا کہ اس کی رائے میں اگلے دن کی یلغار میں بھی کامیابی کا یقین تھا، اور جب اس نے دیکھا کہ اسپارٹا کا قصہ ایسے طے نہیں ہوتا تو وہ آرگوس چلا گیا۔ اسے دنیوی مکر و فریب بھی کم آتا تھا، اور یہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ شبیہہ دریافت کی ہے؛ "نوادر خانۂ نیپلز" ۶۱۵۰ بعد۔ شاہ پرہوس کی ایک شبیہہ" Un ritratto del re Pirro "جریدۂ انجمن آثاریات" Bull. lust, arch سنہ ۱۸۹۱ء۔

باب ۹

ایسی صفت تھی جو زمانۂ زیر بحث میں بنہایت ضروری تھی۔ پرھوس کی موت کے وقت اُس کی عمر ۴۷ سال کی تھی۔

پرھوس کو مغلوب کرنے کے بعد انتی گونوس گوناتاس بلا کسی دوسرے سہیم وشریک کے مقدونیہ کا حکمراں بن گیا۔

ہم نے جو امیدیں یونان کے ساتھ وابستہ کی تھیں وہ مندرجۂ بالا واقعات سے پوری نہیں ہوتیں۔ جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے وہ دراصل اُن حالات کی صف میں آتا ہے جن کا فیصلہ کن عنصر چند حوصلہ مند انسانوں کا باہمی جھگڑا پر مشتمل ہوتا ہے۔ ہم نے آزادی کے جن عناصر کی طرف توجہ دلائی تھی وہ صرف پرھوس اور اسپارٹا کی باہمی آویزش میں نظر آتے ہیں، اور یہاں بھی صرف حملے کے وقتی ردِّ عمل کی شکل میں۔ اب جو باتیں ہم بیان کرنے والے ہیں اُن کی سطح اس سے کہیں بلند تر ہے۔ آزادی کے جذبے میں بڑے بڑے کارہائے نمایاں انجام پاتے ہیں، گو یہاں بھی درباری حکمت عملی کا ہی بالآخر بول بالا ہوتا ہے۔ یہ امر نہایت درجہ قابل افسوس ہے کہ اس عہد کے جو بھی اسناد ہیں ان میں معلومات کا ذخیرہ بہت کم ہے۔

واقعۂ زیر بحث ایک جنگ ہے جس کا مرکز ایتھنز ہے، اور جسے ایک قدیم مصنف نے رواقیوں کے امام زینو کے دوست خریمونیدیز کے نام پر جو اُس وقت ایتھنزیوں کا رہبر تھا خریمونیدیزی جنگ کا لقب دیا ہے۔ اس جنگ اور اُسکے تفصیلی واقعات کے متعلق ہمارے پاس واحد ذریعۂ معلومات پیٔوسانیاس کے ان فقروں پر جو اسپارٹی فرمانرواؤں کے تذکرے کے سلسلے میں اُس نے لکھے ہیں، جسٹی نوس کی چند سطروں پر اور ائی لیانوس میں فلے مون کی موت کے متعلق ایک سرسری حوالے پر مشتمل ہیں۔ اس کے برعکس ہمارے پاس تک ایتھنز اسپارٹا اور بطلیموس دوم کے درمیان ایک معاہدے کا بیان پہنچا ہے جو ۲۶۷ ق م یا ۲۶۶ ق م میں ہوا تھا اور جسے خریمونیدیز کی تحریک پر جمعیت عوام

باب ۱۰

سے منظور کر لیا۔[۵]

وہ محالفہ جس میں ایتھنز اب شامل ہوتا ہے ایک نہایت عجیب و غریب محالفہ تھا۔ قرار داد کے ابتدائی فقروں میں مذکور ہے کہ ایتھنزیوں، اسپارٹیوں اور ان کے حلیفوں نے ہمیشہ ظالموں کے خلاف آزادی کا علم بلند کیا ہے۔ وہ اب بھی یہی کرنے کے لئے تیار ہیں چنانچہ اب وہ بطلیموس شاہ مصر اور اس کی بہن کے ساتھ محالفہ کرتے ہیں اس لئے کہ انھیں اس بات کا احساس ہو گیا ہے کہ بطلیموس کے دل کو آزادی یونان کی لو لگی ہوئی ہے۔ اسپارٹیوں کے علاوہ (جن کے بادشاہ آریوس کا نام لے کر تذکرہ کیا گیا ہے) ایلیس، اہل اکائیہ، بعض آرکیڈی بلدیات مثلاً تگیہ، مین تی نیہ، اورخومینوس، فگالیہ، کافیائے، اور چند کریٹی شہروں کے نام زمرۂ اراکین لیگ میں نظر آتے ہیں۔ عجیب بات

---

[۵] جنگ خریمونیدیز۔ اسناد: پوسانیاس، ۳، ۶؛ جسٹی نوس ۲۶، ۲ وتمہید ۲۶، ہیگے ساندروس Ath ۶، ۲۵۰ (میولر ۴، ۴۱۵) میں یہ کلمہ "خریمونیدیزی جنگ" استعمال کرتا ہے۔ اے لیانوس، ٹکڑا ۱۱ (وفات فلے مون)۔ اہم نوشتے: "مجموعۂ نوشتہ جات اٹیکا" C. I. A. ۲، ۳۳۲ = ہکس ۱۶۹ = ڈٹن برگر ۲۱۴؛ دیومون: "جریدۂ آثاریات" Dumont : Rev. archéolog سنہ ۱۸۷۰ء صفحہ ۳۱۹۔ اس نوشتے میں ایتھنزی شہریوں کے اختیاری چندوں کی فہرست درج ہے۔

زمانۂ حال کے مصنف: نیبور: "جنگ خریمونیدیز" Niebuhr : Ueber den Chrem Krieg. (Kl. hist Schriften) "مختصر تاریخی مکتوبات" جلد ۱؛ گراوئرٹ Grauert؛ ڈرواے سن ۳، ۱، $\frac{۲۲۵}{۲۲۴}$ واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" ۱، ۶۲۷۔ فون ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس" ۲۱۹ وغیرہ، ۲۵۱ وغیرہ؛ کرتیوس کا قول بالکل درست ہے کہ ایتھنز کی قسمت میں لکھا تھا کہ وہ از سر نو محض ایک مقدونوی صوبے کا مستقر بن جائے۔"

باب ۹

یہ ہے کہ کہیں ایتولیوں کا ذکر نہیں ہے حالانکہ وہ ایتھنز اور بالخصوص ایلیس کے ساتھ ضرور ملے ہوئے تھے۔ دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے کہ اس محالفے میں ان حلیفوں کے سب سے بڑے دشمن مقدونیہ کا کہیں بھی ذکر نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ ان سب ارکان محالفہ نے یہ طے کیا تھا کہ وہ اس وقت تک کوئی پیش قدمی نہیں کریں گے جب تک کہ انتی گونوس اپنے صریح افعال سے اپنی مخالفت کا مظاہرہ نہ کرے۔ بہرحال اُنھیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا اس لیے کہ اُس نے بہت جلد ایتھنز پر حملہ کر دیا۔ اسی پر جو جنگ برپا ہوئی اُس کے حالات پوسانیاس بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جب اسپارٹا کے تخت پر آریوس ولد اکروتاتوس بیٹھا تھا اُس وقت انتی گونوس نے ایتھنز کے خلاف فوج اور بیڑا روانہ کیا۔ ایتھنز نے اُس کی مدافعت کی، جس پر پتروکلیس کی سیادت میں مصری بیڑا نمودار ہوا اور ساتھ ہی لکدمونی لشکر میدان کارزار میں اُتر آیا۔ ادھر انتی گونوس اس کوشش میں تھا کہ حلیفوں کو ایتھنز پہنچنے سے باز رکھے، اُدھر پتروکلیس اپنے ایلچی آریوس کے پاس روانہ کیئے اور اس سے یہ کہلوایا کہ اگر اُس نے انتی گونوس پر حملہ کر دیا تو وہ بھی مقدونوی عقب پر دھاوا بول دے گا، لیکن ساتھ ہی اپنی مجبوری ظاہر کی کہ میں اپنی مصری فوج اور ملاحوں سے حملے کا آغاز نہیں کرسکتا۔ لکدمونی سپاہی جنگ کے لئے آمادہ تھے، لیکن جب سامان جنگ ختم ہونے لگا تو آریوس اُنھیں یہ کہہ کر اسپارٹا واپس لے گیا کہ محض غیروں کی خاطر اس قدر بے پناہ جنگ میں اپنے آپ کو ڈالنا قرین عقل نہیں ہے۔ ایتھنزیوں نے اس لڑائی میں بڑی بڑی قربانیاں کیں اور تا حد امکان برابر لڑتے رہے؛ لیکن بالآخر انھیں انتی گونوس سے ان شرائط پر صلح کرنی پڑی

باب ۱۔ کہ میوز خانے میں ایک مقدونوی رسالہ رہے گا، لیکن انتی گونوس نے اس رسالے کو بھی بہت جلد واپس بلا لیا۔ اس مقام پر یو سانیاس کا بیان ختم ہو جاتا ہے۔ یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنزیوں کو بھوکا مار کر مغلوب کیا گیا ہوگا۔ تروگوس کی تمہید سے معلوم ہوتا ہے کہ آریوس کورنتھ کے مقام پر انتی گونوس سے لڑتا ہوا مارا گیا اور موخر الذکر نے بعض غدار کلٹوں کو بمقام مگارا تہ تیغ کیا۔

زمانۂ حال میں ان واقعات سے، جن کا اوپر ذکر کیا گیا ہے، چند اور واقعات کا استناج کیا گیا ہے۔ گو ہمیں یہ بتایا گیا ہے کہ اس جنگ کا اصلی مقصد یہ تھا کہ کسی طرح سے ایتھنز پر قبضہ ہو جائے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ انتی گونوس اور بطلیموس کے مابین بلا واسطہ بھی جنگ ضرور ہوئی ہوگی، اور اگر یہ واقعہ ہے تو ممکن ہے کہ پلوٹارک نے تذکرۂ جزیرۂ کوس والے جس بحری معرکے کا حال بیان کیا ہے اُس کا تعلق اسی جنگ سے ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس میں انتی گونوس ہی مظفر و منصور رہا ہو، اس لیے کہ دوسرے ماخذ سے یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ بطلیموس کسی بحری معرکے میں انتی گونوس پر غالب نہیں ہوا۔ اسی جنگ کوس کے مزید حالات کا ایک بڑی حد تک ثبوت مل چکا ہے، اور میں نے اُن پر و نیز سلونیت واقعات پر حواشی میں بحث کی ہے۵۸۔ ایتھنز کے مغلوب ہونے پر بھی

---

۵۸ کوس کی بحری لڑائی۔ اس کی بابت نسبتاً بہترین خیالات فون ولاموونز ۲۲۷ میں درج ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ یہ جنگ ۲۶۷ قم یا ۲۶۶ قم میں شروع ہوئی۔ ۲۶۵ قم میں اریوس کا کورنتھ میں خاتمہ ہو جاتا ہے۔ فلے مون تقریباً ۲۶۳ قم میں محاصرۂ ایتھنز میں کام آتا ہے اور یہ محاصرہ ۲۶۱ قم میں ایتھنز کے ہتھیار رکھنے پر اٹھا لیا جاتا ہے۔ مقدونیہ اور مصر کے درمیان جنگ سمندر پر جاری رہتی ہے جس میں کوس کی لڑائی لڑی جاتی ہے اور تقریباً ۲۵۸ قم میں صلح

مصر و مقدونیہ کے مابین جنگ جاری رہی، لیکن ہمیں اس کا علم | باب ۹

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہو جاتی ہے۔ اس واقعے کے متعلق بھی کسی نتیجے پر پہنچنا آسان نہیں۔ پوسانیاس ۳، ۶ کے مطابق یہ فرض کر لینا پڑے گا کہ جب آریوس نے ایتھنز کو مدد دینے سے انکار کیا تو اُس وقت آریوس بڑی مشکلات میں پھنسا ہوگا۔ یقیناً یہ ۲۶۵ ق م سے پہلے کا واقعہ ہوگا اس لئے کہ اس سال تو آریوس مارا ہی گیا ہے۔ تاہم ایتھنز برابر ۲۶۱ ق م تک لڑے جاتا ہے۔ یہ امر بھی غیر متیقن ہے کہ آیا اُس زمانے میں مقدونیہ کا کاریہ پر قبضہ ہو گیا یا نہیں؛ دیکھو تحت، باب ۱۰، حواشی ۱۲ و ۱۶۔

دوسرے نتائج میں سے جو اس جنگ کے سلسلے میں اخذ کئے گئے ہیں ایک یہ ہے کہ اس جنگ کا حوالہ ایک سکّے میں موجود ہے؛ دیکھو "سکّہ جات قدما" تصویر ۴۱، ۶؛ ہیڈ، صفحہ ۲۰۳؛ یہ ایک چودرہمی ہے جس کے ایک طرف پوسیدون کا سر اور دوسری طرف اپولو ایک اگر بھاگ پر بیٹھا نظر آتا ہے اور اسی طرف الفاظ "بازی لیوس انتی گونوئے" کندہ ہیں۔ یہ امر بہت دن تک مابہ النزاع رہا کہ اس سے مطلب کونسی بحری جنگ اور کونسے انتی گونوس سے ہوگا۔ اِمہوف نے اپنی کتاب "سکّہ جات یونان" صفحہ ۱۲۸ میں یہ تاویل کی ہے کہ اس سے مراد گوناتاس اور اُس کی فتح کوس سے ہے۔ بلاشبہہ ایوٹز نے اسی بحری لڑائی کو واقعی سنہ سے ذرا پہلے دکھایا ہے ("سواران" ۱۵۰)۔ اس کے برعکس کنیدوس کے نوشتے میں گوناتاس کے متعلق اسی سے زیادہ عدم تیقّن کی کیفیت ہے؛ اس نوشتے کو ادزینر نے Rhein Mus N,.F. ۲۹، صفحہ ۲۵ میں نہایت علم آموز انداز سے بحث کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس نوشتے میں انتی گونوس کو ایپی گونوس کا بیٹا بتایا گیا ہے، اور اس سے ظن غالب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصلی نام ایپی گونوس ہی ہوگا، اس لئے کہ (۱) اس زمانے میں یہ بات عین روایت کے مطابق تھی کہ باپ اور بیٹے کا نام ایک ہی ہو، (۲) اگر ایپی گونوس سے مراد ایپی گونوس گوناتاس سے تھی تو جس شخص کو یہ معلوم نہ ہو کہ اُس سے

باب ۔

نہیں کہ ان دونوں ملکوں کے مابین کب اور کن شرائط پر صلح ہو گئی۔ بہر نوع بحیرۂ ایجیئن میں سیادت مصر کی بنیاد اس جنگ کی وجہ سے ہل گئی، اور اگر اس واقعے کو پیش نظر رکھا جائے تو بہ آسانی سمجھ میں آجائیگا کہ کیوں بطلیموس یوئرگیٹیس کی تخت نشینی کے وقت مصر کے بیرونی مقبوضات اس کے باپ کے زمانے سے کم تھے، گو یہ ذرا اشکل سے سمجھ میں آتا ہے کہ مقدونیہ سے مغلوب ہونے پر جزائر مدور، لکیہ اور کاریہ ہی نہیں بلکہ کلیکیہ اور پمفیلیہ بھی اُسکے قبضے سے کیسے نکل گئے ہوں گے ۵۹

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ آنکھ مچولی کا کھیل مقصود ہے، وہ ہرگز اس کا مطلب نہیں سمجھ سکتا، چنانچہ جو اعزاز اُس کا کیا گیا وہ ایسی حالت میں پردۂ خفا ہی میں رہ جاتا۔

۵۹ نی بور Niebuhr کا خیال ہے کہ اسے لیانوس کے اس ٹکڑے کا تعلق جس میں فلےموں کی وفات کا حال دیا ہوا ہے، ایتھنز کی تسخیر سے ہے، لیکن اس کے استدلال کی بناء اس نوشتے کی غیر مستند ترمیم پر ہے، اور لطف یہ ہے کہ ڈروائے سن نے اُس کی رائے سے اتفاق کیا ہے۔ لیکن وِلخموتز نے "بلدیۂ ایتھنز" ا ۲۲۸ میں صحیح رائے قائم کی ہے اور اس میں برہارڈی اور دوسرے مورخوں کا اتباع کیا ہے۔

گوناتاس: آجکل یہ قاعدہ ہو گیا ہے کہ اس کے کسی فعل کو بُری نظر سے نہ دیکھا جائے۔ جنگ خریمونیدیز میں وہ حق بجانب ہے۔ فون وِلاموتز لکھتا ہے کہ "مقدونیہ کو یہ خطرہ تھا کہ جال میں پھنسا کر اُس کا گلا گھونٹ دیا جائیگا" (۲۲۳)۔ یہ واقعے کے خلاف ہے، اس لئے کہ شمال میں مملکت زیر بحث کی بڑھتی ہوئی طاقت کی وجہ سے صرف تجارتی جمہوریتیں (مثلاً بیزنطہ، کیزیکوس، ابی دوس وغیرہ) ہی محفوظ ہوئیں، اور اس کی وجہ سے مقدونیہ کی صرف ایشیائی طاقت بن جانے سے باز رکھا گیا۔ ظاہر ہے کہ یہی گوناتاس

باب ۹ | شاید یہ جنگ جو خریموتدیز کے نام پر موسوم ہے، ۲۶۶ سنہ ق م سے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کا اصلی مقصد تھا، لیکن اس کے سوا کسی دوسرے کو اس میں مطلق کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ اسی طرح ایتھنز کا اقتدار بہت کچھ گھٹ جاتا ہے۔ فون ولاموونز کہتا ہے کہ (۲۲۲) کہ "ایتھنز تو اب بطالسہ کی گویا بڑھی ہوئی چوکی تھی"۔ میرے نزدیک یہ رائے صائب نہیں ہے۔ ایتھنز مصر کا آزاد حلیف تھا اور مصر کا کوئی محافظ جیش ایتھنز میں نہیں تھا، رہا مقدونیہ تو اُس کا کبھی تو ایتھنز پر قبضہ ہو جاتا تھا کبھی نہیں۔ مقدونیہ پر جو غلط حکم لگایا جاتا ہے وہ ایتھنز کے لئے بالکل درست ہے، یعنی خطرہ یہ تھا کہ ایتھنز اس جال میں آ کر گلا گھٹ کر مر جاتا جو اُس کے دشمن مقدونیہ نے اُسے پھانسنے کے لئے بچھایا تھا، اور اُس کی وجہ یہ تھی کہ اُس زمانے میں وہ مقدونیہ کے برخلاف ایک مظفر و منصور مملکت نہیں رہا تھا۔ یہ ایک واقعہ ہے کہ ایتھنز کی حکمت عملی سنہ ۲۶ ق م والی حکمت عملی سے مختلف تھی، اور یہ سنہ ۲ ق م کے واقعات کی مشابہت سے معلوم ہوتا ہے جب اُس نے فیلقوس کے خلاف نہایت شدید مدافعت کی۔ سنہ ۲۰۰ ق م میں مصر کی قوت میں بہت کچھ انحطاط پیدا ہو گیا تھا۔ سنہ ۲۰۰ میں ایتھنز بلا شبہ آزادی کے لئے برسرپیکار رہا۔ تو پھر کوئی امر مانع نہیں معلوم ہوتا کہ سنہ ۲۶۰ ق م میں بھی اُس نے مقدونیہ کی پیش بندی کی مخالفت نہ کی ہو۔ اس میں شک نہیں کہ جمہوریتوں کو بادشاہوں کی دوستی کی ضرورت تھی، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ جمہوریتیں بادشاہوں کے حکم کے تابع ہوں گی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رھوڈز کے تعلقات مصر کے ساتھ اچھے ہیں، لیکن باوجودیکہ وہ بطالسہ سے نہایت شریفانہ برتاؤ کرتا ہے تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بطالسہ کے ماتحت تھا۔ صورت حال یہ ہے تو پھر ایتھنز کیوں مصر کا تابع ہوا؟ اصل میں جمہوریتیں دور اُفتادہ بادشاہوں کی دوستی کا دم بھرتی تھیں بشرطیکہ اس سے فائدہ ہو نقصان نہ ہو، جیسے ایتھنز دیمتریوس کا ہمنوا بن گیا جب کا ساندر مقدونیہ پر قابض تھا۔

باب ۶

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - لیکن جب دیمتریوس مقدونیہ کے تخت پر بیٹھ گیا تو وہ پرمعوس اور مصر کا ساتھ دینے لگا - مملکتی حکمت عملی کی ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ کمزور ہمیشہ کسی ایسی قوی مملکت کا ساتھ دینے کو ترجیح دیتا ہے جو اُس سے دور ہو بہ نسبت ایسی مملکت کے جو قریب ہونے کی وجہ سے اُسے گزند پہنچا سکے - خود ہمارے زمانے میں بھی اسکی مثالیں پائی جاتی ہیں - الغرض ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ خریمونیدیزی تجویز عوام جس میں آزادی پر زور دیا گیا ہے اُس میں جنگ لامیہ والی تجویز عوام سے زیادہ منافقت کا پہلو نہیں ہے - دیودوروس ۱۸، ۱۰-

اگرچہ یہ درست بھی ہو کہ "گوناتاس ایک بڑا امتوّلی تھا" (ڈرواے سن ۳، ۱، ۸۹) تو بھی اوپر کے نتائج صحت پر مبنی ہوں گے - لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں کہ اس کے انتظام میں واقعی کوئی خلمت کا پہلو تھا - وہ عقلمند اور چست و چالاک ضرور تھا، لیکن اُس نے بربریوں کی مخالفت میں کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا (دیکھو اوپر باب ۴، حاشیۂ ۶)، حالانکہ اُس کی اس مفروضہ کامیابی ہی کی وجہ سے اُس کے سر پر شہرت کا تاج رکھا جاتا ہے - جب ایک قابل حکمراں کو ایک بڑے فرماں روا کے قالب میں ڈھالا جاتا ہے تو اُس کی اصلی وجہ یہ ہے کہ مورخوں نے اُس زمانے کے بادشاہوں کے معیار کو گرادیا ہے - دیکھو فیلقوس اور سکندر کے لئے جو معیار قائم کیا جاتا ہے وہ کس درجہ بلند ہے! فیلقوس نے اپنے مخالفوں میں سے کسی کے خون سے اپنے ہاتھ نہیں رنگے اور سکندر نے اگر رنگے تو اس کے بعد وہ اپنے فعل پر پشیمان بھی ہوا؛ باوجود اس کے اُن کی علی العموم ملامت کی جاتی ہے اور بالخصوص فیلقوس کو تو بغایت مورد الزام بتایا جاتا ہے - اس کے برعکس ۳۲۳ ق م اور ۲۵۰ ق م کے درمیان جو بادشاہ ہوئے اُن کے مظالم کی کڑیوں کے لاتناہی سلسلے اور اُس کے جلب اراضی کی حرص و آز کی وجہ سے مورخوں کے

باب ۹

یہ ہے کہ اس کے بعد مقدونیہ اور مصر کے سیاسی مناقشات میں اب بجائے ایک کے دوسرا پلڑہ بھاری ہو گیا، اور ہمارے نزدیک یہ خیال بالکل حق بجانب ہے۔ کچھ مدت سے شمال میں مصر کا اقتدار بڑھتا جاتا تھا۔ اُس کے تعلقات ہرقلیہ اور بیزنطہ کی تجارتی جمہوریتوں سے اچھے تھے، اور اُس کی پرھوس شاہ ایپائروس سے گہری دوستی تھی۔ اس کے بعد اُس نے بظاہر آزادیٔ یونان کی خاطر اسپارٹا اور ایتھنز سے محالفہ کر لیا، اور چونکہ انتی گونوس اس کا دل سے خواہاں تھا کہ کسی طرح سے بطلیموس کو زک پہنچے اس لئے یہ یقینی ہے کہ اُسے یہ محالفہ ایک نظر نہ بھایا ہوگا۔ جنگ خریموندیز میں بطلیموس کو نقصان ہی پہنچا، اور اُس کا یہ نتیجہ واقعی نہایت اہم ہے۔ لیکن ہمیں اس بغاوت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیئے جس سے اس جنگ کی ابتدا ہوئی تھی اور جس کا اصل باعث خاص ایتھنز تھا۔ لیکن اگر ہم ایتھنز کو بطلیموسی توابع کی محض ایک بڑھی ہوئی چوکی تصوّر کریں تو اس حقیقت پر پردہ پڑ جائے گا۔ اس میں شک نہیں کہ ایتھنز نے بطلیموس کا ساتھ دیا اور انتی گونوس کی مخالفت کی، لیکن اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ ایتھنز مصر کا ماتحت بن گیا تھا، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ اُس کی ذہنی اور اخلاقی آزادی اب بھی باقی تھی۔ یونان پر مقدونیہ کا جو دباؤ تھا اُسکا یونان

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ — احساسات کند ہو گئے ہیں چنانچہ وہ انپر کوئی خاص الزام نہیں رکھتے، اور کوئی بادشاہ ایسا نمودار ہوتا ہے جو محنتی ہو یا جو بیشمار انسانوں کا خون نہ بہائے، یا جو ادبیات کی سرپرستی کرے تو ان مؤرخوں کی مسرّت کی انتہا نہیں رہتی کہ انھیں آخرکار ایک ایسا بادشاہ مل گیا جو بالکلیہ ابلیس کا جامہ نہیں پہنے ہوئے ہے، چنانچہ وہ فوراً اُسے "اعظم" کے لقب سے یاد کرنے لگتے ہیں اور ایسے خصائص اُس سے منسوب کرتے ہیں جنکی ہوا بھی اُسے نہیں لگی تھی۔

میوزخانے سے مقدونوی لشکر کا تخلیہ؛ یوسابیاس ۲/۴، Hier. اور Eus. Arm. ol. 131.2 یوسی بیوس ۲/۱۲۰۔

باب۶

ضرور روادار تھا، لیکن بددلی سے، چنانچہ یہ بالکل ممکن ہے کہ ایتھنز ہیں مقدونیہ کے خلاف ایک زبردست لیگ قائم کرنے کی تحریک کی ابتداء ہوئی ہو۔ الغرض یونانی آزادی کی تحریک کی ابتداء کرنے کا سہرا ایتھنز کے سر جو رکھا جاتا ہے اس میں شبہہ کی بہت کم گنجائش ہے اور نہ ہم اس میں شک کر سکتے ہیں کہ ایتھنز نے اس جنگ میں نہایت بہادری دکھائی گو آخر میں اُسی کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اسکے برعکس ہمارے پاس اس خیال کا ثبوت نہیں کہ انتی گونوس جنگ میں صرف اس لئے شامل ہوا تھا کہ اُسے مصر کی طرف سے خطرہ تھا۔ مصر شمالی ایجئن میں ضرور تجارتی آزادی کی حفاظت کرتا تھا، لیکن اس کے جو مقبوضات اس نواح میں تھے وہ کچھ ایسے اہم نہ تھے، اور پھر تجارتی راستوں کی آزادی سے مقدونیہ کا کیسے گلا گھونٹا جا سکتا تھا؟ قصہ مختصر ہمیں یہ باور کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ انتی گونوس ایک ایسا شخص تھا جو محض اپنے بچاؤ کی خاطر کسی جھگڑے میں حصہ لینے پر مجبور کیا جا سکے۔ اصل میں وہ چاہتا تھا کہ شمالی ایجئن میں مصری اثر کا خاتمہ کر دے اور یونان کو اپنے اقتدار میں لے آئے۔

ہمیں انتی گونوس گوناتاس سے ایک طرح کی ذاتی دلچسپی پیدا ہوتی ہے اس لئے کہ وہ بطلیموس فلادیلفوس کی طرح عیش پرست ہونے کی بجائے ایک محنتی حکمراں ہے۔ لیکن محض ان اوصاف کے باعث ہمارے لئے اس کا رتبہ زیادہ بڑھانا ٹھیک نہیں، چنانچہ وہ نقطۂ نظر اختیار کر کے جو کسی غیر متعصب پڑھنے والے کے لئے سب سے زیادہ عیاں ہے، محض ایسی تاریخ سے گریز کر کے، جس میں عملی سیاسیات پر زیادہ توجہ کی جاتی ہو اور ذہنی میلانات کا کما حقہٗ اندازہ نہیں کیا جاتا ہو، ہم اس بات کا یقین کریں گے کہ ایتھنز نے یونانی اور مصری مدد سے ایک نہایت قابل تعریف کوشش اس امر کی کی کہ وہ اس جال کے پھندے سے جو چالاک گوناتاس نے

باب ۹

یونان کے چاروں طرف پھیلادیا تھا، توڑ کر پھینک دیں اور یونانیوں کے مفاد کی خاطر اُس کے حوصلوں کو ایک حد تک محدود کردیں۔ اس کوشش میں ایتھنز کو خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اس ناکامی کا باعث ایک حد تک آریوس تھا اور نوشتوں کے نقص کے باوجود ہم دیکھ سکتے ہیں کہ ایتھنز نے اپنا فرض ضرور ادا کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مصر نے بھی کوتاہی نہیں کی، اور اگر پتروکلیس نے یہ کہا بھی کہ میں بغیر مدد کے ایتھنز کو رہا نہیں کرسکتا تو یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہیئے کہ طویل دیواریں کھنڈر پڑی تھیں جس کی وجہ سے مقدونوی ایتھنز اور سمندر کے درمیان حائل ہو رہے تھے، اور واقعہ یہی ہے کہ بغیر مدد کے پتروکلیس کر ہی کیا سکتا تھا۔ لیکن آریوس نے بھی ہاتھ پاؤں ہلانے سے صاف انکار کردیا۔ اُس نے اس بے عملی کی جو وجہ بتائی وہ سراسر لغو تھی۔ اگر جنگ کے معنیٰ یہ تھے کہ ایک بے پناہ تنازعے میں شرکت کی جائے (اور واقعہ ہے کہ اسپارٹی فوج کے میدان جنگ میں چلے جانے کی وجہ سے اسپارٹا کے پاس جیش محافظ بالکل نہیں رہا تھا) تو اسپارٹی اس سے اُس وقت بھی واقف تھے جب اُن کی فوج میدان جنگ کی طرف کوچ کررہی تھی۔ اگر اس فوج کا مقصد ہی یہ نہ تھا کہ جنگ میں شریک ہو تو پھر اُس نے میدان میں جانے کی تکلیف ہی کیوں گوارا کی؟ بلاشبہہ آریوس کو اب بھی اس کا خیال تھا کہ اُس کے جس دوست نے پرعوس کے خلاف اُس کا ساتھ دیا تھا وہ اب بھی اسپارٹی عددیت کا بہترین حلیف رہے، اور اُسے زیادہ گزند نہیں پہنچنا چاہیئے۔ بعد میں اُسے انتی گونوس کے خلاف لڑنا پڑا، اور جب وہ اس لڑائی میں کام آیا تو غالباً صرف شاہ مقدونیہ ہی کو اُسکی موت کا افسوس ہوا ہوگا۔

کچھ زمانے کے بعد ۲۵۶ ق م میں انتی گونوس نے اپنا رسالہ

باب ۱۰ میوزغا نے سے واپس بلالیا، لیکن مقدونیہ والے بندرگاہوں اور سونیوم میں اڑے رہے تاآنکہ ۲۲۹ ق م میں انھیں اراتوس نے نکال باہر نہ کردیا۔ یہاں ہم اراتوس کی زندگی کے حالات بیان کرنا چاہتے تھے اس لئے کہ وہ اس باب کے سنوی سلسلے میں آتے ہیں، لیکن چونکہ اس سے واقعات مابعد کے اندرونی سلسلے میں خلل واقع ہوگا اس لئے ہم یہ ذکر آیندہ باب کے لئے اٹھائے رکھتے ہیں اور اس کی بجائے اس وقت مشرق کا رخ کرتے ہیں تاکہ یہ بتا سکیں کہ انطاکوس دوم "تھیوس" اور بطلیموس فلادیلفوس کے عہد حکومت کے اختتام تک اس حصۂ دنیا میں کیا ہو رہا تھا۔

بتھی نیہ میں نکومدیس کے مرنے کے بعد پیچیدگیاں پیدا ہوگئی تھیں، اس نے دو شادیاں کی تھیں، ایک وتی زیلا کے ساتھ اور دوسری ایتازیتا کے ساتھ۔ پہلی بیوی سے ایک بیٹا پیدا ہوا جس کا نام زیائے لاس تھا؛ اور دوسری سے کئی اولادیں ہوئیں جن میں سے ایک کا نام تبوئے تیس یا زیو ئے تیس تھا۔ اس نے وصیت کی کہ اس کے بعد تخت ایتازیتا کی اولاد کو جائے، اور مصر، بیزنطہ، ہرقلیہ اور کیوس سے درخواست کی کہ وہ اس وصیت کے تکمیلے کی نگرانی کریں۔ لیکن کسی نہ کسی طرح سے زیائے لاس نے تولستوبوئی گالاتائے کی مدد سے اقتدار حاصل کرلیا۔ آخر ہرقلیہ نے بیچ میں پڑکر معاملہ کرایا۔ زیوئے تیس مقدونیہ چلا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بتھی نیہ میں انطاکوس کا اثر بڑھ گیا ہوگا اس لئے کہ ہمیں یہ فرض کرنا پڑے گا کہ زیائے لاس نے اس مملکت پر تکیہ کیا جس پر نکومدیس اپنے قائم کردہ ورثا کے مفاد کی نگرانی سپرد کرنے کے لئے تیار نہیں تھا۔ ہمیں ان واقعات کی صحیح تاریخ کا علم نہیں۔ نکومدیس غالباً ۲۵۰ ق م میں مرگیا۔[۱]

---

[۱] دراشت بتھی نیہ؛ پولی بیوس ۴، ۵۰؛ Memn ۲۲ T. Chil ۳، ۹۶۰؛

باب ۹

اگر انطاکوس "تھیوس" ایشیائے کوچک میں بالکلیہ ناکام نہیں بھی ہوا، تو مشرق میں اُسے یقیناً بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سلیوکوس نے پنجاب کو سلطنت ہند کے قبضے میں چھوڑ دیا تھا، اور اب اُسے اس نواح میں مزید رقبہ جات سے دست بردار ہونا پڑا۔ سلیوکوس کی سلطنت میں سے اب دو تین ملوکیتیں بن گئیں، ایک تو بختیاریہ اور ایک پارتھیہ، اور ایک تیسری مملکت یعنی اتروپاتینے کی میدوی سلطنت پہلے سے بہت کچھ قوی ہو گئی۔ اس آخر الذکر سلطنت کے لئے زیادہ وقت صرف کرنے کی ضرورت نہیں؛ رہیں پہلی دو، تو تیرھویں باب میں مشرقی معاملات کے سلسلے میں ان کا ذکر بھی کیا جائے گا۔ یہاں میں صرف یہ کہنے پر اکتفا کروں گا کہ بختیاری سلطنت نے یونانی تمدن کی مخالفت نہیں کی درانحالیکہ اتروپاتینے کی میدوی سلطنت کی تقویت کا سبب وہ ردِّ عمل تھا جو سکندر کے رائج کردہ یونانی عنصر کے خلاف دیسی ایشیائی عناصر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ڈرواۓ کے سن ۳، ۱/۱۱، ۳ وغیرہ۔ لیکن خدا جانے ڈرواۓ سن اسے کیوں فرض کر لیتا ہے کہ زیاۓ لاس کی تخت نشینی سے بتھی نیہ پر مصر کا اثر غالب آ گیا، مصر نے ضرور تبوئے تیس کی پشت پناہی کی تھی۔ لیکن تبوئے تیس کو نیچا دیکھنا پڑا تھا اور زیاۓ لاس تخت پر بیٹھ گیا۔ شام سے کبھی یہ درخواست نہیں کی گئی کہ تبوئے تیس کے مفاد کی نگرانی کرے گا۔ پھر ان واقعات کے بعد کیا صحیح نتیجہ یہ نہیں ہوگا کہ بتھی نیہ پر مصر کا نہیں بلکہ شام کا اثر تھا؟ نیز دیکھو Memn ۲۳۔ یہاں بھی سنوی تسلسل غیر متیقّن ہے۔ عام طور پر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ زیاۓ لاس نے ۲۸۰ سے حکومت کرنا شروع کی، لیکن ڈرواۓ سن کہتا ہے (۳۵۰) کہ وہ ۲۶۰ ق م میں تخت پر بیٹھا تھا۔ نیز دیکھو راۓ ناش "تین سلطنتیں" Reinach; Trois Roy. ۱۰۰، نیز اس کتاب کا باب ۱۳، حاشیہ ۱۔

باب

کی وجہ سے پیدا ہو گیا تھا۔ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ خالص ایرانی تمدن کا مظاہرہ اکثر اتروپاتینے میں ہوتا تھا، اور پارتھی ملوکیت، جس کی بنیاد ترکستان کے بربریوں نے ڈالی تھی، فی نفسہ یونانی تمدن کے مخالف نہیں بلکہ صرف سلیوکوسیوں کی حکومت کے خلاف رہی۔ اتروپاتینے کی ملوکیت شمالی و مشرقی ایشیائے کوچک میں ایرانی مذہب کے استحکام کے لئے بہت مناسب تھی [۱۱]۔

اب ہم انطاکوس "تھیوس" اور بطلیموس "فلادیلفوس" کی حکومت کے خاتمے تک پہنچ جاتے ہیں [۱۲]۔ ہمیں یاد ہے کہ وہ ایکدوسرے

---

۱۱ اتروپاتینے: پاؤلی: "محیط" ۴، ۱۶۸۵؛ فون گٹشمٹ Gutschmidt: "ایران" Iran ۲۱؛ اتروپاتینے اس لئے قابل لحاظ ہے کہ یہ سکندر کی سلطنت میں پہلی جدید دیسی ملوکیت ہے، اور یونانیت کے خلاف ایک ایرانی رد عمل کی پہلی علامت ہے"؛ نیز دیکھو یہی مورخ، صفحہ ۳۶۔

۱۲ انطاکوس کی حکومت اور لاؤدیس کے جرائم کے لئے مفصلۂ ذیل اسناد قابل لحاظ ہیں: فیلارخوس (۲۳ واں ٹکڑا، Ath ۱۳، ۵۹۳)؛ ہیئے رونیموس، Dan ۱۱، ۶؛ پلینی ۷، ۱۲؛ والیریوس ماکسی موس ۹، ۱۰؛ وغیرہ؛ جسٹی نوس ۲۷، ۱؛ پولیائے نوس ۸، ۵۰۔ مقابلہ کرو ڈرواٹے سن ۳، ۱، ۲۷۸، جس کا قیاس ہے کہ فلادیلفوس اپنی بیٹی بیرےنیس کی موت تک زندہ تھا؛ لیکن کیوپ Koepp. کو اس سے اختلاف ہے۔ ("جنگ سوریہ" Die Syr. Kriege صفحہ ۲۲۰) اس کی کیا وجہ ہے کہ بیرےنیس کو اُس کا باپ صرف پیلوزیوم ہی تک لے جاتا ہے؟ کیا جنوبی شام اُس زمانے میں لاگوسیوں کے قبضے میں نہیں تھا؟ یوزےبیوس کہتا ہے کہ لاؤدیس اخائیوس کی بیٹی تھی؛ لیکن پولیائے نوس کہتا ہے (۸، ۵۰) کہ وہ انطاکوس اول کی بیٹی اور انطاکوس دوم کی سوتیلی بہن تھی؛ اور جب سے رائناتس نے اپنی کتاب "تین ملوکیتیں" لکھی ہے (۲۰۵) اُس وقت سے اسی کا اتباع کیا جاتا ہے، گو مہافی اسے تسلیم نہیں کرتا ("سلطنت" ۱۹۶)۔

باب ۹

کے ساتھ برسرپیکار تھے۔ ہیئے رونیموس کا بیان ہے کہ جنگ وجدال کا خاتمہ کرنے کے لئے بطلیموس نے اپنی بیٹی بیرے نیس کی نسبت انطاکوس کے ساتھ کی اور اُسے بہت کچھ ساز و سامان ساتھ لے کر پیلوزیوم لایا۔ انطاکوس کی ایک اور بیوی لاؤدیس بھی تھی جو غالباً خود اُس کی بہن بھی تھی، لیکن اس نئی دُلھن کے آتے ہی اُس نے لاؤدیس سے علیحدگی اختیار کر لی۔ تھوڑی مدت کے بعد اُس نے اپنا خیال بدل دیا اور لاؤدیس کو واپس بلا لیا۔ اب لاؤدیس کے موقع ہاتھ آیا، چنانچہ اُس نے اپنے شوہر کو زہر دیا اور بیرے نیس اور اُس کے شیرخوار بچے کو قتل کرا دیا۔ لاؤدیس کی خونخواری اس سے ظاہر ہوگی کہ اُس نے اپنی ملازمہ دانائے کو بھی مروا ڈالا حالانکہ وہ اُس کی تمام بدکاریوں کی راز دار تھی۔ دانائے کا واحد قصور یہ تھا کہ اُس نے اپنے عاشق سوفرون کو حقیقت حال سے آگاہ کر کے قتل سے بچا لیا تھا۔ اب لاؤدیس کا بیٹا سلیوکوس دوم تخت شام پر بیٹھتا ہے (۲۴۶ قم)۔

تقریباً اسی زمانے میں بطلیموس فلادیلفوس بھی راہی ملک عدم ہوتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے اپنی زندگی ہی میں اپنی بیٹی کا حشر دیکھ لیا تھا، لیکن اس کے بدلے لینے کا کام وہ اپنے بیٹے کے سپرد کر گیا۔ ہم باب ۱۳ کے اختتام پر پھر فلادیلفوس کے حالات کی طرف رجوع کریں گے۔

باب ۱۰

بابِ دہم

مشرق اور یونان ۲۴۶ ق م سے ۲۲۰ ق م تک

شام اور مصر کے مابین آویزشیں۔

یونان کی لیگیں

آراتوس، آگس، کلیومنیس، انتی گونوس دوسون

(۱)

عہد زیر بحث کے دوسرے حصے کی تاریخ کے سلسلے میں سب سے پہلے ہم مصر کا بیان شروع کرتے ہیں اس لئے کہ یہی وہ ملک ہے جو صدی کے اس ربع میں فرائض رہبری انجام دیتا ہے۔ اس ملک کا حکمراں بطلیموس سوم "یوئرگی تیس" (۲۴۶ ق م تا ۲۲۰ ق م) تھا جو فلا دیلفوس کا بیٹا اور سرینہ والی بری نیس کا شوہر تھا۔ اُس نے تخت پر بیٹھتے ہی اپنی بہن کی موت کا بدلہ لینے کی غرض سے شامیوں پر فوجکشی کی۔ ہمیں اس مہم کی بابت بھی، جسے تیسری جنگ شام کا لقب دیا جاتا ہے، بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں[۱] ہم اس سے پہلے ہی

---

[۱] بطلیموس سوم کے لئے دیکھیے مہافی: "سلطنت" ۱۹۳/۲۴۲، جہاں وہ اس فرماں روا کے خصائص کا صحیح اندازہ کرنے کی مشکلات بتاتا ہے اور اس

ادولے (واقع بحر احمر) والے نوشتے کا ذکر کر چکے ہیں؛ اسی نوشتے کا ایک باب ۱

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ مسئلے کا حل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بطلیموس کی پہلی مہم کے موقع پر برنیس اپنے بالوں کو معبودوں کے نام پر معنون کرتی ہے۔ اور اسی سے ایک کوکبہ کا نام ''گیسوئے برنیقہ'' پڑ گیا ہے۔ دیکھو مہافی، ۱۹۶۔

ایشیا میں اُس کی مہم۔ ادولے کا نوشتہ؛ دیکھو اوپر باب ۹، حاشیہ ۴۔ پولے بیوس: ''اخبار'' ۵، ۱؛ یوستی نوس ۲۷، ۱؛ Sch Hieron ۲۵۱؛ App. Syr. ۶۵؛ پولیائے نوس ۸، ۵۰۔ پٹری جرائے ایک پاپی روس میں سے مہافی نے چند اقتباسات لے کر ایتھے نایوم ۳۳۱۴ (۱۰ دسمبر ۱۸۹۱ء صفحہ ۸۱۸) میں طبع کرائے ہیں۔ عام طور پر اس مہم کے لئے دیکھو مہافی، ''سلطنت'' ۱۹۷ وغیرہ۔ وہ صفحہ ۲۰۱ پر کہتا ہے کہ بطلیموس سوم بجائے ایشیائے کوچک جانے کے، جہاں وہ وسیع علاقے فتح کر سکتا تھا مشرق کی طرف، جہاں اُسے کوئی مستقل کامیابی نہیں ہو سکتی تھی، جو گیا، تو اس کی وجہ یہ تھی کہ رمعوڈز ایشیائے کوچک میں اُس کا سدِ راہ تھا۔

بطلیموس سوم ۲۴۶ ق م ہی میں لیسا اور تلمے سوس پر قابض ہو گیا تھا؛ رادے: ''نوآبادیات'' Radet : De Colon صفحہ ۳۵ (جہاں نوشتوں کا اتباع کیا گیا ہے)۔ مقابلہ کرو ڈرواے سن، ۳، ۱؛ ۳۷۷/۳۹۲ خصوصاً ۳۸۴۔ یوئرگی تیس کے فتوحات کی تصویریں جنھیں روسے لینی اور شامپولیوں نے مصر کے بتکدۂ ایسنے میں دیکھا تھا، اور جن میں ارمنستان، تھریس اور مقدونیہ کے قیدیوں کی شبیہیں تھیں، یہ سب اب نابود ہو چکی ہیں؛ ڈرواے سن ۳، ۱، ۳۸۴؛ بیڈیکر ۲، ۲۶۲۔ پولے بیوس کے بیان کے مطابق اُسنے شام و دمشق کو اور ہیتے رونیموس کے بموجب ''اضلاع بالائی ماورائے فرات'' کو اور پولیائے نوس کے مطابق ''ہندوستان تک کے ممالک'' کو فتح کیا۔ ایسنے میں جن تھریسی اور مقدونوی قیدیوں کی تصاویر تھیں ممکن ہے کہ انھیں اُس نے ایشیا کے کسی حصے میں گرفتار کیا ہو۔ اغلب ہے کہ اس مہم کے بعد

باب ۷

فقرہ حسب ذیل ہے: "وہ ایشیا کی طرف پیدلوں اور سواروں کی فوج، جہازوں کا بیڑا اور تروگلودی وحبشی ہاتھیوں کی ٹولی لے کر جنھیں اُسکے باپ نے پکڑ کر جنگ کے لئے سدھایا تھا، ایشیا کی طرف چلا۔ اُسنے پہلے تو دریائے فرات کے اس طرف کے تمام ملکوں اور کلیکیہ، پمفیلیہ، ایونیہ، ہیلیس پونٹ، تھریس کے علاقوں کو فتح کیا اور وہاں کے تمام لشکروں اور ہندوستانی ہاتھیوں کو نیچا دکھایا اور

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مدینۃ الفیوم میں ایشیائی نوآبادی قائم ہوگئی ہو، الفیوم میں جو پاپی رس نکلا ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو مہافی کا مضمون لندن کے مستشرقین کی کانفرنس کی روداد میں سنہ ۱۸۹۲ء۔

شمال میں شہر اورتھوزیہ؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۱۸۱۔

تانس والا نوشتہ؛ ویشر: "جریدۂ آثاریات Wescher: Rev. Arch سنہ ۱۸۶۶ء، صفحہ ۴۹؛ بکس، ۷۹؛ ایپسیوس: "حکم کانوپس"، برلن سنہ ۱۸۶۶ء؛ بیڈیکر ۱، ۴۳۳؛ مہافی: "سلطنت" ۲۰۵، ۲۲۶۔ مقابلہ کرو باب ۵، حاشیہ ۱۳؛ باب ۹، حاشیہ ۲؛ معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس اول اور بطلیموس دوم دونوں مسروقہ بتوں کو واپس لے آئے۔

واقعات سرنہ؛ پولی بیوس ۱۰، ۲۵؛ پلوٹارک: "حیات فلوپاتر" ۱، ڈرواے سن ۳، ۱، ۳۰۴؛ مہافی (: "سلطنت" ۲۰۴) ڈرواے سن کی رائے سے اتفاق نہیں کرتا۔

پولیائے نوس ۵، ۱۸ کے بموجب رھوڈز مصری امیرالبحر خرمیوندیس کے ساتھ الفی سوس کے قریب لڑا اور کامیاب ہوا۔ خرمیوندیس اس جنگ کے بعد جو اُس کے نام سے موسوم ہے، مصر گیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ رھوڈز جیسی تجارت پسند جمہوریہ کو بطلیموس سوم "یوئرگی تیس" کے فتوحات سے ضرور خطرہ محسوس ہونے لگا ہوگا جس کی وجہ سے غالباً اُس کے عہد حکومت میں انھوں نے مصر کے خلاف آزادی بحری کی حفاظت کرنیکی یہ کوشش کی ہوگی۔ مہافی: "سلطنت" ۲۰۱۔

یوئرگی تیس کے زمانے کے نوشتے جو جنوب کے مقبروں سے برآمد ہوئے: مہافی: "سلطنت" ۲۰۹۔

باب ۱ جملہ حکمرانوں کو مغلوب کیا۔ اس کے بعد دریاے فرات کو عبور کرکے اور دجلہ و فرات کے دوآبے، سوسستان، فارس، مدیہ اور باختر تک تمام باقی ماندہ اضلاع کو مغلوب کیا اور اُن مقدس باقیات کی تلاش کرکے جنھیں ایرانی مصر سے اپنے ساتھ لے گئے تھے، اُنھیں اور ان سب ملکوں کے خزینے لے کر اپنی افواج کو نہروں میں ہو کر جانے کا حکم دیا۔" یہاں یہ نوشتہ یکایک ختم ہو جاتا ہے۔ میں نے حاشیے میں اس مہم کے متعلق چند مزید حوالوں کا ذکر کیا ہے۔ مقدس باقیات کی واپسی کا ذکر ویلتائے نیل کے مقام تانس کے ایک مذہبی نوشتے میں بھی ملتا ہے۔ اس جنگ کی ابتدا کی بہت سی تفصیلات جہاں مصریوں کی فتح سلیوکیہ اور اورونتیس والے انطاکیہ میں انکے نہایت جوش و خروش کے ساتھ استقبال کا بیان ہے، حال ہی میں مصری پاپی روس میں منکشف ہوئی ہیں۔ یہاں یہ ذکر کرنا مناسب ہے کہ ادولے کے نوشتے کے بموجب مصر مختلف ممالک کے حکمرانوں کو تسلیم کرتا ہے، اور وسیع رقبوں پر سلیوکیوں کے جو دعاوی تھے اُنھیں بالکل نظرانداز کردیتا ہے۔ بلکہ سلیوکیوں کا ذکر تک نہیں کرتا۔

سوال یہ ہے کہ اگر یورگی تیس نے اپنے دعوے کے مطابق سکندر کی سلطنت کو از سرِ نو فتح کرلیا تھا تو مصر یہ اس پر قابض کیوں نہیں رہا؟ یوستی نوس کہتا ہے کہ اندرون ملک کی ایک بغاوت کی وجہ سے اُسے مصر واپس آنا پڑا۔ ممکن ہے کہ بالکل اُسی طرح جیسے نپولین کے موسکو والی مہم کے زمانے میں جنرل مالے نے پیرس میں اُس کے خلاف سازش کی تھی اسی طرح باختر میں بطلیموس کے قیام کے دوران میں اُس کی مصری رعایا نے بغاوت کا سامان کرنے کی کوشش کی ہو۔ ڈروائے سن کہتا ہے کہ اُسی زمانے میں یونانی ایکدے موس اور دیموفانیس سرنہ میں جمہوری تحریک کی ابتدا

باب ۱۰،

کر رہے تھے۔ یوئرگی تیس کی مہم بلاشبہہ ایک نہایت درخشاں مہم تھی؛ لیکن اس مہم کا مستقل نتیجہ کیا نکلا؟ ادوُ لے والے نوشتے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے جن بادشاہوں پر حملہ کیا انھیں نیچا دکھایا، لیکن جوں ہی اُن کی پیٹھ مڑی ہوگی، اُن کی مغلوبیت محض الفاظ تک ہی محدود رہ گئی ہوگی، اور مصر حقیقت میں صرف فینقیہ اور تھریس کے ساحلی علاقے کے چند ایسے مقامات پر غالب رہا ہوگا جہاں تک اُس کے بیڑے کی دسترس تھی، اور یہاں بھی اُسے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی ہوگی۔

ہم اس سے واقف نہیں کہ سلیوکوس نے اس حملے کی کس طرح مدافعت کی، لیکن یوستی نوس اُن واقعات کو بیان کرتا ہے جو اس کے بعد ایشیا میں پیش آئے۔ وہ کہتا ہے کہ بطلیموس کے چلے جانے کے بعد سلیوکوس نے باغی شہروں کے مقابلے کے لئے ایک بیڑا تیار کیا، لیکن یہ بیڑا طوفان کے نذر ہوگیا، اور اس مجبور بادشاہ کے ساتھ رحم کھا کر اور ہمدردی کرکے، جس کی جان بس بال بال بچ گئی تھی، باغی بلدیات پھر اُس کے مطیع ہو گئے۔ لفاظ اور عبارت آرا مورخوں کی تصانیف میں جو لغو اور بے بنیاد واقعات دئے ہوتے ہیں اُن کا یہ فقرہ ایک عمدہ نمونہ سمجھنا چاہیئے۔ یوستی نوس کہتا ہے کہ اس کے بعد سلیوکوس بطلیموس سے ازخود جنگ آزما ہوتا ہے لیکن شکست کھا کر انطاکیہ بھاگ جاتا ہے (جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ شہر پھر پوئرگی تیس کے قبضے سے نکل چکا تھا!)۔ اب وہ اپنے بھائی انطاکوس ہیے راکس کیطرف رخ کرتا ہے اور امداد کے معاوضے میں طاروس تک تمام ایشیا (یعنی ایشیائے کوچک) کا اُس سے وعدہ کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایشیائے کوچک میں انطاکوس آزاد تھا۔ اب بطلیموس خوف زدہ ہوکر دس سال کے لئے سلیوکوس کے ساتھ صلح کر لیتا ہے۔

باب ۱

لیکن ہیئے راکس کا برتاو برادرانہ نہیں تھا؛ اس نے سلیوکوس پر حملہ کرکے غالطیوں کی مدد سے اُسے (تروگوس کی تمہید کے بموجب) انگورہ پر شکست دے دی۔ کہتے ہیں کہ سلیوکوس لڑائی میں کام آیا جس پر غالطیوں نے اپنے مالک انطاکوس کا خاتمہ بھی کرنا چاہا تاکہ وہ تمام ایشیا پر آسانی کے ساتھ قابض ہوجائیں۔ لیکن انطاکوس نے تحفہ تحائف دے کر انھیں رام کرلیا۔ یوستی نوس کے بیانات کا تتمہ یوسے بیوس کی تالیف کو سمجھنا چاہیئے۔ اُن کا بیان ہے کہ انطاکوس کے ماموں اسکندر نے جو سارڈس میں رہتا تھا، اُس کی مدد کی؛ چنانچہ سلیوکوس نے سارڈس یا ایفی سوس پر قبضہ کرلیا جس کا بطلیموس محاصرہ کیئے ہوئے تھا۔ کاپادوسیہ میں سلیوکوس نے متھراداتیس کے ساتھ ایک بڑی لڑائی لڑی جس میں اس کی طرف کے بیس ہزار سپاہی کام آئے اور وہ خود بھی "غائب ہوگیا" معلوم ہوتا ہے کہ یہ وہی جنگ انگورہ ہے جس کا اوپر ذکر کیا گیا ہے۔ بطلیموس نے شام کے ایک حصے پر قبضہ کرلیا، لیکن وہ اور تھوزیہ پر قبضہ نہیں کرسکا اس لیئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ اولمپیاد ۱۳۴ء ۳ یعنی ۲۴۲ قم میں) سلیوکوس اُس کی طرف پیش قدمی کردیتا ہے۔ جب انطاکوس ہیئے راکس افروجیۂ عظمیٰ میں محاصل وصول کرنے کیلئے جارہا تھا تو اُس کے جیش محافظ یا منظوران نظر نے اسے بربریوں کے سپرد کردیا، لیکن وہ آنکھ بچا کر فرار ہوگیا؛ اُس نے بطلیموس کی مدد سے اگلے دن انھیں شکست دے دی اور کچھ عرصے بعد نیئے لاس والی بتھی نیہ کی بیٹی کے ساتھ نکاح کرلیا۔ یوستی نوس اور یوسے بیوس کے ان اجزائی بیانات سے ہم اصلی واقعات کی بابت صرف قیاس ہی قیاس کرسکتے ہیں اور صرف ان ہی کے ذریعے سے اندرونی تعلقات کا پتا چلا سکتے ہیں جس کی وجہ سے تقریباً ہر شخص جو اُس عہد کی تاریخ پر قلم اُٹھاتا ہے وہ ایک بالکل ہی مختلف اور غالبیت

باب ۶

لئے ہوئے یہاں تک پہنچ جاتا ہے (دیکھو یادداشت ۲)۔ ان دونوں مورخوں کی تالیفات کے اجزا سے معلوم ہوتا ہے کہ مصر اور شام کے مابین اور دو سلیو کی بھائیوں کے درمیان جنگ جاری تھی بلکہ میدان کارزار میں غالطی بھی تھے، اور شاہان پرگامم کے ہاتھوں موخر الذکر کی شکست کھانا پڑی؛ ان سب باتوں کا تعلق تاریخ تمدن یونان کے ایک نہایت اہم باب، یعنی فنون ایشیائے کوچک کے شباب سے ہے۔ بلاشبہہ پرگامم کے نوشتوں کے اجزا سے اس کی بابت کچھ معلومات حاصل ہوتے ہیں؛ لیکن یہاں بھی ہر چیز پر تاریکی چھائی ہوئی ہے اور نہ تو نفس مضمون نہ معنویت میں کسی قسم کی صفائی یا قطعیت نظر آتی ہے، چنانچہ اگر آج کسی عالم کے قلم سے کوئی قطعی بات نکل جاتی ہے تو اسے اس کے ثبوت میں بہت سی ایسی باتیں پیش کرنی پڑتی ہیں جن میں بہت کچھ شک و شبہہ کی گنجائش ہو۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ ہم اس مضمون پر زیادہ بحث نہیں کرسکتے، اور حاشیۂ متعلقہ میں بھی ہم نے صرف خاص خاص اسناد کا حوالہ دینے ہی پر قناعت کی ہے۔

دوسرے نہایت دلچسپ واقعے، یعنی بطالسہ کی روز افزوں قوت کو رھوڈزیوں کے روکنے کی کوشش کا بھی قدما بہت ہی کم تذکرہ کرتے ہیں۔ ایفی سوس کے قریب رھوڈزیوں اور مصریوں کے مابین لڑائی ضرور ہوئی، لیکن اُس کے فوری اسباب اور اُس کے نتائج سے ہم واقف نہیں ہیں۔

اب ازسرنو سلیوکوس کی طرف آئیے جس کا خطاب کالی نی کوس یا "فاتح عظیم" تھا۔ سوال یہ ہے کہ اس خطاب کا وہ کیسے مستحق بنا؟ اس کا جواب دینے میں ہمیں مشرق بعید کی تاریخ بتانی پڑتی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ سلیوکوس نے دیار مشرق کی طرف ایک بڑی مہم سر کی، جس کی بابت بھی ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں۔

استرابو میں توساکائے اور یوستی نوس میں پارتھیوں کا ذکر سننے میں آتا ہے[1]۔ باب ۱۰
سلیوکوس نے ارشک شاہ پارتھیا کو مغلوب کیا، اور موخرالذکر یہ
خیال کر کے کہ دیودوتوس اول شاہ باختر اُس کی مخالفت کریگا امور دریا
اور سردریا کے دوآبے میں رہنے والی قوم ایاسیاکائے کے پاس
بھاگ گیا۔ لیکن ارشک اول اور دیودوتوس اول کے جانشین
دیودوتوس دوم کے درمیان سمجھوتہ ہوگیا اور ان دونوں نے
مل کر سلیوکوس کو ملک شام کی طرف واپس بھگا دیا۔ ارشک
کی اس فتح کو پارتھی قوم ہر سال مناتی تھی۔ الغرض ہم اس نتیجے پر
پہنچتے ہیں کہ کالینی کوس کا جو خطاب سلیوکوس نے اختیار
کیا وہ اُس کا اتنا ہی مستحق تھا جتنا کوئی دوسرا مشرقی فرماں روا،
اور اس "سورما" نے، جو محض اپنی قسمت کی یاوری سے پارتھیوں
کے ہاتھوں سے بال بال بچا، اپنی دریائے فرات کے کنارے والی
موروثی جاگیر میں جو شہر کالینی کون آباد کیا اس سے آس پاس کے

[1] دونوں مد مقابل بھائیوں یعنی سلیوکوس و انطاکوس کے مزید حالات
سلیوکوس کی مشرق کی طرف پیش بندی: استرابو ۱۱، ۵۱۴؛ یوستی نوس ۴۱، ۴، ۴؛
ڈروائے سن ۳، ۲، ۴ وغیرہ؛ فون گوٹشمٹ: "تاریخ ایران" V. Gutschmid:
Ges. Irans. ۳۳ مقابلہ کرو کیوپ: "بطلیموس اول کی جنگ ہائے سوریہ"
Kœpp: Die Syrischen Kriege des ersten Ptol ۱۸۹۳ء صفحہ ۲۰۹-۲۳۰
جہاں اس موضوع کے تصانیف ماقبل پر بحث کی گئی ہے، جن میں سے ڈروائے سن
و کیو ہلر کی کتاب ممتاز ہے۔ کیوپ نے جو نتائج اخذ کئے ہیں اُن کے لئے دیکھو
باب ۱۳، حاشیہ ۶۔ نیز دیکھو بیلوخ کا مضمون Rhein. Mus. ۱۸۸۸ء اور میولر
دیو رفیردس Fr. H. G جلد ۳ صفحہ ۷۰۸ وغیرہ جسے کلنٹن بھی (۳۱۲) ملحوظ رکھتا ہے؛
فرینکل: "نوشتہ جات پرگامم"
گیسلر: "ایریتھرائے" صفحہ ۳۹ وغیرہ؛ یہیں جنگ انگورہ کی تاریخ ۲۳۵ ق م بتائی گئی ہے۔

باب

شہروں کے باشندوں پر یقیناً نہایت اچھا اثر پڑا ہوگا۔

بہرنہج سلیوکوس کے عہد حکومت کے آخری حصوں سے کسیطرح وہ اس خطاب کا مستحق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ اول تو اس کی چچی استراتونیس نے اُسے دق کیا۔ استراتونیس نے پہلے تو دیمتریوس والیِ مقدونیہ کے ساتھ نکاح کیا تھا، اور جب اُس کے شوہر نے اُس سے علیٰحدگی اختیار کر کے پرھوس کی بھتیجی فتیہ کو اپنے گھر میں ڈالا تو وہ فوراً شام گئی اور اپنے بھتیجے سے نکاح کرنے کے لیئے کہا، اور جب اُس نے اُس سے انکار کیا تو اُس نے مُلک میں خلفشار پیدا کیا اور اسی میں اپنی جان دے دی۔ اُس کی موت کو بادشاہ کے حق میں کامیابی سمجھنا چاہیئے۔ مگر اس کے بعد واقعات نے پیچیدگی اختیار کر لی۔ پہلے تو یوستی نوس کا بیان دیکھیئے۔ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ یوستی نوس اپنے بیانات میں نہایت بے پروائی دکھاتا ہے، چنانچہ وہ اتالوس شاہ پرگامم کو یومنیس شاہ بتھی نیہ کہتا ہے، بہرحال اس اتالوس نے انطاکوس اور غالوں پر حملہ کیا اور انھیں شکست دے کر اُس مُلک کے زیادہ تر حصے پر قبضہ کر لیا۔ اب سلیوکی بھائیوں کو چاہیئے تھا کہ آپس میں صلح کر لیتے، مگر اس کے برعکس انھوں نے ایک دوسرے سے برابر لڑائی جاری رکھی۔ انطاکوس اپنے خسر (؟) اریارامنیس والی کاپادوسیہ کے پاس بھاگ گیا، اور جب اس سے کوئی بہتری کی شکل نہ دیکھی تو دربار بطلیموس میں پناہ لی۔ لیکن بطلیموس نے اُسے قید میں ڈال دیا جہاں سے اُس کی ایک محبوبہ نے اُسے قید سے چھڑا لیا، مگر جب وہ فرار ہو رہا تھا تو ڈاکوؤں نے اُس کا کام ہی تمام کر دیا۔ تقریباً اُسی زمانے میں ایک روز سلیوکوس گھوڑے پر سوار تھا کہ گھوڑے نے اُسے گرا دیا اور اسکا بھی خاتمہ ہو گیا۔ یہاں تک تو یوستی نوس کا بیان تھا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مورخ صرف حسن و عشق کے افسانے تلاش کر لیتا ہے

اور اُسے مختلف واقعات کے باہمی تعلق کا خود بھی پتا نہیں۔ وہ ہم سے یہ نہیں کہتا کہ سلیوکوس کے بعد کون بادشاہ ہوا، اور اسی ضمن میں ترو گوس کی تمہید سے بھی واقعات پر روشنی نہیں پڑتی۔ ہم نے یوسے بیوس کے جس تذکرے کا اوپر حوالہ دیا ہے اُس میں انھیں جنگوں کی تھوڑی بہت تفصیلات دی ہوئی ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ انطاکوس ہئیے راکس اولمپیاد ۱۳۷، ۴ (۲۲۹ق م) میں اتالوس سے ضلع کولوئے میں جو سار دس کے قریب واقع ہے برسرپیکار ہوا، لیکن کاریہ میں ایک اور لڑائی کے بعد ۲۲۸ق م میں تھریس فرار ہونے پر مجبور ہوا اور آخر کار اُس کا انتقال ہو گیا۔ اگلے برس سلیوکوس نے بھی وفات پائی۔ یہ اہم ترین واقعات ہیں جن کا ذکر ہم قدیم تالیفات میں پڑھتے ہیں، اور معلوم ہوتا ہے کہ مؤلفوں نے انھیں توڑ مروڑ دیا ہے۔ ظاہر ہے کہ زمانۂ حال کے علماء نے ان ٹوٹے پھوٹے اجزا کو ملا ملا کر مسلسل تاریخ بنا دی ہے، لیکن صرف چند ہی ایسے واقعات ہیں جن کا تیقن ممکن ہے، فہو ہذا:-

اگر قانونی جواز اور جغرافی اعتبار سے سلطنت کے تخیل کا کوئی سوال اُٹھ سکتا ہو، تو معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت سوریہ کا جائز حکمران سلیوکوس دوم "کالینی کوس" ("فاتح اعظم") تھا جسے "پوگون" یا "ریشائیل" بھی کہتے تھے۔ اس کا عہد حکومت ایک خلفشار کا زمانہ تھا جس میں کبھی اُس کی قسمت کا پلڑا جھک جاتا تھا کبھی اُٹھ جاتا تھا۔ بطلیموس یورگی تیس ("مہربان") بہت سے ان علاقوں میں جن کا سلیوکوس دعویدار تھا، گزرا، اور اغلباً اُس نے بہت سی فتوحات کو اپنے قبضے میں رکھا۔ یہی کیفیت ایشیائے کوچک کی بھی تھی، جس کا دعویدار پوگون کا بھائی انطاکوس ہئیے راکس ("شہباز نما") بھی تھا۔ اس دعویدار نے اپنی بادشاہت کا اعلان

باب ۶ کردیا اور ایشیائے کوچک کی بہت سی آزاد اقوام مثلاً بتھی نیہ والے، کاپادوسیہ والے اور غالطی اُس کے ہمنوا بن گئے۔ اس کے برعکس اتالوس فرمانروائے پرگامم انطاکوس کا مخالف تھا۔ اس حوصلہ مند سردار کے لئے جس کا ساتھ دینے کو کوئی قوم تیار نہیں تھی، وہ شخص جو اپنے آپ کو ایشیائے کوچک کا بادشاہ کہتا تھا وہ بہ نسبت بعید سلیوکوس کے زیادہ خطرناک اور مضرت رساں تھا۔ پولے بیوس کہتا ہے کہ وہ ملک جو خاص طور پر ہیراکس کا مطیع تھا وہ افروجیہ کبریٰ تھا اور اسی سے وہ خراج وصول کرتا تھا۔ مگر اگر افروجیہ کبریٰ سے غالطیہ کو نکال دیا جائے تو باقی رہ ہی کیا جاتا ہے؟ اور اگر یہ باقی ماندہ افروجیہ انطاکوس کا سمجھا جائے تو پھر ایشیائے کوچک میں سلیوکوس کے لئے کیا باقی رہا؟ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سلیوکوس کے قبضے میں سارد س نہیں تھا، اور ساحلی شہر یا تو خود مختار تھے ورنہ بطلیموس کے زیر حمایت تھے، اور پرگامم خود آزاد تھا، چنانچہ سلیوکوس اپنا حکم محض مشرقی لیدیہ پر چلا سکتا ہوگا۔ اور پھر جنوب کی طرف بھی سلیوکوس کا علاقہ زیادہ دور تک نہیں جاتا تھا۔ ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحلی علاقے کا مغربی حصہ بہ نسبت شامی اثر کے مصری اثر کو زیادہ مانتا تھا، اور سلیوکوس کے قبضے میں شامی ساحل کا بہت ہی کم جزو ہوگا اس لئے کہ خود شہر سلیوکیہ پیئے ریہ پر مصریوں کا قبضہ تھا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعتاً سلیوکوس اندرونی سوریہ کے شمالی حصہ اصطخر اور ہمدان تک اندرون ملک کلیکیہ کے علاقوں پر قابض تھا اور ساحلی لاؤدیسیہ سے بندرگاہ کا کام لیتا تھا۔ دونوں بھائیوں کے خصائص کی بابت کچھ حکم نہیں لگایا جاسکتا؛ اور ڈرواسن نے ان کے موافق جو رائے ظاہر کی ہے اُس کا ثبوت واقعات سے نہیں دیا جاسکتا۔ اگر ہم کالینی کوس جیسے عالی شان خطابات اور ایشیائی مصری طرز کے

اعلانات سے چونہ چھپایا نہ جائیں تو باقی ماندہ واقعات بس یہ رہ جاتے ہیں کہ ہیلیس پونٹ اور سندھ کے درمیانی ممالک کی ملکیت کے لیئے بہت سے دعویدار جنگ آزما ہوئے اور شہر کی صنعتی آبادی کی حفاظت کبھی تو جنگ آزما ہو کر کبھی اُس حکمراں کے سامنے سر تسلیم خم کر کے کرتے ہیں جو اپنی فوج لیئے نزدیک پڑا ہوا ہو۔ اس حصۂ ایشیا کی یہ صورت حال اُس وقت تقریبًا اُسی طرح کی تھی جیسے جنگ سی سالہ کے دوران میں جرمنی کی حالت۔ باب ۱۰

۲۲۶ء ق م سے ۲۲۳ء یا ۲۲۲ء ق م تک ملک شام کا حکمراں سلیوکوس سوم "کیرانوس" یا "سوتر" تھا جو سلیوکوس دوم کا بیٹا تھا۔ اُس نے پرگامم کے حکمرانوں سے ایشیائے کوچک واپس لینے کے لئے زنجیرۂ طاروس کو عبور کیا، اور اپنے مقصد کے حصول میں اپنے رشتہ دار اکائیوس کی مدد سے کامیاب ہوا۔ لیکن اسے اس کامیابی کا پھل زیادہ مدت تک نصیب نہیں ہوا اس لیئے کہ اُس کی تھوڑی مدت بعد ہی اُسے نکانور نامی ایک شخص اور اپاتوریوس نامی غالوی نے قتل کر دیا۔ سرکاری فہرست کے مطابق اُس کے بعد اُس کا بھائی انطاکوس سوم "اعظم" جو اس وقت تک بابل میں رہتا تھا، تخت نشین ہوا، لیکن نوشتوں اور سکوں کی بناء پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک اور حکمراں انطاکوس نامی بھی تخت نشین ہوا تھا جو سلیوکوس سوم کا بیٹا ہوگا۔ ہم باب ۱۵ میں دیکھیں گے کہ اکائیوس نے آپکو اُس کے چنگل سے چھڑانے کی کوشش کی، لیکن یہ دعویدار انطاکوس ہیرا کس کے برابر کامیاب نہیں رہا ۔[سے]

سے بھائیوں کی موت یوستی نوس ۲۷، ۳۰۲؛ تروگوس تمہید ۲۷؛ ڈروائے سن ۳، ۲ ، ۱۹، ۲۰۔ رائے ناش ("تین سلطنتیں Reinach: Trois Roy. ۱۴") کہتا ہے

باب ۲۲

۲۲۱ ق م میں بطلیموس چہارم "فلو پاتر" مصر کے تخت پر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - کریوستی نوس کا یہ خیال غلط ہے کہ ہیئے راکس شاہ کاپادوسیہ کا داماد تھا؛ اسی خیال کو کلنٹن (۳۱۴) نے بھی ظاہر کیا ہے۔
انطاکوس ولد سلیوکوس سوم کے لیئے دیکھو ڈرواے سن ۳، ۲، ۱۲۱، ۱۳۳۔

ڈرواے سن (۳، ۱، ۴۰۰) دونوں بھائیوں کے خصائص نہایت رجائی انداز میں بیان کرتا ہے؛ لیکن ۳، ۲، ۲۲ وہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ "یہ دونوں نوجوان ہمارے سامنے ہو کر چھلاوے کی طرح غائب ہو جاتے ہیں۔"

سکّے: بطلیموس سوم "یورگی تیس" وہ پہلے تو اپنے باپ کے سکّے قبرص و فنیقیہ میں جاری رکھتا ہے؛ اس کے بعد جب جنگ سوریہ کی وجہ سے وہ مشکلات میں پھنستا ہے (پول: فہرست سکّہ جات بطالسہ" Poole : Cat Ptol. تصویر ۳۴) تو مصر میں سکّے بناتا ہے۔ اس کی بیوی برے نیس کے سکّے جن پر لفظ "بازی لیسس" کندہ ہے ان میں سے ایفی سوس والی آٹھ درہمی بھی ہے (فہرست، تصویر ۱۳، ۲؛ دیکھو بابلون: "ذخیرۂ مسکوکیات" Babelon : Mél. numis. پیرس ۱۸۹۳ء، ص ۱/۸)۔

بطلیموس چہارم "فلو پاتر"، ("پدر پرست") (۲۲۲/۲۰۴ ق م) نے قبرص میں دیونی سوس کی نوع کے سکّے بنائے، اور اس کا اتباع بطالسہ ۶، ۸، ۹ نے بھی کیا۔

سلیوکوس سوم "کالینی کوس" اور انطاکوس ہیئے راکس؛ بابلون: شاہان سوریہ LXV LXXX سلیوکوس ۲ کا خطاب "پوگون" پولی بیوس ۲، ۷۱ میں ملتا ہے لیکن اس کے زیادہ تر سکوں میں اُس کی ڈاڑھی نظر نہیں آتی - ان میں اپولو بجائے بیٹھے ہوئے کے کھڑا نظر آتا ہے - سلیوکوس سوم کے بعض سکّوں کی ہیئے رون دوم خود سر سرقوسہ کے سکّوں سے مشابہت؛ تصویر ۲۶۔ ارتے مس والے سکّوں کی اسی سے ابتداء ہوتی ہے - بابلون نے جن سکّوں کو ہیئے راکس

باب ۱

بٹھا۔ ہم اس کا ذکر ابواب ۱۳ و ۱۵ میں کریں گے۔
مشرق میں تو مختلف حکمراں اپنے معمول کے مطابق ایک دوسرے سے جھگڑوں میں مصروف ہیں، یونان میں، آزادی کی تحریک برابر روبترقی نظر آتی ہے[۱] اس کی ابتدا، تو ایتھنز نے کی تھی، لیکن

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی طرف منسوب کیا ہے۔ انھیں بعض مورخ دوسرے حکمرانوں کا بتاتے ہیں۔
سلیوکوس سوم "کیرانوس" کا سرکاری خطاب "سوتر" تھا؛ بابلون XXXIII - دیکھو نوشتہ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان C.I.G ۴۴۵۸ XXXVII" جہاں ایک انطاکوس کا ذکر ہے جو بظاہر اس کا بیٹا معلوم ہوتا ہے۔ دیکھو ڈروائے سن ۲/۳، ۱۲۱، ۱۳۳، جس سے بابلون متفق ہے۔
یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ ایشیا میں جو میدان گرم ہو رہا تھا اُسمیں مقدونیہ بھی شریک تھا؛ یہ استدلال تروگوس کی تمہید ۲۷ سے کیا جاتا ہے۔ جہاں ایک مشتبہ فقرے میں مذکور ہے کہ بطلیموس نے انتی گونوس پر اندروس کے قریب ایک بحری لڑائی میں فتح پائی۔ ایشیا اور جزائر کے ساتھ مقدونیہ کے جو تعلقات تھے وہ نہایت تاریک ہیں۔ نیز دیکھو نیچے، حواشی ۱۱ و ۱۵؛ مہافی "سلطنت" ۱۵۴۔
[۱] اس عہد کے خصائص جو اب شروع ہونے والا ہے "اکائیائی لیگ کا آغاز، آگس اور عالی منش کلیومنیس کے مجوزہ اصلاحات، سپرٹہ کا جمہوری دستور ایپائروس کی عمومیت، فلوپوئے من کی تخلیقی توانائی، مقدونیہ میں جمہوریہ کی بنیاد اور روما میں برادران گراکی کے خیالات کی ترویج، ان سب امور کو اس قابل یادگار صدی کے ممتاز ترین واقعات سمجھنا چاہیئے"؛ ڈروائے سن ۳/۱، ۳۲۵۔ یہ تاریخ کا ایک نہایت عالی تخیل ہے۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اس فقرے میں مقدونیہ کا جمہرا جاتا، جسے عام طور پر رنما کے ظلم وستم کا ایک نتیجہ سمجھا جاتا ہے اسے خیالات آزادی کا مظاہرہ بیان کیا گیا ہے۔ کتنا افسوس ہے کہ ڈروائے سن

باب ۱۰

وہ اسے جاری نہیں رکھ سکتا اس لیئے کہ وہ مقدونیہ کا طوق غلامی اپنے گلے سے نہیں اُتار سکتا۔ اس کی بجائے پیلوپونیز میدان میں اُترتا ہے اور اس تحریک کی ابتدا اد شہر میگالوپولس کی طرف سے ہوتی ہے۵۵ جیسا ہم نے باب ۹ میں کہا تھا، اب ہم اس عہد کے محض سوئی حدود سے باہر نکلتے ہیں تاکہ واقعات کا اندرونی تسلسل ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ ہم جلد ۳، باب ۹ میں دیکھ چکے ہیں کہ میگالوپولس کی تعمیر میں فلسفیانہ خیالات کا بھی حصہ تھا، اور اس شہر کے باشندے سوچ سمجھ کر عمل کرنے میں نہایت ممتاز تھے ابتدا میں تو انھوں نے تھبز کا اور پھر مقدونیہ کا ساتھ دیا تھا لیکن اب وہ آزادی کے بڑے بھاری حامی نظر آتے ہیں، مگر جو اُصول اُن کے پیش نظر ہیں وہ بجائے عملی ہونے کے زیادہ تر محض نظری اور خیالی ہیں۔ اس زمانے میں میگالوپولس پر ایک خودسر ارسطودیموس حکمراں تھا جو ابتدا میں تو مقدونیہ کی سیادت تسلیم کرتا تھا لیکن بعد میں آزاد ہو گیا تھا۔ اس سے لڑائی کے دوران میں ہی اسپارٹا کے بادشاہ اکروستاتوس ولد آریوس نے اپنی جان دے دی۔ گو ارسطودیموس ایماندار مشہور تھا، لیکن خودسرانہ حکومت سے لوگوں کو جو نفرت تھی اُس کی بنا پر دو شہریوں مسمی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس تصویر کی تکمیل نہیں کر سکا؛ لیکن دوسرے حصے کی رنگ آمیزی پہلے کی رنگ آمیزی سے یقیناً مختلف ہوتی۔

مہافی: "ادبیات یونان" باب ۱۶ میں "ہمعصر سیاسی خیالات" پر بعض دلچسپ واقعات دیئے ہوئے ہیں۔

۵۵ میگالوپولس۔ پلاس: "خودسری" ۲، ۱۶۳۔ زوسے میل، ۱، ۲۲۸۔ اکائیائی لیگ کے آغاز کیلئے دیکھو تیوپفر (Toepfer) کا مضمون پاؤلی کے "محیط" (Pauly's Realencycl) میں جہاں حوالے بھی دیئے ہوئے ہیں۔

ایکڈیموس و ڈیموفانیس نے، جو اپنے وطن مالوف کو چھوڑ کر اتھینز ہی کی اکادیمی کے فلسفی ارکےسی لاؤس کے مرید ہوگئے تھے (دیکھو اوپر، باب ۶) اسے جان سے مار ڈالا۔ اس فعل کی ایک ایسے شخص نے نقل کی جو آخر کار تمام یونان کی قسمت پر نہایت ہی زبردست اثر ڈالنے والا تھا۔ باب ۱

سکیون بھی خودسرانہ حکومت کا شکار رہ چکا تھا، اور اباتی داس، پاسیاس اور نکوکلیس نے یکے بعد دیگرے اس مُلک پر مظالم کی بوچھار کی تھی۔ آرگوس میں ایک نوجوان سکیونی اراتوس رہتا تھا، جو اس دولتمند کلی نیاس کا بیٹا تھا جسے اباتی داس نے قتل کرا دیا تھا۔ یہ کلی نیاس کسی زمانے میں سکیون کا دستوری آرخن رہ چکا تھا۔ سات برس کی عمر میں سنہ ۲۶۴ ق م میں اراتوس کو آرگوس لے آئے اور یہاں مرفہ الحالی میں اُس کا نشو و نما ہوا۔ اُس نے وہاں اس زمانے کی تہذیب و تمدن سے پورے طور پر واقفیت حاصل کی جس میں ورزش جسمانی بھی شامل تھی۔ اس کے باپ کی اپنے زمانے میں بادشاہوں مثلاً انتی گونوس و بطلیموس کے درباروں میں نہایت عزت کی جاتی تھی، اور اراتوس نے عمر بھر اپنے اعیانی عادات و اطوار کو محو نہیں کیا۔ اب اُس نے یہ دل میں ٹھانی کہ کسی طرح سے اپنے باپ کی موت کا بدلہ لینا چاہئے اور سکیون کو آزاد کرنا چاہیئے۔ وہ اسے بدرجہا ترجیح دیتا کہ اپنا کام بادشاہوں کی مدد سے نکالے، لیکن ایک طرف تو انتی گونوس نے وعدہ وعید بہت کئے اور واقعاً خاموشی اختیار کی، اور دوسری جانب بطلیموس میدان کارزار سے بہت دور تھا۔ الغرض اُس نے یہ طے کر لیا کہ خود اپنے قوت بازو ہی پر بھروسہ کرے گا، اور چالیں چل کر اپنا کام نکالے گا۔ اُس نے اپنی دولت کے بل بوتے پر اپنے تیس غلاموں کو مسلح کیا اور ڈاکوؤں کے ایک سردار مسمی زینو فیلوس

باب ۱ کی مدد سے چند تنومند اشخاص کو بھرتی کیا۔ اس کے بعد اُس نے نکوکلیس کے جاسوسوں کو دھوکا دینے اور اُنھیں حقیقت واقعات سے بھٹکانے کے لئے بظاہر عیش و عشرت کی زندگی اختیار کی۔ آخرکار سکیون کی فصیل میں ایک ایسا مقام مل گیا جس کے ذریعے سے کام نکالا جا سکتا تھا، چنانچہ یہ مٹھی بھر آدمی دیوار پر چڑھ گئے اور قبل اس کے کہ اراتوس یا نکوکلیس کی طرف کا ایک شخص بھی کام آئے، شہر پر قبضہ ہوگیا۔ خود نکوکلیس نے ایک سرنگ ہی سے فرار ہوکر اپنی جان بچائی۔ اراتوس نے سکیون والوں کو تماشاگاہ میں طلب کیا اور اُنھیں اطلاع دی کہ تم سب آج سے آزاد ہو۔ اس کے بعد جن جن کو جلاوطن کیا گیا تھا وہ واپس آگئے اور ۲۵۱ ق م میں اراتوس کے کہنے سے سکیون اکائیائی لیگ میں شامل ہوگیا۔ یہ شمول یونانیوں کی اندرونی تاریخ کے ایک جدید اور اہم باب کا آغاز تصور کرنا چاہیئے[۵۸]۔

---

۵۸ اراتوس۔ حوالہ جات۔ ہرمان "مملکت قدیمہ" Hermann : Staatsalterth ۱۸۵ (آگس اور کلیومنیس کے لئے ۹۴ نیز شیومان: "پلوٹارک کی حیات آگس و حیات کلیومنیس پر مقدمہ" Schœmann : Prolegom. zur Ausg des Agis und Kleomenes Plutarchs مع اشاعت سنٹنس Sintenis کلاٹ: "تحقیقات متعلق تاریخ لیگ اکائیہ" Klatt. Forschungen z. Gesch. des ach. Bueintes برلن ۱۸۷۷ء؛ اور اُس کی کتاب "مسائل سنویت" Chron. Beitraeg برلن ۱۸۳۲ء؛ "مقالہ متعلق اراتوس" Abhand. ueber Arat بیرلاڈ ۱۸۳۳ء۔ ناؤسے یر لائپزگ ۱۸۸۶ء؛ پاؤلی وسووا میں مضمون "ابراتوس"۔

پولی بیوس ۴۔ ۸ میں اراتوس کے خصائص کا اندازہ کیا گیا ہے، اور گو یہ مورخ اراتوس کا طرفدار ہے لیکن وہ اُس کے کمزور پہلو بھی عریاں کرنے میں

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ نہیں چوکتا۔ پلوٹارک ("ارا توس ۱۰) اسے "تنفر خود سری" کا لقب دیتا ہے، لیکن وہ صرف چھوٹے چھوٹے شہری حکمرانوں کے خلاف اس قسم کا خیال دل میں لاتا تھا۔ وہ شاہ مقدونیہ کو صرف نظریئے کے اعتبار سے "قابل نفرت" ہستیوں میں شامل سمجھتا تھا (پلوٹارک "اراتوس" ۴۳) اور آخرکار اس نے اس کی اعزازی خدمت کی۔ پلوٹارک کہتا ہے (۱۰) کہ اراتوس اتنا "شدت پسند" نہیں تھا جتنا "اعتدال کا دشمن" گو یہ صفت بھی اس میں ہمیشہ نہیں پائی جاتی۔ اس کے نزدیک اراتوس ایک "معزز شخص" ہے، اپنی خانگی زندگی میں بے داغ، مگر اپنی پبلک زندگی میں اپنے فریق کے تعصبات پر ہر ایک چیز قربان کرنے کے لئے تیار؛ اس کی نظر تنگ اور اس کے مقاصد پست تھے، اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اپنی زندگی کا کام ایسے برباد نہ کر دیتا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ابتدا میں وہ اسے ترجیح دیتا تھا کہ سکیون کو کسی بادشاہ کی مدد سے آزاد کرائے؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۴۔

معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ فوجی کامیابی اراتوس کو ہوئی وہ سب اپنی چالبازی اور اپنی دولت کی وجہ سے تھی۔ پہلا داؤ وہ اس طرح کرتا ہے کہ ڈاکوؤں اور غلاموں کو بھرتی کر کے اُن کی مدد سے رات کے وقت سکیون لے لیتا ہے؛ پلوٹارک: "اراتوس ۶/۸"۔ اسی طرح سے وہ اکروکورنتھ پر وہاں کے سردار ارگی نوس کو ساٹھ تالنت رشوت دے کر قبضہ کر لیتا ہے؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۱۹۔ (باؤلی ۲۰۸،۶،۱ میں کلیس Cless یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ چاروں بھائی اور ساہوکار اسے گیاس ہیودی تھے)۔ وہ ایتھنزی قلعہ ڈیڑھ سو تالنت لے کر حوالے کر دیتا ہے (پلوٹارک ۳۴) اور پچاس تالنت دے کر آرگوس لے لیتا ہے (پلوٹارک ۳۵)۔ ہم اراتوس کی بابت یہ ضرور حکم لگا سکتے ہیں کہ وہ روپے کے بہترین مصرف سے واقف تھا، اور اس بارے میں اس کا طرز عمل پرسیوس اور پومنیس سے مغائر تھا جن پر پولی بیوس مضحکہ اڑاتا ہے (۲۹، ۱)، اور حرص و آز سے یہی وہ آزادی ہے جس کا پولی بیوس کو معترف ہونا پڑتا ہے اور کہنا پڑتا ہے کہ وہ نہایت ہوشیار اور عملی شخص تھا۔

باب ۱۷

میں اس میں زوال پیدا ہو گیا تھا، اور جب مقدونیوں کا اثر یونان

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہمارے نزدیک بھی اُس کی ان صفات کی ایک ممتاز حیثیت تھی۔ اُسکے خصائص میں یہ خصلت اتنی ممتاز تھی کہ جب اُسے کھلے میدان میں نیچا دیکھنا پڑتا تو چالبازی سے وہ شکست کو فتح کی شکل میں تبدیل کرلیتا تھا؛ مقابلہ کرو پلوٹارک ۴۲، جہاں یہ بیان ہے کہ جب وہ فیلاکیہ میں مغلوب ہوا تو وہاں سے بھاگ کر باوجود اس شکست کے آخرکار کامیاب ہو ہی گیا (۳۶)؛ اور اسی طرح کو وہ لیکائیوس پر شکست کھانے کے بعد وہ مین تی نیہ پر قابض ہو کر ہر ایک کو تعجب و حیرت میں ڈال دیتا ہے؛ وہ عین میدان کارزار میں لیدیادیس میں چھوڑ کر چل دیتا ہے اور لیدیادیس مارا جاتا ہے۔ اراتوس اگاتھوکلیس کی لڑائی میں بو ملکار کے قدم بہ قدم چلتا ہے؛ دیکھو اوپر باب ب)؛ اب وہ سیاسی اعتبار سے بالکل ناکام نظر آتا ہے، لیکن وقت گزرتا ہے اور وہ پہلے سے بھی زیادہ طاقتور ہو جاتا ہے۔ ۲۸ سے ۳۳ تک اُس کے جو کارنامے لکھے ہیں وہ بھی اسی طرح کے ہیں کہ بجائے لڑائی کے وہ چالبازی سے کامیاب ہوتا ہے۔ ایتھنز میں جو ناکامی ہوتی ہے اُس کا الزام وہ ارگی نوس کے سر تھوپ دیتا ہے۔ جب بطور استثناء کے وہ کھلے میدان میں لڑکر اپنا مطلب حاصل کرنا چاہتا ہے، تو اُسے ناکامی ہوتی ہے اس لئے کہ وہ اس کا مرد نہیں؛ چنانچہ وہ جلدبازی میں میدان میں اُترتا ہے (پلوٹارک ۴۷) اور شکست کھاتا ہے۔ لیکن اب وہ اپنی فطری فضا میں واپس آتا ہے؛ وہ "بے تربیت اکائیوں" پر الزام رکھتا ہے (گویا کہ وہ خود فوجی قواعد سے غفلت برتی جانے کا ذمہ دار نہیں تھا) اور اُس موقع پر بھی اسے معافی دی جاتی ہے۔

پلوٹارک کی "حیات کلیومنیس" میں کلیومنیس کو اراتوس جو جواب دیتا ہے وہ بالکل اُس کے فطری خصائص کے مطابق ہے۔ کلیومنیس اراتوس کو رشوت دینا چاہتا ہے اُس سے اراتوس اپنی ناراضگی کا اظہار

باب ۵

میں فائق ہوا تو انھوں نے اُس کا خاتمہ کر دیا ؛ لیکن جب مقدونوی اثر

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نہیں کرتا۔ اس کے برعکس وہ کہتا ہے کہ وہ ضرور اُسے ممنون کرتا لیکن اس کے لئے ایسا کرنا ناممکن ہے۔ یہ واقعے کے خلاف تھا اور اگر وہ ایمانداری سے کام لیتا تو وہ یہ کہتا کہ میں اس کے لئے تیار نہیں، لیکن وہ اپنی فطرت سے بالکل مجبور تھا۔

اراتوس اپنی بے لہو کامیابیوں پر ہمیشہ فخر کیا کرتا تھا، اور وہ اس بابت حق بجانب تھا، اس لئے کہ اس طریقے سے اُسے اجیر سپاہی آسانی سے مل جاتے اور اُس کے دشمن آسانی سے مغلوب ہو جاتے تھے۔ شائد بعد میں اُس نے اپنے تذکرے میں اس قسم کی کامیابی میں مبالغہ آمیزی کی۔ اس ضمن میں سکیون کی آزادی حسب حال ہے، Ar. G. کہتا ہے کہ اس لڑائی میں ایک بھی شخص کام نہیں آیا۔ لیکن نہ صرف کسی انسان کی جان نہیں گئی بلکہ جانوروں کا بال بھی بیکا نہیں ہوا۔ وہ کہتے ہیں جو حملے کے وقت بھونکنے لگتے، عین موقع پر چلے جاتے ہیں، چنانچہ اُنھیں بھی مارنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ اراتوس کو اس قدر خیال ہے کہ وہ اپنے لوگوں سے صاف کہتا ہے کہ اگر "ذرا بھی گرہ پڑ گئی" تو وہ سکیون کے حملے ہی سے دست بردار ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ ایسا سمجھدار شخص جو ساتھ ہی اپنی تھیلی کھول دیتا تھا، اُس کی ایسے لوگ نہایت خوشی سے خدمت کرتے تھے۔ اُس زمانے کی صورت حال سے پندرھویں صدی عیسوی کے اٹلی کی یاد تازہ ہوتی ہے، جہاں ۱۴۴۰ء میں چہار روزہ جنگ انگیاری میں صرف ایک شخص کام آیا، اور وہ بھی صرف اس لئے کہ وہ بدقسمتی سے اپنے گھوڑے سے گر گیا اور رکھوندڈالا گیا۔ ناکیاویلی : "تاریخ فلورنس" Macchiavelli : Istor ۵، ۳۳)۔ اراتوس کی پبلک زندگی کے ابتدائی دور میں لڑائی تو بس اسی طرح لڑی جاتی تھی، اور اکثر اُسے فریق ثانی کی رشوت خواری کی امید بھی ہوتی تھی، اس زمانے میں لڑائی میں جان کا نقصان نہیں ہوتا تھا، اور ہوتا بھی تھا تو کہا یہی جاتا تھا کہ نقصان نہیں ہوا۔ جب وہ وقت آیا کہ باوجود

باب ۱۵ میں کمی ہوئی تو یہ لیگ رفتہ رفتہ از سرِ نو عدم سے وجود میں آگئی۔ تقریباً

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ تھیلیوں کے منہ کھلے ہونے کے فریق ثانی کسی طرح خم نہ کھاتا تو پھر صرف اراتوس کا فریق صحیح و سلامت رہنے لگا ۔ مثلاً (" اراتوس" ۲۹) جب ارسطی فوس ساکن آرگوس نے کلیونائے پر حملہ کیا ہے تو موخرالذکر کے تو ڈیڑھ ہزار کام آئے اور اراتوس کا ایک سپاہی بھی نہیں مارا گیا۔ اراتوس کی محبوب ترین چالبازیوں میں سے یہ بھی تھی کہ جھوٹے اعلانات شائع کئے جائیں، اور اس کا سب سے بڑا مقصد یہ تھا کہ اجیر سپاہیوں پر یہ اثر ڈالا جائے کہ اُس کی خدمت کرنے سے فائدہ ہی فائدہ ہے، نقصان کوئی نہیں۔

یہ ایک دلچسپ واقعہ ہے کہ اکائیائی لیگ بہت سے غیر اکائیائیوں مثلاً اراتوس، لیدیادیس، کلیومنیس اور فلوپوئے من کی اس کوشش کی گویا آلۂ کار بن گئی کہ یونانیوں میں پہلے سے زیادہ اتحاد پیدا کیا جائے، لیکن عہد زیر بحث میں صرف اراتوس ہی کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اس چالاک سکیونی کا مدمقابل لیدیادیس تھا، جس کا طرز عمل زیادہ جراءت آمیز تھا اور ساتھ ہی وہ مالدار طبقوں کے مملوکات کی عزت بھی کرتا تھا۔ لیگ میں لیدیادیس کی شرکت کے بعد اراتوس نے اُسے ایک طرف کر دیا۔ بعد میں جب جوش و خروش کے فقدان کی وجہ سے اراتوس کے طرز عمل کو پھر ناکامی ہوئی تو کلیومنیس نے لیگ کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ اگر اُس وقت کلیومنیس کامیاب ہو جاتا تو امرا کی مملوکات کو بڑا خطرہ پیدا ہو جاتا؛ لیکن اراتوس نے صورت حال سے اتنی چالاکی سے فائدہ اٹھایا کہ کلیومنیس لیگ میں داخل ہی نہیں ہو سکا۔ جب بادشاہ نے پھر تشدد کا طرز عمل اختیار کیا تو اراتوس نے پیلوپونیزیوں کو فوراً مقدونیوں کے حوالے کر دیا۔

اکروکورنتھ کے قبضے کے وقت پر سائیوس کی وفات؛ زوسے میل ۴۰۱

جنگ فیلاکیہ؛ پلوٹارک: " اراتوس" ۳۴۔ کیا یہ مقام تھسلی کا شہر

باب ۱۰

سنہ ۲۸۰ق م میں اکائیہ کے چار مغربی شہروں یعنی پاترے، دیمیے، تریتائیہ اور فارائے نے مقدونیہ کا جوا اپنے کندھوں سے اتار کر پھینک دیا، اور ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہونگے کہ اس موقع پر انھوں نے اپنے قدیم تعلقات کی تجدید کر لی ہوگی۔ سنہ ۲۷۶ق م میں ایگیوم نے اپنی آزادی حاصل کر لی اور اس کے بعد بورا اور کری نیہ بھی آزاد ہو گئے۔ ایگیوم کے قریب ہی زیوس اماریوس کا بت خانہ تھا اور شرکا نے اسی مقام کو نئی لیگ کا مرکز قرار دیا۔ اس لیگ میں رفتہ رفتہ باقی ماندہ تمام اکائیائی شہر شامل ہو گئے جن کی وجہ سے اراکین کی جملہ تعداد دس ہو گئی۔ مقدونیہ اس صورت حال کو کسی طرح سے روک نہیں سکے۔ لیکن سکیون کے شامل ہونے پر لیگ کی اہمیت میں چار چاند لگ گئے۔ سکیون اکائیائی شہر نہیں بلکہ نیم دوریائی شہر تھا اور اس کا اثر باقی ماندہ دس اراکین کے اثر سے کہیں زیادہ تھا، چنانچہ وہ لیگ جس میں یہ قدیم شہر شامل ہو گیا اب یونانیوں کی نظر میں کہیں زیادہ اہم ہو گئی۔ لیکن اکائیائی لیگ کی توسیع کا بانی اراتوس تھا جسنے اس معاملے میں بھی اسیطرح اپنے سیاسی تدبر کا سکہ جمایا جیسے دوسرے معاملات میں گو اُسکا تدبر اور اُسکی سیاست دونوں (پلوٹارک کے ظرافت آمیز پیرائے میں) اس نوع کی تھی کہ اس کے لئے بجائے روشنی کے تاریکی میں زیادہ سہولت ہو۔ گو اراتوس نے "مدرسۂ کشتی گری" میں تربیت پائی تھی، لیکن وہ فطرتاً سپاہی نہیں تھا، اور ایک سپہ سالار کی حیثیت سے بھی وہ زور پر چالبازی کو

بقیہ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ فیلا کے سے؟ ڈروائے سن ۳، ۲، ۳۳۔
اسپارٹا کے ساتھ جنگ سے تعرض کیا جاتا ہے؛ پلوٹارک: "اراتوس"
۳۰۔ تھسلی اور مقدونیہ میں افتراق؛ یوستی نوس ۲۹، ۲۔
اراتوس دار سلوماخوس؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۳۵۔

باب ۱ ترجیح دیتا تھا جب اُس نے سکیون کو اکائیائی لیگ میں شامل کیا تو وہ دراصل خود اپنے مفاد کو دیکھ رہا تھا اور اُسے یہ گمان تھا کہ شاید وہ اس لیگ کا صدر بن جائے، چنانچہ اُس کا یہ گمان صحیح ثابت ہو کر رہا۔ ۲۵۵ق م میں لیگ کے دستور میں جو تبدیلی کی گئی اس کی وجہ سے وہ معاملات یونان میں پہلے سے بھی زیادہ اہل ہو گئی، وہ تبدیلی یہ تھی کہ بجائے دو استراتے گی کے آئندہ سے صرف ایک استراتے گوس کمانڈار مقرر ہوا، جس کے باعث آئندہ کسی بڑھنے والے مدبّر کے لئے اپنی رائے کو تسلیم کرانے کا زیادہ موقع ملنا ممکن ہوا، چنانچہ اراتوس کو بھی اپنی جلت پھرت کے لئے کافی میدان مل گیا۔ لیکن سب سے پہلے اُس نے اپنی تمام قابلیت سکیون پر صرف کی جب بطلیموس نے اُسے پچیس تالنت بھیجے تو اُس نے انھیں اسیران جنگ کی آزادی پر صرف کیا۔ لیکن جب جلا وطن واپس آئے تو انھوں نے بڑی سخت شرائط پیش کیں۔ وہ چاہتے تھے کہ ہمیں اپنی پرانی مملوکات واپس دے دی جائیں، لیکن موجودہ قابض اُن سے دست بردار ہونے پر تیار نہیں تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کی صورت حال میں ہمیشہ طرح طرح کی مشکلات پیدا ہوتی ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ۴۰۳ق م کے بعد ایتھنز بغیر کسی قسم کی خارجی مدد کے محض ایثار اور حبّ وطن کی بنا پر اسی قسم کی کیفیت سے اپنے آپ کو نکال لینے میں کامیاب ہوا تھا (دیکھو جلد ۳ صفحہ ۲۴ و ۲۵)۔ سکیون میں ایثار اور قربانی کا جذبہ اتنا بڑھا ہوا نہیں تھا۔ لیکن اگر کوئی مالدار حکمراں مدد کرنے پر شاید معاملات روبراہ ہو سکیں۔ انتی گونوس کی مدد تو خارج از بحث تھی اس لئے کہ سکیون کی آزادی اُسے ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی؛ اب صرف بطلیموس ہی باقی تھا اور ان دونوں میں یہی زیادہ متموّل تھا، چنانچہ اب اراتوس نے اپنے دوست کے دربار میں حاضری دی۔ اس سے پہلے ہی اُس نے بادشاہ کے حضور میں مشہور آفاق مسلک

باب ۱۵ سکیون کی تصاویر بھیج کر (جن میں پامفی لوس اور میلا نتھوس کی بھی تصاویر تھیں) اُس کی خوشنودی حاصل کر لی تھی۔ بہرحال بطلیموس نے اُسے ڈیڑھ سو تالنت روانہ کیئے جو واپس شدہ جلاوطنوں کو معاوضہ دینے میں صرف ہوئے۔ اس رقم کے معاوضے میں اراتوس نے وعدہ کیا کہ یونان میں مصر کے مفاد کی نگرانی کرے گا۔

سکیون کے معاملات کو اس طرح سے قابل اطمینان طریقہ سے طے کرنے کے بعد اراتوس اب اکائیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ وہ اکائیائی سوارے میں شامل ہوا اور اس قدر جلد ہر دل عزیز ہوا کہ ستائیس سال کی نوجوانی میں ہی وہ استراتی گوس مقرر ہو گیا۔ اسے اپنے جدید فرائض میں بغایت کامیابی ہوئی۔ بلاشبہہ وہ بیوتیہ نہیں لے سکا اسلیئے کہ جب وہ اس میں پہنچا تو بیوتیوں کو اتوبی خیرونیہ کے مقام پر شکست دیکر اپنے ساتھ مل جانے پر مجبور کر چکے تھے۔ لیکن کورنتھ میں وہ کامیاب ہوا۔ کورنتھ تقریباً ایک سال سے مقدونیوں کے قبضے میں تھا اور مقدونیوں نے اُسے یونان پر اپنا تابو جما نے یا معاملات یونان کی نگرانی کرنے کے لئے اپنا مرکز بنا لیا۔ کچھ مدت تک قلعۂ کورنتھ کی کمان گوناتاس کے بھائی کراتیروس کا بیٹا اسکندر کر رہا تھا، لیکن اُس نے ہمیشہ مقدونوی مفاد کو مد نظر نہیں رکھا اور آخر وہ اکائیائیوں سے جا کر مل گیا تھا۔ اسے انتی گونوس نے زہر دے کر مار ڈالا تھا اور اب اُس کی بیوی نقیہ اُس کی جانشین ہو گئی تھی۔ گوناتاس نے نقیہ کو اپنے بیٹے دیمتریوس کے ساتھ نکاح کی امید دلا کر اُسے اکرو کورنتھ سے نکال لیا اور اس کے بعد ایک خانگی شخص کی حیثیت سے قلعے میں جانے کی اجازت چاہی جو اُسے مل گئی۔ قلعے میں داخل ہوتے ہی اُس نے اپنی سپہ سالاری کا اعلان کر دیا، اور رواقی فلسفی پرسائیوس کو شہر کا والی مقرر کیا۔ یہی وہ اہم عہدہ تھا جسے اراتوس نے چال چل کر حاصل کیا۔ سکیون کے ایک ساہوکار کی وساطت سے، جو اس کے

باب۱ مالی معاملات کی نگرانی رکھتا تھا۔ اُس نے اُس کے ایک کاروباری دوست، ایک شامی مسمی ارگی نوس سے تعارف حاصل کیا جو اپنے تین بھائیوں کے ساتھ کورنتھ میں رہتا تھا۔ ان میں سے ایک جس کا نام دیوکلیس تھا، انتی گونوس کی فوج میں سپاہی تھا، اور باقی تین نے شاہی خزانے کو لوٹنے کا شیوہ اختیار کیا تھا، چنانچہ ارگی نوس پر مال مسروقہ کے سکّے بنا کر چلانے کا الزام عائد کیا گیا۔ جب یہ خبر اراتوس کو پہنچی تو اُس نے اپنے ساہوکار کے ذریعے سے ارگی نوس سے کہلوایا کہ اگر دیوکلیس اکروکورنتھ اُس کے حوالے کر دے وہ اس قسم کی چوری چکاری سے کہیں زیادہ دولتمند ہو جائے گا، چنانچہ اراتوس نے ساٹھ تالنت ان بھائیوں کے حوالے کرنے کا وعدہ کیا اور اس کے معاوضے میں انھوں نے اُسے فصیل میں ایسا موقع دکھا دیا جو زمین سے صرف پندرہ فٹ بلند تھا اور جس پر ہو کر کوئی آسانی سے چڑھ سکتا تھا۔ اراتوس کے پاس روپیہ تو تھا نہیں، لہذا اُس نے اپنا تمام مال ومتاع اور اپنی بیوی کا زیور ساہوکار کے یہاں گروی رکھوا دیا۔ پلوٹارک اراتوس کے ایک خطرناک مقصد کے حصول کے لئے اپنی دولت کے انتقال اور فوکیون وایامنونداس کی دولت سے بے پروائی کے درمیان بہت کچھ مشابہت دیکھتا ہے۔ بہرحال مقصد حاصل ہو گیا اور اکروکورنتھ پر قبضہ ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس معرکے میں پرسائیوس کام آیا۔ اراتوس نے پچیس[۲۵] مقدونوی جہاز بھی گرفتار کر لیے۔ کورنتھ آزاد ہو گیا اور فوراً اکائیائی لیگ میں شامل ہو گیا، اور اسی طرح میگارا، تروزین اور اپی دوروس آزاد ہو کر لیگ کے رکن بن گئے۔ اس کے بعد (پلوٹارک کے الفاظ میں) اراتوس نے بطلیموس کو اکائیوں کا حلیف بنا دیا اور اُسے بحری وبرّی کمانڈار مقرر کرا دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ شاہ مصر اراتوس کے میدان سے کافی دور ہونے کی وجہ سے آزاد شدہ یونانیوں

باب ۱۰

سے کے لئے باعث خطرہ نہیں تھا۔

اس کے بعد اراتوس نے آرگوس کو آزاد کرانے کی کوشش کی۔ دراصل وہ وہاں کے خودسر ارسطوماخوس کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا، لیکن سازشیوں میں سے ایک فریق ثانی سے جا ملا جس کی وجہ سے سازش منکشف ہوگئی۔ بعدازاں جب ارسطوماخوس کو اسکے غلاموں نے مار ڈالا اور ارسطیفوس اس کا جانشین ہوا تو اراتوس نے اپنی کوشش دوبارہ شروع کی، اور آرگوس پر حملہ کردیا، لیکن چونکہ آرگوسیوں نے اسے مدد دینے سے انکار کردیا اس لئے اسے واپس آنا پڑا، چنانچہ اب ارسطیفوس نے اکائیائیوں پر نقض امن کا باضابطہ الزام لگادیا اور آخری تصفیے کے لئے مقدمہ منتی نیہ والوں کے سپرد کردیا گیا، جنھوں نے حکم دیا کہ اکائیائی تیس مینا جرمانہ ادا کریں۔ (تقریباً سنہ ۲۴۰ ق م)۔ الغرض اراتوس کی آرگوس لینے کی کوشش بالکل بیکار ثابت ہوئی، اور بہت جلد وہ آرگوس سے کہیں زیادہ اہم شہر کے معاملات میں منہمک ہوگیا۔

اکائیائیوں نے اسپارٹا کے ساتھ ایک دفاعی محالفہ کرلیا تھا، اور اب اس شہر میں ایسے واقعات رونما ہورہے تھے جن کی وجہ سے اعلیٰ مقاصد کے حصول کے لئے اراتوس کی اب تک کی کوششوں سے کہیں زیادہ شدت کے ساتھ عزم و استقلال کی ضرورت تھی۔ یوڈامیداس کے بیٹے اگس نے (سنہ ۲۴۴ یا ۲۴۳ ق م) تخت پر بیٹھتے ہی اسپارٹا کی قدیم تادیب کا اور اس کے ساتھ اسپارٹا کی قدیم شان اور قوت و جبروت کا احیا کرنے کا تہیہ کرلیا[۵۸]

[۵۷] اگس۔ دیکھو ہرمان ٹومزر: "مملکت قدیمہ" Hermann-Thumser : Staatsalt

(۲۴۵) سنہ ۲۴۵۔ سنویت بالکل غیر متیقن ہے اس لئے کہ ہماری خاص سند پلوٹارک اس کی طرف بہت کم توجہ کرتا ہے۔ اس تمام عہد کا بہترین مواد کلاسٹے کی

باب ۱

چوتھی صدی ق م تک یعنی اگے سی لاؤس کے زمانے تک اسپارٹائیوں میں نفس کشی کا جو جذبہ تھا وہ اب باقی نہیں رہا تھا جس کی وجہ سے امرا و غربا کے درمیان کے تباین نے ایک نمایاں شکل اختیار کر لی تھی۔ اسپارٹائیوں کی تعداد گھٹتے گھٹتے صرف ۷۰۰ رہ گئی تھی، اور صرف ایک سو خاندان ایسے تھے جو مالک جائداد تھے اور ان میں سے بعض بے حد متموّل خاندان عیش و عشرت میں ڈوبے ہوئے تھے۔ اس ذی اختیار طبقے کی توانائی اور مستعدی ہیلوتوں اور پیری یوئکی کو قابو میں رکھنے کے لئے کافی ہو، لیکن غیر ممالک میں اسپارٹا کا کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا اور نہ کوئی اُس کی قوّت کو مانتا تھا۔ آگس نے سوچا کہ ذی اقتدار طبقے یعنی اسپارٹیوں کی تعداد بڑھائی جائے اور سو متموّل گھرانوں کی پیدا کردہ دولت کو زیادہ سے زیادہ خاندانوں میں تقسیم کیا جائے۔ اس کا پیش نامہ یہ تھا کہ غربا اور مفلوک الحال طبقے میں جائداد اشتراکی انداز سے تقسیم کی جائے۔ آگس نے اپنی ماں آستراتا، اپنے چچا اگے سی لاؤس اور ذی اثر شہری لیساندر کو (جو فاتح ایتھنز کی نسل سے تھا) اپنا ہمنوا بنالیا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ یہ معاشری انقلاب حتی الامکان قانونی انداز سے ہو۔ موسم خزاں ۲۴۳ء ق م میں لیساندر ایفور مقرر ہوا اور ہوتے ہی اُس نے مجلس سینات میں یہ تحریک کی کہ جملہ قرضے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ ۔۔۔ تحقیقات سے مہیا ہوتا ہے۔ چوتھی صدی ق م میں ایفور ایپی تادیوس نے اراضی کی علیحدگی کے لئے ایک قانون منظور کرایا تھا؛ اس کے لئے دیکھو پلوٹارک: "حیات آگس" ۵، اور پیولمان Poehlmann ۴۵۔

دستاویزات کا جلنا: "حیات آگس" ۱۳؛ اس سے ۱۷۸۹ء میں فرانسیسی امرا کا اپنے حقوق سے دست بردار ہونے کی یاد تازہ کرتا ہے، اور اُس کی طرح انہیں بھی انھیں بہت مالی نقصان اُٹھانا پڑا۔

باب ۱۱
معاف کردیئے جائیں اور اراضی کی تقسیم کردی جائے۔ وہ چاہتا تھا کہ اراضی کے چار ہزار ٹکڑے اسپارٹیوں کے لئے اور پندرہ ہزار پیری یوئیکیوں کے لئے کئے جائیں، اور کئی ہزار پیری یوئیکیوں کو اسپارٹائی رتبہ دیا جائے۔ آگس خود متمول ترین اسپارٹائیوں میں تھا، چنانچہ اس نے ایثار اور قربانی کی مثال قائم کی اور اپنی عظیم الشان زمینداری اور اپنا ذاتی خزانہ جس میں چھ سو تالنت یا تقریباً بیس لاکھ روپیہ تھا، حکومت کے حوالے کردیا۔ طالب علم کو سب سے زیادہ ان عظیم الشان رقوم سے تعجب ہوتا ہے جو غیر ممالک سے آکر اسپارٹا کے خزانے بھرتی تھیں، اور غور کیا جائے تو اس کا اصلی سبب یہ ہے کہ راس تینے ناروم پر اجیر سپاہیوں کا جو بازار تھا اُس کی وجہ سے اسپارٹائیوں کی جیبیں بھرتی ہوں گی اس لئے کہ ایک طرف تو دلالوں اور ٹھیکہ داروں کو اپنا کاروبار پھیلانے کی اجازت کے معاوضے میں خطیر رقمیں داخل کرنی پڑتی تھیں بلکہ جو اجیر سپاہی وہ مہیا کرتے تھے اسکا بھی فی کس کچھ روپیہ دینا پڑتا تھا۔ اسپارٹائیوں کو صرف یہ کرنا پڑتا تھا کہ بازار کی نگرانی کریں اور یہ وہ نہایت عمدگی سے کرتے تھے۔ بہرحال لیساندر کی تحریک کو مجلس سنیات میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی اس لئے کہ مستبد گروہ کو یہ پسند نہیں تھا کہ ان کی جائداد کو ان کے قبضے سے نکال لیا جائے۔ اصل میں اصلاح کا سب سے بڑا مخالف شاہ لیونی داس تھا، چنانچہ اُسے کوئی بہانہ ڈھونڈھ کر تخت سے اُتار دیا گیا اور اُسکی جگہ اُسکا داماد کلیومبروتوس تخت پر بٹھایا گیا جو خود بھی آگسیوں کے خاندان سے تھا لیکن اب ایک جدید مشکل رونما ہوئی، وہ یہ کہ ۲۴۲ (۲۴۱) سنہ ق م کے ایفور بھی اصلاحات زیر بحث کے مخالف نکلے، چنانچہ انھوں نے لیساندر اور اُس کے ساتھی مندروکلی داس پر غیر دستوری طرز کار کا الزام لگایا اور اُن کا مواخذہ کیا۔ اس پر دونوں بادشاہوں نے مداخلت کرکے ایفوروں کو اس الزام

باب۱۰ پر معزول کردیا کہ انھوں نے اپنے اختیارات سے تجاوز کیا ہے، اور قرضداروں کے جیل خانوں کے دروازے کھول دینے کا حکم دیدیا۔ ان کارروائیوں سے عدیدی گروہ خوف زدہ ہوگیا اور لیونیداس تگیہ بھاگ گیا۔ اس کے بعد دستاویزات قرضہ منظر عام میں جلا دیئے گئے، لیکن اراضی کی ازسرنو تقسیم عمل میں نہیں آسکی۔ اسی دوران میں ایک جنگ بھی چھڑ گئی۔ ایتولی پیلوپونیز خصوصاً اکائیائی لیگ کے پیچھے پڑے ہوئے تھے، اور چونکہ اسپارٹا اکائیائی لیگ کا حلیف تھا اس لئے اُسے مدد دینا اُس کا فرض تھا۔شہ چنانچہ آگس کی کمان میں اسپارٹی میدان جنگ کو روانہ ہوئے اور راستے میں جہاں کہیں ہوکر گزرے وہاں اُن کی مستعدی اور اُن کی چال ڈھال کا لوگوں پر بہت کچھ اثر پڑا اور انھیں پرانے زمانے کی یاد تازہ ہوگئی۔ آگس خاکناۓ کے پاس لڑائی لڑنا چاہتا تھا، لیکن اراتوس، جو اکائیائیوں کا سپہ سالار تھا، حسب معمول خطرے میں اپنے آپ کو نہیں ڈالنا چاہتا تھا، بالخصوص ایسی حالت میں جب اُس کی مدد سے آگس کی شہرت میں چار چاند لگ جائیں۔ الغرض اراتوس نے اسپارٹائیوں کو برخاست کردیا۔ ایتولیوں کو پیلوپونیز میں داخل ہونے سے نہیں روکا، اور جب وہ شہر پیلینے میں داخل ہوگئے

شہ اراتوس آگس اور ایتولی، پلوٹارک: "آگس" ۱۵؛ "آراتوس" ۳۱۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسپارٹا نے اکائیائیوں کے حلیف کے طور پر اس مستحفظ لیگ کیساتھ شامل ہوا تھا ۲۲؁ ق م میں ایتولی فگالیہ پر قابض ہیں؛ پولی بیوس ۴، ۳۔

ایتولی حملۂ ایتولیہ، پلوٹارک: "کلیومنیس" ۱۸؛ پولی بیوس ۴، ۳۴؛ مقابلہ کرو ڈرواۓ سن ۳، ۱، ۴۲۹، ۴۳۰۔ وہ چاہتے تھے کہ جلاوطنوں کو واپس لائیں اور وہ لقونیہ سے پچاس ہزار جنگی قیدی لے گئے۔ بلاشبہہ یہ سب اجیر سپاہی ہوں گے۔

تو یک بیک ان پر ٹوٹ پڑا اور انھیں شکست دے دی - اگر اُس شخص
کی وجہ سے جو امیروں کو غریب اور غریبوں کو امیر بنانے والا تھا،
اکائیوں کو فتح حاصل ہو جاتی تو پھر اراتوس کا اور عام طور پر پیلوپونیزی
اعیان کا تو کام تمام ہو جاتا اس لئے کہ ایسی حالت میں اکائیوں
میں سے جو غریب تھے وہ یقیناً اُسی کا ساتھ دیتے۔ لیکن اب یہ
سب ناممکن ہو گیا تھا اور اراتوس اب آسانی سے سانس لے سکتا
تھا جو کچھ باقی رہا تھا وہ اسپارٹی عدیدیوں اور اگے سی لاؤس
کی حماقت سے پورا ہوا اس لئے کہ اگے سی لاؤس کے سپرد اصلاحات
کی تکمیل کا فرض کیا گیا تھا، اور اُس نے یا تو اپنے فرض کو ادا ہی
نہیں کیا ورنہ ادا کیا تو نہایت ناقابل اطمینان انداز سے دستاویزات
ضرور نذر آتش کر دی گئی تھیں، لیکن تقسیم اراضی کے لئے کچھ نہیں کیا گیا
تھا۔ اس پر آگس کے مخالفین کہنے لگے کہ اگے سی لاؤس کا جو قرضہ
ہے اُس سے وہ دست بردار ہونا چاہتا اور ساتھ ہی اپنی اراضیات
حسب سابق اپنے قبضے ہی میں رکھنا چاہتا ہے۔ اس کے برعکس
یہ دلیل پیش کی جا سکتی تھی کہ قرضے اُتارنا آسان ہو لیکن اراضی کی تقسیم
کرنے کے لئے وقت درکار ہے، بالخصوص ایسی حالت میں
کہ یہ نہیں معلوم کہ فلاں قطعہ کس کے سپرد کیا جائے گا۔ بہر نہج اصلاحات
کی ناقص تکمیل سے احساس عامہ میں کچھ ایسا ردّ عمل ہوا کہ لیونیداس
واپس آ گیا اور اس کی جگہ اگیسی لاؤس کو شہر چھوڑ دینا پڑا۔ یہ وہی
اگے سی لاؤس تھا جس کا بیٹا ہپومیدون بعد میں تھریس کا مصری
صوبہ دار مقرر ہوا۔ لوگ اصلاح پسند گروہ کے اس قدر مخالف
ہو گئے کہ آگس اور کلیومبروتوس دونوں کو ملک کے حرموں میں پناہ لینی
پڑی لیکن اس سے آگس کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کلیومبروتوس کی
بیوی خلی دونس نے تو اپنے شوہر کو بچا لیا، لیکن آگس نے دام تزویر
میں پھنس کر حرم چھوڑ دیا اور جب وہ سڑک پر ہو کر نکل رہا تھا تو ایفور

باب ۱ اسفاریس نے، جس نے اُس کی دوستی کا دم بھرا تھا، اسے گرفتار کر کے
داخلِ محبس کر دیا، اور یہاں اُس کا کام تمام کر دیا گیا۔ اس کے بعد اُسکی
ماں اور اُس کی دادی بھی جیل خانے میں آگس کو دیکھنے کے بہانے
سے لائی گئیں اور وہاں انھیں بھی موت کے گھاٹ اُتارا گیا۔
چونکہ آگس کی بیوہ اگیاتس اسپارٹا کی سب سے متموّل وارثہ تھی
اس لئے لیونیداس نے اسے اپنے بیٹے کلیومنیس سے نکاح کرنے
پر مجبور کیا۔ الغرض اسپارٹا میں امن و امان دوبارہ قائم ہو گیا اور
اعیانیوں کو اطمینان نصیب ہوا (سنہ ۲۴۱ ق م)[ف۹]

پیلوپونیز کی اعیانی جماعت میں اب کہیں جان میں جان آئی۔
مقدونیہ کے عدیدی اور فرماں روا دونوں کے اشتراکی اُصول
کے خلاف متحد ہونے کی وجہ سے اس ملک کا مستقبل بھی درخشاں
نظر آنے لگا۔ اکائیوں نے انتی گونوس کے ساتھ صلح کر لی اور
معلوم ہوتا ہے کہ اس بادشاہ نے اکروکورنتھ پر قبضہ کرنے کا خیال
دل سے نکال دیا۔ انتی گونوس نے سنہ ۲۳۹ ق م میں پختہ عمر میں
انتقال کیا۔

انتی گونوس کے بعد اُس کا بیٹا دیمیتریوس تخت نشین ہوا اور
سنہ ۲۲۹ ق م تک حکومت کی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اُس نے شامی
استراتونیس کے ساتھ نکاح کیا تھا لیکن اس کے ساتھ قطع تعلق کر کے
ایپائروس پر اپنا دعویٰ جتانے کی غرض سے وہاں کی شاہزادی فتیہ
کے ساتھ نکاح کر لیا تھا۔ ایپائروس کی حالت اندرونی خلفشار کی
وجہ سے نہایت زبون تھی۔ پرھوس کے جانشین ایک دوسرے

ف۹ پوسانیاس (۸، ۱۰، ۸: ۲۷، ۱۴) کہتا ہے کہ آگس مین تی نیہ کی ایک لڑائی
میں کام آیا تھا، لیکن ہم اس بیان کو قابل وثوق نہیں سمجھتے اور معلوم ہوتا ہے کہ پوسانیاس
کو غلط مبحث ہوا ہے۔

باب ۱

کے ساتھ برسرپیکار تھے اور یکے بعد دیگرے قتل ہو رہے تھے تا آنکہ پرھوس کی اولاد سے صرف ایک لڑکی دئی دامیہ رہ گئی اور اُس کا بھی امبر کیہ کے بہت خانہ ارتےمس میں باغیوں نے کام تمام کرکے ایپائرس میں جمہوری وفاقی مملکت قایم کردی گئی۔ دیمیتریوس نے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی اس لئے کہ اوّل تو اُسے خود مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا، اور دوسرے وہ چاہتا تھا کہ آندھی چل کر خود بخود بند ہو جائے۔ دردانیوں نے مقدونیہ پر یک بیک حملہ کر دیا تھا، اور ایتولی بھی حرکت کر رہے تھے اور اکارنانیوں پر حملہ کر رہے تھے۔ چونکہ اس موقع پر مقدونیہ اکارنانیوں کی مدد کرنے کے لئے تیار نہیں تھا اس لئے آخرالذکر نے رومنوں سے مدد طلب کی اور کہلوایا کہ اُن کے ہی آباؤاجداد ایسے تھے جو ٹرواے کے خلاف برسرپیکار نہیں ہوئے تھے۔ اس پر رومن سینات نے ایتولیوں سے کہا کہ تم فوراً اکارنانیوں کو چھوڑ دو، لیکن اکارنانیوں نے اس کی مطلق پروا نہیں کی۔ غالباً اسی زمانے میں ایتولیوں نے آرکیڈیا کے شہر فگالیہ پر قبضہ کر لیا ہوگا اس لئے کہ کچھ مدت کے بعد ہم یہ شہر اُسی کے قبضے میں دیکھتے ہیں۔ اب اراتوس نے ایتولیوں کے ساتھ اس شرط پر محالفہ کر لیا کہ اگر وہ فگالیہ پر قابض رہیں گے تو وہ ہمسایہ ہرآیہ پر قبضہ کر لے گا۔ اس کے علاوہ بھی وہ اکائیائی لیگ کا اثر وسیع کرنے میں ہر طرح کی کوشش کر رہا تھا، اور اس کوشش میں اُس نے اپنے محبوب طرز عمل یعنی چالبازی سے کام لیا۔ اس کا مسلک یہ نہیں تھا کہ جنگ آزمائی کرے، لیکن جب لڑائی سر پر آجاتی تھی تو کوئی شخص اُس کے اقوال و افعال میں شمہ برابر بھی نقص نہیں نکال سکتا تھا، گو وہ خود طعنۃً ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ میدان جنگ میں ہمیشہ میرا دل ڈھرکنے لگتا ہے اور دست ہو جاتے ہیں! لیکن وہ کبھی کسی خطرے کا سامنا حتی المقدور نہیں کرتا تھا، اور اگر دوسروں کی مدد

باب ۱۱ کرنے میں کوئی اندیشہ ہوتا تھا تو وہ اپنے رسالے کو عقب ہی میں رکھنے پر اکتفا کرتا تھا۔ ان ہی ترکیبوں سے اُس نے آرگوس کے خودسر ارسطیفوس کو شکست دی، لیکن اس کے بعد بھی وہ آرگوس پر قبضہ نہیں کرسکا۔ ارسطیفوس کے بعد نوجوان ارسطوماخوس خودسر ہوا، اور اُس کے دربار میں بزدل اراتوس کا خوب مضحکہ اڑایا گیا۔ اس کے برعکس میگالوپولس میں اکائیائی طرزعمل کو کامیابی حاصل ہوئی۔ باوجود حال کے واقعات کے اس شہر میں اعلیٰ خیال نوجوان لیدیادیس خودسر بن بیٹھا تھا، اور اب اُس سے کہہ سُن کر اراتوس نے اُس سے خودسری سے دست برداری دلوادی جس کے بعد میگالوپولس بھی اکائیائی لیگ میں شامل ہوگیا۔ اکائیائی لیدیادیس کے اس فعل سے اس قدر خوش ہوئے کہ انھوں نے اُسے ۲۳۴ ق م میں استراتی گوس مقرر کرلیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اکائیائیوں کو یہ خیال ہوگیا تھا کہ لیگ کے طرزعمل میں ذرا زیادہ جوش اور ذرا کم انحصار روپے اور چالبازی پر ہونا چاہیئے، اور اس قسم کی حکمت عملی کے لئے لیدیادیس سے بہتر کوئی شخص نظر نہیں آتا تھا۔ بہرحال اراتوس، جو ہر دوسرے سال استراتےگوس مقرر ہوتا تھا اور جو لیگ کی گویا روح رواں تھا، اس کا مانع ہوا۔ لیکن جب اُس نے ایتھنز کو مقدونوی اثر سے نکالنا چاہا تو اُسے ابتدا میں اتنی کامیابی نہیں ہوئی۔ انتی گونوس گوناتاس کی زندگی ہی میں اُس نے پرائیوس پر حملہ کیا، لیکن جب اُسے ناکامی ہوئی تو (خود اراتوس کے خودنوشتہ تذکرے کے بموجب) اُس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ حملہ اُس نے نہیں بلکہ ارگی نوس نے کیا تھا، اور موخرالذکر نے اپنی فراری کے وقت اراتوس کا نام اس لئے پکارا تھا کہ جو لوگ اُس کا تعاقب کررہے تھے وہ راہ راست سے ہٹ جائیں۔ الغرض اس ناکام آور حملے کا الزام ارگی نوس جیسے بدمعاش کے سر تھوپا گیا، ورنہ

پھر ایتھنز کے حکمران ممکن ہے کہ ارسطیفوس کی طرح اکائیوں کا نقش امن کی بنیاد پر مواخذہ کر دیتے۔ دیمتریوس کے تخت نشین ہونے پر دیار شمالی میں اراتوس کی کوششیں اس سے زیادہ کامیاب نہیں رہیں۔ اسے دیمتریوس کے سپہ سالار بی تیس نے فیلاکیہ کے مقام پر شکست دی اور افواہ یہ گرم ہوئی کہ اراتوس لڑائی میں کام آیا ہے۔ پرائیوس میں شاہی صوبہ دار دیوجانس نے اکائیوں سے مطالبہ کیا کہ اس خبر کی بنا پر کورنتھ کا تخلیہ کر دیں، اور سب سے تعجب آمیز بات یہ ہے کہ ایتھنزیوں نے اراتوس کی وفات کی خبر سنتے ہی پتوں کے گھیرے تک پہن لیئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکائیہ سے باہر کوئی شخص اس کی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ لیکن جب دیوجانس کا پیام کورنتھ پہنچا تو اُس وقت خود اراتوس موجود تھا اور بعض ایتھنزیوں کو یہ دکھانے کے لیئے کہ میں اب بھی زندوں میں شمار ہے اُس نے فوراً اٹیکا کا رخ کیا اور اُسے تاراج کر دیا۔ لیدیادیس چاہتا تھا کہ اکائیوں اور اسپارٹا کی لڑائی ہو جائے، لیکن اراتوس نے اُنھیں باز رکھا۔ اصل یہ ہے کہ جیسا ہم دیکھ چکے ہیں، اسپارٹی عدیدی اُس کے دوست اور ہمنوا تھے۔

۲۲۹ سنہ ق م میں دیمتریوس کی موت پر صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو گئی۔ اُس کا بیٹا فیلقوس جو اس کا جانشین ہوتا، صرف سات برس کا تھا، اور عام خیال یہ ہو گیا کہ اب مقدونیہ کی کمر ٹوٹ گئی ہے۔ لیکن مقدونیہ کو فیلقوس کے ایک قریب کے رشتہ دار انتی گونوس ساکن سرنہ نے متولی سلطنت بن کر بچا لیا۔ تاریخ میں اس کا لقب دوسون یا "فراخ دست" ہے۔ یہ شاید اس لیئے کہ وہ ہمیشہ قوت و اقتدار سے دست بردار ہونے کے لیئے تیار رہتا تھا۔ سلطنت سے باہر مقدونوی اثر کی حالت بہت بُری تھی، اس لیئے کہ تھسلی علیحدہ ہو گیا اور ایتولی پھر وسطی یونان میں پیش پیش

باب ۱۱ ہو گئے؛ پیلوپونیز میں ارسطوماخوس والی آرگوس خودسری سے دست بردار ہو گیا، اور گو لیدیادیس اشترائی گوس تھا پھر بھی اراتوس نے اُسے ڈیڑھ سو تالنت بھیج دیئے۔ جب لیدیادیس نے ارسطوماخوس کا معاملہ اکائیائیوں کے سامنے پیش کیا جو اغلباً آرگوس کے شمول لیگ پر مشتمل تھا، تو اراتوس نے اُس سے مخالفت کی اور اکائیائیوں نے ارسطوماخوس کی درخواست مسترد کر دی۔ لیکن اس کے بعد اراتوس نے اُس کے موافق تقریر کی جس پر فیلقوس اور آرگوس دونوں لیگ میں شامل کر لئے گئے اور ارسطوماخوس سپہ سالار منتخب ہو گیا۔ یہ ایک مدبر کے لئے ایک نہایت ہی عجیب و غریب طرز عمل تھا۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ اراتوس کی نظر میں ہر شئے کی صرف اتنی قیمت تھی جتنی وہ اُس کے مقاصد کے حصول میں کام آ سکے، اور سیاسیات اُسکے نزدیک ایک طرح کا کاروبار تھا، چنانچہ وہ اقتدار کے حصول میں روپیہ خرچ کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتا تھا۔ مثلاً اُس نے اسی طرح کا کاروبار ایتھنزیوں کے ساتھ، یا یوں کہو کہ ایتھنزیوں کے لئے کیا گو اس کا وہ نتیجہ نہیں نکلا جس کی امید تھی۔ دیمتریوس کی موت کے بعد سپہ سالار دیوجانس نے اس پر رضامندی ظاہر کی کہ وہ اُن مقامات کو جو اُس کے قبضے میں تھے، یعنی پرائیوس، مونی خیہ، سالامس اور سونیوم کو ڈیڑھ سو تالنت کے معاوضے میں ایتھنزیوں کے حوالے کر دے گا۔ اس پر اراتوس نے یہ روپیہ بھیج دیا اور دیوجانس نے ان قلعوں کا تخلیہ کر دیا۔ ایتھنزیوں نے پہلے تو دیوجانس کا اظہار تشکر کیا، پھر اپنے ہم وطنوں یورقلیدیس اور میکیون کا اس خدمت کے لئے شکریہ ادا کیا، لیکن اُنھوں نے اراتوس کو بالکل نظرانداز کر دیا اس لئے کہ شاید وہ اُسے محض ایک کاروباری آدمی سمجھتے تھے جس کا پہلا کام محض اپنے غرض مطلب کو دیکھنا تھا؛ ساتھ ہی ایتھنز اکائیائی لیگ میں بھی شامل نہیں ہوا۔ آخر اس حکمت عملی کا اصل سبب

باب ۱۰

کیا تھا؟ ڈروائےسن کا قیاس ہے کہ اراتوس کو اس سے اس لئے اختلاف تھا کہ وہ لیگ میں کسی قسم کے "جدید خیالات" کے شمول کا خواہاں نہیں تھا، یا دوسرے الفاظ میں اُسے یہ خوف تھا کہ کہیں لیگ میں اعلیٰ تمدن یافتہ ایتھنز یوں کا اقتدار حد سے متجاوز نہ ہو جائے اور اُسے اپنے اثر سے دست بردار ہونا پڑے۔ گو یہ قیاس عجیب وغریب ہے، لیکن اس میں حقیقت کا عنصر ضرور ہے، لیکن ساتھ ہی یہ پوری حقیقت کا اظہار نہیں کرتا۔ اوّل تو خود ایتھنزی اس لیگ میں شرکت کے خواہاں نہیں تھے اس لئے کہ یہ اُن کے لئے ایک طرح کی ترقی معکوس ہوتی، چنانچہ اُن کی عدم رضامندی اس شمول کے لئے سب سے بڑی سدِّ راہ ثابت ہوئی۔ علاوہ ازیں اغلباً ایک دوسری سدِّ راہ بھی ملحوظ رکھنی چاہیئے۔ سوال یہ ہے کہ اراتوس کو یہ سب رقمیں کہاں سے مل جاتی تھیں؟ اس کا جواب صرف ایک ہی ہو سکتا ہے کہ مصر سے یہ بات تحریر میں موجود ہے کہ بطلیموس اُسے چھ تالنت سالانہ دیتا تھا، اور اگر اُسے کسی خاص کام کے لئے مزید رقم کی ضرورت ہوتی تو بطلیموس یقیناً اس سے بھی دریغ نہ کرتا۔ ظاہر ہے کہ اس کے معاوضے میں بطلیموس چاہتا تھا کہ اُس کے مفاد کی حتی الامکان نگرانی کی جائے۔ اب بطلیموس کی یہ بھی خواہش تھی کہ ایتھنز آزاد رہے، چنانچہ اگر اراتوس چاہتا بھی تو بھی ایتھنز کو اکائیائی لیگ میں شامل ہونے کی کوشش نہیں کر سکتا تھا۔ اسکے برعکس مقدونیہ نے جو یک بیک ایتھنزی علاقے میں سے اپنے محافظ رسالے ہٹا لیئے اس کی وجہ سے ائی گینا، ہرمیونے اور بیشتر آرکیڈی اکائیائی لیگ میں شامل ہو گئے اور اُن کے شمول کی وجہ سے یہ لیگ بیحد ذی اقتدار ہو گئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈیڑھ سو تالنت سے کام ضرور نکلا۔ [۱]

[۱] بلاشبہہ انتی گونوس کا لقب "دوسون" اس کے اس قول کے سبب سے تھا

بات ۱

اسی دوران میں انتی گونوس مقدونی سرحد کی حفاظت کر رہا تھا؛ اُس نے ازسرنو تھسلی کے ایک حصے کو اپنا مطیع کرلیا، لیکن وہ ایتولیوں کو ملک سے نہیں نکال سکا، نہ انھیں لیزیماخیہ، کیوس ۱۰ اور خالکدون میں آباد ہونے سے باز رکھ سکا[11] اپنی سلطنت کے مزید استحکام کے لئے بھی اُس نے ایتھنز پر حملہ نہیں کیا اسلئے کہ ایتھنز مصر سے یاروما سے کمک حاصل کرسکتا تھا؛ اس نے ایتھنز کو چھوڑ کر اپنی توجہ پیلوپونیز کی طرف مبذول کی جہاں پہنچ کر اُس نے انتظار کیا اور آخرکار اُسے موقع مل گیا۔

اس نواح میں مداخلت کا موقع اس مدافعت سے حاصل ہوگیا جو اراتوس نے اسپارٹا کی جدید تحریک کی کی تھی۔ اس تحریک کا بانی شاید لیونید اس کا بیٹا کلیومنیس تھا جس نے آگس کے مقاصد

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ جس کا اعادہ یوستی نوس ۲۸، ۳، ۱۵ میں کیا گیا ہے: "میں ترک سلطنت کے لئے اور خود اپنے ہاتھ سے اُسے دوسرے کے نذر کرنے کے لئے تیار ہوں"۔

قلعوں سے دست برداری اور ایتھنزیوں کی آزادی؛ ڈرواے سن ۳، ۲، ۵۶۔ اراتوس کے مقاصد کی بابت واخسموت کی رائے ڈرواے سن سے مختلف ہے: "بلدیۂ ایتھنز" Wachsmuth : Die Studt Athen ا، ۶۳۳ (نیز ۶۳۰ وغیرہ)۔

ہرمیس، ۷، $\frac{1}{2}$ Koehler : Ein Verschollener۔ نیز دیکھو پلوٹارک: "اراتوس" ۳۴۔ اراتوس کو بطلیموس باضابطہ تنخواہ دیتا ہے؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۴۱۔

[11] ڈرواے سن ۳، ۲، ۱۸ کے بموجب انتی گونوس نے کاریہ پر بھی قبضہ کرلیا؛ وہ اُسکا ثبوت تروگوس کی تمہید ۲۸ سے دیتا ہے، جہاں لفظ "کاریائی" ضرور ملتا ہے لیکن یہ فقرہ مشتبہ ہے؛ اسکے علاوہ پولی بیوس ۲۰، ۵ میں لکھا ہے کہ انتی گونوس ایکمرتبہ اپنا بیڑا لیکر ایشیا کی طرف گیا تھا؛ لیکن یہاں الفاظ "تکمیل کار" نہیں؛ پھر کیا یہ امر قرین قیاس ہے کہ یہ مہم فاتحانہ تھی؟ نیز دیکھو عقب، حاشیہ ۱۵، اور فوق، حاشیہ ۳۔

باب ۱

کا خون بہا کر خاتمہ کر دیا تھا۔[۱] کلیومنیس کو مجبوراً آگس کی بیوہ سے نکاح کرنا پڑا تھا، لیکن اسی اتحاد سے آگس کی کوششوں کی یاد تازہ رہی، اور چونکہ اُس کا فطری میلان اعلیٰ مقاصد کی طرف تھا اسلئے اس نے آگس کا طرز عمل خود اختیار کر لیا، اور تہیہ کر لیا کہ اسپارٹا کی حالت بدل دینی چاہیئے۔ اس کے ساتھ بہت سے نوجوان اسپارٹی تھے جن کے نزدیک بھی مملکت کے دستور میں تبدیلی ہونی ضروری تھی، اور اس کا صلاح کار، یا یوں کہو کہ ان کا اُستاد رواقی فلسفی مسمی اسفائرُوس تھا۔ کلیومنیس تخت پر ۲۳۵ قم میں بیٹھا

[۱] کلیومنیس۔ گیلرٹ کا رسالہ "کلیومنیس" Gehlers : De Cleomene لائپزگ ۱۸۸۳ء۔ اسفائرُوس کے لئے دیکھو ڈر وائے سن ۳، ۲، ۵، ۷؛ زو سے میل ۱، ۳، ۷، ۴، ۷۔

پولی بیوس ۵، ۳۷۔

پولی بیوس ۵، ۳۷/۹ میں کلیومنیس کے خصائص کیساتھ انصاف برتتا ہے۔ اُسکی بہت سی صفات خودسروں جیسی تھیں۔ آگس اور کلیومنیس دونوں اشتراکیت پسند تھے، لیکن قدیم زمانے میں یہ مسئلہ اسقدر اہم نہیں تھا جیسا آجکل ہے، اس لئے کہ اُس زمانے میں غلامی سے کسی کو کوئی سروکار نہیں تھا، اور اسکے علاوہ بہت سے غیر مطمئن شہری اجیر سپاہیوں یا بحری قزاقوں کا پیشہ اختیار کر سکتے تھے۔

پلوٹارک نے اسمیں اس مشابہت کو ملحوظ رکھا ہے جو برادران گراکھی میں پائی جاتی ہے۔ لیکن یہ دونوں اسپارٹی برادران گراکھی سے کہیں زیادہ گرم تھے اور کائیوس گراکھوس کلیومنیس سے زیادہ نتائج سے بے پروا تھا، مثلاً ساہوکاروں کو اپنا طرفدار بنانے اور انتقام کے طرز عمل کی تائید حاصل کرنے کیلئے اس نے نہ صرف صوبۂ ایشیا کے باشندوں بلکہ خود روما کے شہریوں کو بطور مال غنیمت کے انکے سپرد کر دیا۔ کلیومنیس کا خاتمہ اسپارٹا کے دشمنوں کے ہاتھوں ہوا، کائیوس گراکھوس کا خود اُس کے ہموطنوں کے ہاتھوں۔

واقعات کیلئے دیکھو تیولیفر کا مضمون "اکائیہ" پاؤلی وسووا کے محیط المحیط جلد اہیں۔

باب ۱

لیکن اُسے اپنی تدابیر چلانے میں ذرا دیر لگی۔ اُس کے مقاصد آگس کے مقاصد سے بھی بڑھے ہوئے تھے، اور اُس کی اسکیم کے لئے پوری تیاری کی ضرورت تھی، لیکن ساتھ ہی ایسی نہ تھی کہ اُس کا پہلے سے اعلان کر دیا جائے۔ اصل میں اُس کا ارادہ یہ تھا کہ ایفوروں کے اقتدار کی جگہ بادشاہوں کو اقتدار حاصل ہو جائے، جس کے دوسرے الفاظ میں یہ معنیٰ ہوئے کہ عدیدی حکومت کی جگہ شخصی حکومت قائم ہو جائے، اور جب اس تبدیلی کی وجہ سے اسپارٹا میں قوت و سطوت پیدا ہو جائے تو اُس وقت اُسے یونان کا، یا کم از کم پیلو پونیز کا رہبر بنا دیا جائے۔ اس نے پہلے تو اسپارٹا کا تگیہ اور امن تی نیہ کے ساتھ مخالفہ کرایا، جس کی وجہ سے اُس کی اکائیوں سے مخالفت ہو گئی جو کچھ مدت سے آرکیڈیا میں اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، اور آخر کار ۲۲۷ ق م میں فریقین کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ اکائیوں کا سپہ سالار اراتوس تھا جس نے پہلے تو حسب سابق کھلے میدان کی لڑائی سے گریز کیا، لیکن یہ تدبیر نہیں چلی، اور فریقین کے مابین میگالو پولس کے علاقے میں کوہ لیکائیوس کے دامن میں لڑائی ہوئی جس میں میدان کلیومنیس کے ہاتھ آیا۔ اراتوس بھاگ گیا، اور گو مشہور یہ ہوا کہ وہ لڑائی میں کام آیا ہے، لیکن اُس نے یہ معجزہ کر دکھایا کہ فوراً ایک فوج جمع کی، اُسے لے کر من تی نیہ پہنچا، اور وہاں والوں کو اکائیائی لیگ میں شامل ہونے اور اپنے شہر کے غیر ملکی باشندوں کو شہری حقوق دینے پر مجبور کیا۔ اب کلیومنیس نے آگس کے بھائی ارخی داموس کو جلاوطنی سے واپس بلا کر آگس کے شیر خوار بچے کی جگہ اسپارٹا کے دوسرے یعنی یوری پونتی بادشاہ کی حیثیت سے تخت نشین کر دیا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ کلیومنیس کو کسی دوسرے کے سہارے کی ضرورت ہے، لیکن بہت جلد شائد عدیدی گروہ کے ہاتھوں ارخی داموس کا کام تمام ہو گیا۔ ظاہر ہے کہ کلیومنیس چاہتا

باب ۱ تو یہ فعل قبیحہ نہ ہونے دیتا، بلکہ بعض مورخ تو یہاں تک کہتے ہیں
کہ آرخی داموس کو خود اسی نے قتل کر دیا گو اس کا کوئی ثبوت نہیں۔
بہرحال اگر یہ بھی قیاس کیا جائے کہ اس نے جان بوجھ کر عدیدیوں کو
اس قتل سے باز نہیں رکھا، تو بھی اُس کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ
ضرور لگ جاتا ہے۔ اکائیائیوں سے جنگ جاری رہی اور
اس میں کلیومنیس کو میگالوپولس کے علاقے ہی میں لیوکترا کے
مقام پر پھر فتح ہوئی۔ یہ جنگ لیدیادیس کی موت کی وجہ سے
یاد رکھنے کے قابل ہے۔ لیدیادیس اکائیائی سوارے کی کمان
کر رہا تھا، اور اُسے لے کر اُس نے اسپارٹیوں پر زبردست حملہ
کیا، لیکن عین نازک موقع پر اراتوس نے جو ہوپ لیتوں کا سپاہدار
تھا، اُسے مدد نہیں دی جس کی وجہ سے لیدیادیس کو سخت نقصان
پہنچا اور وہ خود بھی کام آ گیا۔ یہ خبر سنتے ہی اکائیائیوں میں غیظ و غضب
کی ایک لہر دوڑ گئی، چنانچہ وہ اسے گیوم کے مقام پر جمع ہوئے
اور ایک قرارداد منظور کی جس سے اس لیگ کی خاص حیثیت کا
پتا چلتا ہے۔ اس قرارداد کا ماحصل یہ تھا کہ اراتوس کو اجیر
سپاہیوں کی تنخواہوں کے لئے کوئی مزید رقم نہ دی جائے، اور
اگر وہ اس پر بھی جنگ جاری رکھنا چاہے تو اس کے اخراجات
اُسے خود برداشت کرنا پڑیں گے۔ لیدیادیس کی موت اراتوس
کے لئے نہایت مبارک تھی، اور اگر وہ میدان جنگ میں اپنے
معمولی تدبّر سے کام نہ لیتا تو اُس پر غداری کا الزام گویا بنا بنایا تھا۔
جب اُسے عدم اعتماد کی اس قرارداد کی خبر ملی تو پہلے تو اُسکا خیال
ہوا کہ اپنے عہدے سے استعفا دے دینا ہی مناسب ہے، لیکن
اُس نے بہت جلد اپنا ارادہ بدل دیا اور ایک ایسی چال چلی جو
اُس کی فطرت کے عین مطابق تھی، یعنی اورخومینوس پر حملہ کیا،
دشمن کے تین سو سپاہیوں کو تہ تیغ کیا اور کلیومنیس کے سوتیلے باپ

باب۱۲ باگستونوس کو گرفتار کرلیا۔ اب اول تو (جیسا اوپر بیان کیا جا چکا ہے) وہ پھر دوسرے سال ہی استراتے گوس ہونے لگا تھا، اور دوسرے کلیومنیس بھی اسپارٹا کے دستور میں انقلاب کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا جس کی وجہ سے صورت حال میں معتدبہ تبدیلی پیدا ہوگئی تھی، اور (اراتوس کے دشمنوں کے قول کے مطابق) وہ اب یہ چاہتا تھا کہ بانی میں کوئی دوسرا شخص اپنا ہاتھ ڈالے۔ بہرنہج اراتوس اب اپنے عہدے سے ہٹ گیا اور اس کی جگہ تموکسے نوس استراتے گوس مقرر ہوا۔

کلیومنیس نے کچھ تو بعض سربرآوردہ اسپارٹیوں کو اپنا ہمنوا کرکے اور کچھ رشوتوں کے ذریعے سے دستور اسپارٹا میں انقلاب کیا۔ اول تو وہ اسپارٹی فوج کو لے کر پیلوپونیز میں ادھر ادھر پھرتا رہا، اور جب سپاہی اس کوچ درکوچ سے تھک کر سست پڑ گئے تو اس نے انھیں چھوڑ کر اور اجیر سپاہیوں کی ایک فوج لے کر سیدھا اسپارٹا کا رخ کیا اور وہاں پہنچ کر یک بیک الفوروں پر ٹوٹ پڑا، پانچ میں سے چار کو تہ تیغ کیا، اور اسی اسپارٹائیوں کو شہر سے نکال کر اگس والی اصلاحات کا اعلان کردیا یعنی قرضے منسوخ کردیے جائیں گے اور اراضی دوبارہ تقسیم کردی جائے گی۔ ساتھ ہی اس غرض سے کہ اصلاحات پر اپنے عہدہ داروں کی وجہ سے کالعدم نہ ہو جائیں، اس نے اسپارٹا کا دستور ہی بدل دیا۔ اول تو الفوروں کا عہدہ توڑ دیا گیا۔ کلیومنیس چاہتا تھا کہ اس اعیانی قابو یافتہ مجلس کی نگرانی سے اپنے آپ کو آزاد کرے، چنانچہ اس نے یہ تاریخی اکتشاف کیا کہ الفوروں نے امتداد زمانہ سے اپنے اختیارات میں ناجائز توسیع کرلی ہے، اور اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا فرض ہے کہ اس سقم کو رفع کردوں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مجلس سینات کا بھی خاتمہ کردیا گیا، چنانچہ دوہری ملوکیت عملاً

باب ۱

شخصی حکومت کی شکل میں تبدیل ہوگئی۔ اس تبدیلی کی تائید کسی تاریخی واقعے سے نہیں ہوتی تھی۔ اس نے ایک نئی مجلس قائم کی جس کے ارکان "پاترونومی" یا "صاحبان اقتدار ابوی" کہلاتے تھے۔ اسکے علاوہ اسپارٹی اقتدار کے عہد شباب کی طرح پیریوئکی کو بھاری ہتھیاروں والے رسالوں میں شمول کی اجازت دے دی گئی اور فوج میں مقدونوی رسالوں کی طرح لمبے مقدونوی نیزے رائج کئے گئے، حقیقت یہ ہے کہ اس عہد میں مقدونوی "جتھے" کا اتنا ہی اوہام پرستانہ احترام کیا جاتا تھا جتنا زمانہ ماقبل میں نیزلقونیہ کو چھوٹے چھوٹے مقامی اضلاع یا صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا کلیومنیس کا برتاؤ شہریوں کیساتھ نہایت اچھا تھا اور اس نے جو طریقہ اختیار کیا وہ متمدن یونانی مفکروں کا سا تھا اور ایک طرف اکائیائیوں سے اور دوسری طرف شاہ منقدونیہ سے بالکل مختلف تھا۔ اکائیائی دراصل متموّل اعیانیت کے قائم مقام تھے اور انتی گونوس کا نقطۂ نظر ایسے بادشاہوں کا تھا جن کا سب سے پہلا خیال خود حکمران اور مخصوص حقوق والے امرا کے مفاد کے حصول کا ہوتا ہے اور اس کے لئے وہ کسی ظلم وستم کو ناروا نہیں رکھتے۔ اراتوس، انتی گونوس اور کلیومنیس میں آخرالذکر سب سے زیادہ جدت طراز، شدید العمل اور ساتھ ہی سب سے کم خود غرض تھا۔ اکائیائی اسے خودسر کہتے تھے، اور حقیقت میں بھی وہ خودسر تھا لیکن اس کی خودسری پرانے قسم کی خودسری سے کہیں زیادہ ارفع واعلیٰ تھی۔ آخر تک وہ اپنی قوم کے ساتھ اور اس کی قوم اس کیساتھ پورے طور پر وابستہ رہے۔

خارجی معاملات میں بھی کلیومنیس نے وہی مستعدی دکھائی جو اس نے ۲۲۶ ق م کے انقلاب میں دکھائی تھی اور وہ مین تی نیہ کو اکائیائیوں سے علیحدہ کرنے میں کامیاب ہوا۔ اب اکائیائیوں میں اراتوس کی طرف سے اور بھی زیادہ بیچینی

باب ۱ پھیل گئی۔ معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے اکائیوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا ہوگا کہ اُن کی عہدیت کا سربراہ کار ایک ایسا شخص بہتر ہوگا جسے ہر طبقے کے ساتھ مساویانہ ہمدردی ہو اور جو بہادری کے ساتھ لڑے، بجائے ایک ایسے شخص کے جس کی واحد تدبیر رشوت اور چالبازی ہو اور جو غربا کی روزی تو درکنار، امن وامان کی ضمانت بھی نہیں کر سکے۔ اراتوس کا تدبّر ایسے لوگوں کے نزدیک ایک ایسے جہاز کے مماثل تھا جس میں مسلسل پانی آنے کے سبب سے جہاز والوں کو ہر آن ڈوب جانے کا اندیشہ رہتا ہو۔

اب اراتوس کے لئے یہ ظاہر تھا کہ وہ اپنی اور اپنے ہموطنوں کی دولت اور امارت کو جو گویا ایک ہی کشتی میں سوار تھے، ایک قابل رہبر اور ایک انبوہ کثیر کی مداخلت سے نہیں بچا سکتا اس لئے اب وہ غیر ممالک کی طرف نگاہ دوڑانے لگا۔ مصر سے تو اس کے حسب دلخواہ مدد ملنی ناممکن تھی اس لئے کہ گو روپیہ وہاں سے آسکتا تھا لیکن فوجی کمک خارج از بحث تھی؛ اور کلیومنیس کے خلاف محض اجیر سپاہیوں کی مدد سے کسی قسم کی کامیابی خارج از بحث تھی؛ رہے اکائیائی، تو وہ اراتوس کے مقاصد کے حصول کے لئے اپنی جانیں معرض خطر میں ڈالنا نہیں چاہتے تھے۔ علاوہ ازیں جو روپیہ بطلیموس کے پاس سے آیا وہ اتنا نہیں تھا کہ اس سے کافی اجیر سپاہی مہیّا ہو سکیں۔ بطلیموس کو اس کی کیا پروا تھی کہ یونان میں امراء غربا پر حاوی ہو جائیں، بلکہ اس مُلک میں جتنا خلفشار ہو اُتنا ہی اُس کے لئے اچھا تھا۔ مقدونیہ کی کیفیت اس سے مختلف تھی اس کے بادشاہ کو یہ صاف نظر آتا تھا کہ اگر یونان میں عوام الناس کو کسی قسم کی کامیابی حاصل ہو، نہ صرف متموّل شہریوں کے لئے بلکہ کم و بیش جائز حکمرانوں کے لئے بھی خطرے سے خالی نہیں بشرطیکہ انکی راجدھانیوں اور یونان کے درمیان چوڑے سمندر حائل

باب۱۵

نہ ہوں اور بشرطیکہ وہ بطالسہ کی طرح ایسے مطلق العنان حکمراں نہ ہوں جو کسی غیر قوم پر محض قوت و جبروت سے حکومت نہ کرتے ہوں۔ الغرض اکائیائی اعیانیوں نے انتی گونوس کے سامنے دست استمداد پھیلانا چاہا لیکن اس میں یہ مشکل تھی کہ اس طرز عمل سے لیگ کی تمام پچھلی حکمت عملی پر کلیتہً پانی پھر جاتا تھا۔ اب اراتوس کی باری آئی۔ اُسے اس قسم کی مشکلات سے آسانی کے ساتھ نکلنا خوب آتا تھا، اور اُس نے میگالوپولس والوں کو جن کے تعلقات مقدونیہ کے ساتھ ہمیشہ اچھے رہے تھے، اس کیلئے تیار کیا کہ اکائیائی لیگ سے اسپارٹا کے خلاف انتی گونوس سے دست استمداد پھیلانے کی اجازت طلب کرے۔ اُنھیں اس کی اجازت مل گئی اور اس طرح اکائیائیوں اور مقدونیہ کے درمیان تعلقات قائم ہوگئے، چنانچہ صورت حال کچھ ایسی ہوگئی کہ آیندہ اگر خود اکائیائیوں نے براہ راست بادشاہ سے مدد چاہی تو کچھ ایسا خلاف فطرت نہیں ہوگا۔ لیکن اراتوس ایک قدم آگے بڑھا، یعنی اُس نے میگالوپولسی سفراکو جو انتی گونوس کے پاس جا رہے تھے، خفیہ ہدایات دیں کہ اگر بادشاہ نے کلیومنیس کو شکست دے دی تو مقدونیہ کے لئے کس قدر مفید ہوگا۔ انتی گونوس نے جواب دیا کہ میں مدد دینے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ اکائیائی اُس کی تائید کریں، چنانچہ اراتوس نے غایت چالاکی کیساتھ اکائیہ کی مجلس میں تحریک کی کہ بادشاہ کی آمادگی کا شکریہ ادا کیا جائے، اور مقدونیہ کی مدد صرف اُس حالت میں طلب کی جائے اگر اکائیہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ تنہا نہ کر سکے۔ اس طرح بجائے میگالوپولس کے واسطے کے اب مقدونیہ اور اکائیہ کے درمیان اب براہ راست گفت و شنود شروع ہوگئی۔ پہلے تو اکائیہ نے تنہا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس میں اُسے کامیابی نہیں ہوئی اور انھیں ۲۲۴ء ق م میں کلیومنیس نے ہکاتومبیوم کے ضلع میں دیماسے کے مقام پر شکست

باب ۲۸ دے دی۔ اس شکست سے نہایت خاص نتائج مرتب ہوئے، یعنی اس کے بعد اکثر اکائیائیوں کو یہ خیال پیدا ہوا کہ کلیومنیس کیساتھ لڑنے میں اُن کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے کہ کلیومنیس ظلم کرنا نہیں چاہتا بلکہ صرف یہ چاہتا ہے کہ متحدہ یونان کا رہبر بن جائے اور وہ اس نتیجے پر پہنچے کہ اس قسم کی رہبری تسلیم کر لینے میں مضائقہ نہیں۔ ظاہر ہے کہ ارانوس نے ان شرائط کی بنا پر کسی قسم کی گفت وشنود کی مخالفت کی، لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی، اور اُس کی مخالفت کو نظرانداز کر دیا گیا۔ چنانچہ یہ قرار پایا کہ اکائیہ کے سفرا اور کلیومنیس کی ملاقات لرنا میں ہو جہاں آئندہ کے لئے قطعی انتظام کیا جائے۔ لیکن کلیومنیس بیمار ہو گیا اور اندرونی جریان خون کی وجہ سے لرنہ نہ آسکا۔

جو موقع اس وقت ہاتھ لگا تھا وہ جاکر واپس نہیں آیا۔ ارانوس نے اپنے ہم وطنوں پر دوبارہ اثر قائم کر لیا، اور جب کلیومنیس کی طبیعت درست ہوئی اور فریقین کی ملاقات کے لئے آرگوس مقرر ہوا تو ارانوس نے مجلس میں ایک قرارداد منظور کرالی کہ بادشاہ آرگوس کو تنہا بغیر مسلح ساتھیوں کے آئے۔ اس سے کلیومنیس ناراض ہو گیا، اور فوراً اکائیائیوں کے خلاف ازسرِنو جنگ ٹھان لی۔ یہ اُس کی غلطی تھی، اس لئے کہ اگر کلیومنیس مدبر بھی ہوتا تو وہ اس مشکل کو عبور کر لیتا اور اکائیائیوں کا رہبر بن جاتا؛ لیکن ظاہر ہے کہ ارانوس کی طرح کلیومنیس کو عقبی دروازے سے داخل ہونا پسند نہیں تھا۔

ابتدا میں تو کلیومنیس کو بعض نہایت درخشاں کامیابیاں ہوئیں۔ اُس نے آرگوس کو فتح کر لیا، اور جب ہم اس پر غور کرتے ہیں کہ مدت دراز سے آرگوس برابر اسپارٹا کی دست اندازی کی ہمیشہ مدافعت کرتا رہتا تھا، تو ہمیں اس فتح کی صحیح اہمیت کا

باب۱۰

اندازہ ہوتا ہے۔ گو اراتوس سکیون پر قابض تھا، لیکن پیلے نے اور دوسرے شہر کلیومنیس سے جا کر مل گئے، اور کورنتھ نے بھی اُسکے لئے اپنے دروازے کھول دیئے۔ کورنتھ میں اراتوس کے مکانات اور دوسری جائداد تھی، اور اس وقت وہ اُسی شہر میں تھا، لیکن عین موقع پر وہ کسی نہ کسی طرح سے شہر سے نکل گیا۔ کلیومنیس نے اس جائداد کو ضبط نہیں کیا بلکہ اُلٹے اراتوس کو اس شرط پر بارہ ٹالنٹ پیش کئے کہ وہ اُسے اکائیائیوں کا سپہ سالار بننے میں مدد دے؛ لیکن اراتوس نے جواب دیا کہ مجھے واقعات پر قابو نہیں رہا اور میں کسی قسم کی مدد دینے سے قاصر ہوں۔ اس کے لئے کذب و افترا اس قدر عادت ثانیہ ہو گیا تھا کہ وہ بے ضرورت بھی جھوٹ بولنے میں مضائقہ نہ سمجھتا۔ اکرو کورنتھ میں ایک اکائیائی حرس محافظ رہ گیا تھا جس کے اکثر سپاہی اراتوس کے تنخواہ یاب تھے؛ اور یہی حرس یونان کی تباہی کا باعث ہوا۔

اب اراتوس نے آمر مطلق کی حیثیت اختیار کر لی، اور اکائیائیوں نے اسکی اس حیثیت کو تسلیم کر کے اُسے "مطلق العنان استراتےگوس" مقرر کر دیا۔ اس وقت اراتوس سکیون میں تھا، چنانچہ کلیومنیس اس شہر کی فصیل کے سامنے نمودار ہوا، جس کی وجہ سے اراتوس پس وپیش میں پڑ گیا کہ کیا کرنا چاہئے۔ اُس نے یہ دیکھ کر کہ ایتولیہ یا ایتھنز سے کمک طلب کرنا بیکار ہے اسلئے کہ وہ اسپارٹا کی ہمدردی کا دم بھرتے ہیں، انتی گونوس سے مدد کی التجا کی جب وہ سکیون سے چلا ہے تو اُس کے ساتھ اُس کے روتے ہوئے ہم وطنوں کا ایک گروہ عظیم تھا جنھیں خوف تھا کہ اُسے کلیومنیس گرفتار نہ کر لے۔ سکیون سے وہ سیدھا ائےگیوم پہنچا جہاں اس نے ایک قرارداد منظور کرائی کہ انتی گونوس سے مدد کی استدعا کی جائے اور اکرو کورنتھ اُس کے حوالے کر دیا جائے۔ اب اکائیائی لیگ کی

باب ۱ حالت اس درجہ زبوں ہو گئی تھی کہ اُس نے اپنی وفاداری کی ضمانت کے طور پر شاہ مقدونیہ کے پاس یرغمال بھیجے جن میں اراتوس کا بیٹا بھی شامل تھا، اور یہ یرغمال دربار مقدونیہ بظاہر نہایت درخشاں مستقبل کا وعدہ کر کے پہنچے لیکن درحقیقت اُن کے مُلک کا مستقبل نہایت ہی تاریک تھا۔ چونکہ ایتولی تھرموپلی پر بادشاہ کا راستہ روکے ہوئے تھے اس لئے اس نے یوبیہ ہو کر بیس ہزار پیدل اور چودہ سو سوار لے کر خالکنا سے کا رخ کیا۔ اب خالکس پر قبضے کی اہمیت عیاں ہو گئی۔ گو کلیومنیس کا میگارا کے علاقے پر قبضہ تھا، لیکن اراتوس کے فریق نے ارگوس کو ملا لیا، اور چونکہ اس کے عقب کو اس چال کی وجہ سے خطرہ پیدا ہو گیا اس لئے اُس نے کورنتھ چھوڑ کر ارگوس مسخر کرنے کی ناکام کوشش کی اور آخر کار اُسے اسپارٹا واپس ہونا پڑا (۲۲۳ ق م)۔ ارسطوماخوس جو کسی زمانے میں آرگوس کا خودسر اور اس کے بعد اکائیئوں کا سپہ سالار رہ چکا تھا اور جس نے آرگوس کلیومنیس کے حوالے کیا تھا اُسے شکنجے میں دیا گیا اور سمندر میں ڈبو دیا گیا۔ یہ حرکت خود اراتوس کے لئے نہایت ذلیل تھی[۱۳] اب اکائیئوں نے ائےگیوم میں ایک قرار داد منظور کی کہ انتی گونوس لیگ کا صدر بنایا جائے اور غیر ممالک کے فرماں رواؤں سے جو بھی تعلقات ہوں وہ

---

۱۳ ارسطوماخوس کیساتھ سختی کا برتاؤ؛ پلوٹارک: "اراتوس" ۴۵۔
مقدونیہ کی صدارت میں ایک بڑی لیگ کا قیام؛ پولی بیوس ۵،۴،
۹،۴ ۔ اس کا انتظام؛ پولی بیوس ۴،۲۶ ۔ کورنتھ میں جلسہ، اس کے بعد مختلف
سے اتحادوں کو پیغامات تاکہ "قرار داد کی از سر نو" کی توثیق ہو جائے۔ چونکہ اسپارٹا
لیگ کا رکن نہیں ہے اسلئے یہ لیگ جنگ سیلاسیہ سے پہلے ہی بنی ہو گی۔ دوسون
کے یک بیک چلے جانے اور قبل از وقت موت کی وجہ سے یہ اسکیم تکمیل کو نہیں پہنچی۔

باب ۱

جو آجکل تونس کی ہے۔ اس کے بعد مقدونیہ کی صدارت میں ایک بڑی لیگ قائم ہوئی جس کے ارکین میں اکائیائی بھی تھے۔
انتی گونوس نے بالفعل اسپارٹا پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کی، لیکن ظاہر ہے کہ یہ صورت حال زیادہ دن تک جاری نہیں رہ سکتی تھی۔ انتی گونوس اور اراتوس ایک طرح پر اس لئے فائدے میں تھے کہ وہ ایک جدید طرز عمل پیش کر رہے تھے جو بہت سے لوگوں کی نظر میں ملک کے لئے مفید تھا۔ رہا کلیومنیس تو وہ ابھی سے گویا تھک سا گیا تھا۔ اگر وہ غربا کا نجات دہندہ تھا، تو یہ دونوں بھی موجودہ معاشرے کے بچانے والے تھے؛ پھر وہ کامیاب بھی تھے اور یہی وہ چیز ہے جو رائے عامہ پر اثر ڈالتی ہے۔ کلیومنیس کو اسی طرح بیرونی مدد کی ضرورت تھی جیسے اراتوس کو، اور صرف مصر ہی ایسا ملک تھا جو اسے مدد دے سکتا تھا، اس لئے کہ اراتوس مصر کا تنخواہ دار تھا، لیکن اب وہ مصر کے دشمن مقدونیہ سے جا ملا تھا۔ الغرض یورگی تیس نے سرزمین یونان میں ازسرنو اپنے قدم جمانے سے خوش ہو کر کلیومنیس کی درخواست منظور کر لی۔ گو ہم تک شاہ مصر کے جواب کے الفاظ نہیں پہنچے تاہم اس کا لب لباب اس واقعے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ کلیومنیس کی ماں کراتے سکلیہ اور اس کی بیوی آگیاتس کے بطن سے اس کے بیٹے کو یرغمال کے طور پر مصر جانا پڑا۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ دونوں محض پیامبروں کی حیثیت سے مصر گئے ہوں۔ اس میں شبہ نہیں کہ بطلیموس نے کوئی لشکر نہیں بھیجا؛ ممکن ہے کہ اس نے کلیومنیس کی رقمی امداد کی ہو، لیکن اس کے مخصوص وسائل محض مدبرانہ گفت وشنود اور دھمکیوں پر مشتمل تھے اور ان کے لئے ایک پیسہ خرچ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مصر نے اسپارٹا کی اس قدر کم جو مدد کی تو اس کی ظاہری وجہ وہ پیچیدگیاں تھیں جو ایشیا میں پیدا ہو رہی تھیں،

باب ۱ اور اس سے کلیومنیس کی حالت بہت دگرگوں ہو گئی۔ معلوم ہوتا ہے شائد اس کی ایک وجہ یورگی تیس کی علالت بھی ہوئی ہو جس کے باعث اُس کے عہد کے دوسرے حصے میں پہلے کی سی مستعدی نظر نہیں آتی۔ یہی وہ زمانہ تھا جب سلیوکوس سوم "سوتر" نے ایشیائے کوچک پر حملہ کر دیا تھا اور یہ وہ مُلک تھا جہاں مصری اقتدار مسلّمہ تھا اور ادھر اُس کے پرگامم سے نہایت اچھے تعلقات تھے۔ بعد ازاں جب ۲۲۲ ق م میں افروجیہ میں سلیوکوس قتل ہوا تو اُس کے رشتہ دار اکائیوس نے جنگ کو جاری رکھا اور سلیوکوس کے بھائی انطاکوس سوم نے بابل سے شام آ کر زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اکائیوس نے اتالوس کو ہر طرح سے دبایا، اُس کی پرگامم میں ناکہ بندی کر لی ساتھ ہی جتنے یونانی شہر تھے وہ سب شاہ سوریہ سے جا ملے لیکن مصر نے اپنی قوت الیفی سوس اور ساموس میں برابر قائم رکھی۔ اب انطاکوس نے پونتوس کے بادشاہ متھراداتیس کی بیٹی لاؤدیکے کے ساتھ اپنا نکاح رچایا۔ بلاشبہ سلیوکی اقتدار کی ترقی کی وجہ سے ہی یورگی تیس کلیومنیس کے پاس کمک نہیں روانہ کر سکا ہوگا؛ لیکن اسے کم سے کم مقدونیہ کے ساحل کو تاراج کرنا چاہیئے تھا جس سے اسپارٹا کو یقیناً فائدہ ہوتا۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ۲۲۲ ق م میں پیلوپونیز میں جنگ نہایت آہستگی سے جاری ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انتی گونوس کی چلت پھرت کو بطلیموس کی مداخلت کے امکان سے یقیناً صدمہ پہنچا ہوگا۔

انتی گونوس نے پہلے تگیہ اور پھر من تی نیہ کو فتح کیا، اور موخر الذکر مقام پر اکائیائی، جنھوں نے اُس کی تسخیر میں بہت کم حصہ لیا تھا، نہایت ہی بے رحمی سے پیش آئے یعنی یہاں کے باشندوں کا قتل عام کیا اور انھیں غلام بنایا۔ انتی گونوس نے اس شہر کو آرگوسیوں کے نذر کیا، جنھوں نے اراتوس کے کہنے سے

یہاں ایک نوآبادی کی بنیاد ڈالی جس کا نام اکائیائی سپہ سالار نے مقدونوی محافظ معاشرے کے نام پر انتی گونیہ رکھا[۱۴۵]۔ کلیومنیس کو صرف ایک جگہ کامیابی ہوئی اور وہ بھی غیر مکمل: اُسنے میگالوپولس لے لیا، لیکن اس سے پہلے ہی اس شہر کے اکثر باشندے فلیوپے من کی سرکردگی میں شہر کو خیر باد کہہ کر نکل گئے تھے۔ کلیومنیس نے اُنسے یہ کہلوایا کہ اگر تم اسپارٹا کے ساتھ مل جاؤ گے تو میں تمھیں واپس آجانے دوں گا، لیکن فلیوپے من کے کہنے سے انھوں نے اُس کا پیام مسترد کر دیا جس پر کلیومنیس نے شہر تاراج کر دیا۔ انتی گونوس نے کسی قسم کی مداخلت نہیں کی۔ میگالوپولس والوں کی اس استقامت سے اُن کے اعلیٰ خیالات کا اندازہ ہوتا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ

[۱۴۵] مِن تی نیہ میں اکائیائیوں کے مظالم: پلوٹارک: "اراتوس" ۴۵۔ پولی بیوس نے ۲، ۵۸ پر جو عذر کیا ہے وہ محض لفاظی ہی لفاظی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مِن تی نیوں نے جن تین سو اکائیائیوں کو تہ تیغ کیا تھا وہ خود اہلِ مِن تی نیہ کی استدعا پر آئے تھے، اور اس لئے مِن تی نیہ والوں کے ساتھ جو سلوک روا رکھا گیا وہ بالکل درست تھا۔ مگر یہ ظاہر ہے کہ جن مِن تی نیوں نے اکائیائیوں کو بلایا تھا وہ وہ نہیں تھے جنھوں نے ۳۰۰ کو قتل کیا، بلکہ فریقِ مخالف کے ارکان تھے۔ اسی طرح پولی بیوس کہتا ہے کہ تگیہ کے ساتھ جو سلوک اکائیائیوں نے روا رکھا وہ مِن تی نیہ کے سلوک سے زیادہ نرم تھا، اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو مظالم مِن تی نیہ میں روا رکھے گئے وہ محض "بربریت" کی وجہ سے نہیں تھے بلکہ انصاف پر مبنی تھے؛ یہ خیال بھی واقعات پر مبنی نہیں ہے۔ تشدد اور نرمی سے انصاف یا بے انصافی نہیں بلکہ غصے کے مدارج کا اظہار ہوتا ہے۔ اکائیائی بہ نسبت تگیہ کے مِن تی نیہ سے کہیں زیادہ برافروختہ تھے: اس کی وجہ یہ تھی کہ (پلوٹارک: "اراتوس" ۵ ۲ کے بموجب) ایک مرتبہ مِن تی نیہ نے اکائیائیوں پر تیس مینائے جرمانہ کیا تھا، اور گو یہ رقم نہایت ہی قلیل ہو لیکن اس سے اکائیائیوں کی بڑی بھاری توہین متصور تھی۔

باب ۱

فلپو ئے سن کی خصلت میں سازشی اراتوس سے کہیں زیادہ علو پایا جاتا ہے، اور اس کے ذریعے سے اکائیائیوں نے جو سیدھے سیدھے طرز عمل کا اعلان کیا اس سے طبیعت خوش ہو جاتی ہے۔ شائد اسی زمانے میں انتی گونوس اور بطلیموس کے درمیان وہ گفت و شنود شروع ہو گئی ہو گی، جس میں انتی گونوس نے کوشش کی کہ مصری بادشاہ نے جو بھی اسپارٹا کی تھوڑی بہت مدد کی ہے اس سے بھی وہ دستبردار ہو جائے۔ اس تحریک کو بطلیموس نے منظور کر لیا۔ ہمیں اس کے اسباب نہیں معلوم اور ہم محض قیاسات دوڑانے پر اکتفا کر سکتے ہیں بلاشبہہ اس موقع پر بھی ایشیائی پیچیدگیاں ملحوظ ہوں گی اور مصر کو یہ پسند نہیں ہو گا کہ ایسے دور و دراز میدان میں اپنی فوج روانہ کرے۔ لیکن اگر یہ واقعہ ہے کہ مقدونیہ اور مصر کے درمیان گفت و شنود ہوئی تو ہمارا یہ قیاس کرنا حق بجانب ہو گا کہ کلیومنیس کا ساتھ چھوڑنے کے معاوضے میں مصر کو کچھ نہ کچھ ضرور مل گیا ہو گا۔ ڈرواۓ سن نے یہ امکان پیش کیا ہے کہ انتی گونوس نے کاریہ بطلیموس کے حوالے کر دیا ہو گا، لیکن ڈرواۓ سن کے متبع یہ جو فرض کر لیتے ہیں کہ مقدونیہ کاریہ پر قابض تھا، تو اس کا ہمیں کوئی قطعی ثبوت نہیں مل سکا۔ ممکن ہے کہ یونان کے اندرونی معاملات مصری مداخلت کے خاتمے کی اصلی وجہ یورگی تیس کی ناقص تندرستی ہو گی جس کی وجہ سے اُس کا بہت جلد انتقال ہو گیا[۱۵] بہر حال وجہ کچھ بھی ہو، انتی گونوس آئندہ مصری مداخلت کے خوف کے بغیر جنگ جاری رکھ سکا۔ اسنے دیمتریوس والی فاروس کے الیریائیوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا، چنانچہ ان میں سے ۱۶۰۰ عین اس وقت (یعنی ۲۲۲ ق م میں) آکر اُس سے

[۱۵] کاریہ کو انتی گونوس بطلیموس کے حوالے کر دیتا ہے، ڈرواۓ سن ۳، ۲، ۲، ۵۴؛ دیکھو ۳، ۲، ۸۱، اور بالا حاشیہ ۱۱۔

باب۱۰ مل گئے جب وہ کلیومنیس پر ایک کاری ضرب لگانے والا تھا یہاں
اس کے ساتھ ۱۸۶۰۰ مقدونی، ۱۰۵۰ ایپائروسی، ۲۰۰۰ بیوتی،
۱۰۰۰ الیان میگالوپولس اور ۳۳۰۰ اکائیائی تھے۔ کلیومنیس نے
اس کے مقابلے کے لئے لشکر جمع کرنے کی حتی المقدور کوشش
کی لیکن اس پر بھی وہ صرف بیس ہزار سپاہی ہی جمع کر سکا۔ جب
ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس لڑائی میں اکائیہ اور میگالوپولس کی مشترک
فوج کی تعداد صرف ۴۳۰۰ تھی اور ان کے ساتھ ۱۸۶۰۰ مقدونی
تھے تو ہمیں اکائیہ کے فوجی نظام کی خراب حالت کا اندازہ ہوتا
ہے اور رہ رہ کر افسوس ہوتا ہے کہ کیوں یونان نے اراتوس
جیسے شخص کے قبضے میں اپنی قسمت دے دی جو چاہتا تھا کہ
سیاسیات میں بڑے پیمانے پر حصہ لے لیکن ساتھ ہی نہ اسکے
پاس اس کی قوت تھی اور نہ اپنے پیروؤں پر اثر ڈالنے کی اہلیت۔
بہر حال، فریقین کے درمیان سیلاسیہ کے مقام پر لڑائی ہوئی۔
کلیومنیس اور اس کی فوج نے بڑی بہادری دکھائی، لیکن انتی گونوس
اور فلیو کے حسن کی شاندار فوجی قابلیت کے سر سہرا رہا۔
کہتے ہیں کہ بیس ہزار میں سے صرف چار ہزار اسپارٹی باقی رہے
اور کلیومنیس نے آیندہ کسی قسم کی مدافعت کا خیال چھوڑ
دیا۔ وہ کچھ روز تک اسپارٹا کے ایک فیل پائے سے لگا
کھڑا رہا اور کھانے پانی سے بالکل انکار کرتا رہا۔ اس کے
بعد اسپارٹا سے وہ گیتھیوم گیا اور وہاں سے ایک جہاز میں
بیٹھ کر اسکندریہ کا رخ کیا۔ انتی گونوس نے اسپارٹا کے پرانے
دستور کا احیا کیا، لیکن ملوکی ادارے کو بالکلیہ منسوخ کر دیا،
اور بیوتی براخیلاس کو اسپارٹا کا مقدونی صوبہ دار بنا کر اسپارٹا
کو کلیتۂ عدیدیوں کے سپرد کر دیا۔ انتی گونوس اسپارٹا ہی میں
تھا کہ اسے خبر ملی کہ الیریائیوں نے مقدونیہ پر حملہ کر دیا ہے،

باب ۱۰ چنانچہ جس قدر جلدی ممکن ہوا وہ واپس مقدونیہ گیا۔ اگر یہ خبر ایک ہفتہ پہلے آجاتی تو شائد جنگ سیلاسیہ لڑی ہی نہیں گئی ہوتی۔ انتی گونوس کی واپسی اور اُس کے تھوڑی ہی مدت کے بعد اُس کی موت نے یونان کو ایک سیاسی تنظیم کی بنا پر غلامی کی زنجیروں سے نجات دی۔ انتی گونوس نے الیریائیوں کو شکست دی۔ لیکن چند ہی روز بعد جریان خون سے مرگیا (اواخر ۲۲۱ سنہ ق م یا اوائل سنہ ۲۲۰ سنہ ق م)۔ اس کے بعد میگالوپولس کی ایرانی حیثیت عود کر آئی، لیکن فلیوپمن کریٹ چلا گیا اس لئے کہ وہ پیلوپونیز کی آنے والی تاریکی میں حصہ لینے پر جنگی فنون میں مشق کرنے کو ترجیح دیتا تھا۔ یہ زمانہ ایسا تھا کہ ایسے ایماندار لوگ جن میں خود رائی کا نقص نہ ہو، خود اپنی کامیابیوں سے گھبراتے تھے۔ رہا اورخومینوس، تو وہ مقدونیہ ہی کے قبضے میں رہا۔

ہم کلیومنیس کی افسوسناک موت کا ذکر، جو مصر میں واقع ہوئی، اور اراتوس کی وفات کا بیان پندرھویں باب میں کریں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ اراتوس نے اپنے طرز عمل سے اُن لوگوں کے ہاتھوں جنگی قربان گاہ پر اُس نے اپنی عزت تک چڑھا دی تھی، اپنے اوپر اور اپنے رشتہ داروں پر موت اور تذلیل و توہین کے علاوہ کچھ حاصل نہیں کیا۔ ہمارے نزدیک نہ صرف یہ کہ شاہ اسپارٹا اراتوس سے کہیں بڑا آدمی تھا بلکہ اُس سے زیادہ قسمت والا بھی تھا۔ دونوں کی زندگی کا خاتمہ اپنے نام نہاد دوستوں یعنی شاہان مقدونیہ و مصر کے ہاتھوں ہوا؛ لیکن کلیومنیس کی ضمیر تو کبھی اُصول کے توڑنے پر نفرین نہیں کرتی ہوگی، اور جب اُس نے دیکھا کہ عزت و وقار سے زندگی ناممکن ہے تو اُس نے جان بوجھ کر اپنے ہاتھوں کام تمام کر دیا۔

باب یازدہم

رومن اور یونانی ۳۲۰ ق م تک

پہلی فنیقی جنگ

اب کچھ دیر کے لئے مغرب کا رخ کیجئے ہم دیار مغرب کی تاریخ اُس وقت تک کی بیان کر چکے ہیں جب روما نے تارنتوم کو فتح کر لیا تھا اور تمام جزیرہ نمائے اٹلی کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا۔ اس کے بعد رومن خاکنائے سسلی کو عبور کرتے ہیں۔ سسلی میں پرھوس کی واپسی کے بعد ایک نوجوان قابل شخص ہیئے رون ولد ہیئے روکلیس نے اپنے آپ کو اس قدر طاقتور بنا لیا تھا کہ اُسے سرقوسی فوج اور سرقوسی شہریوں نے اپنا حکمران تسلیم کر لیا (۲۷۵ ق م)۔ اس پُر آشوب زمانے میں اس کی ضرورت تھی کہ کوئی ایک شخص برسر اقتدار ہو۔ صورت حال یہ تھی کہ مغربی سسلی میں قرطاجنیوں کو اور شمال و مشرق میں مسانہ کے مامرتینیوں کو سیادت حاصل تھی۔ اگر سرقوسہ والے یہ چاہتے تھے کہ لوگ اُن کی عزت کریں تو یہ بسا ضروری تھا کہ وہ ان دونوں میں سے کسی کو نیچا دکھائے۔

باب ۱۱ چونکہ قرطاجنہ پر کسی قسم کا اثر ڈالنا ناممکن تھا اس لئے ہیئے رون نے مامرتی نیوں کو مغلوب کرنا چاہا اور اسے اس لئے اور بھی آسانی معلوم ہوئی کہ مسانہ سرقوسہ سے قریب تر تھا۔ وہ مسانہ پر قبضہ کرنے ہی کو تھا کہ قرطاجنی سپہ سالار ہنی بعل نے شہر میں اپنے سپاہی لا داخل کئے اور ہیئے رون کو پیچھے ہٹنا پڑا۔ لیکن باوجود اس پسپائی کے اس نے اپنی قابلیت کا کچھ ایسا سکّہ جمایا کہ سرقوسیوں نے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا (۲۶۹ ق م)۔ اس طرح مامرتی نیوں کی آزادی قائم رہی لیکن مستقل طور پر نہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ بالکل خود مختار رہنے کو دل سے پسند کرتے۔ لیکن یہ ناممکن تھا۔ اگر وہ سرقوسہ کے سامنے ہتھیار ڈال دیتے تو یہ ان کے لئے بڑی توہین ہوتی اور اُنھیں نقصان ہی نقصان پہنچتا۔ سرقوسہ کو نظر انداز کرکے دو مملکتیں اور اُن پر دانت لگائے بیٹھی تھیں، یعنی قرطاجنہ اور روما۔ روما سے انکے نسلی تعلقات تھے، چنانچہ ۲۶۵ ق م میں جب مسانہ کا قلعہ قرطاجنیوں کے قبضے میں تھا تو مامرتی نیوں کی سفارت روما یہ استدعا کرنے گئی کہ رومن قوم مسانیوں کو اپنی حمایت میں لے لے۔

رومنوں نے اُن کی اس استدعا کو منظور کرلیا۔ وہ جانتے تھے کہ اس تصفیئے کی وجہ سے اُنھیں مشکلات کا سامنا کرنا پڑیگا اور قرطاجنہ سے جس کے ساتھ اُن کے تعلقات اچھے تھے جنگ جیسی شدید اور ہلاکت آفرین چیز میں حصہ لینا پڑے گا۔ لیکن اگر مسانہ پر قرطاجنیوں کا قبضہ ہوگیا تو بھی قرطاجنہ کے ساتھ جنگ لابدی اس لئے کہ ایسی حالت میں رہیگیوم پر رومن اور مسانہ پر قرطاجنی ایک دوسرے کے مقابل آجائیں گے، اور سب سے بڑا سوال یہ پیدا ہوجائے گا کہ آخر یہ آبنائے کس کی عملداری میں رہے۔ پھر قرطاجنہ کے ساتھ جنگ اس وقت اور بھی زیادہ مشکل العمل ہوجائے گی

باب ۱۰

اگراُس کے قبضے میں مسانہ بھی آگیا۔ ان تمام امور کو ملحوظ رکھ کر روما نے خود اپنے مفاد کی خاطر مامرتی نیوں کو اپنی حمایت میں لے لیا، اور گو قرطاجنی نہایت درجہ ہوشیار تھے تاہم رومنوں نے مسانہ میں اپنا لشکر پہنچا دیا اور اس کے قلعے پر قبضہ کرلیا۔ اس پر روما اور قرطاجنہ کے درمیان جنگ چھڑ گئی، اور سسلی کے دو اہم یونانی شہروں یعنی سرقوسہ اور اکراگاس نے قرطاجنہ ہی کا ساتھ دیا۔ لیکن سرقوسہ زیادہ دن تک جنگ میں شریک نہیں رہا، اس لئے کہ جوں ہی رومن فوج کو کامیابی ہوئی اور جزیرے کے مشرقی شہر انکے جانبدار ہوئے، فوراً (۲۶۳ء ق م) ہیئے رون نے اُن سے ایسے شرائط پر جو اس کے لئے مُضر نہیں تھے، صلح کرلی۔ اُسے ایک سو یا دو سو ٹالنت ضرور ادا کرنے پڑے، لیکن علاوہ سرقوسہ کے اُس کا قبضہ جنوب میں ہیلوروس سے شمال میں تورومے نیوم تک اور اندرون مُلک میں اکرائے تک قائم رہا۔ اس کے بعد وہ رومنوں کا حلیف بن گیا اور جنگ کے دوران میں نہایت وفاداری سے ان کا ساتھ دیئے گیا اور اپنی طویل زندگی کے اختتام تک برابر ان کا وفادار دوست بنا رہا۔

ہم اس جنگ کے مزید واقعات کا جسے رومن "جنگ سسلی" کہتے تھے، اور جسے آجکل پہلی فنیقی جنگ کہا جاتا ہے، اس جگہ اعادہ نہیں کرسکتے، بلکہ صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتے ہیں کہ ۲۶۲ء ق م میں رومنوں نے اکراگاس پر جو اُس وقت تک قرطاجنیوں کا محروسہ تھا، سات مہینوں کے محاصرے کے بعد قبضہ کرلیا، اور پچیس ہزار سے زیادہ لوگوں کو غلام بنالیا۔ ۲۴۱ء ق م کے صلح نامے کی رو سے علاوہ ہیئے رون کی سرقوسی سلطنت کے اور مسانہ کے مفصلات کے تمام جزیرہ رومنوں کے قبضے میں آگیا، اور اس جزیرے کو سب سے پہلے "صوبے" کا لقب دیا گیا جس سے مراد ایک ایسے

باب ۱۱ رقبے کی تھی جو کسی واحد عہدہ دار کے زیر انتظام ہو، اور جیسے "علاقے" کی اہمیت حاصل نہ ہو۔ اس عہدہ دار کے اختیار کا دار و مدار محض جغرافی حدود پر نہیں بلکہ واقعات و حالات پر تھا۔

آبنائے مسانہ کو عبور کرنے کی کچھ ہی مدت بعد رومنوں نے اڈریاٹک پار کے ملکوں میں دست اندازی کر کے دنیائے یونان کے مرکز کی طرف اپنے ہاتھ بڑھائے۔ اس کا سبب الیریا کے حالات تھے۔

جب ۲۳۱ ق م کے قریب ایتولی میدون کے اکارنائی شہر پر قبضہ کرنے والے تھے تو ایک سو الیریائی جہاز پانچ ہزار سپاہیوں کو لئے ہوئے خلیج امبرسیہ گئے اور چھاپہ مار کر ایتولیوں کو محاصرے سے دست بردار ہونے پر مجبور کیا۔ الیریائیوں کے اس مہم کا اصلی باعث دیمتریوس شاہ مقدونیہ تھا۔ اس مہم کا رہبر اور سپہ سالار اگرون شاہ الیریہ تھا، اور جب اسے اس میں کامیابی ہوئی تو وہ اتنا خوش ہوا اور عیش و عشرت میں اس قدر مبتلا ہوا کہ اس کے اثرات سے جاں بر نہ ہو سکا۔ اس کی موت کے بعد اس کی بیوہ تیوتہ نے اپنے نابالغ بیٹے کی جانب سے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اس نے اپنی الیریائی رعایا کو اختیار دیا، یا یوں کہو کہ اجازت دی کہ جہاں چاہیں چھاپے ماریں، اور جب یہ اجازت انھیں مل گئی تو انھوں نے ایلس اور مسینیہ کے بہت سے مقامات کو تاراج کیا اور اس کے بعد ایپائروس کا اہم شہر فینیکے مسخر کر لیا؛ لیکن جب ایپائروسیوں کے پاس ایتولیوں اور اکارنانیوں کی کمک آگئی تو انھیں اس شہر کو چھوڑ دینا پڑا۔ لیکن ایپائروسی اتنے پست ہو گئے تھے کہ انھوں نے الیریائیوں کے ساتھ میل کرنے کی خواہش ظاہر کی۔ حال میں الیریائی بحری قزاقوں نے چند رومن جہازوں کو بھی گرفتار کر لیا تھا جس کی وجہ سے کائیوس کورنکانیوس اور

لوسیوس کورنکانیوس کی سیادت میں ایک رومن سفارت تیوتہ کے دربار میں پہنچی۔ تیوتہ نے ان سفیروں کو جواب دیا کہ رسم و رواج کے مطابق الیریائیوں کو بحری قزاقی کا بلا شرکت غیرے حق حاصل ہے جس پر رومن سفیر نے برجستہ جواب دیا کہ بہت اچھا روما والے اس رواج کو بدل دینے کی تدبیر کریں گے۔ واضح ہو کہ ایتولی بھی مدّت دراز سے بحری قزاقی میں حصہ لیتے تھے۔ بہرحال جب یہ سفیر روما واپس جارہے تھے تو ان میں سے ایک یعنی لوسیوس کو تیوتہ نے قتل کرادیا۔ اس کے بعد روما کو جنگ کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں باقی رہا اور جنگ ۲۳۰ء ق م میں چھڑ گئی۔ 　بابلِل

آئندہ سال تیوتہ نے اس سے بھی بڑی فوج روانہ کی۔ اس نے دیراکیوم پر حملہ کیا اور وہاں کے باشندوں نے اس حملے کی مدافعت کی، لیکن باوجود اکائیائیوں اور الیریائیوں کی مدد کے کور کائرا پر الیریہ کا قبضہ ہوگیا۔ اب کنئیوس فلویوس کی سرکردگی میں ۲۰۰ جہازوں کا ایک رومن بیڑا نمودار ہوا چنانچہ کور کائرا کے ایک الیریائی عہدہ دار مسمی دیمتریوس ساکن فاروس نے باشندگان کورکائرا کی رضامندی سے اس شہر کو رومنوں کے حوالے کر دیا۔ ساتھ ہی رومنوں نے دیراکیوم پر بھی قبضہ کرلیا، اور بہت سے الیریائی قبیلوں اور شہر الیسا بھی ان کے مطیع ہوگئے۔ اب الیریائیوں کی دماغ داری کا خاتمہ ہوا اور ۲۲۸ء ق م میں تیوتہ نے جو خلیج کتارو کے قلعہ بند شہر رھیزون چلی گئی تھی، امن کے لئے درخواست کی اور یہ اعلان کیا کہ میں ہمیشہ خراج ادا کیا کروں گی اور دو غیر مسلح جہازوں سے زیادہ کبھی لیسوس سے آگے نہیں بھیجوں گی۔ اس طرح ادریاٹک پر رومن اقتدار کا بیج بویا گیا۔ ۲۲۹ء ق م کے قنصل، پوستومیوس نے، جو چالیس جہازوں سمیت رہ گیا تھا، اپنے ایلچی اکائیائی اور ایتولی لیگوں کے پاس رومن طرز عمل کے اسباب سمجھانے کے لئے روانہ کئے اور

باب ۱۱ وہاں سے بے حد تشکر و امتنان کے ساتھ جواب موصول ہوئے۔
اس کے بعد رومنوں نے ایتھنزیوں اور کورنتھیوں کے پاس ایلچی بھیجے؛ وہاں سے بھی شکریہ ادا کیا گیا، اور کورنتھیوں نے رومنوں کو خاکنائی کھیلوں میں اور ایتھنزیوں نے اسرار ایلیوسس تک میں شریک کرلیا اور رومنوں کو اپنے شہر کے اعزازی شہری بنالیا۔
الغرض ۲۲۸ق م میں رومنوں کو خود یونانی یونانیوں کے زمرے میں اس حد تک شامل کرلیتے ہیں جتنے ٹروائے والوں کے جانشین (جس کے ہونے کے رومن دعویدار تھے) ہوسکتے تھے، اور یہ یونان کے رومن عہد کی گویا تمہید تھی۔

باب ۱۱

یادداشت

اس باب کے لئے میں مشہور معروف تاریخہائے روما کا حوالہ دینا کافی سمجھتا ہوں۔ میں نے اپنی تاریخ سسلی کی دوسری جلد میں ہرمے رون کی ابتدائی زندگی کا حال بیان کیا ہے اور ساتھ ہی اس جزیرے کی سیاسی کیفیت کا مستقل پیرائے میں ذکر کیا ہے پہلی فنیقی جنگ کے لئے مقابلہ کرو میلتزر: "تاریخ اہل قرطاجنہ" Meltzer : Geschichte der Karthager، جلد ۲، ص ۲۵۲ ــ ۳۵۶۔

باب دوازدہم

دنیائے یونان تقریباً ۲۲۰ ق م میں

(۱) دیار مغرب اور ارض یونان

سنہ ۲۲۰ ق م یا اُس کے قریب کے زمانے میں اس تاریخ کا دوسرا عہد شروع ہوتا ہے جس کا اس جلد میں بیان کیا گیا ہے، اور اس عہد میں مشرق اور مغرب دونوں کے معاملات میں روما کا اثر غالب ہے۔ اس امر کو ملحوظ رکھ کر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر تمام یونان کی جو کیفیت تھی اُس کا ذکر کیا جائے، اور یہاں سب سے پہلے ہم یونان کی سیاسی کیفیت کا تذکرہ کریں گے۔

مغرب اقصیٰ کا سب سے اہم شہر فوکسی بلدیہ مسالیہ تھا، جس نے یونان کی بڑی بڑی تحریکات میں بہت کم حصہ لیا تھا، چنانچہ ہم نے نہ تو اپنی تاریخ میں اس وقت تک زیادہ تذکرہ کیا ہے اور نہ آئندہ زیادہ تذکرہ کرنے کا خیال ہے۔[1] وہ ایک اہم تجارتی

[1] مسالیہ۔ دیکھو جلد ۱، باب ۲۰؛ پاؤلی ۴، ۱۶۲۴/۱۶۳۴ میں کلیس کا مضمون؛

باب ۲۱

شہر تھا، جو ایک محدود مرکز میں اپنا اقتدار جمائے ہوئے تھا لیکن ایک وسیع حلقے پر تہذیب و تمدن پھیلانے کے ساتھ ساتھ سیاسیات کی وسیع دُنیا کے ساتھ صِرف اتنا ہی تعلق قائم رکھتا تھا جو اُس کے لیے اشد ضروری تھا۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ نہایت ہی بعید زمانے میں بھی مسالیہ کے روما سے دوستانہ تعلقات تھے۔ ان دونوں شہروں کا دلیفی میں جو خزانہ تھا وہ مشترک تھا اور یہی وہ مقام تھا جہاں ۳۹۵ ق م میں روما نے ویائی کا ایک حصہ بطور پیشکش کے جمع کیا تھا۔ جب غالویوں نے روما پر قبضہ کیا ہے تو مسالیوں نے اپنے مجبور و معذور دوستوں کی روپے پیسے سے امداد کی، جس کے معاوضے میں انھیں رومنوں نے چند حقوق دیے جنھیں ایزو پولیتیہ، اتے لیہ اور پروئدریہ کہتے تھے، اور جن کے بموجب اگر وہ چاہتے تو رومن شہری بن سکتے تھے، اگر وہ روما آکر رہ پڑتے تو وہ فوراً وہی محاصل ادا کرتے جو رومن شہریوں کو ادا کرنے پڑتے اور تماشائے عامّہ میں انھیں اچھی نشستیں ملتیں۔ اس کے بعد دوسری فنیقی جنگ میں مسالویوں نے روما کو عملی مدد دی۔ وہ اپنے رسم و رواج کے لیے مشہور تھے اور ان کا دستور اعیانیت لیے ہوئے تھا، جس کے بموجب اکثر امور کے تصفیے کا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ سکہ جات، ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۷، ۸؛ ان کے مطابق شہر کے خاص معبود الفی سوس ارتےمس اور اپولو دلیفی نیوس تھے۔ پی تھیاس؛ کرسٹ، ج ۳۶۳؛ اس کا سب سے مفصل بیان میولن ہوف: قدیمیات المانیہ Muellenhoff Dentsche Alterthums Kunde جلد ۱، دیکھو اشٹارک: "جنوبی فرانس میں شہری زندگی، فنون لطیفہ و قدیمیات" Stark : Staedteleben, Kunst und Alterthum in Sued-Frankreich لیپ زِگ ۱۸۵۵ء ص ۳۴ تا ۴۷ و ص ۵۸۴ تا ۵۸۷، مع نقشہ، جس میں توصیفی اور تاریخی خاکہ دیا ہوا ہے۔ نیز دیکھو Niese جلد ۱، ص ۴۸۹ تا ۴۹۴۔

باب ۱۲ — اختیار چھ سو سینا تیوں کو دے دیا گیا تھا جنھیں تموخی کہتے تھے۔ اندرونِ غالیہ کے ساتھ مسالیہ کی تجارت ترقی پر تھی اور وہاں کے باشندوں کی نوآبادیاں دریائے رھون کے کنارے کنارے واقع تھیں اور تجارتی تعلقات برطانیہ تک پھیلے ہوئے تھے۔ مسالیہ کے ذریعے سے یونانی تہذیب غالوی قبیلوں میں پھیل گئی چنانچہ یہاں کے یونانیوں نے غالویوں کو زیتون اور انگور کی کاشت کے نئے طریقے بتائے اور پتھر سے شہروں کی فصیل بنانا بھی سکھایا۔ خود مسالیہ حقیقی یونانی علوم و فنون کا مرکز تھا اور اس شہر میں صرف و نحو، لسانیات اور جغرافیے کا خاص طور پر مطالعہ کیا جاتا تھا۔ تاہم یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مسالیہ نے جو مصنف پیدا کیے اُن کی تعداد کچھ زیادہ ہو گی، بلکہ اگر ہم غائر نظر ڈالیں تو انمیں سے حقیقی معنوں میں صرف ایک ہی اہم شخص گزرا ہے، اور وہ پی تھیاس تھا جس نے چوتھی صدی ق م کے اختتام پر جزائر برطانیہ کے شمال میں تھولے کے مقام تک بحری سفر کیا اور اپنے سفر کے دوران میں عرض البلد کے متعلق ہیئتی مشاہدات کئے۔ لیکن جتنی تعریف کی مستحق اُس کی محنت اور اس کی تحقیقات تھی وہ اُسے نہیں ملی، اور پولی بیوس اُسے "کذاب" کا لقب دینے میں باک نہیں سمجھتا۔

اٹلی کی یونانی آبادی محض چند بلدیات تک محدود ہے، اور اہم مقامات میں صرف نیاپولس، تاراس، رھے گیوم، اور لوکری ہی باقی ہیں۔[۵۲] ۲۹۳ ق م میں ان میں سے پہلے تین روما کے

---

۵۲ تارنتوم، لوکری، ایلیہ اور نیاپولس پہلی فینقی جنگ میں (پولی بیوس ۱، ۲۰) اور نیاپولس، رھے گیوم اور تارنتوم ۱۹۳ ق م میں رومنوں کے پاس جہاز روانہ کرتے ہیں۔

تاراس اور اس کے سکوں کے لئے دیکھو ایونز: "سواران تارنتوم" جریدۂ مسکوکیات Num.Chron. ۱۸۸۹ء۔ تاراس نے اپنا معیار تقریباً ۲۸۱ ق م

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ میں تبدیل کیا اور اپنی دو درہمیان دکمپانیہ کے معیار کے مطابق) ۱۱۶ اگرین کی اور پھر صرف ۱۰۰ اگرین کی کردیں۔ ہرقلیہ اور تھوری میں بھی اسی قسم کی تبدیلی کی گئی، لیکن میتاپونتوم اور کروتون میں اس قسم کے سکے نہیں نکلے۔ ایونز کہتا ہے کہ سنہ ۳۰۰ ق م سے ذرا پہلے لوکانیوں نے میتاپونتوم پر قبضہ کرلیا تھا، لیکن اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے؛ اس کے ساتھ ہی سنہ ۲۹۹ ق م میں کروتون پر اگاتھوکلیس کا قبضہ ضرور ہوگیا (دیودوروس ۲۱، ۳)۔ پرھوس کا جو اثر تارنتوم میں تھا وہ بھی سکّوں سے معلوم ہوتا ہے، اس لئے پرھوس نے سرقوسہ میں جو سکے ڈھالے تھے اُن کی طرح یہاں کے سکّوں پر بھی ہاتھی، زیوس کے سر اور پالاس پروماخوس کی شبیہیں نظر آتی ہیں (ایونز، ۱۴۰–۱۷۰)۔

سنہ ۲۷۲ ق م کے بعد بھی تارنتوم میں برابر سکّے بننا جاری رہا۔ ہرقلیہ کی طرح یہ بھی "حلیف بلدیہ" تھا، اور سسرو کی تقریر "بالبوس" ۲۲ کے بموجب اُس کا معاہدہ خاص قسم کا تھا جس کی رو سے اُسے سکّے بنانے کا اختیار تھا؛ اور ہمیں معلوم ہے کہ وہ اس اختیار کو کام میں لایا ہوگا اس لئے کہ اس مقام پر سکّے پائے گئے ہیں جو زمانۂ بعد میں مسکوک ہونے کے باوجود بھی پرھوس کے سکّوں کے نمونے پر بنائے گئے ہیں (ایونز ۱۶۵، ۱۶۹)۔ ایونز کہتا ہے کہ سنہ ۲۶۸ ق م میں روما نے جو دینار مسکوک کئے اُس کے بعد بھی تارنتوم برابر اپنے سکّے بناتا رہا (۱۷۱)۔ اس زمانے میں تاراس اور نیاپولس کے سکّوں میں ایک قسم کی مشابہت پائی جاتی ہے (ایونز ۱۷۵)، اور اسی قسم کے اسی وزن کی دو درہمیاں تیاتے (تیانوم) میں (جو اپولیہ میں واقع ہے) ملے ہیں (ایونز ۱۷۶)۔ اسکے برعکس (ایونز ۱۹۳ کے بموجب) سنہ ۲۲۸ ق م میں رومنوں نے حکماً تارنتوم کی سکہ سازی بند کرادی، اور اسی زمانے میں دوسرے مقامات پر بھی اُنھوں نے کمپانی "وکتوریاتوس" (تقریباً ۵۲ گرین، اور ہیڈ کی رائے کے بموجب) نصف کمپانی فینقی استاتر کے برابر رائج کردیا، اور سنہ ۲۲۹ ق م میں اپولونیہ اور کورکائرا نے بھی وکتوریاتی

اب ۱۲ کے خلاف جنگ آزما ہوتا ہے تو وہ اُس کی مدد کے لئے جہاز مہیا کرتے ہیں۔ ان بلدیات کی خودمختاری کا ثبوت اُن کے حق پناہ سے ہی نہیں بلکہ اُن کی سکہ سازی کے اختیار سے حاصل ہوتا ہے، چنانچہ وہ چاندی اور تانبے دونوں کے سکے ڈھالتے ہیں ہیں نے اپنے حاشیئے میں اس پر مفصل بحث کی ہے

رھیگیوم سنہ ۲۷۹ ق م میں روما کے زیر حمایت آگیا تھا، اور اُس نے دیسیوس یوبیلیوس کی سیادت میں ایک لیجن وہاں مقرر کردی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ سنہ ۲۷۱ ق م میں انھوں نے ایک ترکیب چل کر شہر پر قبضہ کیا اور مسانہ کے مامرتی نی کی طرح اُس کو تاراج کیا تھا۔ لیکن رومنوں کا اس شہر پر زیادہ دن تک قبضہ نہیں رہا، اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ سنہ ۲۷۱ ق م یا سنہ ۲۷۰ ق م میں رومن قنصل گینوکیوس نے اُسے باغیوں سے دوبارہ لے لیا۔ اب رھیگیوم نے اپنی آزادی از سر نو حاصل کرلی اور برابر سکّے بناتا رہا، اور چونکہ ان کا معیار وہی تھا جو سسلی کے سکّوں کا تھا اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا مقصد زیادہ تر یہ تھا کہ سسلی کے ساتھ تجارت میں سہولت ہو۔

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ کے نمونے پر اپنے درہم بنانے پڑے۔ (الیونز ۱۹۳)۔ اٹلی میں وکتوریاتی کرد توین، لوکیریہ وغیرہ میں ڈھالے جاتے تھے۔

آخر میں تھوڑی ہی ایسا شہر رہ گیا تھا جو سکّوں کے معاملے میں تاراس کا اتباع کرتا رہا۔ الیونز ۱۲۷ / ۱۶۸)۔

رھیگیوم: ہیڈ، ۷۶، ۹۵ – ۵۰ اور ۸ گرین والے سکے ۴ اور ½ ۱ اشرفی کے ہیں۔

لوکری: ہیڈ ۸۸، ۸۹: تصویر ۵۹ ایک استاتر کی ہے جس پر زیوس کا سر بنا ہوا ہے جس کے ایک طرف پستس پتّوں کا گھیرا روما کے سپر پر رکھتی ہوئی نظر آتی ہے۔

باب ۱۲ لوکری کی تاریخ بھی اُس کے سکوں سے ظاہر ہوتی ہے ۲۷۷ ق م میں لوکریوں نے وہ لشکر جو پیرھوس نے اس شہر کی حفاظت کے لئے رکھا تھا، نکال باہر کیا، اور گو ۲۷۶ ق م میں انھیں دوبارہ بادشاہ ایپائروس کا مطیع بننا پڑا انھوں نے بہت جلد اپنی آزادی بھی حاصل کر لی - پیرھوس نے لوکری میں بعض نہایت نفیس سکے ڈھلوائے، جن کا بیان حواشی باب ۸ میں کیا جا چکا ہے؛ آزاد ہونے کے بعد لوکریوں نے استاتر ڈھالے جن کے ایک طرف زیوس کا سر تھا اور دوسری طرف ایک تشبیہی سر یعنی ایستادہ پستِس نشستہ روما کے سر پر پتوں کا گھیرا رکھتی ہوئی نظر آتی تھی - واضح ہو کہ زیوس کا سر پیرھوسی سکوں والے زیوس کے سر سے بہت کچھ مشابہ تھا -

جہاں تیسری صدی ق م میں لوکری چاندی کے سکے بنانا بند کر دیتا ہے، وہاں اسی زمانے میں بریتی قوم نہایت ہی نفیس چاندی اور سونے کے سکے پیرھوسی معیار پر بناتی ہے اور اپنی انفس طبیعت اور تموّل کا ثبوت دیتی ہے [۵۳] نہ صرف ان کا معیار پیرھوسی ہے بلکہ جو شبیہیں اُن پر بنی ہیں وہ بھی پیرھوس کے سکوں کی یاد تازہ کرتے ہیں اس لئے کہ وہ پوسیڈون اور تھیتس کے (جو اکی لیس کی ماں تھی) مذہب کی طرف اشارہ کرتے ہیں اس قسم کے کثیر و وافر سکوں سے روما سے مکمّل آزادی کا پتا لگتا ہے، اور ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ مدّت بعد بریتیوں نے آخر کار روما کا ساتھ چھوڑ دیا - گو بریتی اصل میں مُلک کے اصلی باشندے تھے، لیکن تہذیب و تمدن کے اعتبار سے وہ بالکل یونانی تھے - ان کا مستقر کونسن تیہ تھا - ہمیں ان کے دستور کا علم نہیں نہ یہ معلوم ہے کہ ان کا تعلق مُلک کے چھوٹے چھوٹے یونانی شہروں سے کیسا تھا، جن میں پیتے لیہ، کولونیہ، لوکریہ، تیرینہ اور

---

۵۳ بریتی؛ ہیڈ، ۷۷ و ۷۸، اور ایونز لوکانی؛ ہیڈ ۵۷ -

باب ۱۲ تمیمہ اُس زمانے میں غالبًا ایک نہایت ناکارہ انداز سے موجود تھے۔

لوکانی قوم نے، جس پر یونانیت کا اثر کم تھا، صرف تانبے کے سکّے بنائے۔

سسلی میں[۵۹] ۲۲۰ء ق م میں، علاوہ رومن صوبے کے ہئیے رون

---

۵۹ سسلی۔ اس زمانے کے سکّوں کی مختصر تاریخ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۰۱؛ مقابلہ کرو "مسکوکیات سرقوسہ"، اور ایونز: "سواران تارنتوم"۔

اگاتھوکلیس، دیکھو اوپر باب ۷۔ عمومیت ۲۸۹ء تا ۲۸۰ء ق م؛ تانبے کے سکّے جن پر زیوس الیوتھے ریوس۔ ہکے تاس ۲۸۷ء ق م تا ۲۷۸ء ق م۔ سونے کے سکّے جن پر اس کا نام ہے؛ نقرئی سکّہ جس پر پرسی فونے کا سر بنا ہے اور دوسری طرف چوکڑی کی شبیہہ ہے اسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ تانبے کا سکّہ جس کی ایک طرف زیوس ہیلے نیوس اور دوسری جانب ایک عقاب گرتی ہوئی بجلی پر بیٹھا نظر آتا ہے۔ ان آخری سکّوں کی ہو بہو نقل مامرتی نیوں نے بھی کی، صرف فرق یہ تھا کہ ان میں زیوس کے سر کو آریس بنایا گیا ہے۔

پرھوس کے متعلق عام بحث کے لئے دیکھو باب ۸۔ اس نے سسلی میں جو روپیہ ڈھالا اُس کی انواع مفصلۂ ذیل ہیں:۔ (۱) وہ سکّے جن پر اس کا نام کندہ ہے؛ ان میں سے تانبے اور چاندی کے سکّوں کے ایک طرف کھلے بالوں والی پرسی فونے جس کی نقل ہکے تاس کے سکّوں سے کی گئی ہے اور دوسری طرف لڑتی ہوئی اتھینے نظر آتی ہے۔ ان سکّوں کی نوع مقدونوی ہے۔ نقرئی سکّوں کا وزن ۸۰ گرین تھا۔ علاوہ ازیں مفصلۂ ذیل سکّے بھی پرھوس ہی کے زمانے کے ہیں: طلائی:۔ ایک طرف پرسی فونے اور دوسری طرف "گھوڑوں کی جوڑی" ہیڈ: "سکہ جات سرقوسہ"، تصاویر ۱۰ و ۹؛ مسی: ایک طرف پرسی فونے کا سر، دوسری جانب شاہ بلوط کے گھیرے میں مشعل؛ تصاویر ۱۰۔ ۱۱، اور دوسری نوع کے سکّے کے ایک طرف ہرقل کا سر اور دوسری جانب لڑتا ہوا پالاس۔

باب ۱۲ | کی سلطنت بھی تھی جس میں جزیرے کے مشرقی ساحل کا ایک بڑا حصہ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہرقل کا سر مقدونوی نوع کا ہے؛ پرھوس نے ایرکس کی فتح کے بعد ورزشی کھیل قائم کرکے ہرقل کی یادگار قائم کی؛ پلوٹارک: "پرھوس ۲۲؛ دیودوروس ۲۲، ۱۰۔

ہیئے رون دوم۔ ہیڈ کے بموجب اسکے طلائی سکے: ایک طرف پرسی فونے کا سر دوسری جانب لفظ "ہیئے رونوس" مع جوڑی کے۔ نقرئی:۔ (۱) ایک طرف "ہیئے رونوس"، پالاس کا سر، دوسری جانب پیگاسوس؛ وزن وہی جو پرھوس کے سکوں کا ہے یعنی ۹۰۔ (۲) ایک طرف "بازی لیوس ہیئے رونوس" بغیر ڈاڑھی کے، ایک طرف، چوکڑی دوسری طرف؛ ۲۳۴ گرین = ۳۲ لترائے۔ (۳) الفاظ "سیراکیوزیوئے گیلونوس"، بے ڈاڑھی کا سر، دوسری جانب جوڑی؛ ۸ لترائے؛ ایک طرف سر دوسری طرف گرتی بجلی پر عقاب"؛ ۴ لترائے بعض سکوں پر XII بھی کندہ ہے۔ (۴) الفاظ "بازی لیساس فلیستی زدس" مع ملکۂ فلیستس کے سر کے (جس کے لئے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی" ۲، ۴۹۱) جس طرح پرھوس کے سکوں پر فتیہ اور فلادیلفوس کے سکوں پر ارسی نوئے کی نقاب پوش شبیہ ہے اسی طرح اس ملکہ کے چہرے پر بھی نقاب ہے، اور سکے کی دوسری طرف گھوڑوں کی ایک جوڑی نظر آتی ہے۔ یہ سکے ۱۶، ۸ اور ۵ لترائے کے ہیں۔ (۵) سونا اور چاندی:۔ ان پر لفظ "صقیلیوتون" کندہ ہیں، جن سے مراد اغلباً نیتون، ہیلوروس، اکسائے، میگارا، لیونتی نی اور توروم نیوم سے ہوگی۔ ان سکوں پر جو شبیہیں ہیں وہ قابل لحاظ ہیں، یعنی سب سے وزنی سکوں پر خود ہیئے رون کی تصویریں، ان سے ہلکوں پر اُس کی بیوی کی، اس کے بعد کے سکوں پر اُس کے بیٹے کی اور تانبے کے سکوں پر خود اُس کی شبیہیں بنی ہیں۔ ہیئے رون اور بطلیموس کے سکوں کے معیار کی مشابہت دلچسپی سے خالی نہیں۔ مقابلہ کرو امہوف کے خیالات اُس کی کتاب "شبیہوں کی تصاویر" Portrætkopfe ۲۱ میں۔

باب ۱۲

اور مسانہ کے یا مرتینی شامل تھے۔ سیرقوسہ کے علاوہ ہیئے رون شمال میں لیون تینی، میگارا، اور تورومے نیوم اندرونِ ملک میں اکرائے اور جنوب میں نیتون اور ہیلوروس پر قابض تھا۔ وہ اُس زمانے کے حسبِ حال اور ایک ہوشیار حکمراں تھا اور اسکے ہر ایک سے اچھے تعلقات تھے۔ اُس نے ہر طرح سے رومنوں کی خدمت کی، اور اُس کی حیثیت مغرب میں بجنسہ وہی تھی جو مشرق میں اتالوس کی تھی۔ لیکن قرطاجنہ سے بھی اُس کے تعلقات بُرے نہ تھے، اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اُس کے نزدیک ان دونوں مملکتوں کے امن وامان کے تعلقات خود اُس کے وجود کی گویا ضمانت تھی۔ ساتھ ہی اُس نے مشرقی ممالک، مصر و رھوڈز کے ساتھ

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہیئے رونیموس نے سونے، چاندی اور تانبے کے سکے ڈھلوائے جن کے ایک طرف خود اُس کا سر اور دوسری جانب پر دار گرتی ہوئی بجلی کندہ تھی۔

عمومیت (۲۱۵-۲۱۲ ق م) کے زمانے میں اتنی انواع کے سکے بنے کہ ہم یہاں تفصیل درج نہیں کر سکتے؛ دیکھو ہیڈ: "سکہ جات سرقوسہ" تصاویر ۱۲، ۱تا ۱۳۔

ہیئے رون کے سکوں سے مصر کے تعلقات ظاہر ہوتے ہیں؛ ہیڈ: "سرقوسہ" ۷۲۔ ہیئے رون کی حکومت کے خصائص، پولی بیوس ۷، ۸۔ اُسکے تعلقات ممالک غیر سے: اولمپیا، پوسانیاس ۶، ۱۲، ۲ تا ۴؛ ۶، ۱۵، ۶۔ روما، دیودوروس ۱۵، ۱۴۔ لیوی ۲۲، ۲۱؛ Plut. Marc ۸؛ مصر، جہاز، Althen ۵، ۲۰۹۔

تورومے نیوم، سکے؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۱۶۶۔ ۹۰ گرین کے سکے جنھیں ہیڈ آٹھ اوبول کہتا ہے ("تاریخ مسکوکیات" ۱۶۰) جو بریتیوں میں بھی پائے گئے ہیں اور رسے گیوم کے قریب اور اکراگاس میں ملے ہیں (ہیڈ ۹۵)۔

رومن ایسے شہروں کو بھی تانبے کے سکے بنانے کی اجازت دیتے ہیں جہاں پہلے کہیں دار الضرب نہیں تھا۔

مساوات کے اصول پر اچھے تعلقات رکھے۔ غالباً اگاتھوکلیس نے بطلیموس اول کی سوتیلی بیٹی تھیوکسینہ کے ساتھ شادی کی تھی، اور اسلئے دونوں ممالک کے تعلقات اچھے تھے۔ جب مصر میں ایک سال قحط پڑا تو ہیرون نے اناج بھرا ہوا جہاز روانہ کیا جس کا مفصل بیان اتھے نائیوس نے ہمارے لئے چھوڑا ہے۔ سرقوسہ کے سکوں سے بھی اس کے اور مصر کی دوستی کا پتا لگتا ہے، اور اسکندریہ اور سرقوسہ کے ذہنی اثرات کا جو ایک دوسرے پر پڑتے تھے، تھیوکریتوس کے اشعار سے پتا چلتا ہے جن پر باب ۱۴ میں بحث کی جائے گی۔ ہیرون کے رھوڈز کے ساتھ بھی دوستانہ تعلقات تھے، اور جب اولمپیاد ۱۳۸ (۲۲۷ ق م) میں اس جزیرے کو زلزلے نے تہ و بالا کر دیا تو اس نے روپے پیسے، کلوں، محاصل درآمد و برآمد کی کمی وغیرہ کے ذریعے سے اس جزیرے کو مدد پہنچائی۔ زمانۂ حال میں سسلی میں بہت سے ایسے برتنوں کے دستے ملے ہیں جن میں رھوڈزی شراب ملک میں آئی تھی اور جن پر رھوڈزی نشان بنائے ہوئے تھے، اور اس سے سسلی اور رھوڈز کے درمیان رسل و رسائل اور تعلقات کا پتا چلتا ہے۔ ہیرون نے اپنی سلطنت پر نہایت نرمی سے حکومت کی اور شاہی اقتدار کے ظاہری ٹیم ٹام کی زیادہ پروا نہیں کی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس وقت بھی جب سسلی پر رومن حکومت قائم ہوگئی اس وقت بھی ہیرون ہی کے قانون "عشر" کا ہی نفاذ ہوتا رہا، اور اس سے اس جزیرے کے مرکزی کاروبار یعنی زراعت سے ہیرون کو جو دلچسپی تھی اسکا اظہار ہوتا ہے۔ باب ۱۲

یونان میں دو اہم مملکتیں اور دو لیگیں نظر آتی ہیں یعنی ایتھنز، اسپارٹا، ایتولی لیگ اور اکائیائی لیگ۔

اسپارٹا کی حیثیت افسوسناک ہے۔ اس کی فطری ارتقا میں

باب ۲۱ خلل پیدا ہو گیا ہے۔ اُس نے اپنے سیاسی نقائص کا انسداد کرنے کی کوشش کی تھی لیکن دوسرے یونانیوں نے مقدونیہ کی مدد سے محض رشک و حسد کی بناء پر اسے اس نہایت قابل تعریف کوشش سے باز رکھا تھا۔ چونکہ اسپارٹا کے لئے زندہ رہنا ناممکن تھا اور مرنا بھی مشکل تھا اس لئے وہ خود اپنے لئے اور یونان کے لئے ایک بار گراں ہو گیا۔

اس کے برعکس ایتھنز اپنے دائرۂ اقتدار کو عاقلانہ طور پر محدود کر کے اپنی قدیم قوت کو قائم رکھتا ہے[۵]۔ وہ یونان کے معاملات

---

[۵] اسپارٹا۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ تیسری صدی ق م میں یہاں شاہی سکے ڈھالے جاتے تھے۔ وہ سکے جن کی بابت ہمیں معلومات حاصل ہے اور جو حال ہی میں منکشف ہوئے ہیں حسب ذیل ہیں: آریوس کی چو درہمی، ہیڈ، تاریخ مسکوکیات، ۳۶۴۔ حال ہی میں نابس کی ایک چو درہمی ملی ہے جس پر لفظ "نابیوس" کندہ ہے۔ جریدۂ مراسلات یونان Bull. Corr. Hell. سنہ ۱۸۹۱ء، ۴۱۶؛ لامبروس "اناگرانے" ایتھنز سنہ ۱۸۹۱ء۔ ممکن ہے کہ بعض کی چو درہمیاں جنھیں بومیولس، دوسون کی طرف بحیثیت حکمران اسپارٹا منسوب کرنے کی طرف مائل تھا (دیکھو ہیڈ ۳۴۶) کلیومینیس کی ہوں۔

ایتھنز۔ پولی بیوس (۵، ۱۰۶) یوریقلیدیس اور میکیون کے عہد میں اس شہر کی حالت پر مخالفانہ حکم لگاتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ دونوں ہر بادشاہ کی چاپلوسی کیا کرتے تھے۔ اس رائے کا ہرمان ٹومزر (ص ۱۳۵) نے اعادہ کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ دونوں طمّاع خطیب تھے۔ یہ بالکل خلاف حقیقت ہے۔ اس لئے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ فیلقوس نے بالآخر انھیں زہر دلوا دیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ایسے حکمران کی چاپلوسی نہیں کی جو سب سے طاقتور اور ایتھنز کیلئے سب سے خطرناک تھا، اور اس انجام سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنے حب وطن کا ناقابل تردید ثبوت دیا۔ عام صورت حال کا صحیح اندازہ کر کے،

باب ۱۲

کو اپنی حالت پر چھوڑ دیتا ہے، اور ایتولی و اکائیائی لیگوں میں شامل نہیں ہوتا بلکہ ان کی بجائے پرگامم اور رھوڈز کی صلح کل لیگ سے دوستانہ تعلقات قائم رکھتا ہے۔ اس طرز عمل کی ابتدا اور یوتیلیدس اور ملیون برادران سے ہوتی ہے، چنانچہ فیلقوس شاہ مقدونیہ نے انھیں زہر دلوادیا۔

لیگوں میں ایتولی لیگ قدیم ترین ہے[۵۶]۔ اس قوم کی تاریخ کا کئی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ انھوں نے مصر کے ساتھ پرانے تعلقات کی تجدید کی؛ دیکھو پلوٹارک: "اراتوس" ۱۴ ۔ ان کے نام سکّوں پر؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۳۱۹؛ مگر غالباً جن لوگوں کی شبیہہ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ ان دو مشہور لوگوں کے جانشین ہوں گے قبیلوں کے نام پر ان؛ تومزرکم ۵، ۱۳؛ گلبرٹ ۱ (۲) ۲۲۲۔

۵۶ لیگیں۔ حال کے مورخ: ا۔ فریمین: "تاریخ حکومت وفاقیہ" A. Freeman: History of Federal Government. جلد ۱، لندن ۱۸۶۳ء؛ اشاعت جدیدہ ۱۸۹۳ء۔ و۔ فیشر: "تحقیقات" "مکتوبات مختصر" جلد ۱۔ W. Vischer: Abh. in Kleine Schr م۔ دیوبوا: "ایتولی و اکائیائی لیگیں" M. Dubois; Les Ligues étolienne et achaéen پیرس ۱۸۶۴ء۔

ایتولیوں کے لئے دیکھو گلبرٹ ۲، ۱۱/۳۲، اور برانڈشٹاٹر Branslatter کی وہ تحریریں جن کا وہاں اقتباس دیا گیا ہے ("ایتولی لیگ کی تاریخ Gesch. desaito aitol. Landes ۱۸۴۴ء؛ کون: "قیام بلدیات قدیمہ" Kuhn:Enstehung der Staedte der A lten صفحہ ۸۰ وغیرہ۔

اکائیائیوں کے لئے گلبرٹ ۲، ۱۰۴/۱۲۴، اور ہیل ونگ Hellwing ۱۸۲۹ء، مرلیکر ۱۸۳۱ء و ۱۸۳۷ء (مرلیکر Merlekcir نے جنگ کلیومنیس کی بابت بھی لکھا ہے)، وانر Wahner ۱۸۵۴ء، ویرٹ Weinert ۱۸۸۱ء بیئر: "مطالعات لیگ اکائیہ" Baier : Stud : Z ach. Bundesverf ورتزبرگ ۱۸۸۶ء؛ ہیاقی: "مسائل" ۱۷۶/۱۸۶؛ بوسولٹ: "قدیمیات یونان" Busolt : Gr . St

باب ۱۲ | مرتبہ حوالہ دیا جا چکا ہے۔^{۵۵} خائیرونیہ کے میدان میں وہ فیلقوس کے حلیف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اشاعت دوم، ۱۸۹۲ء صفحہ ۲۴۷ وغیرہ؛ تیو یفر: "اکائیہ" یا ڈولی کی محیط المحیط میں؛ ایتولیوں کے لئے اسی محیط میں وِلکن Wilcken کا مضمون جلد ا، $\frac{۱۱۱۵}{۱۱۲۷}$ -

۵۵ ایتولی۔ دیمتریوس فتیہ کا تہوار ایتھنز میں مناتا ہے (پلوٹارک: -- Dem. ۴۰)، اس لئے نہیں کہ ڈرواسن کے مفروضے کے مطابق ایتولیوں نے یونانیوں کو دیلفی آنے سے روکا تھا، جس کی کوئی خاص وجہ نہیں تھی بلکہ اس کے برعکس ان کا مقصد تو یہ ہوگا کہ ان کی صدارت میں یہ تہوار بخیر و خوبی ختم ہو، اور اسکی اصلی وجہ یہ ہوگی کہ دیمتریوس کسی بہانے سے اپنے آپ کو ممتاز کرنا چاہتا تھا۔

ایتولیوں اور بیوتیوں کے باہمی تعلقات: دیکھو اوپر باب ۱۰۔

امفکتیونوں کی طرف سے آریوس ایتولیوں کی مخالفت کرتا ہے: یوستی نوس ۲۴،۱؛ ڈرواسن ۲، ۲،۴۵؛ ۳۲۵،۳۴۴ فون ولاموونز ۲۵۹۔ لیکن ایتولی امفکتیونی لیگ پر قابو یافتہ تھے۔ آریوس اسپارٹا میں مقدونوی مفاد کی نگرانی کرتا تھا (دیکھو اوپر باب ۹) یہ غالباً امفکتیونیوں میں مقدونوی گروہ کی اس کوشش کا ایک مظاہرہ تھا کہ ایتولیوں کو لیگ میں جو رتبہ حاصل تھا اس سے محروم کردے؛ دیکھو اوپر باب ۲، حاشیہ ۳۳۔

ایتولیوں اور سامفک تیونی لیگ کے باہمی تعلقات: لیوڈرز: "دیونی سی نقاش" Luders : Die dionysichen Kuenstler ۸۳، ۱۱۲، ۱۱۳۔

لیگ میں ایتولیوں اور گوناتاس کا اکائیائیوں کا مدمقابل بننا: پولی بیوس ۲، ۴۳؛ ۹، ۳۴۔ اگر ایتولی لیزی ماخیہ، آنٹی گونوس اور مارونیہ کے حلیف تھے (پولی بیوس ۱۵، ۲۳،۱۸،۰؛ ۳،۱۷) تو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اس مخالفے کا منشار مقدونیہ کی مخالفت تھی اور اسی لئے فیلقوس ان مقامات کے پیچھے پڑا تھا۔

ایتولی تمارخوس ایونیہ میں لڑتا ہے: پولیائے نوس ۵، ۲۵؛ Front. ۳، ۲، ۱۱۔

باب ۱۲ تھے، لیکن جب اُنھوں نے اوئے نیاداے پر سکندر کی خواہش
کے خلاف اس پر قبضہ کرلیا (جلد ۳ باب ۳۶) تو وہ اس فعل سے
مقدونیوں سے برسر پیکار ہو گئے اور ایتھنزیوں سے قریب تر
ہو گئے، چنانچہ جنگ لامیہ میں وہ ایتھنزیوں کے حلیف تھے
اور یونانیوں میں وہی ایک قوم تھی جنھوں نے انتی پاتر کے سامنے
سر تسلیم خم نہیں کیا۔ اُنھوں نے کاساندر کے خلاف پولیس پرخون
کا ساتھ دیا اس لئے کہ وہ ایتولیہ کے قریب ہی کے پہاڑی علاقے
کا باشندہ تھا، اور ۳۰۵ ق م تک اُن کی قوت اتنی بڑھ گئی تھی کہ
ایتھنزیوں کے ہمنوا ہو کر اُنھوں نے دیمتریوس کو پیام بھیجا کہ اس
کے لئے یونان آنا اور کاساندر کی زیادتیوں کی مدافعت کرنا
رھوڈز کے محاصرے سے بدرجہا بہتر ہوگا۔ لیکن جب دیمتریوس
نے یونان کے بیشتر حصے پر قبضہ کرلیا تو ان میں اور اس میں جو اچھے
تعلقات تھے اُن کا خاتمہ ہو گیا۔ اس وقت ایتولی لوکرس اور
فوکس تک کے گویا مالک تھے، اور اُن کے قبضے میں دیلفی تھا؛
جس کی وجہ سے دیمتریوس کو ایک بہانہ ہاتھ آیا (باب ۲) اور اس
نے فیثیہ کو ایتھنز منتقل کردیا جہاں سے وہ اُن کے سرپرست
ہونے کا دم بھر سکتا تھا۔ ۲۸۹ ق م میں ایتولیہ دیمتریوس اور
اس کے مدمقابل پرھوس کے باہمی نزاعات کا میدان بن
گیا۔ دیمتریوس نے ایتولیہ پر حملہ کردیا اور جب وہ ایپائروس کی
طرف چلا تو اپنی جگہ اپنے سپہ سالار پانتوخیس کو چھوڑ دیا۔ اب
پرھوس نے نمودار ہو کر اس پانتوکیس کو شکست دیدی۔ کیرانوس
کے سلیوکوس کو قتل کرنے کے بعد ایتولیوں نے گوناتاس کو مقدونیہ
پر قبضہ کرنے میں مدد دی۔ اب آریوس اور ایتولیوں کی عجیب
و غریب جنگ آتی ہے، اور غالوی قوم کے یونان میں گھس
آنے کے بعد ایتولیوں کا طرز عمل اور حیثیت صاف ہو جاتی ہے؛

باب ۱۲ وہ تھرموپلی کی دشمن کے حملوں سے حفاظت کرتے ہیں اور امفکتیونی لیگ کے مسلم محافظ بن جاتے ہیں، اور اسی حیثیت سے سوتیریہ کے جدید میلے کا آغاز کرتے ہیں جسے باقی تمام یونانی بھی تسلیم کرلیتے ہیں۔ سنہ ۲۴۲ ق م میں مولوسی شاہ سکندر اکارنانیہ کا کچھ حصہ خود لے لیتا ہے اور کچھ ایتولیوں کو دے دیتا ہے۔ چونکہ اب وہ ڈیلفی، تھرموپلی اور نئوپاکتوس جیسے اہم نقاط پر قابض تھے اس لئے یونان میں اُن کی حیثیت نہایت ارفع و اعلیٰ تھی اور جب بیوتیہ بھی اُن کی لیگ میں شامل ہوگیا تو اس میں پہلے سے بھی اضافہ ہوگیا، لیکن بیوتیہ کا شمول مستقل نہیں رہا۔ پولی بیوس کہتا ہے کہ اکائیوں کو زیر کرنے کی غرض سے انھوں نے گوناتاس کے ساتھ ایک عہدنامہ کیا، اور امتداد زمانہ سے اُن کا حلقۂ اثر وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔ انھوں نے نہ صرف اپنے یک جدی باشندگان ایلس کو مغلوب کیا، بلکہ فگالیہ، تگیہ، مین تی نیہ، اور خومینوس اور جزیرۂ کیفالے نیہ کو فتح کرلیا، اور آخرالامر جزیرۂ کیوس، لیزی ماخیہ اور خالکدون بھی انکی لیگ میں شامل ہوگئے۔ سنہ ۲۲۰ ق م میں ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا مصر کے حلفاء میں شمار ہے۔ ان کے اثر کی اس عظیم الشان وسعت سے معلوم ہوتا ہے کہ سمندر پر بھی اُن کی قوت بڑھی ہوئی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ان کی بحری قزاقی مشہور آفاق تھی، اور معلوم ہوتا ہے کہ صرف رضاکارانہ بیڑے سے انھوں نے اپنی قوت کو بڑھایا، چنانچہ جب لیگ کے اعلیٰ عہدہ دار چاہتے اس سے اپنی بے تعلقی کا اعلان کردیتے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس ایتولی لیگ کا دستور کیا تھا؟ خارجی امور مثلاً مختلف عہدوں، مجالس مباحثہ و رائے دہی کے ناموں سے ہم بخوبی واقف ہیں، لیکن ایک امر ایسا ہے جس سے ہمیں کما حقہٗ واقفیت حاصل نہیں ہے، وہ یہ کہ آخر لیگ کے احکام کا منفذ کیا تھا؟ؔ لیگ

؎ فریقین کی رائے کے مطابق ایتولیوں کے دستور کا مقابلہ سوئیزرستان کے

باب ۱۲

کا اعلیٰ ترین عہدہ دار استراتے گوس تھا، اور اس کے علاوہ ایک ہپارخ، ایک گراماتیوس اور ایک تامیاس تھے۔ غور کنندہ اور رائے دہندہ مجالس میں سے ایک الوکلے توئے، ایک سونیدریوں یا بولے اور ایک کوئنے سونودوس، ایک پان ایتولیکون یا مجلس اقوام ایتولیہ تھی، جو ہر سال نقطۂ اعتدال ربیعی کے بعد ماہ تھرموں میں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ قدیم دستور سے کیا جا سکتا ہے، جس میں ان مقامات کو بھی کچھ حقوق حاصل تھے جن کا مختلف اجزائے وفاقیہ سے تو گہرا تعلق تھا لیکن جن کے حقوق اتنے وسیع نہیں تھے؛ وہ یہ بھی کہتا ہے کہ اسی طرح اکائیائی دستور کا مقابلہ ممالک متحدۂ امریکہ کے دستور سے کیا جا سکتا ہے۔ نیز ایتولی اجیر سپاہی سوئیزرستانیوں کی طرح تھے۔

ایتولیوں کے تعلقات مصر کے ساتھ نہایت عمدہ تھے۔ پولی بیوس ۴، ۳۰۔

بعض مصنف کہتے ہیں کہ ۳۳۸ ق م جیسے بعید زمانے میں ایتولی امفکتیونی لیگ میں شامل ہو جاتے ہیں، لیکن بعض کے نزدیک وہ ۲۷۸ ق م تک شامل نہیں ہوتے۔ اکائیائی ایتولیوں کے امفکتیونی معاملات میں مداخلت کی شکایت کرتے ہیں؛ پولی بیوس ۴، ۲۵۔

ایتولی ان ریاستوں کی جو خود اپنے پاؤں پر کھڑی نہیں ہوتیں، حمایت کرتے ہیں۔ لیکن فی الجملہ ان میں بربریت پائی جاتی ہے۔ مقابلہ کرو پولی بیوس کتاب ۴۔ فیلقوس اپنے دشمنوں ایتولیوں کے خصائص بیان کرتا ہے؛ پولی بیوس ۱۸، ۴، ۵۔

ایتولی خود اجیر سپاہی ہیں لیکن اکائیائی اجیروں کو اپنی فوج میں بھرتی کرتے ہیں؛ ایک طرف دولت ہے دوسری طرف زور۔

نفیس نقرئی سکے؛ ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات" ۲۸۳؛ ان پر صرف "اے تولون" کندہ ہے اور کسی خاص مقام کا نام نہیں ہے۔ انواع؛ مقدونیوں اور غالویوں پر جو فتوحات حاصل ہوئیں انکے حوالے گارڈنر: "انواع" صفحہ ۱۰۲۲۵؛ تصویر ۱۲، ۴۰، ۴۲۔ یہ عجیب و غریب بات ہے کہ وہی اقوام سکوں کی خوبروئی پر زور دیتی ہیں جو سب سے کم متمدن اور تہذیب یافتہ ہیں جیسے کریٹی اور ایتولی؛ اسکے بالکل برعکس ایتھنزی ہیں۔

بارکلے

جمع ہوتی، جنگ و صلح کے مسائل طے کرتی اور لیگ کے عہدہ داروں کا انتخاب کرتی۔ بولے اس سے ذرا زیادہ مختصر مجلس ہے؛ اپوکلیتوئے سے مراد یا تو سی تیدردئی کی جماعت ہوگی ورنہ اس کی کوئی ذیلی مجلس لیکن وہ کون لوگ تھے جنھیں لیگ کی جمعیت میں رائے دینے کا حق حاصل تھا؟ بلا شبہہ وہ ایتولی ہی ہوں گے، لیکن کیا یہ حق صرف ان ہی تک محدود تھا؟ اور جب لیگ حدود ایتولیہ سے باہر تک پہنچی تو عام صورت حال کیا تھی؟ اس توسیع کا مظاہرہ خود ایتولیوں نے ایک نہایت ممتاز طریقے سے کیا یعنی ان میں اور دیلفی کی امفک تیونی سے اس قدر مطابقت ہوگئی کہ علاوہ تھرمون والی یان ایتولیکوں کے بعض مرتبہ ایتولی جمعیت کا کام تھرموپلی یا دیلفی والی مجالس ارکان امفکتیوں سے لیا جانے لگا بعد ازاں پیلوپونیز کی مملکتیں، دور و دراز کے جزیرے اور ہیلیس پونٹ کے بلدیات بھی لیگ میں شامل ہوگئے۔ ان ارکان کے حقوق کیا کیا تھے؟ کیا وہ بھی تھرمون والی مجلس میں حصہ لیتے اور رائے دیتے تھے؟ کیا لیگ نے ان کے فرائض کا تعین کر دیا تھا، اور وہ فرائض کیا تھے؟ آجکل عام خیال یہ ہے کہ توسیع شدہ ایتولی لیگ کا واحد مقصد یہ تھا کہ بیرونی حملے سے حفاظت کیلئے ایک طرح کا محالفہ قائم کیا جائے یا یہ بھی ممکن ہے کہ ان ریاستوں کو خود ایتولی بحری قزاقوں اور ڈاکوؤں سے جو خطرہ تھا اس سے وہ مامون و محفوظ رہ سکیں۔ ایسی حالت میں دور و دراز حصہ جات یونان کے ارکان کو اندرونی ایتولی معاملات میں رائے دینے کا حق نہیں ہوگا۔ مگر اس کے بعد بھی سوال باقی رہتا ہے کہ آیا تمام غیر ایتولی اسی ایک زمرے میں آتے تھے؟ اور آخر الامر کون کون سے اجزا لیگ کے مباحث میں حصّہ لینے کے مختار تھے؟ شائد ان ہی ریاستوں کو اس کا اختیار ہو جو اقلیم یونان کے وسط میں ہوں۔ بہرحال

باب ۱۲

ہمیں ان سب امور کا علم نہیں۔ لیکن اغلب امر یہ ہے کہ اگر لیگ کی مجلس تھرموپلی میں منعقد ہوتی تو کم سے کم ان سب ارکان کو جو وسطی یونان میں رہتے تھے، رائے دہی کا حق ہوگا، بلکہ قیاس یہ بھی چاہتا ہے کہ ایسی جمعیت کا مقصد ہی یہ ہوگا کہ لیگ کی توسیع شدہ شکل کے معاملات پر بحث و مباحثہ کرے۔

ایتولی لیگ کے علاوہ اکائیائی لیگ ایسی ہے جس نے تاریخ میں سب سے زیادہ حرکت پیدا کی ہے[۵۹] ۲۸۰ء ق م میں اس میں صرف چار شہر شریک تھے، لیکن رفتہ رفتہ اس میں پہلے تو اکائیائیہ کے تمام شہر شامل ہوئے، اور ۲۵۵ء ق م میں بجائے متعدد استراتے گوئے کے صرف ایک ہی استراتے گوس رہ گیا تو اس میں مرکزیت اور قوت پیدا ہو گئی اور جب ۲۵۱ء ق م میں اسمیں سکیون شامل ہوا تو ارض یونان میں اس کا ایک خاص رتبہ پیدا ہو گیا۔ اب اس میں مفصلۂ ذیل شہر شامل ہو گئے، جن میں سے اکثر اراتوس لیگ میں لانے کا باعث ہوا تھا: کورنتھ (۲۴۳ء ق م)، میگارا، تروئے زین، ایپی دوروس، پھر ہیرائیہ اور کلیوناے، ۲۳۵ء ق م میں میگالوپولس، اس کے بعد اکثر آرکیڈی شہر، اور پھر آرگوس، ہرمیونے، فلیوس اور شائد ائی گینا بھی اس میں شامل ہو گیا۔ جوں ہی لیگ نے انتی گونوس دوسون کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا، وہ مقدونیہ کا آلۂ کار بن گئی۔ بعد ازاں تھوڑی سی مدت کے لئے اس میں تمام پیلوپونیز شامل ہو گیا، لیکن ۲۲۰ء ق م میں صورت حال مختلف تھی اور اسپارٹا اب بھی آزاد تھا۔

---

۵۹ اکائیائی۔ اکائیائی لیگ کے قیام کے لئے مقابلہ کرو گلبرٹ ۲، ۱۰۶، حاشیہ ۵۔ ابتدائی چار ارکین کا محل وقوع اقصائے مغرب میں تھا: ۲۲۰ء ق م میں ایتولی پاترائے، فارائے، اور تریتیہ ہو کر فنگالیہ جاتے ہیں؛ پولی بیوس ۴، ۶۔

باب ۱۲

اکائیائی لیگ کا دستور ایتولی لیگ کے دستور کے مماثل بلکہ شاید اسی پر مبنی تھا؛[۱] ایتولیوں کی طرح اکائیائیوں میں بھی لیگ

[۱] اکائیائیوں کا دستور۔ اس کی تعریف و توصیف، پولی بیوس ۲، ۳۸۔ لیکن اسکی تکمیل کی نوبت کبھی نہیں آئی؛ فلوپوئے مین نے اس میں تبدیلی کی جس کے لئے دیکھو نیچے، باب ۱۸۔ آخر تک بہت سی اہم دستوری نزاعات برپا رہے، اور دستور کو کبھی ضبط تحریر میں نہیں لایا گیا؛ علی العموم تصفیے کا دارومدار رسم و رواج پر تھا، اور رسم و رواج میں ہمیشہ نزاعات کا امکان ہوتا ہے۔ گلبرٹ (۲، ۱۱۴) کہتا ہے کہ یہاں کوئی علیحدہ بولے نہیں تھی؛ لیکن پولی بیوس ۲، ۳۷ میں جو الفاظ ہیں اُن سے یہ ہرگز نتیجہ نہیں نکالا جا سکتا کہ لفظ "بولیوتائے" سے مراد اراکین جمعیت مقننہ سے ہوگی؛ اور پولی بیوس ۲۲، ۱۰ کے الفاظ سے کیا یہ صاف ظاہر نہیں ہوتا کہ "بولے" ضرور ایک ذیلی مجلس ہوگی؟ بلا شبہہ وہ مؤلف راہ راست پر نہیں ہیں جو اس فقرے سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ مجلس خاص کے ایک سو بیس رکن تھے۔ آخر میں، چونکہ یونانی وقائع نگار اکثر فنی امور میں غیر درست ہوتے ہیں اس لئے ہمیں مختلف ادارات کے اُصول سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے، اور ایسا کرنے میں یہ استناج جائز ہے کہ اگر ایتولیوں کے یہاں ایک مجلس خاص تھی تو اکائیائیوں میں جو ان سے کہیں زیادہ اعیانیت پسند تھے، ایسی مجلس ضرور ہوگی۔ اراتوس کی چلت پھرت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ضرور ایک ایسی مجلس خاص ہوگی جس کے ساتھ مل کر وہ اپنے منصوبے پورے کر سکتا تھا۔ گلبرٹ بھی (۲، ۱۱۵) عملاً تسلیم کرتا ہے کہ دس دیمیورگی ایک چھوٹی سی مجلس مباحثہ تھی۔ بوسولٹ فرض کر لیتا ہے کہ لیگ کی جمعیتیں دو طرح کی تھیں، ایک تو معمولی، جو چھوٹی سی تھیں، اور غیر معمولی، جو بڑی تھیں۔ بہر حال یہ سب باتیں نہایت تاریک ہیں۔ اگر پولی بیوس ۴، ۵ وغیرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عہدہ داران لیگ کی اجازت کے بغیر ایتولی بعض مرتبہ چھاپے مارتے تھے[۲] تاہم قرارداد مندرجۂ پلوٹارک:[۳] "اراتوس" ۳۷ سے معلوم ہوتا ہے کہ اکائیائیوں میں بھی بعض مرتبہ

کی جمعیت، مجلس اور عہدہ دار تھے، اور ان عہدہ داروں میں سب سے باب ۱۱

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ استراتے گوس کو خود اپنی ہی ذمہ داری پر جنگ آزمائی یعنی چھاپے مارنے کی اجازت دے دی جاتی تھی، لیکن اس قسم کی نبرد آزمائی کے اخراجات خود اُسی کو برداشت کرنے پڑتے تھے۔ پلوٹارک "ارا توس" ۲۵ میں جو قصہ نقل کیا گیا ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ ارا توس شہریوں کی فوج کو آرگوس کے خلاف لے جاتا ہے (مقابلہ کرو پولی بیوس ۴، ۹) لیکن پھر پسپا ہوتا ہے جس پر اکائیائیوں کا مواخذہ ارسطی فوس خود سر آرگوس کے سامنے کیا گیا کہ اُنھوں نے امن میں خلل ڈالا ہے اور مین تی نیہ ان پر تیس مینائے کا جرمانہ کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہری فوج اپنے استراتے گوس کی سیادت میں ایک حلیف پر حملہ آور ہوتی ہے۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ ایسے واقعات پیش آئیں تو پھر جمعیت کے ہونے نہ ہونے سے آخر فائدہ ہی کیا ہوا؟ بعض مرتبہ خود فوج ہی سے جمعیت عوام کا کام نکالا جاتا ہے۔ جمعیت لیگ کے تفویض اختیارات کے بعد فوج ایک سیاسی حیثیت اختیار کر لیتی ہے۔ اس صورت حال سے نسبتہً کم متمدن اقوام مثلاً مقدونیوں اور قدیم جرمانیوں کی یاد تازہ ہوتی ہے اور جب ہم رومنوں کی طرف دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے رائے دہندہ قوم اور مسلح قوم کے مابین ایک صریح فرق نظر آتا ہے۔

دیوبوا Dubois (۴۷۱) پولی بیوس ۲، ۵۸ سے یہ استدلال کرتا ہے کہ لیگ کا کوئی رکن رکنیت سے علیحدہ ہو سکتا تھا۔ لیکن باب ۵۷ میں جو لفظ "ا ایتھے لون تیس" استعمال کیا گیا ہے اس سے علیحدگی صرف رضامندی سے عمل میں آئی اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس کی اجازت دی گئی ہوگی۔

اکائیائیوں نے لیگ کے جو سکے ڈھلوائے وہ اپنے حسن میں کچھ زیادہ ممتاز نہیں تھے۔ چاندی کے سکوں پر حروف "اخ" کندہ ہیں اور تانبے کے دلچسپ تر سکوں پر دو نام نظر آتے ہیں، مثلاً اخائیون اےئیون، "اخائیون اگیون" "دو آ۔ سکونیون"، "دو آ۔ انتی گونیون" (مین تی نیہ) وغیرہ۔ ہیڈ: تاریخ مسکوکیات"

باب ۱۱ اہم استراتے گوس تھا جس کے دس ساتھی اُس کے فرائض میں مدد دیتے تھے جنھیں دمیورگی کہتے تھے؛ ان کے بعد ایتولیوں کی طرح ہیپارخ اس کے بعد ناؤ آرخ کا شمار ہوتا تھا (واضح ہو کہ یہ آخری عہدہ دار ایتولیون میں نہیں تھا حالانکہ وہ اکائیائیوں سے کہیں زیادہ بحری لڑائیوں میں حصہ لیتے تھے)؛ ان سب کے بعد گراماتیوس آتا تھا۔ اس میں شبہ نہیں کہ ایک بولے بھی تھی، لیکن ہم اس سے واقف نہیں کہ یہ کن اجزاء سے مرکب ہوگی۔ ہر سال دو مرتبہ لیگ کے جلسے ہوتے تھے، اور یہ بات بالکل صاف ہے کہ لیگ کی ہر ایک آخری ریاست کو جلسوں میں رائے دینے کا اختیار تھا۔ لیکن ہمیں اس کا علم نہیں کہ لیگ کے اراکین اپنے خیالات کو کیسے منواتے ہوں گے۔ ہر شہر کو ایک رائے دینے کا حق تھا لیکن یہ رائے کیسے منضبط کی جاتی تھی؟ کیا ہر شہر اپنے مندوب مقرر کرتا تھا، یا ہر شخص جو آسکتا اور آتا وہ جلسوں میں حصہ لیتا اور اس مسئلے پر کہ شہر کی مجموعی طور پر کیا رائے ہو اپنے ساتھیوں سے استفسار کرتا؟ یہ فرض کرنے کے بعد کہ جمعیت کے لئے ہر شہر اپنے قائم مقام منتخب کرتا، یہ سوال باقی رہ جاتا ہے کہ آیا ہر قائم مقام اپنی صواب دید پر رائے دیتا یا اسے پہلے سے ہدایات کر دی جاتیں۔ جو حالات ہم تک پہنچے ہیں، اُن کی بناء پر مختلف استدلال کئے گئے ہیں؛ ہمارا خیال ہے لیگ کے جلسوں پر اراکین موقع و محل کی بناء پر عمل کرتے ہوں گے۔ پولی بیوس کا یہ خیال بالکل درست ہے کہ اکائیائیوں کے قوانین، اوزان، پیمانے، سکے، عہدہ دار، مجالس اور عادل سب مشترک تھے۔ ہم یہ کہتے میں غالباً حق بجانب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ $\frac{۳۵۱}{۳۵۲}$۔ مقابلہ کرو فہرست سکہ جات اکائیائی لیگ" مولفہ میجر جنرل کلارک، لندن ۱۸۹۵ء۔

باب ۲۱

ہوں گے کہ اکائیائی دستور فی نفسہٖ اچھا تھا' اور یونان کی سیاسی زندگی میں اس سے ایک قدم ترقی کا اظہار ہوتا ہے؛ لیکن یہ بھی عیاں ہے کہ یہ دستور ہر ایک تفصیلی معاملے میں مکمل نہیں تھا، اور اس کا انطباق ہر معاملے میں صحیح انداز سے نہیں کیا جاتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس دستور سے جو خوش آیند امیدیں وابستہ تھیں اُنکو یونانیوں کے مرکز گریز میلانات اور اغیار کی مداخلت سے بڑی بھاری ٹھیس لگی۔ کسی شخص کا انتخاب بطور استراتے گوس مسلسل نہیں ہو سکتا تھا، چنانچہ ارا توس ایک سال منتخب ہوتا اور کوئی دوسرا اگلے سال۔ لیدیا ذیس کے انتقال کے بعد جو واقعہ پیش آیا جس کا اعادہ کیا جا چکا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ استراتے گوس کی حیثیت کس قدر عجیب و غریب تھی۔ اکائیائی اَے گیوم میں جمع ہوئے اور طے کیا کہ ارا توس کو لڑائی جاری رکھنے کے لئے مزید رقم نہ دیجائے اور اگر وہ لڑائی جاری رکھنا چاہے تو اُس کے اخراجات خود ہی برداشت کرے۔ اس کے یہ معنی ہوئے کہ بحیثیت استراتے گوس کے اگر آریوس کو جنگ کے آغاز کرنے کا حق نہیں تھا تو کم از کم اُسے یہ حق ضرور تھا کہ اپنی خوشی خاطر جنگ کو جاری رکھے اور ایسی حالت میں مہم کے دوران میں سپاہیوں کو اُس کے احکام کی تعمیل کرنا پڑے گی۔ اگر اکائیائی چاہتے تھے کہ استراتے گوس کوئی ایسا کام نہ کرے جو اُن کی خواہش کے خلاف ہو تو وہ روپیہ منظور کرنے سے انکار کر سکتے تھے، اور یہ زمانۂ حال کے دستوری طرز عمل کے عین مطابق ہے۔ اس مشابہت پر اس وقت تک کسی نے غور نہیں کیا۔ ساتھ ہی استراتے گوس کو جو آزادی اپنی صوابدید پر عمل کرنے کی دی گئی ہے اس سے محض ان لوگوں کی سادگی کا اظہار ہوتا ہے۔ اس قصے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اگر کسی اکائیائی استراتے گوس کے پاس کافی روپیہ ہوتا تو پھر جو جی چاہے کر سکتا تھا؛

باب ۱۸

آراتوس کے پاس بلاشبہہ کافی روپیہ تھا، اور وہ ان تمام رقوم کو جو بادشاہوں کے پاس سے آتا تھا، اجیر سپاہیوں کی تنخواہوں اور غداروں کو رشوت دینے پر صرف کرتا تھا۔ اس طرح ایک متمول چالاک شخص چاہتا تو کسی قسم کی شخصی پالسی پر عمل کر سکتا تھا۔

گو اکائیائیوں اور ایتولیوں کا دستور ایک دوسرے سے مشابہ تھا تاہم دونوں لیگوں کے اصول میں بہت فرق تھا، اور یہ فرق دونوں کے خاص خاص حصوں کی کیفیات کی وجہ سے تھا۔ ایتولی دیہاتی لوگ تھے جن کا ہمیشہ سے ایک مرکز اور ایک لیگ تھی؛ ان کے برعکس اکائیائی شہری زندگی بسر کرنے کے عادی تھے جن کے بلدیات ایک دوسرے سے ممتاز اور آزاد تھے۔ ایتولیوں کو عام طور پر عمومیت کا اور اکائیائیوں کو اعیانیت کا طرفدار سمجھا جاتا ہے، لیکن میں دیوبوا کی رائے سے متفق ہوں کہ یہ رائے واقعات کے مطابق نہیں، گو یہ واقعہ ہے کہ اکائیائیوں پر اپنی تاریخ کے زیادہ تر حصے میں متمول لوگ حکومت کرتے تھے، اور یہ حکم ایتولیوں پر نہیں لگایا جا سکتا، اور یہ بھی واقعہ ہے کہ اراتوس کی ماتحتی میں اکائیائیوں نے متمول لوگوں سے اشتراکیت پسند کلیومنیس کی مخالفت کرائی۔ فی الجملہ ایتولی ذرا غیر مہذب اور اکائیائی ان سے زیادہ متمدن نظر آتے ہیں؛ ایتولی نتائج کی پروا نہیں کرتے اور جو چاہتے ہیں کرنے میں نہیں چوکتے، اور ساتھ ہی اگر ان سے کوئی غلطی سرزد ہو جائے تو اس کا پورا الزام خانگی اشخاص کے سر رکھ دیتے ہیں کہ انھوں نے لیگ کی رضامندی کے بدون فلاں فلاں بات کی ہے؛ اس کے برعکس اکائیائی مختلف امور کو چکنے چپڑے لفظوں اور میٹھی میٹھی باتوں میں چھپا دیتے ہیں لیکن ان کے افعال اور ایتولیوں کے افعال میں کوئی خاص فرق نظر نہیں آتا۔

لیکن یہ ضرور ہے کہ لیگوں کے قیام کی کوششیں نہایت درجہ

باب ۱۲

قابل لحاظ ہیں، اور اس میں شبہہ نہیں کہ مقدونوی اقتدار سے پہلے کے یونانی شاہراہ اتحاد پر اتنے آگے نہیں بڑھے تھے۔

ہم اس سے پہلے کہہ چکے ہیں کہ لیگوں کی تاریخ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یونانی پہلے سے کہیں زیادہ ایک دوسرے کے قریب تر آ گئے تھے؛ یہ واقعہ بالکل درست ہے، اور اس کا ثبوت نہ صرف ان لیگوں کے وجود سے دیا جا سکتا ہے بلکہ اس خاص واقعے سے بھی کہ اگر اراتوس سدراہ نہ بنتا تو اسپارٹا اور اکائیائی مل کر ایک بڑی لیگ بنا لیتے، اور گو بلاشبہہ یہ لیگ بغیر تبدیلیوں کے جاری نہ رہتی لیکن اس کا وجود یونان کے لئے یقیناً نہایت درجہ خوش آیند ہوتا[۱۱]

[۱۱] سکندر کے بعد یونانیوں کا ایک دوسرے کیساتھ پہلے سے زیادہ اختلاط؛ دیو بوا $\frac{۲۱۳}{۲۱۶}$ ۔

تیسری صدی ق م میں صورت حال یہ ہے: ایتھنز پہلے کی طرح یونانیوں کی ذہنی تعلیم کا مرکز اور سیاسی آزادی کے حوصلوں کا آماجگاہ بنا ہوا ہے؛ اسپارٹا کی قوت وسطوت اپنے منتہائے زوال کو پہنچ چکی ہے؛ ایتولی نسبتہً کم متمدن مغربی یونانیوں کے اتحاد کا مرکز بنے ہوئے ہیں لیکن اس میں اکارنانی شامل نہیں ہیں اس لئے کہ وہ ان کے روایتی دشمن ہیں، اور نہ بیوتیہ شامل ہے جس نے اس لیگ کے سامنے کبھی اپنا سر تسلیم خم نہیں کیا؛ رہے اکائیائی تو وہ پیلوپونیز کے ان تمام عناصر کو متحد کر لیتے ہیں جن کی ان کے مقاصد کے ساتھ ہمدردی ہے، جیسے آرکیڈی قوم۔ لیکن مین تی نیہ، اور خرمینوس اور سکیہ اکائیائی نوآمدوں کی اطاعت پر تیار نہیں ہوتے، اور نسبتہً حال کا قائم شدہ شہر میگالوپولس اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ کسی نہ کسی کی رہبری میں آگے گامزن ہو، چنانچہ پہلے تو مقدونیہ اور اس کے بعد اکائیائیوں کا کہنا مانتا ہے، اور ویسے بھی وہ محض مجرد اُصول کا پابند نظر آتا ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ ۲۲۰؁ ق م میں اور اس سے پہلے یعنی کلیومنیس کے باب ۲۱
عروج سے پہلے یونان کی جو حالت تھی وہ ایک ایسی صورت حال کا قدرتی نتیجہ تھی جو اس سے پہلے ہو گزری تھی، اور اس سے صاف انتاج ہو سکتا ہے کہ اس قسم کی لیگ کی آیندہ زندگی امن و امان سے نہیں گزرے گی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ۲۲۰؁ ق م میں یونان میں چار مملکتیں تھیں یعنی دو لیگیں اور دو فردی مملکتیں۔ ایتولی لیگ میں پیلوپونیز میں وسطی یونان اور ایلیس اور اکائیائی لیگ میں پیلوپونیز کا ایک بڑا حصہ اور میگارا شامل تھے؛ لیکن وسطی یونان میں ایتھنز آزاد رہتا ہے، اور اس کے ایتولیوں سے نہایت اچھے تعلقات ہیں؛ اسی طرح پیلوپونیز میں اسپارٹا آزاد ہے اور علی العموم اکائیائیوں کا مخالف بنا رہتا ہے۔ حقیقت میں اسی ضمن میں یونانی نسلوں کے سیاسی ارتقا کی کیفیت صاف ظاہر ہوتی ہے۔ پانچویں صدی ق م میں یونان میں صرف دو ہی اہم مملکتیں تھیں یعنی اسپارٹا اور ایتھنز، اور چوتھی صدی ق م میں تھیبز بھی اسی صف میں آگیا۔ بعد ازاں تیسری صدی ق م میں، جب تھیبز کی اہمیت کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو وہ مملکتیں جو ان کے سامنے ہیچ تھیں آگے بڑھ جاتی ہیں اور لیگیں قائم کر لیتی ہیں۔ یہ واقعہ کہ یہ لوگ بھی صف اول میں آجاتے ہیں نہایت درجہ اہم ہے، اور ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ یونان کی ایسی تاریخ جس میں ان لوگوں

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ پولی بیوس ۴، ۹ (دیکھو اوپر، باب ۱۰، حاشیۂ ۱۳) مقدونیہ کے زیر سیادت جس اتحاد کا ذکر کرتا ہے اس میں اکائیائی، اکارنانی، فوکسی اور بیوتی شامل تھے؛ لیکن ۴، ۵ میں پولی بیوس فوکسیوں اور بیوتیوں کا ذکر نہیں کرتا۔ الغرض دوسون کے مرنے کے بعد اس لیگ کی اہمیت میں ضرور کمی ہو گئی ہوگی۔ پولی بیوس ۴، ۱۳ کے بموجب اس کی جمعیت کی نشست گاہ کورنتھ تھی اور اس کا صدر شاہ فیلقوس تھا۔

کے ارتقا پر بحث نہ کی جائے بالکل نامکمل ہوگی، اس لئے کہ اسکی باب ۱۲
ترقی سے یونان کی قوت حیات کا بین مظاہرہ ہوتا ہے۔

لیکن ہم اس سے بھی زیادہ کہہ سکتے ہیں، وہ یہ کہ یونان میں سیاسی ادارات کے ارتقاء نے وہی راستہ اختیار کیا جو یونانی قوم کی فطری تقسیم پر مبنی تھا، اس لئے کہ یہ چار مجموعے یا مملکتیں آخر مشہور و معروف قدیم اقوام یعنی دوریانیوں، ایونیائیوں، اکائیائیوں اور ایتولیوں کے قائم مقام ہی تو ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے حدود قطعی طور پر متعین نہیں ہیں، مثلاً اکائیائی لیگ میں علاوہ ایلیس کے جو ایتولیوں کے اقربا ہونیکی وجہ سے ان سے مل جاتا ہے، پیلوپونیز کی وہ سب ریاستیں شامل ہیں جنھوں نے دوریائی قابو کو تسلیم نہیں کیا۔ کلیومنیس کے زمانے میں آرگوس اور کورنتھ کبھی اکائیائی لیگ کی طرف ہوجاتے ہیں کبھی اسپارٹا کی طرف، اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی حالت دوریائی اور اکائیائی قوموں کے درمیان ڈانواڈول تھی۔ پھر ایتولیوں نے امفکٹیونی لیگ کو اپنے مفاد کی خاطر جو ایک جدید قالب میں ڈھالا وہ بھی پرانے دنوں کی یاد تازہ کرتا ہے، اس لئے کہ یہ لیگ آخر وسطی یونان کی چھوٹی قوموں کی ایک وفاقیت ہی تو تھی، اور یہ بالکل حالات اور کیفیات کے مطابق تھا کہ ان حصہ جات یونان میں جہاں دولوپیں اور اے نیانیس کسی زمانے میں ذی اقتدار تھے وہاں کے معاملات میں اب ایتولی ایک نمایاں حصہ لے سکیں۔ اس طرح لیگ ایک طور پر اپنی قدیم صوبہ داری جزریت کی طرف از سر نو پھر گئی۔

یہ سب باتیں بیان کرنا ہمارے واسطے یہ صاف کرنے کے لئے ضروری تھا کہ تیسری صدی ق م میں بھی ہم یونان کے فطری ارتقا کی پوری منجدھار میں ہیں اور تیسری صدی ق م اور پانچویں اور چوتھی صدی ق م کے درمیان کوئی اصولی فرق نہیں ہے۔ تیسری صدی ق م ایتھنز میں

باب ۱۲ کم و بیش قدیمی خصائص نظر آتے ہیں، اور یہی کیفیت اسپارٹا کی ہے؛ اور جہاں اول الذکر متمدن مستقر ہے، آخر الذکر کی حالت غیر متمدن مستقر کی سی ہے۔ اُدھر اکائیائی صوبہ داری شہروں کے باشندوں کے مماثل ہیں اور ایتولی دیہاتیوں کی طرح ارائوس اُس مفصلات کے باشندے کی طرح ہے جس نے بڑے پیمانے کی سیاسیات کو اختیار کیا ہو، اور وہ تاجداروں کی اس قدر عزت کرتا ہے کہ خود سروں اور طبقۂ اسفل کے حملوں سے صاحب جائداد طبقوں کو بچانے میں ان تاجداروں میں سے ایک کی تائید کو نہایت خوشی سے قبول کرتا ہے۔ ایتولیوں کے طرز عمل میں ناشائستہ سختی نمایاں ہے اور اکائیائیوں کی حکمت عملی محدود اور ذہنی افق اور چالاکی پر مبنی نظر آتی ہے۔

چوتھی صدی ق م سے تیسری صدی ق م تک ارتقار کی کیفیت کی صراحت کے لئے دو باتیں اور کہنی ہیں۔ چوتھی صدی ق م میں بھی ایتھنز اور اسپارٹا کے قریب ایسی یونانی بستیاں تھیں جو محض طوعاً وکرہاً ان دونوں کا حکم مانتی تھیں۔ ان بستیوں میں جو سب سے زیادہ زور دار تھیں وہ دونوں لیگوں میں مل گئیں اور اس کے بعد انھوں نے اپنے پلڑے میں کافی وزن پیدا کر دیا۔ لیکن ایتھنز اور اسپارٹا اب بھی زندہ ہیں، اور ان ہی کی وجہ سے مکمل اتحاد ایک نہایت دشوار معاملہ ہو گیا۔ اگر ایتولیوں اور ایتھنز کے درمیان کسی طرح سے گھرے مجالفے کی کیفیت ممکن ہو بھی جائے تو بھی اس کی امید کرنا لاطائل تھا کہ اکائیائی مستقل طور پر اسپارٹا کے یا اسپارٹا مستقل طور پر اکائیائیوں کا دست نگر بن جائے گا۔

اب مقدونیہ آیئے جس کی حالت کی طرف (منجملہ دوسرے امور کے) پانچویں باب میں ناظرین کی توجہ مبذول کی گئی تھی[۱۲] بعض مورخوں کا

---

[۱۲] مقدونیہ۔ پولی بیوس ۵، ۱۰ کے مطابق انٹی گونوس کے خاندان کے افراد

باب ۱۲

کا خیال ہے کہ تیسری صدی ق م میں اس سلطنت کا وجود یونان کے لئے مغتنمات سے تھا، لیکن میں ان کی رائے سے متفق نہیں ہوں۔ چوتھی صدی ق م میں صورت حال ذرا مختلف تھی۔ فیلقوس ولد امین تاس نے یونان کو گزند ضرور پہنچایا، لیکن اس نقصان کا باعث ایک حد تک یہ تھا کہ دیموس تھنیس اور اس کے فریق کی یہ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ اسے ایشیا میں اپنی حکومت قائم کرنے کا جو حوصلہ تھا اس میں اس کی تائید کرنی چاہیئے، اور اس میں شبہہ نہیں کہ سکندر نے بجائے نقصان کے فائدہ ہی پہنچایا۔ لیکن سکندر کے جانشین یونانیوں کو نقصان ہی نقصان پہنچا سکتے تھے اس لئے کہ وہ ان کے معاملات میں مداخلت کرتے تھے لیکن اس مداخلت کا معاوضہ مطلق کچھ بھی نہیں دیتے تھے۔ سنہ ۲۸۰ ق م سے سنہ ۲۲۰ ق م تک یونان میں اسی قسم کی مداخلت کے خلاف ایک رد عمل نظر آتا ہے۔ انتی گونوس کی اولاد میں ایسے لوگ موجود تھے جن کی ذات کی ہر شخص عزت کرتا تھا، لیکن اس خاندان کے ابتدائی حکمرانوں میں سے ایک میں تو سنجیدگی اور دوسرے میں لہو و لعب کے ساتھ ساتھ فطری قابلیت نظر آتی ہے، اور یہ صورت حال ہمارے لئے غایت دلچسپی کے قابل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ تینوں انتی گونوس ہوشمند ہیں؛ دونوں دیمتریوس، پولیورکی تیس، اور دیمتریوس خوبرو یہ دونوں لہو لعب کے پرستار ہیں، اور گوناتاس کے بیٹے دیمتریوس کی بابت ہمیں اس قدر کم معلومات ہیں کہ ہم کوئی حکم نہیں لگا سکتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فیلقوس اور پرسیوس جسمانی اعتبار سے تنومند نظر آتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اپنے آپ کو سکندر کا "ہم نسل" ثابت کرنا چاہتے تھے، لیکن ہمیں امید ہے کہ یہ استدلال محض اس بیان کی بنا پر نہیں کیا جاتا جو آرین "۷، ۹، ۶" نے سکندر کی زبان سے کرایا ہے، یہی وجہ اس خاندان کے آخری بادشاہ پرسیوس کے نام کی ہے اور اسی سبب سے فیلقوس پنجم کے سکوں پر پرسیوس کی شبیہہ کندہ ہے۔

باب ۲۱ ہے کہ اس خاندان میں جسمانی نہیں بلکہ ذہنی زوال پیدا ہو گیا تھا۔ اسکے برعکس مقدونوی قوم میں وہی پہلے کی سی تنومندی باقی تھی اور وہ اب بھی پہلے کی طرح محنتی کاشتکار ہی رہے تھے۔

تھسالوی اب بھی بظاہر خود مختار رہے تھے، لیکن جہاں تک انھوں نے ایتولیہ کے ساتھ اپنے آپ کو مدغم نہیں کیا تھا وہاں تک اُن کے کان شاہ مقدونیہ کی آواز پر لگے ہوئے تھے[۱۳]

کریٹی جمہوریتوں میں یہ خصوصیت تھی کہ وہ ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ برسرپیکار ہونے کے لئے تیار رہتی تھیں۔ اور جب پردیسی سپہ سالار کسی کی مدد کے لئے آتے تھے تو اُن کی آمد پر خوش ہوتی تھیں[۱۴]۔ یہ جزیرہ گویا کہ عہدہ داران جنگی کے لئے مستقل تربیت گاہ تھا، اور کوئی شخص جو گھر پر مصروف جنگ نہ تھا اور جسے نامشق ہونے کا خوف تھا وہ اس جزیرے میں آسکتا اور چند روز جنگی خدمت کر کے اپنے آپ کو

۱۳؎ پولی بیوس ۴، ۶، تھسالیوں کے ساتھ ذرا ہلکا سا برتاؤ کیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان پر مقدونیوں کا قابو تھا۔

۱۴؎ کریٹ کے لئے پولی بیوس ۶، ۴۶۔

رھوڈز اور کریٹ کے باہمی تعلقات کے لئے دیکھو نیچے، باب ۲۱۔

کنوسوس، کیدونیہ، لیکتوس کے لئے گلبرٹ ۲، ۲۱۷۔

گورتینا کی قلعہ بندی بطلیموس فلوپاتر کے ہاتھوں؛ استرابو ۱۰، ۶، ۴، ۴۷۸۔

یہ امر قابل غور ہے کہ بعض کریٹی شہر مخالفہ خرمیوندیس میں شریک ہوتے ہیں؛ دیکھو اوپر باب ۹؛ بلاشبہہ یہ مصر کو خوش کرنے کے لئے شریک ہوئے ہوں گے۔

مغربی اور وسطی یونان کے نہایت نفیس سکے؛ پ۔ گارڈنر؛ "انواع" تصاویر ۱۱ و ۱۲۔

مکمل کردیتا۔ کریٹ فن حرب کا گویا میدان امتحان تھا جس پر فارغ التحصیل لوگ تجربے کرسکتے تھے۔ آریوس وہاں گیا اور اسی طرح سے سیلاسیہ کے بعد فلوپوئےمن نے بھی وہیں کی راہ لی، اور اس کا اتباع اس کے بعد بہت سے دوسروں نے کیا۔ متھراداتیس کا سپہ سالار کنوسوس کی فوج میں گورتینا کے خلاف لڑا۔ جزیرے کے شہروں میں یہ دونوں جنگ جوئی کے لئے ممتاز تھے، اور یا تو ایک دوسرے کے ساتھ ورنہ ایک دوسرے سے مل کر دوسرے شہروں مثلاً کیدونیہ یا لیکتوس سے لڑتے رہتے تھے۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ گورتینا کی بطلیموس فلوپاتر نے قلعہ بندی کرلی، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر کریٹ کے اندرونی حصے میں مصری حکمران کو کوئی شہر قلعہ بند کرنے کی کیا ضرورت پیش آئی ہوگی۔ کیا گورتینا اس کے لئے اجیر سپاہی مہیا کرتا تھا، یا اس نے اتالوس کی طرح (دیکھو باب ۱۳، حاشیہ ۶) رقم کے معاوضے میں ٹھیکہ دار کی حیثیت سے یہ قلعہ بندی کی تھی؟ کریٹی بستیوں، بالخصوص کنوسوس اور ہیئے راپیت نا کے تعلقات رھوڈز کے ساتھ بھی تھے، اور ان دونوں فریقوں نے مل کر بحری قزاقوں کے انسداد کی کوشش کی جن کا زیادہ تر حصہ کریٹ ہی سے آتا تھا۔ ہیئے راپیٹ نا بحری ساحل پر آباد تھا؛ اس نے پرئی سوس کا الحاق کرلیا، جو اس سے ذرا مشرق کی طرف واقع تھا، اور جس کے قبضے میں معتدبہ اراضی تھی؛ چنانچہ دوسری صدی ق م میں یہ کریٹ کا ایک اہم شہر بن گیا۔ اس سے مشرق کی جانب سمندر کے ساحل پر اتالوس تھا جہاں سنہ ۳۰۰ ق م سے سنہ ۲۵۰ ق م تک اسکندری سکے ڈھالے گئے۔

یادداشت

تیسری صدی ق م میں لیگوں کی جو تنظیم کی گئی اس سے پہلے کی وفاقیتوں، مثلاً اٹیکا کی وفاقیت سے بہت آگے قدم بڑھایا گیا۔ لیکن یہ ترقی اتنی واقعات میں نہیں نظر آتی جتنی اصول میں۔ لیگوں کے انفرادی ارکان کو آزادانہ رائے دہی کا زیادہ حق تھا، مختلف مسائل کا تصفیہ بظاہر رائے دہندہ بستیوں کی کثرت رائے سے کیا جاتا تھا اور نیابتی دستور کے لئے کوشش کی گئی تھی۔ نظریاً یہ سب بہت اچھی بات تھی، لیکن عملاً صورت حال ذرا مختلف ہو گئی اس لئے کہ اراکین لیگ ہمیشہ اپنے فرائض پورے کرنے کے کوشاں نہیں رہتے تھے، اور جو لوگ استراتے گی مقرر ہوتے تھے وہ بھی اپنے فرائض کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ بعض مرتبہ نیابت چند روز کے لئے معطل کر دی جاتی تھی اور نائبوں کی بجائے خود عموم پر تصفیے کا دار و مدار ہو جاتا تھا، اور بعض مرتبہ استراتی گوس مختار کلی بنا دیا جاتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ رہبر کی شخصیت ہی فیصلہ کن ہوتی تھی اور اسی سے لیگ کا طرز عمل معین ہوتا تھا (اراتوس، فلوپوئے مین)۔ حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں کی نظر میں اشکال دستوری اور الفاظ قانونی کا اتنا احترام نہیں تھا جو

یادداشت

نیابتی ادارات کے مستقل قیام کے لئے لازمی ہے، اور یہی وہ احترام ہے جو قدیم ایام میں رومنوں میں بدرجۂ اتم پایا جاتا ہے، اور یہ واقعہ ہے کہ رومنوں میں ایک بڑی حد تک قانون کی جگہ ذاتی عناصر نے لے لی۔

باب سیزدہم

دنیائے یونان تقریباً ۲۲۰ ق م میں

(۲) دیار شرقی

جو تصویر ہم یہاں بے نقاب کرنے والے ہیں اس کے حصے بغایت متنوع ہیں۔ اس میں جمہوریتیں اور ملوکیتیں نظر آتی ہیں لیکن دونوں کی کیفیت غیر متیقن ہے اور نہ اول الذکر کی آزادی کے مدارج نہ آخر الذکر کے حدود ملکی کا صحیح تعین کیا جا سکتا ہے۔ ان سب پر ایسی اقوام کا اثر پڑا ہے جو یونانی الاصل نہیں اور جو ہمیشہ اُن کے لئے باعث خطرہ رہی ہیں۔ بہت سے ممالک میں تو یہ حکم لگانا بھی دشوار ہے کہ آخر کسی مملکت کا اصلی معنی میں سرے سے وجود بھی ہے اس لئے کہ ذی اقتدار ہمسایوں کے واقعی اثرات میں اور اس مسئلے میں کہ آیا انھیں اس قسم کے اثرات ڈالنے کا کوئی حق بھی ہے، بہت کم تطابق ہوتا ہے۔

شمال میں یعنی بوسفورس سے تورک خرسونیز تک (جس کی طرف میں باب ۲۵ میں ناظرین کی توجہ رجوع کروں گا) یونانی عنصر کلیتہً ساحلی شہروں میں نظر آتا ہے، اور گو ان شہروں کو اندرون مُلک کے بربریوں سے

باب ۱۳

ہمیشہ دوچار ہونا پڑتا ہے لیکن فی نفسہ ان قبائل کے قطعی طور پر غیر مہذب ہونے اور یونانیوں پر کسی نوع کا ذہنی دباؤ ڈالنے کے بالکلیہ نااہل ہونے کے باعث یہ شہر اپنی آزادی کو قائم رکھتے ہیں۔[1] اس کے برعکس مقدونیہ سے بوسفورس کے تھریسی شہر اکثر و بیشتر مقدونیہ، مصر اور شام کے زیرنگیں ہیں لیکن اس سیادت میں استقلال نہیں پایا جاتا۔ بلاشبہہ جب فیلقوس پدر سکندر نے ایدیرا پر

[1] تھریس۔ دوسری صدی ق م کے قریب مورونیہ اور ائے نوس کی تاریخ کے لئے دیکھو نیچے باب ۱۸۔

تقریباً ۲۲۰ ق م میں لیزی ماخیہ ائے نوس اور مورونیہ مصری قبضے میں؛ پولی بیوس ۵، ۳۴۔ اس کے بعد لیزی ماخیہ پھر ایتولیوں کا ساتھ دیتا ہے؛ پولی بیوس ۱۸، ۳؛ اسے تھریسی تاراج کر دیتے ہیں اور اس کا احیا انطاکوس سوم کرتا ہے؛ پولی بیوس ۱۸، ۵۱۔

Kleinsorge: De کلائن زورگے: "بحر افشین کے دہانے پر یونانی بلدیات" civ. grae in Ponti ora occ. St. rebus ہالے ۱۸۸۸ء۔

بیزنطہ کے لئے دیکھو پاؤلی ۱، ۲۱، ۲۶۰۱ وغیرہ میں فریک (Frick) کا مضمون، اور تیسری صدی کے لئے، خاص طور پر، ۹-۲۶۔ بیزنطہ غالویوں کو خراج ادا کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۴۶۔ سکہ جات؛ "تاریخ مسکوکیات" ۲۳۰ وغیرہ۔ ۰ ۸ ۲ ق م کے بعد ان مقامات میں اٹیکائی معیار کے جو سکے ڈھالے جاتے ہیں وہ سکندری یا لیزی ماخی نوع کے ہیں۔ بیزنطہ اور رھوڈز (پروسیاس) کے مابین جنگ؛ پولی بیوس ۴، ۳۸، ۳۹، $\frac{42}{52}$۔ باب ۵۰ کے مطابق بیزنطی از سر نو پروسیاس کے مقابلے کے لئے تبوئے تیس کو پیش کرتے ہیں (دیکھو اوپر باب ۹، حاشیہ ۱۰) لیکن تبوئے تیس کا خاتمہ ہی ہو جاتا ہے۔ رھوڈزی اب "سردار بحر" کی حیثیت سے نمودار ہوتے ہیں (باب ۴۷)، اور اسطرح الیسقراطیس کے زاویۂ نگاہ کو اختیار کر لیتے ہیں (یہی کتاب، جلد ۳، تمہ۔)۔ دیکھو نیچے، حاشیہ ۳، اور باب ۲۲۔

باب ۱۳

قبضہ کیا ہے تو اس کے بعد اس شہر میں سکے بننا بند ہو گیا اور اس کے بعد سے اس کا سلطنت مقدونیہ میں الحاق سمجھنا چاہئے؛ لیکن مارونیہ اور اے نوس نے مدت دراز تک نہایت افراط سے سکے بنا کر اپنی آزادی کا ثبوت دیا اور یہی کیفیت تھاسوس کی ہے؛ رہا ساموتھریس، تو اُس کی حرمت کی وجہ سے ایک حد تک اُس کی خودمختاری قائم رہی۔ سستوس اور لیزی ماخیہ کو خارجی مدد کی ضرورت تھی، اور لیمنوس وامبروس پر ایتھنزیوں کا قبضہ تھا۔ بیزنطہ کو کلٹوں کے حملے کی وجہ سے نقصان پہنچ چکا تھا، اور اب بھی اُسے خراج ادا کرنا پڑتا تھا جس کی مقدار پہلے تو دس ہزار طلائی سکے تھی جو اسے کبھی کبھی ادا کرنے پڑتے تھے، اور پھر رفتہ رفتہ اسی تالنت سالانہ ہو گیا۔ ۲۲۰ ق م میں بیزنطہ کا خزانہ اس قدر زبوں حالت میں تھا کہ اُنھوں نے اپنے حلیف یونانیوں کے سامنے دست استمداد پھیلایا اور جب وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا تو یونتوس کے مال پر محصول درآمد لگا دیا۔ اس کا تمام تجارتی ریاستوں پر سخت دباؤ پڑا، چنانچہ ان کی طرف سے رھوڈز نے مطالبہ کیا کہ اس محصول کو منسوخ کر دیا جائے گا، اور بیزنطہ نے انکار کرنے پر اس کے خلاف لڑائی ٹھان لی۔ رھوڈزیوں کی طرف پروسیاس حکمران بتھنیہ تھا اور دوسری جانب بیزنطہ کے دعاوی کا مؤید اتالوس جو اس وقت صرف پرگامم کے ہمسایہ ملک پر قابض تھا، اور سلیوکیوں کا رشتہ دار اکائیوس تھا جس نے عین اس وقت اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن جب رھوڈزیوں نے زر فدیہ دیکر اکائیوس کے باپ اندروماخوس کو اسکندریہ کے محبس سے رہا کرا دیا تو اکائیوس نے انھیں دانت دکھا دئے، اور جو جنگ رھوڈز اور بیزنطہ کے درمیان ہوئی اس میں بیزنطہ کو رھوڈز سے نہیں بلکہ پروسیاس سے اس قدر نقصان پہنچا کہ آخر کار انھیں محصول سے دست بردار ہونا ہی پڑا۔

باب ۱۳

تیسری صدی ق م میں ایشیائے کوچک کے مغربی ساحل اور بحیرہ شمالی ساحل والے بلدیات کی تاریخ میں بہت کچھ مد و جزر نظر آتا ہے۔

سنہ ایشیائے کوچک، اتالوس اور اکائیوس اور یونانی شہر؛ پولی بیوس ۵، ۷۷۔ یہ شہر "پہلے کی طرح رضامندی کے ساتھ" اتالوس کے قبضے میں آجاتے ہیں۔ اسے گئیے کا موجودہ نام نمرود قلعہ سی ہے؛ دیکھو نیچے باب ۲۱ حاشیہ ۶۔ تیمنوس کے لئے دیکھو ریمزے: "تاریخی جغرافیہ" Ramsay : Hist Geog ۱۰۸۔

شاہان پرگامم ایشیائے کوچک کی شہری زندگی کے محافظ، سلیوکیوں، مصر اور رھوڈز کے مدمقابل۔ انطاکوس سے ایک میدان خریدنے کے موقع پر فلے تائروس روپیے سے پتانے کی مدد کرتا ہے؛ فرنکل، صفحہ ۱۵۰۔ نیز دیکھو نیچے، باب ۲۱۔ سمرنا؛ مجموعۂ نوشتہ جات یونان C. I. Gr. ۳۱۳۷؛ دیکھو اوپر، باب ۵، حاشیہ ۱۲۔ ایفی سوس؛ دیکھو اوپر، باب ۵، حاشیہ ۱۲۔ تمارخوس وغیرہ۔ باب ۹۔ حاشیہ ۴۔ تقریباً سنہ ق م میں ایفی سوس کے تعلقات ارادوس کے ساتھ؛ ہیڈ؛ "تاریخ مسکوکیات" ۶۶۷؛ ان دونوں شہروں کے سکندری سکے؛ میولر: "مسکوکیات سکندر اعظم" Mueller : Numism d'Alex le.Gr. نیز دیکھو نیچے، باب ۱۷؛ سکہ جات ایونیہ، سنہ ۳۰۱/۱۹۰ ق م: "فہرست سکہ جات نوادر خانہ برطانیہ" مرتبہ ہیڈ Cat. Br. Mus., Ionia XLVI XLVII لیزی ماخوس کی اٹیکائی جو درہمیاں سمرنا، ایریتھرائے، ایفی سوس اور مگنیشیہ میں؛ بطلیموسی سکے ایفی سوس میں مختلف بلدیات کی آزادانہ تسکیک نقرہ میں بہت کمی پیدا ہوجاتی ہے، تاہم اس کے نمونے تیوس میں (فنیقی معیار کے)، ایریتھرائے، ایفی سوس، ساموس اور ملطہ میں (رھوڈزی معیار کے)، مگنیشیہ میں (اٹیکائی معیار کے) اور سنہ ۲۵۰ ق م سے سنہ ۱۹۰ ق م تک ملطہ میں (ایرانی معیار کے) پائے جاتے ہیں۔ تیسری صدی ق م تک پری اینے میں سکے نہیں بنتے، اور یہ امر باعث تعجب ہے کہ گو خیوس کافی ذی اقتدار تھا، لیکن اس میں سنہ ۳۵۰ ق م سے سنہ ۱۹۰ ق م تک کوئی سکہ نہیں ڈھالا گیا۔

باب ۱۳ ان کے قانونی رتبے کی جو کیفیت پانچویں باب میں بیان کی گئی ہے وہ اس وقت تک حسب سابق تھی۔ ہرقلیہ، قبرص، لمیساکوس، اور ابی دوس سنہ ۲۲۰ ق م میں اتنے ہی آزاد تھے جتنے سنہ ۲۷۵ ق م میں؛ ایونی شہر سلیوکی، بطلیموسی، اتالوسی اور انتی گونوسی جھگڑوں میں برابر ملوث رہے، لیکن چونکہ رھوڈز اور مصر ہی کاریہ کے معاملات میں دلچسپی لیتے تھے اور یہ دونوں ایک دوسرے کے راستے میں زیادہ حائل نہیں ہوتے تھے۔ نہ ایکدوسرے کے دست نگروں میں مظالم ڈھاتے تھے اسلئے کاریہ کا ان جھگڑوں سے نسبتًہ کم تعلق تھا۔ سنہ ۲۱۸ ق م میں کیمے، سمرنا، فوکیہ، ائے گئے، تیمنوس اور کولوفون اکائیوس سے اتالوس کیطرف چلے گئے۔ واقعہ یہ ہے کہ ان شہروں کے اتالوس کے ساتھ پہلے سے تعلقات تھے، اور انھوں نے اکائیوس کے سامنے صرف جبرًا و قہرًا سر تسلیم خم کیا تھا۔ سمرنا ایک بڑی حد تک سلیوکیوں کا طرفدار تھا اور اُدھر ایفی سوس اور ساموس بطالسہ کی قوت و اقتدار کے مستقر بنے ہوئے تھے اور نہ صرف مصری بیڑے کی قیامگاہ تھے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ایفی سوس میں بولس؛ پولی بیوس ۸، ۱۸۔ ایفی سوس اور ساموس میں مصری پڑاؤ؛ ایضاً ۵، ۳۵۔

مغربی ایشیائے کوچک میں مصر کا اثر، وغیرہ؛ پولی بیوس ۵، ۳۴۔

لیوی ۳۳، ۱۹، ۲۰ سے ایشیائے کوچک میں مصر کی حیثیت پر روشنی پڑتی ہے۔ باب ۱۹ میں کلکیہ لیکیہ اور سوریہ کے بعض شہروں کو، جن کے نام نہیں دئے گئے، "زیر اقتدار بطالسہ" بیان کیا گیا ہے اور باب ۲۰ میں کاؤنوس، میدنوس، ہالی کارناسوس اور ساموس کو "حلفائے بطلیموسی" کا لقب دیا گیا ہے۔ بطالسہ اپنے حد امکان تک اپنا اقتدار جمائے رکھتے تھے؛ اوزینر: "کتبۂ کنیدوس" Usener: Epigr. von Knidos ۴۹۔

خیوس کی وساطت؛ پولی بیوس ۵، ۲۴؛ لیوی ۲۷، ۳۰۔ ابی دوس کی آزادی اور جرأت؛ ایضاً ۱۶، ۲۹ وغیرہ۔

بلکہ ان ہی کو مرکز بنا کر اجیر سپاہیوں کو جمع کیا جاتا تھا۔ خیوس کو جو ۲۱۸ق م　　باب ۱۳
میں رھوڈز اور ایتھنز کے ساتھ مل کر فیلقوس اور ایتولیوں کے بیچ میں
پڑا تھا، ان سے زیادہ اختیارات حاصل تھے۔ پولی بیوس نے ان
پاروں میں جن میں وہ بطلیموس چہارم سے پہلے کے زمانے میں مصر
کی اہمیت بتاتا ہے، ان ہی میں ان حصہ جات ایشیا میں مصر کے اثرات
کا بھی ذکر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ ابتدائی بطالسہ نے کیلے سوریہ اور
قبرص پر قبضے کر کے شاہان شام کو یہ تسلیم کرایا کہ ہم شاہان ایشیا و جزائر
کے نہایت ذی سطوت ہمسایہ ہیں اس لئے کہ ہم پمفیلیہ سے ہیلیس پونت
تک کے ساحل تک کے اہم ترین مقامات پر قابض ہیں، اور چونکہ
ہم ائے نوس، مارونیہ اور ان سے بھی بعید شہروں کے مالک ہیں
اس لئے تھریس و مقدونیہ کی صورت حال پر اپنی نظر جمائے بیٹھے
ہیں۔ پولی بیوس کے ان فقروں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ نویں اور
دسویں بابوں میں ادولے والے کتبے اور تھیوکری توس کے سرکاری
یا شاعرانہ بیانات میں بہت کچھ مبالغہ آمیزی کی گئی ہے۔ مصریوں کا
صرف ساموس اور شاید کوس اور بعض چھوٹے جزیروں پر قبضہ
ہوگا؛ ایشیائے کوچک میں ان کے قبضے میں ساحل کے صرف تھوڑے
ہی سے مقامات تھے اس لئے کہ یہاں کے جو اہم بستیاں تھیں وہ انکے
حلیف تھیں دست نگر نہیں تھیں۔ الغرض چونکہ ابھی نیا ایک امن پسند ملک
تھا اس لئے بحیرۂ اسود کا راستہ کھلا ہوا تھا، لیکن مقدونیہ اور شام
دونوں نے اس پر قابو حاصل کرنا چاہا اور مصر اور ایتولیہ نے فاصلے سے
اس کی حفاظت کرنے کی کوشش کی۔

ہم ابھی رھوڈز کی صورت حال سے واقف ہو چکے ہیں ۵۳

۵۳ رھوڈز ۲۲۷ق م کا زلزلہ اور بادشاہوں کی اعانت؛ پولی بیوس ۵، ۸۸–۹۰؛
مقابلہ کرو، ڈرواسے سن ۳، ۲، ۸، ۱۷ وغیرہ (باقی حاشیہ بر صفحۂ دیگر)

باب ۱۳ اُس کی حیثیت اس وقت وہی تھی جس کی ایتھنز ہمیشہ تمنا کیا کرتا تھا، یعنی کمزور بحری شہروں کا ایک طرح پر وہ حامی و مددگار تھا۔ لیکن جہاں ایتھنز اس سے تابع ہونے کی بجائے حکومت چلانے کا بھی خواہاں رہنے کی وجہ سے غیر مقبول تھا وہاں رھوڈز نے کبھی اپنے دوستوں پر اپنا اقتدار جمانے کی کوشش نہیں کی چنانچہ وہ ان میں ہمیشہ ہر دل عزیز رہا۔ سچی، بلا معاوضہ حمایت صرف سکندر کے بعد ہی ممکن تھی اور چونکہ بجائے ایرانیوں کے اب صرف بحری قزاقوں سے مقابلہ کرنا پڑتا تھا اس لئے ایک واحد ذی اقتدار مملکت کافی تھی۔ رھوڈز کے اس اقتدار پر دُنیائے یونان کی رضامندی کا سبب یہ تھا کہ انھیں ۳۰۴ ق م کا وہ واقعہ یاد تھا کہ اُس نے نہایت بہادری سے دشمن کی مدافعت کر کے سب کی تعریف و توصیف کا اپنے آپ کو مستحق ثابت کر دکھایا تھا۔ اس کی ہر دل عزیزی کی وسعت کا اظہار اُس خوفناک زلزلے کے وقت ہوا جس نے ۲۲۷ء میں شہر رھوڈز کو ہلا کر ویران کر دیا، جب رھوڈز کے اطراف و جوانب کے بلدیات کی طرف سے اس کی جانب تحفہ و تحائف گویا بہنے لگے تاکہ ویراں شدہ حصص کی دوبارہ تعمیر ممکن ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پولی بیوس کی یہ رائے (باب ۹۰) قابل لحاظ ہے کہ بادشاہوں کے لئے "ہیلی نیس" پر تحفوں سے مالا مال کرنا نہایت مناسب تھا اس لئے کہ اس کے معاوضے میں "عزت" اور "وقعت" حاصل ہو جاتی ہے (باب ۹۰) چنانچہ ان تحائف کے بدلے میں جن اعزاز کی ان پر بوچھار کی جاتی تھی وہ بالکل درست تھے، اور پولی بیوس یہ بھی کہتا ہے کہ "ہیلی نیس کی ایک نمایاں خصوصیت یہ تھی کہ" وہ ہر شخص کا اس کی بساط کے مطابق خیال رکھتے تھے۔ اس وصف سے ایتھنز کی بھی متصف تھے؛ دیکھو اوپر باب ۶، حاشیہ ۱۔

اہالیان رھوڈز دیمتریوس والی فاروس کا مقابلہ اس وقت کرتے ہیں جب وہ اپنی کشتیوں کو لے کر جزائر مدور کو تاراج کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۱۶، ۱۹۔

باب ۶۱ (بالکل اسی طرح جیسے ۱۸۴۲ء کی آتش زدگی کے بعد ہامبرگ کو ہدیوں اور تحفوں سے مالامال کیا گیا) اور یہ تحفے خاص طور پر مختلف بادشاہوں کی طرف سے آئے اس لئے کہ وہ اپنا روپیہ اس طرح خرچ کرنے میں اپنی عزت سمجھتے تھے۔ رہے جمہوری یونانی، تو وہ نہایت خوشی سے ان بادشاہوں کو یہ امتیاز حاصل کرنیکی اجازت دے کر خود علیحدہ ہو گئے۔

حکمراں بادشاہوں کی حوصلہ مندیوں سے دوسرے درجے پر غالوی ہیں جن کا ایشیائے کوچک کے سیاسی ارتقاء میں اب بھی بہت کچھ اثر ہے[۴۹] اس ملک میں جو قومی عناصر موجود تھے انہیں یہ ایک اور عنصر کا اضافہ کرتے ہیں جن کی وجہ سے دوسرے عناصر میں جسمانی افتراق پیدا ہو گیا ہو لیکن اخلاقاً وہ ان کے باہمی اتحاد کے کبھی کبھی ضرور معاون ہوتے ہیں۔ ہم باب ۴۴ میں دیکھ چکے ہیں کہ ان کے تین قبیلے تھے جن کی ابتداء میں تین ہی آماجگاہیں تھیں یعنی تولستوبوئی (تولستوگوئی) مغرب، ایولس اور ایونیہ میں، ترومی شمال اور ہیلیس پونت کے ساحل پر، اور تیکتوساگیس اندرون ملک میں۔ لیکن زمانہ مابعد میں تولستوبوئی نے مغرب کو، تیکتوساگیس نے دیار وسطی کو

---

[۴۹] ایشیائے کوچک میں غالطیوں کے قیام کی تاریخ اور واقعات کے لئے دیکھو کیوپ کا مضمون .Rhein. Mus ۴، ۱۳۳۔ اس کی رائے ہے کہ لیوی کا بیان (۳۸، ۱۶) سب سے زیادہ قابل وثوق ہے اور اسکے لئے پوسانیاس ۱، ۸، ۲ استرابو ۱۲، ۵۶۶ اور یوستی نوس ۲۵، ۲ کا حوالہ دیتا ہے۔ اتالوس، پروسیاس اور اسے گوساگاسے، پولی بیوس ۵، ۷۷، ۸، ۱۱۱۔

غالطیوں کے دستور کے لئے راگناش: "متھرادادتیس" ۸۷۔

شمالی غالطیہ کی زرخیزی کے لئے دیکھو Allgem. Zeitung, Beilage، ۱۲ جنوری ۱۸۹۳ء۔

باب ۱۳ اور ترو کمی نے مشرقی حصوں کو اپنا مستقل مسکن بنا لیا۔ بعض مورخوں نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ غالویوں نے جن ممالک پر قبضہ کیا وہ ایشیائے کوچک کے قابل زراعت حصوں میں سب سے کم زرخیز ہے؛ ہم اس رائے سے یقیناً متفق ہیں، لیکن ہمارے خیال میں اس پر زیادہ زور دینا بھی نہیں چاہیئے اور اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ غالطیہ قدیم افروجی تمدن کا مرکز تھا اور زراعت اس کے لئے لابد اور ضروری تھی، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ گوردیوس عین اس ملک کے قلب میں رہتا تھا جو بعد میں غالویوں کا مسکن بن گیا، اور زمانۂ حال میں انگورہ کو جو ریل بنائی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آج بھی یہ اضلاع بہت کچھ زرخیز ہیں۔ بہر حال غالطی قوم ان اضلاع کو مرکز بنا کر قرب وجوار کے ملکوں پر چھاپے مارتی تھی۔ ظاہر ہے کہ ان حملوں کا مخصوص نصب العین یونانی بستیوں کی زرخیز اراضی اور پرگامم کی سلطنت تھی، اور بادشاہ اور چھوٹے چھوٹے حکمران اپنے ذاتی جھگڑوں اور خانگی لوٹ ماریں ان سے مدد لینے سے نہیں چوکتے تھے۔ ان سب باتوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے تعلقات نہ صرف بھی نیوں کے ساتھ بلکہ شاہان انشیین اور انطاکوس بیٹے راکس کے ساتھ بھی اچھے تھے اور دوسری طرف علاوہ شاہان پرگامم کے سلیوکوس دوم ان کے خاص مخالفوں میں سے تھا۔ وہ غالوی جنھیں اتالوس نے طلب کیا تھا اور جن کا پردسیاس نے خاتمہ کیا وہ خاص یورپ سے آئے تھے۔ آجکل کے ایک مورخ نے کیا خوب کہا ہے کہ جس دستور کے ذریعے سے غالویوں پر حکومت کی جاتی تھی اس میں جمہوریت اور ملوکیت دونوں کے جملہ نقائص پائے جاتے تھے۔ ہر قبیلہ مختلف کنٹوں میں منقسم تھا جو ایک دوسرے سے آزاد تھے اور جن پر نام نہاد تترارخ حکومت کرتے تھے۔ ان سرداروں کے دوش بدوش عادل اور سپہ سالار تھے۔ تترارخوں کی مجلس کا انعقاد شاہ بلوط کے ایک باغیچے میں ہوتا تھا،

باب ۱۳

لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس مجلس کو صرف عادلانہ اختیارات حاصل تھے، ورنہ ہر کٹم جو چاہتا تھا کرتا تھا۔

ملوکیتوں میں سب سے پہلے بتھی نیہ کو لیجیے[۵]۔ تھریسی بتھی نوی غالبًا ساتویں صدی ق م میں یورپ سے ایشیائے کوچک آئے اور وسطی وزیرین سنگاریوس کے کنارے آباد ہوگئے، جو قلیب افروجیہ سے نکل کر بجائے خلیج کیوس یا خلیج استاکوس میں جاگرنے کے، جہاں کی جھلیں اور دریا گویا اُسے اپنی طرف دعوت دیتے معلوم ہوتے ہیں، شمال کی طرف جاکر بحیرۂ اسود میں گرجاتا ہے۔ میم نون ہمیں بتھی نیہ کے تین حکمرانوں یعنی دِ دالسوس، بوتئی راس اور باس کے نام بتاتا ہے، جنھوں نے سنہ ق م سے سنہ ۳۲۵ ق م تک اس مُلک پر حکومت کی۔

---

۵ بتھی نیہ۔ رائناش: "ایشیائے کوچک کی تین سلطنتیں" Th. Reinach : Trois royaumes de l'Asie Min. پیرس ۱۸۸۸ء ص ۸۹/۱۵۲؛ دیکھو اوپر باب ۵، حاشیہ ۱۱۔

بتھی نیہ کے شہروں مثلاً استاکوس، نکومیدیہ وغیرہ کے لئے دیکھو کون: Kuhn : Enstehung der Staedte d. Alten "قیام بلدیات عہد قدیم" ص ۲۷۳/۳۷۶

وسطی سنگاریوس کے خصائص۔ Ritter (۸ '۰ ۹۵۰۔

اہل بتھی نیہ فتوحات کے شائق نہیں، وہ اپنے چاروں طرف کمزور یا نیم بربری اقوام کو، جیسے میزیہ کی چھوٹی چھوٹی بستیوں، غالطیوں اور بفلاگونیوں کو اپنے چاروں طرف جمع رکھتے ہیں۔

اس زمانے میں افروجیہ اپیک تے توس، دریائے تیم برس (دیم ساک) اور اُسکے شہروں یعنی کوتیائیوم (قوتاہیہ) اور دوری لائیوم (عسکی شہر) کی (جو غالبًا متھراداتس کے کسی سپہ سالار نے آباد کئے ہوں گے) کیا کیفیت تھی، یہ فیصلہ مشکل سے سلیوکیوں کے زیرنگین ہوگا، اور صرف کاوی ہی ایسا شہر ہے جس پر شاید اُن کا قبضہ تھا، دیکھیے حاشیہ ۷۔ عام طور پر رمزے: "ایشیائے کوچک" ۱۴۵۔

باب ۱۳ سنہ ۳۲۵ ق م سے سنہ ۲۸۰ ق م تک زیبوئے تیس ولد باس نے پہلے تو بطور خود مختار حکمراں کے حکومت کی اور بعد ازآں اپنی بادشاہت کا اعلان کردیا۔ اس کے بعد اس کا بیٹا نکومدیس تخت نشین ہوا، اور یہی وہ نکومدیس ہے جس نے اپنے بھائی کا مقابلہ کرنے کی غرض سے غالویوں کو ایشیا میں بلایا اور استاکوس کے قریب شہر نکومیدیہ آباد کیا جو اس وقت روبزوال تھا۔ ہم آگے چل کر ابواب ۱۸ و ۲۱ میں بیان کریں گے کہ کس طرح اس نے اور اس کے جانشینوں نے یونانی تمدن کی حفاظت کی۔ نکومدیس نے سنہ ۲۵۰ ق م تک حکومت کی۔ ہم اس سے پہلے باب ۹ میں لکھ چکے ہیں کہ نکومدیس کے بعد اس کی وراثت کی بابت جھگڑے پیدا ہوئے، اور آخرکار زیئے لاس تخت پر بیٹھا، لیکن اسے سنہ ۲۲۸ ق م کے قریب غالوی اجیر سپاہیوں نے جان سے مار ڈالا۔ ہم آگے چل کر اس کے بیٹے اور جانشین پروسیاس کا ذکر کریں گے، جس نے تقریباً سنہ ۲۲۸ ق م سے تقریباً سنہ ۱۸۵ ق م تک حکومت کی۔ واقعہ یہ ہے کہ باوجود بتھی نیہ کے حکمرانوں کے ادنیٰ اخلاقی معیار کے، چونکہ اس کے ذریعے سے بحیرۂ اسود کی آزاد جہاز رانی کی حفاظت ممکن تھی اس لئے ہمارے نزدیک وہ تہذیب و تمدن کا بڑا بھاری پشتی بان تھا۔

اب ہم بتھی نیہ اور غالطیہ کے باہمی تعلق پر بحث کریں گے۔ گو غالطیہ کا خاص دریا سنگاریوس ہے، اور اس صوبے کا مغربی حصے کو بتھی نیہ کا حدب ہی سمجھنا چاہیئے، تاہم ان دونوں کے مابین بہت ہی کم اندرونی تعلق تھا۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کو دریائے سنگاریوس ملاتا ہوگا، لیکن ایسا نہیں تھا۔ اس کا وسطی حصہ جہاں وہ مشرق سے مغرب کی طرف جاتا ہے ایک دشوار گزار گھاٹی بن گیا ہے، اور اس سطح مرتفع کو جو سڑکیں عبور کرتی ہیں وہ اس سے کچھ فاصلے پر عبور کرتی ہیں؛ بلکہ نکومیدیہ سے انگورہ کو جو ریل جاتی ہے وہ بھی اس سے

گریز کر کے جاتی ہے۔ رومنوں کے عہد تک بتھی نیہ اور غالطیہ کے درمیان رسل و رسائل کا سلسلہ نہایت دشوار گزار تھا۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ غالطیوں سے وہ کام آسانی سے نکل سکتا تھا جو شاہان بتھی نیہ ان سے لینا چاہتے تھے، یعنی بتھی نیہ کی فوجی سرحد کی حفاظت کرنا، لیکن ساتھ ہی راستوں کی خرابی کی وجہ سے وہ ایسی جگہ نہیں پہنچ سکتے تھے جہاں سے وہ حکمرانوں کو مشکلات میں پھنسا سکیں۔ غالطیہ کے فطری راستے (جو در اصل افرو جیہ ہی کا دوسرا نام تھا) رومنوں کے زمانے تک مغربی جانب جاتے تھے، لیکن کائے کوس کی وادی اور پرگامم تک پہنچنے کی بجائے جنوب کی طرف بالائی پرھوس اور وہاں سے ساردس اور سمرنا تک پہنچتے تھے۔ باب ۱۳

اس کے بعد پرگامم کا نمبر آتا ہے جس کی اہمیت روز بروز بڑھ رہی تھی[۶]۔ اس کے نام ہی سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس میں اور ایشیائے کوچک

---

[۶] پرگامم۔ دیکھو ابواب ۲ و ۵، باب ۱، حاشیہ ۲، اور باب ۲۱۔ تصانیف حالیہ:
مئے یر: "پرگامم ابتدا و اختتام" Meier : Pergamon, Ersch u. Gruber.
۳۵۲ وغیرہ؛ ہیسل مے یر: "قیام سلطنت پرگامم" Hesselmeyer: Die urspruenge.
der Stadt P. "شہر پرگامم کی ابتدا" ٹیوبنگن، ۱۸۸۵ء؛ رائناش: Reinach :
Les origines de la ville de P. جریدۂ تاریخی، ۱۸۸۶ء۔ نیز دیکھو مہافی:
"ملوکیت پرگامم" جریدۂ ہرماتھینا، ۹، نشان ۲۲؛ میں مہافی کے خیالات سے ایک بڑی حد تک متفق ہوں۔ تیوتھرانیا کا قدیم یونان کے افسانوں سے تعلق تھا۔ ترمیر: "پرگاموس" Thræmer : Pergamos لائپزگ، ۱۸۸۸ء۔

پرگامم کے شمال میں اس کے دوسرے مقبوضات اور مشرق میں پہاڑوں کے زنجیرے تھے، اور صرف جنوب ہی میں ایک قوت دار ہمسائے یعنی سلیوکی تھے، جنھیں اس نے کامیابی کے ساتھ ہیلیس پونت پہنچنے سے روکا۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ دیگر)

باب۱۲ کی دوسری سلطنتوں میں کس قدر فرق تھا اس میں بتھی نیہ یا کاپادوسیہ کی طرح

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ اتالوسیوں اور غالطیوں کی باہمی لڑائیوں کے لئے میں نے کیوپ کے مضمون کا اتباع کیا ہے جو Rhein Mus ج ۴۰ $\frac{114}{132}$ میں چھپا ہے۔ لیکن مقابلہ کرو گیبلر: "ایریتھرائے" Gaebler : Erythrae برلن ۱۸۹۲ء عام طور پر یہ فرض کیا جاتا تھا کہ صرف ایک ہی میدان میں فتح ہوئی، اور نی بور Niehbur کہتا ہے کہ یہ غالویوں پر ہوئی تھی جو اُس وقت انطاکوس کی فوج میں ملازم تھے، لیکن ڈرواسے سن کہتا ہے کہ یہ کامیابی غالوی قوم پر بحیثیت ایک قوم کے حاصل ہوئی۔ لیکن پولی بیوس (۱۸، ۴۱) سے ظاہر ہوتا ہے کہ غالویوں سے صرف اجیروں کی ٹولیوں سے مراد نہیں تھی۔ لیکن جب سے نی بور اور ڈرواسے سن نے اپنی رائے کا اظہار کیا متعدد نوشتے ایسے برآمد ہوئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ فتح بہت سے میدانوں میں ہوئی ہوگی۔ تکتوساگیس پر جو کامیابی ہوئی وہ منبع کائے کوس کے قریب ہوئی اور یہ وہی لڑائی ہے جسے پئوسانیاس "میزیہ میں" ہونا بیان کرتا ہے (۱، ۸، ۲)، اور غالباً یہی وہ فتح تھی جس کے بعد اتالوس نے بادشاہ ہونے کا اعلان کردیا۔ پولیائے نوس ایک جنگ کا حال بیان کرتا ہے (۴، ۱۹) جس سے پہلے اتالوس نے جانوروں کی آنتوں پر الفاظ "فتح شاہی" لکھوا دئے تھے۔ چونکہ اس وقت بادشاہ انتی گونوس تھا، اس لئے یہ لڑائی صرف غالویوں کے خلاف لڑی گئی ہوگی، اور کیوپ اس کی تاریخ کا تعین ۲۴۰ء ق م کرتا ہے۔ تقریباً اسی زمانے میں (جسے گیبلر تقریباً ۲۳۵ء ق م بتاتا ہے اور جس کے لئے دیکھو اوپر حاشیہ ۲) تولستواگیون نے انطاکوس اور متھرادا تیس کی طرف سے سیلوکوس کو ایک بڑی بھاری فتح انگورہ کے مقام پر دی تھی، اور یہی وہ جنگ ہے جس کا حوالہ تروگوس کی تمہید ۲۷، اور یوستی نوس ۲۷، ۲، ۱۱ میں دیا ہوا ہے۔ اب غالطی انطاکوس کے طرفدار ہو کر ۲۲۹ء ق م میں پرگامم پر چڑھائی کرتے ہیں لیکن انھیں پرگامم کے نواح میں افرودی زیون پر شکست ہو جاتی ہے۔ شائد یہی زمانہ ہوگا جب

باب ۱۳ ایک ہی قوم نہیں رہتی تھی بلکہ پونتوس کی طرح جزو قوم اور جزو صوبہ سے مرکب تھی، اور اس کا آغاز ایک ایسے شہر کے حکمرانوں نے کیا جسکے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ انطاکوس نے اپنے خسر زیئے لاس کے یہاں پناہ لی وہی زیئے لاس جسے بعد میں غالویوں نے قتل کر دیا۔ ایک نوشتے میں ہلیس پونتی افروجیہ کی تیسری لڑائی کا ذکر ہے، لیکن کسی دوسرے ماخذ سے اس کا پتا نہیں چلتا معلوم ہوتا ہے کہ پرسیاس اول نے، جو ۲۲۸ ق م میں تخت پر بیٹھا تھا، انطاکوس کا ساتھ چھوڑ دیا ہوگا، جس کے بعد انطاکوس ایشیائے کوچک چھوڑ کر چلا گیا۔ یوستی نوس ۲۷، ۳ اسی لئے کہتا ہے کہ اتالوس کے قبضے میں "ایشیا کا زیادہ تر حصہ" آگیا لیکن یہ اُس کے پاس زیادہ مدت تک نہیں رہا۔ اتالوس اور ہیئے راکس کے مابین جو لڑائی ہوئی اس کی بابت یوسے بیوس ۱، ۲۵۳ .Sch پورفیریوس سے حوالہ دیا ہوا ہے۔ واضح ہو کہ کولوئے سار دس کے قریب تھا۔

اتالوس نے ایتولیوں کے لئے شہر ایلاؤس کی فصیل کی تعمیر کی (پولی بیوس ۴، ۶۵) اور خاندان اتالوس کی روایت کے بموجب اس طرح کچھ روپیہ کمایا۔

حکمرانان پرگامم اور مرمنادیوں کے درمیان جو مقابلہ ہم نے کیا ہے اُسے آگے بھی بڑھایا جا سکتا ہے۔ ان دونوں میں مفصلۂ ذیل مشابہت پائی جاتی ہے:۔ (۱) جغرافیہ: دونوں کے علاقے کم و بیش ایک ہی تھے؛ اتالوس نے جو شہر آباد کئے ان میں سے اکثر لیدیہ میں واقع تھے (۲) دونوں کی قوت کی بنیاد روپے پر تھی؛ سکوں کی اہمیت؛ ایلکترون، کستونوری۔ (۳) دونوں کا تمدن یونانی گی گیس سے کریسوس سب حکمرانوں کے یونانی حرموں کے ساتھ نہایت اچھے تعلقات تھے، اور ایفی سوس کے ساتھ برا سلوک نہیں کیا جاتا تھا۔ یہی کیفیت اتالوسیوں کی تھی، اور ایفی سوس ایک طرح سے انکا دوسرا پائے تخت تھا۔ پوسانیاس ۱، ۲۶ کے مطابق اتالوس کو ایک

باب۱۳ نام سے یونانی سورمائی عہد کی یاد تازہ ہوتی ہے لیکن جو ایک بستی کی حیثیت سے کبھی زیادہ اہم نہیں ہوئی اور جس کے حکمرانوں کے نام یونانی مقدونوی نوع کے ہیں۔ پرگامم کی اہمیت کا راز اس کے قلعے کے استحکام میں مضمر تھا اور اس طرح پوری سلطنت گویا ایک جاگیردار کی مملوکہ تھی۔ یہ امر بھی عیاں ہے کہ اتالوسی خاندان یونانی الاصل تھا، مقدونوی الاصل نہیں، اور اس کے ارکان سپاہی منش ہونے کی بجائے مدبر تھے۔ ان کی جو حیثیت تھی وہ اُن کے کاردیہ والے ہمنام کی حیثیت سے تھوڑی بہت مشابہ تھی۔ لیکن فلے تائروسی یومنیس حکمران کاردیہ کی طرح (جس کی سب سے پہلی صفت یہ تھی کہ وہ ایک سیاسی اور ردیئے والا آدمی تھا) مطمحِ خیال کا نہیں تھا بلکہ وہ اس کی بہ نسبت بطلیموس سے زیادہ مشابہ تھا اور دونوں کے عادات پر اسی اصول کا اثر تھا کہ کوئی چیز تھوڑی ہی ہو لیکن وہ تھوڑی یقینی ہو۔ پرگامم کا قطعی رقبہ چھوٹی سی ندی کیئکوس کی وادی کے مساوی ہے جو لسبوس کے جنوب میں خلیج ایلایہ میں سمندر میں گرجاتی ہے۔ اس کی شمالی سرحد پر ایک زنجیرۂ کوہ ہے جس پر ہوکر ایک سڑک ادرامی تیوم کو جاتی ہے۔ اسی زنجیرے کی دو شاخیں جنوب کی طرف جاتی ہیں جن میں سے ہر ایک پر دو دریاؤں سے گھرا ہوا سطح سمندر سے تقریباً ایک ہزار فٹ بلند قلعۂ پرگامم واقع ہے۔ قدیم روایت ہے کہ اس علاقے میں جس کا نام تیوتھرانیا کہتے تھے، کسی زمانے میں یونانی رہتے تھے۔ ہم اس سے پہلے دوسرے باب میں دیکھ چکے ہیں کہ لیزی ماخوس کا پرگامم والے خزانہ دار فلے تائروس ساکن کیئوس نے

لقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ایتھنزی کہتے ہیں" میزدی" کا لقب دیا گیا تھا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان پرگامم نے اپنے اقتدار کی بنیاد صوبوں کو بنا دیا تھا۔

باب ۱۳

اپنے آقا سے باغی ہو کر خزانے پر مالکانہ قبضہ کرلیا اور سلیوکوس سے جا ملا۔ اُس نے اور اُس کے جانشینوں نے اس خزانے کو نہایت عاقلانہ طور پر جو استعمال کیا وہ اُس کے خاندان کی عظمت میں ممد و معاون ہوا۔ ان شاہان پرگامم کی قوت کا دار و مدار روپے پر تھا اور اُس قوت کے مماثل تھا جو چار سو برس پہلے اسی حصۂ ملک میں مرمنادیوں کی تھی۔ جب غالویوں نے اپنی یورشوں کی ابتدا کی ہے تو دنیا کے اس حصے میں کوئی ایسا نہیں تھا جو بغیر کسی خاص سبب کے روپے والے اور عقلمند فلے تائرس کے ساتھ بیکار جھگڑا مول لے۔ اسکے برعکس لوگوں نے اُس کی پناہ ہی ڈھونڈی۔ الغرض جس طرح مرمنادیوں نے کیمیریوں کی مخالفت کی تھی اسی طرح پرگامم نے غالویوں کی مدافعت کی۔ آخرکار جاگیردار امیر ملکی حکمران بن گیا۔ فلے تائرس کا ۲۶۳ ق م میں انتقال ہو گیا اور اس کے بعد اس کا بھتیجا یومینیس اول (۲۶۳ تا ۲۴۱ ق م) اور اس کے بعد ایک دوسرا بھتیجا اتالوس اول (۲۴۱ تا ۱۹۷) تخت نشین ہوئے اور آخرالذکر نے غالویوں کو شکست دینے کے بعد (جس کے لئے دیکھو باب ۱۰ اور اس موجودہ باب کے حواشی) اپنی باضابطہ بادشاہی کا اعلان کر دیا۔ اتالوس کے عہد حکومت میں اسے بہت سے نشیب و فراز دیکھنے پڑے۔ کچھ دنوں کے لئے وہ (ہمعصر مبالغہ آمیزی سے) گویا ایشیا کا مالک بن گیا، لیکن چونکہ اُس کی تائید میں کوئی قوم نہیں تھی اسلئے اُسے پھر اپنے قلعے میں اپنی حکومت کو محدود کر دینا پڑا۔ اس کے بعد قلب ایتولیہ تک اپنا اثر پھیلا کر اور یونانی مقاصد کی پشت پناہی کر کے اُسے غالویوں سے تو اپنی مدد کے لئے بلا لینا پڑا، گو ان کے آنے کے بعد بھی وہ کوئی ممتاز کام انجام نہ دے سکا۔ لیکن بدقسمتی کے زمانے میں بھی اتالوس کی قوت باقی رہی اور اسے زیر نہیں کیا جا سکا۔ واضح ہو کہ پرگامم اسی کے عہد حکومت میں اپنے فنون لطیفہ کے لئے شہرۂ آفاق ہو گیا تھا۔

باب ۱۳ ایشیائے کوچک آنے سے پہلے، جن پر بالکل مختلف نوع کی ملوکیتیں قبضہ کئے ہوئے ہیں، ہمیں یہ معلوم کرنا ہے کہ مغرب اور جنوب میں سلیوکیوں کی حکومت کہاں کہاں تک پھیلی ہوئی ہے [۱] قدما کے خیال کے مطابق ان کا ایشیائے کوچک کیسا تھ

---

[۱] ایشیائے کوچک میں سلیوکیوں کے قائم کردہ شہر۔ مقابلہ کرو ڈر وائے سن کا مشہور و معروف تتمہ، ۳، ۲، خاصکر ۲۷، ریمزے اور دوسرے سیاحوں کے مضامین، جن کا شمار یہاں ممکن نہیں اور جن کی بابت بہت کچھ معلومات رائناش کے "اخبار مشرقیہ" Sal: Reinach: Chroniques d'Orient سے مل جائیں گے؛ شُہارٹ: "معلومات متعلقہ ایتھنز" Schuchhardt : Athen. Mittheil. ۱۳، ۱، وغیرہ ک۔ رادے: "ایشیا میں مقدونیوں کی نوآبادیاں طاروس سے اس طرف"
G. Radet : De Coloniis a Macedonibus in Asian cis Taurem deductis
پیرس ۱۸۹۲ء (اس کتاب میں ایک نہایت نفیس نقشہ بھی ہے)؛ اسی مورخ کی کتاب مسمیٰ "لیدیہ" La Lydie پیرس ۱۸۹۳ء۔ رادے کے نقشے کے علاوہ مفصلۂ ذیل کا مطالعہ مفید ہوگا۔ کیپرٹ Kiepert کا بنایا ہوا ایشیائے کوچک کا بڑا نقشہ (۱۸۸۶ء) اور اسی کا تیار کردہ نقشہ سٹیریٹ کے ولفی مہم کے لئے، بوسٹن ۱۸۸۸ء۔

قدیم اسنادمیں سے بہت کچھ معلومات نوشتوں (جن کے لئے دیکھو رادے اور سکوں (جن کے لئے دیکھو ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات") سے ہم پہنچ سکتی ہیں۔ استیفان ساکن بیزنطہ کے انطاکیہ اور تھیاتیرا کے متعلق دو پارے ایسے ہیں جن کا اکثر اقتباس دیا جاتا ہے لیکن ان کا مفہوم سمجھنا نہایت دشوار ہے۔

سلیوکوس اول نے جو شہر آباد کئے ان کے لئے دیکھو اوپر باب ۵۔ رادے (۵۰) مفصلۂ ذیل شہروں کو اس کی طرف منسوب کرتا ہے: لاؤدیکیہ کتالیکو بینے اور تھیاتیرا مع دو دسے (قریب تھیاترا)، اکراسوس، نکراسہ؛ انطاکوس اول کی طرف وہ اپامیہ، سلیوکیہ سیدیرہ پلتنی، بلونڈینی، کادینی، میزومقدونیز (جو غالطیوں کے مقابلے کے لئے آباد کیا گیا تھا) لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس انطاکیہ بدریائے میاندر، نیسہ،

کسی قسم کا تعلق نہیں تھا۔ اگر ہم ادیوئے کے نوشتے محض فریقانہ کا غذ قرار | باب ۳۲

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ مگنیشیہ قریب کوہ سپی لوس منسوب کرتا ہے۔ اسی طرح اس کے نزدیک انطاکوس دوم نے ایوبیزا اور تھیمی سونیوم آباد کئے اور سپی لوس والے زنجیرے پر جو مگنیشیہ تھا اس کے چاروں طرف ہیرسانیوں میں چار بستیاں قائم کیں۔ انطاکوس سوم کے لئے دیکھو نیچے۔

سلیوکیہ بدریائے کالی کادنوس۔ کلیس کا مضمون پاؤلی ۶، ۱، ۹۵۶ پر؛ نیز دیکھو اوپر، باب ۵ حواشی۔ اس نے پہلی صدی ق م سے برابر خود مختارانہ سکے ڈھالے؛ ہیڈ، ۶۱؛ استرابو ۱۴، ۶۷۰؛ استیفان ساکن بیزنطہ "سلیوکیہ" د "ہیریہ"۔ سالانہ اولمپیائی کھیل؛ سارپیڈونی اپولو کی فال گاہیں۔ زاد سے سلیوکیہ گیا اور ۱۹۰۴ء میں ایک آسٹروی مہم وہاں پہنچی جس کے سرگروہ ہیرڈے اور ولہلم تھے۔ اس کے قابل لحاظ خصائص: (۱) برآمدے دار سڑک (۲) دوسری صدی ق م کی لوح جس پر ۴۹ سطروں کا ایک کتبہ ہے؛ اس میں انطاکوس سوم کے ایک درباری یودیموس ساکن سلیوکیہ کے اعزاز میں مختلف یونانی شہروں کی قراردادیں کندہ ہیں۔ اس کے محل وقوع کے لئے دیکھو کیپرٹ کا نقشہ سٹیریٹ کی کتاب میں۔

لاؤدیکیہ کتاکیکومینے۔ یہ ملک آتش فشاں نہیں ہے۔ کلیس کا مضمون پاؤلی ۴، ۶۶۷ میں؛ ریمزے: "معلومات اتھنز" Ramsay: Athen Mithheil. ۱۳، ۲۳۲ وغیرہ؛ "ایشیائے کوچک" ۸۶۔ اس کا نقشہ ایک تماشاگاہ کی طرح ہے۔ یہ جنوبی فوجی سڑک کی شمالی شاخ پر واقع ہے اور چونکہ مزاکا والی سڑک اسی سے نکلتی تھی اس لئے اس کی حیثیت مرکزی تھی۔ سکے؛ ہیڈ ۵۹۶۔ موجودہ نام یرغان لادق؛ کیپرٹ کا نقشہ سٹیریٹ میں

انطاکیہ (پسیدیہ والا) یہ میاندر والے مگنیشیہ کی ایک نوآبادی تھی؛ استرابو ۱۲، ۵۷۷۔ اس کا نام بعد میں قیصریہ پڑ گیا اور اس میں مین اسکینوس Men Askenos. کا ایک بت خانہ تھا (استرابو ۱۲، ۵۵۷، ۵۷۷ میں عبارت ٹھیک نہیں پڑھی گئی)۔ سکے،

باب ۲۱ | دے کر نظر انداز کردیں تو یہ خیال پولی بیوس سے ظاہر ہوتا ہے جو علی العموم

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - ہیڈ ۵۸۹ - موجودہ نام یلووج - انطاکیہ میں پولوس رسول کا پہلا وعظ غیر اقوام کے سامنے اور اُن کا عیسوی مذہب اختیار کرنا: "رسولوں کے اعمال" ۱۳ - کیپرٹ: "مغربی ایشیائے کوچک" Kiepert: Westl. Kleinas. ۱۰۹ اور اسٹریٹ -

اس کے قریب ہی سلیوکیہ (واقعہ پیسیدیہ) جسے "سدیرہ" اور "قریب طاروس" بھی کہتے تھے: ہیڈ ۲۵۲: کلیس کا مضمون یا ٹرلی میں ۱۸۹۶ء، ۱۵۶؛ رٹر Ritter ۱۹، ۴۸۲ - محل وقوع اغندیر گیول کے مغرب میں: کیپرٹ کا نقشہ اسٹریٹ میں -

اسی کے قریب اپولونیہ تھا: دیکھو نیچے، باب ۲۱ - اس تمام ملک میں مقدونوی آثار: رادے: "نوآبادیات" ص ۳۵/۴۷ -

ایامیہ کیبوتس - کیبوتس = سینہ - حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ، جنکی کشتی کا یہاں آکر ٹھہرنا بیان کیا جاتا ہے؛ اس افسانے کو اس مقام کی طرف ان یہودیوں کو منسوب کیا جو انطاکوس سوم کے زمانے میں یہاں آکر آباد ہو گئے تھے - مقابلہ کرو بابلون: "مجموعۂ مسکوکیات" Babelon: Mel. numismat ۱، ۱۶۵/۱۶۴ - ہیڈ کی بھی یہی رائے ہے، ۵۵۸ - ایامیہ دریائے میاندر کے منبع کے قریب اس کے معاون مارسیاس کے نکلنے کی جگہ واقع تھا - قریب کے شہر کیلینے کی جگہ لے کر وہ مغربی ایشیائے کوچک کا سب سے اہم تجارتی شہر بن گیا - کیلینے کو خاص فائدہ تھا کہ وہ شمالی شاہراہ (مہم زرکسز) پر واقع تھا، جو افسوس یولیہ تک جنوبی شاہراہ کی شاخ بھی تھی، چنانچہ وادیٔ میاندر اور اندرون ملک کے درمیان جو کچھ بھی تجارتی مال اسباب تھا وہ سب کیلینے ہو کر جاتا تھا - ایامیہ کی کیفیت بھی یہی تھی اور جنوب کی طرف اس کا تعلق افروجیہ سے اُس سڑک کے ذریعے سے تھا جو سگالاسوس ہو کر جاتی تھی - یہی وہ سڑک پمفیلیہ سے افروجیہ تک تھی جس پر ہو کر سکندر گیا تھا - صندوق والے سکے جن پر دو شخصوں کی شبیہہ بنی تھی اور جن کے اوپر فاختہ اور شاخ زیتون اور لفظ "نوح" کندہ تھا: ہیڈ ۵۵۸، تصویر ۳۱۶ -

باب ۱۲

ایشیائے کوچک کے حکمرانوں کا حوالہ دیتا ہے، اور صرف ملک شام

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ - مقابلہ کرو گ. ہرشفیلڈ، Berl. Ak. ۱۸۷۵ء اور ہوگرتھ: "جریدۂ مطالعات یونان" Jour. Hell. St. ۱۸۸۸ء؛ رادسے ۳۱ - دنیر کے قریب باقیات، کیپرٹ: "مغربی ایشیائے کوچک" ۹؛ سٹیریٹ؛ رادسے: "لیدیہ"، نقشہ۔

لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس - کلیس کا مضمون پاؤلی ۴، ۴۴۶، ۷۲۵، ۷ میں اس نے لیدیہ، افروجیہ اور کاریہ کے جائے اتصال پر ہونے کی وجہ سے قریب کے شہر کولوسائے کی جگہ لے لی - استیفان ساکن بزنطہ کہتا ہے ("لاؤدیکیہ") کہ اسے انطاکوس دوم نے آباد کیا تھا، لیکن رادسے (۳۲ ۵) کا خیال ہے کہ چونکہ استیفان کے بیان میں صراحت نہیں ہے اس لئے غالباً اس کا بانی انطاکوس اول ہوگا - یہ موجودہ عسکی حصار کے محل وقوع پر آباد تھا بھیڑوں کی پرورش؛ اون کی صنعت؛ کاریہ کے مین کی پوجا؛ مدرسۂ طبیہ - سکّے؛ ہیڈ ۵۶۵ - قدیم ترین سکّے کستوفوری ہیں، اور بعد میں تانبا مسکوک ہونے لگا لیکن ان سکّوں کے انواع مختلف تھے - زمانۂ وسطیٰ میں اُس کی جگہ اس کے قریب کے شہر خونائے نے لے لی - لاؤدیکیہ کے شمال میں ہیئے راپولس تھا جو اپنے متحجّر پانی کے لئے مشہور تھا؛ استرابو ۱۴، ۶۳۰ - پر دپونٹس سے پمفیلیہ جو سڑک جاتی تھی وہ یہاں ہوکر (رادسے: "لیدیہ" ۳۴) اور راستے میں سارڈس، فلادیلفیہ، لاؤدیکیہ، کتیمی سونیوم، کبیرہ اور اتالیہ ہوتی ہوئی جاتی تھی - دیکھو کیپرٹ ۱۱؛ رادسے: "لیدیہ"، نقشہ۔

انطاکیہ بدریائے میاندر - استیفان ساکن بزنطہ کے مضمون "انطاکیہ" کے گنجلک اور نیم درست بیان کی بناپر اُسے انطاکوس اول سے منسوب کیا جاتا ہے، لیکن بابلوں ("مسکوکیات" Babelon : Mel صفحہ ۷۱) کہتا ہے کہ یہ دراصل انطاکوس سوم کے زمانے تک آباد نہیں ہوا تھا، اور اس شہر کی ایک چودرہمی کی تاریخ کا تعین ۱۶۸ ق م کے بعد کی کسی تاریخ کا کرتا ہے۔

باب ۱۱ اور اُس کے مشرقی جانب والے ملکوں کو سلیوکیوں کی طرف منسوب

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ مقابلہ کرو ہیڈ ۵۲۰۔ اس میں شک نہیں کہ انطاکوس سوم نے دو ہزار یہودی خاندانوں کو لیدیہ اور افروجیہ منتقل کر دیا (Jos. Ant.12, 2, 3) لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ ۱۹۷ء ق م اور ۱۹۰ء ق م کے درمیان اس قدر اہم شہر وہاں آباد ہوا ہو؟ آج کل اسے چرکس کوئی کہتے ہیں، کیپرٹ ۹؛ رادسے کا نقشہ۔

استراتونیکیہ بدریائے مارسیاس (بالائی) واقع ملک کاریہ۔ استیفان ساکن بیزنطہ کہتا ہے کہ اسے انطاکوس اول نے خری ساوری زیوس کے تخلنے کے قریب آباد کیا تھا جسے کاریہ والے خاص طور پر عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ یہ بت خانہ "خریزاری قوم" کا مرکز تھا اور "کوائے" پر مشتمل تھا جو استرابو کے زمانے میں مختلف شہروں سے متعلق تھے (۱۴، ۶۶۰)۔ مقابلہ کرو کون: "قیام بلدیات قدیمہ" ۳۶۸-۳۷۰۔ سکّے؛ ہیڈ ۵۳۰؛ دوسری اور پہلی صدی ق م سے چاندی اور تانبا بھی مسکوک ہوتے تھے۔ موجودہ "عسکی حصار" کیپرٹ ۹۱۔ یہ شہر خلیج کیرامیکوس پر اس سڑک پر واقع تھا جو الیفی سوس سے مگنیشیہ، ترالیس، الابندہ ہوکر ادی سوس جاتا تھا۔ شیرارڈ Sherard کو اسی مقام پر دیوکلی تیان کا مشہور حکم موسومہ "قیمت اشیاء" منکشف ہوا تھا۔

یقیمی سونیوم بدریائے کزانیس۔ کزانیس دریائے سند رو کے ایک معاون ندی کا نام تھا؛ ڈرواسے سن ۳، ۲، ۲۷۰-۱۔ اسے آجکل کر لوک بازار کہتے ہیں، کیپرٹ ۱۲۔

ایریزا کتبے؛ رادسے ۳۵؛ "اسخیان بازار" ریمزے کہتا ہے کہ یہ یقیمی سونیوم کے جنوب میں واقع تھا۔ کیپرٹ ۱۲۔ سٹرک؛ ریمزے As. M. ۹۴؛ رادسے: لیدیہ ۳۴، ۳۵۔

کبیراتس کے لئے پولی بیوس ۳۰، ۹ (حکمران، پنکراتیس) رٹر Ritter ۹، ۸۰۰ تا ۸۵۴۔

کرتا ہے۔ ان کا مطلق کوئی اقتدار ستنگاریوس، تالیس، بالائی سارڈس | باب ۱۳

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نیسا جسے استیفان ساکن بیزنطہ کے گنجلک بیان "انطاکیہ" کے مطابق کسی ایک انطاکوس نے بسایا تھا؛ اس بیان پر ڈرواسے سن ۳، ۲، ۲۰ میں بحث کی گئی ہے۔ یہ کوہ میسوگس کے جنوبی ڈھال پر سلطان حصار کے قریب واقع تھا۔ کیپرٹ ۱۱؛ نقشہ راد سے میں۔

ترالیس مقابلہ کرو پاولی ۶، ۲، ۲۰۷۳۔ بلینی (۵، ۱۰۸) کہتا ہے کہ اسے ایوانتھیا سلیوکیہ اور انطاکیہ بھی کہتے تھے۔ اصل میں یہ آرگوس کی ایک نوآبادی تھی۔ یہ وادیٔ میاندر میں موجودہ ایدن کے قریب ہی واقع تھا جو آج کل ریل کا اسٹیشن بھی ہے۔ کیپرٹ ۱۱؛ نقشہ راد سے میں۔ رومن عہد کے تانبے کے سکے جن پر یونانی لفظ "سلیوکیون" کندہ ہے؛ ہیڈ، ۵۵۵؛ راد سے ۲۶۔ ترالیس تھریسی اجیرسیاہیوں اور الیریہ کے ایک ضلع دونوں کو کہتے تھے۔ دیکھو فرنیکل "کتبات" Fraenkel : Inschr. صفحہ ۱۶۔ اسے انطاکوس سوم نے آباد کیا تھا؛ راد سے ۴۵۔ خاص طور پر مقابلہ کرو ریمزے کے دلچسپ خیالات (As. M. ۸، ۱۱۲): "اپنے محل وقوع کی وجہ سے وادیٔ میاندر میں ترالیس سب سے اہم قلعہ تھا، جس کی وجہ سے پہلے تو وہ سلیوکی بادشاہوں کا قلعہ رہا، جیسا اس کے دوسرے ناموں سلیوکیہ یا انطاکیہ سے ظاہر ہوتا ہے؛ سنہ ۱۹۰ ق م کے بعد اس پر پرگامم کا قبضہ ہو جاتا ہے اور یہ قبضہ ان کستوفوری سکوں سے ظاہر ہوتا ہے جو یہاں پائے جاتے ہیں۔"

الابندہ بملک کاریہ، جو دریائے مارسیاس کے قریب واقع تھا۔ اس کا نام انطاکیہ بھی تھا۔ یہاں بہت سے سکے ملے ہیں جن پر ایک ہی عامل کا نام کندہ ہے لیکن بعض پر لفظ "الابندیون" اور بعض پر "انطاکیون" لکھا ہے۔ بالبون: "مسکوکیات" میں اس مسئلے پر مفصل بحث کی گئی ہے، اور وہ کہتا ہے کہ اس کا نام انطاکیہ صرف انطاکوس سوم کے زمانے میں پڑا تھا۔ اسے اب "عرب حصار" کہتے ہیں؛ کیپرٹ ۱۱۔

تھیا تیرا؛ استرابو ۱۳، ۶۲۵۔ استیفان ساکن بیزنطہ کہتا ہے کہ اسے سلیوکوس اول نے آباد کیا تھا (وہ کہتا ہے کہ اس کا اصلی نام "تھیوگاتیرا" تھا)۔ یہ دریائے

باب ۱۳ | و پیراموس کے طاسوں پر یا ٹیٹا جھیل اور کوہ ارگایوس کے قریب نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہرموس کے شمال میں دریائے لیکوس پر واقع تھا، اور روایت ہے کہ اسے سلیوکیوں سے پہلے پیلوپیا کہتے تھے۔ اب اس کا نام "اق حصار" ہے اور یہ اس ریل پر واقع ہے جو سمرنا سے وادئ کئے کوس جاتی ہے۔ کیپرٹ، ۸، رادے میں نقشہ۔ دوسے دسے کے لئے رادے ۱۶۔

نکراسہ۔ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" C. I. G. ۳۵۲۲؛ شہارٹ: "معلومات ایتھنز" ۱/۱۳ وغیرہ۔ بکیر کے قریب تھیاتیرا کے شمال میں، ہیڈ، ۵۵۱؛ کیپرٹ، ۸، نقشہ رادے میں۔ یہ قریب کے شہر اکراسوس سے مختلف تھا (رادے "لیدیہ" ۳۰۶)۔

مقدونیز ہیرکانی اور میز و مقدونیز، پلینی ۵، ۱۲۰۔ اول الذکر دریائے ہرموس کے زیرین حصے میں مگنیشیہ کے مقابل، اور آخر الذکر وسطی میاندر پر واقع ہیں۔ مقابلہ کرو ریزرے: "معلومات ایشیا" ۱۲/۴ و رادے ۷، ۱، جہاں مگنیشیہ بدریائے سپی لوس کے قریب والی دوسری مقدونوی نوآبادیات کا ذکر کیا گیا ہے، مقابلہ کرو "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۳۱۳۷، = ہکس ۱۷۶ = ڈٹن برگر ۱۷۱ (انطاکوس اول و دوم نے مگنیشیہ میں جو دلچسپی لی اس کا ذکر اس کی سطر ۱۰۰ میں دیکھو) رادے ۲۸ میز و مقدونیز کے لئے۔

بلیندوس۔ "مجموعۂ نوشتہ جات یونان" ۳۸۶۶۔ یہ میاندر کے شمال میں اسی جگہ تھا جہاں موجودہ سلیمانلی واقع ہے۔ ہیڈ ۵۵۹۔ اس کے خود مختارانہ سکے دوسری اور پہلی صدی ق م کے؛ کیپرٹ، ۸۔ نقشے کے لئے رادے قریب کا شہر دیونی سو پولس (تالوسی تھا؛ دیکھو نیچے، باب ۲۱۔ بظاہر نکراسا، بلیندوس اور باقی ماندہ دو شہروں کے نام نہیں بدلے گئے۔ "ایندوس" کا لاحقہ کاریہ کے شہروں کے ناموں میں بھی ملتا ہے، مثلاً میندوس، اور یہی کیفیت لاحقہ "اسا" کی بھی ہے، جیسے "میلاسا"۔ "دا" (دیکھو نیچے، سیباوا) یہ لاحقہ کاریہ اور سلیکیہ کے شہروں میں پایا جاتا ہے۔

باب ۱۳ | لیکن اس سے جنوب و مغرب کی جانب مصر اور رھوڈز کا اقتدار بالا ہے۔

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ پیلتا ئے۔ ایامیہ کے شمال و مغرب میں دریائے گلاؤکوس پر تھا جو میاندر کا معاون ہے؛ ہیڈ، ۵۶۷۔ یہاں کے خود مختارانہ تانبے کے سکے غالباً پہلی صدی ق م کے ہیں۔ اس کے قریب ہی یومینیہ تھا جس کے لئے دیکھو نیچے باب ۲۱۔ کیپرٹ ۹؛ رادسے میں نقشہ۔

کاوی دریائے ہرموس کے منبع پر، ایزانوئے کے قریب؛ دیکھو نیچے باب ۲۱۔ رادسے، ۲۳؛ ہیڈ ۵۶۰۔

مقدونوی آبادی والے شہر دریائے ہرموس اور اس کے معاون دریاؤں پر جو میونیہ میں واقع تھے۔ رادسے صفحہ ۲۲ اور نقشہ۔

لیسیاس۔ اپسوس اور ایامیہ کے درمیان۔ ریمزے As, M: ۴۳؛ رادسے ۳۹۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا نام سلیوکوس نکاتور کے سپہ سالار لیسیاس کے نام پر رکھا گیا ہوگا (یولیا کے نوس ۴، ۵/۹)؛ قریب کرج یورن کیپرٹ ۹۔

سیناوا۔ استیفان ساکن بیزنطہ؛ دیودوروس ۲۰، ۱۰۷، ۳۲۰ قم میں؛ ڈرودائے سن ۲، ۳، ۲۶۷، ۲۶۸ (مع دوکی میوم کے)۔ دوکی موس کے لئے رادسے ۴۷۔ موجودہ جیفوت قصبہ؛ کیپرٹ ۹؛ رادسے کا نقشہ؛ ہیڈ ۶۶۹۔ خود مختارانہ تانبے کے سکے پہلی صدی ق م کے۔

دوکی میوم۔ ہیڈ ۶۶۲؛ رادسے ۴۰؛ ریمزے: "معلومات ایتھنز" ۹، ۴۱؛ کیپرٹ ۹۔ موجودہ اچی قراحصار۔ افیوم قراحصار، جو سیناوا کے شمال والے میدان میں ایک ڈھلوان چٹان کی چوٹی پر واقع ہے، ہرشفیلڈ (ہفت وار جریدۂ لسانیات۔ برلن Berl. Phil. Woch. سنہ ۱۸۹۱ء نمبر ۴۴) کی رائے کے مطابق جس کی تائید رادسے کرتا ہے، اسی جگہ واقع ہے جس جگہ پلوٹارک: "تمسطاکلیس" ۳۰ والا "لیونتون کیفالئے" تھا؛ لیکن کیپرٹ ("جدید کتابچۂ نقشہ جات دنیائے قدیمہ") کے نزدیک یہ فریگی جگہ اور رمزے: "کتابچہ" ۱۳۱ کے نزدیک اکروئے نوس کی جگہ ہے۔

ہمسایہ مقامات پر میٹروپولس، واکروئے نوس کے لئے مقابلہ کرو رادسے، ریمزے۔

باب ۱۱ مفصلۂ ذیل بیان سے ظاہر ہو جائے گا کہ ممالک مذکورۂ بالا کے علاوہ کون کونسے ملک شاہان سوریہ کے زیرنگیں تھے:۔ اگر ہم مشرق سے مغرب کی طرف جائیں تو ہمیں بہت سے ایسے شہر ملیں گے جن کے ناموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی بنیاد سلیوکیوں نے ڈالی ہوگی۔ اگر ہم اس سلیوکیہ کو چھوڑ دیں جو ملک شام کے قریب کالیکادنوس پر واقع تھی، اور جسے سلیوکوس "فاتح" نے آباد کیا تھا، تو یہ شہر مفصلۂ ذیل ہیں:۔ لاودیکیہ کاتاکیکومینے، جو اقونیوم کے شمال میں لیکاؤنیہ میں واقع تھا؛ انطاکیہ پسیدیہ اور افروجیہ کی سرحد پر؛ اپامیہ کبوتوس دریائے میاندر کے منبع کے قریب (جسے غالباً کولوسائے کے بدلے میں انطاکوس دوم نے آباد کیا تھا، استراتونیکیہ کاریہ میں جو انطاکوس اول کی نوآبادی تھی) ستدھی ملک کے شمال میں تھیمیسونیوم جس کا نام انطاکوس دوم کے ایک درباری کے نام پر رکھا گیا تھا، اور اپامیہ وایسوس کے درمیان لیسیاس، جس کا نام بظاہر سلیوکوس نکاتور کے ایک سپہ سالار کے نام پر رکھا گیا تھا۔ اگر یہ خیال درست ہے تو لیسیاس کی بنیاد غالوبیوں کے حملے سے پہلے کے دور میں رکھی گئی ہوگی، اس کے بعد استراتونیکیہ، اپامیہ اور غالباً انطاکیہ بدریائے میاندر کو اسکے بعد انطاکوس اول نے آباد کیا، تھیمیسونیوم اور غالباً لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس انطاکوس دوم نے بنیاد ڈالی اور لاؤدیکیہ کاتاکیکومینے و انطاکیہ (پسیدیہ) کسی بعد کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یہ عجیب بات ہے کہ بیبی نوس کے جنوب میں ارموریوم میں مقدونوی آبادی تھی، شائد اس لئے کہ وہ سکندر کی شاہراہ پر واقع تھا کیا یہ ممکن ہے کہ وہ غالطیوں کے خلاف سلیوکیوں کی آخری چوکی تھی؟ رادے، ۴۰ ؛ ڈرو ائے سن ۳، ۲، ۱۹۸؛ ریمزے ۲۳۰۔ اب یہ مقام حمزہ حاجی کہلاتا ہے۔

انطاکیہ بدریائے کراگوس سلیکیہ اسپرا کے ساحل پر دیکھو پاؤلی ۱، ۱۱۲۸۔ ۱۸۹۱ء میں ہیبرڈ اور ولہلم یہاں آئے تھے (برآمدوں کی سڑک؛ نہایت نفیس مرمری بتخانہ؛ مقابلہ کرو رٹر: "ایشیائے کوچک" ۱۹، ۳۸۹) کیا یہ اغلب نہیں کہ اس شہر کا قیام انطاکوس سوم کے عہد میں ہوا تھا؟ ہم جانتے ہیں کہ اس کے پاس جہازوں کا ایک بیڑا تھا۔

زمانے میں قائم ہوئے جن کا ہم تعین نہیں کر سکتے۔ اسی لئے لیسیاس (باب۱۳)
کے ذریعے سے سلیوکوس نکاتور نے تو غیر مزروعہ میدانوں کے قریب
اپنے اثرات کو مستحکم کرلیا، انطاکوس اول وہاں سے سیدھا جنوب و
مغربی سمت چل کر کاریہ کے قلب میں جا گھسا اور انطاکوس دوم نے
ضلع کبی راتس میں اپنا اقتدار مستحکم کرکے (تھیمی سونیوم و اریزا؛ دیکھو حاشیہ)
اس راستے پر قبضہ کرلیا جو وہاں سے لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس سے ہوتا ہوا
وادئ میاندر کو جاتا ہے۔ علاوہ ان مقامات کے، جن کے ناموں اور
دوسرے اسناد سے انھیں کلیتہً سلیوکی قرار دیا جاسکتا ہے، بعض دوسرے
مقامات بھی ہیں جن کی بابت ہمارے پاس ایسے کافی اسناد نہیں ہیں
کہ ہم انھیں قطعی طور پر سلیوکی آبادیاں قرار دے سکیں۔ یہ شہر نیسا (جو میاندر
کی وادی میں ہے) اور ترالیس و الابندہ ہیں جن کے کچھ عرصے تک سلیوکی
نام تھے۔ بعض دوسرے مقامات جن کے نام مقدونوی نہیں ہیں،
بعض قابل وثوق نوشتوں کی رو سے مقدونوی آبادیاں تھیں، مثلاً
ساردس کے شمال میں تھیاتیرا، تھیاتیرا کے شمال میں نکراسہ، بالائی
ہرموس پر کادی اور میاندر کے علاقے میں بلیندوس اور پیلتا ہے۔
لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان شہروں کے ابتدائی آبادکار سلیوکی
تھے، بلکہ یہ بالکل ممکن ہے کہ اس سے پہلے ہی یہاں مقدونوی آباد ہوگئے
ہوں۔ اس طرح میزو مقدونیز اور مقدونیز ہرکانی کی بستیوں کی آبادی کی
تاریخ جو زیرین ہرموس پر تھیں بالکل غیر یقینی ہے۔ اس کے برعکس سینادا
اور دوکی میوم کی مقدونوی نوآبادیاں، جو اندرون افروجیہ میں واقع تھیں۔
انھیں بہت کچھ وثوق کے ساتھ جانشینان سکندر کے ساتھ منسوب
کیا جاسکتا ہے۔ ان واقعات سے ایشیائے کوچک میں سلیوکیوں کی
قوت کی توسیع اچھی طرح سے سمجھ میں آجاتی ہے۔ ان کے مستقر افروجیہ،
جنوبی لیدیہ اور وسطی کاریہ میں تھے، اور اس کے علاوہ ان کے قبضے
میں وہ راستہ بھی تھا جو ریگستان کے کنارے کنارے کلیکیہ کا مستمر

باب ۱۳ کو جاتا تھا۔ ان ہی نے اس راستے کو سب سے پہلے دریافت کیا تھا۔
اگر ہم اموریوم کو نظر انداز کر دیں، جو شمال و مشرق میں کیلنے اپامیہ سے افروجی غالطی مستقر کی سڑک پر پیسی نوس کے قریب واقع تھا اور جس میں مقدونوی آباد تھے، تو اس علاقے میں پسیدی انطاکیہ اور لیسیاس انکی آخری آبادیاں تھیں۔ شائد وہ اس راستے پر بھی قابض تھے جو پمفیلیہ سے کبیرہ اور تھیمی سونیوم ہوتا ہوا الیکوس اور میاندر کو جاتا تھا۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ وہ ضلع کبیرالس میں شمال کیطرف سے صرف میاندر کی طرف ہو کر گھسے ہونگے کم از کم انکے خاص خاص علاقے میاندر اور ہرموس کی وادیوں میں اور دریائے کیسٹر کی وادی کے شمالی حصے میں واقع تھے۔ چونکہ دریائے کیسٹر کے جنوبی حصے کے بالکل قریب الفی سوس تھا جو بطالسہ کی طرف زیادہ مائل تھا اس لئے اس حصے پر ان کا اثر مشکل سے ہوگا۔
اسی طرح کاریہ اور لیکیہ کے ساحلی علاقے اُن کی سیادت کو تسلیم نہیں کرتے تھے، اور پسیدیہ اور پمفیلیہ بجائے سلیوکیوں کے بطالسہ کو زیادہ مانتے تھے،[۸] اور یہی حالت دریائے کالی کادنوس کے دہانے (جہاں سلیوکیہ آباد تھا) اور ساحل کے بعض مقامات مثلاً انطاکیہ بہ دریائے کراگوس کے علاوہ کلیکیہ اسپرا کے ملک کی تھی۔
اب شمال و مشرق آئیے۔ یہاں ہمیں پفلاگونیہ کی بابت کچھ زیادہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[۹] ہومری زمانے سے برابر اُسکے حکمرانوں کے نام یونانی تھے، چنانچہ اُسے ہمیشہ نیم یونانی ریاست شمار کیا جاتا تھا۔ یہ ملک مختلف چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم تھا اور باقی دنیا سے بالکل الگ تھلگ تھا۔ اس ملک کی واحد سڑک جنوب میں تھی، اور یہ مغرب سے مشرق کی طرف جاتی تھی۔ اس کے ساحل پر

[۸] مصر اور اسپندوس کے درمیان تعلقات، Ath. ۴، ۴۴، ۱۲۔
[۹] پفلاگونیہ۔ رائناش: "متعدد آتیس"، ۸، ۲؛ ریمزے As. M. ۱۹۱؛ ایضاً ۲۸، اسنوف کے لئے۔

اسیوف تھا جس کا اندرون ملک سے ضرور کسی نہ کسی قسم کا تعلق ہو گا۔ باب۱۲
پفلاگونیہ سے زیادہ اہم اُسکے جنوب و مشرق میں مُلک کاپادوسیہ
واقع تھا جس میں بالائی ہالیس، پیراموس اور سارڈس کا بالائی حصہ اور
کوہ آتش فشاں ارگائیوس کے قرب و جوار کا علاقہ شامل تھا[۱۰]۔ اس کا
قدیم ترین تاریخی حکمراں اریار اتھیس اول تھا جسے ۳۲۲ ق م میں پرڈکاس
نے صلیب پر چڑھایا۔ یہ ملک کچھ مدت کے لئے یومنیس والی کارڈیہ
کے اور اس کے بعد انتی گونوس کے قبضے میں رہا، جسکے بعد اریار اتھیس
اول کا بیٹا اریار اتھیس دوم تخت نشین ہوا۔ اس کے بعد اریار امنیس
(تقریباً ۲۸۰ تا ۲۳۰ ق م) اور اریار اتھیس سوم (تقریباً ۲۳۰ تا ۲۲۰ ق م) ملک
کے بادشاہ بنے اور موخر الذکر نے انطاکوس دوم کی ایک بیٹی استراتونیس
سے شادی کی۔ واضح ہو کہ اس استراتونیس کی بہن متھرادا تیس شاہ
افستین کی ملکہ بنی، اور جہاں استراتونیس کو غالباً کاتادنیہ کا علاقہ جہیز کے
طور پر ملا وہاں اس کی بہن کو افروجیہ عظمیٰ دیا گیا۔ ہم اس سے واقف ہیں کہ

---

۱۰ کاپادوسیہ۔ رائناش: "تین سلطنتیں" ۱ تا ۸؛ نیز متھرادا تیس" کے مختلف
پارے۔ رائناش اول الذکر کتاب کے صفحہ ۵ اور دوم الذکر کے صفحہ ۹ پر اس
سے پہلے کی کتابوں کے اقتباس دیتا ہے۔

دیودوروس ۳۱، ۱۹ کے مطابق قدیم کاپادوسی بادشاہوں کا ایک سلسلہ
تھا، جن میں سے پہلا بادشاہ فرناسیس کورش کے باپ کیکاؤس کی بہن کو بیاہا
تھا۔ لیکن یہ درست نہیں معلوم ہوتا؛ دیکھو "تین سلطنتیں" ۱۰، وغیرہ۔

بلا شبہہ استراتونیس کو کاتادنیہ جہیز میں ملا تھا؛ "تین سلطنتیں" ۱۸، جہاں
رائناش استرابو ۱۲، ۴۳۵ کا اتباع کرتا ہے۔ اسی کتاب کی تصویر ۱، ۷ میں اریار اتھیس
کے ایک سکے کی شبیہہ ہے جو لیزی ماخوس اور فلاتیروس کے سکوں کی نقل معلوم
ہوتی ہے؛ اس کے ایک طرف جو پالاس ہے اس سے غالباً مراد ماآدیبی سے ہو گی
اس نقل سے مقدونوی استراتونیس کے اثر کا پتا چلتا ہے۔

باب ۱۳

زمانۂ مابعد میں کاتادوکیہ پر کاپادوسیہ کا قبضہ تھا، چنانچہ یہ بالکل ممکن ہے کہ جہیز دراصل موجودہ صورت حال کو تسلیم کرنے پر مشتمل ہوگا۔ اسکے برعکس دوسری صدی ق م میں افشین کے حکمرانوں کے پاس افروجیۂ عظمیٰ زیادہ سے زیادہ صرف دوسال کے لئے رہا، چنانچہ غالبًا جہیز سے مراد یہ تھی کہ داماد کو اجازت دیجائے یا دعوت دیجائے کہ اُس ملک پر قبضہ کرے، اور چونکہ افشین اور افروجیۂ عظمیٰ کے مابین غالطیہ کا ملک حائل تھا اس لئے اُس پر قبضہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اریارتھیس سوم کا جانشین اریارتھیس چہارم مشرق کے حکمرانوں میں پہلا تھا جس نے یوسے بیس (متقی) کا منکسرانہ خطاب اختیار کیا۔ ہم اسکی طرف بعد میں متوجہ ہوں گے۔ ابتداء میں لفظ کت پتوکا سے مراد تمام تیسرے ایرانی صوبے سے تھی، لیکن بعد میں اس سے اس صوبے کی مشرقی سمت سے مراد لی جانے لگی اور آخر میں یہ لفظ اس حصے کے صرف وسطی حصے پر منطبق ہونے لگا۔ ان تنگ معنیٰ میں کاپادوسیہ سے مطلب سطح مرتفع سے ہے جس کا گرما نہایت گرم اور سرما نہایت سرد ہوتا ہے اور جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں اس حصے میں شہر نہیں بلکہ گاؤں پھیلے ہوئے تھے اور اُس کے باشندوں کا پیشہ شبانی تھا۔ ان کے سب سے بڑے معبود کی پوجا جسے یونانی زیوس کہتے تھے، وینا سا کے بت خانے میں ہوتی تھی جو موری مینے کے صوبے میں تیانہ کے قریب منبع اسبامہ پر واقع تھا؛ اس کے علاوہ ایک دوسرے دیسی معبود کو یونانی اپولو بتاتے تھے، اور ما نامی معبودہ کا جائے قیام دریائے ساروس پر شہر کومانا میں تھا۔

اب ہم پونتوس یا افشین آتے ہیں جس کا اصلی نام "کاپادوسیہ بہ ساحل افشین" ہونا چاہئے۔ یہ ملک اس زنجیرۂ کوہی کے شمال میں واقع ہے جو ہالیس کے مشرق میں پھیلا ہوا ہے اور وسطی سطح مرتفع کو ساحل سے جدا کرتا

باب ۲۱

ہے[۱۱]۔ جتنا یہ حدب خشک اور بعض جگہ بنجر ہے اتنا ہی ساحلی علاقہ سیراب اور پیداوار میں ممتاز ہے۔ اس کا خاص دریا ایرس ہے، اور یہ ایشیائے کوچک کے دوسرے دریاؤں کی طرح پہلے مشرق سے مغرب کی طرف بہتا ہے اور پھر شمال کی طرف مڑ جاتا ہے۔ اس کے مشرقی کنارے پر دریائے لیکوس اس سے مل جاتا ہے، اور ان دونوں کی وجہ سے دو نفیس متوازی وادیاں پیدا ہوتی ہیں جو مل کر ایک وادی بن جاتی ہیں جس کا رخ شمال کی طرف ہے۔ ایرس کے دہانے کے مشرق میں ایک تیسری وادی دریائے تھرمودون کی ہے جو امیزنوں کا روایتی مسکن تھا۔ اس کے مشرق کی طرف زنجیرۂ پریادریس ہے، اور یہ ساحل کے اتنے قریب آتا ہے کہ کسی دوسرے دریا کے لئے گویا جگہ ہی نہیں چھوڑتا؛ تاہم یہ ساحل بھی (جو ضلع طرابزون

---

[۱۱] پونتوس یا افتیس۔ دیکھو رائناش کی تصانیف۔ اپنی کتاب "متھراداتیس" (پیرس ۱۸۹۰ء) میں وہ اس سے پہلی کتابوں کے اقتباس دیتا ہے۔ ابتدائی متھراداتیس کے لئے مقابلہ کرو رائناش: "تین سلطنتیں" ۱۵۸؛ "متھراداتیس" ۵۔ لیکن ان حکمرانوں کا نہ تو حسب نسب متعین ہے نہ سنوی تسلسل؛ میں نے رائناش کا اتباع کیا ہے۔ اریوبارزان وہی حکمراں ہے جس کا ذکر اسی کتاب کی جلد ۳، باب ۲۱ میں کیا گیا ہے۔ یوستی نوس ۳۸، ۵ کے مطابق متھراداتیس دوم کو سلیوکوس کالی نی کوس نے افروجیہ اپنی بیٹی کے جہیز میں دی۔ اس سے پہلے وہ ہیئے راکس کا حلیف تھا، اور جب اس سے افروجیہ کا وعدہ کیا گیا تو وہ بے کھٹکے افروجیہ کے دشمن سے جا ملا۔ شائد افروجیہ ایپک تے توس زیر بحث ہو گا؛ دیکھو اوپر حاشیہ ۵۔ بظاہر خود سلیوکوس کا اس ملک پر قبضہ نہیں تھا، اور شائد اسی لئے اس نے اس ملک کو تحفۃً دیا ہو گا۔ حقیقت یہ ہے کہ متھراداتیس کبھی اس پر قبضہ نہیں کر سکا۔

متھراداتیس اور اسوف؛ پولی بیوس ۴، ۵۶۔

پیوسانیاس ۵، ۹ کے مطابق ۲۲۷ ق م کے قریب ایشیا میں لیسایناس، ادیمیی خوس اور لمنایاس ایشیا میں "مصروف" تھے؛ دیکھو نیچے، باب ۲۹۔

باب ۱۳ سمجھنا چاہئے) اچھی طرح سے سیراب اور زرخیز ہے۔ سنہ ۳۰۲ ق م میں
ایک نوجوان ایرانی نبیل مسمی متھراداتیس، جسے انتی گونوس قتل کر دینا
چاہتا تھا، بھاگ نکلا اور یہاں آکر پناہ لی۔ یہ متھراداتیس کیوس کا باشندہ
تھا جس پر اُس کے آبا و اجداد کا قبضہ رہا تھا۔ اس کا جدّ اعلیٰ پہلا
متھراداتیس تھا جس کا ہمیں علم ہے؛ اس کا دادا مہی اریوبارزان ہے
جس نے چوتھی صدی ق م میں تاریخ میں اپنا نام پیدا کیا؛ اس کے باپ
کا نام بھی متھراداتیس تھا۔ اس دوسرے متھراداتیس نے انتی گونوس
کو ناراض کر دیا، چنانچہ اُسے سزائے موت بھگتنی پڑی۔ باپ کی طرح
بیٹے کے خلاف بھی اسی سزا کا حکم لگایا گیا لیکن اُسے اُس کے دوست
دیمتریوس پولیورکی تیس نے بچا لیا۔ دیمتریوس نے متھراداتیس سے
وعدہ کیا تھا کہ اُس کے لئے جو کچھ تجویز ہو گا اس سے اُسے مطلع کر دیگا
چنانچہ اُس نے بالوپر الفاظ "اڑ جا متھراداتیس" لکھ دیئے۔ الغرض
اُس نے افشیین کا رخ کیا، اور یہاں پہلے تو ڈاکوؤں کا سردار بنا اور
آخرکار سنہ ۲۸۰ ق م کے قریب اُس نے اپنی بادشاہت کا اعلان کر دیا۔
اس کی راجدھانی میں پفلاگونیہ کا ایک حصہ اور افشیین والا کاپادوسیہ
شامل تھا۔ اس نے تقریباً سنہ ۲۶۶ ق م تک حکومت کی۔ اور اسکے بعد
اس کا بیٹا اریوبازان سنہ ۲۵۰ ق م یا سنہ ۲۴۶ ق م تک تخت پر بیٹھا رہا،
اس کے بعد متھراداتیس دوم بادشاہ بنا۔ یہ وہی متھراداتیس تھا جس
نے انطاکوس ہئیراکس کو سنہ ۲۴۱ ق م کے قریب غالطیوں کی ایک
فوج سے جنگ انگورہ کے موقع پر مدد دی مگر اس کے بعد وہ سلیوکوس
کی طرف چلا گیا جس کے معاوضے میں اُسے استراتونیس دلھن اور
افرو جیہ عظمیٰ جہیز ملا۔ متھراداتیس نے اپنی ایک بیٹی کا نکاح اکائیوس کے
ساتھ، دوسری کا انطاکوس سوم کے ساتھ کیا اور اس طرح فریقین
کے ساتھ اچھے تعلقات قائم کر لئے۔ سنہ ۲۲۰ ق م میں اس نے
اسنوف پر حملہ کیا، لیکن اسنوف نے رھوڈز سے مدد طلب کی جس پر

باب ۱۳ رھوڈزیوں نے اسنوفیوں کو ایک لاکھ چالیس ہزار درہم (۲۳ ½ تالنت) اسلحۂ جنگ خریدنے کے لئے تحفۃً دیئے۔ ابھی اسکا وقت نہیں آیا تھا کہ شاہان افثین اس قدیم ملطی نوآبادی پر قبضہ کرلیں۔

اب ہم ایشیائے کوچک کے ہر ملک سے دوچار ہو چکے ہیں اور دیکھ چکے ہیں کہ اس کا شمالی حصہ غالوی آبادکاروں کی وجہ سے اور جنوب صحرا کی وجہ سے ناقابل گذر تھا۔ لیکن اس صحرا کے کنارے پر سلیوکیوں نے قلعبند شہروں کے ذریعے سے ایک شاہراہ قائم کردی تھی جس کی وجہ سے بڑی بھاری محنت کرکے ایونیہ اور کاریہ میں تھوڑا بہت کام کرسکتے تھے، لیکن چونکہ ان کے پاس بیڑا نہیں تھا اس لئے زیادہ کرنا ان کے امکان میں نہیں تھا؛ اُدھر قریب قریب تمام فنیقیہ مصریوں کے قبضے میں تھا۔

یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس خاندان کے اکثر اراکین مستعدی میں کسی سے کم نہ تھے۔ سب سے پہلے حکمران انطاکوس سوتر کا عہد نہایت جوش آفرین تھا۔ جہاں غالویوں کے خلاف جانبازیوں کی وجہ سے اُس نے اپنے آپ کو "سوتر" ("نجات دہندہ") کے خطاب کا مستحق ثابت کیا تھا تو دوسری جانب اپنی موت سے ذرا پہلے یومنیس شاہ پرگامم کے ہاتھوں اُسے نیچا دیکھنا پڑا تھا۔ اسے مشرقی ممالک کے ساتھ جو دلچسپی تھی وہ اس لیے ظاہر ہوتی ہے کہ اُسنے شہر خراسان کے چاروں طرف ایک فصیل تعمیر کی[۹۱۲] اور ہندوستانی بادشاہ، مہاراجہ امترا گھاٹ ولد مہاراجہ چندر گپت کے ساتھ تعلقات

---

۹۱۲ خراسان کے چاروں طرف۔ ویلواز باب ۹ حاشیہ ۵۔ انطاکوس اول و دوم کے سکے؛ باب ۹ حاشیہ ۴؛ سلیوکوس دوم کے سکے وغیرہ، باب ۱۰، حاشیہ ۲۔

باب ۱۳ قائم کئے۔ لیکن ایک ایسا بادشاہ جو سوریہ یا بابلستان میں رہتا ہو ایونیہ یا خراسان میں اپنا مستقل اثر کیسے قائم رکھ سکتا ہے جب ایونیہ جانے کے لئے اُسے ایک نیم محفوظ سڑک پر ہو کر گزرنا پڑتا ہو اور خراسان جانے کے لئے ایرانی میدان کے کنارے پر سے صرف ایک تنگ راستہ ہو، خاصکر جب یہ میدان ایشیائے کوچک کے اس میدان سے جس پر ہو کر سکندر گیا تھا، کہیں زیادہ ناقص تھی۔ انطاکوس دوم "تھیوس" (۲۶۱ تا ۲۴۶ ق م) کے زمانے میں مشکلات المضاعف ہوگئیں۔ پہلے تو مصر سے جھگڑا کرنا پڑا، پھر ایشیائے کوچک کا اختلال جاری رہا، اور آخر میں مشرق اقصیٰ ہاتھ سے نکل گیا، اور یہ سب اس وقت جب بادشاہ نے اپنی بیوی یعنی لاؤدیس اور بیرے نیس سے جو سلوک کیا اس سے اس کی عدم استقامت کا پتا چلتا ہے۔ ابتدا میں انطاکوس دوم نے ہندوستان کے ساتھ قدیم تعلقات قائم رکھے۔ مگدھ کے تخت پر امترا گھاٹ کی جگہ اشوک بیٹھا جو بودھ مت کا پیرو ہو جانے کی وجہ سے تاریخ ہند میں ایک نہایت ممتاز رتبہ رکھتا ہے۔ لیکن جب انطاکوس کا کوئی علاقہ ایسا نہ تھا جو ہندوستان کے محاذ میں ہو اور جب اس کا اس تنگ راستے پر بھی کسی قسم کا قابو نہیں رہا تھا جس سے اُس کے سپاہی مشرق پہنچ سکتے، تو پھر ہندوستان کی سلطنت سے کسی قسم کے دوستانہ تعلقات بالکل بیکار تھے۔ ہم باب ۹ میں کہہ چکے ہیں کہ اس بادشاہ کے عہد حکومت کے آخری زمانے میں دو سلطنتوں یعنی باختر اور پارتھیا کے قیام کی وجہ سے یہ صوبے اور راستے اس سے علیحدہ ہو گئے تھے، اس لئے کہ ان میں سے اول الذکر نے تو سلیوکیوں سے اُن کے باقی ماندہ مشرقی مقبوضات پر قبضہ حاصل کر لیا اور ثانی الذکر اُس راستے پر قابض ہو گئی جس کے ذریعے سے سلیوکی وہاں پہنچ سکتے تھے۔ الغرض ۲۴۰ ق م سے ۲۲۰ ق م تک مشرق اور مغرب دونوں میں سلیوکیوں کی حالت نہایت زبوں تھی، اور

باب ۱۳ ایران و ایشیائے کوچک دونوں میں تقریباً ہر ملک جو بیکار غیر مزروعہ میدان نہیں تھا وہ دشمنوں کے قبضے میں پہنچ گیا تھا۔ تاہم اس وقت بھی اُن کے پاس مغرب میں کلیکیہ اور مشرق میں پرسس (لارستان) کا میدان تھا، اور نہ صرف یہ کہ یہ ممالک نہایت قیمتی تھے بلکہ یہاں سے دور دراز ملکوں میں مہین لے جائی جا سکتی تھیں۔ الغرض سلیوکی سلطنت میں یوروپیت اور ایشیائیت دونوں پائی جاتی تھیں۔ ایشیائیت اسلئے کہ اس کے دعاوی بڑے بڑے تھے لیکن اُس کی حدود تنگ تھیں اور یوروپیت اس لئے کہ اُس کا مرکز سلیوکس دراصل یونانی بلدیات کا ایک مجموعہ تھا، اور یہی اُس کی قوت و اقتدار کی بنیاد تھی۔ اُنکی حیثیت مشرق میں نہایت ناقص تھی لیکن مغرب میں بھی کچھ اچھی نہ تھی۔

مشرق میں دیودوتوس صوبہ دار باختر نے تقریباً ۲۵۰ق م میں علم بغاوت بلند کردیا اور سغدین و خراسان اس سے مل گئے تھے ۱۳۵ ان واقعات سے متاثر ہوکر اور پارنی قبیلے کے دو سردار دل یعنی ارشک و متری داتیس نے جو آپس میں بھائی بھائی تھے، اپنی آزادی کا اعلان کردیا اور مغرب کی طرف چل دئے۔ یہی دو بھائی جدید سلطنت پارتھیا

۱۳۵ سلطنت باختر، ا، فون سالیٹ: "جانشینان سکندر باختر و ہندوستان میں"

A. V. Sallet : Die Nachfolgar Alexanders in Baktrien und Indien.

جریدۂ مسکوکیات Zeitschr. f. Num ۱۸۷۹ء؛ فون گٹشمٹ:

"تاریخ ایران" V. Gulschimdt:Geschichte Irans ۲۸، ۵۱، ۶۲۳ (چینی ماخذ سے)۔ سکوں کیلئے علاوہ فون سالیٹ کے دیکھو ہیڈ ا، ۷ وغیرہ؛ گارڈنر: "فہرست سکہ جات نوادر خانۂ برطانیہ" ۱۸۸۶ء۔ کننگھم کے مضامین "اخبار مسکوکیات" Num. Chro. خصوصاً ۱۸۶۸ء بی ۱، ۱۷؛ دروئین: "سنویت و مسکوکیات شاہان ہند و اسکیتی" "جریدۂ مسکوکیات

E. Drouin : chronol. et Num des rois indoseythes, Rev. Num. 1888.

مقابلہ کرو نیز گارڈنر: "ابواب جدید" صفحہ ۴۳۴۔

باب ۱۳ کے بانی تھے۔[۱۴۱] پارتھی روایت کے بموجب انھوں نے سلیوکی صوبہ دار پارتھیا کو قتل کردیا اور سنہ ۲۵۰ ق م ہی میں ارشک نے اپنی بادشاہی کا اعلان کردیا؛ داقعاً بھی سنہ ۲۴۸ ق م میں سنہ ارشکی کا آغاز ہوتا ہے۔ ہم باب ۱۰ میں دیکھ چکے ہیں کہ کالی نی کوس نے اپنی شکست کو تسلیم نہیں کیا تھا بلکہ مشرق اور مغرب دونوں میں جنگ جاری رکھنے کی جی میں ٹھان لی تھی، لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ ارشک نے اپنی سلطنت کو منظم کرکے شہنشاہ کا لقب اختیار کیا۔ اس نے سنہ ۲۱۱ ق م میں وفات پائی اور اپنی موت کے بعد اپنے مُلک میں اُس کی بہت کچھ عزت و وقعت کی گئی۔

پارنی، جن کا نام بدل کر پارتھی پڑگیا، ایرانیوں کے قریب کے عزیز تھے۔ وہ تیر کمان لے کر گھوڑے پر سوار لڑتے تھے اور کبھی حملہ کرتے تھے کبھی بظاہر بھاگتے نظر آتے تھے۔ مفتوحہ مُلک میں ان کی اعیانیت کی تعداد نہایت قلیل تھی، اور جس فوج نے انٹونی کا مقابلہ کیا اس کے پچاس ہزار سپاہیوں میں صرف ۴۰۰ آزاد تھے۔ ان کا مذہب ایرانی تھا، لیکن اُس کے بادشاہ یونانی تمدن کی قدر کرتے تھے اور اپنے سکوں پر اپنے آپ کو یونانی حروف میں "یونان دوست" کا لقب دیتے تھے۔

ان سے بھی زیادہ یونانیت لئے ہوئے سلطنت باختر کی حکومت تھی، جس کی تاریخ باب ۱۹ میں بیان کی جائے گی۔

سلیوکی فرماں رواؤں نے تو اپنی مستعدی مدت دراز تک جاری رکھی لیکن مصری فرماں رواؤں کی بابت سنہ ۲۲۰ ق م سے پہلے یہ حکم نہیں لگایا جاسکتا اور جیسا جیسا زمانہ گزرتا گیا حالت بد سے بدتر ہی

[۱۴۱] پارتھی۔ مقابلہ کرو شپیگل "قدیمیات ایران" Spiegel ; Eranische Alterthumsk. جلد ۳۔ اس موضوع پر فصل "کلیس کا مضمون پارتھی" جلد ۵ میں، اور فون گٹشمڈ۔

باب ۲۱

ہوتی گئی۔[۱۵۱] دُنیا کے اس حصے میں شاہی حوصلہ مندیوں اور آرزوؤں کا خاتمہ بطلیموس چہارم کے ساتھ ہوجاتا ہے۔ بطلیموس فلادیلفوس کا بیان باب ۹ میں دیا جاچکا ہے۔ اس کی ممتاز صفت دوراندیشی تھی اور اُس کا وقت زیادہ تر تدبیر میں صرف ہوتا تھا۔ روما اور قرطاجنہ دونوں کے ساتھ اُس کے تعلقات عمدہ تھے اور اُس نے دونوں میں سے ایک کے ساتھ بھی دشمنی مول نہیں لی۔ اسے علوم وفنون سے، جو کسی دربار کے لئے بھی باعث فخر ہوتے ہیں، خاص شغف تھا؛ وہ نئے شاہی خاندانوں کی دوسری پیڑھی کا صحیح قائم مقام تھا اور اسے اپنے پیش روؤں کے کارناموں سے محظوظ ہونے میں اسی طرح لطف آتا تھا جیسے حضرت داؤدؑ کے بعد حضرت سلیمانؑ کو۔ گیلون کے بعد ہیئرون اور کیپ سی لوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ "تاریخ ایران" صفحہ ۲۸ وغیرہ؛ موم سین: "تاریخ روما"، Mommsen: R. G. ۵، ۱۴۴۔ ہیڈ ۱۶۱/۶۹۶ میں جو سکے ہیں اُن کا بیان گارڈنر کی کتاب "سکہ جات پارتھیا"، لندن ۱۸۷۷ء پر مبنی ہے؛ پ۔ گارڈنر: "ابواب جدید" ۵۳۴۔ ایک حکمران اندراغورس کا سکہ (سنہ ۲۵۰ ق م سے پہلے) قابل لحاظ ہے؛ ہیڈ، ۶۹۱؛ پ۔ گارڈنر: "انواع" تصویر ۱۴، ۲۔

بابلی تحقیقوں سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ارشکی کا آغاز ۲۴۷ ق م میں ہوا؛ دیکھو شٹراس میر کا مضمون "جریدۂ اشوریات" Strassmeier: Zeitschr. F. Assyriologie ۳، ۲ (۱۸۹۲ء) میں۔

[۱۵۱] مصر۔ دیکھو کلیس کا مضمون بطالسہ پر پاؤلی میں؛ کلیس فلادیلفوس کا مقابلہ لورینزو دی میڈیچی سے مقابلہ کرنے میں حق بجانب ہے۔ سفائروس کے متعلق سنوی مشکلات؛ زوسے میل، ۱، ۳، ۷، ۴، ۷۔ ریول: "خزانۂ بطلیموس دوم" Ruehl: Der Schatz Ptol. II. N. Jahrl. ۱۸۷۹ء۔ بطلیموس ۴ کیلئے دیکھو مہافی: "سلطنت" ۲۴۳-۲۸۸ ق م؛ اسکی رائے ہے کہ یہ بادشاہ خارجی معاملات میں خاص دلچسپی لیتا تھا۔ اس کے تعلقات یہودیوں کے ساتھ؛ دیکھو ایضاً ۲۶۷ وغیرہ۔

باب۱۳ کے بعد یری اندر کو؛ اور طرز عمل اور خصائص دونوں میں اس کا لورنیتزو "ذی شان" کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ وہ جغرافیہ اور موالید ثلاثہ میں خاص طور پر دلچسپی لیتا تھا، چنانچہ اُس نے افریقی ہاتھیوں کو پکڑوایا اور عربستان و ہندوستان کو وہاں کے حالات دریافت کرنے کے لئے مہمیں روانہ کیں۔ جب کبھی لوگ اُس کے محل میں مختلف اقلیموں کے عجائبات دیکھنے کے لئے آتے تھے تو وہ بغایت محظوظ ہوتا تھا۔ میں نے اُس کے دربار کے علماء و شعراء کا تذکرہ چودھویں اور بیسویں باب میں کیا ہے۔ وہ خود مشائی فلسفی استراتون کا شاگرد تھا۔ لیکن اُسے وہ اطمینان قلبی حاصل نہیں ہوتا تھا جس کا وہ خواہاں تھا۔ ایک مرتبہ اُس نے اپنے محل کی کھڑکیوں میں سے دیکھا کہ کچھ غریب مصری دریا کے کنارے ریت پر بیٹھے ہوئے اپنا غریبانہ کھانا کھا رہے ہیں، تو وہ بول اُٹھا کہ کاشکہ میں بھی ان ہی میں سے ہوتا۔ لیکن باوجود اس قسم کے جذبات کے اُس نے کوشش کی کہ کسی طرح ابدی زندگی کا راز دریافت کرے۔ حضرت سلیمانؑ کی طرح فلادیلفوس نے نہایت افسوس کے ساتھ یہ معلوم کیا کہ عیش پرست کو صرف ایک ہی چیز حاصل ہو سکتی ہے اور وہ تفاخر ہے۔

اس کا بیٹا بطلیموس یوئرگی تیس اپنے باپ سے مختلف تھا اور اس سے زیادہ مستعد تھا۔ جنگ کا عاشق تھا اور میدان میں اُس کے کارنامے نہایت درخشاں ثابت ہوتے تھے۔ اس کے باپ کے زمانے میں جو رتبہ ارسی نوئے کا تھا وہی اب بیرے نیس کو حاصل تھا اور موخر الذکر اپنے پیشرو سے کہیں بہتر تھی۔

پہلے تین بطالسہ میں سے ہر ایک اپنے اپنے طور پر قابل افراد تھے، پہلا بطور ایک سپاہی اور مدبر کے، دوسرا میدان تدبر میں اور تیسرا میدان جنگ میں؛ لیکن چوتھا بطلیموس عرف "فلوپاتر" ("پدر پسند") نہ سپاہی ہی تھا نہ مدبر۔ یہاں اس پر اس لئے بحث کرتا ہوں کہ دکھاؤں کہ اسکی تخت نشینی کے بعد مصر کی حالت میں زوال آنا لازمی تھا اس لئے کہ مصر

ایسا ملک تھا جس میں ترقی اور تنزل کا دار و مدار بادشاہ کی ذات پر تھا۔ باب۳۱
فلو پاتر بد، کمینہ اور عیاش تھا، اور اپنے ہمنشینوں اور درباریوں کے
ساتھ، جنھیں گیلو پاست (" خندہ پسند ") کہتے تھے اور جن میں مرد اور
عورتیں دونوں شامل تھے وہ عیش و عشرت میں سرشار رہتا تھا اور
نہ صرف اپنے محلات میں بلکہ بعض مرتبہ اسکندریہ کی سڑکوں تک میں
باکھوس کا بھیس بدل، ڈفلی ہاتھ میں نکل جاتا تھا۔ اُس نے اپنے بھائی
ہی کو نہیں بلکہ اپنی ماں بیرے نیس کو بھی جان سے مروا ڈالا، اور اپنے
ہر کام میں اُس کی لگام اُس کے وزیر سوسی بیوس، ایک شخص اگا تھوکلیس،
اُس کی بہن اگا تھوکلیہ اور ان دونوں کی ماں کے ہاتھ میں تھی، اور یہ سب
کے سب اول درجے کے بدکار اور قابل نفرت بدمعاش تھے بہت سوں
کے نزدیک یہ بھی اچھا تھا کہ فلو پاتر شاعر تھا اور اُس نے ایک درد یہ
ادونس نامی لکھا جس پر اُس کے درباری اگا تھوکلیس نے اپنا فرض ادا کر کے
ایک تفسیر لکھی۔ ساتھ ہی اُس نے قدیم شعرا کی عزت بھی کی؛ ہومر کے
لئے اُس نے ایک معبد قائم کیا جس میں اس شاعر کے مجسمے کے چاروں
طرف اُن سات شہروں کے مجسمے تھے جو اُسے اپنا شہری تصور کرتے
تھے۔ وہ علما و فضلا کے سامنے دقیق لسانیاتی مسائل پیش کر کے نہایت
محظوظ ہوتا تھا، اور واقعہ یہ ہے کہ یہ لوگ اُس کے درباری مسخروں کے
مماثل تھے۔ وہ چاہتا تھا کہ رواقی فلسفی کلیا نتھیس کو بھی اپنے درباریوں
میں شامل کرے، اور جب اُس نے اور کری سی پوس دونوں نے انکار
کر دیا تو اُس نے صرف سفائروس کو بلانے پر قناعت کی جو کلیومنیس
کے ساتھ رہکر شاہی دربار داری کے اُصول سے واقف ہو گیا تھا،
لیکن ظاہر ہے کہ اس فلسفی نے کلیومنیس اور فلو پاتر کے درمیان جو فرق
تھا اُسے بہت جلد بھانپ لیا ہوگا۔

ان سب حکمرانوں نے مصری بیت خانوں کو وسعت دی اور
اُن کی زینت میں اضافہ کیا، چنانچہ ان پر ان کے نام آج تک کُھدے

باب ۱۳

ہوئے ہیں۔

ایشیا میں مصری اثر کا پتہ شہروں کے ناموں سے لگتا تھا۔ فنیقی شہر آکے کو مدت دراز تک بطلیمائس کہتے تھے اور اسی نام کا ایک دوسرا شہر پمفیلیہ میں بھی تھا۔ کیلیے سوریہ اور کلیکیہ میں ایک ایک ارسی نوئے اور کلیکیہ میں ایک بیرے نیس ملتا ہے، اور لیکیہ میں جو پتارا تھا اس کا نام فلادیلفوس نے بدل کر ارسی نوئے رکھدیا۔ کیلیے سوریہ اور فنیقیہ دونوں زمانۂ دراز تک مصریوں کے قبضے میں تھے، اور مغربی کلیکیہ اور پمفیلیہ پر مصر کا بہت کچھ اثر تھا اور لیکیہ بھی ان کے اثر سے باہر نہیں تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ لیکیہ کے شمال میں بطالسہ نے کوئی جدید شہر تعمیر نہیں کیا، اور اس سے میری اوپر والی رائے کی تائید ہوتی ہے کہ باقی ماندہ ایشیائے کوچک میں مستقل مصری حکومت کا ذکر ہی نہیں، بلکہ یہاں صرف چند ہی مقامات بطالسہ کے قبضے یا حمایت میں تھے [۱۷]

---

[۱۷] مصری مذہب اور فنون لطیفہ میں پہلے چار بطالسہ کی دلچسپی: بطلیموس اول۔ لکسر کے بت خانے کے حرم کی سکندر دوم کے نام سے تجدید کرتا ہے؛ بیڈیکر ۲، ۱۳۰؛ کارنک کی مرمت ایضاً ۲، ۱۵۱، ۱۵۳؛ یہ دونوں رامعبود کے نام پر معنون تھے۔ قاہرہ کے نوادر خانے میں جانشینان سکندر کی لوح (ایضاً ۱، ۸ ۳۱) جسکا اوپر باب ۵، حاشیہ ۱۳ میں ذکر کیا گیا ہے دراصل اسی نے تیار کرائی تھی۔

بطلیموس دوم۔ مفصلۂ ذیل اشیاء اسی کی بنائی ہوئی ہیں:۔ کوپتوس کے قریب قوس (اپولنوپولس پاروا) میں پتھر (ایضاً ۲، ۱۳۱)؛ کارنک میں جنگی معبود منتو کا دروازہ (ایضاً ۲، ۱۶۱)؛ ایسس کا بت خانہ فیلائے میں، جہاں اسے ایسیس کو تحفہ تحائف نذر کرتا ہوا دکھایا گیا ہے (ایضاً ۲، ۳۲۴، ۳۲۵)۔

بطلیموس سوم۔ کارنک میں ایک دروازہ تعمیر کرتا ہے جہاں وہ تھبز کے معبود خینسو کے سامنے قربانی کرتا نظر آتا ہے۔ (ایضاً ۲، ۱۳۱ (مقابلہ کرو ۱، ۱۵۲)؛

باب ۱۳

میں اس باب کو ۲۲۱ ق م میں دُنیائے یونان کی جو سیاسی حالت تھی اُس کے مختصر بیان پر ختم کردوں گا - اُس زمانے میں اُن مملکتوں کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - کارنک میں مینتو کے بت خانے کی تعمیر کو جاری رکھتا ہے؛ ایرفو میں ہوروس کے بت خانے کی ابتدا کرتا ہے (ایضاً ۲، ۲۷۴، ۲۷) اور اسطرح مصر کے اعلیٰ ترین اور محفوظ ترین عمارت کا بانی بن جاتا ہے؛ (کتبۂ بیڈیکر، ۲۷۰) سینے میں ایک چھوٹا سا مندر بناتا ہے' (ایضاً ۲، ۳۰۵)؛ ثالوث تھبز را، متھ، چنسو کا بتخانہ الشرج نامی نخلستان میں۔

بطلیموس چہارم۔ اس کا نام کارنک کے بڑے چھتے دار صحن میں مندرج ہے (۲، ۱۳۵)؛ کارنک کے بت خانے کو وسیع کرتا ہے (۲، ۱۶۱)؛ تھبز کے مغربی کنارے پر دیرالمدینہ میں ہاتھور کے بت خانے کی بنیاد ڈالتا ہے، (۲، ۲۱۱)؛ اپنے باپ کے تعمیر کردہ ایدفو کے بت خانے اور سینے کے چھوٹے سے بتکدے میں اضافہ کرتا ہے (۲، ۲۷۴، ۳۰۵)' اور اسی طرح سینے کے جنوب میں پسیلخس (داکے) کے بت خانے میں توسیع کرتا ہے۔ مقابلہ کرو مہافی؛ "سلطنت" ۲۷۲؛ بطلیموس چہارم کے زمانے میں بطلیموسی اثر جنوب تک پہنچتا ہے اور اسطرح پہلے سے کہیں زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ یہ "پدر پسند" "مہربان" کے خطاب سے اپنے اجداد کی تعریف و توصیف کرتا ہے لیکن اپنی ماں کو قتل کرا دیتا ہے۔

بطلیمائس؛ آکے؛ ہیڈ، ۶۷۲؛ پاؤلی ۶، ۱، ۱۳۴۳؛ بیڈیکر؛ "فلسطین" ۲۳۵۔

بطلیمائس بملک پمفیلیہ؛ پاؤلی؛ ہیڈ، ۵۸۸۔

ارسی نوئے کیلیے سوریہ میں؛ پاؤلی ۱، ۲، ۱۲۷۶، نشان ۱۷۔

ارسی نوئے کلیکیہ میں؛ پاؤلی، ایضاً نمبر ۱۲۔ اسے اب مرسن کہتے ہیں اور ۱۸۹۱ء میں ہیبرڈے اور ولہلم یہاں پہنچے تھے۔

بیرے نیس کلیکیہ میں؛ پاؤلی ۱، ۲، ۲۳۵۲۔

تیار ارسی نوئے؛ مرادے، ۳۴۔

فلادیلفیہ کے لئے دیکھو اوپر باب ۹، حاشیہ ۲۔

باب ۱۳

جو عام طور پر سیاسی اعتبار سے اہم تھیں دو قسمیں تھیں، ایک تو جنگ پسند اور دوسرے امن پسند۔ ہمارے پاس کوئی ایسے نوشتے نہیں ہیں جن سے معلوم ہو کہ امن پسند دول کا ایک معاقدہ قائم ہوا تھا، لیکن ہم مختلف واقعات سے یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ ایسے معاقدے کا وجود ضرور تھا، اور ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ اسے جنگجو دستوں، یعنی مقدونیہ و سوریہ کا مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ ان دونوں ملکوں میں دو حوصلہ مند حکمراں یعنی فیلقوس و انطاکوس تخت پر نظر آتے ہیں اور یہ ایک دوسرے کو اچھی طرح پہچان کر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں لیکن چونکہ دونوں میں سے ایک بھی دور اندیش نہیں اور وقتی فائدے کے حصول میں منہمک ہیں اس لئے ایک دوسرے کی کافی مدد نہیں کر سکتے۔ دونوں مملکتوں کا دارومدار فوج پر ہے اور دونوں بحری سلطنتیں بننے کے خواہاں ہیں۔ اول درجے کی مملکتوں میں جو امن پسند ہیں ان میں مصر شامل ہے۔ اس کی مزید توسیع سلطنت کی آرزو باقی نہیں اس لئے کہ وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ اُسے جتنا بڑھنا تھا بڑھ چکا، لیکن چونکہ جو کچھ اُس کے قبضے میں ہے اسے وہ رکھنا چاہتا ہے اس لئے وہ ایک عمدہ فوج اور بیڑے کو بہت کچھ اہمیت دیتا ہے۔ سرنہ و قبرص پر بطالسہ کا پورا قبضہ ہے، لیکن فنیقیہ اور کیلے سوریہ میں ان کا قبضہ مابہ النزاع ہے؛ اور وہ مغربی کلیکیہ، پمفیلیہ اور شاید لیکیہ میں سب سے زیادہ ذی اثر ہیں، ان کے کاریہ میں تھوڑے بہت مقبوضات ہیں اور الفی سوس اور ساموس کے علاوہ تھریس کے بعض شہروں پر بھی ان کا قبضہ ہے۔ ان سب باتوں کی وجہ سے بطالسہ اور بھی زیادہ موجودہ صورت حال کے قیام اور امن کی طرف مائل ہیں، اور ان کے ہمیشہ دوسری امن پسند مملکت (جس کا اصول ہی امن پسندی ہے) یعنی رھوڈز کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں، اور پولیبور کی تیس سے لے کر اس وقت تک

ان دونوں کے خوش آئند تعلقات میں مشکل سے کسی قسم کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ رھوڈز کی تائید بعض دوسری آزاد مملکتیں مثلاً ہرقلیہ، کیزی کوس، خیوس، بیزنطہ (جس کی رھوڈز کے ساتھ جنگ کو مستثنیات سے سمجھنا چاہیئے) اور ایتھنز بھی رھوڈز کی تائید کرتی ہیں۔ اس مجموعے کا ایک مشتبہ تتمہ ایتولیہ ہے؛ اور چونکہ ہیلیس پونٹ اور بوسفورس میں اُس کی ایک خاص حیثیت ہے اس لئے یہ امن پسند مملکتوں سے (جو سب کی سب بحری ریاستیں ہیں) اچھے تعلقات رکھنے پر مجبور رہے، اور مصر کو تو وہ اجیر سپاہی بھی مہیا کرتا ہے۔ بڑی دولتوں میں سے صرف پرگامم ہی اُن کی جانبدار رہے، گو فی نفسہٖ الٰی گیتا پر اس کا قبضہ ہونے سے اسے اشائد بحری سلطنت کہنا ہی مناسب ہوگا۔ اراتوس کی وجہ سے اکائیہ اب حوصلہ مند مقدونیہ کے توابع میں سے ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں مصر اور رھوڈز کے بیچ رہن والی سرقوسہ سے بھی اچھے تعلقات ہیں اس لئے کہ اس کی سیاسی حالت امن پسندی کی متقاضی ہے۔ آخر میں، یہ سب امن پسند دولتیں روما کے دوست ہیں، اور اس وقت روما کی کیفیت سازشی کی ہرگز نہیں ہے۔ ہم دیکھیں گے کہ ۲۲۰ء ق م سے ۱۸۶ء ق م تک جن لڑائیوں کی طرف ہم اپنی توجہ مبذول کریں گے اُس کی بنیاد اسی مخالفت پر ہے جو ایک طرف مقدونیہ و سوریہ اور دوسری جانب مصر، رھوڈز، پرگامم، ایتھنز اور ایتولیہ میں نظر آتی ہے۔ باب ۱۳ب

اگر ہم اس اختلاف کو جغرافی نقطۂ نظر سے دیکھیں تو ایشیائے کوچک کی حالت کو غایت دلچسپ پائیں گے جہاں نسلی تنوع اُتنا ہی ہے جتنا سیاسی، اور یہاں ملوکیتیں جمہوریتوں اور اقوام شہروں کے دوش بدوش نظر آتی ہیں۔ ذہنی اعتبار سے ان میں ممتاز ترین مغرب کے بلدیات ہیں جو یونانی تمدن اور شہری آزادی کے گہوارے ہیں۔ ان کی حفاظت ملوکیتوں کے باہمی تنازعات کی وجہ سے قائم ہے،

باب ۱۲

اور اب بھی جب بظاہر وہ کسی نہ کسی ملوکیت میں مدغم نظر آتے ہیں اُس وقت بھی اُن کی اندرونی آزادی قائم ہے۔ یہی ایشیائے کوچک کے اُس درخشاں دور کا آغاز ہے جس کی وجہ سے یہ ملک عہد روما میں اس درجہ ممتاز ہو گیا۔

بحیرۂ ایجئن اور اُس کے سواحل و جزائر پر نظر ڈالنا بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا، اور ہم دیکھیں گے کہ تاریخ یونان کے اس قدیم منظر نے ابھی اپنی اہمیت کو نہیں کھویا۔ دو مملکتیں اپنے فاتحانہ جوش میں اس ملک پر دو طرف سے دھاوا کرتی ہیں، یعنی مقدونیہ شمال کی طرف سے اور سوریہ جنوب و مشرق کی جانب سے؛ دونوں کا مقصد یہ ہے کہ بحری دولتیں بن جائیں لیکن بالآخر اس مقصد کو حاصل نہیں کر سکتیں۔ جو بحری مملکتیں اُن کے مقابلے میں آتی ہیں ان کی تین شقیں ہیں: (۱) وہ جمہوریتیں جو تمدن کی پشت پناہی کرتی ہیں، جیسے رھوڈز، ایتھنز اور بعض چھوٹی چھوٹی ریاستیں؛ (۲) ایک ایسا جمہوریہ جو تمدن و تہذیب کے مشکل سے کام اُسکتا ہے، یعنی ایتولیہ؛ (۳) دو ملوکیتیں؛ ان میں سے ایک یعنی پرگامم لبرل خیالات کا حامی ہے، اور دوسرے مصر جہاں مطلق العنان حکومت رائج ہے۔ مصر و ایتولیہ جو ایک دوسرے کو گویا کاٹتے ہیں دونوں بحیرۂ اسود کی شاہراہ کی ایک تھریس میں اور دوسری بوسفورس میں حفاظت کرتے ہیں اور اُس میں ایتھنز اور رھوڈز بھی اُن کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ کریٹ کی بندرگاہوں سے بحری قزاق سمندر پر لوٹ مار کرتے دکھائی دیتے ہیں، چنانچہ وہ ایک بڑی حد تک مطلق العنان حکومت کا مسکن ہے لیکن ساتھ ہی براعظموں سے متبائن آزادی کی بھی جائے پناہ بنا ہوا ہے۔

سیاسی اعتبار سے ان سب مملکتوں میں مقدونیہ کی کارگزاری سب سے کمتر درجے پر ہے۔ آخر کار شام بھی اپنی شہری بستیوں کے

باب۱۳ ذریعے سے آزادی کی تھوڑی بہت اعانت کرتا ہے اور مصر کو اسکندریہ میں تہذیب و تمدن کی پشت پناہی کو رھوڈز کے ساتھ مخالفے کی وجہ سے ایک خاص امتیاز حاصل ہے؛ لیکن مقدونیہ اپنے اسی چولے میں آجاتا ہے جو فیلقوس ولد امین تاس سے پہلے تھا، یعنی ایک ایسی مملکت بن جاتا ہے جس کا واحد مقصد یہ ہو کہ کسی طرح سے، جبر کر کے یا دھوکہ دے کر، اپنے اقتدار میں توسیع کرے اور فیلقوس و سکندر کے اعلیٰ مقاصد کو بالکل ہی کھو دیتا ہے۔

باب چہاردہم

دُنیائے یونان بالخصوص ملوکی درباروں میں تہذیب و تمدّن کی کیفیت

سنہ ۳۰۰ ق م تا سنہ ۲۲۰ ق م

اب ہم سیاسیات سے تیسری صدی ق م کے وسط کی تمدنی حالت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہاں یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی کہ سنہ ۳۰۰ ق م سے ایتھنز نے جن خیالات کی ابتداء کی تھی (دیکھو باب ٦) وہ تمام یونان میں برابر جاری رہے لیکن اس عہد کے یونانیوں پر ایک دوسری قسم کا اثر بھی پڑ رہا تھا جس کا منبع و ماخذ ملوکی شہر تھے، اور جو شعبے اُس سے زیادہ تر متاثر ہو رہے تھے وہ ادبیات اور علوم عامہ کے تھے۔ اس عہد میں یونانی تمدن کے درخشاں ترین مراکز شاہی بلدیات نہیں تھے بلکہ وہ مقامات تھے جن کے قیام کے باعث مختلف ممالک کے فرماں روا تھے، ایسے فرماں روا جو قدیم یونان کے خود سروں مثلاً پی سستراتوس، ہیئے رون، پری اندر یا پولیکراتیس کی طرح فنون لطیفہ اور ادبیات کی پشت پناہی کر کے خود اپنے

درباروں کی تزئین و تشہیر کرنا چاہتے تھے - ان شاہی بلدیات کے (باب ۱۴)
دوش بدوش جزیرۂ رھوڈز بھی تمدن کا مرکز بنا ہوا تھا جس میں گو
اندرونی اہمیت نہ ہو لیکن بیرونی تابناکی ضرور تھی - اپنی خصوصیت
اور عظمت کے اعتبار سے شہر اسکندریہ شائد سب سے ممتاز تھا
اس لئے کہ یہی وہ مقام تھا جہاں ہمارے علم میں دنیا میں سب سے پہلے
حکمیات کے مطالعے کے لئے مخصوص ادارات قائم کئے گئے -
ان اسباب کی بناء پر ہم سب سے پہلے بطالسہ کے اس پائے تخت
پر بحث کریں گے، گو بعض وجوہ کی بناء پر، جس کا ذکر آگے آئے گا،
یہ بحث بالفعل مفصل نہیں ہو سکیگی - اسی طرح دوسرے شاہی
مستقروں کا مفصل بیان بھی سر دست ملتوی رہیگا اس لئے کہ
اُن کے شباب کے زمانے تک ہم اس وقت تک نہیں پہنچے -
اسکندریہ کا نقشہ اُس مشہور تعمیر کار دینوکراتیس نے تیار کیا
تھا اور یہ شہر دریائے نیل کے مغربی دہانے کانوپوس سے بارہ میل
مغرب کی طرف تعمیر کیا گیا تھا تاکہ دریائے نیل جس مٹی کو سمندر کی طرف
لے جاتا ہے اور جسے دریا کی موجیں مشرق کی طرف پھینک دیتی
ہیں وہ بندرگاہ کو بند نہ کر دے[1] یہ شہر ماریوتس دلدل اور سمندر

[1] اسکندریہ - اس شہر کا بیان استرابو میں، ۱۷، $\frac{۷۹۱}{۷۹۹}$؛ دیودوروس ''۱۷''، ۵۲؛
پلینی ۵، ۱۰، ۱۱؛ پلوٹارک: ''سکندر''، ۲۶ -
حال کے مؤلفین میں سے ایک ممتاز شخصیت محمود بک کی ہے جس
نے ''یادداشت قدیم اسکندریہ'' پر Mahmoud Bey: Mem. sur l'ant.
Alexandrie' کوپن ہاگن ۱۸۷۲ء لکھی - محمود بک نے نپولین سوم کے ایماسے
تحقیقات کی اور وہ پہلا محقق تھا جس نے موقع پر تجسسات کر کے یہاں کی
توصیف ارضی کی معلومات میں اضافہ کیا - اس سے پہلے جو کچھ کام اس ضمن
میں ہوا وہ بالکل معدوم ہو چکا ہے - محمود کی تحقیقات کو کا. کیپرٹ کام

باب ۱۷　کے درمیان دو میل لمبی خاکناۓ پر آباد کیا گیا جو تقریباً دو ہی میل چوڑی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ - میں بھی لایا ہے اور اس میں اضافے بھی کئے ہیں؛" قدیم سکندریہ کی توصیف" Kiepert, Zur Topogr. des alten Alex. برلن ۱۸۷۲ء ("جریدۂ جغرافیۂ عالم" جلد ۷ - (Zeitschr. f. allgem. Erdk. vii)؛ واخسموت: "اسکندریہ" ۱۸۷۶ء؛ بیڈیکر: "مصر زیرین" مع نقشے کے؛ نروتسوس: "اسکندریۂ قدیمہ" Neroutzos, L'anc Alex پیرس ۱۸۸۸ء جس میں ایک بڑا نقشہ بھی منسلک ہے - نروتسوس خاص طور پر قبرستانوں کا ذکر کرتا ہے اور جو چیزیں ملی تھیں اُن کے برباد ہونے پر اپنے افسوس کا اظہار کرتا ہے - آجکل اسکندریہ میں یونانی رومانی قدیمیات کا ایک نوادر خانہ ہے، اور حتی الامکان اس بات کی کوشش کیجا رہی ہے کہ باقیات میں جس قدر بھی ممکن ہو محفوظ کیا جائے؛ دیکھو بوتی: "نوادر خانۂ اسکندریہ اور ۱۸۹۲ء کی کھدائیاں" Botti: It muses di Aless. e gli scavi di 1892؛ اسکندریہ ۱۸۹۳ء - نیز دیکھو نقشے بروک ہاوز کے قاموس مکالمہ؛ Brokhaus: Conversations lex. ا (چودھویں اشاعت)؛ یانکو: "نیل کا ڈیلٹا" Janko: Das Delta des Nil جریدۂ انجمن ارضیات ہنگری Jahrb. der koen. ung. geolog. ۹، ۳، بوداپسٹ ۱۸۹۰ء - اسکندریہ کی توصیف بلدی کے متعلق جو اہم امور مابہ النزاع ہیں ان پر اس وقت تک اتفاق راۓ نہیں ہوا، اور یہاں کی توصیف کی ازسرنو کا غذی تعمیر کی نہایت ضرورت ہے - نیز دیکھو یوداِئخ: "قیصر مشرق میں" Judeich: Cæsar in Orient لائپزگ، ۱۸۸۵ء -

موجودہ اسکندریہ میں قدیم شہر کا مغربی حصہ، "ہفت استادیون" مع اضافہ جات، اور جزیرۂ فاروس شامل ہیں، اور مغربی بندرگاہ مشرقی سے زیادہ اہم تھی - واخسموت نے اس بندرگاہ کے نام اور بطلیموس اول کے داماد سے تعلق دکھایا ہے - پولی بیوس (۳۴، ۱۴) اسکندریہ کی آبادی کے تین شقوں کا شمار کرتا ہے، یعنی دیسی آبادی، جن میں تعلیم یافتہ اور غیر تعلیم یافتہ ہیں، اجیر سپاہی اور "ایماندار یونانی"؛ لیکن انھیں فسکون نے تقریباً برباد کر دیا اور اس کا شیوہ تھا کہ

باب ۱۴

تھی لیکن جنوب کی طرف اُس کا کچھ حصہ خالی رہ جاتا تھا۔ ساحل سے ذرا دور جزیرۂ فاروس تھا جو ہومر کے زمانے سے مشہور تھا۔ سکندر نے اُسے سات استادیز (تقریباً ایک میل) طویل پشتہ بنا کر دو بندرگاہ بنائیں جنھیں دو نہریں جو "ہفت ستادیون" کو عبور کرتے ہوئے ملاتی تھیں، اور دونوں، خاصکر مشرقی بندرگاہ آگے کو بڑھی ہوئی راسوں سے محفوظ تھیں۔ مغربی بندرگاہ کا نام، بلاشبہ بطلیموس اول کے داماد کے نام پر، جو قبرص کے شہر سولی کا بادشاہ تھا، یونوستوس تھا اور اس بندرگاہ کو ایک نہر ماریوتس جھیل سے ملاتی تھی۔ لیکن مغربی بندرگاہ سے زیادہ اہم مشرقی بندرگاہ تھی جو شہر کے اعیانی حصے کے قریب ہی واقع تھی؛ اس کے اندر جانے کے راستے پر جزیرۂ فاروس کے شمال و مشرقی کنارے پر ایک عظیم الشان منارہ تھا جو قرون وسطیٰ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ اکثر انھیں اجیر سپاہیوں کے رحم پر چھوڑ دیتا تھا شہر میں یہودیوں کی ایک خاص حیثیت تھی؛ موم سین ۵، ۴۹۱ ہیرونداس mimiamb. ۱، ۲۸ وغیرہ) اسکندریہ کے ممتاز خصائص کو حسب ذیل الفاظ میں بیان کرتا ہے "جب ہم دیکھتے ہیں کہ ارسی نوئے کے کھنڈروں میں جو پاپی روس ملے ہیں اُن میں علاوہ قبطی زبان کے تینوں بولیوں کے یونانی، عربی، فارسی، عبرانی، سریانی لاطینی ان سب زبانوں میں تحریریں ملی ہیں تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ بطالسہ اور سلطنت روما کے عہد میں اسکندریہ میں کتنی زبانیں بولی جاتی تھیں اور وہاں کے بازاروں میں کیا کچھ کان پھوڑنے والی آوازیں نہ سنی جاتی ہوں گی!" کرال؛ Krall : Die etruskischen Mumienbinden "اگرام کے قومی نوادر خانے میں اتروری مومیائیاں" des Agramer National-Museums ویانا کی فلسفیانہ تاریخی مجلس علمی Wiener Phil-Hist Akad. جلد ۱۴۔

اسکندریہ کے مشرقی حصے میں معبد اور تماشا گاہیں الیوسس میں تھسمو فوریوم اور کانوپوس میں سیراپیوم واقع تھے، اور لوگ یہاں کشتیوں میں بیٹھ کر نہر پر ہو کر جاتے تھے؛ استرابو ۱۷، ۸۰۰۔

باب ۱۱ سکے ایک بیان کے مطابق تقریباً ۴۰۰ فٹ طویل تھا، اور یہی وہ منارہ تھا جو اس قسم کے مناروں کے لئے ایک نمونہ بن گیا اور بعض زبانوں میں لفظ "فاروس" ان کے لئے ایک اسم نکرہ ہو گیا۔ اس کے مقابل راس لوخیاس سمندر میں چلی جاتی تھی۔ چونکہ جھیل ماریوتس دریائے نیل سے ملی ہوئی تھی اور دریائے نیل سے بحر احمر کو ایک نہر جاتی تھی اس لئے مشرقی ممالک کی پیداوار آسانی کے ساتھ اسکندریہ آسکتی تھی اور وہاں سے جہازوں میں بھر بھر کر دوسرے ملکوں کو بھیجی جاتی تھی۔ شہر کی آب و ہوا اپنے اعتدال کی وجہ سے مشہور آفاق تھی۔ اسکندریہ میں سڑکوں کا ایک جال پھیلا ہوا تھا جو ایک دوسرے کو زاویۂ قائمہ بنا کر کاٹتی تھیں، جن میں سے اکثر ۲۳ فٹ اور دو اہم سڑکیں ۴۶ فٹ چوڑی تھیں؛ ان دو میں سے ایک جنوب و مشرق سے شمال و مغرب کو یعنی ماریوتس سے بڑے مشرقی بندرگاہ کو، اور دوسری جنوب مغرب سے شمال و مشرق کی طرف شہر کے وسط میں ہوتی ہوئی کانوپی دروازے کو جاتی تھیں، اور ان دونوں کے دونوں طرف ستونوں کی قطاریں تھیں۔ یہ شہر عمارات عامّہ سے بھرا ہوا تھا۔ بلا شبہ ان میں نفیس ترین وہ عمارات تھیں جو شمال و مشرق میں بندرگاہ کے قریب محلاتِ شاہی میں شامل تھیں، اور جن کا رقبہ تمام شہر کے پانچویں یا تیسرے حصے کے برابر تھا۔ اس ضلع میں باغات، پردیسی جانوروں کے کٹہرے، ایک سلاح خانہ، سپاہیوں اور جہاز رانوں کی بارکیں، اور مقبرے تھے جن میں سکندر کا مقبرہ بھی تھا، اور غالباً اسی مقام پر میوزخانہ بھی تھا۔ شہر کے باقی ماندہ حصے میں بھی بہت سی عمارات عامّہ تھیں جیسے تماشا گاہیں، گول گھر، ورزش گاہیں اور متعدد حرم جن میں سے سب سے شاندار سیراپیوم تھا جو ایک اونچی جگہ واقع تھا اور جسکے متعلق ایک کتب خانہ بھی تھا۔ ایک دوسرے مصنوعی ارتفاع پر پان کی خانقاہ تھی جس پر ایک پیچدار راستے پر ہو کر چڑھتے تھے۔ وہ محلہ جس میں

محلات شاہی تھے انھیں بعد میں بروخیوم کہتے تھے اور اسی میں مقدونوی اور سربرآوردہ یونانی رہتے تھے؛ مغربی حصہ جس کا قدیم نام راکوتس تھا، دیسی مصریوں کی فرودگاہ تھی، اور یہودیوں کے لئے شہر کا مشرقی حصہ مخصوص تھا۔

ظاہر ہے کہ ایک ایسے شہر کا دستور کیسے یکساں ہوسکتا تھا جس میں اس قدر مختلف القوم چار عناصر جیسے مقدونوی اور ان سے مساوی المرتبہ یونانی، یوروپی اجیر سپاہی اور سوداگر، ایشیائی جنھیں یہودیوں کو بھی شامل سمجھنا چاہئے، اور مصری، موجود ہوں؟ یہ ممکن تھا کہ مختلف اقوام خود مختارانہ طور پر منتظم ہوتیں، لیکن یہ حکم صرف یہودیوں پر لگایا جاسکتا تھا، یونانیوں پر نہیں؛ یہ بات قابل لحاظ ہے اس لئے کہ مصر سے باہر کسی یونانی بستی کا وجود بغیر سوراج کے ناممکن تھا، اور یہ ایسا یونانی عنصر تھا جس نے اس تمام عہد کو اپنا نام دیا ہے! اسکندریہ کا نہایت وسیع یونانی مقدونوی قبرستان شہر کے جنوب و مغرب میں، جہاں کسی زمانے میں اجیر سپاہی رہتے تھے حال ہی میں دریافت ہوا ہے۔

گو بطالسہ برابر اپنے آبائی مذہب کے پیرو رہے لیکن انھوں نے مصری مذہب سے بھی اچھے تعلقات قائم رکھے۔ اُن کا یہ برتاؤ یونانیوں کی قدیم روایات کے عین مطابق تھا، اس لئے یونانیوں نے جیسا برتاؤ ایرانی مذہب کے ساتھ کیا وہ ایسے برتاؤ سے مختلف تھا جو وہ مصری مذہب کے ساتھ کر رہے تھے؛ مدت سے یونانی و مصری معبودوں کے درمیان تطابق کی کیفیت دکھائی جاتی تھی اور مصری پتاہ کو ہفائستوس، ثوت کو ہرمیس، را کو ہیلیوس، عمون کو زیوس سمجھا جاتا تھا۔ اب بطالسہ ایک قدم آگے بڑھے اور انھوں نے ایک جدید یونانی معبود اختراع کیا جو در اصل مصری ہی تھا۔ کہتے ہیں کہ بطلیموس سوتر نے اپنے خواب کے بموجب ایک پردیسی معبود کی پرستش کا حکم دیا، جس کا مقام ابتدا میں نامعلوم تھا لیکن بعد میں منکشف

باب ۱۲ ہوا کہ وہ اسنوف کا "ہادیس" ہے، چنانچہ اُسے اب مصری زبان میں سارا پس کہنے لگے۔ پلوٹارک کے زمانے میں یونانی اُس نام کے ماخذ پر طرح طرح کے خیالات دوڑاتے تھے، اور انیسویں صدی تک یہ نام معما ہی معما رہا۔ اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ سارا پس دراصل اُسار ہاپی یعنی اوسی رس آپس ہے جس سے مراد دُنیائے زیریں میں اوسی رس کی شخصیت سے ہے، اور یہی وجہ ہے کہ سارا پس کا بت خانہ میمفس میں آپس کے مقبرے کے قریب ہے جہاں اُسے ماریت نے کھود کر نکالا ہے۔ یونانی سارا پس کو زیوس اور ہادیس کی شخصیت کو مرکب سمجھتے تھے۔ اس معبود کا سب سے مشہور مجسمہ، جسے بریاکسس نے بنایا تھا، اسکندریہ میں تھا، اور ممکن ہے کہ یہ مصر اسنوف سے آیا ہو۔ سارا پس کا اختراع کر کے بطلیموس مصریوں میں، بالخصوص میمفس والوں کو مقبول ہو گیا، جو آپس کے بے حد معتقد تھے۔ ابتدا میں آیسس کا مرتبہ اس سے بلند تھا لیکن امتداد زمانہ سے دونوں کی حیثیت مساوی ہو گئی اور یہ دونوں مغربی ممالک میں مصری مذہب کے گویا قائم مقام بن گئے، اور سارا پس نے یہاں اوسی رس کی گویا جگہ لے لی۔[۲]

۲؎ سارا پس۔ تاکی توس: "تاریخ"، ۴، ۸۳–۸۴؛ پلوٹارک: Is ۲۸، Muer. ۷، ۱۔ مقابلہ کرو: "پلیو بسارا پس" Plew: De Sarapide کیونگزبرگ، ۱۸۶۸ء، جو آرین ۷، ۲۶ سے استدلال کر کے اس نتیجے پر پہنچتا ہے اسنوف اور بابل میں جس معبود کی پوجا کی جاتی تھی وہ ساری تھا، اور اوسی رس آپس کے نام کے ساتھ جو مشابہت ہے وہ محض اتفاقی ہے۔ لیکن اسنوف و بابل میں سارا پس کا اس کے علاوہ کہیں ذکر نہیں ہے، چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے کہ اس معبود نے مصر ہی میں جنم لیا تھا، اور بابل میں اس نے جو اپنی شکل دکھائی اس کی بابت کوئی دوسرا نظریہ قائم کرنا پڑے گا۔ نیز دیکھو مضمون "سارا پس" بومئیسٹر میں۔

لیکن بطالسہ کی اسی سارا پیوم سے بھی مشہور عمارت باب ۱۴
میوزیوم کی تھی، اور یہاں بھی یونانی خیالات و ادارات کا مصری
خیالات و ادارات کے ساتھ اختلاط نظر آتا ہے - یہ وہ مقام
تھا جہاں طالب علم جمع ہوتے اور ساتھ ساتھ مطالعے میں مصروف
رہتے - اس سے پہلے بھی یعنی ۱۹ ویں اور ۲۰ ویں شاہی خاندانوں کے
عہد حکومت میں بھی اس قسم کے ادارات مصر میں موجود تھے؛ یونان

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - برون: "یونانی ماہران فنون لطیفہ" Brunn: Griech. Kusnstler. ، ۴ ۳۸؛ مہافی: "یونانی زندگی" Mahaffy: Greek, Life پ- گارڈنر ("ابواب جدید" New chapters صفحہ ۴۴۳) اسے "عیسویت کے پیش خیمے" کا لقب دیتا ہے" اس مسلک کے انتشار کے لئے دیکھو روشر: "قاموس" Roscher " Lexicon میں ڈریکسلر کا مضمون "ایسس پر"، لافے: "تاریخ معبودین اسکندریہ" Lafaye : Histoire du culte des divinités of Alexandrie پیرس ۱۸۸۴ء - آخر میں دیکھو پول: "فہرست سکہ جات یونان - اسکندریہ" ۱۸۹۲ء صفحہ LIX وغیرہ؛ پول غایت ہوشیاری سے یہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ میمفس کے قریب ایک "کوہ سینوپی" تھا اور غایت ہوشیاری سے اسکا تعلق اسنوف سے قائم کرتا ہے، لیکن یہ دراصل سے (ت) ن ا پی یا "کوہ آپیس" تھا۔

مصری اور یونانی سارا پیوم میمفس کے قریب؛ بیڈیکر، ۱۰ ۴، ۱۱ ۴؛ مارئیت کی مشہور کھدائیاں؛ مصری سارا پیوم میں آپیس کے سانڈوں کے مقبرے تھے، اور یونانی بت خانہ قدیم یونانی طرز پر نوادر خانے کے انداز پر بنا تھا اور اس میں یونانی فلاسفہ اور مفکروں کے مجسمے آویزاں تھے۔ میئر اپنی تاریخ مصر Mayer, Gesch. Aegptens ۱۰ ۴ میں کہتا ہے کہ عیسوی رہبانیت کی ابتدا یہیں سے ہوتی ہے۔

اسکندریہ کا نفیس سارا پیوم؛ مقابلہ کرو روپرتی Ruperti کے خیالات تاکی تُوس ۴ ۸۳، ۸۴ - اس کے علاوہ اسکندریہ ہی میں ایک اور چھوٹا سارا پیوم بھی تھا۔

باب ۱۲

میں بھی ان شہریوں کو جو اس کے مستحق سمجھے جاتے ہوں خزانہ عامہ کے خرچ سے کھانا کھلانا ایک مشہور بات تھی، اور حال ہی میں مسائل فلسفہ کے شیوخ کی طرف سے جائداد یں وقف کی جانے لگی تھیں جسکے ذریعے سے ایسے لوگوں کی ہم عملی ممکن ہوتی تھی جن کے حوصلے اور آرزوئیں ایک سی ہوں۔ اس خیال کی ترویج افلاطون کی اکادمی کے ذریعے سے ہوئی جو میوزوں کی خاص حفاظت میں سمجھی جاتی تھی، اور اسی وجہ سے اسکندریہ کے حکمیاتی ادارے کا نام بھی میوزیوم یا "میوزخانہ" رکھا گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس عظیم الشان دارالفنون کا خیال سب سے پہلے مشائی فلسفی دیمتریوس ساکن فالیرم نے بطلیموس اول کو دلایا تھا۔

"میوزخانہ" باہر سے بہت سے ایسے ایوانوں کا مجموعہ معلوم ہوتا تھا جن سے ایک ہی قسم کا کام لیا جاتا ہو، اور اس میں میوزوں کا بت خانہ، کتب خانہ، رواق، رہنے کے لئے مکانات اور ایک بڑا کمرہ جس میں تمام طلبہ ساتھ کھانا کھاتے تھے، یہ سب شامل تھے۔ اس دارالفنون میں جو لوگ رہتے تھے وہ گویا علم کے طلاب، اور شعرا کا ایک خاندان تھے، جنھیں یہ حق حاصل تھا کہ اپنے مطالعے کے اخراجات شاہی خزانے سے پورے کرائیں اور ساتھ ہی بادشاہ اس کے علاوہ ہر دوسری قسم کی مدد دینے کے لئے بھی تیار رہتا۔ وہ ایسا ادارہ تھا جس میں فرانس کے انسٹی ٹیوٹ اور آکسفرڈ کیمبرج کے جامعات کی جھلک نظر آتی تھی۔ اس کا انتظام تو ایک مذہبی پجاری کے سپرد تھا، لیکن مہتمم کتب خانہ اسی طرح اُس کا سب سے ذی اثر عہدہ دار تھا جیسے آجکل نوادر خانۂ برطانیہ کا سب سے اہم عہدہ دار اُس کے کتاب خانے کا صدر مہتمم ہوتا ہے[۵۳]۔

---

۵۳ میوزخانہ۔ پارتھی کے مضامین موسومہ "میوزخانہ اسکندریہ"

باب ۱۴ یہ عہدہ دار کتاب خانے کا براہ راست نظم قائم رکھتا تھا، اور یہ کتاب خانہ قدیم زمانے کا سب سے گراں بہا کتابخانہ تھا؛ اولمپیاد ۱۲۳ اور ۱۲۵ (یعنی ۲۸۸ قم اور ۲۸۰ قم) کے درمیان اسمیں تقریبًا پانچ لاکھ تیتیس ہزار قلمی نسخے تھے۔ بطالسہ کو اس کا خاص خیال تھا کہ کسی نہ کسی طرح ہر موجودہ کتاب کا خصوصًا اشعار و دواوین کا ایک ایک نسخہ حاصل کریں، اور اس میں انھوں نے نہ کبھی کسی خرچ کا خیال کیا نہ کسی دقت و پریشانی کا؛ [۹۵] ان کتابوں کی درجہ بندی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ Das Alexandrinsche Museum von Parthey برلن، ۱۸۳۸ء؛ کلیپل Klipple، گیوٹنگن ۱۸۳۸ء؛ گیول Gœll شلئیتز Schleiz ۱۸۲۵ء؛ وینیگر Weniger، برلن ۱۸۷۵ء؛ نیز زیوسے میل ۱، ۷؛ واٹن برگز، N. Jahr, B.D. ۱۴۵، ص ۲۶۸-۲۷۲۔

یہ میوزخانہ دنیا میں پہلا مستقل ادارہ تھا جس میں حکومت کی طرف سے مجرد حکمیات کی تحقیقات کرائی جاتی تھی؛ اور اس وجہ سے اس کی عظمت میں کلام نہیں؛ اس میں کوئی شاگرد نہیں تھے، اور درسگاہ جس کی بابت ہمیں مطلق کوئی معلومات حاصل نہیں، قریب ہی تھی اور یہ دونوں گویا جامعہ اور اکادمی کے مماثل تھیں رام سیس دوم کے عہد میں تھبز میں ایک رام سیوم تھا، جس میں علما ایکدوسرے کے ساتھ رہتے تھے؛ بیڈیکر ۲، ۱۸۸؛ اسی طرح چنتو میں ایک فوقانی مدرسہ تھا؛ ایضًا ۲، ۲۸۹۔

"میوزخانہ" کی نگرانی کے لئے جو پجاری تھا اسے سب سے پہلے بادشاہ اور زمانۂ مابعد میں حکومت روما مقرر کرتی تھی۔

[۹۵] رِچل: "کتاب خانہ جات اسکندریہ Ritschl: Die Alexandrinis chen Bibliothaken بریزلاؤ؛ پاؤلی ۱، ۷۴۳۲ میں "کتاب خانوں" پر مضمون۔ کرسٹ ۳۷۹۔ زیوسے میل ۱، ۶، ۳۳۵/۳۴۴۔ نوریسوں: "کتابخائر بطالسہ" Nourisson: La bibliotheque des Pltolemées (اسکندریہ ۱۸۹۳ء) پر میری نظر نہیں پڑی۔

باب ۱۹ اور اُن کے مضامین کے تعین کے اہم کام میں مہتممین کتاب خانہ،
میوزخانے کے باقی ماندہ اراکین اور اسکندریہ کے دوسرے
علماء و فضلاء نے لسانیاتی اور جمالیاتی تنقید کی بنیاد ڈالی اور علم کی
اس شاخ کا اُس وقت سے لیکر آج تک اسکندریہ کے بڑے بڑے
ماہرین لسانیات سے تعلق رہا ہے۔ ساتھ ہی ریاضی اور موالید ثلاثہ
کا بھی مطالعہ کیا جاتا تھا جن پر میں باب ۲۰ میں بحث کروں گا اور
یہاں نظم تک اپنے خیالات کو محدود کردوں گا جسکی سرپرستی شاہان مصر
کرتے تھے۔ اسکندریہ حکمیات کے مطالعے کا عرصے تک مرکز
رہا، اور اُس کا شباب بہت مدت بعد تک یعنی سنہ تک نہیں ہوا،
اسی لئے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شاعری پر اس وقت پورے
طور پر بحث کی جائے اور دوسرے علوم کو دوسرے وقت کیلئے
اٹھا رکھا جائے۔ یہاں صرف نظم پر بحث کی جائے گی، اور
اسکندری نظم پر بحث کرتے ہوئے میں بعض دوسرے ملکوں کی
نظم کو بھی مدنظر رکھوں گا اس لئے کہ دوسرے ممالک میں شاعری
کے جو اسالیب اسکندریہ کے نمونے پر قائم ہوئے وہ اسکندری
اثرات کے تابع تھے۔ اس کے برعکس یہ حکم لگانا درست نہیں ہے کہ کوئی
ایسا اسکندری مدرسہ ہوگا جہاں سے ہر چیز جو اسکندریہ کے ساتھ
منسوب ہے، اسی طرح نکلی ہوگی جیسے کسی چشمے سے پانی نکلتا ہے[5]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - صدر مہتممین کتاب خانہ پہلے توزینودوتوس، اسکندر،
لیکوفرون تھے اور ان کے بعد غالباً یراتوس تھنیس، ارسطوفانیس، ارسطارخوس
[5] ادبیات - ماتے: "مسلک اسکندریہ پر تاریخی مقالہ" Matter: Essai historique sur
l'ecole d'Alexandrie اشاعت دوم پیرس ۱۸۴۰ء کوآ: "اسکندریہ کی شاعری
ابتدائی تین بطالسہ کے عہد حکومت میں" Couat: La Poesie alex. sons les
Trois prem Ptolemées. پیرس، ۱۸۸۲ء - پیرس ۱۸۸۲ء - کرسٹ اور زیوسے میل

باب ۱۶

جس شاعری کو اُس زمانے میں مصر کے پائے تخت میں فروغ ہوا اس کا باضابطہ تعلق دربار شاہی سے تھا۔ علاوہ ہزاروں مصریوں ایشیائیوں اور کم وبیش بربری اجیر سپاہیوں کے اس شہر میں یونانی بھی تھے جنہیں سوداگروں اور سپاہیوں نے تو شعر و شاعری کیطرف زیادہ توجہ کی نہیں ہوگی، باقی چند سو مقدر نویوں اور یونانیوں کو یونانی نظم میں دلچسپی لینے کا شغف بھی تھا اور دلچسپی بھی۔ چنانچہ یہی وہ چھوٹا سا حلقہ تھا جس کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کی جائیگی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انھوں نے جو اشعار نظم کئے اُن میں علما کی مدد بھی شامل تھی۔ اُنھوں نے قدیم یونانی شعراکے کلام کو اس قدر باریک بینی کے ساتھ مطالعہ کیا کہ انھیں یہ محسوس ہونے لگا کہ شعر گوئی میں کس اسلوب کو اختیار کرنا چاہئے اور کسے چھوڑ دینا چاہئے، اور ساتھ ہی یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ اسکندریہ کے شعرا شاعر کے ساتھ عالم بھی تھے۔ بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ عالم زیادہ تھے شاعر کم تھے۔ تیمون میوزخانے کے اراکین شاعروں کو ایسے لوگوں سے تشبیہ دیا کرتا تھا جو مرغیوں کی طرح کسی دڑبے میں پلے ہوں۔

اسکندری شاعری کی ابتدا مرثیوں سے ہوئی۔ یہ واقعہ قابل لحاظ ہے اسلئے کہ مرثیہ ہمیشہ ایسی چھوٹی سی نظم ہوتی ہے جو نیم رزمیہ نیم مزاریہ ہو اور جس میں غور و فکر نمایاں ہو۔ وہ ایسی چھوٹی سی نظم ہوتی تھی جو اعلیٰ درجے کے متمدن عیش پرست معاشرے کیلئے بغایت مناسب تھی جیسا اسکندریہ کا معاشرہ تھا جو ایک ہی طرح کی نظم پر زیادہ دیر تک اپنی توجہ قائم رکھنا نہیں چاہتی تھی۔

مرثیہ نویسیوں بلکہ اسکندریہ شعرا میں اولیت کا فخر فلے تاس ساکن کوس کو حاصل ہے جو بطلیموس اوّل کے بیٹے کا اُستاد تھا۔ کہتے ہیں کہ افراط مطالعہ سے فلے تاس لاغر ہو گیا تھا، تاہم وہ عاشقانہ شاعر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ کے تصانیف مہافی: "یونانی زندگی" ابواب ۱۱، ۱۲۔ اسکندریہ کے تمدن پر عام مباحث کے لئے دیکھو سیچ باب ۲۰۔

۵۶ فلے تاس Chr. ۳۴۶۔ زیوسے میل اقتباس ۱۴۷/۱۲۸۔ اس کا ایک دوست ہرمیاناکس

باب ۱۴ کی حیثیت سے مشہور آفاق تھا - یہ اُس کی ایک خصوصیت ہے کہ اس جیسا مکتب کا ملا اور کتاب کا کیڑا اسکندری شاعری کا امام بھی بن گیا - عمر میں اس سے بہت چھوٹا کالی ماخوس ساکن سرنہ تھا[۴] جسے بطلیموس دوم کے عہد میں صدر مہتمم کتاب خانہ کا معزز عہدہ تفویض کیا گیا تھا اور تیسرے بطلیموس کے دربار میں بھی اُس کی عزت و وقعت کی جاتی تھی[۵] یہ بہت بڑا عالم تھا اور اُس کی تالیف جس میں تاریخ ادبیات[۶] کا خلاصہ دیا ہوا تھا، مشہور تھی - اس کے مراثی میں اسے تیا ممتاز تھا[۷] جسمیں رسم و رواج کی وثنیاتی ابتدا بیان کی گئی تھی - اور یہ وہ چیز تھی جو بعد کے متجسسوں کے لئے ابتدائی تاریخ کے مسخ شدہ اشکال کا گویا ایک ذخیرہ بن گئی - اسکے چٹکلے اور بعض ہم تک پہنچے ہیں - اس میں اور اُسکے شاگرد و مد مقابل اپولونیوس ساکن اسکندریہ (یا نوکراتس) میں جو رھوڈز میں مستقلاً رہنے کی وجہ سے "رھوڈزی" کہلاتا تھا ایک لامتناہی جنگ زرگری جاری تھی -[۹]

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ساکن کولوفون تھا جسکے لئے دیکھو کرسٹ ۳۳۷؛ زیوسے میل ا، $\frac{۱۸۴}{۱۸۷}$ -
فانوکلیس - کرسٹ ۳۳۸؛ زیوسے میل ا، ۱۹۰ وغیرہ -

۵ کالی ماخوس - کرسٹ ۳۳۹؛ زیوسے میل ا، $\frac{۳۵۸}{۳۷۳}$ وہ "ولدیا توس" تھا - اسی کا مقولہ تھا کہ "مبتنا کا غذا اتنی لغویت" اور اسی اصول پر وہ ... چھوٹی چھوٹی نظمیں لکھنا پسند کرتا تھا لیکن ان میں بھی صراحت کی ضرورت تھی - اپولونیوس کا حکم کالی ماخوس پر II Anth Pal، ۲۷۵ -

شنائیڈر: "کالی ماخیہ" لائپزگ، ۱۸۷۰ - ۷۳ء دو جلد -

کلیانتھیس کا عظیم الشان بھجن زیوس کو: Stob : Ecl. ا، ۲، ۱۲ -

ایپی ودوروس کے ایک نوشتے میں اسی لوس کی نظمیں: فولن ولاموو تز: "انتی گونوس ساکن کاریستوس"

۹ اپولونیوس - کرسٹ $\frac{۳۲۲}{۳۲۳}$ - زیوسے میل، ا، $\frac{۳۸۳}{۳۹۴}$ - وہ مقامات اور حالات کا بیان کرنے کا بڑا امرد ہے لیکن اس کی نظموں میں قواعد کی کیفیت نہیں پائی جاتی اس لئے ہمارے نزدیک کالی ماخوس نے اس پر جو حکم لگایا تھا وہ درست تھا -

باب ۱۴

ان دونوں کے درمیان جو جھگڑا تھا وہ دراصل اصولی تھا اور مسئلہ مابہ النزاع یہ تھا کہ اُس عہد کے شعرا کو اپنا کام کس طرح انجام دینا چاہیئے۔ کالی ماخوس نے یہ صحیح راستہ اختیار کیا ایک نئے عہد کے لیئے شاعری کا ایک جدید اسلوب مناسب ہے، اور مختصر نظم طویل نظم سے زیادہ اس عہد کی ضروریات کو پوری کر سکتی ہے، اور اپولونیوس کہتا تھا کہ اس وقت بھی شعرا کو ہومر ہی کے نمونے پر نظم لکھنی چاہیئے خوش قسمتی سے اُس نے اپنی "ارگوتوتیکا" میں بجائے ۴۲ بندوں کے صرف ۴ پر ہی اکتفا کیا۔ یہ دونوں رقیب اشعار میں بھی ایکدوسرے کو برا بھلا کہنے میں نہیں چوکے؛ کالی ماخوس نے لکھا کہ اپولونیوس ایسے سؤر کی طرح ہے جو اپنی ہی نجاست کو نگل رہا ہو؛ اپولونیوس نے اپنے بزرگ کو صرف چوب دماغ کا لقب دیا، جو نسبتہً مہذب ہے مگر زیادہ برمحل نہیں اس لیئے کہ اگر دونوں میں سے کوئی اس حکم کا مستحق تھا تو وہ خود ہی تھا۔ کالی ماخوس کا کلام اکثر تاریک ہے، اپولونیوس کا علی العموم تکان آفرین۔

اسکندریہ کے دوسرے رزمیہ شاعر کا ہم نہایت مختصر ذکر کریں گے۔ یہ رھیانوس ساکن کریٹ تھا جسنے مختلف ملکوں کے افسانے اور قصے بیان کیئے، اور اس کی تالیف میسانیا کو پوسانیاس نے نثر کا جامہ پہنا کر اُسے ایک تاریخی ماخذ کا رتبہ دیا۔ یوفوریون ساکن خالکس، جو پہلے ایتھنز میں رہتا تھا اور اس کے بعد بدقسمت اور بداخلاق انطاکوس سوم کا مہتمم کتب خانہ مقرر ہوا، اُس نے بغایت تاریکی میں کتابیں تالیف کیں۔ اس کی ایک رزمیہ نظم کا نام موپسوپیا تھا جسے اٹیکا کا قدیم نام بیان کیا جاتا تھا۔ کون تعلیم یافتہ شخص اس فن تک کبھی پہنچا ہوگا؟ ساتھ ہی اس زمانے میں نصیحت آمیز نظم کو بھی ترقی ہوئی۔ اسکا سب سے ممتاز قائم مقام ارا توس ساکن سولی (کلیکیہ) تھا جو کسی زمانے میں مقدونیہ کے پائے تخت پیلا میں

باب ۱۷

انتی گونوس گوناتاس کے دربار میں رہا تھا لیکن جو اس زمانے کے تمام بڑے بڑے شاعروں اور انطاکوس اول کا دوست تھا۔ اُس کی سب سے ممتاز تالیف فینومینا تھی جس میں یوکسودوس کے ہیئت کو نظم کا جامہ پہنایا گیا تھا۔ اس نظم میں بعض بند نہایت نفیس ہیں اور رومنوں کو یہ اتنا پسند خاطر ہوئے کہ بہت سوں نے اُن کا ترجمہ کرنے کی کوشش کی۔ ایک دوسرا ممتاز نصّاح شاعر نکاندر ساکن کولوفون تھا جو دربار پرگامم میں رہتا تھا اور اس نے ایک کتاب تریاقوں پر تالیف کی جس میں اُس زمانے کے درباروں کو یقیناً نہایت دلچسپی رہی ہوگی (دیکھو باب ۱۸)۔ اس کی کتاب ہیتے ریو مینا یا تبدیلیٔ صُوَر کو رومن شاعر اووِڈ نے اپنے لئے ایک نمونہ قرار دیا[۹]۔

اسی زمانے میں شاعری کی ایک نہایت دلکش شاخ کی ابتدا ہوئی اور ابتدا ہوتے ہی اُس نے فی الفور ایک ایسا مرتبہ حاصل کیا جس کا اس وقت تک ثانی نہیں ہوا، اور وہ شبانی یا دیہاتی شاعری تھی[۱۰]۔ اسمیں اسکندریت نام کو بھی نہیں اس لئے کہ جس شخص نے اس کی ابتدا کی وہ صرف تھوڑی ہی سی مدت کے لئے اسکندریہ رہا تھا اور شاعرانہ

۹ے ان شعرا کے لئے جن کا متن میں ذکر ہے دیکھو خاص طور پر کرسٹ اور زوسے میل۔ فون ولاموویتز: "انتی گونوس ساکن کارِسیتوس" ۱۶۷، کے نزدیک نکاندر عیسویت سے پہلے کی شاعری کا سب سے غیر دلچسپ نمونہ ہے۔

۱۰ے شبانی نظم۔ اس کی ابتدا اور خصائص کے لئے، و نیز تھیوکری توس کے حالات کے واسطے دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی بزمانۂ قدیم" ۲، $\frac{۲۹۸}{۳۲۴}$ مع حواشی؛ کرسٹ $\frac{۳۲۸}{۳۳۴}$؛ خصوصاً زوسے میل ۱، $\frac{۱۹۶}{۲۳۵}$ جس میں نہایت مفصل اور ٹھوس باب ہے۔
پے ٹن: "نوشتہ جات کوس" Inscriptions of Cos. نمبر $\frac{۳۴۴}{۳۶۰}$ کے بموجب
تھیوکری توس کا اسکندریہ سے بہت ہی کم تعلق تھا۔
مشرقی اشعار کا اثر؛ ہولم: "تاریخ سسلی" ۲، ۴۹۹۔

باب ۱۲

نظم کے لئے وہاں کے شعرا کا صرف ایک حد تک ہی مرہون احسان تھا۔ یہ تھیوکری توس تھا جو شبانیوں میں پہلا اور شاید سب سے بڑا شاعر تھا۔ وہ شاید سرقوسہ میں ۳۰۰ ق م کے ذرا بعد پیدا ہوا تھا؛ اپنی زندگی کے ابتدائی ایام ہی میں وہ کوس چلا گیا جہاں اُس نے چند دوستوں کی مدد سے ایک انجمن بنائی جس کے ارکین نے خود اپنے آپ کو چرواہوں کا لقب دیا تھا۔ اس کے بعد تقریباً ۲۷۵ ق م میں وہ اسکندریہ چلا گیا اور وہاں پہنچ کر بطلیموس فلادیلفوس کا قصیدہ خواں بن گیا۔ لیکن اُسے کوئی معاوضہ نہیں ملا چنانچہ وہ مایوس ہوکر پھر سسلی پہنچا اور یہاں آکر ہیئرون کی مدح سرائی کرنے لگا لیکن اس کا بھی کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا۔ شاید اپنے وطن مالوف میں اس قیام کے دوران میں اُسے یہ خیال پیدا ہوا کہ اپنی زندگی شبانی نظم پر وقف کرنی چاہیئے۔ سسلی میں اُس کے لئے بہت زرخیز میدان موجود تھا اس لئے کہ یہ جزیرہ روایتی چرواہے دافنس کا جو ارتےمس کا معشوق تھا مسکن تھا اور اس قصے کو ستےسی خورس اس سے پہلے نظم کرچکا تھا۔ الغرض تھیوکری توس سسلی اور اٹلی کے چرواہوں پر شعر کہنے لگا اور وہ صوری نظموں میں دکھاتا ہے کہ یہ چرواہے سیدھے سادے اور بعض مرتبہ غیر متمدن لوگ ہوتے تھے۔ اس کے اشعار دو چیزوں کی وجہ سے مقبول عام ہوئے، ایک تو اس وجہ سے کہ اُن سے اُس زمانے کی درباری فضا سے ایک طرح کا تباین ظاہر ہوتا تھا اور دوسرے اس لئے کہ اس میں وہاں کے جو دیہاتی مناظر دکھائے گئے تھے لوگ بہت محظوظ ہوتے تھے۔ تھیوکری توس کے زمانے سے شبانی نظم کبھی محو نہیں ہوئی اور اس کا رواج چلا جاتا ہے اور پھر آجاتا ہے، لیکن تھیوکری توس کے نقال کبھی اس کی برابری نہیں کرسکے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسکندری شعرا میں وہی ایک ہے جسکی نظم کو ہم ادبیات عالم میں شمار کرسکتے ہیں۔

بائیل بطلیموسی عہد کے ابتدائی زمانے میں درد یہ نویسی کے احیا کی کوشش بھی کی گئی تھی، اور اس کے لئے مقابلے تجویز کئے گئے تھے، چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ سات درد یہ نویس شفق شاعری سے ذرا اوپر کو بھی آجانے میں کامیاب ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک لیکوفرون ساکن خالکس بھی تھا جس کی تالیف اسکندرہ اب بھی موجود ہے، جس میں کاساندرا کی پیشگوئیوں کا ذکر ہے؛ لیکن اس کا واحد امتیاز یہ ہے کہ اس میں جو لفاظانہ اظہار علم کیا گیا ہے اُس سے بیزنطہ کے ماہرین مدرسیت کو اپنا علم و فضل ظاہر کرنے اور اس طرح تاریخ قدیم خصوصاً اطالیۂ زیرین کے تاریخ میں مایوسانہ اختلال پیدا کرنے کا موقع مل گیا۔ باقی درد یہ نویس کا کلام بالکل مفقود ہو چکا ہے ؎۱۱

ظاہر ہے کہ سروری ناٹک بھی اسکندریہ میں کھیلے جاتے تھے، لیکن اس ضمن میں بھی کسی نے کوئی اہم سروریہ تصنیف نہیں کیا ہیروندا س کی نظمیں ضرور دلچسپ ہیں، اور سوتادیس ساکن مارونیہ کا ناشائستہ مزاح ہمعصر درباری معاشرے کے لئے نہایت مناسب تھا۔ لیکن یہ شاعر خود اپنی ناشائستہ زبان کی نذر ہو گیا۔ اس لئے کہ لیزی ماخوس کے دربار میں فلادیلفوس کی ہنسی اڑانے پر فلادیلفوس نے کاؤنوس میں اُسے گرفتار کرا کر فوراً سمندر میں غرق کرا دیا۔ اسکندریہ میں کٹھ پتلیوں کا تماشا اس قدر مقبول تھا کہ ہیرون جیسے بڑے مہندس کو جسے جنگی منجنیقیں تیار کرنے میں کمال حاصل تھا، ان پتلیوں کو متحرک کرنے کی کلیں بنانی پڑیں۔ ایک دوسری طرح کی مبالغہ آمیز شاعری کو بالخصوص تارنتوم میں خاص طور پر ترقی ہوئی اور اس کا سب سے ممتاز قائم مقام رِصن تھون تھا ؎۱۲

؎۱۱ درد یہ۔ کرسٹ، ۳۴۶، ۴۷، ۳؛ زیوسے میل ا، $\frac{۲۶۹}{۲۸۳}$ لیکوفرون کیلئے، ایضاً $\frac{۲۷۲}{۲۷۹}$ –

؎۱۲ سروریہ وغیرہ، کرسٹ ۴۸۴، ۳؛ زیوسے میل ا، ابواب ۶، ۸۔ ایک مصری

باب ۱۹

ان تمام تصانیف میں یونانی خصائص نمایاں ہیں۔ بلاشبہہ یہ دکھانا آسان ہے کہ بہت سے خیالات اور تشبیہیں مشرقی ادب سے لیگئی ہیں، لیکن یہ ان ترتر پھولوں کے مماثل ہیں جو آسانی سے ایک تیار شدہ ہار میں پروئے جاسکتے ہیں، اور ان کا مواد اور طرز بیان دونوں بالکلیہ یونانی ہیں۔ اسکندریہ کے یونانیوں نے مشرق کا جو مطالعہ کیا اس کی بنا پر اُنھوں نے کم وبیش عالمانہ کتابیں تصنیف کیں، جن کی طرف ہم باب ۲۰ میں ناظرین کی توجہ مبذول کریں گے، لیکن ان تصانیف کو شائستہ ادبیات کا مرتبہ نہیں دیا جاسکتا۔ اس لئے کہ اسکندریہ میں ان یونانیوں نے صرف دوسرے درجے کی رزمیہ نظمیں اور مراثی مرتب کئے، اور اُن کی تصانیف میں ہیں نہ کوئی سرود یہ، نہ کوئی اہم تاریخ، نہ خطابانہ کتاب نہ فلسفیانہ مضمون نظر آتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ شائستہ ادبیات کے شعبے میں، جہاں ظاہری شکل کی بہت کچھ اہمیت ہوتی ہے۔ درباری شعرا کا کلام علی العموم اعلیٰ طرز کا ہے یا ادنیٰ طرز کا، اور عوام الناس کے اخلاقی یا ذہنی ارتقا میں جو چیز ممد ومعاون ہوتی ہے وہ زمانۂ ماقبل کی طرح تیسری صدی ق م میں بھی جمہوریتوں میں سے نکلتی تھی۔

بطلیموس فلادیلفوس کی تخت نشینی کے وقت جو جلوس اسکندریہ کی سڑکوں پر ہوکر نکلتا تھا اُس کا مفصل بیان کالکسے نوس ساکن رھوڈز نے اپنی ایک کتاب میں لکھا تھا، جس کا اقتباس اتھے نایوس نے

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ہیبائی روس میں ہیرونداس کی سات خاموش نا ٹک ملے ہیں جنکی طرز مکالمے کی ہے اور جنکو ''مائم'' کہتے ہیں، انکی اشاعت کینیون رتھرفرڈ، بوشیلر اور کروزیوس Kenyon: Rutherford, Buecheler and Crusius. نے کی ہے۔ نیز دیکھو رسالۂ ایجے نیوم ۱۸۹۲ء، (صفحہ ۵۸۰)۔

چیٹلے۔ کرسٹ، $\frac{۳۴۳}{۳۴۵}$

بابک

چھوڑا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر میں لوگ محض ایسے کھیل تماشوں کو کس قدر پسند کرتے تھے جن میں کوئی اعلیٰ مطلب نام کو بھی نہو[۱۳]۔

یہ تماشا اسکندریہ کی ورزشگاہ میں ہوا اور تمام دن جاری رہا۔ یہ مختلف معبودوں یا اشخاص کے اعزاز میں مختلف جلوسوں پر مشتمل تھا، اور اس کی ابتداء علی الصباح صبح کے ستارے کے جلوس سے ہوئی اور خاتمہ ہسپیروس کے جلوس پر ہوا۔ اتھے نائیوس نے خاص طور پر دیونی سیوس کے جلوس کو بیان کیا ہے اور میں اُسی کے چند اقتباسات سے ناظرین کو محظوظ کروں گا۔ پہلے تو بہت سے

---

۱۳ اسکندریہ میں جلوس۔ اتھے نایوس ۵/ ۱۹۶؛ نیز دیکھو میولر جزو ۳، ۵۸ وغیرہ جیسے سونے کا نام دیا جاتا تھا وہ غالباً زیادہ تر ناباہی ہوگا۔ ۱۳۵ فٹ لمبے "طلائی عصا" سے ہمیں اس کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایسے کھیل تماشوں کا واحد مقصد یہ تھا کہ لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیا جائے۔ دربار کی طرف سے فنون لطیفہ کی جو سرپرستی کی جاتی تھی اُس کا مطلب بھی محض ظاہری دکھاوٹ تھا؛ مقابلہ کرو برلن کی "انجمن آثاریات Archaeolog. Geseslischaft" میں ہیروند اس کے موضوع پر ڈیلز Diels کے خیالات؛ جریدۂ لسانیات برلن" Berl; Phil, woch. ۱۸۹۲ء، ع ۳۔ مسلک اسکندریہ کا اُصول تنقید بھی" جس کا پلینی وغیرہ نے اتباع کیا، یہی تھا۔ بڑے بڑے نقاشوں کی بھی اُسی وقت قدر کی جاتی تھی جب وہ فطرت کے حسب حال تصاویر تیار کرتے تھے، یعنی جب ان کے شاہکار آنکھ کو دھوکا دے دیتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ ہم آج بھی اس قسم کی بیکار تنقید کو حق بجانب قرار دیتے اور اسکا مفہوم سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں دیکھو جلد ۳، صفحہ ۲۴۳، دیکھو نیچے حواشی باب ۲۰۔

مقابلہ کرو کٹ بکامپ: "بطلیموس فلادیلفوس کا باکھوسی جلوس: Kamp: De Ptolem. Philad. pompa Bacchica، یونان ۱۸۶۴ء۔

باب ۱۴

نیم انسان اور گدھے سوار شراب پیئے ہوئے ہوتے ہیں جن میں سے چالیس نیم انسانوں کے جسموں کو طرح طرح کے رنگوں سے رنگا گیا ہے اور سنہری پتوں کے حلقے پہنائے گئے ہیں؛ پھر ایک عظیم الشان رتھ آتا ہے جس پر دیونی سیوس کا مجسمہ ایستادہ ہے اور جسے ایک سو اسی آدمی کھینچ رہے ہیں۔ یہ مجسمہ ۱۵ فٹ بلند ہے اور ایک سنہری برتن سے شراب انڈیلتا ہوا نظر آتا ہے، اور اسکے سامنے ایک دوسرا سنہری برتن ہے جس میں ۱۵ پیمانے یا تقریباً گیارہ من شراب بھری ہے، اور ایک سنہری میز ہے جس پر ایک سنہری عود دان اور دو سنہری شیشے ہیں۔ اس رتھ کی چھت بیل اور انگور کے پتوں کی ہے، جس پر ہار، سربند، مصنوعی چہرے اور ڈفلیاں ٹنگی ہوئی ہیں۔ اس رتھ کے پیچھے بے شمار مرد عورتیں نظر آتی ہیں جنکے بالوں میں گجرے اور سانپ پروئے ہوئے ہیں۔ آجکل کے تاریخی اور دوسرے جلوسوں کی طرح ہر چیز گاڑیوں پر رکھی ہوئی ہے چنانچہ ایک دوسری گاڑی پر ۱۲ فٹ اونچا نیسا کا مجسمہ ہے جو کھڑے ہو کر سونے کے ایک کلسے میں سے دودھ انڈیلتا اور اسکے بعد بیٹھ جاتا ہے؛ ایک دوسری گاڑی میں ۳۶ فٹ لمبا ۱۲ فٹ چوڑا شراب کشید کرنے کا آلہ ہے جسے بانسری کی آواز پر سیلے نوس اور ساٹھ نیم انسان اس طرح کھینچتے نظر آتے ہیں کہ اس میں سے تازہ شراب کا ایک مسلسل چشمہ نکلتا ہے۔ ایک دوسری گاڑی میں تیندوے کی کھال کی بوتل رکھی ہے جس میں ۶۰۰ پیمانے یعنی تقریباً پانچ سو من شراب بھری ہے اور جس کے کنارے دستوں اور پرندے پر مجسمے بنے ہوئے ہیں اور جس کے وسط میں جڑاؤ ہار نظر آتا ہے جس میں ہیرے جڑے ہوئے ہیں اس کے تھوڑی دور پیچھے کی طرف دیونی سوس کے ہندوستان سے واپسی کا منظر پیش کیا گیا۔ یہاں اس معبود کا ۱۸ فٹ اونچا مجسمہ ہاتھی پر بیٹھا

باب ۱۴ نظر آتا ہے اور اُس کی گردن پر ½ ۲ فٹ لمبا نیم انسان ہے اور یہ ہاتھی بھی گاڑی میں کھڑا ہے۔ اس کے بعد پانچ سو لڑکیوں کا جلوس جو قمیصیں پہنے سنہری پیٹیاں باندھے آتی ہیں۔ ان کے بعد ۱۲۰ نیم انسان سنہری روپہلی کپڑے پہنے ہوئے، یا گدھوں پر سوار، ہاتھیوں کی گاڑیاں، شتر مرغ اور اونٹ، خچروں کی گاڑیاں جن پر ڈیروں میں قیدی عورتیں بیٹھی ہیں، اونٹ جن پر طرح طرح کے عطریات، مُر اور گرم مصالحے لدے ہوئے ہیں، حبشی جن کے ہاتھ میں ہاتھیوں کے چھ سو دانت ہیں، شکاری جن کے پاس ۲۴۰۰ کتے ہیں، درخت کے تنے جن میں ہمہ قسم کے جانور بندھے ہیں، طوطے اور دوسرے پرند پنجروں میں اور ہر قسم کے درندے جن کے آخر میں ایک گینڈا نظر آتا ہے، غرض یہ سب چیزیں اس عظیم الشان جلوس میں موجود ہیں۔ اس کے ایک دوسرے حصے میں ایک گاڑی ہے جس میں بہت سی عورتیں بیٹھی ہیں جن سے مراد وہ شہر ہیں جنھیں سکندر اور بطلیموس نے آزاد کرایا ہے؛ پھر ۱۳۵ فٹ لمبا طلائی عصائے باکوس آتا ہے اور اس کے بعد شاہی فوج کے ایک لاکھ ستاون ہزار پیدل اور تیئیس ہزار سوار کوچ کرتے ہوئے آتے ہیں۔ یہ سب لا انتہا جلوس، جس میں قدیم مصر کے اسی قسم کے مناظر کا اعادہ اور اُن پر اضافہ کیا گیا تھا، مذہبی اور سیاسی دونوں اعتبار سے اہم تھا۔ اس لئے کہ ایک طرف تو اس میں مختلف معبودوں، خصوصاً دیونی سوس کا اعزاز کیا گیا تھا، جو اوسی رس کے مشابہ تھا اور جس کا خود مصر کے بادشاہ کو ہم پلہ سمجھا جاتا تھا، اور ساتھ ہی اس سے مصریوں اور پردیسیوں دونوں کو بادشاہ کی دولت اور سطوت کا کافی ثبوت دیا گیا تھا۔ یہاں میں اسی مورخ کی کتاب سے شاہی پائین باغ کے اس گرانبہا بنگلے کا ذکر بیکار سمجھتا ہوں جو سکیونی نقاشوں اور سنگ کاروں کے مجسموں اور تصاویر

سے سجا ہوا تھا، نہ ان عظیم الشان جہازوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو بطلیموس اور ہیئے رون نے اپنے لئے بنوائے تھے اور جن کا بیان ہم اتھے نایوس میں پڑھتے ہیں۔ تزک واحتشام کی محبت مشرق میں ہمیشہ سے چلی آتی تھی، اور اگر بطلیموس فلادیلفوس اس جلوس سے اپنے پیش روؤں سے بڑھ گیا تو وہ صرف اسی وجہ سے کہ وہ اپنے آپ کو ہر طرح سے ہر دل عزیز بنانے کا خواہاں تھا۔ مقبول عام ہونے کی کوشش تھیوکری توس کے دوسر قوسی بیگموں کی صوری نظم سے ظاہر ہوتی ہے، جو ادونس کا وہ میلا دیکھنے کو جاتی ہیں جسے ارسی نوئے نے اسکندریہ کے محل میں تیار کیا تھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی ملکہ ہر دلعزیز نہ ہوگی تو کون ہوگا، جو معمولی شہریوں کی بیویوں کو کمال آزادی کے ساتھ اپنے محل میں اس طرح آنے کی اجازت دیتی تھی۔ جو کچھ ہم کہہ آئے ہیں اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسکندریہ میں میکانیکی فنون اوج ترقی کو پہنچ چکے تھے۔ میں اس موضوع کی طرف پھر بیسویں باب میں رجوع کروں گا۔

مصر میں بہت ہی کم یونانی بستیاں تھیں اور مشکل سے ایک بھی ایسی ہوگی جو حقیقی معنی میں خود مختار ہو (استرابو صرف بطلیماس کا ذکر کرتا ہے)، لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ملک میں یونانیوں کے متعدد مجموعے ضرور تھے۔ اسی منشق میں کروکو ویلو پولس کے قریب مدینۃ الفیوم کے یونانی سوار تھے (دیکھو باب ۹، حاشیہ ۲)۔ مصر پر یونان کا اثر روز بروز زیادہ ہو رہا تھا، تاآنکہ قدیم مصری تحریریں یعنی ہیئے روگلیف "ناقابل فہم ہو گئے"۔ لیکن یہ صورت حال زمانہ مابعد یعنی رومن عہد تک نہیں پیش آئی اور اس کا زیادہ تر تعلق عروج عیسویت سے تھا؛ بطالسہ تو قدیم تمدن کا بیحد عزت واحترام ہی کرتے تھے۔

یہاں میں دوسرے شاہی درباروں کا صرف سرسری طور پر

باب ۵۱ ذکر کروں گا اس لئے کہ اُن کے اور بطلیموسی دربار کے خصائص میں بہت کم فرق نظر آتا ہے۔ شہر انطاکیہ کی تابناکی بنا بیت قابل لحاظ ہے اور اس کا اسکندریہ سے مقابلہ کیا جائے تو وہ ہیٹا نہیں اترتا لیکن انطاکیہ کے کمال عروج کا زمانہ اسکندریہ کے بعد کا ہے چنانچہ اس کی طرف ہم اس وقت متوجہ ہوں گے جب ۱۴۶ق م میں ہم پھر ازسرنو دنیائے یونان کی ذہنی کیفیت کا (باب ۲۲ میں) بیان کریں گے دربار انطاکیہ نے بھی ادبیات کی خدمت کرنے کی کوشش کی لیکن جو مؤلف وہاں پیدا ہوئے پہلے اُن کا ذکر ہم اس سے پہلے ہی کر چکے ہیں۔ ہم باب ۲۱ میں پرگامم پر بحث کریں گے۔

لیکن مغرب کا ایک شہر سرقوسہ ایسا ہے جس کی اہمیت کا اگلے عہد میں بالکلیہ خاتمہ ہو جاتا ہے، چنانچہ اس کا تذکرہ یہیں مناسب معلوم ہوتا ہے۔ سرقوسہ شاہ ہیئرون کا پایۂ تخت تھا، اور اس زمانے کے یونانی شہروں میں سب سے بڑا اور اپنی فصیل اور محل وقوع کی وجہ سے سب سے مستحکم تھا۔ وہ پانچ مختلف حصوں پر مشتمل تھا: پہلے تو جزیرۂ اورتی گیہ، دوسرے خاص اقلیم سسلی پر مشرق کی طرف آخرادینا، تیسرے اس کے محاذ میں مغرب کی جانب تیخے اور نیاپولس اور مغرب اقصیٰ میں ایپی پولائے سسرو نے (تمائیوس کے بیانات کی بنا پر جو اس نے تیسری صدی ق م میں منضبط کئے تھے) اس خوبصورت شہر کا مفصل ذکر اس تقریر میں کیا ہے جو اس نے ویریز کے خلاف دی تھی۔ اس کا نقشہ ایسے عظیم الشان پیمانے پر تیار کیا گیا تھا کہ اُس زمانے میں اورتی گیہ سے کلیتہً قلعے کا کام لیا جاتا تھا اور علاوہ درباریوں اور اجیر سپاہیوں کے کسی معمولی شہری کو اس میں رہنے کی اجازت نہیں تھی؛ اس کے علاوہ ایپی پولائے کے وسیع محلے میں ایک دوسرا بالائی قلعہ تھا جس کے باقیات آج تک

باب ۱۲

محفوظ ہیں ۱۴؎۔

ہیئے رون کی راجدھانی کے دوسرے مشہروں میں سے تورومے نیوم کے علاوہ جس کا محل وقوع نہایت ہی دلفریب تھا، اکرائے کا ذکر بھی مناسب ہے جس کے کھنڈر اس کی مرفہ الحالی کا ثبوت دیتے ہیں ۱۵؎۔

اس میں شک نہیں کہ تاراس بھی اتنا ہی ممتاز تھا جتنا سرقوسہ لیکن ہمیں اس شہر کے صحیح حالات کا اندازہ تو قدیم مورخوں کی تحریروں سے ہوتا ہے نہ اس کے باقیات سے ۱۶؎۔

آخر میں ہمیں یہ کہنا باقی ہے کہ سیدا کے حجری تابوتوں سے سب سے مشہور تابوت سے، جسے تابوت سکندری کہتے ہیں، اس کا ثبوت ملتا ہے کہ چوتھی صدی ق م کے اختتام پر فن سنگ تراشی کس کمال کو پہنچ گیا تھا ۱۷؎۔

۱۴؎ سرقوسہ۔ دیکھو ہولم: "تاریخ سسلی"، ۲، ۳۲۵/۳۳۴

۱۵؎ اکرائے۔ یودیکا: "قدیمیات اکرائے" Judica : La antichita di Acre سینہ ۱۸۱۹ء۔ شوبرنگ: "اکرائے یالاتسولو" Schubring: Acrac-Plazzolo ، "جریدہ لسانیات قدیمہ" Jahr. F. Klass Phil. تتمہ ۴، بابت ۱۸۶۴ء۔

۱۶؎ تاراس۔ لورنتز: "بلدیہ تاراس" Lorentz: De civil Taras ۱۸۸۳ء اور اسی مورخ کی کتاب "تاراس کے مذہبی اور فنی حالات" De rebus Sacris et artibus Tar. ۱۸۳۶ء

دیمیتریوس پولیورکیتیس کی تجدید سکیوں کے لئے دیکھو مہانی: "یونانی زندگی"، ۳۰۱

۱۷؎ سیدا کے تابوت کے لئے دیکھو حمدی بک اور رائناش کی نفیس کتاب پیرس ۱۸۹۲ء اور رائناش کا مضمون "جریدہ فنون لطیفہ" Gazette des Beaux-arts. پیرس ۱۸۹۲ء مقابلہ کرو استدنچکا

باب ۱۴

یادداشت

اس باب میں جن موضوعات پر بحث کی گئی ہے ان کے لئے پاؤلی وسووا کے "محیط" میں پخشتائن کا مضمون "اسکندریہ" اور کناک Knaack کی کتاب "ادبیات اسکندریہ" Alexandrinische Litteratur کا بھی مقابلہ کیا جائے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Studniezka: Jahrb des K. D. Arch. Inst. ۹، ۱۸۹۴ء صفحہ ۲۰۴ تا ۲۴۴ اور پ۔ گارڈنر کا مضمون جلسہ انجمن یونانی Hellenic Society مئی ۱۸۹۵ء اتھنےنیوم یکم جون ۱۸۹۵ء۔ گارڈنر کے نزدیک (۱) تابوت لکیہ پانچویں صدی ق م کے نصف آخر میں (پارتھے نون کے حاشیے کے سواروں کی طرح) بنا ہوگا؛ (۲) اسی زمانے میں ساتراپ کا مقبرہ بھی تعمیر ہوا ہوگا جو نے ریوس کے مقبرے سے مشابہ ہے؛ (۳) سوگوار عورتوں کے مجسمے چوتھی صدی ق م کے وسط میں بنے ہونگے اور یہ دراصل غالباً استراتون دوم کا مقبرہ ہوگا (اٹیکائی طرز تعمیر) (۴) نام نہاد بڑا تابوت جو واتنا کے امیزن والے تابوت سے مشابہ ہے) غالباً ابدالونی موس کا تابوت ہے اور چوتھی صدی ق م کا بنا ہوا ہے۔ اب یوداخ کے خیال کے بموجب) اسے بجائے وتنیانی ابدالونی موسس کے لاؤمیدون کا تابوت تصور کیا جاتا ہے۔

باب پانزدہم

رومن عہد کی ابتدا

انطاکوس اور فیلقوس
لیگ والی جنگ
دوسری فنیقی جنگ
سرقوسہ
فلوپوے من
سنہ ۲۲۱ ق م تا سنہ ۱۴۶ ق م

اب وہ زمانہ آتا ہے جب رومن معاملاتِ یونان میں براہ راست مداخلت کرتے ہیں۔ یہ مداخلت اس لاثانی شہر روما کے خصائص کی وجہ سے ممکن ہوئی، اور اگر ہم نظر غائر سے دیکھیں تو یہی خصائص اس کے تمام مدارج تاریخ کا گویا راز ہیں۔ روما ایسے ملک میں اور ایسی آبادی کے درمیان جن میں دیہاتی زندگی کو فوقیت حاصل تھی ایک ممتاز شہر تھا، اور اس میں ایک نہیں بلکہ متعدد قومیں آباد تھیں۔ اصل میں یہی کیفیت اس کے نہایت استوار اور منظم قانونی سلسلے کی بنیاد تھی۔ لیکن ساتھ ہی

باب ۱۵ اس نظم کے تشدد ہی میں ان سب کے لئے ایک طرح کی کوشش کا مادّہ تھا جو وسیع اور آزاد حکومت میں حصہ لینے کے خواہاں تھے؛ بالکل یہ جیسے باہر والے رومن حقوق حاصل کرنا چاہنے لگے ویسے ہی روما نے خوش آمدید کہنا شروع کیا اور دوسری جمہوریتوں سے کہیں زیادہ سیاسی حیثیت دینی شروع کی۔ روما نے اپنے سیاسی دائرے میں اپنے خاص پیشرو ایتھنز سے کہیں زیادہ پردیسی اقوام کو اپنے شہریوں میں شامل کرنے کے مسئلے کو کہیں بہتر حل کیا۔ ہم اس رائے سے متفق نہیں ہیں کہ اسنے جان بوجھ کر ابتدا ہی سے دوسرے ملکوں کی فتح کو اپنا خاص پیش نامہ بنایا تھا، بلکہ اصل واقعہ یہ تھا کہ اپنے چند در چند تعلقات کی بنا پر اسے مختلف اقوام سے دست و گریباں ہونا پڑا؛ گو ان تنازعات میں وہ ہمیشہ برسرحق نہ تھا لیکن ان میں روما کو ہمیشہ یہ خیال رہتا تھا کہ وہ کسی نہ کسی حق کی طرفداری کر رہا ہے۔ اس نے مغلوب اقوام کی اراضی پر قبضہ کرکے ضرور اپنے شہریوں کو اس سے استفادہ حاصل کرنے دیا، لیکن ان سب باتوں سے یہ نتیجہ نہیں نکل سکتا کہ روما کی جنگوں کا مقصد خاص یہ تھا کہ مختلف ملکوں کو فتح کرکے ان کا الحاق کرلے۔ زمانۂ قدیم میں بھی بہت سے پردیسی اکثر یہ تسلیم کرتے تھے کہ فی الجملہ روما دوسرے ملکوں سے بہت اچھا برتاؤ کرتا تھا اور یہ بات نہایت اہم ہے کہ اپنی قوت اور حقوق شہریت کی درجہ بدرجہ توسیع اور حقوق شہریت کی وجہ سے غیر اقوام کے خصائص کا اندازہ کرنے اور انکے ساتھ انصاف کرنے کے گر کو رفتہ رفتہ سمجھنے لگا۔

جب تک رومنوں نے جزیرۂ سسلی کے قرطاجنی حصے پر قبضہ نہیں کرلیا اس وقت تک انھوں نے یونانیوں کے معاملات میں مداخلت نہیں کی؛ ان کی مداخلت کی فوری وجہ یہ تھی کہ فیلقوس شاہ مقدونیہ نے روز بروز زیادہ مستعدی دکھائی اور روما کے خلاف قرطاجنہ سے محالفہ کرلیا۔ اس کا فطری نتیجہ یہ تھا کہ رومنوں نے خود اس کے حلقہ اثر میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیدا کرنا شروع کیں۔ اس کے برعکس مشرقی

دنیائے یونان پر بالفعل روما کا مطلق کوئی اثر نہیں پڑا اور اب ہم اسکی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کریں گے[1] باب ۱۵

---

[1] ۲۲۰ سنہ ق م سے ۱۴۶ سنہ ق م تک کی تاریخ کے اسناد :-

اس عہد کی تاریخ پولی بیوس کی تصنیف میں مندرج ہے جسکے خصائص اور حالات زندگی کے لئے دیکھو نیچے، باب ۲۴ - اس کے حصوں میں سے صرف کتاب ۱ تا کتاب ۵ ہی مکمل حالت میں محفوظ ہیں - ان میں سے ۱ و ۲ میں تمہید ہے؛ یعنی کتاب ۱ میں پہلی فنیقی جنگ اور قرطاجنیوں کی جنگ اپنے اجیر سپاہیوں کے ساتھ، اور کتاب ۲ میں روما و الیریہ کی جنگ، روما و غالویوں کی جنگ، اور کلیومنیس کی وفات تک اکائیائیوں کی تاریخ مندرج ہے - کتاب ۳ میں جنگ کانائے تک ۲۱۶ سنہ ق م دوسری فنیقی جنگ کا ذکر ہے - کتاب ۴ میں مؤلف یونان کا رخ کرتا ہے اور لیگ کی جنگ کی ابتدا، رھوڈز و بیزنطہ کی جنگ اور اسنوف کے معاملات (ابواب ۳۸ تا ۵۶)، اس کے بعد لیگ کے جنگ کا بیان (ابواب ۵۸ تا ۸۷) کر کے ۲۱۸ سنہ ق م کے موسم بہار تک پہنچ جاتا ہے - کتاب ۵ میں اسی موضوع پر ہی ۲۱۷ سنہ ق م تک بحث کی جاتی ہے (ابواب ۱ تا ۳۰) اس کے بعد کیلے سوریہ کے لئے مصر اور شام کے باہمی جنگ کا بیان ہے اور ساتھ ہی انطاکوس کی مہمات (۳۱ تا ۸۷)، رھوڈز کا زلزلہ اور اسکے نتائج (۸۸ تا ۹۰)، ۲۱۷ سنہ ق م تک کا یونانی اختلال (۹۱ تا ۱۰۵)، ایتھنز کی حالت (۱۰۶)، مصر، فیلقوس و الیریہ، پروسیاس اور غالویوں (۱۰۷ تا ۱۱۱) کا بیان ہے - کتاب ۶ کا جو حصہ اس وقت تک محفوظ ہے اس میں روما کے دستور اور فوجی نظم، اور کتاب ۶ کے محفوظ حصے میں دوسری فنیقی جنگ اور سرقوسہ (۲ تا ۸) فیلقوس و ہنی بعل (۹)، مسینے و فیلقوس، ۲۱۵ سنہ ق م (۱۰ تا ۱۴)، انطاکوس و اکائیوس (۱۵ تا ۱۸) کا ذکر ہے - کتاب ۸ میں سرقوسہ کے محاصرے کی کیفیت ۲۱۴ سنہ ق م تک (۵ تا ۹)، فیلقوس و اراتوس (۱۰ تا ۱۴)، فیلقوس کی تسخیر لیسوس (۱۵، ۱۶)، اکائیوس کی قید (۱۷ تا ۲۲)، تھریس، میدیہ (۲۴؛ لیکن بابلون ccxx حاشیہ ۲۱ کتاب ۲۵ کے جزو کو جس میں انطاکوس و ارسموراتا کا ذکر ہے، اسے انطاکوس ۴ کے متعلق سمجھتا ہے)،

باب ۱۵

۲۲۳ ق م سے ۱۸۷ ق م تک ملک شام پر انطاکوس سوم "اعظم"

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ تارنتوم (۲۶ تا ۳۶)؛ زوال سرقوسہ (۳۷، ۳۸) کا بیان ہے۔ کتاب ۹ اور کتاب ۱۰ میں اولمپیاد ۱۴۲ کے واقعات دئے ہوئے ہیں جن میں فلوپوئے من (۲۱ تا ۲۴)، انطاکوس و پارتھیان (۲۷ تا ۳۱، ۴۸، ۴۹) اور معاملات یونان وغیرہ (۱۴ تا ۴۸) کی تاریخ شامل ہے۔ کتاب ۱۱: ۲۰۷ ق م میں رھوڈزیوں کی کوشش کہ ایتولی صلح کریں (۴ تا ۷)، فلوپوئے من و مخانیداس (۸ تا ۱۹)، انطاکوس باختر میں (۳۴)۔ کتاب ۱۲ تقریباً سب کی سب تمائیوس کی تجسسانہ تنقید سے بھری ہوئی ہے۔

اب میں باقی ماندہ کتابوں کے اہم ترین مضامین کا مختصر طور پر بیان کروں گا۔

کتاب ۱۳: ایتولی، فیلقوس، نابس، انطاکوس۔

کتاب ۱۴، باب ۱۱، بطلیموس ۴۔

کتاب ۱۵، ابواب ۲۰ تا ۲۵، فیلقوس؛ ۲۵ تا ۳۶، بطلیموس ۵، ۲۷، انطاکوس ۳۔

کتاب ۱۶، ۱ تا ۱۰، ۲۰۱ تا لوس، رھوڈز و فیلقوس و نابس؛ ۲۱، ۲۲، مصر؛ ۲۴ تا ۲۵، فیلقوس؛ ۲۶ تا ۳۸، یونان؛ ۳۹، انطاکوس

کتاب ۱۸؛ فیلقوس؛ ایشیا و مصر کا مختصر بیان

کتاب ۲۰، یونان و انطاکوس

کتاب ۲۱؛ رومن فتوحات انطاکوس، ایولیہ والوں اور غالطیوں کے خلاف۔

کتاب ۲۲۔ ۱۸۵ ق م تک یونان و ایشیا۔

کتاب ۲۳، ۱۸۳ ق م کا ذکر۔

کتاب ۲۴؛ ۱۸۱ ق م سے ۱۸۰ ق م تک کا ذکر۔

کتاب ۲۵، پرسیوس، رھوڈز اور لیکیہ۔

کتاب ۲۶؛ انطاکوس ۴۔

کتاب ۲۷؛ خاص طور پر ۱۷۱ ق م۔

کتاب ۲۸؛ خاص طور پر ۱۶۹ ق م

کتاب ۲۹۔ ۱۶۸ ق م؛ پرسیوس، بطلیموس، انطاکوس ۴۔

باب ۵

نے حکومت کی جو سلیوکوس کالی نیکوس کا دوسرا بیٹا اور اپنے بڑے بھائی سلیوکوس کیرانوس کا جانشین تھا ۔عہ جب وہ تخت پر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کتاب ۳۰ ؛ تاریخ فرمارو یان پرگامم و اہل رہوڈز ۔

کتاب ۳۱ ؛ پرگامم، شام، مصر ۔ دیمتریوس کی فراری روما سے ۔

کتاب ۳۲ ؛ بطالسہ، شام، مصر ۔

کتاب ۳۳ میں ۱۵۳ء ق م تک کا ذکر ہے ۔

کتاب ۳۴ ۔ جغرافی مواد ۔

کتاب ۳۵ ۔ ہسپانیہ ۔

کتاب ۳۶ ۔ تیسری فنیقی جنگ ۔

کتاب ۳۷ تا ۳۹ ؛ یونان ۔ خاتمہ ۔

ان اجزا کو مختلف کتابوں میں جو تقسیم کیا گیا ہے اس پر انحصار نہیں کیا جاسکتا ۔

لیوی ۔ کتاب ۲۱ تا ۳۰ میں ۲۱۸ء ق م سے ۲۰۱ء ق م تک کا اور کتاب ۳۱ تا کتاب ۴۵ ۱۶۷ء ق م یعنی پرسیوس والی جنگ کے اختتام تک کا بیان ہے ۔ جہاں ہو سکتا ہے لیوی پولی بیوس کا اتباع کرتا ہے ۔ مقابلہ کرو نیسن : دو لیوی کی چوتھی اور پانچویں دہائیوں کی تنقیدی تحقیقات Niessen : Krit. Untersuch-ueber die Quellen der 4 and 5 Deckade des Livius برلن ۱۸۶۳ء ۔

یوستی نوس ۔ کتب $\frac{29}{44}$ مع تروگوس کی تمہیدوں کے ۔ کتاب ۲۹ میں ۲۲۰ء ق م کے قریب کی سیاسی کیفیت کا اچھا خاصہ بیان ہے اور اس کے بعد فیلقوس کے متعلقہ واقعات کا ناکافی تذکرہ کیا گیا ہے ۔ کتاب ۳۰ ؛ فلوپاتر کے زمانے میں مصر کی حالت ؛ فیلقوس اور اسکے یونانی دوست اور دشمن ؛ کوئنک تیتوس ۔ انطاکوس کا ذکر صرف تمہید میں دیا ہوا ہے ۔ کتاب ۳۱ ؛ رومنوں کی جنگ انطاکوس کے ساتھ ۔ جو باتیں یوستی نوس میں نہیں ملتیں انہیں سے بہت سے واقعات تمہید سے دستیاب ہوئے ہیں، لیکن ساتھ ہی اس میں بیکار لفاظی بھی بہت کچھ بھری ہے ۔ کتاب ۳۲ ؛ فلوپوئے مین کی موت، فیلقوس و دیمتریوس ؛ پرسیوس ۔ پردسیاس اور یومنیس کے مابین جنگ ؛ ہنی بعل، فلوپوئے مین اور سسرو کی وفات ؛ تمہید میں ایشیائی جنگ کا مفصل ذکر ہے ۔ کتاب ۳۳ ؛ پرسیوس سے جنگ ؛ تمہید میں اس کی مزید تفصیل کتاب ۳

عہ اس حاشیہ نمبر (۲)، کیلئے کتاب ہذا کے صفحہ (۴۹۱) کی سطر ۲۵ ملاحظہ کیجئے ۱۲

باب ۱۵ بیٹھا تو اس کی عمر صرف بیس برس کی تھی، اور وہ اپنے وزیر ہرمیاسس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - اکائیائیوں کی شکست؛ یہاں پولی بیوس اپنے سیاسی نقطۂ نظر کو منظم کرتا ہے۔ انطاکوس اور پوپی لیوس کے واقعات سب سے پہلے بیان کئے جاتے ہیں، اور جو کچھ باقی ہے وہ تمہید میں بیان کیا گیا ہے۔

کتاب ۲۵ میں دیمتریوس اوّل اور اسکندر بالا کا ذکر کیا گیا ہے۔

تالیف دیودوروس کے اجزا۔ اس کی کتاب ۲۶ (سنہ ۲۱۷ ق م تا سنہ ۲۰۲ ق م) میں کلیتہً دیار مغربی کا بیان ہے اور کتاب ۲۷ (سنہ ۲۰۲ ق م تا سنہ ۲۰۱ ق م) تھوڑا بہت مشرق کا ذکر کیا گیا ہے؛ نابس؛ کریٹی۔ اس کے بعد کی کتابوں میں طرز کلام بدل گیا ہے، اور کتاب ۲۸ تا کتاب ۳۱ تقریباً کلیتہً مشرقی واقعات سے متعلق ہیں۔ کتاب ۲۸؛ سنہ ۲۰۰ ق م تا سنہ ۱۹۳ ق م؛ فیلقوس؛ انطاکوس؛ کتاب ۲۹؛ سنہ ۱۹۲ ق م تا سنہ ۱۷۱ ق م: انطاکوس اور اس کے جانشین؛ فیلقوس دپرسیوس؛ بطالسہ۔ کتاب ۳۱؛ سنہ ۱۶۷ ق م تا سنہ ۱۵۱ ق م: بتھی نیہ، سوریہ، کاپادوسیہ، پرگامم، رھوڈز، کریٹ۔ اس کے برعکس کتاب ۳۲ (سنہ ۱۵۰ ق م تا سنہ ۱۴۶ ق م) میں مشرق (اکائیہ، شام) اور مغرب (قرطاجنہ) دونوں کے حالات مندرج ہیں۔ دیودوروس کے اس ملخص سے اور باب ۹ حاشیہ ۱ سے ہم اسی نتیجے پر پہنچتے ہیں جن پر ہم جلد ۳ باب اوالی یادداشت میں اس کے پہلے کی تالیفات پر بحث کر کے پہنچے تھے، اور یہ اس کی کوشش تھی کہ اپنے بیان کو پیچیدہ اور غیر مساوی نہ ہونے دے، چنانچہ محض اپنی صوابدید پر کبھی وہ مشرق کا بیان نسبتہً کم کرتا ہے اور کبھی مغرب کا جس کا عملی نتیجہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ مکمل نہیں ہوتا اور اگر وہ کسی خاص واقعے کو اپنی کتاب کی فصلوں میں جنھیں جان بوجھ کر نظر انداز کیا گیا ہے بیان نہیں کرتا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ان واقعات کو تسلیم بھی نہیں کرتا بلاشبہ اس وقت ہمارے سامنے صرف اجزا ہی ہیں۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ انہیں صرف تفصیلات میں جو دلچسپی تھی اسکی وجہ سے انہیں انتخاب اور محفوظ کیا گیا تھا، اور ان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ کونسے موضوعات کو زیادہ تفصیل سے بیان کیا ہوگا۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہنچنے میں حق بجانب ہیں کہ کتب ۲۲ تا ۲۶ میں اسنے مغرب کو مشرق سے زیادہ نمایاں کیا، کتاب ۲۷ میں مشرق کو ذرا بڑھا کر ۲۸ تا ۳۱ میں مشرق کو قطعی طور پر ممتاز کر دیا اور ۳۲ میں مشرق اور مغرب

باب ۵

سائن کاریہ کے زیر اثر تھا۔ اس بادشاہ کے سامنے بہت سے مسائل تھے،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دونوں کو مساوی طور پر بیان کیا۔ تاریخ عالم کو پیش نظر رکھکر یہ کہا جاسکتا ہے کہ ایسا کرنے میں وہ حق بجانب تھا؛ اسلئے کہ ۲۴۰ء ق م سے ۲۱۷ء ق م تک (کتب ۲۲ تا ۲۵) پرہوس، پہلی فنیقی جنگ اور ہسپانیہ میں قرطاجنیوں کی مہمات یہ سب یونانی و مشرقی واقعات سے کہیں زیادہ موجب دلچسپی تھے؛ اور اسی طرح سے ۲۱۷ء ق م سے ۲۰۱ء ق م تک (کتاب ۲۶) سب سے اہم واقعہ ہنی بعل کی جنگ ہے (۲۰۸ء ق م سے ۴، سال، پانچ کتابوں میں) اس کے برعکس جوں ہی روما نے مشرق اور یونان کے معاملات میں مداخلت کی، فوراً یہ ممالک تاریخ عالم کے لئے اہم ہوگئے؛ یہ حالت کتب ۲۸ تا ۳۱ تک کی ہے جس میں ۲۰۰ء ق م سے ۱۵۱ء ق م تک کے پنجاہ سالہ حالات بیان کئے گئے ہیں۔

یہ کسی تاریخ عالم کی خصوصیت ہوتی ہے کہ اس میں ایک خاص مجموعۂ واقعات کو دوسروں سے ممتاز کردیا جاتا ہے اور یہ نہ صرف بالکل فطری امر ہے بلکہ بعض مرتبہ ضروری اور لازمی بھی ہوتا ہے۔ تاریخ عالم کی تالیف ممکن نہیں کہ بہت سے ایسے واقعات نہ حذف کر گئے ہوں جو بجائے خود تو اہم ہوں لیکن تاریخی تسلسل قائم کرنے کے لئے ضروری معلوم نہ ہوتے ہوں۔ اس خاص بات کو تاریخ روما میں ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے۔

آپیان کتاب ۶ (متعلق ایبریہ)، ۷ ("ہنی بعل") ۸ (لیبیہ، قرطاجنہ و نومیدیا) نسبتہً کم اہم ہیں، لیکن ۹ ("مقدونیہ") زیادہ اہم ہے۔ کتاب ۱۰ (متعلق ہیلاس و ایونیہ) مفقود ہے لیکن ۱۱ (متعلق سوریہ و پارتھیا) موجود ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ زمانۂ زیر بحث کے لئے اپیان نے نہایت افراط سے پولی بیوس سے کام لیا لیکن مسلسل نہیں بلکہ کہیں کہیں سے؛ مقابلہ کرو نیسن: "تحقیقات تنقیدی"، صفحہ ۱۱۴؛ ہارناک: "اپیان اور اس کے ماخذ" (Harnack : Appian und seine Quellen)، دائنا، ۱۸۶۹ء۔

پلوٹارک کی سوانح عمریوں میں سے مفصلۂ ذیل اسی عہد سے متعلق ہیں: فلوپوئے مین، فابیوس ماکسی موس، مارسیلوس، تیتوس کوئنک تیوس، کاتو کینسوریوس، ایمیلیوس پاؤلوس۔ یونانیوں کی سوانح عمریوں کے ماخذ کے لئے دیکھو ہاؤگ Haug ٹیوبنگن، ۱۸۵۴ء؛ اور رومیوں کی سوانح عمریوں کے ماخذ کے لئے پیٹر ہالے، ۱۸۶۵ء؛ نیز نیسن صفحہ ۲۸۰ وغیرہ

باب ۱۵ | لیکن دو مسئلے ایسے تھے جو خاص طور پر اس کے پیش نظر تھے، یعنی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ شوارتزے: "مآخذ پلوٹارک در سوانح عمری ایمیلیوس پاؤلوس"
W. Schwarze : Quibus Fontibus Plut. in vita L. Aem Pauli usus sit
لائپزگ، سنہ ۱۸۹۱ء۔

مشرق کی تاریخ کے لئے مقابلہ کرو شیورر: "تاریخ اقوام یہود" (Schuerer : Gesch. des Jued. Volkes) جلد ۱، تمہید۔

زمانہ حال کے مصنفوں میں سے ہی دیکھو خاص طور پر ہرتزبرگ کی کتاب جس کا حوالہ باب ۹ حاشیہ ۱ میں دیا گیا ہے، لیکن یہ صرف مشرقی معاملات پر رائے زنی کرتا ہے۔ فلاتے: "تاریخ مقدونیہ و ممالک ماتحت سلطنت مقدونیہ" Flathe : Gesch. Macedonians und der Reiche welches von Maced. Kœnigen beherrscht wards جلد ۲، سنہ ۱۸۳۶ء؛ رھوڈز کی حیثیت کے لئے روسپاٹ: "سیاسیات جمہوریہ رھوڈز" Rospatt : Die Politik der Republik Rhodos جریدہ فلولوگوس جلد ۲، ۲۹۔

دنیائے قدیمہ کی تاریخ میں جس کی اعلیٰ ترین پیداوار شہری مملکتیں ہیں، روما کی ایک خاص حیثیت ہے، اور وہ دو وجہ سے ایک تو اس لئے کہ اُسے دوسرے بلدیات کو اپنے سے ملا لینے کا شعور حاصل ہو گیا تھا، اور دوسرے اس کے قانونی نظام کی ترقی کی وجہ سے (دیکھو نیچے باب ۴۲)۔ کیا یہاں یہ نامناسب ہو گا کہ ہم اس سے روما کی تاریک ابتدا کی بابت استدلال کریں اور کہیں کہ اس متنازعہ فیہ روایت میں ضرور کوئی حقیقت پنہاں ہے کہ روما درحقیقت مختلف عناصر سے مرکب تھا؟ کیا اس قسم کے آغاز سے روما کی اس عجیب قوت کا صحیح اندازہ آسانی سے نہیں ہو سکتا جس کی وجہ سے وہ خارجی دساتیر و قوانین کی قدر کر سکتا تھا بلکہ اس حد تک انہیں اپنا بنا سکتا تھا کہ پردیسیوں کا رومن شہری بننا بھی ممکن ہو گیا اور ساتھ ہی اس کی بھی ضرورت نہیں رہی کہ وہ اپنے خصائص کو خیرباد کہہ دیں۔

مقابلہ کرو "ارتقائے" بلدیہ" کے لئے، وارڈ فاؤلر کی نفیس کتاب "یونانیوں اور رومنوں کی شہری مملکتیں" Warde Fowler : City States of the Greeks & Romans لندن سنہ ۱۸۹۳ء

مشرقی ممالک اور مصر کے ساتھ کس قسم کے تعلقات رکھنی چاہئیں؛ رہا باب ۱۵
ایشیائے کوچک، تو جہاں تک اس کا سلیوکیون سے تعلق تھا، اسے
حال ہی میں اتالوس سے اس کے رشتہ دار اکائیوس نے لے لیا
تھا، جس کی وجہ سے فی الحال یہ ملک اس بادشاہ کے لئے باعث تردد
نہیں تھا، اس کے برعکس مصر کی قوت مسلم تھی، اور فنیقیہ کیلئے سوریہ اور
سلیوکیہ (بساحل بحر) تک پر قبضہ ہونے کی وجہ سے انطاکیہ سمندر سے
بالکل جدا ہوگیا تھا اور وہ خود بھی معرض خطر میں تھا۔ لیکن مصر کے نئے
بادشاہ بطلیموس چہارم "فلوپاتر" (۲۲۲ ق م) نے، جس کے ذاتی
خصائص کا خاکہ ہم نے تیرہویں باب میں بیان کردیا ہے۔ اس زرین
موقع کو ہاتھ سے نکل جانے دیا۔ کلیومنیس کو اسکندریہ کے بیشمار اجیر
سپاہی، جس میں کم سے کم تین ہزار پیلوپونیزی تھے، نہایت وقعت کی
نظر سے دیکھتے تھے، اور بطلیموس کے وزیر سوسی بیوس نے پہلے تو
اس حد تک اسے خوش کرنے کی کوشش کی کہ بیرے نیس اور ماگاس کے

حاشیہ صفحہ ۴۸۰ — ۲ انطاکوس سوم۔ اسکی بابت خاص سند پولی بیوس، خصوصاً ۵،
۴۰ سے ۲۱ ویں کتاب تک ہے؛ اس کے بعد لیوی خصوصاً کتاب ۳۱ وغیرہ۔ یوستی نوس
کتاب ۳۱، یوسفوس ۱ "قدیمیات" (Joseph:Antiquitates App Syr.) جہاں سے
مشرقی مہمات کی وجہ سے "اعظم" کا لقب دیا گیا ہے۔
پاؤلی ۱، ۱۱۳۱ تا ۱۱۳۵ میں اسپر جو مضمون ہے اس میں سابق کی کتابوں کا
حوالہ دیا ہوا ہے؛ ہیڈن: "انطاکوس سوم کی کارروائیاں Heyden : Res Ab
Ant. III Gestæ ۱۸۷۷ء؛ بابلوں: "شاہان سوریہ" (Babelon : Rois
de Syrie LXXVII تا LXXXVI؛ ولکن Wilken پاؤلی وسووا میں

اس کے سکے، کتاب ہذا، باب ۱۷، حاشیہ ۱۲۔
کلیومنیس کی وفات پولی بیوس ۵، ۳۵-۳۹ -

باب ۱۵

قتل پر اپنی چھنگلی بھی نہیں اٹھائی، اور جب کلیومنیس بیکار ہو گیا تو اسے بھی ایک طرف کو جھاڑ دیا۔ یونان میں دوسون کے انتقال کے بعد کسی ایسے شخص کے کامیاب ہونے میں بہت کم شبہہ نظر آتا تھا جو مقدونیہ کی مخالفت کرے، چنانچہ اب کلیومنیس نے اس ملک کو جانے کی خواہش ظاہر کی لیکن سوسی بیوس نے اسے جانے سے باز رکھا، اور بادشاہ کے سامنے طرح طرح کی غلط بیانیاں کرکے اس بجین اسپارٹی کو مقید کرنے پر اکسایا۔ جب کلیومنیس نے دیکھا کہ مجھے آزاد ہونے کا مطلق کوئی موقع نہیں ہے تو اس نے اس ناقابل برداشت کیفیت کا خاتمہ کرنے کا تہیہ کرلیا اور اپنے باقی ماندہ مٹھی بھر ساتھیوں کو لے کر وہ جیل خانے سے نکل بھاگا۔ اس نے باشندگانِ اسکندریہ سے کہا کہ اب وقت ہے کہ اپنی آزادی کے خاطر اٹھ کھڑے ہو، اور جب اسکندریہ والے ساکت وصامت رہے تو اس نے شاہی محل کو لینے کی کوشش کی۔ یہاں بھی وہ ناکام ہوا اور آخر کار اس نے خودکشی کرلی۔ یہ وہ شخص تھا کہ جسے اس کا سیاسی مخالف پولی بیوس فطرتاً سپہ سالار اور بوتڑوں کے بادشاہ کا لقب دیتا ہے اور واقعتاً یہی وہ واحد ممتاز مدبر ہے جو سنہ ۳۲۳ ق م کے بعد دنیائے یونان میں نظر آتا ہے۔ اس میں علو خیالی ضرور ہے لیکن شدت عمل نہیں۔ چھٹی صدی ق م میں سولون، پانچویں میں فارقلیس، چوتھی میں سکندر ان سب کی سطح اس سے کہیں اونچی ہے، لیکن یہ سطح ان تینوں کی ہمسر سطح کے مقابل ہے۔ اسپارٹیوں میں جو تنگ نظری ہے اس کی وجہ سے وہ کلیومنیس سے بڑا آدمی پیدا نہیں کر سکتے۔ یہ چاروں یونان کے سیاسی ارتقاء کے چار مدارج کے گویا قائم مقام ہیں، یعنی سولون مطمئن مقنن، فارقلیس ذہنی قوت کے ذریعہ سے مطمئن حاکم، سکندر مطمئن فاتح اور تہذیب پھیلانے والا، کلیومنیس ایسے شخص کی مطمئن مثال جو جبر و تشدد سے لوگوں کو متحد کرے۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ ان تینوں نے اپنے مقاصد کی ناکامی کو اپنی

باب ۱۵ سے دیکھ لیا۔ سولون نے اپنی زندگی ہی میں خود سری، فارقلیس کو طاعون اور قوم کی ناشکری، سکندر کو ہندوستان سے واپسی اور کلیومنیس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور جلا وطنی کی حالت میں خودکشی کرنی پڑی۔ ان عظیم الشان انسانوں کی قسمت میں ہم کو یونانی قوم کی پاداشں کا تھوڑا بہت پرتو نظر آتا ہے۔

اب مصر واپس آئیے۔ اس ملک کا بادشاہ کسی نہ کسی وقتی منظور نظر کے ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح رہتا تھا، چنانچہ اس ملک کی زبون حالت اسکی مقتضی تھی کہ اگر حوصلہ مند حکمران شام زوردار طرز عمل اختیار کرے تو اسے کامیابی حاصل ہونا کچھ بعید از قیاس نہیں عین اسوقت پرس (لارستان) اور میدیہ میں اسکندر و مولون نامی بھائیوں نے علم بغاوت بلند کردیا چنانچہ سوال یہ پیدا ہوا کہ آیا سپہ سالار اپی گنیس کے کہنے پر انطاکوس خود جاکر اس بغاوت کو فرو کرے، یا ہرمیاس کے کہنے کے مطابق خود مصر پر حملہ کردے اور بغاوت فرو کرنے کا کام دوسروں پر چھوڑ دے۔ الغرض اسلئے ہرمیاس کے صلاح پر عمل کیا لیکن مصری سپہ سالار تھیودوتوس کے دور اندیشانہ کارروائیوں کی وجہ سے مصریوں کے خلاف کچھ کرسکا، اور اُس طرف مولون نے دریائے فرات تک کا ملک فتح کرلیا۔ انطاکوس نے اب اپنا رُخ بدل کر مشرق کیطرف گیا اور باغیوں کو شکست دی جسپر مولون اور اسکندر دونوں نے خودکشی کرلی۔ اسکے بعد انطاکوس نے ہرمیاس کا کام تمام کردیا اسلئے کہ اسی نے اپی گنیس کو مروا ڈالنے کے لئے کہا تھا، اور ارتابارزان حکمران اتروپا تینئے سے حلف وفاداری لیا۔ اسکے بعد، گو اکائیوس نے ایشیائے کوچک میں علم بغاوت بلند کردیا تھا، تاہم وہ ایک فوج کو مصر لے گیا۔ اس مرتبہ اسے جنگ میں اسلئے بہت کچھ آسانی پیدا ہوگئی کہ تھیودوتوس خود اسکی طرف آگیا اور صور و بطلیمائس اور بہت سے جنگی جہاز اسکے سپرد کردیئے۔ اس موقعہ پر سوسی بیوس اور

باب ۱۵

اگاتھوکلیس نے چال چلی کہ کسی طرح سے گفت وشنود کے ذریعے سے انطاکوس کو دور ہی رکھا جائے تاکہ اس دوران میں اپنی تیاریاں مکمل کیجا سکیں۔ رھوڈز، کیزیکوس، بیزنطہ اور ایتولیون نے انطاکوس کے ساتھ صلح کرنے کی خواہش ظاہر کی، اور جب موخرالذکر نے شرائط صلح کو قبول کرنے سے انکار کرکے جنگ از سر نو جاری کی تو ۲۱۷ ق م میں رافیہ کے مقام پر اسے شکست ہوئی جسکے بعد اسے فنیقیہ اور کیلے سوریہ سے دست بردار ہونا پڑا لیکن سلیوکیہ جسے اُسنے ۲۱۹ ق م میں فتح کرلیا تھا، برابر اسکے قبضے میں رہا۔ اب وہ اکائیوس کا تیاپانچا کرنے کے لئے بالکل آزاد تھا۔[۵۴] چنانچہ اس نے

---

[۵۳] مصریوں کی تیاریاں: پولی بوس ۵، ۶۳/۶۵ جہاں سے بطالسہ کے فوجی نظام کے بابت بہت کچھ معلومات حاصل ہوسکتی ہے، جیسے "گھوڑوں اور خیموں" کا ذکر ہے اور اسی طرح تھریسیون اور غالیلیون کا جنھیں "باشندوں" (دیکھو اوپر، باب ۱۳، حاشیہ) اور "جانشینوں" یعنی ابتدائی آبادکار اور انکی اولاد کے نام سے ذکر کیا گیا ہے۔ دیکھو یونانی نوشتے نیروتزوس: اسکندریہ قدیم (Neroutzos :) صفحہ ۱۰) پر۔ جنگ رافیہ: پولی بوس ۵، ۸۲/۸۶ صلح نامہ، ۵، ۸۷۔

انطاکوس سلیوکیہ (بہ ساحل بحر) کو بطالسہ سے لے لیتا ہے: پولی بوس ۵، ۵۸/۶۱: یہ شہر ۱۹۶ ق م میں شام کا ہی مقبوضہ ہے، اور اسلئے ہم یہ فرض کرسکتے ہیں کہ یہ پھر مصریوں کے قبضے میں نہیں گیا ہوگا۔

اپی گنیس: ڈٹن برگر ۲، ۱۷۳؛ فرنکل نمبر ۲۹ و ۳۰ مع حواشی کیوہلر (Kochler)؛ اسٹے نیوم ۱۰۔ دسمبر ۱۸۹۲ء۔

انطاکوس کی مہمات مشرق میں: پولی بوس ۴، ۴۳/۴۸، ۴۸، ۹۴۔ غالباً اسی زمانہ میں اسنے یہودیوں کو افروجیہ میں آباد کیا تاکہ اس ملک پر اسکا قبضہ مستحکم ہوجائے: یوسفوس: "قدیمات" (Jos Ant) ۱۲، ۳، ۴۔

دونوں اکائیوسوں کیلئے مقابلہ کرو دلکن کا مضمون پاؤلی وسووا ۱، ۲۰۶ میں۔

باب۵ ساروس میں اسے محصور کرلیا۔ سوسی بوسس اسے حصار سے نکال لانا چاہتا تھا، چنانچہ اسنے یہ کام ایک کریٹی مسمی بولس کے سپرد کیا۔ لیکن بولس چاہتا تھا کہ خود اپنا ذاتی فائدہ حاصل کرے، جسکے لئے اسنے انطاکوس سے ایک کریٹی خادم کے ساتھ رسل و رسائل جاری کئے اور اکائیوس کو قلعہ سے آزاد کرنے کے بعد فوراً اسے انطاکوس کے حوالے کردیا جسنے اسے فوراً ملک عدم پہونچا دیا۔ اس طرح فرمانروائے شام ایشیائے کوچک کا وہ حصہ دوبارہ اپنے قبضے میں لے آیا تھا جسپر کسی زمانے میں اسکے اباواجداد حکومت کرتے تھے، یعنی وسطی لیدیہ کا حصہ، افروجیہ وکاریہ، اور اسطرح ساروس سے مغرب میں استراتونی کیہ تک اور جنوب میں اپامیہ تک تمام ملک اور یہاں سے کلیلیہ کا پستس تک کے راستے کا مالک بن گیا۔ اب اسکی یہ آرزو ہوئی کہ مشرق اقصیٰ خصوصًا پارتھیا اور باختر پر از سرنو قبضہ کرے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے ایک بڑی مہم سر کی جسکی وجہ سے اسکے دوستوں نے اسے "اعظم" کے لقب کا مستحق قرار دیا۔

ہمیں اس مہم کی بابت محض غیرمسلسل معلومات حاصل ہیں جنسے پتہ چلتا ہے کہ اسنے اپنے باپ کالی نیکوس کے مہم کا گویا اعادہ کیا تھا (دیکھو باب ۱۰)۔ ۲۰۹ق م میں انطاکوس نے ہمدان پہونچا اور اسنے نامی معبود کا خزانہ پگھلا کر اپنے ساتھ لیا اور ایک لاکھ پیدل اور بیس ہزار سوار ساتھ لیکر پارتھیا ہیرکانیہ کا رخ کیا شکست خوردہ پارتھیوں نے شہر سی رنکس میں پناہ لی، لیکن یہاں کے یونانی باشندوں نے انھیں سب کو تہ تیغ کردیا، گو ساتھ ہی خود بھی ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوئے۔ ۲۰۸ق م میں اسنے باختر کی طرف حرکت کی، جہاں دیودوتوس کے خاندان کو یوتھی دیموس ساکن مگنیشیہ نے تخت سے اتار دیا تھا۔ یوتھی دیموس اس نئے حملہ آور کے سامنے

باب ۱۵ زارہی اسپا کی طرف پسپا ہوگیا، اور اسس نے اعلان کیا کہ مجبوری کیحالت میں وہ خانہ بدوش اقوام کو بلائے گا، جسپر انطاکوس نے اسے بادشاہ تسلیم کرلیا۔ اسکے بعد اسنے ہندوستانی بادشاہ سوبھاگ سین سے ایک عہدنامہ کیا کہ وہ اسے چند ہاتھی نذر کردے؛ انہیں لیکر وہ اراخوزیہ اور کرمانیہ ہوتا ہوا مغرب کی طرف آیا اور راستے میں مقامی عربوں کو مجبور کیا کہ وہ چاندی، لوبان اور مُر اسکے حوالہ کریں۔ انطاکوس نے بالکل مشرقی حکمراں کا سا برتاؤ کیا، یعنی دوردراز مقامات میں مہمات سرکیں، لیکن ان کے بعد بھی سیاسی صورت حال میں کسی قسم کی تبدیلی پیدا نہیں ہوئی۔ باختر اور پارتھیا دونوں کی آزادی برقرار رہی۔ کرمانیوں کے نزدیک وہ بلاشبہ ایک عظیم الشان حکمراں تھا، اور وہ خود بھی اگر بادشاہ مصر سے اپنا مقابلہ کرتا تو یقیناً اسی نتیجے پر پہونچتا۔ بطلیموس کو اسس زمانے میں دیسی عنصر کے ساتھ مشکلات پیش آرہی تھیں، اسلئے کہ بیس ہزار مصریوں کے جنگ رافیہ میں شمول کی وجہ سے انہیں اپنی اہمیت کا احساس پیدا ہوگیا تھا۔ لیکن ان باغیوں کو نیچا دیکھنا پڑا۔ "مکابیوں" کی تیسری کتاب میں بطلیموس فلوپاتر اور اسکندریہ کے یہودیوں کے باہم پیچیدگیوں کا ذکر ہے، لیکن وہ محض افسانہ ہی افسانہ معلوم ہوتا ہے[۵۴]۔ فلوپاتر رومنوں کا نہایت گہرا دوست تھا اور جب وہ مرا تو اسنے وصیت کی کہ اسکے بیٹے اپی فانیس کی اتالیقی کا کام انھی کے سپرد کیا جائے۔ اسطرح مصر روما کے زیر حمایت آگیا اور یہ حمایت ہمیشہ قایم رہی۔ اسوقت سے مصر کی اہمیت کلیتہً تاریخ تمدن سے متعلق ہے[۵۵]۔

---

۵۴ مصری بغاوت، پولی بیوس ۵، ۱۰۷؛ مقابلہ کرو کلیس، پاؤلی ۶، ۲۱۳۱ میں۔ مکابیوں کی تیسری کتاب کے لئے دیکھو شیوئرر (Schuerer) ۲، ۴۲۳/۴۸۵

۵۵ فلوپاتر اور رومن؛ پولی بیوس ۹، ۴۴؛ لیوی ۲۳، ۱۰۷۔ فیلقوس اور ایتولیہ کے درمیان ثالثی؛ پولی بیوس ۵، ۱۰۰۔ فلوپاتر کے تعلقات گورتینا کے ساتھ ، استرابو ۱۰، ۴۷۸، ۴۷۹۔

باب ۱۵

اب یورپ آئیے ۔ یہاں مقدونیہ کا بادشاہ فیلقوس پنجم تھا جسنے ۲۲۰ق م سے ۱۷۹ق م تک حکومت کی ۔ اُسے چاہئیے تھا کہ یونان پر فیصلہ کن قابو رکھنے کے لئے (جو اسوقت تک ممکن نہیں ہوا تھا) ایتولیون کو بالالتزام زیر کرتا ۔ ایتھنز بھی آزاد تھا، لیکن فیلقوس کے دست برد سے بچنے کے لئے حتی الامکان ایسی سیاسی پیچیدگیوں سے الگ رہتا تھا جن کا تعلق اقلیم یونان سے ہو۔ ایتولیون نے اسکی دست اندازی کے لئے اسے کافی مواقع دیئے ۔ دو ایتولی اعیانیوں، مسمی دوری ماخوس دسکو پاس نے فگالیہ کو اپنا مرکز بنا کر مسینیہ پر بطور خود چھاپے مارنے شروع کئے علاوہ ازیں فگالیہ پہونچنے کے لئے وہ پاترائے، فارائے اور ترتی تائیہ میں ہوکر کچھ اس انداز سے نکلے کہ گویا اکائیہ انکی میراث تھی ۔ جب اہل مسینیہ نے اکائیائیوں سے مدد کے لئے کہا تو اراتوس نے ایتولی غارتگروں کی سرزنش کرنے کا دعویٰ کیا، لیکن اسنے اس کام کو کچھ اس لغو طور پر شروع کیا کہ فریقین میں کافیائے پر جو لڑائی ہوی اسمیں خود اسی کو شکست ملی ۔ لیکن اکائیائی اس لیگ کے ارکان تھے جو کلیومینیس والی جنگ میں دوسون نے قایم کی تھی، جسمیں تھسالوی، بیوتی، اکارنانی، اپائروسی اور مقدونیہ شامل تھے، لہٰذا اب ممکن ہے کہ اس لیگ سے کام لیا جاسکے ۔ الغرض فیلقوس نے اس لیگ کا ایک جلسہ کورنتھ میں طلب کرکے یہ قرار داد منظور کرائی کہ ایتولیوں سے فوراً جنگ ٹھان لی جائے ۔ لیکن اس نام نہاد لیگ والی جنگ میں[۵۶]

[۵۶] اس "جنگ معاقدہ" کا حال پولی بیوس ۴، ۳ وغیرہ میں دیا ہوا ہے ۔ دیکھو تیو پفر: "اکائیہ" "پاؤلی" اشاعت سوم جغرافی تفصیلات اور برہومر؛ "اکارنانیہ" Ober nummer Akarnanien نیز دیکھو آرچی : "پیلو پونیز" بزمانہ جنگ حلفا" Arci : Pelopon al tempo della guesra مطالعات تاریخ قدیمہ عامہ Studi di Stor. ant. Public (روما، ۱۸۹۳ء)

باب ۱۵

حلیفوں میں سے صرف فیلقوس ہی ایسا تھا جسنے کچھ ہمت پھرت دکھائی اور چونکہ اسنے اپنی توجہ منقسم کرلی اسلئے وہ بھی کچھ زیادہ نہیں کرسکا۔ چونکہ اسپارٹیوں نے ایتولون کا ساتھ دیا' اسلئے فیلقوس نے سوچا کہ پیلوپونیز میں اپنا اقتدار جمانے کا بہت ہی اچھا موقع ہے۔ لیکن دو مختلف محاذوں میں کوئی کارنمایاں کرنے کے لئے اسمیں نہ اہلیت تھی نہ اسکے پاس وسائل. اکائیوں کو چاہئیے تھا کہ وہ پیلوپونیز میں جنگ کو جاری رکھتے' لیکن چونکہ اراتوس نے ان کے فوجی نظام کی طرف کافی توجہ نہیں کی تھی اسلئے ان کے لئے یہ ممکن نہ تھا' چنانچہ سربرآوردہ شہروں نے لیگ کے خزانے میں روپیہ داخل کرنے کے بجائے خود اجیر سپاہی بھرتی کرنی شروع کردیئے۔ ابتدا میں تو فیلقوس نے جنگ کو صرف شمال میں ۲۱۹ق م میں جاری رکھا' اور امبراکیہ پہونچکر وہاں کے قلعہ امبراکوس کا محاصرہ کرنے کے لئے ٹھہر گیا' ادھر اسکوپاس نے ایتولیوں کو لیکر تھسلی میں ہو کر گیا اور مقدونیہ کے شہر دیوم تک کو تاراج کر دیا۔ اب فیلقوس نے روئے نیاوا کے پر قبضہ کیا اور اپنے سپاہیوں کو اجازت دیدی کہ کھیتوں کو تاراج کریں' لیکن ادھر ایتولیوں نے دودونا کی اینٹ سے اینٹ بجادی تھی۔ ۲۱۹ق م میں بادشاہ نے جنوب میں اپنی مہم کی ابتدا کردی اور پیلوپونیز میں جاکر استیم فالوس کے مقام پر ایتولی لٹیروں پر جا پڑا اور انھیں شکست دیدی۔ اسکے بعد اسنے پسوفس پر چھاپا مارکر اسے لیا' ایلس گیا اور وہاں چھ روز میں پورے ضلع تری فالیہ پر قابض ہوگیا۔ لیکن قبل اسکے کہ ایتولی اس ضلع کا تخلیہ کریں' انھوں نے قرب وجوار کے علاقے کو بالکل تاراج کردیا تھا۔ ۲۱۹ق م کا موسم سرما آرگوس میں بسر ہوا۔ آئندہ سال یعنی ۲۱۸ق م میں اسنے یہ دیکھ کر کہ میدان جنگ میں اکائیائی کوئی کارنمایاں نہیں کرسکے تھے' انسے صرف روپیہ مہیا کرنے کے لئے کہا

باب ۱۵ اور اس کے بعد اسنے پہلے سے بھی بڑے پیمانے پر اپنی مہم کو جاری کیا۔ اسنے ایک بیڑا آراستہ کرکے اسکی مدد سے کیفالے نیہ پہونچا لیکن اپنے صلاح کاروں، اپےلیس اور لیونتیوس کی غداری کی وجہ سے وہ پایہ پر قبضہ نہیں کرسکا۔ اقلیمی علاقے پر اسے اس سے ذرا زیادہ کامیابی ہوئی یعنی اسنے ایتولیوں کے جلسہ گاہ تھرمون پر قبضہ کرلیا اور درلیوم کے بدلے میں اسکے ایک طرف سے دوسرے طرف تک اسے ویران و برباد کردیا۔ اسکے بعد وہ ایک ساتھ مشرق کی طرف مڑا، اور لیخائیوم پر لنگر انداز ہوکر سیدھا لقونیہ پہونچا جسے ساحل تک تاراج کرکے کمال چالاکی سے اسپارٹا کے قریب ہوتا ہوا شمال کی طرف نکل گیا۔ اسی دوران میں ایتولیوں نے بھی پیلو پونیز کو تاراج کیا۔ اب مصر، رھوڈز، خیوس اور بزنطہ جیسی بحری مملکتوں نے صلح کرانے کی کوشش کی جسپر اپنے دوست دیمتریوس حکمران فاروس (ساحل الیریہ) نے کہنے سے جسے رومنوں نے جلا وطن کردیا تھا فیلقوس راضی ہوگیا۔ رومنوں کو حال ہی میں جھیل تراسی مین پر شکست مل چکی تھی، اور جو مسئلہ اسوقت درپیش تھا وہ یہ تھا کہ آیا مقدونیہ کے اقتدار کو روما کے خلاف کامیابی کے ساتھ استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں۔ خود یونانیوں کا میلان بھی اسی کی طرف تھا۔ الغرض فریقین کے درمیان نئو پاکتوس کے مقام پر کانفرنس ہوئی جسمیں اگیلاؤس ساکن نئو پاکتوس نے اپنی تقریر میں اس خطرے کو بیان کیا جو روما یا قرطاجنہ کی طرف سے مغرب کیجانب سے لگا ہوا تھا اور کہا کہ اب ہمیں آپسمیں اتحاد کرلینا چاہئے۔ چونکہ فریقین میں سے کسی نے اپنے حریف کو نیچا نہیں دکھایا تھا اسلئے جو صلح ۲۱۷ق م میں ہوئی اسمیں صورت حال وہی رہی جو پہلے تھی[۵۹]۔ اس جنگ میں اور جنگ ارخی داموس (دیکھو

---

[۵۷] گلبرٹ: "مملکت قدیم" ۲، ۲۵ میں کہتا ہے کہ ۲۱۱ق م کے صلحنامے میں ایتولیوں نے فوکس اور لوکرس اپنے قبضے میں رکھا۔ (باقی برصفحہ آئندہ)

باب ۱۵

جلد ۲) کے درمیان بہت کچھ مشابہت نظر آتی ہے یعنی اسمیں بھی اس جنگ کی طرح ہر فریق نے دوسرے کے ملک میں چھاپے مارے لیکن کسی کو خاطر خواہ نتائج حاصل نہیں ہوئے۔ صرف ایک فرق ضرور تھا، وہ یہ کہ لیگ کی جنگ میں شہروں پر حملے کئے گئے تھے لیکن جنگ آرخی داموس میں ایسا کوئی حملہ نہیں کیا گیا تھا، لیکن یہ حملے صرف فیلقوس ہی کیئے تھے۔ بحیثیت ایک سپاہی اور ایک سپہ سالار کے فیلقوس اپنے یونانی معاصروں سے کہیں زیادہ ممتاز ہے اور اسکے خصائص میں مستعدی، تعفیہ کنی اور صاف نظری اسے نمایاں کر دیتی ہیں۔ لیکن اسکے تدبر میں بہت کچھ خامی تھی، وہ یہ کہ اس میں دور اندیشی اور استحکام کی بہت کمی تھی، اسنے اپنی زندگی کے سب سے اہم تنازع یعنی روما کے ساتھ آویزش کے معاملہ میں جو کمزوری دکھائی اس سے یہ صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ اسنے صلحنامے پر جو رضامندی ظاہر کی وہ اسلئے نہیں کہ اسے عام سیاسی کیفیت کا صحیح اندازہ تھا بلکہ محض اسلئے کہ اسمیں فطرتاً استقامت کی صفت موجود نہ تھی۔

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ اکائیوں نے فیلقوس کو پچاس تالنت یکمشت اور ۷ تالنت ماہوار ادا کرنے کا وعدہ کیا؛ پولی بیوس ۵، ۱۔ اس قسم کے خراج کی ادائگی یونانیوں کے لئے توہین آمیز تھا اسلئے کہ اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا تھا کہ یونانیوں میں مردانہ قوت کی بجائے حب زر پسندیدہ تر ہو جاتا تھا۔ اس سے پہلے قاعدہ یہ تھا کہ بادشاہ روپیہ اور یونانی بلدیات سپاہی مہیا کریں، اور اب جو اس طرز عمل کے بالکل مخالف کارروائی کی گئی اس کا الزام اراتوس کے سر ہے اسلئے کہ اسنے لیگ کے فوجی نظام میں اس درجہ نقص پیدا ہونے دیا کو آخر سنہ ۲۱۷ ق م میں بلدیات نے لیگ کو اپنے اپنے حصے ادا کرنے سے انکار کر دیا اور اس سے بے تعلق ہو گئے؛ دیکھو پولی بیوس ۴، ۶۰ فلوپوئیمن نے اس صورت حال میں تبدیلی پیدا کر دی۔

موسم بہار سنہ ۲۱۶ ق م میں وہ روما کے حلیف اسکر ودی لائداس با
ساکن الیریہ کے خلاف چلا اور کوشش کی کہ شہر اپولونیہ پر قبضہ کرے؛
لیکن یہ سنتے ہی کہ ایک رومن بیڑہ آرہا ہے وہ مقدونیہ واپس چلا گیا۔
جنگ کانائے کے بعد وہ پھر بیدار ہوا اور ہنی بعل کے ساتھ محالفہ کر لیا[8]
لیکن رومنوں نے یہ سنتے ہی ادریاٹک میں ایک بیڑے کو چھوڑ دیا
جس پر اسنے اٹلی کے جھگڑے میں مداخلت کرنے سے باز رہا اور
اسکے بجائے از سر نو پیلوپونیز پر حملہ آور ہوگیا۔ اسکا مقصد یہ تھا کہ
اتھومے پر قبضہ کرکے اسے، نائکس اور اکروکورنتھ کو یونان پر مظالم
ڈھانے کے لئے تین مرکز بنا دے، لیکن دو مرتبہ کوشش کے باوجود
اسے ناکامی ہی ہوئی، پہلی مرتبہ تو اراتوس نے اسے حملہ کرنے
سے باز رکھا اور دوسری مرتبہ جب اسنے اتھومے پر حملہ کر ہی دیا
تو اسے شکست ہوئی اور جنگ میں اسکا دوست دیمتریوس ساکن
فاروس بھی کام آیا[9] اراتوس اب فیلقوس کا صلاح کار ہی صلاح کار
رہ گیا تھا، اور اس حیثیت سے اسے بہت سے افعال شنیعہ سے
باز رکھا تھا۔ لیکن اب فیلقوس نے اسے زہر دلوا کر مار ڈالا[10]

---

۸ فیلقوس کا محالفہ ہنی بعل کے ساتھ: پولی بیوس ۷، ۹؛ مقابلہ کرو پائولی ۵، ۳۸۲۱ ا۔
نیز دیکھو موم سن در روبرٹ؛ فیلقوس پنجم و اہل لارسہ (Mommsen & Robert : Philipp V und dic Larissær) جریدہ ہرمیس، جلد ۱۷ ۔
۹ دیمتریوس ساکن فاروس، پولی بیوس ۴، ۶۶ یوستی نوس ۲۲؛ اسکی وفات، ایضاً، ۳، ۱۹ ۔
۱۰ پولی بیوس (۷، ۱۴) اراتوس کو فیلقوس کا "زہر" کہتا ہے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ شکبرہ (Shuckburgh) کے نزدیک محض اس فقرہ سے کہ
یہ لازم نہیں آتا کہ اراتوس کو زہر دیا گیا تھا، گو ہم اسمیں یہ اضافہ کرتے ہیں
کہ سنکھئے سے ضرور موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس قصے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ

باب ۱۵

ارا تھوس کی وفات پر روما کی حالت پہلے سے بہتر ہوگئی تھی[۱۱۵] ۲۱۶ ق م میں روما کو ہیرون کی موت کی وجہ سے بہت بڑا دھکا لگا اسلئے کہ ہیرون کے بعد اسکا پوتا ہیرونیموس تخت پر بیٹھا جو قرطاجنیوں کا گہرا دوست تھا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ ہیرونیموس قتل ہوگیا اور سرقوسہ کی آزادی کا اعلان کر دیا گیا لیکن اسکے فوراً بعد دو نیم قرطاجنی بھائیوں یعنی بقراط اور اپی کی دیس نے سرقوسہ پر قبضہ کرلیا اور اسطرح اس شہر کو پہلے سے بھی زیادہ قرطاجنہ کی طرف مائل کر دیا۔ اسپر قرطاجنیوں نے اپنی فوج کو جزیرے میں بھیجکر اکراگاس کو اپنا قلعہ بند مستقر بنایا۔ لیکن گو روما کو اسپین میں ہسدروبعل کا مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا اور اطالیہ زیریں میں برابر ہنی بعل سے برسرپیکار رہتا تاہم اسکی قوت اسوقت اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ اسنے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ جنوبی ممالک میں جو چاروں طرف بلکہ دیواروں تک پرتو کرنے کی میلی عادت پھیلی ہوئی ہے اس سے عہد زیر بحث میں یونان کے بہترین مکانات بھی مستثنی نہیں تھے ۔

[۱۱۵] دوسری فینقی جنگ ۔ فتح سرقوسہ؛ کاوالاری ہولم: سرقوسہ کی آثاری توصیف Cavallari & Holm : Topographia arch eologioa di Siracusa پالرمو ۱۸۸۳ء؛ لوپوس: "بلدیۂ سرقوسہ بزمانہ قدیمہ" (Lupus : Die Stadt Syrakus in Alterthum) اشتراس برگ ۱۸۸۷ء ۔

آثار اس کے لئے دیکھو تصانیف لورنتز و ویولا (Lorenta & Viola) جنکے اقتباسات اوپر دیئے گئے ہیں (جلد ۱، باب) بروتیوم، نیسن "جغرافیہ اطالیہ" (Niessen Italische Landeskunde) ۱، ۵۲۷ ۔

سسرو نے اپنی تقریر میں جو ویریس کے خلاف اسنے دی تھی، رومنوں اور سسلی کی مختلف بستیوں کے قانونی تعلقات کو شرح و بسط سے بیان کیا ہے ۔

باب ۱۵

مارکوس کلاڈیوس مارکیلوس کو سرقوسہ پر قبضہ کرنے کے لئے سسلی روانہ کردیا (۲۱۳ ق م)۔ مارکیلوس نے شہر کا محاصرہ کرلیا لیکن چونکہ شہر فطرتاً محفوظ تھا اور اس کی حفاظت کے لئے ہر طرح کے ذرائع اختیار کئے گئے تھے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اسکے نامور شہری ارشمیدس نے ہر طرح کے حکیمانی طریقے سے اور اپنی عقل و دانش سے ہر طرح کے موجودہ وسائل کو کام میں لاکر اس کی حفاظت کی تھی، اسلئے رومنوں کو مدت دراز تک اسکا محاصرہ کئے پڑا رہنا پڑا۔ ۲۱۲ ق م میں روما کو دور و دراز مقامات میں فتح و شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس طرف ہنی بعل نے شہر تارنتوم پر قبضہ کرلیا گو قلعہ رومنوں ہی کے قبضے میں رہا۔ اس سے زیادہ اندیشہ ناک ہسپانوی واقعات تھے، جہاں دو بھائی، پب اور ک کورنے لیوس جو رومن فوج کے سپہ سالار تھے، لڑائی میں کام آئے اور علاوہ مٹھی بھر سپاہیوں کے جنھیں مارکیوس نامی مبارز دریائے ابرہ کے مغربی کنارے پر بچالایا باقی رومن فوج کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ اس کے برعکس ادھر سرقوسہ نے اسی سال میں ہتھیار ڈال دیئے۔ مارکیلوس کا اس عظیم الشان شہر کے فصیل کے اس حصے پر قبضہ ہوگیا جسکے عقب میں کھلے ہوئے میدان کے علاوہ کچھ نہیں تھا، اور اسیر ہوکر وہ اپی پولائے کے قلعے اور شہر کے چار مشرقی محلوں کے درمیان کی اراضی میں پہنچ گیا اور آخرکار ان محلوں میں سے اہم ترین یعنی جزیرہ اور رقی گرہ اور مرتفع اخرادینا ہسپانوی مرکوس کی غداری کیوجہ سے رومن قبضے میں آگیا۔ رومن شہر میں گھس پڑے اور اس کی تاراجی میں ارشمیدس بھی کام آیا۔ بے شمار مال غنیمت رومنوں کے ہاتھ لگا۔ بہت سے فنی شاہکاروں کو روما لے گئے جہاں وہ مارکیلوس کے بنا کردہ "اعزاز" اور "جوانمردی" کے مندروں میں نصب کئے گئے جو پاس پاس تعمیر کئے گئے تھے۔ سرقوسہ پر رومن قبضہ ہونے کے بعد قرطاجنہ کی

باب ۱۵ قسمت میں زوال شروع ہوگیا، چنانچہ سنہ ۲۱۱ ق م میں کاپوا پر جو یونانی تمدن کا مرکز تھا اور جو دولت و زینت میں خود روما کا مقابلہ کر رہا تھا، رومنوں نے مسخر کرلیا، اور اسکی وجہ سے رومن اقتدار ازسرنو کمپانیہ پر قایم ہوگیا، گو نیاپولس کبھی روما کی وفاشعاری سے نہیں ہٹا تھا اسی سال میں کانسل م۔ و اسے ریوس لائی وی نیوس نے اکراگاس پر قبضہ کرلیا اور سیرقوسہ کی طرح اس شہر کو بھی اجیر سپاہیوں کے ایک گروہ، موتی نیس نامی نومیدیہ کے باشندے کی غداری کی وجہ سے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ اب رومن علم تمام سسلی پر آویزاں تھا اور یہ صوبہ جس میں سنہ ۔۔۔ ق م ۔۔۔ جزیرے کا ایک بڑا حصہ شامل تھا، سنہ ۲۱۱ ق م میں علاوہ مسانہ کے جو ریتا آزاد تھا، اور تورومے نیوم کے تمام جزیرے پر حاوی ہوگیا تھا۔ اینده مختلف بلدیات کی حیثیت مختلف ہوتی یعنی جن بلدیات نے اپنی خوشی خاطر روما کا ساتھ دیا تھا انکا رتبہ ان بلدیات کے رتبہ سے جدا ہوگیا جنھیں مجبورًا روما کا ہمنوا ہونا پڑا تھا، اور بدترین سیاسی رتبہ سیرقوسہ کا تھا سنہ ۲۱۰ ق م میں ہسپانیہ میں بھی رومنوں کی قسمت جاگ اٹھی، اور نوجوان پب کو رنے لیوس سی پیو نے، جو مقتول پبلیوس کا بیٹا تھا، بڑے بڑے کام انجام دیئے، یہانتک کہ قرطاجنہ جدید تک بھی قبضہ کرلیا۔ سنہ ۲۰۹ ق م میں فابیوس ماکسی موس نے وہ کام کیا جو مارکیلوس کے مہم کے مساوی تھا، یعنی مغرب کے یونانی شہروں میں سے سیرقوسہ کے مدمقابل متمول بلدیہ تارنتوم پر قبضہ کرلیا، اور یہ بھی غداری ہی سے یعنی بروتیوں کے سردار کے رومنوں کی طرف آجانے کی وجہ سے انکے ہاتھ آیا۔ دراصل یہ سب اجیر سپاہیوں کے نظم کا نتیجہ تھا؛ آخر ایک ہسپانوی ایک نومیدی یا ایک بروتی کیوں قرطاجنیوں سے وفاداری برتیں جب وہ قسمت کے ہیٹے تھے اور انھیں صرف تنخواہ دیتے تھے جب دوسری طرف رومنوں کا نماور اقبال اوج پر آتا جاتا تھا اور

انکے تھیلے غداروں کے انعام کے لئے کھلے ہوئے تھے۔ یہ باب ۱۵
بات قابل لحاظ ہے کہ غداری کی یہ نمایاں مثالیں یونانی النسل
اجیر سپاہیوں میں ایسی عام نہیں تھیں۔ قرطاجنہ کا ستارہ اسوقت
بالکل ہی غروب ہوگیا جب ہنی بال نے اپنے بھائی کی مہم
کا اعادہ کرنا چاہا لیکن سنہ [illegible] ق م میں دریائے میتوروس پر اسے
فاش شکست ملی اور لڑائی میں وہ خود بھی کام آگیا۔ سنہ [illegible] ق م
میں سی پیو ہسپانیہ سے روما آیا اور گو ہنی بال اب بھی نشیبی
اٹلی میں موجود تھا، تاہم وہ سیدھا سسلی گیا تاکہ خاص قرطاجنہ پر
حملہ کرنے کے لئے فوج جمع کرے اور اسے افریقہ لے جائے۔
یہ سنکر ہنی بعل کو اٹلی کو خیرباد کہنا پڑا، جہاں وہ اپنے لئے ایک
سلطنت قائم کرنے کے خواب دیکھ رہا تھا، اور سیدھا اپنے وطن
مالوف کی حفاظت کرنے کے لئے چلا۔ لیکن سنہ ۲۰۲ ق م میں سی پیو
نے اسے زاما کے مقام پر ایک فیصلہ کن شکست دی اور اگلے
سال قرطاجنیوں نے رومن شرائط کو مان اپنے آپ کو ہمیشہ کیلئے
روما کا ماتحت بنا لیا، اور یہ اصول تسلیم کر لیا کہ آئندہ بغیر روما کی اجازت
لئے بغیر وہ کسی سے برسرپیکار نہیں ہو نگے۔ نشیبی اٹلی کو ہنی بعل
کے ساتھ دینا بڑا گراں گذرا، اور یونانی تمدن کا، جسنے بروتیوں کے
ملک میں گھر کر لیا تھا، بالکل خاتمہ ہوگیا۔ سنہ ۱۹۴ ق م میں تیمیسہ
اور کروتوں میں، اور سنہ ۱۹۲ ق م میں سکی لے تیوم میں رومن شہریوں
کی نوآبادیاں، اور سنہ ۱۹۳ ق م میں تھوری اور سنہ ۱۹۲ ق م میں ہپو نیوم
میں لاطینی نوآبادیاں قائم کر دی گئیں، اور ملک بروتیاں مع سیلا سلوا
کے رومن قوم کی ملک عامہ بن گیا۔

اب ہم ارض یونان کے واقعات پر نظر ڈالنے کے لئے چند
سال پیچھے لوٹتے ہیں۔ گو فیلقوس روما سے برسرپیکار تھا لیکن اسمیں
اتنی ہمت نہیں تھی کہ خاص رومنوں پر حملہ آور ہو اور روما نے بھی

باضابطہ جنگ کی ابتدا کرنا بالفعل ضروری نہیں سمجھا لیکن جب سنہ ۲۱۱ ق م میں وہ ذرا آزاد ہوے تو انھوں نے مناسب سمجھا کہ اسکی بالواسطہ مخالفت کریں چنانچہ انھوں نے اسکے دشمنوں، ایتولیوں، الیسیوں، اور اسپارٹیوں کے ساتھ و نیز تھریس و الیریہ کے حکمرانوں، اٹالوس فرمانروائے پرگامم کے ساتھ محالفہ کرلیا (باب)
جسے ایتولین لیگ نے سنہ ۲۰۹ ق م میں اپنا سپہ سالار مقرر کردیا تھا۔ اس زمانے میں اسپارٹیوں پر ایک خود سر مخانیداس حکومت کرتا تھا۔ اور فیلقوس کے تقریبًا واحد حلیف اکائیائی لیگ تھی لیکن بہ نسبت پہلے کے اب اکائیائی فیلقوس کی زیادہ خدمت کر سکتے تھے اسلئے کہ وہ ایک قابل سپہ سالار فلوپوے مین کے تابع تھے[۲۱۰] جسکا ذکر ہم باب میں کر چکے ہیں۔ یہ شخص سنہ ۲۵۳ ق م میگالوپولس میں پیدا ہوا تھا اور اسنے اکائیائیوں کی فوجی جوش کا احیاء کرکے وہاں کے فوجی نظام کو از سر نو ابھارا تھا، اور اراتوس کے بعد اسنے اپنی تمام تر توجہ لیگ کی طرف مبذول کر دی تھی۔ فیلقوس نے ایتولیوں کو اکارنانیہ سے نکال باہر کیا اور سنہ ۲۱۰ ق م میں اسے لامیہ کے مقام پر شکست دی، اور گو سنہ ۲۰۸ ق م میں اسے اوریوس رومیوں کے حوالہ کرنا پڑا لیکن اسنے اٹالوس کو وہیں پر نیچا دکھایا۔ مصر، رہوڈز، خیوس اور ایتھنز سب نے صلح کرانے کی بھی کوشش کی، لیکن یہ سب ناکام ہوئے۔ اب فیلقوس نے ایتولیوں کو الیس سے نکالا اور

[۲۱۰] فلوپوے مین۔ دیکھو حوالے ہرمان کی "مملکت قدیمہ" ۱۸۸ میں جہاں فریمین کے حکم کو بھی نقل کیا گیا ہے۔ لیکن فان گورکم (Von Gorkam) (یوٹرخٹ سنہ ۱۸۴۳ء) کی رائے مختلف ہے؛ جہانی: "یونانی زندگی" ۱۸۸ پیٹر "مطالعات تاریخ روما Peter : Zur roemischer Geschichte Cæserea Philippi سنہ ۱۸۶۳ء) کلیومینیس کی موت کے بعد یعنی سنہ ۲۱۹ ق م میں اسپارٹا میں پھر ملوکیت قائم ہوجاتی ہے، اور پہلے آگے سی پولس، جو اگیسوں میں سے تھا، اور لیکرگوس، جو کسی شاہی خاندان کا رکن نہ تھا تخت پر بیٹھتے ہیں، اور آخر میں سنہ ۲۱۱ ق م میں مخانیداس

فلوپوئے مین نے سنہ ۲۰۷ق م میں مخانیداس کو مین تی نیہ پر شکست دی اور اسی لڑائی میں خود اپنے ہاتھ سے اسے سکندر یا پرھوس کی طرح سے ملک عدم پہونچا دیا۔ اسپارٹا کے لئے اس لڑائی کا واحد نتیجہ یہ ہوا کہ مخانیداس کی جگہ نابس یہاں کا خود سر ہوگیا۔ اور نابس مخانیداس سے کہیں بدتر شخص تھا۔ آخر میں فیلقوس نے تھرمون پر از سر نو قبضہ کرلیا اور سنہ ۲۰۵ق م میں ایتولیوں نے اس سے صلح کرنے کا تہیہ کرلیا گو انھوں نے اپنے وعدے کے مطابق روما سے مطلق استمزاج نہیں کیا۔ اسکے کچھ ہی عرصے بعد اسنے روما سے بھی صلح کرلی جس کے مطابق اسنے الیریا کا تھوڑا سا حصہ رومنوں کو دیدیا اور اسکے معاوضے میں اتن تانیہ اسے مل گیا[۱۳۱] باب ۱۵

یہ دونوں صلحنامے درحقیقت التوائے جنگ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے تھے اسلئے کہ فیلقوس کے دلمیں اب بھی روما کی طرف سے پرخاش تھی اور روما ایتولیوں سے اس لئے ناراض تھا کہ انھوں نے فیلقوس سے علیحدہ صلح کرلی تھی۔

---

۱۳۱ رومنوں کی ایتولیوں سے تقسیم مال غنیمت کے بابت معاہدہ جو لیوی ۲۶، ۲۴ میں درج ہے وہ قدیم یونانی طرز عمل کے مطابق ہے اور بالکل اسی قسم کا ہے جیسا تھا مالکیاس نے سیکارہ میں کیا تھا (طوسی دیدیش ۶، ۶۲)؛ اسے ہرٹزبرگ روما کے لئے بالکل "ذلت آفریں" کا لقب دیتا ہے؛ فریمین: تاریخ سسلی ۳، ۵۶ ہمارے نزدیک اگر ہم قدیم قانون بین الاقوام کو ملحوظ رکھیں تو یہ طرز عمل ایسا ذلیل معلوم نہیں ہوگا۔

صلحنامہ؛ پولی بیوس ۱۱، ۴ تا ۱؛ ہرٹزبرگ ۱، ۶۴، ۴۔ اس صلحنامے سے روما پرگامم اتھینز اسپارٹا، میسنیہ، ایلس کی قائمقامی کرتا ہے اور فیلقوس بتھی نیہ، تھسلی، ایپائروس، اکارنانیہ، بیوتیہ، اور اکائیہ کا قائمقام ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روما یونان کے حمایتی مملکتوں میں سے ہوگیا ہے۔

باب شانزدہم

مشرقی معاملات

یونان

فیلقوس کی روما کے ہاتھوں شکست

۲۰۵ سنہ ق م تا ۱۹۲ سنہ ق م

اب ہم اس عہد کی طرف رجوع ہوتے ہیں جب شاہ مقدونیہ کا غرور و تکبر سب کا سب خاک میں ملجاتا ہے اور شام کے بادشاہ میں کامیاب مہمات کی وجہ سے مزید حوصلے اور آرزوئیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ہمیں پھر مشرق کی طرف منہ کرنا پڑتا ہے ۲۰۴ سنہ ق م میں مصر کے بدکردار حکمراں بطلیموس چہارم "فلوپاتر" کا انتقال ہو گیا۔ جبکے خارجی معاملات کا سوسی بیوس نے اچھا خاصہ انتظام کیا تھا[1]

---

[1] مصر۔ پولی بیوس ۵، ۳۵ وغیرہ۔
شام و مقدونیہ بطلیموس پنجم کے خلاف؛ پولی بیوس ۳، ۲، کیوی ۱۴، ۲۲ بطلیموس پنجم

باب ۱۷

اسکے بعد اسکی بہن کے بطن سے اسکا بیٹا بطلیموس پنجم تخت نشین ہوا اور اسنے سنہ ۲۰۴ ق م سے سنہ ۱۸۱ ق م تک حکومت کی۔ یہ بطلیموس اپنی تخت نشینی کے وقت صرف چار پانچ برس کا تھا[1] اور یہی شخص ہے جسے ایپی فانیس (ہویدا الشان) کا لقب دیا جاتا ہے۔ اسکے زمانے میں حکومت کی ہیئت وہی رہی جو پہلے تھی، لیکن فرق صرف یہ ہوگیا کہ وزرا میں جلد جلد تبدیلی ہونے لگی اور وزرا کو پہلے سے زیادہ سختی و تشدد کے ساتھ ہٹایا جانے لگا، اسلیئے کہ بادشاہ کی کم عمری کیوجہ سے مصر جیسے ملک میں کسی وزیر کے اثر کو زیر کرنیکا واحد یقینی طریقہ یہی تھا کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے۔ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ وزیر نے کوئی بد اخلاقی سرزد ہوجاتی تو اسکی سزا کا کام اسکندریہ کے ایسے لوگ اپنے سر لیتے جو خود پابندی اخلاق میں مشہور نہیں تھے، گو یہ ضرور ہے کہ علی العموم حاکموں سے محکوم اخلاقاً بہتر تھے۔ بہرنوع اس زمانے سے مصر کی حکومت صرف متلون اور بد اخلاق مطلق العنانوں کی حکومت ہوگئی جمیں کبھی کبھی تھوڑی بہت اعتدالی کیفیت بغاوت عامہ اور خارجی اثرات کی وجہ سے پیدا ہوجاتی تھی۔ ابتدا میں سوسی بیوس اور اگاتھوکلیس ایپی فانیس کے ماتحتی میں حکومت کرتے ہیں، پھر سوسی بیوس کسی غیر معلوم طریقے سے غائب ہوجاتا ہے اور اگاتھوکلیس اپنے عزیزوں کے ساتھ ملکر حکومت کرتے ہوئے نظر

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ "ایپی فانیس" کے لئے مہافی: "سلطنت" ۲۸۹ تا ۳۲۷ ۔ روما و مصر؛ باب ۱۷، حاشیہ ۲؛ مہافی ۲۹۶ تا ۲۹۸ ۔ مہافی کہتا ہے کہ مارکوس لیپی ڈس بادشاہ کا اتالیق نہیں تھا ۔

جنگ کوہ پانیوم؛ پولی بیوس ۱۶، ۱۸؛ پانیاس کا محل وقوع "قیصریہ فیلقوسیہ" (Cæsarea Phillippi) دریائے اردون کے نکاسوں کے قریب؛ بیڈیکر: "فلسطین"، ۲ ۲۶۵ ۔

باب ۲۱ آتا ہے لیکن اسکندریہ کے مقدونویوں نے علم بغاوت بلند کر دیا، اور انھیں اسقدر غلبہ حاصل ہوا کہ اگاتھوکلیس نوعمر بادشاہ کو انکے حوالہ کرنے پر مجبور ہوا اور اگاتھوکلیس اور اسکے ساتھیوں کو اپنی حرکات کی پاداش میں موت کے گھاٹ اترنا پڑا۔ اسکے زوال کا خیال تلپے پولیموس کو پیدا ہوا تھا، چنانچہ وہ اب وزیر بن گیا لیکن اپنے زمانۂ وزارت میں اسنے اپنی قابلیت کا اظہار نہیں کیا، چنانچہ اسے ایتولی سپہ سالار اسکوپاس اور اکارنانی ارسطومنیس نے برطرف کرا دیا، اور کچھ مدت کے بعد ارسطومنیس نے اسکوپاس کو بھی ایکطرف ہٹا دیا (سنہ ۱۹۶ ق م)۔ لیکن ارسطومنیس بھی بہت دن تک برسر اقتدار نہیں رہا اسلئے کہ اب ایپی فانیس سن شعور کو پہونچ گیا تھا اور محض اپنے اقتدار کا مظاہرہ کرنے کیلئے [illegible] دلوایا اس بادشاہ کے باقیماندہ عہد میں پولیکراتیس اور ارسطونیکوس کے ہاتھ میں حکومت کی باگ رہی، اور ایپی فانیس انکے قبضے میں ایک کٹھ پتلی کیطرح تھا۔ اس سے مقابلہ کیا جائے تو انطاکوس بادشاہ سوریہ بھی بڑا آدمی نظر آتا ہے اسلئے کہ جب وہ (فیلقوس شاہ مقدونیہ کے ساتھ مخالفہ کرنے کی طرح) اپنے عقب کی حفاظت کرلیتا تو اسے آسانی سے کامیابی حاصل ہو جاتی۔

مصر اور شام کی باہمی جنگ میں پانسا کبھی ایک طرف ہوتا تو کبھی دوسری طرف۔ ابتدا میں اسکوپاس نے فلسطین پر از سر نو قبضہ کر لیا، لیکن پھر (سنہ ۱۹۸ ق م میں) دریائے اردون کے منبع کے قریب کوہ پانیوم کے موقعہ پر اسے انطاکوس نے شکست دیدی، اور گو ابتدا میں وہ صیدا میں مدافعت کرتا رہا لیکن بعد میں اسے مصر کی طرف ہٹ جانا پڑا۔ اب یروشلم پر انطاکوس کا قبضہ ہو گیا۔ تعجب ہے کہ فریقین میں جس صلحنامہ پر دستخط ہوئے (سنہ ۱۹۵ ق م) اسمیں انطاکوس کو خاص فائدہ نہیں ہوا۔ طے یہ پایا کہ ایپی فانیس

باب ۱۲

انطاکوس کی بیٹی قلوپترہ کے ساتھ نکاح کرے اور اس کے جہیز میں کیلے سوریہ، فینیقیہ اور فلسطین دیدیا جائے۔ ساتھ ہی یہ بھی طے پایا کہ ان صوبوں کی آمدنی دونوں ملکوں کے درمیان تقسیم ہوجایا کرے جسکی وجہ سے ان کا مصر کے ساتھ محض نام کا تعلق سمجھنا چاہئے[۲]؛ ساتھ ہی مصر نے ایک خفیہ عہدنامے کے ذریعے سے ایشیائے کوچک کے اپنے تمام مقبوضات سے دست برداری دیدی، اور یہی انطاکوس کے لئے ایک بڑی بھاری کامیابی سمجھنی چاہئے (دیکھو باب ۷، حاشیہ ۲)

داخلی معاملات میں ایپی فانیس کی حکومت میں بھی اتنی ہی تبدیلیاں ہوئیں جتنی خارجی معاملات میں۔ یہ دیسی عنصر کی اہمیت میں حال میں بہت کچھ اضافہ ہو رہا تھا۔ فلوپاتر نے مصریوں سے میدان جنگ

۲۔ شرائط صلحنامہ کے بابت ہمیں ٹھیک معلومات حاصل نہیں ہیں؛ App Syr ۴، اور لیوی ۳۳، ۴۰، ۴۱ میں کچھ حوالے دیئے ہوئے ہیں۔ باب ۴۱ کے مطابق بطلیموس کی موت کی افواہ پھیل گئی؛ App. Syr کو مغالطہ ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ اس بطلیموس کو فلوپاتر سمجھتا ہے۔ لیوی اس صلحنامے کی تاریخ ۱۹۶ سنہ ق م بتاتا ہے۔ نکاح؛ App. Syr. ۵۔ رسوم نکاح رافیہ میں، ۱۹۴/۱۹۳ سنہ ق م، لیوی ۳۵، ۱۳ ۔ نیز دیکھو شیورر: تاریخ قوم یہود Schuerer Gesch. d. Jued. Volkes ۲، ۵۔

فینیقی شہروں پر مصر کی حکومت؛ مقابلہ کرو ہیڈ: "تاریخ مسکوکیات، سیدا، ۷، ۶؛ طرابلس، ۳، ۷، ۶؛ صور، ۴، ۷، ۶؛ ینکس: "جریدۂ مسکوکیات" Num. Chron. سنہ ۱۸۷۷ء ص ۱۹۲؛ ارادوس، (ہیڈ، ۶۶۵ وغیرہ) نے بجائے بطالسہ کے سلیوکیوں کا ساتھ دیا؛ اسنے اسکندری نمونے کے بہت سے سکے بنائے، خود اپنا سنہ (سنہ ۲۵۹ ق م سے) جاری کیا اور سنہ ۱۷۰ ق م کے بعد الغی سوس والی شہد کی مکھی کی شبیہ کو رواج دیا۔ مقابلہ کرو "ارادوس" بابلون کے کتاب Melange numis. پیرس سنہ ۱۸۹۲ء میں۔

بطالسہ کے محاصل؛ یوسفوس: "قدیمیات" Jos. Antiq ۱۲، ۴۔

باب ۱۶ میں خدمت نے کرانھیں اپنی قوت کا احساس پیدا کر دیا تھا، اور یہ وہ پہلے سے بہت زیادہ بہادر ہوگئے تھے چنانچہ انھوں نے جگہ جگہ بغاوتیں کردیں جنھیں حکومت نے نہایت ہی سختی کے ساتھ فرو کیا۔ ایپی فانیس کے عہد حکومت میں بھی یہی صورت حال رہی، اسلئے کہ علاوہ پردیسیوں خصوصاً ایتولیوں کے خلفشاروں کے دیسی مصریوں کی بغاوتیں برابر جاری رہیں جنمیں سے اہم ترین بغاوت لیکوپولس کے قبضے کے ساتھ خاتمے کو پہونچی۔ اب وزرا نے دیسی عنصر کا راضی کرنا ہی مناسب سمجھا چنانچہ انھوں نے ۱۹۵ سنہ ق م میں بادشاہ کی تاجپوشی کی رسم نہایت تزک سے میمفس کے تجانہ پتاہ میں ادا کی، جسے پولی بیوس رسم اناکلیٹیریہ کا لقب دیتا ہے۔ اس طرز عمل کی بنا پر مصری پجاریوں کو تحفہ تحائف اسی طرح دیئے گئے جیسے بطلیموس اول کے زمانے میں دیئے جاتے تھے، اور انھوں نے جو اسکے جواب میں اظہار تشکر و امتنان کیا وہ روزیتہ والے پتھر سے ظاہر ہوتا ہے؎۵۳ آخر میں ایپی فانیس اور اسکے سبتی بھائی انطاکوس چہارم کے درمیان جھگڑا پیدا ہوگیا، اور چونکہ اب ایتولیوں کو روما نیچا دکھا چکا تھا اور مصر ان سے پہلے کی طرح سپاہیوں کا کام نہیں لے سکتا تھا اسلئے بادشاہ اکائیوں سے مدد کا طالب ہوا لیکن قبل اسکے کہ اسے اس نواح سے مدد ملے اسے

؎۵۳ پجاریوں کے ساتھ مراعات، جہافی: "یونانی زندگی" ۴۹ ہم سلطنت سکندر اعظم میں پیودیو کی اہمیت: ایضاً ۲۶۹، ۲۷۰۔ ہم مقابلہ کرو لیترون کی اشاعت نوشتہ روزیتہ Letronne: édition de l' inscription graecque de Rosette، جلد ۱، میولر: اجزاء تاریخ یونان" Muller: Fr. Histor.Gr.، پیرس، دیدو۔ لیترون ان بغاوتوں پر بحث کرتا ہے جنکا بطالسہ کو مقابلہ کرنا پڑتا تھا، سنوسی تسلسل کے لئے حاشیہ ۱۶؛ تسخیر لیکوپولس، حاشیہ ۲۲۔ اس نوشتہ کے یونانی متن سے قدیم سے قرار کی یاد تازہ ہوتی ہے: سطر ۸ "کہا گیا"، سطر ۳۶ "حکم دیا گیا"۔ جہافی: "سلطنت" ۳۰۱/۳۰۵، ۳۱۶/۳۲۷ (یونانی متن مع تفسیر کے)

باب ۱۶ خود اسکے "دوستوں" یعنی درباریوں، ارکان مجلس مملکت اور وزرا نے زہر دیدیا - حق یہ ہے کہ اس بادشاہ کی جیسے زندگی گذری ویسے ہی خاتمہ بھی ہوا - ہم اسکے فرزندوں کی طرف ناظرین کی توجہ پھر مبذول کرینگے -

اب ہم یونانی مقدونوی امور کی طرف رجوع ہوتے ہیں[۵۵] - رومائے

---

۵۴ فیلقوس پنجم؛ ہرٹزبرگ ۱، ۵۳ وغیرہ -

ہرقلیدس رھوڈز میں؛ پولی بیوس ۱۳، ۴، ۵ : پولیائے توس ۵، ۱۷، ۲ -

دکائے آرخوس اس مقام پر جہاں وہ لنگر انداز ہوتا ہے "گناہ کاری" اور "قانون شکنی" کے نام سے قربانگاہیں بناتا ہے : پولی بیوس ۱۸، ۴ ۵، ۷۳؛ مقابلہ کرو دیودوروس ۲۸، ۱ -

رھوڈزی کیوس کے بابت اپنی ناراضگی کا اظہار کرتے ہیں؛ پولی بیوس ۱۵، ۱۲ -

فیلقوس کا پرگامم پر حملہ؛ پولی بیوس ۱۶، ۱ : دیودوروس ۲۸، ۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۰۱ ق م میں بھی پرگامم اپنے فنون لطیفہ کے لئے ممتاز تھا -

بحری لڑائی؛ پولی بیوس ۱۶، ۱۴، ۱۵ -

ایتھنز میں دو اکارنانیوں کو سزائے موت؛ لیوی ۳۱، ۱۴ -

ایتھنز میں کانگریس؛ پولی بیوس ۱۶، ۲۵، ۲۶ - پوسانیاس ۱، ۳۶ کے مطابق کیفی سودوروس کی وساطت سے ایتھنز، اتالوس ساکن میزیہ، بطلیموس، ایولیائیوں اور کریٹیوں کے مابین ایک محالفے پر دستخط ہوئے - ہیڈ ("تاریخ مسکوکیات") اس محالفے کا تعلق سکہ جات کنوسوس (صفحہ ۳۹۰)، کیدونیہ (۳۹۲)، گورتی نہ (۳۹۵)، ہئے راپیت نا (۳۹۷)، پولی رے نیون (۴۰۳) اور پریانسوس (۴۰۵) سے بتاتا ہے، جو ایتھنزی نمونے پر بنائے گئے تھے -

اتالوس ائی گینا کو ایتولیوں سے خریدلیتا ہے، جسکی وجہ سے یہ جزیرہ یونان میں حکمرانان پرگامم کا مرکز بنجاتا ہے؛ پولی بیوس ۲۲، ۸؛ مقابلہ کرو فرنیگل، ۱، ۴۷ - یومینس اور اتالوس دونوں اپنا بہت کچھ وقت یونان ہی میں گذارتے تھے -

فیلقوس کا مارکوس ائے می لیوس سے مذاق؛ پولی بیوس ۱۶، ۳۴؛ لیوی ۳۱

باب ۱۶

ساتھ جنگ کے بعد فیلقوس کی سیاسی حیثیت اسکے لئے ناقابل برداشت ہوگئی تھی۔ لیکن اسے رومنوں پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں تھی۔ اسکی خواہش یہ تھی کہ اسکے نقصان کا معاوضہ اسے مشرق اور جنوب کے علاقوں میں ملجائے اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسنے انطاکوس کے ساتھ محالفہ کرلیا جسکے بموجب انطاکوس کو تمام

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — ۱۸ - پولی بیوس کہتا ہے کہ فیلقوس اس سے پریشان ہوا، اور لیوی کا بیان ہے کہ فیلقوس آزادانہ گفتگو کا عادی نہیں تھا۔ اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ رومن چاہتے تھے کہ فیلقوس جنگ کی ابتدا کرے، چنانچہ فیلقوس نے جس جواب کے ذریعے سے اپنے آپکو جال سے نکالا وہ عیارانہ تھا؛ ہومسن ۱، ۱۰۱۷۔ اس بیان کا پہلا حصہ غلطی پر مبنی معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ رومن کیوں جنگ کی ابتدا کرنے سے جھجھکتے رہا فیلقوس، تو اگر اسے شبہ ہوتا کہ میرے لئے کوئی جال پھیلایا جارہا ہے اور وہ اس سے نکلنا چاہتا تو وہ آسانی سے یونانیوں کا قدیم مدبرانہ طریقے پر کاربند ہوکر جنگ پیلوپونیسر کی طرح جواب دعوی داخل کردیتا۔ اسکے بجائے اگر اسنے سفیر کے شخصیت کو دھمکیاتو وہ اتنا عیارانہ نہیں تھا جتنا بے وقوفانہ۔ اسکا تو یہ قول تھا کہ یہ جواب بھی نرم تھا اور ممکن تھا کہ اس سے بھی سخت ہوسکتا تھا، اور اگر ائےمیلیوس اتنا خوبرو جوان نہ ہوتا تو یہ ناممکن نہ تھا۔

فیلقوس کے خصائص؛ پولی بیوس ۱۸، ۲

کوئنک تیوس کے لئے پولی بیوس ۱۸، ۱۲ - نقیہ والی ملاقات؛ پولی بیوس ۱۸ (۱۷)، ۱ وغیرہ؛ لیوی ۳۲، ۳۳ وغیرہ۔ فیلقوس علی العموم کسی ظلم سے جی نہیں چراتا تھا لیکن یہاں اسنے اپنی پرہیزگاری کا مظاہرہ کیا۔

یہاں خدا کے خوف کا جو حوالہ ہے اور اسکا تباین انسان کے خوف سے جو کیا گیا ہے اس سے اس عہد کے مشرقی تمدن کی کیفیت نظر آتی ہے (امثال حضرت سلیمانؑ) اس بات کا اعادہ راسین نے آتالی ؔ کے مشہور مصرع میں کیا گیا ہے: "مجھے صرف خدا ہی کا خوف ہے اور میں اسکے سوا کسی سے نہیں ڈرتا" (۱، ۱)؛ نیز ہمارے زمانے میں ایک مشہور و معروف شخص نے بھی اسی خیال کا اعادہ کیا ہے۔ دیکھو اوپر باب ۳ حاشیہ ۱۵ -

ملک شام مل جاتا اور خود وہ یعنی فیلقوس کو آزادی حاصل ہو جاتی کہ جسقدر باب ۱۶
ایشیائے کوچک چاہے اپنی قوت بازو سے فتح کرے۔ لیکن اس
طرز عمل کیوجہ سے انطاکوس سے بھی زیادہ فیلقوس اس بڑی امن کی
لیگ کے مقابلہ میں آگیا جسکے ممتاز ترین ارکین اسوقت یعنی ۲۰۱ ق م
میں رھوڈز، پرگامم اور مصر تھے، اور دوسرے درجہ کے دوَل
میں ایتھنز، بیزنطہ اور خیوس شمار کئے جاتے تھے۔ نیز ایسطرف
ایتولیہ بھی تھا، جو لیزری ماخیہ، خالکدون اور کیوس کا گویا محافظ تھا۔
لیکن اس تماشہ گاہ کے پس منظر میں، گویا ان سب مملکتوں کے محفوظ
حفاظت کنندہ کے طور پر روما کھڑا تھا، اور فیلقوس کے سیاسی
نقطہ نظر کی تنگی اس کے اس خیال سے ظاہر ہوتی ہے کہ وہ بغیر رومنوں
کو ناراض کرنے کے اسوقت رھوڈز، پرگامم، مصر، ایتولیہ اور ایتھنز
کو نقصان پہونچا کر اپنے ملک کو وسیع کرسکتا ہے۔ در انحالیکہ اسے براہ
راست روما پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ کچھ
مدت تک تو اسے بظاہر کامیابی ہوئی، لیکن ایک ہی وار میں اسے
اپنے تمام فوائد محصلہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ فیلقوس کو رھوڈزیوں
سے خاص طور پر پرخاش تھی اسلئے کہ اسکے خیال کے مطابق وہ ایسے
معاملات میں اپنی ٹانگ اڑا دیتے تھے جنسے انکا کوئی تعلق نہیں
ہوتا تھا۔ اسکا خیال تھا کہ صرف بادشاہوں ہی کو اعلٰی سیاسیات
میں حصہ لینا چاہئے۔ اسنے اپنے سپہ سالار ہرقلیدس سے یہ اعلان
کرایا کہ میرے آقا نے میری توہین کی ہے جسکی وجہ سے مجھے اپنے
وطن کو خیرباد کہنا پڑا ہے اور میں اب کسی دوسری جگہ اپنا گھر
بناؤنگا؛ چنانچہ اس کے بعد وہ سیدھا رھوڈز گیا جہاں اسکی بڑی
آؤبھگت ہوئی۔ یہاں پہونچکر ایک دن موقعہ پاکر اسنے سلح خانے کو
آگ لگادی اور غائب ہوگیا، اور جب دوبارہ نمودار ہوا تو اپنے آقا
فیلقوس کے دربار میں اسکے سپہ سالار کی حیثیت سے! لیکن اس ترکیب سے

باب ۱۶ بادشاہ کو کچھ زیادہ فائدہ حاصل نہیں ہوا، گو رھوڈز سے کمزور تر مخالفوں کے مقابلے میں اسے نسبتہً زیادہ کامیابی ہوئی (سنہ ۲۰۴ ق م لگ)۔ اسنے ایتولی دکائیارخوس کے ذریعے سے بحری قزاقی شروع کی، رھوڈزیوں کے خلاف کریٹیوں کی مدد کی، اور جزائر مدور پر جو اسوقت مصریوں کے زیر حمایت تھے، اور ایتولیہ کے حلیف بلدیات ہیلیس پونت مثلاً لیزی ماخیہ، خالکدون و کیوس پر اور آخرکار تھاسوس پر قبضہ کرلیا۔ اسوقت تک رھوڈزیوں پر فیلقوس نے کھلا حملہ نہیں کیا تھا، اور اب انھوں نے کیوس کے ساتھ جو برتاؤ کیا گیا تھا اسکے خلاف صدائے احتجاج بلند کی۔ عین اسوقت جب وہ کیوسیوں کو غلام بنا بنا کر فروخت کر رہا تھا، اسکے سفیر رھوڈزیو کے سامنے مقامی تماشہ گاہ میں یہ اعلان کر رہے تھے کہ انھوں محض انکی خوشنودی مزاج کی وجہ سے کیوس والوں کے ساتھ نہایت اچھا برتاؤ کیا ہے، جسپر رھوڈزی پرےتانس نے، جسے اصلی صورت حال سے آگاہی ہوگئی تھی، اپنے ہم وطنوں سے واقعی شاہانہ مرحمت کا ذکر کیا۔ اسکے بعد رھوڈز، خیوس، اور بیزنطہ نے قطعی طور پر دشمن کا سا برتاؤ کرنا شروع کیا، جسپر فیلقوس نے خیوس و ساموس پر حملہ کیا اور پرگامم کا علاقہ تاراج کردیا۔ اسکے بعد اتالوس نے رھوڈز کے ساتھ تعاون کرکے سمندر پر جنگ کا فیصلہ کن خاتمہ کرنا چاہا لیکن اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ وہ اور رھوڈزی امیرالبحر تھیوفلسکوس کو خیوس کے قریب تھوڑی بہت کامیابی ہوئی، لیکن چونکہ اتالوس کا جہاز گرفتار ہوگیا، خود بادشاہ فرار ہوگیا اور رھوڈزی امیرالبحر جنگ کے بعد زخموں سے جانبر نہ ہوسکا اسلئے فیلقوس نے دعوی کیا کہ لڑائی میں نے ہی جیتی ہے اور جب لادے کے قریب فریقین میں پھر مڈبھیڑ ہوئی تو رھوڈزیوں کو واقعی شکست ملی۔ ان کا بیڑہ کوس ہٹ گیا اور فیلقوس نے کاریہ کے بعض مقامات کو جنپر اس کے

پہلے رھوڈز کا قبضہ تھا، تسخیر کرلیا، لیکن چونکہ اسے کاریہ میں بڑی بڑی باب۱۶
مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا اور اسے یہ اطلاع ملی تھی کہ اس کے دشمن آپس میں مفاہمت کر رہے ہیں اسلئے وہ سنہ ۲۰۱ ق م میں یورپ واپس چلا گیا۔

ہم دیکھ چکے ہیں کہ اکارنانیوں کی ایتھنزیوں نے توہین کی تھی اور فیلقوس اکارنانیوں کا حلیف تھا، چنانچہ اب ایتھنز گفت و شنود کا مرکز بن گیا، اور رومنوں نے جنھیں سنہ ۲۰۱ ق م میں قرطاجنہ سے صلح ہوجانے کی وجہ سے بہت سے جھگڑوں سے نجات مل گئی تھی، اب فیلقوس کے دشمنوں کی سربراہی کرنی شروع کی گو بظاہر سب سے پیش پیش اسوقت اتالوس تھا۔ جب اتالوس رومن سفیروں کو ساتھ لئے ہوئے ایک پرشوکت جلوس کے ساتھ پیرائیوس سے (جہاں وہ اپنے مملوکہ ائی گینا سے آتا تھا) ایتھنز پہونچا تو اس سے اس شہر کے درخشاں عہد کی یاد تازہ ہونے لگی۔ اس نے اپنی تحریک کو کہ ایتھنز بھی فیلقوس کے خلاف اسکے، رھوڈز کے اور رومنوں کے ساتھ محالفہ کرلیں لکھکر ایتھنزیوں کے سامنے پیش کی، اور یہ تحریر بہ آواز بلند جمعیت میں پڑھی گئی۔ اس کی تائید رھوڈز کے سفیروں نے کی اور آخرکار ایتھنز نے فیلقوس سے جنگ کی ٹھان لی۔ ایتھنزیوں نے رھوڈزیوں کو وہی حقوق دیئے جو اس سے پہلے رومنوں کو مل چکے تھے، اور ایک قبیلے کا نام اتالوس کے نام پر اتالس رکھا گیا۔ اب رھوڈز ہی بیڑے نے فیلقوس کے قبضے سے ایجین کے بہت سے جزیرے نکال لئے، گو اسکے برعکس فیلقوس کے سپہ سالار نکانور نے اٹیکا کو تاراج کردیا لیکن جب رومن سفیروں نے اس سے چلے جانے کے لئے کہا تو اسنے فوراً تخلیہ بھی کردیا۔ اسی طرح یہی سفیر ایپائروسیوں، اتھامانیوں، اکائیائیوں اور ایتولیوں سے صلح کا پیام دیکر ایشیا کے مفاد کی حفاظت کرنے کے لئے

باب ۱۳

اور ممکن ہو تو مصر و شام کی باہمی صلح کرانے کے لئے ایشیا چلے گئے اب فیلقوس کو اپنی موجودہ حیثیت قائم رکھنے کے لئے کمال دشمندی کی ضرورت تھی اور چونکہ روما نے اس پر باضابطہ جنگ شروع نہیں کی تھی اسلئے یہ اسوقت بھی ممکن تھا؛ لیکن وہ پہلے سے بھی زیادہ بے فکر ہوگیا اور خود اپنے زوال میں ممدّ و معاون ہوا۔

سنہ ۲۰۰ ق م میں اسکے سپہ سالار ہرقلیدس نے شہر مارونیہ اور شہر آئے نوس، جو اسوقت تک مصر کے ماتحت تھے، لے لئے اور خود فیلقوس نے ایلائیوس، الوپے کونے سوس اور بعض دوسرے مقامات پر قبضہ کرنے کے بعد یہ تہیہ کرکے کہ جیسے ہو سکے گا ایشیا کو جانیکا راستہ صاف کرنے کے لئے ابی دوس کو مسخر کرلیگا، اس شہر پر حملہ کردیا۔ اتالوس اور رھوڈزیوں نے شہر کی مدد کرنے کی ہمت نہیں کی، چنانچہ اسے ہتھیار ڈالدینے پڑے۔ لیکن قبل اسکے کہ فیلقوس شہر میں داخل ہو، ایک رومن سفارت کے ایک رکن م۔ اے می لیوس نے، جو ایشیا کی طرف چلی تھی اس سے روما کے ایک حلیف پر حملے کرنے پر صدائے احتجاج بلند کی۔ اسمیں اور فیلقوس میں جو بحث ہوئی اسمیں موخرالذکر کو نیچا دیکھنا پڑا اور آخر کار شاہ مقدونیہ نے کھوکھلی لفاظی سے بحث کا خاتمہ کردیا۔ جب ابی دوس والوں نے سناکہ بادشاہ انھیں شہر چھوڑنے کی اجازت نہیں دیتا تو انھوں نے ایک دوسرے سے قسم کھائی کہ وہ زندہ گرفتار نہیں ہونگے، چنانچہ انھوں نے اس حلف کو پوراکر دکھایا اور اکثر نے خودکشی کرلی۔ اس سے فیلقوس کو بڑا غصہ آیا اسلئے کہ وہ سمجھتا تھا کہ ابی دوسیوں کو غلام بناکر وہ بہت کچھ روپیہ پیدا کریگا، اور اسکے بعد اس نے ایک الغو اور قابل نفرت مزاح کیا کہ اچھا تو میں تین روز کی مہلت دیتا ہوں جسمیں ابی دوس والوں کو اپنے آپ کو پھانسی دینے یا خنجر مارنے کی پوری اجازت ہے۔ ظاہر ہے کہ اس مدت کے دوران میں

باب اس نے انھیں گرفتار کر لینے اور بعد میں فروخت کرنیکا تہیہ کر لیا تھا۔
موسم خزاں سنہ ۲۰۰ ق م سے پہلے ہی سلپی کیوس گالبا ایک رومن فوج کو لے کر الیریہ اور ک. کلاؤدیوس ۲۰ جہازوں اور ایکہزار سپاہیوں کو لے کر ایشیا پہونچ گیا۔ راستے میں موخر الذکر نے خالکس پر قبضہ کیا، لیکن چونکہ اسنے محسوس کیا کہ میں اس شہر کو آسانی کے ساتھ اپنے قبضے میں نہیں رکھ سکتا اسلئے اس نے اسے چھوڑ دیا۔ فیلقوس نے ایتھنز پر حملہ کیا، لیکن دپی لون دروازے سے پسپا ہونا پڑا جسپر اُسنے قرب و جوار کے علاقے کو تاراج کر کے انتقام لیا اور اس تاراجی میں مقبروں کو بھی نہیں چھوڑا۔ جب اتالوس الی گینا سے اور رومن پرائیوس سے ایتھنز پہونچے تو وہ پیلوپونیز واپس چلا گیا جہاں پہونچ کر اسنے اکائیائیوں سے وعدہ کیا کہ اگر وہ یوبیہ میں اسے کمک بھیجیں گے تو وہ نابس کے خلاف انکی مدد کریگا۔ لیکن اس استدعا کے اکائیائیوں نے تعمیل نہیں کی اسلئے کہ وہ اس واقعے کو نہیں بھولے تھے کہ فیلقوس نے فلوپوئے مین کو کسی وقت زہر دینے کی کوشش کی تھی۔ اسپر فیلقوس پھر شمال کی طرف چلا اور اٹیکا کو پہلے سے بھی زیادہ تاراج کر کے اور مجسموں کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنا غصہ نکالا۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس طرز عمل سے کسی کا کیا بھلا ہوتا۔ بہرحال فیلقوس نے تو اس نواح میں کچھ کر کے نہیں دکھایا، اور ادھر رومنوں کو مقدونیہ میں اتنی ہی کم کامیابی ہوئی بلکہ سنہ ۱۹۹ ق م تک انھوں نے کوئی کارنمایاں انجام نہیں دیا اور سنہ ۱۹۸ ق م تک رومن وہاں کے نہیں رہے۔ لیکن سنہ ۱۹۸ ق م میں صورت حال میں اسوقت تبدیلی ہوئی جب مقدونیہ ضلع پر خاص طور پر کانسل ت، کوئنکٹیوس فلامی نیوس مامور کیا گیا۔ اس جنگ کے دوران میں جسکا میدان پہلے ایپائروس میں تھا، دریائے آؤس کے کنارے دودونا کے شمال میں فیلقوس اور فلامی نیوس باہم ملاقی ہوئے اور فیلقوس نے صلح کی طرف اپنے میلان کا اظہار کیا، لیکن جب

باب ۱۶ اس سے تھسلی کے تخلیہ کے لئے کہا گیا تو اس سے فوراً گفتگو سے قطع تعلق کر لیا۔ اب تیتوس نے فیلقوس کے مضبوط قدم اکھیڑ دیے اور اسے مقدونیہ کی طرف بڑھنے پر مجبور کیا لیکن وہ راستے میں تھسلی کو تاراج کرتا ہوا گویا اس ملک کو خدا حافظ کہہ گیا۔ اسکے بعد روما کے حلیفوں یعنی ایتولیوں نے بھی تھسلی کو تاراج کیا، لیکن تیتوس نے جب لارسہ کے قریب شہر اتراکس کی تسخیر کرنے کی کوشش کی تو اسے ناکامی ہوئی اور اسکے بعد وہ موسم سرما بسر کرنے کے لئے فوکس کے شہر انتی کیرا چلا گیا۔ اسکے بھائی لوکیوس نے رومن، رھوڈزی اور پرگامم کے جہازوں کی مدد سے ایریتیریا اور کاریستوس لے لئے۔ اب تیتوس نے اکائیوں کو مقدونیہ کے مخالفانہ لیگ میں شامل ہونے کے لئے کہا، اور روما کے مخالفوں یعنی آرگوس، میگالوپوس اور دیمے کے قائم مقاموں کے اٹھ جانے جمعیت لیگ میں سے اٹھ جانے کے بعد اکائیہ بھی اس لیگ میں شامل ہوگیا۔ اسکے برعکس آرگوس فیلقوس ہی کا ساتھ دیتا رہا۔

اس موقعہ پر خود تیتوس فیلقوس کے ساتھ کسی قسم کی مفاہمت کو خوش آمدید کہتا اسلئے کہ اگر جنگ جاری رہتی تو روما سے اس کی جگہ نیا کانسل آجاتا۔ الغرض دونوں رہبر ۱۹۸ ق م میں نقیہ کے قریب خلیج مالوس دوبارہ ایک دوسرے سے ملے۔ تیتوس کے ساتھ اتالوس، رھوڈز، اکائیہ اور ایتولیہ کے سفیر بھی آئے اور انہیں سے بعض نے اپنے اپنے مخصوص دعاوی اور بعض نے یونانیوں کے عام مفاد کو پیش کیا۔ مثلاً اتالوس نے پرگامم کے قریب کے ان بت خانوں یعنی افرودیسی زیون اور نیکے فوریون کے ازسر نو تعمیر کا مطالبہ کیا جو فیلقوس نے اجاڑ ڈالے تھے اور رھوڈزیوں نے اپنے سمندر پار مقبوضات اور ایشیا کے جملہ ایسے مقامات کے تخلیہ کا مطالبہ کیا جن پر فیلقوس نے قبضہ کر لیا تھا۔ الغرض فریقین دو مہینے کے لئے

جنگ کے التوا پر راضی ہوے اور قرار پایا کہ روما میں گفت وشنود باب ۶
جاری رہے۔ لیکن اس گفت وشنود کا کوئی خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکلا
اسلئے کہ فیلقوس نے دیمتریاس، خالکس اور کورنتھ سے دست بردار
ہونے سے انکار کر دیا جسکی وجہ سے جنگ جاری رہی۔ اس مہم
کے لئے تیتوس کو رومن فوج کا سپہ سالار بنا یا گیا اور ساتھ ہی اسی کے
سپرد یونانی امور کے طے کرنے کا کام کیا۔ اسی زمانے میں فیلقوس نے
ایک اور چال چلی جس سے اس کی بدترین خصائص نمایاں ہوگئے۔
فیلقوس بعض مرتبہ ثانوی امور کو ضروری باتوں سے زیادہ نتیجہ خیز سمجھتا تھا،
چنانچہ اس دفعہ اپنے نابس کو اپنی طرف۔ یہ آنے کی جی میں ٹھانی
اور ظاہر ہے کہ بغیر معاوضہ دئے ہوئے یہ ناممکن تھا۔ اسکے لئے
سب سے سیدھا سادہ طریقہ یہ تھا کہ نابس کو آرگوس نذر کر دے
جو حال ہی میں مقدونیہ کے ساتھ جاملا تھا! ظاہر ہے کہ آرگوس
پر قبضہ کرنے کے بعد خود سر نے آرگوسیوں کے ساتھ نہایت برا
سلوک کیا، لیکن اس سے شاہ مقدونیہ کو کیا غرض مطلب!
لیکن سب سے عجیب لطف یہ ہے کہ اس تحفے کے باوجود نابس
رومنوں کے ساتھ ہی ملا رہا اور اسطرح گویا ایک بدمعاش کو دوسرے
اس سے بڑے بدمعاش یعنی خود سر نابس نے شاہ فیلقوس
کو چال چلکر نیچا دکھا دیا! اب فیلقوس رفتہ رفتہ ایک ایسا
شخص بن گیا تھا جو چھوٹے چھوٹے داؤ پیچ میں منہمک رہتا تھا لیکن
ساتھ ہی اپنے فوجی معلومات اور فن تقریر کی وجہ سے لوگوں پر اثر
ڈالتا رہتا تھا۔
۱۹۷ ق م کے موسم بہار میں تیتوس بیوتیہ کو فیلقوس سے بغاوت
پر آمادہ کرنے کے بعد تھسلی پہونچا جہاں کوہ کینوس کیفالائے کے
قریب ایک مقام پر جو فیرائے اور اسکوتوسا سے دور نہ تھا
ایک لڑائی ہوئی۔ اس مڈبھیڑ میں رومن علیحدہ علیحدہ رسالوں میں

باب ۱۶

منظم تھے جن کا انتظام آسانی کے ساتھ کیا جا سکتا تھا اور جسکے باہمی اختلاط میں زمین کی اونچ نیچ کی وجہ سے کسی قسم کا فرق پیدا نہیں ہوتا تھا؛ اسکے برعکس مقدونوی فوج اپنے جتھے میں منظم تھی۔ اس جنگ میں ڈیڑھ سو برس میں پہلی مرتبہ اس طرز تنظیم کو جو تمام دنیا میں مشہور تھی نیچا دیکھنا پڑا۔ رومن میمنہ نے عقب سے مساویانہ فاتح و ناصر مقدونوی میمنہ پر وار کیا اور اسے بھگا دیا، اور یہ وہ بات تھی جو مقدونوی جتھے کی گھنی ترکیب کی وجہ اسکے لئے مشکل سے ممکن تھی۔ اس لڑائی میں آٹھ ہزار مقدونوی مارے گئے اور پانچ ہزار گرفتار ہوئے، اور ادہر رومن فوج کے بھی سات سو سپاہی کام آئے فیلقوس اس سے پہلے ہی اپنی فوج کو لڑکوں اور بڈھوں سے بھرنے پر مجبور ہوا تھا، اور اس ہزیمت کے بعد وہ لڑائی جاری نہیں رکھ سکتا تھا، چنانچہ اب اسنے صلح کی استدعا کی۔ ادہر تیتوس یہ نہیں چاہتا تھا کہ مقدونیہ صفحہ ہستی سے بالکل نابود ہو جائے اور اسکی جگہ ایتولی قوت پکڑ لیں۔ ایتولیوں نے سنہ ۲۱۱ ق م کے عہدنامے کی بنا پر غیر منقولہ مال غنیمت یعنی تھسلی کے ان شہروں کا مطالبہ کیا جن پر کسی زمانے میں انکا قبضہ تھا اور جنسے فیلقوس اب دست بردار ہو گیا تھا لیکن رومن یہ نہیں چاہتے تھے کہ یہ شہر ایتولیوں کو مل جائیں اور اپنے اس جواب کی دلیل یہ پیش کی کہ چونکہ ایتولیوں نے سنہ ۲۰۵ ق م میں بغیر رومنوں کے مشورے کے فیلقوس کے ساتھ صلح کر لی تھی اسلئے سنہ ۲۱۱ ق م کا عہدنامہ منسوخ سمجھا جائے۔ اس استدلال میں بہت کچھ حقیقت پنہاں تھی۔ اسکے علاوہ فیلقوس کو تین بڑی بڑی زکیں مل چکی تھیں جن کی وجہ سے وہ ان شرائط کو اب تسلیم کرنے کے لئے تیار تھا جو ایک مرتبہ اس نے مسترد کر دئے تھے یعنی رھوڈزیوں نے استراتونیکیہ تک کاریہ فتح کر لیا تھا، کورنتھ کا مقدونوی رسالے کو شکست مل چکی تھی، اور لیوکاس پر ل۔ سکوئنات تیتوس کا قبضہ ہو چکا تھا

باب ۱۹ جسکی وجہ سے اکارنانی مقدونیہ کا ساتھ چھوڑکر روما سے جا ملے تھے ۔ الغرض ایک مقدونوی سفارت یرغمال کی طور پر فیلقوس کے کے بیٹے دیمتریوس کو ساتھ لے کر روما گئی ۔ روما کی مجلس سینات نے جن شرائط کو طے کیا اور فیلقوس نے منظور کیا، اور جن کی تکمیل کی نگرانی کا کام حسب معمول دس سرداروں (دہ رومنوں) کے سپرد کیا گیا تھا، وہ حسب ذیل تھے :- یورپ میں فیلقوس کی حکومت میں جو یونانی تھے وہ اب رومنوں کے سپرد کر دیئے گئے، ایشیا میں جو تھے وہ آزاد کر دئیے گئے؛ علاوہ ازیں اسے رومنوں کو ایکہزار تالنت بطور خرچۂ جنگ کے دئیے اور سوائے پانچ جنگی جہازوں کے باقی سب جنگی جہاز انھی کے حوالہ کرنے پڑے ۔ لیوی اسپر یہ اضافہ کرتا ہے کہ اسے اپنی فوج میں صرف پانچ ہزار سپاہی رکھنے کی اجازت دیگئی اور آئندہ کے لئیے یہ قرار پایا کہ بغیر رومنوں کی اجازت کے وہ کسی جنگ میں حصّہ نہیں لے گا[۵] رومنوں کے حلیفوں میں سب سے کم مطمئن ایتولی تھے ۔ جب تھسلی میں انکے دعاوی کی کچھ شنوائی نہیں ہوئی تو انھوں نے ذراعامیانہ شکایت پیش کی، وہ یہ کہ جو کچھ ہوا ہے وہ یہی کہ اب آئندہ بجائے فیلقوس کے روما یونان کا آقا بن گیا ہے۔ گو اس شکایت کا رومنوں نے بہت جلد انسداد کر دیا لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یونان میں اس سے پہلے مقدونیہ کا جو اثر تھا اسکی جگہ باوجود اس انسداد کے روما کا اثر قائم ہوگیا تھا ۔

۵ شرائط صلح ؛ پولی بیوس ۱۸، ۴۴ ؛ لیوی ۳۳، ۳۰ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے نوس و سورونیہ بادشاہ ہی کے قبضہ میں رہ گئے ؛ دیکھو باب ۱۸، حاشیہ ۲ ۔
نیز دیکھو نیسن : "تحقیقات" ۱۴۴ وغیرہ ۔
سنہ ۱۹۶ ق م کے بعد یوبیہ کے سکوں میں مزید ارتقا ؛ ہیڈ : "فہرست سکہ جات یونان وسطی موجودہ نوادر خانہ برطانیہ سنہ ۱۸۸۴ء"، صفحہ LXIV ؛ طلائی درہم، تصویر ۱۹، ۱ ۔

جنگ کے ان نتائج کا ۱۹۶ ق م کے خاکنائے والے کھیلوں کے موقع پر یونانیوں کے روبرو اعلان کیا گیا۔ یہاں تیتوس کے موجودگی میں ایک زعیم نے اعلان کیا کہ چونکہ رومیوں اور پروکانسل وامیر تیتوس کوئنک تیوس نے فیلقوس کو شکست دیدی ہے اسلئے اس نے اب مفصلۂ ذیل بستیوں کی آزادی کا اعلان کیا جاتا ہے: کورنتھی، فوکسی، لوکرس، یوبیہ، ماگنےتیس، تھسالوی، پرھائے بی اور فتیوتی کائیائی الغرض جس خطرہ کا ایتولیوں نے اظہار کیا تھا اسکا اکثر وبیشتر انسداد کردیا گیا تھا۔ یہ اعلان سُنکر یونانیوں میں خوشی ومسرت کی لہر دوڑگئی، تیتوس کی بڑی بھاری آؤ بھگت کی گئی اور انکے تقاضے پر زعیم کو اپنے الفاظ کا اعادہ کرنا پڑا، اور پلوٹارک کہتا ہے کہ اس غل وشور سے جو اسوقت پیدا ہوا بہت سے پرند تک بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے [۵۶]۔

منجملہ دوسری تفصیلی معاملات کے جنھیں دس سفیروں اور تیتوس نے طے کیا تھا یہ بھی تھے کہ آئندہ فوکس اور لوکرس ایتوہی لیگ میں اور کورنتھ، ترہی فیلیہ، اور ہرائیہ، اکائیائی لیگ میں شامل رہیں گے، اور اوریوس و ایریتریہ بجائے پرگامم کے مقبوضات ہونے کے بالکل

---

۵۶ خاکنائے والے کھیل، ۱۹۶ ق م۔ پولی بیوس ۱۸، ۴۶۔ لیوی ۳۳، ۳۲۔ ہم یہ غلط بیانی اکثر سنتے ہیں کہ اس موقع پر جملہ "یونانیوں" کی آزادی کا اعلان کیا گیا تھا، اور اس غلطی کی بنا نہ صرف زوناراس ۹، ۱۸ ہے بلکہ پولی بیوس ۱۸، ۴۶ بھی ہے جسکے قول کے مطابق جملہ یونانی "ایک اعلان کے ذریعے سے" آزاد ہوگئے۔ اسکے صرف یہ معنی ہو سکتے ہیں کہ تیتوس کے اعلان کے بعد اب تمام یونانی آزاد تھے؛ ان سے اکثر تو پہلے ہی سے آزاد چلے آتے تھے، اور اب صرف وہ یوروپی یونانی آزاد ہوئے تھے جنھیں فیلقوس نے رومیوں کے سپرد کیا تھا۔ رومیوں نے فیلقوس سے لیکر یونانیوں کو جو آزاد کیا اسکی کیفیت اسی برتاؤ کی تھی جو شیولین سوم نے لومبارڈی اور رونیس کے ساتھ کیا۔ یونان کو اب اسپر غور کرنا پڑا کہ قوت کا پلڑا کس طرف کو جھکا ہوا ہے۔

آزاد رہیں گے۔

زمانۂ حال میں تیتوس کے اس اعلان کو محض ناٹک کا ایک پردہ سمجھا جاتا ہے، اور یہ کہا جاتا ہے کہ جب روما کی طرف سے یونان کی آزادی کا اعلان کیا جا رہا تھا اسوقت اس کا واقعی ارادہ یہ تھا کہ وہ اس ملک پر پوری طور پر حاوی ہو جائے۔ اس سے رومنوں پر دو الزامات عائد ہوتے ہیں، ایک تو تدبیع کا (اسلئے کہ روما کو کیا پڑی تھی کہ یونان کی آزادی کا اعلان کرے) اور دوسرے منافقت کا؛ ہمارے نزدیک پہلا الزام واقعات پر مبنی نہیں ہے اور دوسرا قرین قیاس نہیں۔ رومنوں نے جملہ یونان کی آزادی کا اعلان نہیں کیا بلکہ صرف ان بستیوں کے آزادی کا اعلان کیا جو فیلقوس نے رومنوں کے سپرد کئے، اور ایسا کرنے میں وہ بالکل حق بجانب تھے۔ لیکن ہمیں اسکا کوئی ثبوت نہیں ملا کہ رومنوں کا مقصد یہ تھا کہ یہ آزادی محض نام ہی کی ہو۔ گو یہ ممکن ہے کہ بہت سے رومن یونانیوں کے طرزِ عمل پر اثر ڈالنا چاہتے ہوں، لیکن اس سے خاکنائے والے اعلان سے کچھ تعلق نہیں تھا اور یہ اعلان دراصل ایک عملی مسئلے کا ایک نہایت ہی مناسب حل تھا۔

چونکہ پیلو پونیز میں نابس نے آرگوس حوالہ کرنے سے انکار کر دیا اسلئے یہاں کے معاملات ابھی تک پیچیدہ تھے۔ تیتوس نے کورنتھ میں حلیف یونانیوں کی ایک کانفرنس طلب کی اور انھوں نے یہ تصفیہ کیا کہ نابس سے جنگ چھیڑنی چاہئے، اور فیلقوس نے بھی (جسے پہلے ہی سے نابس سے پرخاش تھی) اپنی فوج حلیفوں کی مدد کے لئے روانہ کی۔ تیتوس زبردستی اسپارٹا میں جا گھسا، لیکن جب اسپارٹیوں نے اپنے شہر میں آگ لگا دی تو اسے شہر چھوڑ دینا پڑا۔ اب اس نے نابس کے ساتھ ایک صلحنامہ کیا جسکے بموجب نابس نے اسکے جملہ مطالبات کو منظور کر لیا اور نہ صرف آرگوس کو (جو حال ہی میں اسکے پنجے سے نکل چکا تھا) آزاد قرار دیا بلکہ کریٹ کے ان مقامات سے بھی دست بردار

ہو گئے جو انکے قبضے میں تھے اور اپنا بیڑہ بھی رومنوں کے حوالہ کردیا باب ۱۶
نیز وہ لقونوی جو نابس کے مخالف تھے انھیں جنوبی لقونیہ میں آزادانہ
طور پر رہنے کی اجازت مل گئی (۱۹۵ ق م)۔ الغرض اسطرح سے
نابس کا کوئی تعلق سمندر سے نہیں رہا، اور یہ صورت حال ایسی تھی
جو کسی بحری قزاق کو کبھی پسند نہیں آسکتی تھی۔ ث

۱۹۴ ق م میں رومنوں نے اپنے رسالے ویمتریاس، خالکس
اور ریوس، ایریتریا، اور اکروکورنتھوس سے واپس بلالئے۔ اسمیں شبہ
نہیں کہ اس سے رومنوں کی خالص بےنفسی ٹپکتی تھی، لیکن یہ فعل
مدبرانہ نہیں تھا، اسلئے اسکے بعد رومنوں کو یہ معلوم کرنے کا کوئی طریقہ
بھی باقی نہیں تھاکہ انطاکوس کس کس انداز سے یونان میں اپنا بول بالا
کرنے کی تیاری کررہا ہے۔

الغرض فیلقوس کے شکست پر یونان کی حالت ناقابل اطمینان
نہیں تھی۔ مورخوں کو چاہئے کہ اس واقعے کو تسلیم کرکے حالات کو اپنے
اصلی قالب میں دیکھنے کی کوشش کریں۔ ہمیں افسوس ہے کہ علی العموم
مورخ صحیح نقطۂ نظر کا اتباع نہیں کرتے، اور ۲۰۰ ق م کے یونانیوں
کو بد اخلاق اور رومنوں کو بے ایمان سمجھا جاتا ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے
کہ یونانیوں میں پہلے ہی کی سی اعلیٰ صفات موجود تھیں، اور ابی دوس
کے شہریوں نے ثابت کردیا کہ ان میں پرانی سورمائیت اسوقت
تک موجود ہے اور وہ ساگنتول یا سرقسطہ ویوبتلہ کے
باشندوں سے انتہائی جرأت وہمت میں کسی آن کم نہیں، رہے

ث یونیس نے بھی نابس کے خلاف جنگ میں حصہ لیا؛ یہ نوشتوں سے ظاہر ہوتا ہے؛
فرنیکل، نمبر ۶۰، ۶۱ ـ نابس سے صلحنامہ اور اسکے شرائط؛ لیوی، ۳۴، ۳۵، ۲۸، ۳۰، ۳۱ ـ
نیز دیکھو میشکے "آثار تاریخ یونیس دوم" Meischke: Symbolae ad Eum. II. hist
لائپزگ سنہ ۱۸۹۲ء، صفحہ ۲۶ ـ

رومن تو وہ اتنے ہی کم خود غرض تھے جتنا ایک مملکت دوسرے بار۱
کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ بلاشبہ یونانی آپس میں اتحاد نہیں کر سکے"
تھے، لیکن اس سے انکی بد اخلاقی لازم نہیں آتی۔ کیا گوئلف اور
گبے لین اسلئے بد اخلاق تھے کہ وہ آخر تک برابر آپس میں لڑتے رہے؟
انگلستان کے کیوے لیر اور "گول سروں" کو نالائق کہا جا سکتا ہے؟ اگر
دوسری صدی ق م کے نصف اوّل کے یونانی باتیں زیادہ کرتے
اور عمل کم تو ایسی حالت میں ہم انھیں زوال پذیر کہنے میں حق
بجانب ہوتے، لیکن اسکے بجائے ضرورت کے وقت وہ بر سر پیکار
ہو گئے؛ اور ہمارے نزدیک فلو پوئے مین اور ابی دوس گے
شہری کسی ملک اور کسی عہد کے لئے بھی باعث زینت ہونگے۔
پھر ہمیں یونانیوں کی طرح رومنوں کے ساتھ بھی انصاف
کرنا چاہئے اسلئے کہ انھوں نے فیلقوس جیسے حکمراں کی مخالفت
کی اور تہذیب و تمدن کی پشت پناہی کی۔ جب ہم آگے بڑھکر
انکے یونانیوں سے جو تعلقات تھے ان پر عام نظر ڈالیں تو پہلا
معاملہ جن پر ہمیں نظر ڈالنی پڑے گی وہ انکے یونانی معاملات میں
مداخلت کے اسباب کا مسئلہ ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس مداخلت
کا فوری سبب یہ تھا کہ الیریائی قزاقوں کے تدمغ کو کسی نہ کسی
طرح سے زیر کیا جائے اسلئے کہ خود یونانی ان کا کوئی بال بیکا
نہیں کر سکے تھے۔ پھر دوسری بات جو قابل غور ہے وہ یہ ہے
کہ رومنوں کے سب سے زبردست حلیف اس عہد کے امن پسند
مملکتیں یعنی رھوڈز، پرگامم و ایتھنز تھے۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا
ہے کہ جو کچھ بھی مداخلت رومنوں نے کی وہ صرف اسلئے کہ
انھیں خود یونانیوں کے مختلف فریقوں نے مداخلت کی دعوت
دی تھی اور یہ مداخلت محض قانونی اسباب کی بنا پر دی گئی تھی۔
مدت دراز سے یونانیوں میں اتفاق کا فقدان تھا، اور مدت دراز ہی سے

باب ۱۶

انھوں نے اس کی ضرورت سمجھی تھی کہ کسی نہ کسی طرح سے اس فقدان اتحاد پر غالب آجائیں، چنانچہ اس مقصد کے حصول کیلئے وہ کبھی غیر ممالک سے مدد لینے میں کبھی نہیں چوکے۔ پرھوس کے زمانے سے رومن مجلس سینات اپنی دوراندیشی اور استقلال کے لئے مشہور تھی، چنانچہ اگر یہ مجلس دست اندازی کرے اور کسی معاملے میں ثالثی کی کوشش کرے تو یونانی اسے غیر موزون نہیں سمجھتے تھے اور ہر حال میں انھیں اس سے فائدہ ہی فائدہ تھا۔ پھر روما، تیتوس کے وساطت سے جو عمل کیا وہ یونانیوں کیلئے ابتدا میں مفید معلوم ہوتا تھا، اور گو امتداد زمانہ سے اس کا افادی پہلو باقی نہیں رہا تو اسکی ایک وجہ یہ تھی کہ یونانیوں میں لانتناہی تفرقے پھیلے ہوے تھے اور دوسری یہ کہ امتداد زمانہ سے خود رومیوں کے خصائص میں فرق آگیا تھا اور انہیں قوت وسطوت نے جگہ کرلی تھی۔ ہمارے نزدیک سنہ ۲۰۰ ق م میں رومن سنیات کا وجود دنیاے یونان کے لئے یقیناً مفید تھا، اور ایک سو سال بعد شائد ایک ناپسندیدہ ضرورت۔

ہمیں یہ نہیں چاہئیے کہ جو کچھ روما دوسروں کے طلب پر یا ازخود کرتا ہے اسمیں محض حرص و آز کا اثر دیکھیں اور ہماری دانست میں بغیر ایک عظیم الشان اخلاقی قوت کے روما تمام دنیائے معلوم کا اپنی سلطنت میں الحاق نہیں کرسکتا تھا۔ اس الحاق کا باعث اسکے بڑے بڑے سپہ سالار نہیں تھے اسلئے کہ انکے علاوہ دوسری اقوام بھی صفحۂ ہستی پر موجود تھیں جو ہنی بعل جیسے لاثانی سردار پیدا کرسکتی تھیں۔ ہمارے نزدیک روما کی ترقی کا راز محض قوت اور چالبازی میں مضمر نہیں تھا، بلکہ اس کشش میں مضمر تھا جو ایسی مملکت میں، جس کا قانونی نظام لاثانی ہو، ایک ایسی جمہوریہ میں مضمر تھا جو دوسرے جمہوریوں کو بالکلیہ زیر کرنا نہ چاہتی ہو بلکہ جس نے

باب ۱۶

اپنے زیر حمایت مملکتوں کے متنوع ادارات کو تقریباً بلا کسی قسم کی تبدیلی کے اپنے حال پر چھوڑ دیا تھا۔

لیکن ساتھ ہی ہمارا یہ خیال کہ روما کی ترقی کی بنیاد اس کی کشش پر اور ایک خاص فطری قانون پر تھی اس بات کا منافی نہیں ہے کہ خاص خاص مواقع پر حکمت عملی یعنی ایک خاص قسم کی ترکیب سے بھی اس کے اقتدار میں ترقی ہوئی، اور اس طرز عمل کی رہبری بعض مرتبہ محض خیالات نے کی اور بعض مرتبہ عملی ضروریات نے۔ تاہم ان سب کی اہمیت ثانوی تھی، اور اصلی چیز وہی غیر شعوری مقناطیسیت تھی جس کا اوپر بیان کیا گیا ہے۔ ایک روز افزوں زور جو روز بروز ناقابل مدافعت ہوتی جا رہی تھی اور جو باد مخالفت پر روز بروز حاوی ہوتی جاتی اور جملہ ادارات خصوصاً ملوکی ادارات کو بہائے لئے جاتی تھی اسنے بحیرۂ روم کے ساحلی علاقوں کو جو امن و امان کے خواہاں تھے روما کی گویا گود میں لا ڈالا[ؔ]

ؔ ہمارے نزدیک اس عہد میں روما اور اسکے مخالفوں کو، خصوصاً جب وہ مخالف بادشاہ ہوں، ایک ہی نظر سے دیکھنا درست نہیں، اسلئے کہ بادشاہ ملک فتح کرتے ہیں لیکن روما کی حکمت عملی فتوحات پر مبنی نہیں ہے۔ ۱۰ "رمکا بیان" ۸، ۱ میں روما کی جو الفاظ عالیہ میں تعریف و توصیف کی گئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی ق م جیسے قریب زمانے میں اسکا کیا رتبہ سمجھا جاتا تھا، یہاں مرقوم ہے کہ روما انصاف پسند، دور اندیش اور اقوام کا حامی ہے اور یہاں ۳۲۰ اشخاص جنکے ہاتھ میں حکومت کی کل ہے، جو ہر سال سربراہ کار مملکت مقرر کرتے ہیں، جو مخالف اقوام و ملوک کو نیچا دکھاتے ہیں لیکن دوستوں کے ساتھ جو وعدے کئے ہیں انھیں پورا کرتے ہیں، ان سب چیزوں کا اثر اس دنیا پر نہایت زبردست پڑا ہوگا۔ ایفائے وعدہ کی یہ آخری صفت ایسی تھی جو اس زمانے کے بادشاہوں میں ناپید تھی گو اس بارے میں بہت کم ایسے بادشاہ ہونگے جو ملیقوس کی طرح اپنے وعدوں سے بے پروا ہوسکے۔ ظاہر ہے کہ روما ہمیشہ اپنی شہرت کے معیار پر پورا نہیں اترتا تھا۔

باب ۱۷

باب ہفدہم

رومنوں کی آویزش انطاکوس، انیتولیوں اور غالطیوں کے ساتھ

سنہ ۱۹۲ ق م تا سنہ ۱۸۹ ق م

اگر انطاکوس سوم نے روما کے خلاف فیلقوس کا ساتھ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ لیکن آخر یہ انسانیت کا ہی تقاضا ہے۔ اس عہد میں ملوکیت انانیت کا مترادف سمجھا جاتا تھا اور جمہوریت ایسی حکومت کے مترادف سمجھی جاتی تھی جس کی باگ تمام شہریوں کے قبضے میں ہوتی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ بادشاہ بعض مرتبہ یونانی شہروں کی آزادی کی عزت کرتے تھے، لیکن وہ جنگ خود اپنے ہی غرض سے کرتے تھے جسکی وجہ سے شہر انکے جھگڑوں میں مبتلا ہو جاتے تھے۔ لیکن روما کی صورت حال اس سے مختلف تھی۔ دونوں کے درمیان مفصلہ ذیل تباین نظر آتا ہے: بادشاہوں کی قوت مطلق العنانی پر مبنی تھی اور اسکے ساتھ بہیمی اقتدار اور نیچے درجہ کے خصائص والے درباری؛ رومنوں میں قانون کی عزت اور اعلیٰ خیال کے مدبر۔ ظاہر ہے کہ ان دونوں کے درمیان وزن جس طرف ہوگا وہ ظاہر ہے۔ پھر کیا رومنوں نے وہ نہیں کیا جو متعدد نوعی مجموعہ ممالک نے کبھی نہیں کیا تھا یعنی ایک وسیع رقبے میں امن و امان قائم کی؟ ہرٹز برگ (ا، ۹۷) یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ اس زمانے کا یونانی " اخلاقی معیار پر پورا نہیں اترتا تھا " اور اسکے ثبوت میں بہت کچھ واقعات پیش کرتا ہے؛ لیکن یہ واقعہ

دیا ہوتا تو اس سے اسی کا فائدہ تھا؎ یہ سچ ہے کہ بادشاہوں کے لئے باعث

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — ہے کہ حب وطن اور محبت آزادی بالکل مردہ نہیں ہوگئی تھیں، اور بلاشبہ ان اوصاف میں کچھ کم غلو نہ تھا۔ ہرتزبرگ کہتا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آیا جب یونانیوں کے لئے مقدونوی حکومت پردیسی حکومت نہیں رہی تھی؛ لیکن ہمیں شبہ نہیں کہ یہ ایک ملوکی سیادت کے مترادف تھی اور یونانیوں کو اس قسم کے سیادت کی مطلق ضرورت نہ تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ فیلقوس محض اپنے ذاتی مفاد کی خاطر یونان پر قابو یافتہ ہونا چاہتا تھا، اور یونان کے لئے اسکی برداشت کرنے کی آخر کون ضرورت تھی؟ بلاشبہ روما کی زبان اور تمدن یونانیوں کے لئے بالکل نئے تھے، لیکن اسکی نظر میں یونانی تمدن کی اس درجہ عزت تھی کہ وہ ذہنی اعتبار سے مقدونوی بادشاہوں سے بھی زیادہ یونانیوں کے ساتھ وابستہ تھے۔

اسی عہد کے یونان کا تیرھویں صدی عیسوی کے اٹلی سے مقابلہ کیا جاسکتا ہے یہاں بھی دانتے جیسے عالی ظرف اور عالی دماغ شخص نے اسمیں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا ایک پردیسی یعنی رومن شہنشاہ اطالویوں کی آپس میں صلح کرادے۔ ایسی ریاستوں کے لئے جنھیں اقتدار اعلیٰ حاصل ہو اور جنھیں اپنی آزادی کا پورا خیال ہو جسکی وجہ سے وہ کسی قسم کا وفاقی دستور اپنے لئے پسند نہ کرتی ہوں ایسی مملکتوں کے لئے ایک دیسی ذی اقتدار شخصیت کی ضرورت پڑتی ہے جو انسے بالاتر ہو اور جو انکے طرز عمل میں اعتدال کی کیفیت پیدا کرسکے۔

ا. و. شلیگل A. W. Schlegel نے اپنی کتاب "روما" Rom. میں اس شہر کی تعریف کرتے ہوئے بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ "رومن" "مختلف سلطنتوں کے ثالث اور بادشاہوں کے جلاوطنی کیلئے تماشاگاہ پر شوار ہوتے تھے۔"

؎ ہمارے اسناد خاص طور پر لیوی، کتاب ۳۵ تا ۳۸ اجزا، پولی بیوس کتاب ۳۰ و ۳۱، اور اپیان: سوریہ Appian: Syriake ہیں، اور اسی آخری کتاب میں رھوڈزی امیرالبحر کا نام پوسی ماخوس بیان کیاگیا ہے۔ ابواب ۴ و ۵ میں اپیان کو مصری معاملات کے بابت جو معلومات ہیں وہ ناقص ہیں۔

مقابلہ کرو ک۔ میشکے: "مآخذ تاریخ یونیس دوم" لائپزگ ۱۸۹۲ء صفحہ ۶۷ وغیرہ۔ (بقیہ حاشیہ بر صفحہ دیگر)

باب ۱۲

ایسے مخالفوں میں حصہ لینا جن میں استحکام ہو نہایت ہی دشوار تھا اسلئے کہ انکی حکمت عملی کلیتہً لوٹ مار پر مشتمل ہو گئی تھی اور یہ بادشاہ اسکی پروا بہت کم کرتے تھے کہ انکے لوٹ مار کے ہدف انکے دشمن ہیں یا وقتی دوست؛ چنانچہ فیلقوس اور انطاکوس کے مابین جو مخالفہ تھا اسکی واحد بنیاد یہ تھی کہ ان دونوں میں کوئی بھی دوسرے کو لوٹ مار سے باز نہیں رکھ سکتا تھا۔ لیکن اسی حکمت عملی کی وجہ سے فیلقوس اور روما میں آویزش ہو گئی تھی اور اب انطاکوس بھی فیلقوس کے قدم بقدم چلنے لگا۔

رومنوں نے مقدونیہ سے جو صلح کی تھی اسکے مطابق انھوں نے ایشیائے کوچک کے ان شہروں کا تیا پانچا کر دیا تھا جنھیں انطاکوس خود اپنے تصور کرتا تھا۔ گو ان کا مطلب اسوقت صرف یہ تھا کہ یہ شہر آزاد ہو جائیں لیکن اس سے انطاکوس اور بھی زیادہ ناراض ہو گیا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — ۱۹۷ قم میں انطاکوس کی کوششیں؛ لیوی ۳۳، ۱۹: انطاکوس نے کلیکیہ، لکیہ اور کاریہ میں ریکران شہروں پر حملہ کیا جو بطلیموس کے قبضے میں تھے اور فوج اور بیڑے دونوں سے اس حملے میں کام لیا۔

انطاکوس ایشیائے کوچک میں علاقے فتح کرتا ہے اور رھوڈز کے ساتھ جھگڑا مول لیتا ہے (۱۹۷ قم)؛ لیوی ۳۳، ۲۰، ۲۱۔ رھوڈز ہی "ان بلدیات کی آزادی کی حفاظت کرتے ہیں جو بطالسہ کی حلیف ہیں (یعنی کائڈنوس، مندوس، ہالی کارناسوس، ساموس)"۔ لیوی ۳۳، ۲۰۔ دیکھو اوپر، باب ۱۳، حاشیہ ۳۔

۱۹۶ قم میں انطاکوس، ہلیس پونٹ پر اور تھریس میں؛ لیوی، ۳۳، $\frac{۳۸}{۴۰}$ — ہم پولی بیوس ۱۸، ۴۱ سے یہ استدلال کر سکتے ہیں کہ انطاکوس نے الغیسوس پر ۱۹۷ قم میں قبضہ کر لیا ہوگا؛ نیز لیوی ۳۳، ۳۸ (۱۹۶ قم) سے بھی ہم یہی استدلال کر سکتے ہیں، اسلئے کہ یہاں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسنے موسم سرما بسر کرنے کے لئے اس شہر میں پڑاؤ ڈالا تھا۔

اور فیلقوس کے ناکامی کے بعد اُس نے ان سب شہروں کا دعویٰ باب۱۷
کیا جنھیں فیلقوس نے فتح کیا تھا یا جنکا اسنے کبھی مطالبہ کیا تھا۔ جنگ
مقدونیہ کے دوران میں اسنے کلیکیہ، لیکیہ اور کاریہ میں فتوحات
کے ذریعہ سے مصر کو نقصان پہونچایا تھا اور ساتھ ہی رھوڈز کو اپنا
مد مقابل بنا لیا تھا۔ اب رھوڈزیوں نے اسکے پاس پیغام بھیجا کہ
دیکھو خیلی ڈونیائے والی راس سے آگے نہ بڑھنا؛ اسکی اسنے ضرور
تعمیل کی لیکن گویا اسکے معاوضے میں اکلیمی علاقے کے جسقدر زیادہ
رقبے پر ممکن ہوا قبضہ کرلیا۔ رھوڈز ہی مصر کے حلیفوں یعنی کاؤنوس
مین ڈوس، ہالی کارناسوس اور ساموس کی حفاظت کر رہے تھے،
لیکن انطاکوس نے ایفی سوس پر قبضہ کرکے اسے اپنا مرکز بنالیا
اسکی خواہش یہ تھی کہ باقی ماندہ ایشیائے کوچک لے کر اسکے بعد
تھریس پر قبضہ کرلے۔ اسے یاد تھا کہ میں اُسی سلیوکوس کا جانشین
ہوں جسنے سو برس پہلے لیزی ماخوس کو نیچا دکھایا تھا اور اس نے
اب یہ دعویٰ کیا کہ اگر میرے جد کو یک بیک موت کے گھاٹ
نہ اُتار دیا جاتا تو جن علاقوں کو وہ اپنی سلطنت میں ملحق کرلیتا وہ
سب میرے ہی قبضے میں ہوتے۔ بدیں سبب وہ ایشیائے ہیشیں
اور تھریس میں گویا فیلقوس کا جانشین بن گیا، اور اسی کی طرح ان
ریاستوں کو جو کم وبیش آزاد تھیں دق کرنے لگا؛ لیکن ہمیں یہ یاد
رکھنا چاہئے کہ سلیوکیوں نے یونانی عنصر کے ساتھ جو سلوک کیا وہ
اس سختی کا عشر عشیر بھی نہ تھا جو فیلقوس نے انکے ساتھ روا رکھی تھی۔
انھوں نے کبھی کسی بستی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کیا جیسا فیلقوس
نے ابی ڈوس اور دوسری یونانی بلدیات کے باشندوں کے
ساتھ کیا تھا۔ یہی برتاؤ تھا جسکی وجہ سے جہاں فیلقوس کو اپنے
حلیف بنانے میں ناکامی ہوئی تھی وہاں انطاکوس کو بہت سے
حلیف مل گئے۔ سنہ ۱۹۶ ق م کے اوائل ہی میں انطاکوس تھریس گیا

باب ۱

اور شہر لیزی ماخیہ کی، جسے فیلقوس نے برباد کر دیا تھا، مرمت کی۔ یہاں اسے رومن سفرا ملے جنھوں نے اس سے تھریس اور ایشیا کے شہروں کو چھوڑ دینے کے لئے اور مصری مقبوضات پر حملہ نہ کرنیکا وعدہ کیا۔ اسکا اسنے یہ جواب دیا کہ میں محض اپنے حقوق کا ایفا چاہتا ہوں، رہا مصر، سو اسمیں اور بطلیموس میں پورا اتفاق ہے اور شاہ مصر کو اس سے کسی قسم کی شکایت نہیں ہے، نہ صرف یہ بلکہ بطلیموس اسکا حلیف اور اسکا نیک داماد ہے۔ اس جواب سے روما کی توہین ہی نہیں ہوئی بلکہ اس کے اثر کو دھکا بھی لگا [1] انطاکوس اور

[1] روما اور فیلقوس کے درمیان جو جنگ ہوئی تھی اس میں ایشیا کے صورت حال میں جو تبدیلی ہوئی تھی اسے درست زاویہ نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا۔ ۱۹۸ ق م میں کوہ پانیوم پر انطاکوس کو جو کامیابی ہوئی اسکے بعد اسنے ترکیب چلکر مصر سے مفاہمت کرلی اور اس مفاہمت کے بموجب (بغیر اپنے حلیف روما سے رائے لینے کے) مصر نے بادشاہ سوریہ کے ساتھ چند در چند مراعات کیں، یعنی اپنے مقبوضات ایشیا نے کوچک و تھریس سے دست بردار ہوگیا اور اسکے معاوضے میں جنوبی سوریہ کو (جسپر حال ہی میں انطاکوس قابض ہوگیا تھا) وقتی طور پر کام میں لانے کی اجازت حاصل کرلی۔ اس مفاہمت کو ابتدا میں رومنوں سے راز میں رکھا گیا تھا، اور اس کے مطابق اب انطاکوس تھریس تک میں مدعی کی حیثیت سے نمودار ہوتا ہے اور ۱۹۶ ق م میں لیزی ماخیہ کے مقام پر رومنوں کو ایشیا کے بطلیموسی مقبوضات کے بابت حسب ذیل جواب دیتا ہے: "بلدیات کی یہ شکایت ہے کہ آپ ان علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں جو اصل میں بطلیموس کے مملوکہ ہیں درآنحالیکہ بطلیموس کے ساتھ اچھے تعلقات ہیں اور اسکے ساتھ تعامل کرنے کی بھی ضرورت ہے"؛ لیوی ۳۳، ۴۰۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انطاکوس اور مصری وزرا نے چال چلکر رومنوں پر بازی لے لی تھی، اور اسطرح انطاکوس بغایت خطرناک ہوگیا تھا۔ اگر ہم اس صورت حال سے متفق ہوجائیں تو پھر ہم اپنے Ihne کی اس رائے سے ہرگز اتفاق نہیں کرسکتے (تاریخ روما Roem. Gesch ۲، ۱۱۱) جس سے Baed. Unteræg (۳، ۱۷۱) اتفاق کرتا ہے کہ رومنوں نے مصر کو لٹکنے میں چھوڑ دیا تھا؛ بلکہ اس کے برعکس واقعہ یہ تھا کہ مصر نے روما کے خلاف

باب ۱

روما کے درمیان جو کشمکش تھی ہمیں اس واقعہ سے پہلے سے بھی زیادہ اضافہ ہوا کہ ہنی بعل، جسے رومنوں کے کہنے سے قرطاجنہ کو خیرباد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ چال چلی تھی اور یہ مفاہمت کر کے خود اپنے حوصلوں اور آرزوں پر پانی پھیر دیا تھا ۔ مصر کو ایسا کرنے کا کسی حالت میں حق نہیں تھا ۔ علاوہ ازیں مصر جیسی فرسودہ مملکت کو کسی قسم کے حوصلہ مندانہ طرز عمل اختیار کرنے کا کوئی حق نہیں تھا ؛ ہم دیکھ چکے ہیں کہ علاوہ ان جرائم کے جس کا ارتکاب کرنے میں وہ آزاد تھا، باقی امور میں وہ اپنے وزرا کے قبضے میں گویا ایک کٹھ پتلی تھا، اور اگر ان وزرا نے شامی رشوتیں کھا کر ایک خاص طرز عمل اختیار کیا تو اس کی وجہ سے مصر کی حالت پہلے سے یہ بہتر ہو گئی نہ بدتر ۔ صرف فرق یہ پیدا ہوا کہ اب نہ صرف روما کو مصر کو اپنے حلقۂ اثر میں کھینچ لینے کا حق پیدا ہو گیا بلکہ اب امن پسند بحری مملکتوں کے لیگ میں مصر نے خود اپنی خوشی سے جو جگہ خالی کی تھی اسے روما نے کمال اطمینان سے پُر کر دیا اور اسطرح اس نے انطاکوس کو پونتوس کے آزادانہ جہاز رانی کو روک دینے سے اسیطرح باز رکھا جیسے اس سے پہلے اسنے فیلقوس کو باز رکھا تھا ۔ چونکہ مصر اپنی خوشی خاطر اس لیگ سے نکل گیا تھا اسلئے روما نے اپنے داؤ کو دوگنا کر دیا ۔ ان سب واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ سنہ ۱۹۰ ق م ایشیائے یونین کے لئے نہایت اہم ہے ۔ یہاں مصر کو ایک سو سال سے جو رتبہ حاصل تھا اس سے وہ انطاکوس کے حق میں دست بردار ہوتا ہے اور اب انطاکوس گویا رومنوں سے مخاطب ہو کر یہ کہہ سکتا ہے کہ "اب آپکو غیر ضروری تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں اسلئے کہ مصر آپکی امداد کا خواہاں نہیں ہے" ۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہی وہ کامیابی تھی جسکی وجہ سے اس کا آخر کار بالکل خاتمہ ہو گیا ۔ اگر اس میں یہ تسلیم کرنیکی عقل ہوتی کہ اسکے لئے تھریس سے دست بردار ہونا ہی بہتر ہے تو پھر اغلب امر یہ ہے کہ روما اسے ایشیا میں آزاد چھوڑ دیتا لیکن اس کے اس خیال کی وجہ سے کہ اول تو اسے تھریس کا دعوی کرنا چاہئے اور دوسرے یہ کہ اسکا فرض ہے کہ نابس امی نامدرا اور ایتولیوں کی آزادی کی حفاظت کرے تو اسے نہ صرف اپنے حال کے مقبوضات سے دست بردار ہونا پڑا بلکہ ان علاقوں کو بھی چھوڑ دینا پڑا جو اسکی سلطنت میں پہلے سے شامل تھے ۔

باب ۱۷

کہنا پڑا تھا، ۱۹۵ ق م میں انطاکوس سے ملنے انی بال آیا اور وہاں پہونچکر بادشاہ کے صلاح کاروں میں شامل ہو گیا۔ انطاکوس نے وقتی طور پر روما کے ساتھ جنگ کرنے سے گریز کیا لیکن ساتھ ہی اس نے نہ صرف بیزنطہ اور غالطیوں کے ساتھ گفت وشنود کی اور بطلیموس سے صلح کرلی بلکہ اریارا تھیس حکمراں کا پاروسیہ سے محالفہ کرلیا، اور اسطرح آنیوالی جنگ کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا اور یہ بھی کوشش کرنے لگا کہ یومنیس شاہ پرگامم بھی جو ۱۹۷ ق م ہی میں تخت نشیں ہوا تھا، اسکی طرف آجائے، لیکن وہ اس میں کامیاب نہیں ہوا، اور یومنیس نے اسکا ساتھ دینے کے بجائے شام کے بادشاہ سے جنگ چھیڑنے کے لئے رومنوں کو حتی الامکان اکسانے کی کوشش کی۔

۱۹۴–۱۹۳ ق م میں ایشیا کے آئندہ بندوبست کے لئے روما میں گفت وشنود شروع ہوئی [۱] اب روما کو ہر شخص یونانی جھگڑوں میں ثالث تسلیم کرنے لگا تھا، اور ایسے معاملات میں رومن سینات خاص طور پر تیتوس کوئنک تیوس کے رائے پر کان دھرتی تھی اسلئے کہ اسے مقدونیہ پر نہایت درخشاں کامیابی حاصل ہوئی تھی اور اب وہ اپنے لئے مزید جنگی کامیابیوں کا خواہاں نہیں تھا۔ دوسرے حکمرانوں کی طرح انطاکوس نے بھی روما اپنے سفیر بظاہر اس لئے روانہ کئے تھے رومنوں سے محالفہ کریں اسلئے کہ وہ معاملات ایشیا میں انکی مداخلت کے اصول کو تسلیم ہی نہیں کرتا تھا۔ اسکے جواب میں رومنوں نے شامی سفیروں سے مطالبہ کیا کہ یا تو انطاکوس یورپ کو اپنے حال پر چھوڑ دے ورنہ پھر روما کے اس حق کو

---

[۱] ۱۹۴–۱۹۳ ق م میں روما کے ساتھ گفت وشنود، لیوی ۳۴ ، ۵۷–۵۹، تیتوس کوئنک توس اسکا دعوٰی کرتا ہے کہ "یونانیوں کی آزادی کی حفاظت" رومنوں کے ساتھ وابستہ ہے۔

تسلیم کریگا کہ وہ ایشیائی یونانیوں کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ اسپر شامی سفیروں یعنی مینوس و ہیگیے سیاناکس نے یہ جواب دیا کہ ہمیں ملک کسی کو دیدینے کا اختیار نہیں ہے، چنانچہ مزید گفت و شنود ایشیا کو ملتوی کردی گئی جہاں وہی رومن سفیر روانہ ہوئے جنھوں نے اس سے پہلے لیزی ماخیہ میں انطاکوس سے ملاقات کی تھی۔ وہ ایلیہ اور پرگامم ہوتے ہوئے ایفی سوس گئے جہاں ہنی بعل بھی ٹھہرا ہوا تھا۔ اس سفارت کے سردار پ۔ ولیوس نے ہنی بعل سے دوستی گانٹھی جسکی وجہ سے انطاکوس کو اس قرطاجنی کی طرف سے شبہہ پیدا ہوگیا، چنانچہ اس نے آنیوالی جنگ میں اس سے مشورہ نہیں کیا جسکے باعث خود اسی کو نقصان اٹھانا پڑا۔ بادشاہ نے رومنوں کے دعاوی کو اسلئے اور بھی قبول نہیں کیا کہ اُسے خاص یونان سے حلیف ملنے کی اُمید ہوگئی تھی۔ ایتولیوں کا خیال تھا کہ رومنوں نے انھیں مال غنیمت میں سے وہ حصہ نہیں دیا جسکے وہ مستحق تھے، چنانچہ انھوں نے انطاکوس کے پاس یہ پیام بھیجا کہ روما کے ساتھ جنگ ہو تو وہ اسے نہایت قابل قدر مدد دیں گے اور ساتھ ہی یہ بھی وعدہ کیا کہ انطاکوس کو فیلقوس شاہ مقدونیہ، اپیانمر روالی اتھامانیہ اور نابیس کی مدد بھی دلوا دینگے۔ فیلقوس اس اتحاد میں شریک ہوجاتا تو شاید پلڑا بھاری ہوجاتا لیکن وہ الگ ہی رہا، اور باقی دونوں حکمران روما کے ساتھ جنگ میں بالکل بے کار تھے۔

انطاکوس نے براہ راست تو مشرقی تدبیر کے اصول پر کاربند ہوکر رومن سفیروں سے براہ راست گفتگو کرنا ترک کردی تھی، اسنے اب اپنے وزیر اعظم مینون کے ذریعے سے ولیوس اور سلپی کیوس سے کہلا بھیجا کہ ایشیا کے شہر جنمیں سمرنا، لمپساکوس اور اسکندریہ تروآس شامل ہیں میری ملکیت ہیں، اور اگر روما میرا حلیف ہونا منظور کرے تو میں رھوڈز، بیزنطہ، کیزکوس اور بعض دوسرے مقامات کی آزادی کو

باب ۱۵

تسلیم کرنے کے لئے تیار رہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے لئے جو اپنے آپکو رُوما کا ہم پلہ سمجھتا ہو، یہ سب بغایت مہربانی آمیز شرائط تھے۔ لیکن اسے جو اپنے اوپر اعتماد تھا وہ اتنا نہیں تھا کہ خاص اٹلی میں رومن علاقے پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے، اور یہی وہ بات تھی جسے قرطاجنی پسند کرتے؛ مگر وہ یونان جانے اور وہاں رومنوں سے جنگ کرنے کیلئے تیار تھا۔

جنگ نابس نے شروع کی[سلہ]۔ ظاہر ہے کہ یہ ناممکن تھا کہ نابس جیسا ناقابلِ اصلاح شخص بحری قزاقی میں حصّہ لینے سے باز رکھا جائے، چنانچہ ۱۹۲ ق م میں وہ یک بیک گی تھیوم پر آپڑا۔ یہ شہر "آزاد لقونیوں" کے علاقے میں واقع تھا اور اکائیائی لیگ میں شامل تھا، چنانچہ اکائیائیوں نے فوراً ایک رسالہ گی تھیوم میں مقرر کیا، لیکن انہیں اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ روما کے حلیف سے برسرپیکار رہوں، اسلئے انھوں نے روما سے مداخلت کرنے کے لئے استدعا کی۔ رومن مداخلت کے لئے تیار تھے، لیکن اسمیں انھوں نے جلدی نہیں کی جسپر اکائیائیوں کے استراتے گوس، فلوپوئے مین نے تنہا لڑائی شروع کر دی۔ لیکن نابس نے اسکے چھوٹے سے بیڑے کو شکست دے کر گی تھیوم پر قبضہ کر لیا، لیکن بری لڑائی میں اسی کو شکست ہوئی اور اسے اسپارٹا بھاگ جانا پڑا۔ اب تیتوس، جو معاملات یونان کے لئے

سلہ نابس اور ایلیو تھیرو لقونی؛ ہرٹزبرگ ۲، ۱۱۱، ۱۵۹؛ خصوصاً ریول[?]: اکائیائیوں اور نابس کی آخری جنگ" Ruehl: Der letzte Kampf der Achaier gegen" Nabis ۱۸۸۳ء نیز دیکھو تیولیفر کا مضمون اکائیہ پر پاؤلی کے "محیط" میں۔ نابس کے مظالم پولی بیوس ۱۳، ۶-۸؛ اسکی بیوی اپیگا، ۱۳، ۷؛ ۱۸، ۱۷، ۱۔ نابس کی وفات لیوی ۳۵، ۳۵۔ نابس کے خلاف پرگامم کے افواج بھی حصہ لیتی ہیں؛ پرگامم کے نوشتے، فرینکل ۶۲، ۶۳؛ دیکھو تیولیفر؛ نیز میشکے ص ۴۱ وغیرہ؛ میشکے اِس جنگ کو مفصل بیان کرتا ہے۔

روما کا مستقل مامور مقیم رہا تھا، میدان میں آگیا اور اُسنے فریقین کے باٹ
مابین صلح کراکر اکائیائیوں سے لقونیہ کا تخلیہ کرا دیا۔ اس طرح نابس
کی مداخلت کا تو خاتمہ ہوگیا لیکن روما کے مخالفوں کو کوئی فائدہ نہیں
پہونچا، اور اب ایتولیوں کی باری آئی جنھوں نے اسے ابھارا تھا۔
ایتولیوں کی جمعیت نے خود تیتوس کے روبرو یہ طے کیا کہ انطاکوس
کو رومنوں سے یونان کو ایتولیوں کے مدد سے آزاد کرانے کے لئے
دعوت دیجائے، اور جب تیتوس نے، جو اسوقت موجود تھا، اس
قرار داد کی نقل مانگی تو استرا تے گوس ومیقر تیوس نے جواب دیا کہ
قرار داد کی نقل کو وہ ایک لشکر جرار لے کر دریائے تائبر پہونچ کر
حوالہ کریگا۔ معلوم ہوتا ہے کہ لفاظی کی تعدی ہماری نے ایتولیہ کے عمل پسند
کیانوں تک پر حملہ کر دیا تھا؛ رومن سنہ ۱۹۴ ق م ہی میں یونان
کا تخلیہ کرچکے تھے، چنانچہ اب ایتولیوں نے مگنے تیس میں سے جو
لوگ انکے ہمنوا تھے انکی مدد سے اس مقام پر قبضہ کرلیا تو لطف
یہ ہے کہ انھوں نے مگنے تیس کو یقین دلایا تھا کہ یہ مقام اب فیلقوس
اکے حوالے کر دیا جائے گا۔ فیلقوس اس خیال سے کہ اگر وہ رومنوں
کے طرف چلا گیا اور انکی خوب اچھی طرح مدد کی تو اسے بہت کچھ
فائدہ ہوگا، اب کلیتہً روما کا طرفدار بن گیا۔ اسے رومن طرز عمل
کی تائید کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انطاکوس نے اپنے طرز عمل سے
بھول کر ایک شخص فیلقوس ساکن میگالوپولس کو جو امی نا ندر کا بیتی
بھائی تھا خاص تخت مقدونیہ کا دعویدار بنا دیا تھا، اور اب فیلقوس
نے اپنے دلمیں یہ ٹھانی کہ روما کا ساتھ دینے سے وہ اپنے
حریف انطاکوس سے انتقام لے سکیگا۔ اسکے برعکس ایتولی تھوا تس
خالکس نہیں لے سکا، گو اسپارٹا ایتولیوں کے قبضے میں آنے سے
بس بال بال بچ گیا۔ ہوا یہ کہ جب نابس کے راستے میں مشکلات
حائل ہوئیں تو اسنے اپنی مدد کے لئے ایتولی سپاہی طلب کرلئے،

باب ۱۷

اور جب وہ ۱۹۲ قم میں فوج کی قواعد پر سلامی لے رہا تھا تو ایتولیوں کے سپاہ دار الکسامنیس نے اسے جان سے مار ڈالا۔ ہمارے نزدیک اگر ایتولیوں نے اسپارٹا کے فوجی وسائل کو کام میں لانے پر قناعت کی ہوتی تو وہ اس محالفے سے مدت دراز تک مستفید ہوتے رہتے، لیکن اسکے بجائے انھوں نے شہر کو تاراج کر دیا جس سے اسپارٹیوں کا جام صبر لبریز ہوگیا، چنانچہ حملہ آور انبوہ کو تہ تیغ کر کے خود اکائیائی لیگ میں شریک ہوگئے۔ یہ طرز عمل بالکل انوکھا تھا، اور اگر زمانہ حال کے خیالات درست ہوتے کہ رومنوں کو ہر جگہ مداخلت کرنے اور یونانیوں میں نفاق ڈلوانے میں مزا آتا تھا، تو اس حکمت عملی کے مطابق یہ مسئلہ ضرور بحث میں آنا چاہئے کہ اس پر رومن کیا کہینگے۔ لیکن رومن بالکل خاموش رہے اسلئے کہ جو کچھ یونانی اس وقت کر رہے تھے اس سے وہ اسوقت تک بے تعلق تھے جب تک انکے پاس شکایتیں نہ پہونچیں یا جب تک یونانی براہ راست انپر وار نہ کریں۔ یہی وہ اصول تھا جسکے مطابق تیتوس عمل کرتا تھا یعنی جب جھگڑا ہو اسوقت ثالث کی طور پر مداخلت کر دے، ورنہ یونانیوں کے معاملات سے بے تعلقی کا اظہار کرے۔ ظاہر ہے کہ یونانی آزاد تھے۔ علاوہ ازیں رومنوں کی خواہش تھی کہ اکائیائیو کو ناراض نہ کریں ورنہ انطاکوس اور ایتولیوں کے ساتھ جنگ کی صورت میں انکی مخالفت بغایت تکلیف دہ ہوتی۔

اب تھواس نے ایشیا جاکر بادشاہ کو یونان آنے پر راضی کیا۔ اسمیں شک نہیں کہ اسنے ہنوز سمرنا، لمپساکوس اور اسکندریہ تروآس فتح نہیں کیا تھا، اور اکائیائی امدادی فوج کے عین موقعہ پر پرگامم میں داخل ہوجانے کی وجہ سے اس شہر پر بھی قبضہ نہیں کر سکا، تاہم وہ صرف دس ہزار پیادوں، پانچ سو سواروں اور چھ ہاتھیوں کو مع سو جنگی جہازوں کو اور دو سو

باب ۱۷ — بار برداری کے جہازوں کے اپنے ساتھ لیکر سنہ ۱۹۲ ق م میں دیمتریاس پہونچ گیا۔[۵] ایتولیوں نے شہر لامیہ کے قریب لیگ کا ایک جلسہ کیا جسمیں انھوں نے انطاکوس کو اپنا سپہ سالار مقرر کیا۔ لطف یہ ہے کہ وہ اسوقت تک نہ صرف روما کے ساتھ بلکہ اکائیوں کے ساتھ بھی برسر پیکار نہیں تھا۔ اسے قانوناً تو یونان پر اتنا ہی دعوے تھا جتنا رومنوں کو تھا، اسلئے کہ یونانیوں نے اپنے جھگڑے طے کرنے کے لئے پہلے تو رومنوں کو اور پھر انطاکوس کو طلب کیا تھا؛ ظاہر ہے کہ اس سب معاملے کا اختتام جنگ ہی سے ہوسکتا تھا، لیکن انطاکوس کچھ ایسا تجربہ کار مدبر تھا اور اپنی حکمت عملی میں کچھ ایسا درست تھا کہ وہ بکمال ہوشیاری کے ساتھ بغیر کسی قسم کے قانونی نقص کے اور بغیر باضابطہ جنگ کے مختلف بلدیات کو مسخر کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے خالکس سے کہلا بھیجا کہ میں روما سے برسر پیکار نہیں ہوں اسلئے تم میرے ساتھ نہایت اطمینان سے مخالفہ کر سکتے ہو، جسپر خالکس والوں نے جواب دیا کہ بہت اچھا ہم پہلے اپنے حلیفوں یعنی رومنوں کی اجازت لے لیں۔ اسنے اکائیوں سے غیر جانبدار رہنے کی استدعا کرنے کے لئے اپنے سفیر ایگیوم روانہ کئے جہاں تیتوس بھی موجود تھا۔ ان سفیروں کے گفتگو کا اکائیوں نے خاطر خواہ جواب نہیں دیا۔ لیکن اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ روما نے اکائیوں پر کسی قسم کا جبر کیا ہو۔ فلو پے مین کو صرف ایک بات کا خیال آیا تھا، اور یہ اپنے ہم ملکوں کی بہبودی تھی، اور اب وہ اس نتیجے پر پہونچا کہ اکائیوں کو روما سے گہرے تعلقات پیدا کرنے کی

---

[۵] جنگ کے مفصل حالات کیلئے دیکھو لیوی اور پولی بیوس۔ اکائیائی پرگام کو چھڑاتے ہیں؛ ڈٹن برگر، ۲۰۸؛ فرینکل، ۶۴؛ تیولیفر، اکائیہ یا ٹولی کے مجموعے میں۔

باب ۲ ضرورت ہے چنانچہ انھوں نے بجائے غیر جانبدار رہنے کے یہ طے کیا کہ انطاکوس اور ایتولیوں سے جنگ کرنی چاہئے۔ اس واقع سے جنگ کے مدبرانہ مدارج تو ختم ہوئے، اور انطاکوس نے خالکس پر حملہ کرکے (جسکی مدافعت کرنے کے لئے صرف پانچ سو پرگام والے اور پانچ سو اکاییائی موجود تھے) اسے مسخر کرلیا۔ اس کے بعد اس نے ایک ہزار آدمیوں کو ایلس روانہ کیا جو اسوقت تک ایتولیہ کے قبضے میں تھا، تاکہ وہاں سے اکاییائیوں کو دق کرتا رہے انطاکوس نے اپنے قدم بیوتیہ پر بھی جمائے۔ یہاں فیلقوس کے شکست پر سنہ ۱۹۷ ق م ہی میں اختلافات واقع ہوگئے تھے جن میں ان بیوتیوں کی مدد سے جو فیلقوس کی فوج میں سے گھر واپس آئے تھے، مقدونوی فریق برسر اقتدار ہوگیا تھا، لیکن اس کے بعد اس فریق کے رہبر براکی لاس کو روما کے بعض ہمنواؤں نے ملک عدم پہونچا دیا تھا جب غضب آلود بیوتیوں نے رومن سپاہیوں کو ایک ایک کرکے قتل کرڈالا جس ضلع میں رومنوں پر یہ مظالم ڈھائے گئے تھے وہاں کے باشندوں کو تیتوس نے سخت سخت سزائیں دیں جسکی وجہ سے بیوتیہ میں روما کی طرف سے اور بھی زیادہ تنفر کی لہر دوڑ گئی۔ اسی طرح ایپائروسیوں نے بھی انطاکوس سے کہلا بھیجا کہ اگر آپ ایپائروس آئیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ہوجائیں گے۔ سنہ ۱۹۲ ق م کے اختتام سے پہلے انطاکوس نے تھسلی پر قبضہ کرنے کی کوشش کی، اور فیرائے اور سکوتوسا پر قبضہ کرلیا کینوس کیفالائے میں اُن مقدونوی سپاہیوں کے غیر مدفون لاشوں کو جو وہاں کام آئے تھے، دفن کیا، جس سے فیلقوس سخت پریشان ہوا، لیکن جب اس نے یہ سنا کہ ایک رومن مقدونی فوج آرہی ہے تو اس نے لاریسہ کا محاصرہ اٹھا کر خالکس کی راہ لی۔ رومن فوج پبلیس سلپیس کے کمان میں تھی، جسے شاہ سوریہ کے یونان میں آنے کی اطلاع پر

باب ۱۷ رومنوں نے ایپائروس روانہ کیا تھا۔ بات یہ ہے کہ اسوقت تک رومنوں کو انطاکوس کے پیش نامے کے متعلق کوئی قطعی معلومات نہیں تھے اور انھیں خیال تھا کہ انطاکوس میں نقصان رسانی کی قابلیت موجود ہے جو واقعتًا اسمیں نہیں تھی۔ چنانچہ انھوں نے اسوقت تک اپنے تمام تر قوت واقتدار کا مرکز اور اٹلی اور سسلی ہی کو قرار دیا تھا۔

۱۹۱ ق م کے ابتدا میں رومن قوم نے انطاکوس کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا اور کانسل مارکوس اکی لیوس گلابریو کو فوج کا کمانڈر مقرر کرکے تقریبًا چالیس ہزار سپاہیوں کو اسکے سپرد کر دیا۔ انطاکوس اکارنانیہ چلا گیا تھا جہاں پہونچکر اس نے مےدیوم فتح کرلیا تھا لیکن اس کانسل کے اپولونیہ میں اترنے اور بیبیوس اور فیلقوس کے اقدام کی خبریں سنکر وہ ایشیا سے کمک کا انتظار کرنے کے لئے خالکس واپس ہوگیا، لیکن جب یہ کمک آئی تو اتنی ہی کہ اب بھی اسکے پاس دس ہزار پیادوں اور پانچ ہزار سواروں سے زیادہ نہیں تھے۔ اور انہیں اب صرف چار ہزار ایتولیوں کا اضافہ ہوگیا۔ ہمارے نزدیک یہ شرقی تفاخر کا ایک نمونہ ہے کہ اس فوج کو ساتھ لیکر انطاکوس کو روما سے لڑائی لڑنے کی ہمت ہوگئی۔ اس کے اس خیال میں ضرور تھوڑی بہت عقل کا شائبہ تھا کہ شمال کی طرف سے حملہ ہونیکی صورت میں وہ اس فوج کی مدد سے تھرموپلی پر قبضہ کرسکیگا خصوصًا ایسی حالت میں کہ ایتولیوں نے دروں کو مغرب کی طرف سے بند کر دیا تھا بہرحال اسکی یہ کوشش بھی ناکام ثابت ہوئی۔ گلابریو کا قائم مقام مارکوس پورکیوس کاتو جو ۱۹۵ ق م میں کانسل رہ چکا تھا، کوہ ایتہ کو عبور کرکے بادشاہ کے عقب میں پہونچ گیا۔ اس پر انطاکوس صرف پانچ سو سپاہیوں سمیت خالکس پہونچا، اور یہاں سے وہ بحری راستے سے ایفی سوس چلا گیا۔ اب بیوتیہ اور یوبیہ

نے ہتھیار ڈال دیئے۔ ایتولی اب بھی تھرموپلی کے قریب چند قلعہ بند مقامات خصوصاً ہرقلیہ و لامیہ پر قابض تھے، چنانچہ گلابریو نے ہرقلیہ کو زیر کیا اور عین جس وقت فیلقوس لامیہ پر قبضہ کرنے والا تھا اسوقت کانسل نے اسے اسکی ممانعت کر دی اسلئے کہ رومن یہ نہیں چاہتے تھے کہ شاہ مقدونیہ کو اس نواح میں کوئی علاقہ اپنے سلطنت میں الحاق کرنے کا موقع مل جائے۔ اب جب ایتولیوں نے صلح کرنے کی طرف اپنا میلان ظاہر کیا تو تیتوس نے تو یہ کہا کہ انکے سامنے نرم شرائط پیش کرے لیکن گلابریو نے اس اصول سے اختلاف کیا اور پہلی شرط تو یہ پیش کی کہ دو سر آوردہ ایتولی اور اتھامانیس کے سرداروں کو انکے حوالہ کر دیا جائے، جس پر ایتولیوں نے لڑائی جاری رکھنے ہی کو مناسب سمجھا اور نئوپاکتوس میں رومنوں کی مدافعت شروع کی۔ اسی دوران میں تیتوس کے کہنے سے ایلیس اور مسینیہ والے اکائیائی لیگ میں شامل ہو گئے چنانچہ اب اس لیگ میں پیلوپونیز کی جملہ ریاستیں شامل ہو گئیں تھیں۔ اس کے معاوضے میں رومنوں نے زاکینتھوس کو اپنی حمایت میں لے لیا اور کورکائرا انکا پہلے سے ہی محمیہ بنا ہوا تھا چونکہ فیلقوس نے تھسلی میں کچھ اقدام کیا تھا اسلئے تیتوس نے اسکی نگرانی کرنا اپنا فرض سمجھا کہ ایتولیوں پر ضرورت سے زیادہ دباؤ تو نہیں پڑ رہا۔ نئوپاکتوس کا محاصرہ اٹھا لیا گیا اور رومنوں کے پاس سفارت روانہ کرنے کی غرض سے اور رومنوں کے خواہشات دریافت کرنے کی غرض سے ایتولیوں کو التوائے جنگ کی اجازت دیدیگئی۔

جہاں تک یورپ کا تعلق تھا، جنگ عملاً ختم ہو چکی تھی اسلئے کہ ایتولیوں سے جو لڑائی جاری تھی اسمیں جلد یا بدیر اس پہاڑی قوم کو شکست ہونا گویا طے شدہ تھا۔ اب سب سے اہم کام تو یہ باقی رہ گیا تھا کہ کسی طرح انطاکوس کو ایشیا میں شکست دی جائے، اور

باب ۱۷

اگر ہم یہ نہ جانتے ہوں کہ رومنوں نے جو کچھ اس محاذ میں کیا وہ انکے اسی جائز اعتماد کی وجہ سے تھا کہ تعجیل کی کوئی زیادہ حاجت نہیں تو انکے افعال ہمیں تحیر و تعجب میں ڈالنے کے لئے بالکل کافی ہوں گے سب سے پہلے تو انھوں نے ایشیا کی طرف ایک بیڑا روانہ کیا، اور پریٹر کائیوس لیویوس روما نیپلز، لوکرس، رھے گیوم اور قرطاجنہ کے جہاز لیکر یونان چلا۔ یہاں ان جہازوں میں وہ رومن جہاز بھی مل گئے جو پرائیوس میں پڑے تھے اور اسکے بعد پرگامم کا بیڑا بھی آگیا، چنانچہ اب اس امیر البحر کے کمان میں ڈیڑھ سو عرشہ دار اور پچاس کھلے جہاز تھے، اور ان کو لے کر اس نے سو جہازوں کے شامی بیڑے کو، جو رھوڈزی جلا وطن پولیکسے نیدہ اس کی کمان میں تھا، خیوس اور اریقی سوس کے درمیان کوری کوس کے مقام پر ۱۹۱ قم میں شکست دی۔

اسکے بعد رومنوں نے ایتولی سفیروں کو مطلع کیا کہ ایتولیوں کو صلح کرنی ہے تو انھیں اپنے دفاعی و جارحی محالفہ کرنا پڑے گا اور ایک ہزار تالنت انکے نذر کرنے پڑینگے۔

۱۹۰ قم میں رومنوں نے ل. کورنے لیوس سی پیو (جو افریقانوس کا بھائی تھا) اور گ. لئے لیوس کو (جو برادران سی پیو کا دوست تھا) کانسل منتخب کیا۔ ظاہر ہے کہ ل. کورنے لیوس کے سوا کون ایسا تھا جسے ایشیا کے جنگ کو ختم کرنے کا معزز اور سودمند کام سپرد کیا جاتا، لیکن چونکہ اس کام کی کورنے لیوس کو اہلیت نہیں تھی، اسلئے اسکا بھائی اسکے قائم مقام کی حیثیت سے اسکے ساتھ ایشیا چلا۔ اسی دوران میں گلابریو نے لامیہ کو فتح کرلیا تھا، اور ل. کورنے لیوس نے ایتولیوں کو معاملات پر غور کرنے کے لئے ایک سال کی التوائے جنگ کی اجازت دیدی، گو اس کا اصل مقصد یہ تھا کہ نوپاکتوس کے دشوار محاصرے سے وہ دست بردار ہو سکے۔ اسکے بعد وہ بجائے بحری راستے کے طول طویل بری راستے

باب ۱۶

سے ایشیا چلا اسلئے کہ یہ سفر زیادہ محفوظ تھا اور اسکی یہ خواہش نہیں تھی کہ سمندر اور طوفان کے دیوتاؤں کو بلا وجہ اپنی طرف مائل کرے وہ دیوتا جنھوں نے دوسری فینیقی جنگ میں رومنوں سے کیا کچھ چالیں نہیں چلی تھیں! رومنوں کو اسکا یقین تھا، اور یہ یقین غلط نہیں تھا، کہ اسمیں مطلق کوئی مضائقہ نہ ہوگا اگر انطاکوس اس وقفے میں تھوڑی سی مزید فوج جمع کرلے لیکن سمندر پر بادشاہ کی قوت اب بھی بڑھی ہوئی تھی۔ رومن بیڑے نے سستوس لے لیا، لیکن انطاکوس نے لیزی ماخیہ کے سامان خورونوش کا انتظام کردیا اور پولیسے نیداس نے پوستراتوس اور رومن بیڑے کو ساموس کے قریب شکست دیدی جسپر فوکیہ، ساموس اور کیمے انطاکوس کی طرف چلے گئے۔ اب پریٹرائے می لیوس نے بحری مہم کے انتظام کو اپنے قبضے میں لیا۔ اسکا پہلا پیش نامہ یہ تھا کہ اپنی پوری فوج کے ساتھ جنوب کی طرف جائے اور انطاکوس کے نئے بیڑے سے، جو ہنی بعل فینیقیہ سے لاتا، برسرپیکار ہو۔ لیکن اسکے می لیوس کو بتارا سے پسپا ہونا پڑا اور یہاں سے جنوب کی بجائے شمال کا رُخ کرنا پڑا، چنانچہ اس نے اب رھوڈزیوں کو فینیقی بیڑے کا کام تمام کرنے کیلئے چھوڑ دیا، اور ان دونوں میں سیدے کے مقام پر جو لڑائی ہوئی اسمیں رھوڈزیوں ہی کو کامیابی ہوئی۔ اس پر طرہ یہ لگا کہ خود اسکے میلیوس نے میوسے سوس پر پولیسے نیداس کو بحری جنگ میں شکست دی اور اسکے ۲۹ جہازوں کو ڈبو کر اسکے ۱۳ جہاز گرفتار کرلئے۔ انطاکوس نے اسی زمانے میں پرگامم پر حملہ کر دیا تھا، لیکن اس کے بیڑے کو پے در پے ذکیں ملنے پر اسنے خوفزدہ ہوکر لیزی ماخیہ کو چھوڑ دیا اور اسطرح رومنوں کے لئے ایشیا کا راستہ بالکل صاف کردیا۔ اب اسکے میلیوس نے فوکیہ فتح کرلیا، اور گو اس نے بہت روکا لیکن رومن سپاہیوں نے

شہر والوں کے ساتھ نہایت ہی وحشیانہ سلوک روا رکھا۔ باب ۱۷

اب انطاکوس نے رومنوں سے صلح کرنے کی کوشش کی، اور اس نے یہ دیکھ کر کہ افریقانوس کا ایک بیٹا اسکے کیمپ میں اسیر جنگ ہے اپنے روما کے اس قائم مقام کے ساتھ گفت و شنود شروع کر دی۔ لیکن جب افریقانوس نے اس سے کہلوا بھیجا کہ اسے طاروس کے شمال تک تمام ایشیائے کوچک سے دست بردار ہونا پڑے گا (اور یہ کچھ زیادہ علاقہ نہ تھا اسلئے کہ اسی پہاڑ کے شمال میں بہت ہی کم مقامات ایسے تھے جنپر اسکا واقعی قبضہ ہو) تو وہ بالکل درست اس نتیجہ پر پہونچا کہ اگر وہ لڑائی جاری رکھے گا تو بھی اسے اس سے زیادہ نقصان نہیں پہونچ سکتا، چنانچہ آخر اس نے اسکا تہیہ کر لیا۔ لڑائی سنہ ۱۹۰ ق م کے موسم خزاں میں ملنیشیہ (دریائے سپی لوس) کے مقام پر افریقانوس کے غیاب (یہ بیمار ہوگیا) میں ہوئی اسلئے وہ ایلایہ میں بیمار پڑا تھا۔ اسمیں رومن تیس ہزار رومن فوج تقریباً اسی ہزار ایشیائیوں کا مقابلہ کر رہی تھی، اور اس ایشیائی لشکر میں علاوہ سانڈنی سواروں، گاڑیوں کی قطاروں اور ۵۴ ہاتھیوں کے سولہ ہزار مقدونوی کا جتھا بھی شامل تھا جو ۵۰ سپاہی طویل اور ۳۲ سپاہی عریض دس حصوں میں منقسم تھا۔ الغرض حالانکہ "لیجن" میں تین ہزار سے چھ ہزار سپاہی تک ہوتے تھے۔ لیجنوں کے پیدل فوج نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا لیکن میدان رومنوں ہی کے ہاتھ آیا۔ حلیفوں نے ایشیائی فوج اور ہاتھیوں کو تتر بتر کر دیا، اور اس طرح مقدونوی جتھا، جسپر سفروروں نے دھاوا کیا، ٹوٹ گیا اور اسکا نتیجہ وہی ہوا جو قدیم زمانے کی اکثر لڑائیوں کا ہوتا تھا، یعنی فاتحوں نے مفتوحوں کا قتل عام کر دیا۔ کہتے ہیں کہ رومنوں کے ۲۴ پیادے اور ۳۰۰ سوار، اور ایشیائیوں کے پچاس ہزار سپاہی کام آئے۔ اس جنگ کے بعد ایشیائے کوچک کا راستہ رومنوں کے لئے کھل گیا اور انھوں نے ساردس کو

باب ۱۷

مستقر قرار دیا یہاں۔ انطاکوس نے پیغام بھیجا کہ میں صلح کے لئے تیار ہوں جسپر سپیو نے جواب دیا کہ آپ اپنے سفیر روما بھیجئے اسلئے کہ وہیں آخری تصفیہ کیا جائے گا۔ علاوہ انطاکوس کے بعض دوسری ایشیائی ریاستوں نے اپنے ایلچی روما روانہ کئے، اور یہ مجمع ایک پوری کانگریس بن گیا جسمیں روما کا واحد کام یہ تھا کہ احکام صادر کرے۔

روما کے مجلس سینات نے چند اصول منضبط کئے اور حکم دیا کہ حسب سابق ایک عشاریہ جائے اور موقع پر انکا انطباق کرے، چنانچہ سنہ ۱۸۸ ق م میں اسکی تعمیل کی گئی اور ایشیائے کوچک میں حسب ذیل بندوبست کیا گیا۔ سب سے اہم شرط یہ تھی کہ انطاکوس کو وا طاروس کے اسطرف کے تمام فتوحات سے دست بردار ہوگیا، جس سے مراد اغلباً کلیلیہ کے شمال کے ازنجیرے سے تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ لفظ طاروس کے معنے میں اختلاف رائے پیدا ہوا لیکن کیا اس سے پمفیلیہ کے شمال کا علاقہ شامل نہیں تھا؟ اور پھر کیا پمفیلیہ پر شاہ سوریہ دعوے کرسکتا تھا؟ روما کے سربرآوردہ عہدہ دار اس نتیجے پر پہونچے کہ یہ ایک دوسرا زنجیرہ ہے، اور پمفیلیہ طاروس کے "اس طرف" واقع ہے۔ یہ یقیناً نہایت درجہ تعجب کی بات ہوئی کہ شکست ملنے پر انطاکوس ایک ایسے صوبے کا الحاق کرسکتا جو کوئی سلیوکی پوری طور پر فتح نہیں کرسکا تھا۔ علاوہ ازیں انطاکوس کو اپنے ہاتھی اور دس کے سوا باقی تمام جنگی جہاز رومنوں کے حوالے کرنے پڑے اور یہ منظور کرنا پڑا کہ جو جنگی جہاز اسکے پاس رہجائیں گے وہ کالی کا دنوس کے مغرب میں نہیں جاسکیں گے۔ اس شرط کی وجہ سے وہ اپنے جہازوں کو کلیلیہ والے طاروس کے ساحل پر بھی نہیں لاسکتا تھا جسکی وجہ سے یہ ساحل گویا بحری قزاقوں کی آماجگاہ بن گیا، اور

باب

اس طرزِ عمل کی وجہ سے خود رومنوں نے گویا بحری قزاقوں کو دلیر بنا دیا جس کی وجہ سے انھیں بعد میں کلیلیہ اسیرا میں اسقدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ انطاکوس کو پندرہ ہزار تالنت روما کو اور پانچسو تالنت یومنیس کے حوالہ کرنے پڑے اور یہ وعدہ کرنا پڑا کہ ممکن ہوا تو روما کے بعض دشمن، مثلاً ہنی بعل رومنوں کے حوالہ کر دیئے جائیں گے۔

اس صلحنامے سے انطاکوس برابر اس علاقے کا مالک بنا رہا جو سلیوکیوں کی میراث تھے (دیکھو باب ۱۲) گو اسے بہت سے دعاوی اور بعض منفرد امور سے دست بردار ہو جانا پڑا۔ واقعہ یہ ہے کہ روما کے تاویل کے مطابق جو طارؔوس تھا وہ ہمیشہ شامی حکومت کی حد سمجھا جاتا تھا، اور اس صلحنامے سے موجودہ صورتِ حال برابر قائم رہی[۵۶]۔

جو ملک اب شامی اثر سے آزاد ہو گیا تھا اسکا منفصلۂ ذیل بندوبست کیا گیا:۔ وہ یونانی شہر جنھوں نے روما کا ساتھ دیا تھا آزاد رہے یا آزاد کر دیے گئے، اور جنھوں نے اپنی خوشی خاطر انطاکوس کا ساتھ دیا تھا وہ یومنیس کے باجگذار بنا دیے گئے۔ اس اصول کے مطابق علاوہ کیزکوس، لمپساکوس اور اسکندریہ تروآس کے حسبِ ذیل بلدیات آئندہ آزاد تھے، ابی دوس (جسے پے درپے مشکلات کا سامنا کرنا پڑا تھا)، دردانوس، الیوم (جسمیں رئتی یوم اور گرگس کا الحاق کر دیا گیا) نوتیوم، میلاسہ، کلازومے نائے (جسے جزیرہ دریماسہ مل گیا)، ملطہ، خیوس، سمرنا، اریتھرائے، کیمے اور فوکیہ۔ یومنیس کے حصے میں بہت بڑا علاقہ آیا یعنی یورپ میں خرسونیز و لیزی ماخیہ

---

[۵۶] شرائط صلح نامہ ۱۸۹ سنہ ق م؛ پولی بیوس ۲۱، ۴۵؛ لیوی ۳۸، ۳۹؛ App. Syr ۳۸؛ پیوسانیاس ۷، ۱۱۔

باب ۱۴ ایشیا میں سلیوتی افروجیہ، افروجیہ عظمےٰ، میزیہ، لیدیہ، لیکاؤنیہ، اور ملیاس،
بلدیات میں سے اندرون ملک میں ترالیس اور ساحل پر الفی سوس
وتیل میسوس - انطاکوس کے قبضے سے پہلے الفی سوس مصر کی عملداری
میں تھا، لیکن مصر اپنے شمالی مقبوضات سے خود اپنی خوشی سے
دست بردار ہوگیا تھا چنانچہ اب وہ انہیں سے کسی کا دعوٰی نہیں کرسکتا
تھا - تلمیسوس رھوڈز کی علاقے میں تھا، اور یہ یومینیس کو اس لئے
دیا کہ تاکہ پرگامم کے پاس جنوبی ساحل پر کوئی بندرگاہ آجائے -
رھوڈز کو میاندر کے جنوب میں لیکیہ اور کاریہ مل گئے - یہ ٹھیک ہے
کہ لیکیہ والے بہت جلد رھوڈزیوں کے انتظام کی شکایت کرنے لگے،
اور روما نے اعلان کیا کہ اسکی اصلی خواہش یہ تھی کہ لیکیہ والے
رھوڈز کے رعایا نہیں بلکہ دوست بن کر رہیں جسکی وجہ سے اس خراج
میں روز بروز کمی ہونے لگی جو رھوڈز کو ملتا تھا - روما نے ایشیا
کے کسی علاقے کا اپنی سلطنت میں الحاق نہیں کیا -

چونکہ ایشیا کے علاقوں کا قطعی بندوبست سنہ ۱۸۹ ق م سے پہلے
ممکن نہیں ہوا اسلئے سنہ ۱۹۰ ق م کے اواخر میں رومنوں نے کمک مشرق کی
طرف کمک روانہ کی - اس سال پریٹر فابیوس لابیو نے اضافہ شدہ
بیڑے سے کریٹیوں کے معاملات میں مداخلت کی اور ایک اعلان
امن شایع کیا، جسپر گورتینا نے بعض رومن اسیروں کو اسکے حوالہ بھی
کردیا - اسکے بعد اسنے ائے نوس و مارونیہ سے شامی حرس نکال
دیا - دوسری طرف کانسل مانلیوس ولسو نے غالطیوں کے خلاف،
جنمیں سے بہت سوں نے شاہ سوریہ کے فوج میں خدمات انجام
دی تھیں، فوجکشی[۵۷] کی تاکہ انھیں سزا دے اور ساتھ ہی اپنے اجداد

---

۵۷ غالطیوں سے جنگ: لیوی ۳۸، ۱۲/۲۷
لیوی نے مانلیوس کے کوچ کے بابت جو امور بیان کئے ہیں (۳۸، ۱۲/۱۵) انکے لئے

باب ۷ مانلیوس کی طرح، جو غالویوں سے لڑے تھے، اپنی شہرت میں چار چاند لگائے اور مال غنیمت سے بھی مستفید ہو۔ وہ ایفی سوس سے جنوبی ملک میں چکر لگاتا ہوا انکے ملک میں پہونچا اور وہاں اُسنے خود انکا طریق عمل اختیار کرکے انکے ملک کو پوری طور پر برباد و تاراج کیا اور صرف تروسمی ہی انکے چنگل سے بچ گئے، وہ بھی اس لئے کہ مانلیوس نے ہالیس کو عبور نہیں کیا۔

لیکن ایشیا کا بندوبست اسوقت تک مکمل نہیں ہوا جبتک ۱۸۸ق م میں مانلیوس پروکانسل نہ بن گیا، مانلیوس پہلے تو میاندر کے منابع کے قریب شہر اپامیہ، اسکے بعد پمفیلیہ کے ملک میں پڑ گئے گیا جسے انطاکوس کے سپہ دار نے اسکے حوالہ کردیا، اور اسکے بعد واپس اپامیہ آیا جہاں شام اور روما کے مابین صلحنامے اور معاہدے پر اس نے قسم کھائی اور اسکے جواب میں رومن سفیر انطاکوس کے پاس گئے اور اس سے بھی حلف لیا۔ اُدہر یومینیس کے بیچ میں پڑنے سے اسکے خسر اریارتھیس حکمران کپادوسیہ کو روما سے صلح کرنے کی اجازت دی گئی اور اُسے روما کے حلیفوں میں شامل کرلیا گیا۔

اب ایتولیوں اور رومنوں کی جنگ کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ انھوں نے حال ہی میں اتنی قوت پکڑی تھی کہ انھوں نے اتھامانیہ سے فیلقوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ دیکھو ریناخ Reinach کا مضمون رائناش کے "اخبار مشرق" Chroniques d'Orient ص ۲۱۲ وغیرہ میں، اور اسکی کتاب "ایشیائے کوچک کا تاریخی جغرافیہ" ۱۲۴۴۔ مانلیوس ایفی سوس سے انطاکیہ ہوتا ہوا اکاریہ تاباے کے ملک، ضلع کبراس اور ترمے سوس اور (پمفیلیہ) گیا۔ سوال یہ ہے کہ آیا وہ غالطیوں کو دھوکا دینا چاہتا تھا؟

ایتولیوں کے ساتھ مزید کشمکش اور انکے ساتھ صلحنامے کے لئے دیکھو لیوی و پولی بیوس

۲۱۔ ۲۶/۳۲ -

کو نکال باہر کیا اور اسکے بعد دولوپیوں کے ملک اور امفی لوخیہ پر قبضہ کر لیا (۱۹۱ سنہ ق م) یہ سب رومنوں کی ناراضگی کا موجب نہیں تھا، کیونکہ اس سے صرف فیلقوس ہی کو نقصان پہونچتا تھا؛ لیکن ایتولیوں کے کامیابیوں نے انکا دماغ پھیر دیا، اور ۱۸۹ سنہ ق م کے کانسل مارکوس فلویوس نوبلی لیور کو اسنے جنگ آزما ہونے میں چند در چند مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ اس مہم کا مرکز امبریسیہ تھا جس کا تمام حربی قواعد کے مطابق محاصرہ کیا گیا اور حملہ آوروں کی مدافعت کی گئی؛ چنانچہ رومنوں کا اسپر صرف اسوقت قبضہ ہوا جب انھوں نے مدافعین کے ساتھ عزت کا سلوک کرنے کا وعدہ کیا۔ اب رھوڈز اور ایتھنز کے بیچ میں پڑنے سے روما نے ایتولیوں کے سامنے پہلے سے نرم تر شرایط پیش کرنے کا وعدہ کیا بشرطیکہ وہ واقعی سنجیدگی کے ساتھ امن کا پیام بھیجیں اسوقت ایتھنز تماشاگاہ تاریخ پر ایک ذیعزت مملکت کی حیثیت سے نمودار ہوتا ہے۔ روما نے اس خرچہ جنگ کا جو وہ اسوقت تک مانگتا تھا صرف نصف طلب کیا اور اگر ایتولیوں کو اس تمام علاقے سے دست بردار ہونا پڑا جو انھیں اس جنگ میں ہاتھ آیا تھا، تو اس کا بھی یقین نہیں کہ انھیں دولوپیوں کے ملک سے بھی ہٹ جانا پڑا ہو جو انھوں نے ابھی حال میں فتح کیا تھا۔ رومنوں نے امبریسیہ کے ساتھ بھی کچھ ایسا برا سلوک نہیں کیا، سوائے اسکے کہ انھوں نے وہ سب فنی شاہکار جو پرھوس کا پائے تخت بننے کے زمانے سے برابر اس شہر کے شاہراہوں کی تزئین کر رہے تھے، اٹھا کر روما پہونچا دیے ظاہر ہے کہ رومنوں سے ساتھ محالفے کے بعد ایتولیوں کی قسمت روما کے ساتھ وابستہ ہوگئی۔ اگر رومنوں نے خلاف توقع اسکے ساتھ اچھا برتاؤ کیا تو اس کا سبب یہ تھا کہ مقدونیہ کے ساتھ جو تعلقات تھے انکی طرف سے بے اعتمادی کے باعث وہ ایتولیوں کو اپنا باب

باب ۴ جانی دشمن بنانا نہیں چاہتے تھے۔ اس مقصد میں روما کو صریح کامیابی ہوئی۔ بہت سوں نے ایٹولیوں کو لٹیرا لکھا ہے اور ہم بھی ان کے طبیعت کی اس خصوصیت کی طرف اس سے پہلے اشارہ کرچکے ہیں۔ ظاہر ہے وہ یونانی نژاد ہونیکی وجہ سے غالطیوں سے کمتر درجہ کے لٹیرے تھے، اور اسی وجہ سے انکے ساتھ رومنوں نے جو برتاؤ کیا وہ مختلف تھا۔ تاہم یہ امر ضرور قابل لحاظ ہے کہ رومنوں نے ان دونوں مملکتوں کو ایک ہی زمانے میں اور ایک ہی وجہ سے زیر کیا، اور یہ وجہ صرف یہ تھی کہ انھوں نے شام کے بادشاہ کا ساتھ دیا تھا[۵]۔

---

[۵] انطاکوس سوم ان یونانیوں کا ممنون تھا جنھوں نے پچھلی جنگ میں اسکا ساتھ دیا تھا۔ اور انہیں نیچا دیکھنا پڑا تھا۔ اس نے بعض ایٹولیوں، کریٹیوں اور یوبیائیوں کو انطاکیہ کے ایک جدید محلہ کو منتقل کر دیا؛ او میولر: "قدیمات انطاکیہ" O. Mueller: Antiqu. Antioch. کے ۸۱ جسمیں لیبانیوس کی پیروی کی گئی ہے (۳۰۹)۔

اسکے سکوں کے لئے دیکھو بابلوں LXXVII-LXXXVI؛ ہولان اور اکا کیوسس کے سکے LXXXVI وغیرہ۔ انطاکوس کے سکوں پر اسکی ہر عمر کی تصویریں ہیں۔ سر ایڈورڈ بن بری ("جریدۂ سکوکیات" ۱۸۸۳ء) انھیں تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے، اور یہ شقیں ان سکوں کی ان تصویروں سے جو بن بری کے مجموعے کی فہرست میں مندرج تھیں (سوتھبی Soth by ۱۸۹۶ء) صاف ظاہر ہوتی ہیں۔ اس فہرست میں سکوں کی جو نہایت نفیس تصاویر ہیں انسے یہ سلیوکی سکوں کے طالبعلم کیلئے نہایت مفید ثابت ہوگی انطاکوس کے طلائی سو درہمیاں بھی ہیں جنھیں "منا پایا" کہتے تھے؛ بابلوں LXXXI انطاکوس نے یورپ میں جو مہمیں سر کیں انکے آثار اسکے سکوں میں بھی پائے جاتے ہیں (بابلوں، جسنے گارڈنر کا اتباع کیا ہے):- (۱) لیمنوس کے شہر ہفاستیا کا سکہ جسپر ایک سر کی شبیہ ہے انطاکوس کا معلوم ہوتا ہے؛ لیمنوس نے انطاکوس کو خوش آمدید کہا تھا۔ (۲) کاریستوس کا سکہ جسپر انطاکوس کا سر ہے لیکن

باب ۱۸

آخر میں ہمیں صرف یہ کہنا باقی ہے کہ شام کے شکست کا براہ راست نتیجہ یہ تھا کہ مصر (جسے انطاکوس نے اپنی ترکیبوں سے روما سے علیحدہ کر لیا تھا) از سر نو روما کا تابع بن گیا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ سکس (Six) جریدۂ مسکوکیات ۱۸۹۴ء صفحہ ۳۰۱ میں کہتا ہے کہ یہ سر اسکا نہیں بلکہ اسکندر وائے کراتے روس شاہ یوبیہ کا ہے جو تقریباً سنہ ۲۵۰ ق م میں یوبیہ پر حکومت کرتا تھا۔ (۳) سکہ جات خالکس؛ جن پر نقاب پوش سر بنا ہے؛ اسے پہلے ہیرا کا سر سمجھا جاتا تھا (دوسری طرف دیمیتر چوکرسی پر بیٹھا نظر آتا ہے) لیکن اب کہتے ہیں کہ یہ کلیو بطلیموس کے بیٹی کا سر ہے جسکے ساتھ انطاکوس نے خالکس میں نکاح کیا اور جسے وہ یوبیہ سمجھکر پکارا کرتا تھا؛ پولی بیوس ۲۰، ۸؛ لیوی ۳۶، ۱۱۔ (۴) ایولی سکے جن پر انطاکوس کا سر بنا ہے (گو سکس صفحہ ۲۹۷ کہتا ہے کہ یہ سر دیمیتریوس شاہ مقدونیہ کا ہے اور اسکی تاریخ $\frac{۲۳۵}{۲۳۴}$ ق م ہے)۔ (۵) اکارنانی سکہ جس پر لنگر بنا ہے۔ نیز ایک سکہ اور بھی دریافت ہوا ہے جس پر ہاتھی کی تصویر ہے؛ اسے اب نوادر خانہ برطانیہ نے سنہ ۱۸۹۱ء میں حاصل کر لیا ہے۔ (۶) اینا ندر حکمران اتھامانیہ کے سکے جس پر خالکس کا زنانہ سر ہے۔ نیز شاید لیکیہ میں بھی انطاکوس سوم نے سکے ڈھالے؛ پ۔ گارڈنر بابلون LXXXVI میں صور کے سنہ ۲۰۱ ق م والے سکوں میں سلیوکی سنہ (سنہ ۲۱۲ ق م) مندرج ہے لیکن شاہی سکہ جات شام پر اسکا اندراج سنہ ۲۰۱ ق م تک نہیں کیا جاتا۔

انطاکوس سوم کے شکست پر ایشیائے کوچک کے سکوں کے ایک جدید عہد کی ابتدا ہوتی ہے؛ مقابلہ کرو ہیڈ؛ "فہرست سکہ جات نوادر خانہ برطانیہ" ایونیہ XLXIII۔ اب عام طور پر اس ملک میں اٹیکائی معیار کے سکے اسکندری نمونے کے مطابق بنائے جاتے ہیں جن کے ایک طرف ہرقلیس کا سر ایک دوسری طرف زیوس ایتوفوروس کی شبیہہ ہے۔ یہ سکے اپنی چوڑی چپکلی شکل کی وجہ سے پہلے سکوں سے ممتاز ہیں۔ اسطرح سکندر کی موت کے بعد اسکے سکوں کے احیا سے جو عزت کی گئی وہ ایک تو اس وجہ سے تھی کہ اس نے ایشیائی یونانیوں کے آزادی کی بنیاد ڈالی تھی اور دوسرے اس احیا سے تجارت میں بھی طرح طرح کی

باب ہیژدہم

روما اور پرسیوس

سنہ ۱۸۹ ق م تا سنہ ۱۶۸ ق م

مشرق تقریباً سنہ ۱۶۹ ق م میں

معاملات یونان پر جو رومن اثرات پڑے انہیں مزید تبدیلی کا ظہور پہلے پہل یورپ یعنی یونان و مقدونیہ میں ہوا، وہ اسطرح کہ یونان کے جمہوریتوں نے تو خود روما سے مداخلت کرنیکی استدعا کی، اور معاملات مقدونیہ میں مداخلت سے خود روما کا مفاد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ آسانیاں پیدا ہوگئیں" (ایضاً ص xli) مختلف شہروں کے سکوں پر انکے علامات کندہ ہیں، اور انہیں سے بعض کے چودرہمیاں مقامی شکلوں سے ممتاز ہیں۔ کستوفوری سکوں کے لئے دیکھو نیچے، باب ۲۱، حاشیہ ۴۔
علاوہ ازیں، دیکھو دِکن کا مضمون ایتولیہ؛ پاؤلی وسووا ا، $\frac{1113}{1127}$؛ کوہیل: تحقیقات متعلق جنگ روما بزمانہ انطاکوس سوم" Kumpel. Die Quellen zur Gesch. des Krieges d. Roemer gegen Ant. III ہامبرگ، سنہ ۱۸۹۳ء، اس کتاب میں تقریباً ہر واقعہ کا ماخذ براہِ راست یا بالواسطہ پولی بیوس ہے ۔

باب ۱۵

مقصود تھا۔

یونان میں جو اختلافات رونما تھے انکی وجہ یہ تھی کہ یہاں کے چھوٹے سے چھوٹے رقبہ میں بھی کسی ایسے قسم کی مستقل تنظیم ممکن نہیں تھی جسکی بنیاد مختلف فریقوں کے آزاد رائے اور باہمی تعامل پر ہو۔ اکائیوں کا دستور بھی ہمیشہ محض ابتدائی حالت میں رہا، اور جب فلوپوئے مین نے اسے بہتر کرنے اور اس مقصد سے اسکی ترمیم کرنے کی کوشش کی تو اسکی وجہ سے یہاں پیشتر سے بھی زیادہ تنقیض پیدا ہوگئے۔ اسنے سب سے پہلے تو لیگ کے اکائیائی مرکز کے تفوق کا خاتمہ کرنے کے لئے ائی گیوم کے علاوہ کسی دوسرے مقام پر اس کے جمعیت کے اجلاس منعقد کئے، اور بڑی بڑی بستیوں کا اثر زائل کرنے کے لئے اس نے ایسی بستیوں کو جو میگالوپوس جیسے شہر کے تابع تھیں، لیگ کے باضابطہ رکن بنا دیا[۱]۔ ممکن ہے کہ یہ چیزیں دور اندیشانہ بھی ہوں اور مفید بھی، لیکن انکی وجہ سے لیگ کے قدیم ارکان میں ناراضی کی لہر دوڑ گئی اور اس سے یہ یقین پھیل گیا کہ دستور سے ارکان کی ذاتی مفاد کی حفاظت نہیں ہوتی۔ جنگ کے ابتدا کا فوری سبب یہ تھا کہ اسپارٹا سمندر سے علٰحدگی کی وجہ سے برہم تھا، جسکی وجہ سے وہ اب پہلے کی طرح سے تئے نارومؔ کے اجیر سپاہیوں کے بازار کو اپنے ہی ملک میں ہوکر نہیں جاسکتا تھا۔ الغرض اسنے تئے نارومؔ کے راستے میں شہر لاس پر حملہ کیا لیکن اسمیں بھی اسے کامیابی نہیں ہوئی۔ اسپر فلپوپوئے مین نے مطالبہ کیا کہ امن وامان

---

[۱] یونان۔ ہرٹزبرگ (۱۔۱۴۲۶ وغیرہ جہاں ضروری حوالے دیئے ہوئے ہیں؛ نیز تیوپفر کا مضمون "اکائیہ" پاؤلی میں۔ فلوپوئے مین کے اصلاحات، ہرٹزبرگ ۱، ۱۵۸۔ کالیکراٹیس اور اسکے پیرو، ایضاً ۱۷۲ وغیرہ۔

کے دشمنوں کو اسکے حوالے کیا جائے، لیکن بجائے اس کی تعمیل کے غصے میں بھرے اسپارٹیوں نے اپنے شہر کے اکائیائی فریق کے تیس افراد کو تہ تیغ کرادیا، اور اکائیائی لیگ سے اپنے قطع تعلق کا اعلان کرکے روما سے مدد کے لئے استدعا کی۔ اب لیگ نے اسپارٹا کے خلاف جنگ کا اعلان کردیا لیکن کانسل م. فلویوس نے فریقین کو کچھ عرصے کے لئے لڑائی سے باز رہنے پر راضی کیا اور کہا کہ مناسب یہ ہے کہ تم دونوں اپنے جھگڑے کے تصفیے کے لئے روما کو حکم بناؤ۔ جب دونوں اسپر راضی ہوگئے تو روما کے مجلس سینیٹ نے کچھ اس قسم کا مبہم فیصلہ شائع کیا جس کو فریقین نے اپنے مفید مطلب سمجھا، اور فلوپوئے مین آخر اسپارٹا کی فصیل تک پہونچ گیا۔ جب اسپارٹا والوں نے تعمیل حکم کرنے سے چارہ کار نہیں دیکھا تو انھوں نے اسی شہریوں کو جنپر اکائیائیوں نے الزام عائد کیا تھا، فلوپوئے مین کے کیمپ میں بھیجدیا جنمیں سے سترہ کو تو ان اسپارٹیوں نے فوراً تہ تیغ کردیا جو اکائیائی فوج میں شامل تھے، اور باقی کو اگلے دن سزائے موت دیدی گئی۔ اب فلوپوئے مین اسپارٹا میں داخل ہوا، اور وہاں خارج البلد اشخاص کو اپنی اپنی جگہ واپس پہنچادیا، اور جن جن لوگوں نے انکی جائداد پر قبضہ کرلیا تھا اُسے وہ واپس لے کر شہر کے فصیل کو مسمار کردیا۔ ظاہر ہے کہ بعض اسپارٹیوں نے ان سب چیزوں کی روما میں شکایت کی، جس کا جواب فلوپوئے مین نے دیا، لیکن اسکے جواب کے باوجود کئی کی لیوس میٹے لوس کی صدارت میں ایک رومن ماموریہ سنہ ۱۸۵ ق م میں آیا اور آرگوس میں نشست کرکے اکائیائیوں کو مورد الزام ٹھہرایا۔ لیکن اکائیائیوں نے ماموریہ کے قرارداد کی مطلق پروا نہیں کی، اور جب دو اور اسپارٹیوں مسمی آریوس اور الکی بیادیس نے روما میں جاکر شکایت

باب ۱۸ کی تو اکائیائیوں نے انکے غیاب ہی میں انھیں سزائے موت کا حکم دیدیا اور ادہر روما میں انھوں نے اپنے طرز عمل کو حق بجانب ٹہرانے کی کوشش کی۔ اب اپیوس کلاؤدیوس کی صدارت میں روما سے ایک جدید سفارت یونان پہونچی اور اس نے یہ اعلان کیا کہ گو اسپارٹا اب بھی اکائیائی لیگ کا رکن ہے لیکن انفرادی اسپارٹیوں پر لیگ کوئی حکم نہیں چلا سکتی اور اسپارٹا کو ضرور اپنی فصیل کو مستحکم رکھنے کا حق حاصل ہے۔ سنہ ۱۷۹ ق م میں جب فلوپوئے مین کے انتقال پر اکائیائی لیگ کی زمام حکومت کالیکراتیس کے قبضے میں آئی تو اکائیائیوں کے مخالف اسپارٹا واپس آگئے۔ ہم آج بیٹھے ہوئے یہ حکم نہیں لگا سکتے کہ ان سب تنازعات میں کونسا فریق حق بجانب تھا اور کونسا نہیں بلکہ ہمارے نزدیک تو اس زمانے میں بھی مشکل سے کوئی اسکا تصفیہ کرسکتا ہوگا اس لئے کہ دونوں فریق اپنی طرف سے روایات اور قرار دیں پیش کرسکتے تھے۔ جب اکائیائیوں نے یہ کہا کہ رومنوں کو اسپارٹیوں کے ساتھ اکائیہ کے برتاؤ میں مداخلت کرنے کا اتنا ہی کم حق حاصل ہے جتنا یونانیوں کو روما کے کاپوا کے ساتھ برتاؤ میں مداخلت کرنے کا، تو ہمارے نزدیک یہ قول واقعًا تو لغو تھا ہی، لیکن قانونًا بھی اسمیں سب سے بڑا سقم یہ تھا کہ خود اکائیائیوں نے روما سے مدد کے لئے استدعا کی تھی۔ اس قسم کی بات محض لفاظی اور خطابی کا ایک نمونہ سمجھنا چاہئے جس سے رومن ناراض ہوجائیں جس سے اصل مدعا حاصل نہیں ہوسکتا تھا

اب اکائیہ اور میسینے کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا اور اس سے نہایت ہی افسوسناک نتائج ظہور پذیر ہوئے۔ اکائیائی لیگ کو جسوقت فلوپوئے مین عمومی اصول پر چلا رہا تھا اسوقت میسینے اپنے عہدیدوں، بالمخصوص وینوکراتیس کے کہنے سے (اور تیتوس کے تائید پر) لیگ سے سرکشی اختیار کرلی۔ فلوپوئے مین نے خیال کیا

میں مسینے کو پہلے ایکمرتبہ کی طرح مجبور کرسکتا ہوں لیکن وہ گرفتار ہوگیا اور قید خانے ہی میں اسے زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ (۱۸۳ ق م)۔ اپنی موت پر اسکی کچھ ایسی عمر نہیں تھی؛ وہ کچھ مدت تک اپنے ملک کی خدمت کرسکتا تھا، اور اب اسکے بعد اکائیائیوں میں کوئی ایسا شخص باقی نہیں رہا تھا جو اسکی طرح میدان جنگ اور میدان تدبر دونوں میں طاق ہو اور ساتھ ہی جسکے خصائل بھی بے داغ ہوں۔ ایک لیکورتاس ضرور تھا جسنے اگلے سال ۱۸۲ء ق م میں مسینے کو نیچا دکھا دیا اور جو اپنی ایمانداری میں مشہور تھا۔ لیکن میدان تدبر میں وہ اپنے ہمسروں سے بہت پیچھے رہگیا۔

رومنوں نے آخر میں ان پیچیدگیوں میں پڑنے سے بالکل گریز کرلیا، تاہم انھوں نے اسبات کا ضرور اعلان کردیا کہ اگر اسپارٹا، کورنتھ یا آرگوس لیگ سے علیحدہ ہوگئے، تو وہ اسمیں مضائقہ نہیں سمجھنگے اس اعلان کو اس وقت بھی اور آج بھی رومنوں کے تدمغ کا ایک مزید ثبوت تصور کیا جاتا ہے لیکن چونکہ ہر یونانی ان سے امداد کے لئے استدعا کرتا تھا اسلئے ہمارے نزدیک وہ اپنی رائے دینے میں یقیناً حق بجانب تھے۔ ظاہر ہے کہ انکا یہ فرض نہیں تھا اکائیائی اراکین کو جبراً لیگ میں شامل رکھیں، اور یہ بھی عیاں ہے کہ اکثر و بیشتر اسپارٹی لیگ میں شامل رہنے کے خواہاں نہیں تھے۔ یونانی سیاسیات پر کسی رائے کے قائم کرنے کے وقت لوگ آسانی سے وقتی احساسات و جذبات سے متاثر ہوجاتے ہیں، لیکن چونکہ ان آراء میں ہمیشہ تضاد کی کیفیت رہتی ہے اس لئے یہ ظاہر ہے کہ یہ جذبات کسی منصفانہ حکم کے بنیاد نہیں بن سکتے۔ ایک دفعہ تو ہم سے کہا جاتا ہے کہ رومن یونان کے اخلاق کا احیاء کرنا چاہتے ہیں، دوسری دفعہ یہ ہے کہ یونان کے خواہش پر بھی اس ملک کی طرف مطلق التفات نہیں کرتے؛ جب غیر ممالک یونانیوں کو انعام و اکرام دیتے ہیں تو تیسری صدی ق م

باب ۱۵

ہیں تو اسے اخلاقی زوال کی نشانی سمجھا جاتا ہے لیکن پانچویں صدی ق م میں کسی کو انکی پروا تک نہیں ہوتی! علاوہ ازیں لوگ رومائے کے مخالفوں کے لفاظی سے بہت زیادہ متاثر ہو جاتے ہیں، اور ہم لوگ اس کا درجہ نقص صحیح سے بس کچھ ہی کم سمجھتے ہیں حالانکہ ہم اس کسے اچھی طرح سے واقف ہیں کہ یونانی مدت دراز سے لفاظی کے استاد تھے۔ عین اسی سبب سے ایسے واقعات کے درمیان فلوپوئے مین کی موت یونان کے لئے نہایت ہی بے وقت تھی، اسلئے کہ وہ محض لفاظ ہی لفاظ نہیں تھا بلکہ عمل کے میدان کا واقعی مرد تھا۔

یونان کی آزاد ریاستوں نے تو روما کو محض دشواریوں اور مشکلات کے جال میں پھنسانے پر اکتفا کی، لیکن مقدونیہ کی وجہ سے انھیں ترددات و تفکرات کا پورا شکار بنا پڑا ۔اسلئے فیلقوس نے سوچا تھا کہ

۲؎ اسٹے نوس و مارونیہ اس زمانے کے مدوجزر کی ایک اچھی مثال پیش کرتے ہیں۔ اسے فیلقوس مصریوں سے لیتا ہے لیوی ۳۱، ۱۶ (سنہ ۲۰۰ ق م)۔ رومن اسے انطاکوس کے حرص سے آزاد کرتے ہیں؛ لیوی ۳۷، ۶۰ (سنہ ۱۹۰ ق م)، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ انطاکوس نے اسپر قبضہ کر لیا تھا، گو اسکی کوئی دوسری خاص سند نہیں ہے۔ اسٹے نوس میں ایک فریق یومنیس کا اور دوسرا فیلقوس کا ہم نوا ہے؛ پولی بیوس ۲۳، ۹۔ یومنیس کا حرص دونوں شہروں میں؛ پولی بیوس ۲۲، ۱۵ (سنہ ۱۸۵ ق م)؛ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے فیلقوس نے پھر لے لیا تھا۔ فیلقوس اور یومنیس کے درمیان جھگڑا؛ لیوی ۳۹، ۲۷، ۲۸۔ مارونیہ کے ساتھ فیلقوس کا ظالمانہ سلوک؛ پولی بیوس ۲۳، ۱؛ لیوی ۳۹، ۳۴۔ اسٹے نوس و مارونیہ کا مطالبہ اتالوس کی طرف سے؛ لیوی ۴۵، ۲۰؛ لیکن اسکے بجائے انکی آزادی کا اعلان پولی بیوس ۳۰، ۳ ل۔ پوسٹومیوس اسٹے نیہ کے خلاف بھیجا جاتا ہے؛ لیوی ۴۵، ۲۷۔ اسکے بعد ہم اپنے Ihne (۲، ۱۵۶) سے متفق نہیں ہو سکتے کہ یہ پتہ لگانا مشکل ہے کہ فیلقوس کو اسٹے نوس و مارونیہ چھوڑنے پڑے تھے۔ دوسروں کے جائداد پر بار بار قبضہ کرنے سے کسی بادشاہ کو قبضہ کرنے کا حق حاصل نہیں ہو جاتا۔ اس بادشاہ کا مرغوب ترین آلۂ کار زہر خورانی تھا: اراتوس، فلوپوئے مین،

باب ۵۱

اگر انطاکوس اور ایتولیوں کے خلاف اس نے فوج کشی کی تو اس سے اسکا بڑا فائدہ ہوگا۔ اس نے ایتولیوں سے تھسلی کے شہر لے لیئے تھے، اینےنوس و مارونیہ پر (جنھیں رومنوں نے شاہی چنگل سے بچایا تھا) قبضہ کرلیا تھا اور اب وہ چاہتا تھا کہ اس مال غنیمت کو مستقل طور پر اپنے پاس رکھے۔ لیکن رومنوں نے یہ طے کردیا کہ اسے ان سب مقامات سے دست بردار ہونا چاہیئے۔ زمانۂ حال کے بعض مورخ اس طرزِ عمل کو انصاف پر مبنی نہیں سمجھتے لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ تھسالوی مقدونیوں کے ماتحت پر خود اپنے سرداروں کے سیادت میں رہنے کو ترجیح دیتے تھے اور یہ بھی کہ اینےنوس و مارونیہ کی حالت بجائے فیلقوس کے حکومت کے یومنیس کے زمانہ میں زیادہ بہتر تھی۔ جب فیلقوس نے دیکھا کہ مارونیہ ہاتھ سے نکلا جارہا ہے تو پہلے تو اسکے بعض باشندوں کو تہ تیغ کیا اور پھر اس شخص کو بھی مروا ڈالا جنے اسکے اس حکم کی تعمیل کی تھی۔ رومنوں نے کم از کم ان لوگوں کے مفاد کے متعلق عمل کیا جو ان شہروں کو ایسے اطوار کے شخص کے سپرد کرنا نہیں چاہتے تھے۔ پھر کیا وہ قانوناً یا عرفاً اینےنوس و مارونیہ کو فیلقوس کے سپرد کرنے پر مجبور تھے؟ ان دو شہروں کے تاریخ جس کا میں نے اپنے حاشیہ میں اعادہ کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فیلقوس کو ان شہروں کے قبضہ کا مطلق کوئی حق نہیں تھا اور رومنوں کے کسی ایسے وعدے کا کہیں پتا نہیں کہ وہ یہ شہر مستقل طور پر اسکے حوالہ کردینگے۔ فیلقوس کا خیال تھا کہ وہ اس امداد کے انعام کا مستحق ہے جو اسنے رومنوں کو دی تھی لیکن رومنوں کی رائے اسکے بالکل خلاف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ دیمیتریوس، مارونیہ میں اسکا عملدار۔ ہمارے نزدیک رومنوں پر ایسے شخص کو وہ سب نہ دینے کے الزام عائد نہیں کیا جاسکتا جو اسکی ملکیت نہیں تھا۔

فیلقوس باشندوں کو منتقل کرتا ہے۔ لیوی ۴۰، ۳۔

باب ۱۵

تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ بات بالکلیہ رومنوں ہی پر منحصر تھی کہ ایسے شخص کے ساتھ کس قسم کی مراعات کریں جو انکے ساتھ محض امید یا خوف کی وجہ سے وابستہ تھا۔ شومیٔ قسمت سے جو لوگ فیلقوس سے تذلیل کی وجہ سے اس بادشاہ کے غیظ و غضب کا شکار ہوئے وہ اسکی معصوم رعایا اور اسکے رشتہ دار تھے۔ اس نے روما کے ساتھ جنگ آزمائی کے لئے روپیہ فراہم کرنے کے واسطے محاصل میں، جو اسوقت بھی بہت بڑھے ہوئے تھے، اور بھی زیادہ اضافہ کر دیا، اپنی سلطنت کے ساحلی علاقے کے یونانیوں کو، (جنھیں اسے اعتماد نہیں تھا) اندرون ملک کے شہر ایماتھیا کو منتقل کر کے انکی جگہہ تھریسیوں کو آباد کر دیا اور ان سب اصلاحات کی تکمیل میں غایت ظلم و ستم سے کام لیا۔ آخر میں اسنے اپنے غصہ کا ہدف اپنے بیٹے دیمیتریوس کو بنایا۔ دیمیتریوس کے ساتھ رومنوں نے نہایت اچھا سلوک کیا تھا، اس لئے کہ وہ چاہتے تھے کہ یہ شاہزادہ مقدونیہ میں انکے اثر کی تائید کرنے میں گریز نہیں کرے گا۔ اس سے اسکے بھائی پرسیوس کو، جو فیلقوس کا ناجائز بیٹا ہونے کے باوجود ولیعہد سلطنت تھا، شکوک پیدا ہوئے، چنانچہ اسنے اپنی تقریروں اور ایک جعلی خط کے اعلان کے ذریعے سے جو گویا دیمیتریوس نے تیتوس کو لکھا تھا، فیلقوس کو اس درجہ دیمیتریوس کا مخالف بنا دیا کہ آخر کار باپ نے بیٹے کو زہر دلوا دیا (۱۸۱ ق م)۔ آجکل کے مورخوں کو روما کی طرف سے اسقدر بغض ہے کہ انکے خیال کے مطابق دیمیتریوس کے قتل کی ذمہ داری ایک حد تک تیتوس سے ہے اسلئے کہ اس شخص نے دیمیتریوس کے ساتھ اچھا برتاؤ کر کے فیلقوس کو مشتبہ کر دیا تھا۔ اسطرح ان مہربانوں کی رائے کے مطابق ایسے معاملے میں فیلقوس جیسے بادشاہ کے لئے یہ لازم تھا کہ اپنے مشتبہ بیٹے کو جان سے مارڈالے، اور اسپر طرہ یہ کہ ان حضرات کے نزدیک رومنوں کو یہ معلوم ہونا چاہئے تھا اور اسے ملحوظ

باب ۱۸

رکھنا چاہیئے تھا[۱۵] فیلقوس سنہ ۱۷۹ ق م تک نہیں مرا، اور بظاہر اسے اپنے بے شمار جرائم کی جو سزا ملی وہ یہی ذلت آمیز احساس تھا کہ وہ جو اپنے آپکو چال فریب کا بادشاہ سمجھتا تھا اسے اسکے بیٹے پرسیوس نے جو اس سے اس میدان میں کہیں کمتر تھا، مات دیدیا تھا۔ جب باپ آخر کار اپنے بیٹے کی چال سے واقف ہوگیا تو اس نے چاہا کہ پرسیوس کو عاق کرکے دور کے ایک رشتہ دار انتی گونس کو، جو دوسون کا بھتیجا تھا، اپنا جانشین مقرر کرے؛ لیکن یہ خیال پورا نہیں ہوا اسلیئے کہ وہ بہت جلد سنہ ۱۷۹ ق م میں مرگیا؛ اور اسکی جگہ پرسیوس تخت نشین ہوگیا۔

پرسیوس اپنے باپ سے بالکل مختلف تھا، اور نہ اسکی طرح تلخ مزاج اور بدخیال تھا نہ اسکی طرح زیرک اور فہیم، گو ایک میدان یعنی میدان تدبر میں وہ اس سے بڑھا ہوا تھا، بشرطیکہ ہم مدبرانہ دوراندیشی میں سازش کی قابلیت کو مدبرانہ دوراندیشی کے حق میں شامل کریں[۱۶]

---

[۱۵] اپنے Ihne (۳، ۱۶۰) اور ہرٹز برگ (۱، ۱۴۲) دیمتریوس کی موت کا تیتوس کو ذمہ دار گردانتے ہیں۔

[۱۶] پرسیوس پر کلیس نے پاؤلی ۵، ۱۳۶۱/۱۳۶۸ میں ایک اچھا مضمون لکھا ہے۔

ابتدا میں پرسیوس اور روما کے مابین ایک عہدنامہ ہوا؛ پولی بیوس ۲۵، ۳" رومنوں کے ساتھ دوستانہ تعلقات کی تجدید کے لئے؛ بعدازاں پرسیوس روما کے رسل ورسائل کو ٹھکرا دیتا ہے؛ لیوی ۴۲، ۲۵؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکی بدقسمتی ایک حد تک خود اسکے اپنے کرتوت کیوجہہ سے تھی۔

لیوی ۴۰، ۱۴ کے مطابق پرسیوس نے قرطاجنی سفرا سے اپنی ہمدردی کا اظہار کیا؛ روما کا مطالبہ یہ ہے کہ پرسیوس بس ہتھیار ڈال دیگا؛ لیوی ۴۲، ۳۰، ۳۶، ۶۲۔

تھوڑی ہی مدت گذری کہ سلانیک کے بندرگاہ میں مچھیرے سمندر میں سے ایک صندوق نکالکر لائے تھے جسمیں اسکندری سکے بھرے ہوئے تھے؛ ممکن ہے کہ یہ پرسیوس کے خزانے کا ایک حصہ ہو[۱۷]

باب

اس عہد کے کسی شاہزادے کے لئے اور بدرجہ اتم کسی جانشین انتی گونوس کے لئے یہ بعید نہیں تھا کہ اپنے بھائی کے خلاف جھوٹی سازش کر کے اسے مروا دے (دیکھو اوپر باب ۳)۔ جانشینان انتی گونوس میں سب سے تیز پولیبورکی تیس تھا، اور اگر ہم انکے خصائص کا پرسیوس سے مقابلہ کریں تو اس سے ہمارا مطلب بالکل صاف ہو جائے گا۔ ان دونوں کے اچھی اور بری خصلتوں دونوں میں بڑا بھاری تباین معلوم ہوگا۔ پولیبورکی تیس شیر کی طرح بہادر، مہم بازیوں سے بھرا ہوا، عیش پرست، عمل پسند تھا، اور تدبیر کے میدان میں ہیٹا تھا۔ اس کے برعکس پرسیوس اپنے خانگی تعلقات میں باقاعدہ، اپنی شخصیت میں شاندار تھا اور واقعاً سپاہی منش نہیں تھا۔ اس نے وسیع اور نفیس پیش نامے تیار کئے، لیکن جب اُسے کسی ایسے نازک زمانے میں عمل کرنا ہوتا جب اسکی حالت مایوسانہ نہ ہوتی تو کبھی تو اپنے خزانے کی حالت کے خیال سے (جو نہ صرف ہمیشہ پُر رہتا بلکہ ہمیشہ اسے پُر رہنا پڑتا) اور کبھی غیر ضروری رجائیت کی وجہ سے وہ عمل سے باز رہتا۔ وہ آنیوالوں کی ہمدردی کا مرکز اسلئے بنا رہیگا کہ سکندر کے زمانۂ مابعد کے اسکندری جانشینوں میں سے پہلا اور شاہان مقدونیہ میں سے پہلا تھا جسنے کسی رومن سپہ سالار کے فاتحانہ جلوس میں جگہ پائی ہو۔ اگر پرسیوس ضرورت کے وقت اپنا دماغ ٹھنڈا رکھتا تو اپنے خصائل کی وجہ سے وہ فیلقوس و انطاکوس سے کہیں زیادہ روما کے لئے خطرناک دشمن ثابت ہوتا، اسلئے کہ اسے سازشوں میں بہت کچھ کامیابی حاصل ہوئی، اور اسے روما سے نفرت کا اچھا خاصہ حصہ ملا تھا۔

اسنے کوشش کی کہ کسی نہ کسی طرح رومنوں کے خلاف ایک اتحاد بن جائے، اور اُدھر رومنوں نے اُسے ابتدا ہی سے مشتبہ نظروں سے دیکھنا شروع کر دیا اسلئے کہ وہی انکے دوست دیمترئوس کی موت کا باعث ہوا تھا۔ اسنے اپنی تخت نشینی کے وقت عام معافی کا اعلان کر کے

یونان تک میں بہت سے لوگوں کو اپنا دوست بنا لیا تھا، اور وہ باب ۱۸
اکائیائیوں، اور ایتولیوں، اور بوتیوں کو اپنا ہمنوا تصور کرتا تھا۔ اس نے
بیزنطہ اور رھوڈز سے تعلقات پیدا کئے، ایک سفارت قرطاجنہ روانہ
کی اور کوشش کی کہ یومنیس، سلیوکوس وانطاکوس، اریارآتھیس و پروسیاس
روما کے خلاف ہو جائیں، اور اپنی بہن کی پروسیاس کے ساتھ اور
سلیوکوس چہارم کے لڑکی کے ساتھ اپنی شادی کر لی۔ اس نے
ان سب حکمرانوں سے یہ کہا کہ روما کا مقصد اعظم مقدونیہ کو زیر کرنا ہے اور
مقدونیہ کا زیر ہونا تمام دیار شرقی کے لئے ایک بڑی بھاری
مصیبت کا سامنا ہو گا۔ ان مملکتوں نے اسکے بیانات پر کان لگایا
لیکن جب وقت آیا تو اسکے لئے ایک چھنگلی بھی نہیں اٹھائی، اور جیسا
ہم دیکھیں گے کہ جب وقت بالکل نکل چکا اسوقت انھیں حرکت ہوئی۔ اسنے
شمال میں پیشقدمی کرکے رومنوں کو ڈرا دیا، جہاں اسنے بستر نیوں کو اپنے
سے ملا لیا کوتیس شاہ تھریس کا دل بڑھایا، رومن حلیف ابرو پولس
کو نکال دیا اور الیریا میں روما کے ہمنوا ارتے تاروس کو
قتل کر ڈالا اور گنتیوس کا تعامل حاصل کیا۔ مدت دراز تک رومنوں نے
واقعات کو آگے بڑھنے دیا اسلئے کہ انکے مصروف کرنے کے لئے لیگوریا
کورسیکا، سردانیہ اور ہسپانیہ بالفعل کافی تھے۔ بالآخر پرسیوس کے پاس
سے ایک سفیر روما آیا اور اس نے یہ بیان کیا کہ پرسیوس کے نزدیک
اسکے باپ اور روما کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا وہ اب کالعدم ہے،
چنانچہ اب رومنوں نے یومنیس کے متواتر استدعاؤں کو منظور کرکے
اسکے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا۔ مقدونی سفیر ہرپالوس کو یہ پتا نہیں
لگا کہ آخر روما کے مطالبات کیا ہیں، اور بلاشبہ ابتدا ہی سے رومنوں
نے بادشاہ کے اقتدار کو مٹا دینے کا، بلکہ ممکن ہو تو اسکے عزل کا، تہیہ
کر لیا تھا۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر پرسیوس اس کے اور روما
کے عہدنامے کو کالعدم سمجھتا تھا تو کیا اسپر یہ فرض عائد نہیں ہوتا تھا کہ

باب ۱۸ اپنی خواہشات کا اظہار کردے؛ اور اگر وہ اس بابت خاموش تھا تو کیا اسے بعد میں یہ شکایت کرنے کا حق باقی تھا کہ اسے روما کے خواہشات کی اطلاع نہیں دیگئی ۔ بہر حال اسمیں کلام نہیں ہوسکتا کہ روما اور پرسیوس دونوں نے یہ طے کرلیا تھا کہ فتح کی حالت میں دوسرے فریق پر سخت سے سخت شرائط عاید کریں ۔

رومن آخر کار ۱۷۱ ق م میں میدان میں اتر پڑے ۔ انھوں نے اعلان کیا کہ پرسیوس روما کے حلیفوں پر حملے کررہا ہے اور انکے خلاف تیاریاں کررہا ہے' اور جب بادشاہ نے یہ جاننا چاہا کہ آخر صلح کرنے کے لئے اُسے کونسے دعاوی و مطالبات پورے کرنے پڑینگے' تو اسے یہ جواب بھیجا گیا کہ آپ ہمارے سپہ سالاروں ہی سے اسکے بابت معلومات حاصل کرلیجئے ۔

رومنوں نے م ۔ لیکی نیوس کراسوس کو فوج کی کمان سپرد کی' جسمیں اکائیہ اور پرگامم کے سپاہیوں کے علاوہ پچاس ہزار رومن بھی تھے ۔ انکا مقابلہ کرنے کے لئے پرسیوس کو ۴۲ ہزار پیدل اور چار ہزار سوار ہی ملسکے ۔ اسے رومن قائمقام مارکیوس فیلقوس نے' جو اسوقت تھسلی میں مقیم تھا' یہ صلاح دی کہ آپ ایک سفارت کو پھر روما روانہ کیجئے' لیکن اس سفارت کو بھی کوئی جواب نہیں ملا ۔ اب رومنوں سے ایتولی' اکارنانی' تھسالوی' اور بیوتی بھی مل گئے لیکن مالیارتوس اور کورونیہ نے انکا ساتھ نہیں دیا؛ اُدھر رھوڈز نے اپنے جہاز انکے نذر کردئے ۔ کراسوس ایپائروس ہوکر تھسلی پہونچا جہاں اس نے لارسا پر اپنا پڑاو ڈال دیا' اور بیڑا خالکس چلا گیا ۔ پرسیوس نے جنگ کو کمال خوش تدبیری اور خوش قسمتی سے شروع کیا ۔ اس نے درۂ ٹیمپے پر قبضہ کرکے رومنوں کو دو مرتبہ شکست دی' ایک دفعہ کوہ کالی نیکوس پر اور دوسری مرتبہ پالانا کے مقام پر ۔ اسکے بعد اس نے روما کے ساتھ ایسے شرائط پر صلح کرنے کی کوشش کی جو اسکے (یعنی روما کے) لئے مفید تھیں' لیکن' وہاں سے جواب ملا کہ

نہیں تھیں غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈال دینے چاہئیں۔ رومنوں کو میدان جنگ میں تو کسی قسم کی کامیابی ہوئی نہیں، لہذا انھوں نے کمزور یونانی شہروں کو تاراج کرنا شروع کیا، مثلاً ہالیارتوس پر قبضہ کیا، تھبز اور کورونیہ کے ہتھیار قبول کئے، اور خالکس تک پر، جو انکی دوستی کا دم بھرتا تھا، قابض ہو گئے۔ انکے اس طرز عمل سے یونان میں نفرت کی لہر دوڑ گئی جسکی وجہ سے رومن ایتولیوں یا ایپائروسیوں پر آئندہ تکیہ نہیں کر سکے۔ باب ۱۵

سنہ ۱۷۰ ق م میں کانسل ا۔ ہوستی لیوس مانلیوس فوج کا سپہ سالار اور ل۔ ہورتنسیوس امیر البحر مقرر ہوا، اور یہ دونوں بھی اپنے پیش رؤں کی طرح قطعاً نا قابل تھے۔ ہورتنسیوس کے پاس جتنے بار برداری کے جہاز تھے وہ سب کے سب گرفتار ہو گئے، اور اسکے معاوضے میں اسے مختلف مقامات سے نذرانے وصول کرنے پڑے۔ جب ابدیرا سے نذرانے کا مطالبہ کیا گیا تو اس نے اس شہر کو تاراج کیا اور اسکے باشندوں کو غلام بنا کر فروخت کر دیا۔ ہوستی لیوس بالکل ساکت و صامت رہا، اور الیریا کے بادشاہ گنتیوس کے مشکوک طرز عمل کے باعث مقدونیہ کے شمال کی طرف سے جو حملہ کیا گیا وہ ناکام ثابت ہوا۔ اسکے ساتھ ہی رومن سپہ سالاروں اور کمان داروں کے مطلق العنانہ طرز عمل اور مظالم کی ایسی ایسی داستانیں یونان سے روما میں سننے میں آتی تھیں کہ سینات ان کے نذرانے لینے کے اختیارات میں کمی کرنے پر مجبور ہو گئی، اور پ۔ لکریتیوس پر، جسنے خالکس کو لوٹا تھا، جرمانہ کر دیا۔ سنہ ۱۶۹ ق م میں پرسیوس نے الیریائی شہر اسکانا پر قبضہ کر لیا، گو جب ایتولیہ کے شہر ستراتوس پر اسکا حملہ ناکام ہوا۔ آخر کار سنہ ۱۶۹ ق م میں کانسل مارکیوس فیلپوس نے ایک جراءت کی حرکت کی جو کامیاب ثابت ہوئی اس نے درہ تیمپے کے دوسری طرف کوہ اولیمپوس اور سمندر کے درمیان ایک جگہ پڑاؤ ڈال لیا۔ یہ پڑاؤ ایک ایسے میدان میں تھا جسکے دو طرف تو تیمپے اور ولوم کے درّے تھے جن پر

باب ۳

پرسیوس کا قبضہ تھا اور تیسری طرف کوہ اولیمپوس تھا، چنانچہ یہ میدان ہر اعتبار سے اسکے خاتمہ کے لئے کافی تھا، اور اگر پرسیوس ذرا بھی فن حرب میں ماہر ہوتا تو وہ رومنوں کو ایک دوسری جنگ غار ہائے کودین (غار ہائے کودین میں سنہ ۳۲۱ ق م میں رومنوں کو سامینوم والوں کے ہاتھ سخت شکست پہونچی تھی) کا مزا چکھا دیتا لیکن اس کے برعکس اس نے خیال کیا کہ یہ فرشتہ اجل آپہونچا ہے، چنانچہ اس نے دونوں کے دونوں دروں سے اپنی فوج کو ہٹا دیا، اور یہ حکم دیا کہ تھسالونیکے کے سلاح خانے میں جو اس مقام سے پچاس میل تھا آگ لگادی جائے اور پیلا میں جو خزانہ تھا اسے سمندر میں ڈبو دیا جائے۔ جب اسے ذرا ہوش آیا تو آگے بڑھکر دوبارہ وترہ دیوم پر قبضہ کرلیا۔ اب گویا رومنوں کے لئے مقدونیہ کا دروازہ کھل گیا تھا، لیکن انھوں نے اس سے استفادہ حاصل نہیں کیا اور سمندر پر بھی جو کوشش کاساندریہ، تورونے اور دیمتریاس کے لینے کی انھوں نے کیں وہ سب ناکام ثابت ہوئیں۔

الغرض تین سال کی مدت میں رومن فوجیں مقدونیہ جیسی چھوٹی سی ریاست کا بھی کچھ بگاڑ نہیں سکتی تھیں۔ اس سے سبق لے کر پرسیوس نے مدافعت کی اور بھی زیادہ تیاریاں کرنی شروع کردیں اور چاروں طرف دوسری ریاستوں کو ملانے کا خیال کرنے لگا۔ ساتھ ہی روما کی پے درپے ناکامیوں سے ان مملکتوں کے دل میں بھی جو اسوقت تک روما کے ساتھ تھیں، یہ خیال ہوا کہ اگر وہ آزادانہ روش اختیار کریں اور کسی طرح سے مقدونیہ بچ جائے تو یہ ان کے حق میں بھی مفید ہوگا، پرسیوس کے ساتھ روما نے ایسا سخت سلوک کیا تھا کہ وہ ریاستیں بھی جو اس کی کلیتہً ہمنوا تھیں وہ بھی اسی نتیجہ پر پہونچ سکتی تھیں کہ روما کو کبھی کبھی زک ملجائے تو یہ ان کے لئے بھی مفید مطلب ہوگا۔ رہوڈز نے کھلے بندوں اور یومنیس نے ذرا درپردہ جنگ کا خاتمہ کرنے کی کوشش کی۔ پولی بیوس نے یومنیس کا کردار کچھ ایسا برا دکھایا ہے کہ اسے بعض مورخوں نے متعصب

"سفیہانہ ایجاد" کا لقب دیا ہے اور کہا ہے کہ یومنیس کا اس موقع پر روما سے باغی ہو جانا قطعاً ناممکن تھا؛ لیکن یہ یقینی ہے کہ اگر وہ سمجھتا کہ میرے لئے یہی سودمند ہوگا تو پھر اسکی علیحدگی میں کیا امر مانع تھا؟ گویا کہ واحد مسئلہ حل طلب یہ ہے کہ آیا اس موقع پر اسنے روما کے دشمنوں سے ملجانے کو اپنا فائدہ سمجھا یا نہیں اور یہ اس دوسری بات پر منحصر تھا کہ آیا پرسیوس کے ساتھ جنگ میں روما کو فتح ہوگی یا شکست، اور اگر اسنے مقدونیہ کو نیچا نہیں دکھایا تو اسکے ایشیائی حلیفوں کی بس شامت ہی تو آجائے گی۔ ان امور کو مدنظر رکھ کر یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ پرگامم کا دور اندیش بادشاہ (ایسی) حالت میں اس امکان کیلئے تیاری کرنے میں ضرور مصروف ہوگا کہ اگر ایشیا میں روما کا اثر زائل ہو جائے تو اسے کیا کرنا چاہئے۔ بعض مورخ یہ بھی کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ سب ٹھیک ہو، لیکن اسی نے تو روما اور پرسیوس کو لڑایا تھا پھر وہ کیسے روما کا مخالف بن سکتا تھا لیکن اگر یہ استدلال درست ہے تو پھر کوئی ایسی مملکت کبھی صلح نہیں کرسکتی جس نے ایک دفعہ جنگ کی ابتدا کی ہو؛ اگر یومنیس نے واقعی روما اور پرسیوس کو لڑا دیا تھا تو یہ تو اور بھی زیادہ وجہ اس کی ہوسکتی تھی کہ پرسیوس کو اس صورت حال سے واقفیت ہوتی تو وہ ایسے ذی اقتدار حکمراں سے صلح کے لئے ضرور پیام سلام کرتا اور اسمیں شبہ نہیں کہ یہی ایسا نکتہ تھا جو یومنیس کیلئے نہایت درجہ اہم تھا۔ واقعات سے یہ ثابت ہے کہ رھوڈز نے روما کے خلاف جو حکمت عملی اختیار کی وہ دھمکی بھری ہوئی تھی؛ رھوڈز میں

۵۵ پولی بیوس نے یومنیس کے ساتھ جو کارگزاری منسوب کی ہے اسے مومسن (۱، ۲، ۸، ۲) "سفیہانہ ایجاد" کا لقب دیتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ پرگامم کے حکمرانوں پر دوعملی کا الزام ۱۷۵ ق م تک میں لگایا جاتا ہے (App. Syr. ۴۵) میں نجی مورخ نے بادشاہوں کو غیر ضروری سلطنی جامہ پہنا دیا ہے (۴۵)، نیز دیکھو نیچے، حاشیہ ۱۲، جہاں میں نے اس موضوع پر مفصل بحث کی ہے۔

باب۵۱

ابتدا ہی سے دو سیاسی فریق تھے، ایک وہ جو روما کے اقتدار کے موافق تھا اور دوسرا مخالف۔ اور جب رومن سپہ سالاروں نے پے در پے غلطیاں کرنی شروع کیں تو مخالف روما فریق کو رفتہ رفتہ غلبہ حاصل ہونے لگا۔ لیکن اس قسم کی صورت حال پرگامم میں بھی خارج از بحث نہیں؛ وہاں بھی غالبًا ایک مخالف روما فریق پہلے سے ہوگا اور وہاں بھی بہت سے لوگ یہ خیال کرنے لگے ہوں گے کہ اب روما کا اقتدار قطعًا رو بہ زوال ہے۔ عقلمند بادشاہوں پر بھی بعض مرتبہ ایک فریق اور بعض مرتبہ دوسرے فریق کا اثر پڑسکتا ہے۔ اسوقت تک روما نے جو روش اس جنگ میں اختیار کیا تھا اور جنگی نااہلیت اور کمزوروں پر مظالم کے جو مثالیں پیش کی تھیں انسے تو ایشیا والوں کے دلمیں انکی نہ زیادہ محبت جاگزیں ہوسکتی تھی نہ زیادہ خوف۔ یہ روما کی کمال خوش بختی تھی کہ اس نے آخر الامر ۱۶۸ سنہ ق م میں مقدونیہ کو نیچا دکھا ہی دیا۔

اب ہم مشرقی یونان کیطرف اپنی توجہ منعطف کرینگے اور بالخصوص پچھلے بیس برس کے حالات پر غور کرینگے تاکہ مختلف مملکتوں کی اسوقت کی حالت سمجھ میں آجائے جب مقدونیہ روما کا مدمقابل بنا ہوا تھا اور ہم اسکا اندازہ کرلیں کہ روما کو جلد فتح نہ ہوئی تو صورت حال کیا کی کیا ہوجاتی[۶]۔ یہاں مختلف ممالک میں مفصلۂ ذیل بادشاہ حکومت کررہے تھے:-

شام (سوریہ): سلیوکوس ۴، فلوپاتر $\frac{۱۸۷}{۱۷۵}$ ق م؛

انطاکوس ۴، ایپی فانیس $\frac{۱۷۵}{۱۶۴}$ ق م؛

مصر: بطلیموس ۵، ایپی فانیس، $\frac{۲۰۵}{۱۸۱}$ ق م؛

بطلیموس ۶، فلومیتور $\frac{۱۸۱}{۱۴۶}$ ق م۔

بطلیموس ۹، یوئرگی تیس

[۶] کلیس نے پاؤلی ۱۶، ۲۴۴۹ میں اس جائز خواہش کا اظہار کیا تھا کہ کوئی ۱۶۹ سنہ ق م میں یونان کی کیفیت کا بیان کردے؛ میں نے یہاں اس خیال کی تعمیل کرنے کی کوشش کی ہے۔

		فیکسون، ۱۷۶ سنہ ق م :
پرگامم	:	یومنیس ۲، ۱۹۷–۱۵۹ سنہ ق م
بتھی نیہ	:	پروسیاس اوّل ۲۲۵ سنہ ق م تا تقریباً ۱۸۵ سنہ ق م
		پروسیاس ۲، تقریباً ۱۸۵ سنہ ق م تا ۱۴۹ سنہ ق م
کاپاڈوسیہ	:	اریاراتھیس ۴ یوسے بیس، ۲۲۰–۱۶۳ سنہ ق م اریاراتھیس ۵
		یوسے بیس فلوپاتور، ۱۶۳ سنہ ق م
پونتوس	:	فارناکیس، تقریباً ۱۹۰ سنہ ق م تا ۱۶۹ سنہ ق م :
		متھری ڈاتیس فلوپاتور فلادیلفوس یورگیتیس تقریباً ۱۶۹ سنہ ق م تا ۱۲۱ سنہ ق م

انطاکوس سوم کو کسی زمانے میں مشرقی مہمات کی کامیابی کی وجہ سے بڑا اثر حاصل ہو گیا تھا، لیکن اب روما کے خلاف جو اسے ناکامی ہوئی اسکے باعث یہ اثر بالکلیہ زائل ہو چکا تھا اور ارمنستان بالکل آزاد ہو گیا تھا جب وہ ایلی مائس کے بتخانہ کو تاراج کرنے کے لئے اور اس کے

---

۵ سوریہ یا شام۔ میں یہاں آخر ترین تحقیقات متعلق سکوکیات کے نتائج کا حال بیان کروں گا اور ناظرین کی توجہ خاص طور پر پرسی گارڈنر (فہرست سکہ جات نوادر خانۂ برطانیہ سلیوکی شاہان سوریہ، ۱۸۷۸ء، اور اور بابلون کا (جسنے اسکا اتباع کیا ہے) تذکرہ کرونگا۔ مقابلہ کرو شیورر "تاریخ قوم یہود" (Schuerer : Gesch. d. jued Volkes) ۱، ۱۲۷/۱۳۷، جہاں اسناد کی ایک نفیس فہرست دی ہوی ہے اور تنقید بھی کی گئی ہے۔ سنویت غیر تیقن ہے۔ نیز دیکھو باب ۱۹ حواشی ۹ و ۱۰ سلیوکوس ۴؛ کلیس کا مضمون یاؤولی ۶، ۱، ۱۴۱۹، ۲۴۹ میں۔ روما کے ساتھ جنگ میں ناقابل ثابت نہیں ہوا (پولی بیوس ۱، ۲۴، ۶، ۸؛ دیودوروس و دیگر مورخ) لیکن وہ ایک شوار عہد میں تخت نشین ہوا؛ انطاکوس کے قدیم صوبہ دار دوں یعنی (شمال میں دریائے ارکسیاس کی وادی اور ارتحاتا میں ارتاکسیاس اور (جنوب میں سوفینے بدریائے دجلہ میں) زاریادریس کے عہد میں ارمنستان باغی ہو چکا تھا (استرابو ۱۱، ۸ ۲ ۵)۔ تاہم اسنے مستعدی دکھائی۔ روما نے اسے فارناکیس کو مدد دینے سے باز رکھا؛ دیودوروس ۲۹، ۲۴۔ یہودیوں سے آویزش؛ ۲ مکابیان ۲ ۳، ۱۴۔

باب ۱۱ روپیہ سے اپنا خزانہ بھرنے کے لئے جا رہا تھا تو اُسے اور اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ سے سلیوکوس کا ہیلیودوروس کے ہاتھوں قتل؛ (App. Syr.) ۴۵ -
دیکھو اوپر، حاشیہ ۵ - اسی سبب سے لوگ ہیلیودوروس کو روما کا "تابعدار" سمجھتے تھے ۔ سکہ جات
بابلوں LXXXIX تا XCI - سلیوکوس کے ٹھوڑی اور ماتھا نہایت ممتاز نظر آتے ہیں -
معلوم ہوتا ہے کہ اسکے ٹکسالیں نہ صرف لاؤدیکیہ (بساحل بحر) میں بلکہ صور و سیدا میں بھی تھیں -

انطاکوس ۴ "ایپیفانیس" - انطاکوس کو تخت پر بٹھانے کا ایک شہر کی طرف سے
جو غالباً انطاکیہ بذریائے اورونتیس ہوگا) یومینیس، اٹالوس، فلے تائروس اور اتھے نایوس کا شکریہ،
اسکے نوشتے میں ایتھنزی اسلوب کا اتباع کیا گیا ہے، فریکل عن۱۶۰ -

انطاکوس ۴ کے لئے دیکھو ولکن کا مضمون پاؤلی وسوواء ایں - اسکے عہد کا تاریخ بتدن میں
رتبہ، دیکھو اوپر باب ۲ - مصر کے ساتھ جنگ؛ پاؤلی ۶،۱، ۱۱۲۶، جہاں سنویت کا عدم تعین صاف
ظاہر ہوتا ہے -

سکوں کے لئے دیکھو بابلوں $\frac{XCI}{CXIII}$ - پہلا کتبہ "بازی لیوس انتیوخوکی" ہے بعد ازاں ایپیفانیوں
کا اضافہ نظر آتا ہے - بعد کے سکوں میں "نیکے فوروس" بڑھا دیا گیا ہے، اور ان خطابات کے اضافے
کے ساتھ شکل میں شباب کی کیفیت پیدا ہوتی جاتی ہے اور روز بروز کسی دیوتا کے سے خد و خال نظر
آنے لگتے ہیں - سلیوکیوں کے زیورات شاہی میں جو ہالہ ہے اسکی ابتدا اسی بادشاہ سے ہوتی ہے؛
انطاکوس ۲ "تھیوس" کے ہالے کی شکل مختلف ہے اور یہ اسکے بالوں میں ذرا اوپر کی طرف
نظر آتا ہے - نیکے فوروس سے مراد یہ ہے کہ بادشاہ خود زیوس تھا، اور ایپیفانیس سے "ممتاز"
مراد نہیں بلکہ اس شخصیت سے مراد ہے جو "نمودار" ہوگئی ہو؛ جیسے زیوس کی یا کسی دوسرے معبود
کی شخصیت - اسکے نقرئی سکوں کے سیدھی طرف یا تو اسکا سر کندہ ہے ورنہ زیوس کا یا اپولو کا -
اسنے عدیاکس والے زیوس کے مجسمے کی ایک نقل دافنے میں اپولو کے بت خانے میں رکھوائی؛ Amm.
marc. ۱۴، ۱۳؛ مقابلہ کرو بابلوں .XCV - بابلوں کہتا ہے کہ تصویر ۱۲، ۱۱ میں جو زیوس کا سر ہے
اسمیں اور انطاکوس کے سر میں کچھ شباہت پائی جاتی ہے لیکن میرے نزدیک نہ صرف اس سے بلکہ
گارڈنر نے ("انواع" تصویر ۱۴، ۲۶، ۱۴) جس نفیس سکے کی تصویر دی ہے اس سے بھی کچھ نہ کچھ شکست
ٹپکتی ہے جو بادشاہ کی تصاویر میں نہیں پائی جاتی - انطاکوس ۴ کی خوبصورت چوڑی بھی (بابلوں تصویر

سپاہیوں کو اپلی ماتس والوں نے قتل کر ڈالا۔ اسکے بعد اسکے بیٹے | باب ۵۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ۱۲، ۱۳) جنکے سیدھی طرف اپولو کا سر ہے؛ اسکے الٹی جانب اپولو نیچے تک کے کپڑے پہنے اور بربط ہاتھ میں لئے نظر آتا ہے، اور یہ دافنے والے مجسمے کی نقل ہے، جو بریاکسس نے تیار کی تھی؛ بابلوں XCVI,XCVII ؛ دیکھو نیچے، باب ۲۰ اسکے تابنے کے سکے نہایت دلچسپ ہیں؛ انھیں ہیڈ (۶۴۴) کے مفصلہ ذیل قسمیں قرار دیتا ہے:۔ (۱) وہ جو شام میں مسکوک ہوئے۔ (۲) وہ جو مصر میں مسکوک ہوئے، جن پر انکی بہن قلوپترہ کی شبیہہ ہے۔ (۳) وہ جن پر دو زبانوں میں کتبہ ہے؛ یہ فنیقیہ اور لاؤدیکیہ (کوہ لبنان) میں بنے۔ (۴) خود مختار بلدیات کے سکے۔ بابلوں کے نزدیک انکی دو شقیں تھیں: (الف) جن پر بلدیات کے نام نہیں اور جنمیں سے بعض مصر میں مضروب ہوئے؛ (ب) جن پر بلدیات کے نام کندہ ہیں؛ سیدھی طرف اکثر بادشاہ کا سر اور ہالہ؛ الٹی طرف بلدیات کے نام اور علامات؛ بابلون، تصویر ۱۴، ۱۵، تا ۸ ۔ وہ حسب ذیل تفصیل بیان کرتا ہے، جس میں پانچ "انتیوخیس" والے دو، "بیتے رویولتا کے" دو، "لاؤدیکائس" والے، ایک "اسکندریش" والا، ایک "اپاماکس" والا، ایک عسقلون کا اور چار فنیقی شہروں کے سکے ہیں: ۱۔ "انتیوخیان زارو" جس سے غالباً ادانہ مراد ہے؛ معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کے باشندوں کو صرف انطاکوس ۴ کے عہد میں "انتیوخرئس" کا لقب دیا جاتا تھا؛ الٹی طرف تخت نشین زیوس۔ ۲۔ "انتیوخیان میگدونیہ" (نصیبین)؛ الٹی طرف ڈبرانتی ہوئی نیکے۔ ۳۔ "انتیوخیان متعلق بہ کالیردا" = ایدیسہ (بابلون CIII، جہاں وہ ڈرودائے سن سے اختلاف کرتا ہے)؛ الٹی طرف زیوس ایک عصائے شاہی پر ٹیک لگائے ہوئے۔ ۴۔ "انتیوخیان بطلیماکس" = آگے جسے بطلیموس ۲ نے بطلیمائس کا لقب دیا تھا؛ لیکن "انتیوخیان بطلیمیا" کا لقب انطاکوس سوم ہی کے زمانے ہی سے ملتا ہے؛ الٹی طرف کھڑا ہوا زیوس بتوں کا گھیرا لئے ہوئے۔ ۵۔ "انتیوخیان وافنے" جو دریائے اورونتیس کا مشہور شہر ہے۔ بابلوں اس سکے کے متعلق شہر کے اس حصے کا حوالہ دیتا ہے جو انطاکوس نے تعمیر کیا تھا، اور جو اسکے نزدیک دافنے کی سمت میں تھا۔ یہ نام "انتیوخیان وافنے" اس بڑے شہر کا ہی نام پڑگیا؛ دیکھو نیچے، باب ۲۰ ۔ دوسری طرف کھڑا زیوس۔ بابلوں کے نزدیک وہ دافنے کے اولمپیائی کھیلوں میں بتوں کے گھیرے تقسیم کرتا نظر آتا ہے۔ ۶۔ "اہالیان ہیرے روپولس بدریائے پیراموس" = کستابالا در کلیکیہ

باب ۱۳ سلیوکوس ۴ اور انطاکوس ۴ یکے بعد دیگرے تخت نشین ہوئے سلیوکوس کے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ نو بودہ بلرپر دن قلعۂ سی۔ (بنط Bent ، ہیبرڈ ــــــــ Heberd کے
ولہلم Wilhelm)؛ دیکھو نیچے باب ۲۰ حاشیہ ۱۹ ؛ الٹی طرف عقاب؛ بابلون ۱۵، ۷ ۔ ۷۔
" اہالیان ہئیے رو پولس" واتع کارستیکے ، بامیکے ؛ الٹی طرف نمبر ۴ و ۵ کا سا زیوس ۔ ۸ ۔
" اہالیان سلیوکیہ بہ ہئیے ریہ" دوسری طرف نمبر ۲ کا سا زیوس یا پر دار بجلی؛ دیکھو اس شہر کی تاسیس
کا حاشیہ؛ ملالاس ص۱۹۹ ۔ ۹ ۔ اہالیان سلیوکیہ بدریائے پیراس" = موپسوس ؛ الٹی طرف
ایستادہ اتھینی ؛ بابلون CVI ۔ ۱۰ ۔" اہالیان اسکندریہ بدریائے اسوس " اسکندرون
(بیڈیکر ؛ فلسطین" ۳۹۲) ؛ الٹی طرف زیوس حسب بالا ۔ ۱۱ ۔ عسقلون ؛ دوسری طرف
زیوس حسب بالا ؛ مورخہ ۱۶۹ تا ۱۶۸ ق م ۔ ۱۲ ۔ اہالیان لاؤ دیکیہ بب ۲ بحری Fi ؛ الٹی طرف کھڑا ہوا
پوسیدون ۔ ۱۳ ۔ " اہالیان لاؤ دیکیہ بہ کو ہ لبنان " لاؤ دیکیہ بدریائے اور ونتیس ؛ الٹی طرف
کھڑا ہوا پوسیدون ؛ فنیقی نوشتہ جس میں اسی شہر کو کنعان کا مستقر کہا گیا ہے ۔ ۱۴ ۔" اہالیان انیہ
بدریائے اکسیوس" جو اور ونتیس کے ایک معاون کا نام تھا ؛ الٹی طرف زیوس ۔ ۱۵ ۔ جبال یا ببلوس،
الٹی طرف ایستادہ معبود جسکے چھ پر ہیں ؛ کتبہ " بازیلیوس انیتوخوئے" اور ایک کتبہ فنیقی زبان
میں ۔ ۱۶ ۔ صور ؛ الٹی طرف ایک جہاز کا اگر بھاگ اور جبال کے سکے کی طرح کتبہ ؛ دوسرا
سکہ "تیوریوں" یا فنیقی کتبہ جس میں صور کو سیدانیوں کی ماں بتایا گیا ہے ؛ تاریخ ۱۷۵ تا ۱۷۴ ق م ،
۱۶۹ تا ۱۶۸ ق م ۔ ۱۷ ۔ سیدا ؛ الٹی طرف کشتی ، یا بیل پر بیٹھی یوروپا ، یا اشکان ؛ کتبہ مثل جبال
کے مع لفظ " سیدونیوں " کے جس میں سیدا کو کامبے (قرطاجنہ) کتیوم ، اور صور کی ماں بتایا گیا ہے
۱۸ ۔ طرابلس ؛ سیدھی طرف انتینے یا بادشاہ و ملکہ کے شبیہ ؛ الٹی طرف دیوسکوری یا
انکی خودیں ؛ کتبہ " بازانت " (شاہ انطاکوس) مع لفظ " تریپولیتوں " ۔

ایپی فانیہ ، لیرتے ، مری توس غیر متیقن ہیں ؛ بابلون CXI حاشیہ ۱۳ ۔

یہ بات قابل لحاظ ہے کہ نمبر ۵ تا ۱۸ پر جو کتبہ ہے وہ نمبر ۱ تا ۴ کے کتبے سے مختلف ہے
اسلئے کہ ۱ تا ۴ میں تو سکوں کو انطاکوس سے اور باقی ماندہ کو " انطاکیوں " وغیرہ سے منسوب کیا گیا ہے
لیکن چونکہ انپر بھی شہریوں ہی کے نام ہیں جیسے " تیوریون " یہ " صیدائی " اسلئے انہیں بھی بالکلیہ
شاہی سکے نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ گویا دو غلے ہیں جسکی وجہ یہ سمجھ میں آتی ہے کہ فنیقیہ کے بڑے بڑے

سامنے جو کام انجام پانے کے لئے تھے وہ نہایت دشوار تھے، لیکن وہ فطرۃً بہادر اور جری تھا، اور اگر اسے روما کی طرف سے مخالفت کا حکم نہ پہونچ جاتا تو وہ فارنابیس شاہ انطیس اور فرہاز وایان پرگامم، بتھی نیہ کاپادوسیہ و پفلاگونیہ کے جنگ میں اول الذکر کی طرف سے ضرور مداخلت کر دیتا۔ انطیے اور مصر کے درمیان بظاہر امن و امان تھا، لیکن انکے وزیر ہیلیو دوروس نے فلسطین کے معاملات میں جو مداخلت کی جس کا ذکر مکابیوں کی دوسری کتاب میں بھی دیا ہوا ہے (لیکن جو خود بہت زیادہ قابل اعتبار باب ۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - شہر خود مختار تھے۔ نیز دیکھو بابلون، CXXXIV - الزمن ہیں پھر ہیڈ کے تقسیم ہی کو ملحوظ رکھنا پڑتا ہے۔

لفظ "اینیتو خیون" ذرا قابل غور ہے۔ ان شہروں میں سے بہت سوں کے نام انطاکیہ سے مختلف تھے، تاہم انکے باشندوں کو بھی "انطاکی" ہی کہتے تھے؛ پھر کیا اس کا مقصد یہ ہے کہ ہر شہر کو انطاکیہ کہا جاتا تھا؟ یہ قرین قیاس نہیں ہے اسلئے کہ ہیں مسکے میں بطلیمائس میں انطاکی ملتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس شہر کے تمام باشندوں کو "انطاکی" ہی کہہ کر پکارا جاتا ہو لیکن یہ بھی تو ممکن ہے ان میں سے صرف اس حصے کا یہ لقب ہو جنھیں کسی انطاکوس نے وہاں لے جاکر آباد کیا تھا۔ بابلون کی رائے ہے کہ سلیوکیوں کے زمانے میں لفظ "انطاکیاں" سے ان شہریوں کی مراد تھی جنھیں مخصوص حقوق حاصل تھے، اور جس طرح بعد میں روما نے بہت سوں کو رومن حقوق دیئے اسیطرح ممکن ہے کہ بہت سے شہریوں کو "انطاکی" حقوق دیئے جاتے ہوں۔ نیز دیکھو شیورر: "تاریخ قوم یہود" ا، ۱۵۰، ۲۰، ۱۸ - کم سے کم یہ بات تو یقینی ہے کہ یونان پسند انطاکوس نے اپنی سلطنت میں یونانی زندگی کو بہت بڑی مدد پہونچائی۔ بابلون یہ نئی بات بھی کہتا ہے کہ مذکورہ بالا چند شہروں میں انطاکی آبادی نہیں تھی انکے سکوں پر پتوں کا گھیرا لئے ہوے زیوس کی شبیہ بنی ہوئی تھی (دیکھو اوپر سکے وغیرہ) یہ وہی زیوس ہوگا جو دافنے میں جیتنے والوں کو تاجپوش کرتا ہے، اور یہی زیوس اب دوسرے شہروں کو دافنے یا انطاکیہ کا ہم رتبہ بناتا اور انھیں باقی ماندہ شہروں سے ممتاز کرتا ہے۔

ارمنستان کے لئے دیکھو نیچے، باب ۱۵۔

باب ۱۸

نہیں ہے) اسکی وجہ سے اسکے اور مصر کے درمیان ضرور جنگ چھڑ جاتی، لیکن عین جس طرح سے چھ سال پہلے بطلیموس کو اسکے "دوستوں" نے قتل کرایا تھا اسی طرح اب ہیلیودوروس نے اپنے آقا سلیوکوس کو قتل کر دیا۔ ہیلیودوروس خود بادشاہ بننا چاہتا تھا، اور یہ بندوبست رومنوں کے لئے بھی پسندیدہ تھا، لیکن پرگامم کے بادشاہوں یعنی یومنیس و آتالوس نے اسے ہٹا کر سلیوکوس کے بیٹے دمیتریوس کو نظر انداز کر دیا اور سلیوکوس کے بھائی انطاکوس ۴ کو تخت پر بٹھا دیا۔ یہ انطاکوس جس کا لقب ایپی فانیس تھا اپنے باپ سے بھی زیادہ جری تھا۔ ہم اس شخص کی طرف پھر (باب ۲۰ میں) رجوع کریں گے، اور یہاں صرف اسکے مصر کے ساتھ اسکے تعلقات بیان کرنے پر اکتفا کریں گے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ (باب ۱۶) انطاکوس ۴ کی بہن قلوپترہ کی بطلیموس ۵ (ایپی فانیس) کے ساتھ شادی کے موقع پر کیلے سوریہ کسی نہ کسی تاریک انداز سے بطلیموس کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ہم یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ بطلیموس ایپی فانیس، جو سنہ ۱۸۹ ق م سے رومن اثر میں آگیا تھا اُسے سنہ ۱۸۱ ق م میں قتل کر دیا گیا تھا اسکی جگہ پہلے اسکا بیٹا بطلیموس ۶ تخت نشین ہوا لیکن وہ زیادہ دن تک زندہ نہیں رہا اور اسکے بعد اسکا چھوٹا بھائی بطلیموس ۷ "فلومیتور" اپنی ماں قلوپترہ کی تولیت میں تخت پر بیٹھا۔ بطلیموس ۶ کے انتقال پر حوصلہ مند انطاکوس ۴ نے کیلے سوریہ کا مطالبہ کیا، اور چونکہ شاہ مصر اس علاقے سے دست بردار ہونا

ع مصر میکس (Ath. Mittheil ۱۲، ۲۱۲ تا ۲۲۲) تھر کے ایک سر کو جو آئی گینا کے قریب دستیاب ہوا تھا، بطلیموس ۶ "فلومیتور" کی شبیہ بتاتا ہے۔ مقابلہ کرو مہافی: "سلطنت ۲۸-۳۲۶" جہاں اس بادشاہ کا ذکر ہے۔ ہم لپسیوس Lepsius کی اس رائے سے متفق ہیں کہ اس سے پہلے ایک اور بطلیموس (ششم) ضرور تخت پر بیٹھا ہوگا؛ دیکھو مہافی، ۳۲۹۔ فلومیتور رہوڈیوں کا دوست تھا؛ مقابلہ کرو مہافی، ۳۵۶۔ مہافی فیلومیتور کو "مصر کے بہترین حکمرانوں" میں سے قرار دیتا ہے سکے، "فہرست نوادر خانۂ برطانیہ" ۳۲ : ۸۔

نہیں چاہتا تھا اسلئے مصر اور شام کے درمیان لڑائی چھڑ گئی ۔ اس جنگ کے تفصیلی واقعات بھی غیر متعین ہیں گو ہم اس سے ناواقف ہیں کہ انطاکوس نے فلومیتور کو شکست دیکر اپنے سے ملا لیا، اور اسکے بعد چونکہ موخرالذکر کی قوم اس کے طرزِ عمل سے ناراض ہوگئی تھی اسلئے اسکے بھائی یورگی تیس فیسکون نے زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی، اور اسکے بعد بھی انطاکوس مصریوں پر دوبارہ غالب ہوگیا۔ ہم آگے چلکر اس جنگ کے تھوڑے بہت واقعات بیان کریں گے۔ ۱۶۸ ق م کے ابتدا میں صورت حال حسب ذیل تھی :- ایپی فانیس نے ۱۷۱ ق م میں مصر کے خلاف فوج کشی کرنے کے بعد روما سے معافی چاہ لی تھی لیکن چونکہ مصر برابر مدافعت کر رہا تھا اسلئے کوئی قطعی فیصلہ نہیں ہوا تھا۔ ان واقعات کے تحت دونوں مملکتیں یعنی شام و مصر دونوں کی فوجیں دوبارہ برسرپیکار ہونے کے لئے تیار تھیں نہ تو مصر روما کی مدد کرسکتا تھا نہ شام اس کا بال بیکا کرسکتا تھا لیکن یہ ممکن تھا کہ کسی وقت بھی صورت حال میں تبدیلی پیدا ہو جائے اور اسی حالت میں اسکی امید کیجا سکتی تھی کہ انطاکوس رومنوں کو ایک فیصلہ کن جنگ میں نیچا دکھا دیگا۔ لیکن ایسا ہوا تو پھر شام فی الفور پرسیوس کے حق میں مداخلت کر دیگا ۔

ایشیائے کوچک میں ہم بتھی نیہ، کاپادوسیہ، پونتوس اور پرگامم کا اسی سلسلے سے تذکرہ کریں گے ۔

بتھی نیہ کا بادشاہ پروسیاس اول (۲۳۵ ق م تا تقریباً ۱۸۵ ق م) اس خاندان کا اہم ترین بادشاہ تھا[۹] اس کے عہد حکومت

---

۹ بتھی نیہ ۔ دونوں پروسیاسوں کے لئے دیکھو گلیس کا مضمون پاؤلی ۶، ۱، $\frac{۱۶۱}{۱۶۴}$ میں؛ نیز راستاشی "تین سلطنتیں"، پیرس ۱۹۰۸ء، $\frac{۱۲۲}{۱۱۱}$ پروسیاس اول کی بیوی اپامیہ، بور اسناشی (۲۰۱) کے خیال کے بموجب فیلوس شاہ مقدونیہ کی بہن تھی ۔ نیز ۲۲۰ اور رہوڈز کے درمیان جنگ؛ دیکھو اوپر باب ۱۳، حاشیہ ا ۔ پروسیاس اور غالویوں کے درمیان جنگ؛ پولی بیوس ۵، ۷۷، ۸، ۱۱۱ ۔

باب ۱ میں بتھی نیہ اور پرگامم کے رقابت پہلے سے بھی زیادہ ہوگئی وہ بیزنطہ کا بھی مدمقابل تھا، اسلئے کہ بیزنطہ کے قبضہ میں بوسفوروس کے ایشیائی ساحل کے بھی مقامات تھے اور یہ خواہش تھی کہ اتالوس اوّل اور اکائیوں کے باہمی جنگ کو کسی نہ کسی طرح ختم کرائے، درانحالیکہ پروسیاس اس جنگ کو اپنے حق میں مُضر نہیں سمجھتا تھا، چنانچہ جب بیزنطہ اور رھوڈز کے مابین جنگ چھڑی تو بتھی نیہ نے رھوڈزیوں کا ساتھ دیا (دیکھو باب ۱۲) ۲۱۳ ق م میں پروسیاس یوروپی غالویوں کے ساتھ جنگ آزما ہوا جن میں پرگامم والے لائے تھے، اور جو شہر اربسے کو مرکز بناکر ملک کو تاراج کر رہے تھے، اور انھیں شکست دیدی۔ اسنے روما، ایتولیہ اور اتالوس کے خلاف فیلقوس شاہ مقدونیہ کا ساتھ دیا اور ۲۰۵ ق م والے عہد نامے میں وہ بھی شامل تھا۔ اسکے بعد جب فیلقوس نے ایشیائی ممالک پر چڑھائی کی اور کیوس ومیرلیا کی اینٹ سے اینٹ بجادی تو یہ مقامات پروسیاس کے حوالہ کردیئے گئے جس نے کیوس کی جگہ پروسیاس اور میرلیا کی جگہ اپامیا آباد کردیا۔ لیکن مقدونیہ کی روما کے ساتھ جو جنگ ہوئی اسمیں پروسیاس نے فیلقوس کا ساتھ نہیں دیا اسلئے کہ اس نے یہ بھانپ لیا تھا کہ فریقین میں سے کون حاوی ہوجائے گا، اور اپنا سر اوکھلی میں دینے کے بجائے عام اختلال سے فائدہ اٹھاکر ہرقلیہ پر قبضہ کرنے کی کوشش کی لیکن اس کوشش میں اسے نہ صرف ناکامی ہی ہوئی بلکہ لڑائی میں اسکے ایسی چوٹ لگی جس کی وجہ سے باقی زندگی بھر لنگڑا ہی رہا۔ اسیطرح

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بلدیات پروسیاس اور اپامیہ کے تاسیس؛ کون ۴۲/۱۔
پروسیاس ہیلسں پونٹی ازوجیہ سے اُٹھتا ہے جسے "نومحصلہ" بھی کہتے تھے؛ استرابو، ۱۲، ۵۶۳۔
پروسیاس "شکاری"۔ پروسیاس دوم کے چودرہمی پر اسکے سرپر ایک زیور ہے جسپر ایک چھوٹا سا پر لگا ہے؛ اسکے لئے دیکھو رائناش "تین سلطنتیں" ۱۰۹۔ پرگامم وبتھی نیہ کے لئے دیکھو فرنیکل ۵۵، جسکا خیال ہے کہ اس جنگ میں پروسیاس اول ہی حکمراں ہوگا۔

باب ۸

اسنے کمال دانشمندی کے ساتھ روما کے ساتھ جنگ میں حصّہ نہیں لیا۔ اس موقعہ پر اسکا دانت افروجیہ صغرٰی پر لگا ہوا تھا، لیکن اسکے بجائے یہ ملک یومنیس کے ہاتھ آیا، اور پروسیاس نے وقتی ہوکر ہنی بعل کو اپنے دربار میں جگہ دیدی۔ اسکا بیٹا پروسیاس دوم نے جو اسکی جگہ بادشاہ ہوا اپنے باپ کے قدم بقدم چلا۔ اس نے پرسیوس کے ایک بیٹی سے شادی کی۔ اس نے یومنیس دوم والیٔ پرگامم سے لڑائی ٹھانی اور ہنی بعل کے مدد سے استفادہ حاصل کیا۔ لیکن روما کے حکم آنے پر اسے جنگ کا یک بیک خاتمہ کرنا پڑا اور ساتھ ہی ہنی بعل کو بھی روما کے حوالے کرنے کا وعدہ کرنا پڑا جیسے ۱۸۳ ق م میں ہنی بعل نے خودکشی کرلی۔ اب پروسیاس نے فارناکیس شاہ پونتوس کے خلاف یومنیس سے مخالفہ کرلیا۔ جب پرسیوس اور روما کے درمیان جنگ ہوئی تو پروسیاس غیر جانبدار رہا۔ ہم اسکی زندگی کے باقیماندہ حالات پر بعد میں باب ۱۹ میں بحث کریں گے۔ بتھینیہ کبھی جرأت وہمت نہیں دکھاتا بلکہ ہمیشہ چالبازیاں کرتا ہے۔ وہ ہمیشہ خود اپنے مفاد پر نظر رکھتا ہے اور کبھی پہلے کے علائق کا لحاظ نہیں رکھتا؛ وہ ہمیشہ روما کے دوستوں کی مخالفت کرتا ہے لیکن کبھی روما کے مخالفت پر انگلی بھی نہیں اٹھاتا، اور جب روما اپنی قوت کا مظاہرہ کرتا ہے تو ہمیشہ ہتھیار ڈال دیتا ہے۔ ایسا کرنے میں شاہان بتھینیہ ہمیشہ ذلیل خوشامدانہ روش پر چلتے ہیں جس سے اصل مقصود حاصل ہوجاتا ہے، یعنی مجلس سینات ان حقیر مسخروں کو تخت پر بٹھا رہنے دیتی ہے اور وہ اسکے احکام کی تعمیل کرتے رہتے ہیں۔

اریاراتھیس ہا یوسے بیس ۱۵ جو اپنے باپ اریاراتھیس سوم کے

---

۱۵ کا یادوسیہ۔ اریاراتھیس ہا یوسے بیس کے لئے دیکھو رائناش "تین سلطنتیں" ۱۴، ۱۵؛ سکے، تصویر ۱، ۸، ۹۔ اسکے بہت سے درہم موجود ہیں جن پر حروف "ل گ" کندہ ہیں جنسے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اسکی تینتیس ویں سال یعنی ۱۸۰ ق م میں بنے ہونگے۔ یہ وہ زمانہ ہے کہ

باب ۱ بعد کا پادوسیہ کے تخت پر اوائل عمر ہی میں بیٹھا، پہلے تو انطاکوس سوم کا حلیف تھا، لیکن جنگ مگنیشیہ کے بعد رومنوں کا ساتھی اور یومینیس دوم والئ پرگامم کا دوست بن گیا، چنانچہ آخرالذکر نے اس کی بیٹی سے شادی کرلی جو پہلی بیوی کے بطن سے تھی۔ اس کی دوسری شادی انطاکوس سوم کی بیٹی انطاکس سے ہوی، لیکن اس سے کوئی اولاد نہیں ہوئی اور انطاکس نے دو فرضی بیٹے اریاراتھیس اور اوروفرنز کو اپنی اولاد بتایا۔ لیکن اسکے بعد اسکے ایک بیٹا متھری داتیس (مہرداد) پیدا ہوا جو اپنے باپ کے بعد اریاراتھیس ۵ "یوسے بیس فلو پاتر" کے خطاب سے تخت نشین ہوا اور سنہ ۱۶۳ ق م سے سنہ ۱۳۰ ق م تک حکومت کی ہے جس کا ذکر بعد میں کریں گے۔ یہ اریاراتھیس روما کے خلاف غالطیوں کے دوش بدوش لڑا، لیکن روما نے بالآخر اسے معاف کردیا (دیکھو اوپر باب ۱)۔

سنہ ۱۷۹ ق م کے قریب ہی سلطنت پونتوس ایک نہایت زوردار اور ہمت والے بادشاہ یعنی فارناکیس کا انتقال ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ تقریباً سنہ ۱۹۰ ق م میں تخت پر بیٹھا ہوگا لیکن یہ سنہ ۱۸۳ ق م تک تاریخ میں اپنا نام پیدا نہیں کرتا [۱۱] سنہ ۲۲۰ ق م سے سنہ ۱۸۳ ق م تک

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ جب اسے رومنوں کو بڑی بڑی رقمیں بطور جرمانہ کے ادا کرنی پڑتی تھیں، اور وہ اسلئے کہ اس نے انطاکوس کے ساتھ محالفہ کرلیا تھا؛ اس جرمانے کی ادائگی کے لئے اسے بے شمار سکے ڈھلوانا پڑے۔

اریاراتھیس پنجم اور اوروفرنز کے لئے دیکھو نیچے باب ۱۹۔

[۱۱] پونتوس یا افسین۔ فارناکیس۔ کلیس کا مضمون پاولی ۵، ۱۸۴۲، ۱۸۳۵ میں ریناش، "تین سلطنتیں" (Reinach : Trois royaumes) $\frac{۱۶۸}{۱۷۰}$؛ ریناش؛ "متھری داتیس"، ۴۱، ۴۲۔ فارناکیس کی فوجی چلت پھرت، پولی بیوس ۲۴، ۱۰، ۲۵، ۲ تا ۶؛ ۲۶، ۶ (شرائط صلح نامہ)؛ ۲۷، ۶، ۱۵؛ دیودوروس، ۲۹، ۲۳ تا ۲۴ (سلیوکوس؛ لیوی ۱۸۰، ۲۰، ۲۰؛ پوبیئی

باب ۱۵

پونتوس کا نام بھی سننے میں نہیں آتا۔ جہاں ۱۸۹ ق م میں رومنوں نے پرگامم اور رھوڈز کو بڑے بڑے علاقے دلوائے تھے، اور بتھنیہ، کاپادوسیہ اور پفلاگونیہ نے شامی مال غنیمت کا تھوڑا بہت حصہ لینے کی کم از کم کوشش کی تھی، وہاں پونتوس بالکل خاموش تھا، اور نہ تو انطاکوس کی جنگ میں اور نہ غالطیوں کے میدان میں اس نے مطلق حرکت کی تھی۔ لیکن ایشیا سے رومنوں کے چلے جانے پر فارناکیس نے غالطیوں اور متھری داتیس شاہ ارمنستان صغیر کے ساتھ میل کر کے اور سلیوکوس ششم شاہ سوریہ سے ایتلاف کر کے اٹھا اور ۱۸۳ ق م میں اسنوپ پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ اُسنے شہر کیراسوس کی جگہ شہر فارناکیہ آباد کیا اور کوتیورہ و کیراسوس کے باشندوں کو اسمیں لابسایا۔ مغرب میں اس نے تیوس لیکر بتھنیہ پر وار کیا، اور جب متھری داتیس کاپادوسیہ کو برباد کر رہا تھا، وہ پفلاگونیہ کو تاراج کرتا رہا۔ ان واقعات کے بنا پر ایک طرف تو فارناکیس و متھری داتیس اور دوسری جانب یومینیس، پروسیاس، اریاراتھیس اور موزیوس والیٔ پفلاگونیہ کے درمیان (یعنی ایک حد تک شرقی و مغربی ایشیائے کوچک کے مابین) ایک عظیم الشان جنگ چھڑ گئی، اور اگر روما نے سلیوکوس چہارم کو روک نہ دیا ہوتا تو وہ بھی شرقی مملکتوں کا ساتھ دیکر میدان میں کود پڑتا۔ علاوہ اس دباؤ کے باقی روما نے فریقین کے درمیان صلح کرانے کی کوشش کی، چنانچہ سوائے اسکے کہ اسنوپ کا پونتوس میں الحاق کر دیا گیا باقی حالت بدستور رہی۔ پولی بیوس سے یہیں شرائط صلح معلوم ہوتی ہیں؛ وہ یہ کہ فارناکیس کو پفلاگونیہ اور تیوس دونوں کا تخلیہ کرنا پڑا؛ اور مال غنیمت واپس کرنا پڑا؛ اُدہر متھری داتیس کو (۱۷۹ ق م میں) تین سو تالنت

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ ۳۸، ۹۔ فارناکیس کے اٹیکائی چہ درہمیان اسوقت تک موجود ہیں؛ راکناشس: "تین سلطنتیں"، ۱۶۸۔

باب ۱۸ ادا کرنے پڑے۔ اس صلحنامے میں مفصلۂ ذیل کے نام آتے ہیں:۔ فرمانروائے
ارمنستان، ارتاکسیاس، اکوزی لوخوس، سرماتیوں کا حکمران، گتالوس، اور
یورپ میں بلدیات ہرقلیہ، میسیمبریہ، خرسونیز و کیفیز یلوس۔ یہ ظاہر ہوتا ہے
کہ فارناکیس کے اسی قسم کے علائق تھے جیسے ہم آگے بڑے رشتہ دار
شہری وانیس یوپاتور کے پاتے ہیں، اور وہ بھی اسیطرح رومنوں کا جانی
دشمن تھا۔ فارناکیس کا تقریباً ۱۶۹ قم میں انتقال ہوگیا، اور اسکے
جانشین نے (جسکا تذکرہ باب ۱۵ میں کیا جائے گا) روما کے ساتھ ذرا زیادہ
ہوشیاری کا برتاؤ کیا۔

آخر میں برگامم کا رخ کیجیے[۱۱۳] یہاں اتالوس کی جگہ (جسکی ایمانداری
اور ہوشیاری کی تعریف میں پولی بیوس رطب اللسان ہے) ۱۹۷ قم
میں اسکا بیٹا یومنیس اول تخت نشین ہوا تھا جسکی قابلیت اپنے باپ سے
بہت کم تھی۔ اسے لوگ اوّل درجہ کا چالاک سمجھتے تھے، اور اگر یہ واقعہ
ہے کہ پہلے تو اسنے رومنوں کو اکسایا اور رومنوں کی طرف چلا گیا، تو
اس نے دونوں مواقع پر اپنا ہی فائدہ سوچا ہوگا۔ ۱۷۲ قم میں اسنے
روما کا مبالغہ آمیزی سے جو ساتھ دیا وہ اسے اسلئے کارآمد معلوم ہوا ہوگا
کہ اسنے ۱۷۵ قم میں ہیلیودوروس کو معزول کرکے انطاکوس چہارم کو
تخت پر بٹھایا تھا اور یہ خیال کرکے کہ روما کی کمان اتر رہی ہے وہ رفتہ
رفتہ پرسیوس کا ساتھ دینے لگا تھا، جس سے روما والوں کو اس سے
کد ہوگئی تھی لیکن اسکے بھائی اتالوس کو طوعاً و کرہاً روما کے وفادار
دوست کا روپ بھرنا پڑا، اور حقیقتاً وہ ایک حد تک روما کا دوست
تھا بھی۔ بہرحال کچھ بھی ہو،" ان باتوں سے یہ خاندان تو محفوظ ہو ہی گیا۔

۱۶۹ قم میں مشرق کی سیاسی صورت حال حسب ذیل تھی۔ روما
کے مخالفوں میں پونتوس قوی ضرور تھا، لیکن مستعد نہ تھا، بتھینیہ ہمیشہ زوردار

---

۱۱۳ برگامم۔ اتالوس کی پولی بیوس تعریف کرتا ہے، (۱۸، ۴۱)۔

دیکھو اوپر، باب ۱۲، حاشیہ ۶۔

باب ۸

کا ساتھ دیتا تھا، اور اسمیں یہ معلوم کرنے کی خاص قابلیت تھی کہ کس طرف کا پلڑا بھاری ہونے والا ہے؛ کا پادوسیہ کسی شمار و قطار میں نہ تھا، اور پرگامم کو مشکلات سے بچنے کے لئے اپنی آنکھیں کھولے رکھنا پڑتی تھیں۔ اسلئے کہ اگر روما نے پرسیوس کا خاتمہ نہیں کیا اور پرگامم کو اس کے ساتھ وفادار رہنا تھا تو پھر اتالوسیوں پر ہر طرف سے دار ہونا لازمی تھا۔ اسکے برعکس شائد ایشیا کے ملکتوں کے لئے روما کے اثر کو زائل کر دینا ممکن تھا، اور بہت سے مشرقی مدبروں کا خیال بھی یہی تھا کہ اس اثر کا زائل ہوجانا انکے لئے بہتر ہوگا، اس لئے کہ جو ایشیائی یونانی تمدن کے رنگ میں رنگ گئے تھے انہیں اب بھی اپنی اہمیت کا کافی احساس تھا۔

جب صورت حال یہ تھی تو پرسیوس نے حلیفوں یا کم از کم بیچ بچاؤ کرنے والوں کے حاصل کرنے کی جو کوشش کی اسمیں کامیابی کی ضرور امید تھی۔ اس نے اسکے لئے سوریہ، پرگامم، بتھی نیہ اور رھوڈز کی طرف رجوع کیا؎۔ شام مصر کے معاملات کیوجہ سے پہلے ہی سے مصروف کار تھا

؎ مزید جنگ اور گفت وشنید۔ رھوڈزی "غلہ کے برآمد کے متعلق مصر دہیں"؛ پولی بیوس ۲۸، ۱۴؛ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ افشین کے اناج کی اب بھی اہمیت تھی۔

رھوڈزی سفیر روما جاکر کہتے ہیں کہ اب ہم اختلال کو کسی طرح برداشت نہیں کر سکتے؛ لیوی ۴۴، ۱۴؛ پرو سیاس کی ثالثی؛ ایضاً۔ پرسیوس انطاکوس کے پاس قائم مقام روانہ کرتا ہے؛ پولی بیوس ۲۹، ۴؛ پرسیوس و یومینیس؛ پولی بیوس ۲۹، ۵؛ رھوڈز؛ پولی بیوس ۲۹، ۱۰، ۱۱۔

رھوڈزی ایمیلوس سے صلح کرنے کی التجا کرتے ہیں؛ لیوی ۴۴، ۳۵۔

پرسیوس اور نعا لاس؛ لیوی، ۴۴، ۲۶۔ پرسیوس و گنتیوس؛ پولی بیوس ۲۹، ۳، ۴؛ لیوی، ۴۴، ۲۷۔

آجکل عام خیال یہ ہے کہ روما نے یومنیس کے ساتھ جو برا سلوک روا رکھا اسکا وہ مستحق نہیں تھا، لیکن ہمارے نزدیک حکم محض قیاس ہی قیاس پر مبنی ہے اور جسقدر ثبوت پولی بیوس کی روایت کے تردید کے لئے درکار تھا وہ ابھی تک پیش نہیں کیا گیا۔ درحقیقت اس قول کی ذرا بھی بنیاد نہیں کہ

باب ۱ تھا، اس لئے اس نے تو کچھ نہیں کیا؛ تھمی نیہ نے روما سے دوستانہ انداز

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یومنیس پر غلط الزامات لگائے گئے ہونگے۔ پولی بوس دونوں بادشاہوں کے بابت لکھتا ہے (۲۹، ۸): یومنیس نہ صرف بدمعاش تھا بلکہ طماع بھی تھا، اور جو مقاصد وہ یومنیس کے ساتھ منسوب کرتا ہے وہ اس قسم کے فرد کے لئے بالکل فطری ہیں۔ موم سن ضرور یہ کہتا ہے (۱، ۳، ۸۰) کہ یومنیس نے ہرگز پرسیوس کے ساتھ گفت وشنود نہیں کی ہوگی اس لئے کہ ایسا کرنے میں محض ایک چھوٹی سی بات کے لئے سالہا سال کا کام سپرد خاک کرنا کسی حالت میں مناسب نہ تھا۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسے "چھوٹی سی بات" کی خواہش نہیں تھی بلکہ اس کا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح سے روما کا اثر زائل ہو جائے؛ دیکھو اوپر حاشیہ ۵۔ علاوہ ازیں اسکے اس فعل پر حکم لگانے سے پہلے ہمیں اس اثر کا اچھی طرح سے اندازہ کرلینا چاہئے جو اسکا رومنوں پر پڑا ہوگا۔ رومنوں کا یہ خیال تھا، یا کم ازکم وہ یہ ظاہر کرتے تھے کہ وہ انھیں دوسروں کے جال میں گرفتار کرنا چاہتا ہے، تاہم انھوں نے اسکا تیا پانچا نہیں کیا۔ اس طرح یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس نے سالہا سال کا کام معرض خطر میں ڈالا ہو۔

۲۔ پولی بوس یہ کہتا ہے کہ گو یومنیس ہی پرسیوس اور روما کے جنگ کا باعث تھا، تاہم وہ چاہتا ہے کہ پرسیوس بچ جائے بشرطیکہ وہ اسکی مٹھی گرم کردے۔ اور ہمارے نزدیک اس قسم کا طرز عمل از خود خلاف قیاس ہے نہ یومنیس جیسے شخص میں ناممکن ہے ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سی جنگوں کی دوران میں بعض مرتبہ ہوشیار سے ہوشیار بادشاہ بھی بعض مرتبہ ادھر سے اُدھر چلے جاتے ہیں، اور محض اپنے ذاتی فائدے کی خاطر دوست کو چھوڑ کر دشمن سے جاملتے ہیں؛ اور آجکل جو حکمت عملی ملکی مفاد پر مبنی ہوتی ہے اس سے بھی اس قسم کے نتائج مستنبط ہوتے ہیں۔ الغرض اس میں کونسے تعجب کی بات ہے کہ پہلے تو یومنیس نے روما کے خلاف سازش کی اور پھر اس کے اور پرسیوس کے درمیان بیچ بچاؤ کرنے کے لئے تیار ہوگیا۔ یہاں تک تو اس نے وہی کیا جو کوئی دوسرا بھی کرتا۔ لیکن اب اس معاملے کا سب سے زیادہ عجیب وغریب حصہ آتا ہے، وہ یہ کہ یومنیس صرف اسوقت ثالث بننا چاہتا ہے اگر اسکی مٹھی گرم کیجائے۔ اس نکتہ کو سمجھنے کیلئے ہمیں پرگامم کے خاندان شاہی کے تاریخ پر نظر رکھنی چاہئے۔ اس مملکت کے بادشاہ کے لئے روپیہ سے اہم کوئی چیز نہیں تھی۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ان حکمرانوں کی پشت وپناہ کوئی قوم

سے احتجاج کیا؛ پرگامم و رھوڈز ذرا آگے بڑھے۔ پولی بیوس کہتا ہے باب ۵
کہ یومنیس و پرسیوس کے مابین اس اصول پر گفت و شنود شروع
ہوئی کہ اگر شاہ پرگامم مقدونیہ و روما کے باہمی آویزش میں غیر جانبدار
رہا یا فریقین میں باہم صلح کرادی تو ایسی صورت میں شاہ مقدونیہ کو
پرگامم کے کیا کیا حوالہ کرنے پر مجبور کیا جائے گا؛ قرار پایا کہ غیر جانبدار
رہنے کی حالت میں پانچسو تالنت اور صلح کرانے پر پندرہ سو تالنت کا
مطالبہ کیا جائے گا۔ پرسیوس نے غیر جانبدار رہنے کا معاوضہ لینے سے
انکار کیا اور کہا کہ یہ دونوں فریقوں کے لئے باعث ذلت ہوگا، اس نے
صلح کرانے پر پندرہ سو تالنت قبول کر لئے لیکن کہا کہ میں اس رقم کو
ساموتھریس میں جمع کرا دونگا۔ لیکن یومنیس کو اس کا خوف تھا کہ کہیں
اپنا کام ختم کرنے کے بعد پرسیوس اس رقم کو اٹھا نہ لے جائے، جس کی
وجہ سے گفت و شنود بالکل منقطع ہوگئی۔ پولی بیوس ان دونوں
بادشاہوں کی حماقت کا مذاق اڑاتا ہے، لیکن ہم گنیتوس کے معاملے
سے دیکھیں گے کہ یومنیس بر سر حق تھا۔ رھوڈزیوں نے علی الاعلان
یہ معزز، راستہ اختیار کیا (جو غایت درجہ خطرناک بھی تھا) کہ کسی نہ کسی

بقیۂ حاشیۂ صفحۂ گزشتہ۔ نہیں تھی اور انکی قوت کا واحد دار و مدار روپیہ پر تھا جس کے ذریعہ
سے وہ سپاہی نوکر رکھ سکتے اور جہاز آراستہ کر سکتے تھے انکی حکومت کے آغاز کیوجہ انکی تاریخ میں ایک
مخصوص انداز پیدا ہوگیا ہے۔ انکی حکومت کی ابتدا ایک بڑے بھاری سرمایہ سے ہوئی جو مسروقہ
تھا اور فلے تائروس نے وہی کیا جو ہارپالوس نے کیا تھا، صرف فرق یہ تھا کہ علاوہ روپیہ کے
اس نے قلعہ بند خزانے پر بھی قبضہ کرلیا اور اس طرح اپنی فراست کا ثبوت دیا۔ پرگامم کے حکمران
کے لئے کہ ایک فطری معاملہ تھا کہ خود اپنے مفاد کی خاطر دوسرے کو مدد دینے کے لئے رقم کا مطالبہ کرے۔
یہ کمینہ پن ہو لیکن آپ نہیں کہہ سکتے کہ ایسا فعل خلاف قیاس ہوگا۔
اس سے پہلے بھی روما کے حلیفوں نے اسے دھوکا دیکھے تھے، ایکدفعہ تو جب بغیر انکی رائے لئے
ہوئے ایتولیوں نے فیلقوس کے ساتھ صلح کی اور دوسرے جب مصر اور انطاکوس نے آپس میں سمجھوتا کرلیا تھا
کیا وہ پرگامم کے چالاک بادشاہ سے مشتبہ ہونے میں حق بجانب نہیں تھا۔

باب ۱ طرح سے تنہا، یا ممکن ہو تو پرسیوس کی مدد سے صلح کرادے، اور اس نقطۂ نظر سے اسنے پرسیوس کے سفیروں کو باریاب کیا۔ ۱۶۹ قم کے موسم بہار میں روما میں اپنی وفاداری کا اطمینان دلاتیکے بعد یونان گئے اور وہاں کانسل مارکیوس سے مطالبہ کیا کہ بحری تجارت میں جنگ کے ذریعہ سے رکاوٹ نہ ڈالے۔ اسپر مارکیوس نے انسے کہا کہ آپ سینات سے کہئے، چنانچہ انھوں نے روما اور پرسیوس دونوں سے صلح کرنے کیلئے کہا، اور ۱۶۸ قم میں فیصلہ کن لڑائی سے ذرا پہلے امیلیوس پولوس کے پاس سفیر روانہ کرکے صلح کرنے کے لئے کہا۔ ان سب باتوں سے روما کے خودداری کو بڑی ٹھیس لگی، اور یہ پرسیوس جیسے شخص کے مفاد کی خاطر میں سے رسل و رسائل کرنا اور بیوقوف بننا یا نا اُمید نہ ہونا بالکل ناممکن تھا۔

بجنسہ یہی حشر غالویوں اور الیریائی بادشاہ گینتوس کا ہوا۔ بیس ہزار غالوی شاہ مقدونیہ کے فوج میں ملازم ہونے کے لئے تیار رہتے، لیکن پرسیوس انھیں صرف پانچہزار دینے کے لئے تیار تھا۔ وہ اتنے پر راضی نہیں ہوئے چنانچہ پرسیوس کو انکے بغیر لڑائی لڑنی پڑی اور اس نے انکے غیاب سے نقصان ہی اٹھایا۔ اسیطرح اس نے گینتوس کے ساتھ تعلقات قائم کرنے میں نہ صرف لالچ کا بلکہ بے ایمانی کا بھی برتاؤ کیا۔ اسنے اسے تین سو تالنت دینے کا وعدہ ہی نہیں کیا بلکہ اس کے ایلچی کو اس رقم کے مساوی چاندی پر اپنے آقا کی مہر لگانے کی اجازت بھی دیدی اور کہا کہ میں اس رقم کو فوراً الیریا روانہ کردونگا۔ اسنے دس تالنت تو فوراً گینتوس کے پاس بھجدئیے، لیکن باقیماندہ مہروار چاندی کو منزل مقصود اتنی آسانی سے نہیں پہونچی۔ جونہی گینتوس کے پاس دس تالنت پہونچے کہ اسنے یہ سمجھ کر کہ باقی رقم تو آہی جائے گی، فوراً رومن سفیروں میں سے بعض کو قید کرلیا اور اسطرح روما سے قطع تعلق کرلیا۔ اسپر پرسیوس نے باقیماندہ ۲۹۰ تالنت کو، جو سرحد پار نہیں پہونچے تھے

باب ۱۵

واپس کرلیا اس لئے کہ اس نے سوچا کہ جب دس ٹالنت سے کام نکل گیا تو پھر مزید رقم خرچ کرنے کی کون ضرورت ہے۔ آجکل کے مورخوں کا یہ شیوہ رہا ہے کہ وہ روما کے خلاف رھوڈز، یومنیس اور پرسیوس کی تائید کرتے ہیں حالانکہ اس قسم کے واقعات انکے سامنے ہیں کہتے ہیں کہ روما کو رھوڈز کی حماقت پر ناراض ہونا نہیں چاہئے تھا۔ اور پرسیوس محض لالچ کیوجہہ سے کمینہ پن کا مرتکب نہیں ہوسکتا تھا، اور یومنیس پر بالکل غلط الزامات کی بوچھار کی گئی تھی کہتے ہیں کہ اصل میں روما میں جو تدبّر کی جھلک ہے اسکی وجہ سے لوگ اس سے متعصب ہوگئے ہیں اور یومنیس کے ساتھ بُرا برتاؤ کرنے کے لئے انھوں نے اسپر جو الزامات عائد کئے اسکی وجہ سے لوگوں کا تعصب حق بجانب ہے۔ ہمارے نزدیک یہ کہنا کہ یومنیس پر یہ الزام نہیں لگایا جاسکتا کہ وہ روما کی ناکامی سے اپنا بھلا چاہتا تھا۔ پرسیوس بلاشبہ ایک کنجوس آدمی ہے جو محض اپنے روپیہ کو اپنے پاس رکھنے کے لئے معمولی دھوکہ باز کے روپ میں نظر آنے لگتا ہے، رہے رھوڈزی تو انھوں نے سفیہانہ افعال کے مرتکب ہوئے ہوں لیکن انھیں کمینہ نہیں کہا جاسکتا لیکن کیا بڑے پیمانے کے سیاسیات میں بہ نسبت کمینہ پن کے بیوقوفانہ حرکات کا زیادہ خمیازہ بھگتنا پڑتا ہے ؟ کیا انھیں جو محض رسمی حقوق پر تکیہ کرکے اپنے قومی ہمسایوں کے معاملات میں دخل درمعقولات کرتے ہیں نیچا نہیں دیکھنا پڑا۔ آخر کار مقدونیہ کی قسمت کا فیصلہ ۱۶۸ء ق م میں ہوگیا[۱۱۷]۔ واقعہ

۱۱۷ جنگ پدنا اور اسکے اثرات :- دیکھو پارہ جات کلنٹن F.H. clinton ۴۸ -

۱۶۸ء ق م کے بعد مقدونیہ کی حالت : لیوی ۴۵ ، $\frac{29}{32}$ - چار قسمیں مفصلہ ذیل تھیں : (۱) مشرق میں نستوس دسٹر کے درمیان، جس میں ہرقلیہ سنتی کے اور سٹری مون کے مغرب میں بسالتے کا ملک شامل تھا۔ اس کا مستقر امفی پولس تھا۔ (۲) اس سے مغرب میں دریائے اکسیوس تک کا ملک جس میں اندرون ملک کا ضلع پیونیہ اور ساحلی علاقہ جات خالکدیس، کاسانڈریہ اور تھسالونیکے شامل تھے اور جس میں سے آخر الذکر پائے تخت بن گیا (۳) دریائے اکسیوس سے دریائے پے نیوس تک

باب ۱

یہ ہے کہ حال میں صورت حال روما کے لئے بغایت مخدوش ہوگئی تھی اسلئے کہ مقدونیہ نے اپنی بحری قوت کو ترقی دینے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا اور تھسالونیکا تک تمام ساحل کا مالک بن بیٹھا تھا اور اس طرح پرسیوس کا سمندر پر وہی اقتدار ہوگیا تھا جو فیلقوس ولد امین تاس کا اسوقت تھا جب وہ ایتھنز والوں کے خلاف تیاریاں کر رہا تھا۔ لیکن جونہی روما نے ایک قابل سپہ سالار میدان بھیجا مقدونیہ کی گویا موت آ گئی یہ ۱۶۸ ق م روما سے اسی سپہ سالار کا بیٹا جو کانائے میں کام آیا تھا، یعنی ل۔ ایملوس پولوس مقدونیہ آیا اور کمانداری کا کام اپنے سر لیا۔ اس سے پہلے بتقی چودہ سال پہلے وہ کانسل رہ چکا تھا، اور اسوقت بھی اسنے اپنی ایمانداری شان اور علو فطرت کا پورا ثبوت دیا تھا۔ اسکی روما کے دوسرے اعیانی خاندانوں کے ساتھ قریب کی عزیز داری تھی۔ اسکا بڑا بیٹا تبنیت کے ذریعے سے خاندان فابیوس کا رکن بنگیا، دوسرے بیٹے کو فاتح زاما نے اپنا بیٹا بنالیا اور آگے چلکر خود اُس نے قرطاجنہ فتح کرلیا۔ رومیوں نے اتنا بڑا لشکر جمع کرلیا تھا کہ جو فوج پرسیوس سے لڑی اسمیں پچاس ہزار پیدل اور دو ہزار سوار جو گنتیوس سے لڑ رہی تھی اسمیں تیس ہزار پیدل اور دو ہزار سوار شامل تھے۔ موخرالذکر فوج نے جسکا سپہ سالار امیلوس تھا، اسکودرہ (سقوطری) فتح کرلیا، گنتیوس کو گرفتار کرکے روما روانہ کردیا۔ پرسیوس اسوقت تک دیوم میں تھا، لیکن اب اسے سی پونا سیکا کے ایک جناحی حرکت کی وجہ سے

بقیۂ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ جسمیں یونیہ کا مغربی حصۂ ایدلیسہ بیرویہ اور پیلا شامل تھے، اس علاقہ کا پایۂ تخت پیلا تھا۔ (۴) کوہ بورا کے مغرب کا علاقہ جسمیں اقوام ایوروائی و تکیستائی اور شہر پیلاگونیہ مع اُن تانیہ و ایلی میوتس تھے، اور جس کا صدر مقام پیلاگونیہ تھا۔

چاندی اور تانبے کے سکے، کتبہ "ما کے دونوں پر دیمیں" وغیرہ، ہیڈ، ص ۲۰۸۔

دیکھو فلورا ہے حسن کی دلچسپ رائے تجمہ مقدونیہ کے متعلق جسکا اقتباس اس سے پہلے دیا جا چکا ہے، باب ب، حاشیہ ۲۔

پیدنا کا رُخ کرنا پڑا اور اسی جگہ فریقین میں جو جنگ ہوئی اسمیں بادشاہ کو شکست فاش ہوئی۔ اس جنگ میں بھی ناہموار زمین کی وجہ سے مقدونوی جتھے میں یکسانی باقی نہیں رہی جسکی وجہ سے ان مقامات میں جہاں شگاف ہوگئے تھے، رومن پیدل فوج نے قیامت برپا کردی۔ آخر کار مقدونوی سوار میدان چھوڑکر بھاگ گئے۔ کہتے ہیں کہ اس معرکے میں بیس ہزار مقدونوی مارے گئے اور دس ہزار گرفتار ہوگئے، اور رومنوں کا بیان ہے کہ انکی طرف کے صرف سو آدمی کام آئے۔ بہر حال اس جنگ سے پرسیوس کا کام تو تمام ہوگیا۔ اور نہ صرف یہ کہ اسکے تمام صلاح کاروں نے اسکا ساتھ چھوڑ دیا بلکہ شہروں نے بھی ہتھیار ڈال دیئے۔ الغرض شاہ مقدونیہ تھوڑے سے کریٹی اجیر سپاہیوں کو لے کر امفی پولس پہونچا، جہاں کے باشندوں نے اس سے استدعا کی کہ براہ خداکسی اور جگہ تشریف لے جائیے۔ اسپرساس تالنت کریٹی سپاہیوں کے پاس چھوڑکر اور دو ہزار تالنت ساتھ لیکر شاموتھریس بھاگ گیا۔ لیکن یہاں اس نے سنا کہ پاس ہی اوکتاویوس جہاز میں بیٹھا ہوا چکر لگا رہا ہے، چنانچہ اس خوف سے کہ کہیں اسے اس رومن امیر البحر کے حوالہ نہ کردیا جائے۔ اس نے تھریس بھاگنے کی کوشش کی اور ایک کریٹی جہاز پر اپنے خزانہ کا ایک بڑا حصہ لاد دیا تاکہ رات کے اندھیرے میں خود روانہ ہوجائے۔ لیکن جب وہ روپیہ جہاز میں چھوڑکر کنارے پر آیا تو (بالکل ویسے ہی جیسے اُسنے گینتوس کے ساتھ کیا تھا) کپتان اسکا روپیہ لے کر فرار ہوگیا۔ اب اسکے بچوں کے استاد نے سب سے چھوٹے لڑکے کو غنیم کے حوالہ کردیا، ملکہ شام بھاگ گئی جہاں پہونچکر اس نے اپنے بھائی دیتر یوس اوّل سے نکاح کرلیا اور خود پرسیوس نے اپنے بڑے لڑکوں سمیت ہتھیار ڈال دیئے۔ اسکے بعد اسے رومن اپنے کیمپ میں لے آئے جہاں اسکے ساتھ شاہانہ برتاؤ نہیں کیا گیا۔

یہ بات بالکل طے شدہ تھی کہ مقدونیہ میں ملوکیت کے لئے کوئی جگہ باقی نہیں، چنانچہ آئندہ دستور ملکی کے طے کرنے کے واسطے حسب سابق

دس ارکان کا ایک ماموریہ بھیجا گیا۔ اسنے علاوہ سرحدی اضلاع کے مقدونوی سے ہتھیار لے لئے، محاصل کو نصف کر دیا اور کانوں اور شاہی جاگیروں کو بے کاروبار چھوڑ دیا اور حکم دیا کہ سربرآوردہ مقدونوی روما جائیں۔ ساتھ ہی مقدونیہ کو چار اضلاع میں تقسیم کر دیا گیا اور حکم دیا کہ ہر ایک ضلع والوں کو صرف اسی ضلع والے کے ساتھ شادی بیاہ اور تجارتی تعلقات رکھیں۔ ان اضلاع کے بلدیات دیہات بالکل آزاد تھے اور واقعہ یہ ہے کہ انکے قائم مقام چار مجالس میں مجتمع ہوتے تھے۔ روما نے مقدونیہ کو بالکل تھسلی کی طرح اس اصول پر منظم کرنا چاہا کہ اب مقدونیہ نے اپنے بادشاہ کو تو بالکل یکہ و تنہا چھوڑ دیا ہے، چنانچہ اب وہ رفتہ رفتہ چار عہدیتوں میں اپنے آپکو منقسم کریں گے اور امتداد زمانے سے انھیں اسی کی عادت پڑ جائیگی، اور چونکہ بعض قدیم یونانی شہر مثلاً امفی پولس اس نظام کے جزو تھے اس لئے اسکی کامیابی میں اور بھی زیادہ آسانی پیدا ہو جائے گی۔ گو واقعات امیدوں سے بالکل مغائر اور گو بہت سے دعویداروں کے پیرو بھی پیدا ہو گئے لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جدید نظام قدیم نظام سے بدتر تھا، بلکہ اس سے صرف یہی ثابت ہوتا ہے کہ شاہی خاندان خواہ کیسا ہی ناجائز اور انتی گونسیوں کی طرح کیسا ہی نا اہل کیوں نہ ہو، جذبۂ وفاداری آسانی سے مردہ نہیں ہوتا۔ آخر میں ہمیں صرف یہ کہنا ہے کہ اس بندوبست کے ماتحت الیریا کی آزادی برقرار رہی۔

باشلہ

یونان کی صورت حال اس سے بھی پیچیدہ تھی اسلئے کہ یہاں بہت سوں نے ذہنی طور پر مقدونیہ کا ساتھ دیا تھا اسلئے کہ اول تو نظری خیالات کو دور سے ہی فروغ پہونچتا ہے اور دوسرے یہ بھی ممکن ہے کہ بہت سے یونانیوں کو پرسیوس میں سے انکا اتنا قرب نہیں تھا جتنا اسکے باپ سے، حریت اور آزادی کے علمبردار کی حیثیت سے نظر آتا ہو گا[۱]۔ اسکے برعکس اس حصۂ ملک میں روما کے بعض ہمنواؤں نے

[۱] یونان۔ رومنوں نے اکائیائیوں کو مدد بھیجنے سے باز رکھا؛ پولی بیوس ۲۹ ۱۰ب-۲۴۔ لیزیکوس؛

باشا

نہایت ظلم و ستم کا سلوک کیا تھا، مثلاً ایتولیہ میں لیزیکوس نے رومن سپاہیوں
کی مدد سے پانچسو مخالفوں کو قتل کیا تھا گو اسکے پاداش میں سے بیوس
کو جسنے اپنے سپاہیوں سے جلادوں کا کام لیا تھا، بعد میں سزا دی گئی۔ واحد
یونانی دولت جو اب بھی تھوڑی بہت اہم تھی، اکائیہ تھی جیپر اس زمانے میں
روما کا دوست کالیکراتیس حکومت کرتا تھا، لیکن اکائیائی اسے دل سے
ناپسند کرتے تھے اس لئے کہ انہیں یہ کسی آن پسند نہ تھا کہ انکا حاکم ہمیشہ
روما کی جوتیاں سیدھی کرتا رہے۔ اب کالیکراتیس اور اسکے ہمنواؤں نے
اپنے مخالفوں پر رومن اصول سے غداری کا الزام لگایا۔ نہ صرف
اکائیہ میں بلکہ دوسرے یونانی ریاستوں میں بھی اس قسم کے الزامات کا
حال سننے میں آیا ہے جہاں روما کے موئیدوں نے اپنے مخالفوں پر
ایسے الزامات کی بوچھار کردی اور اس پردے میں اپنے ذاتی اغراض
پورے کئے نہ صرف یہ بلکہ وہ لوگ جنھیں سخت سخت الزامات لگا کر
ماخوذ کیا جاتا تھا انھیں روما جاکر اپنی صفائی پیش کرنی پڑتی تھی۔ ایسے ملزموں
میں ہم ایتولیہ، وکارنانیہ، ایپائروس، بیوتیہ اور خاص کر ایتولیہ کے شہریوں
کے نام دیکھتے ہیں اکائیہ میں تو کالیکراتیس روما کے مخالفوں کو چن چن کر
ماخوذ کرتا تھا چنانچہ جب اس نے بہت سوں کو ماخوذ کرلیا تو انمیں ایک
یعنی زینو نے (جسے اپنی معصومیت کا پورا یقین تھا) یہ کہا کہ میں روما

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ — لیوی، ۴۵، ۲۸ –
یونانی روما طلب کئے جاتے ہیں؛ لیوی ۴۵، ۱۳۔ روما کے متعلق دوسرا احکام؛ ایضاً
دس سفیر ایسے یونانیوں کو نامزد کرتے ہیں جن کا اٹلی جانا لازمی ہے؛ پولی بوس ۳۰،
۱۳؛ نیز دیکھو پوسانیاس ۷، ۱۰، ۷ وغیرہ۔ جب یہ اٹلی پہنچ جاتے ہیں تو رومن انکے موجودگی
کیوجہہ سے بڑے پریشان ہوتے ہیں؛ پولی بیوس ۳۱، ۸۔ مقابلہ کرو ہرٹزبرگ ۱، ۲۱۷، جہاں
معلوم ہوتا ہے کہ تفصیلات صاف نہیں ہیں۔
ایتھنز انعام کا مستحق سمجھا جاتا ہے؛ پولی بوین ۳۰، ۲۱؛ ہرٹزبرگ ۱، ۲۱۹؛ مقابلہ کرو
ایضاً ۱، ۱۴۸ –

باب۵۱
پہونچکر اپنی بریت کا پورا ثبوت دیدوں گا جسکی وجہہ سے جب اسے اور بعض دوسروں کو پکڑ کر روما بھیجا گیا تو بہت سوں کی نظروں میں اس کے اس کردار کو ظلم نہیں سمجھا گیا۔ ایسے ملزموں کی تعداد ایک ہزار سے بھی زیادہ تھی) سب سے زیادہ افسوس اسبات کا ہے کہ جب یہ سب روما آئے تو کسی کو انھیں کسی عدالت میں پیش کرنے کا خیال بھی نہیں ہوا اور رومن خود یہ طے نکر سکے کہ آخر انکے ساتھ کس قسم کا سلوک کیا جائے چنانچہ یہ مختلف مقامات میں تقسیم کردیے گئے اور انھوں نے اپنی زندگی نہایت ہی تکلیف میں گزاری۔ ایتولی کے اندرونی کوس اور تھیفنز کی نیون جنھوں نے تھینز کو پرسیوس سے مخالفہ کرنے کی صلاح دی تھی، انہیں جان سے مروا ڈالا گیا۔ ایتھینز کو ضلع ہالیارتوس مل گیا۔

روما کے غیر وفادار دوستوں کا حشر مفصلۂ ذیل ہوا: ۔ رھوڈزیوں نے روما کی مخالفت اختیار کی تھی[۱۶] لیکن اب روما کی فتح کے بعد وہ بالکل پلٹ پڑے اور اس سے معافی کی التجا کی اور ساتھ ہی اس فریق کے سرگرمہ

---

[۱۶] رھوڈز ۔ پولیاراتوس ؛ پولی بیوس ۳۰، ۹ ۔

روما میں رھوڈزیوں کی شکایات : پولی بیوس ۳۱، ۷؛ مقابلہ کرو گلبرٹ ۲، ۱۷۶۔
ہمارے نزدیک کاؤنوس شٹلہ قم کے عظیم بحران ہی میں رھوڈز سے ملحق ہوگیا ہوگا۔ (دیکھو اوپر باب ۷۱، حاشیہ ۲)؛ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ بطلیموس کے جن وزرا نے ایشیائے کوچک شام کے حوالہ کیا۔ انھوں نے اپنے ایک سپہ سالار کو روپیہ کے معاوضے میں رھوڈز کے ساتھ کاروبار بھی کیا لیکن سلیوکوس کا یہ بیٹا انطاکوس کون ہے جسنے استراتونکیہ کا تحفہ رھوڈز کو دیا؟ ظاہر ہے کہ یہ انطاکوس اول تو ہوگا نہیں؛ ممکن ہے کہ سلیوکوس سوم کا کوئی چھوٹا بیٹا ہو۔ (دیکھو اوپر باب ۱۰، حاشیہ ۳)؛ لیکن پھر انطاکوس سوم میں کیا مضائقہ ہے؟ ممکن ہے کہ اس نے اس ترکیب سے رھوڈز کو اپنا ہمنوا کرنے کی کوشش کی ہو۔ اگر رھوڈز کی ان دو شہروں سے ۱۲۰ تالنت آمدنی تھی تو ہم ان کے شہریوں کے غیر مطمئن ہونے کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں؛ اور اس کا اندازہ کر سکتے کہ جب ایتھنز پانچویں صدی میں جب ایتھنز تمام رھوڈز سے صرف ۲۰۰ تالنت وصول

کو قید کرلیا جو ابھی حال ہی میں ذی اقتدار ہوئی تھی۔ اس گروہ کا ایک رکن پولیاراتوس تھا جسنے رومنوں کے قبضے میں آنے سے پہلے بہت سے چولے بدلے تھے۔ پہلے تو وہ مصر، پھر فاسے لس، اسکے بعد کاؤنوس اور آخر میں کبیرہ میں بھاگ گیا، جہاں کے خودسر حاکم نے اسے رھوڈزیوں اور رومنوں کے حوالہ کردیا۔ سنہ ۱۶۷ ق م میں مارکوس یوونتیوس نے مجلس سینات کی اجازت لئے بغیر ایک تحریک پیش کی کہ رھوڈز کے خلاف اعلان جنگ کردیا جائے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اسکا اصل مقصد یہ تھا کہ اس مہم کا سالار اس کو مقرر کیا جائے تاکہ اسکے ہاتھ بہت سا مال غنیمت آئے لیکن سمجھدار لوگوں نے فوراً بھانپ لیا کہ رھوڈز کو برباد کرنے کی مطلق کوئی وجہ نہیں، اور جب کاتو نے اسکی تردید کی اور تری بیونوں نے مداخلت کی تو بالآخر تحریک مسترد ہوگئی۔ تاہم رھوڈز کے خلاف کچھ نہ کچھ کارروائی کرنی تو ضرور ہی تھی۔ پہلے تو اسکا غیر جانبدار رہنے کا اختیار سلب کیا گیا اور اسے رومن محالفے میں شامل ہونا پڑا، پھر اسے کاریہ اور لکیہ سے دست بردار ہونا پڑا۔ لیکن جس چیز کی رھوڈز والوں پر خاص طور پر زد پڑی وہ یہ تھی کہ ان ممالک کے علاوہ انھیں کاؤنوس اور استراتونیکہ بھی چھوڑنے پڑے حالانکہ انھوں نے یہ کہا کہ یہ دونوں شہر انطاکوس سے نہیں لئے گئے بلکہ کاؤنوس تو انھوں نے بطلیموس کے ایک سپہ سالار سے خریدا تھا، اور استراتونیکہ انھیں انطاکوس ولد سلیوکوس نے تحفۃً دیا تھا، اور دونوں سے انھیں سالانہ ایکسو بیس تالنت کی آمدنی ہوتی تھی۔ بعد میں انھوں نے اندرون ملک شہر کالیندہ پر قبضہ کرلیا جو کاؤنوس سے باغی ہوگیا تھا۔ اسی طرح بلکہ شائد اس سے بھی زیادہ انھوں نے اس بات کو برا مانا کہ روما نے جزیرۂ دیلوس کو ایک آزاد بندرگاہ بنادیا جسکی وجہ سے مشرقی بحیرۂ روم کے تجارت کا بیشتر حصہ رھوڈز سے دیلوس کو منتقل ہوگیا، اور رھوڈز کی شکایت کی کہ اس طریقے سے محاصل دس لاکھ درہم (۱۶۶ ⅔ تالنت) سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کرتا تھا تو اسکی حکومت کیسی خوشگوار ہوگی (جلد ۲، باب) دیکھو نیچے ۶، باب ۲۰، نتیجہ

باب ۳۱

باب ۵۱ گھٹ کر ایک لاکھ پچاس ہزار درہم (یعنی ۲۵ ٹالنٹ)[۱] رہ گئے۔
یومنیس کے ساتھ جو سلوک کیا گیا وہ رھوڈز کے برابر سخت نہیں تھا اور
نہ روما کو اسکے رویہ میں اسقدر نقص نظر آتا تھا[۲]۔ یومنیس کا بھائی اتالوس
رومنوں کو انکی فتح کی مبارکباد دینے کے لئے روما آیا اور یہاں پہونچکر اسنے
استدعا کی کہ روما اسے غالطیوں کے خلاف (جنھوں نے پرگامم پر دوبارہ حملہ
کر دیا تھا) مدد دے۔ بظاہر تو اسکے روما آنے کا مقصد یہی تھا۔ لیکن ساتھ
ہی اسے یہ بھی دیکھنا تھا کہ آیا روما یومنیس پر کوئی وار تو کرنا نہیں چاہتا۔ اسے
یہ بتایا گیا کہ روما یومنیس سے مطمئن نہیں ہے لیکن اسکے ساتھ ہی اسنے اتالوس
کے خلاف کوئی ایسی شکایت بھی نہیں اور وہ جو چاہے روما سے درخواست
کر سکتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ رومنوں کو پرگامم کی تقسیم ناگوار ہرگز نہ ہوتی۔
اتالوس دگرگوں ہو رہا تھا کہ اسکے طبیب سترابیوس نے جو اسکے سیاسی صلاح کار
کی حیثیت سے اسکے ساتھ تھا، اس سے کہا کہ آپکو اپنے مفاد کو اپنے بھائی
مفاد سے جداگانہ نہیں سمجھنا چاہیے چنانچہ اس نے اپنے لئے اینئی نوس
و مارونیہ کا مطالبہ کیا۔ یہ ایک مدبرانہ تحریک تھی اس لئے کہ پرگامم کے

؎۱ پرگامم۔ آجکل بادشاہوں کو جس روشنی میں دیکھنے کا دستور ہے اس سے بھی پرگامم کے حکمرانوں کو
فائدہ ہی پہونچتا ہے۔ بلاشبہ اتالوس اول کی بیوی اپولونیہ اور اسکے بچوں کے باہمی تعلقات نہایت عمدہ
تھے: دیکھو فریکل، نمبر ۱۶۹۔ لیکن ہماری دانست میں روما میں اتالوس کے برتاؤ کی از حد واقعہ تعریف
کیجاتی ہے حقیقت یہ ہے کہ پہلے تو استراتیوس نے اپنے دلائل سے اسکے برادرانہ جذبات کو مشتعل
کرنا پڑا تھا؛ پولی بیوس، ۳۰، ۱ تا ۳۔ دیکھو وہ قصہ جو پلوٹارک نے De frat. amore ۱۸ میں
بیان کیا ہے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ اتالوس بادشاہ بننے کا کس درجہ کا خواہاں تھا۔ غالطیوں کے ساتھ
جنگ کے لئے دیکھو دیودوروس ۳۱، ۱۴ کے بموجب غالطیوں کو شکست ہوئی اور تمام قوم کی قوم مغلوب
ہوگئی دیکھو فریکل نمبر ۱۶۔ یومنیس کے لڑائیوں اور اتالوس کی سیکھنے کے ساتھ پسیدیہ میں جنگ
کے لئے دیکھو تروگوس، تمہید ۳۴۔
؎۲ پروسیاس، پولی بیوس ۳۰، ۱۹۔

اراضی کم ہونے کے بجائے اس نے گویا اسمیں ہر ایک طرح کے اضافہ کی درخواست کی۔ ظاہر ہے کہ رومن اسے کب مان سکتے تھے چنانچہ انھوں نے ان دو شہروں کو آزاد کرنا ہی پسند کیا۔ ادہر انھوں نے غالطیوں کے پاس اپنے سفیر روانہ کئے اور ان سے کہلوایا کہ انھیں امان تمام رکھنا چاہئیے، لیکن چونکہ غالطی اس بات سے اچھی طرح سے واقف تھے کہ یومنیس دق ہوتا رہا تو رومن خوش ہونگے اسلئے انھوں نے ان سفیروں کا کہنا نہیں مانا۔ انھیں ایشیا کے عام بندوبست کے لئے بھی مامور کیا گیا تھا، چنانچہ یہ سارڈس گئے اور وہاں دس روز تک ان سب شکایتوں کو سنتے رہے جو کسی کو شاہ پرگامم سے تھیں۔ یومنس چاہتا تھا کہ روما جاکر اپنے خلاف جملہ الزامات کی جواب دہی کرے لیکن جب وہ برونڈیزیوم پہونچا تو اسے معلوم ہوا کہ مجلس سینات نے تصفیہ کرلیا ہے کہ اب کسی بادشاہ کو خوش آمدید نہ کہے گی، اور اگر اسے کچھ کہنا ہے تو وہیں سے پیام کہلوا دے ورنہ اٹلی سے چلا جائے۔ اُسنے اٹلی سے چلا جانا ہی مناسب سمجھا اور اسکے بعد روما کی طرف سے اس "بدمعاش" کی کوئی مزاحمت نہیں ہوئی بلکہ وقت آیا تو اس نے غالطیوں کو کھلے میدان میں شکست بھی دیدی۔

پروسیاس پہلے ہی سے روما پہونچ گیا تھا نہایت ہوشیاری سے رومنوں کو رام کررہا تھا۔ عوام الناس کے سامنے وہ آزاد شدہ غلام کے کپڑوں میں یعنی گھٹا سر، ساڑھی اور ٹوپی پہنے ہوے نکلتا تھا، سینات گاہ کی دہلیز چومتا تھا اور سیناتیوں کو معبودوں کا رتبہ دیتا تھا۔ اس سے ایک طرف تو سینات محظوظ ہوتی اور دوسری جانب اسکے ارکان کو یہ خیال ہونے لگا کہ ایسا شخص جو اپنے آپکو اتنا ذلیل کرے، پستی اخلاق کی اس حد کو پہونچ گیا ہے کہ کسی قومی شوکت مملکت کا آلۂ کار آسانی سے بن سکتا ہے۔ الغرض رومنوں نے اسے اپنے دوست کی حیثیت سے ایشیا واپس جانیکی اجازت دے دی اور ساتھ ہی اشارہ کردیا کہ چاہو تو یومنیس کے لئے معاملات کو ناخوشگوار بنا دینا۔

باب

ہم شام اور مصر کے باہمی تنازعات کا اس سے پہلے اسی باب میں مختصراً تذکرہ کر چکے ہیں اور یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تھوڑی دیر کے لئے ناظرین کی توجہ اسی جانب دوبارہ مبذول کریں۔[1] ہم دیکھ چکے ہیں کہ انطاکوس چہارم "ایپی فانیس" نے بطلیموس چہارم "فلومیتور" کو بہت دبا لیا تھا۔ اسنے اسے گرفتار کر لیا تھا اسکے ساتھ اچھا سلوک کیا تھا اور بظاہر بطلیموس کی ایما سے مصر زیرین کو فتح کر کے میمفس میں خود اپنی تاجپوشی کرائی تھی۔ اسپر اسکندریہ کے لوگ جنہیں رومن فریق کا عنصر غالب تھا بغاوت کر بیٹھے اور فلومیتور کے بھائی یورگیتیس دوم "فیسکون" کو بادشاہ بنا کر اپی فانیس کو علاوہ پیلوزیم کے باقی تمام ملک مصر کا تخلیہ کرنے پر مجبور کیا۔ اب فیسکون اور آزاد شدہ فلومیتور نے آپس میں سمجھوتا کر لیا۔ انطاکوس نے دوبارہ مصر پر اکائیوں کی مدد سے حملہ کیا لیکن اسے اس مرتبہ بھی ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ یہاں تک کا قصہ ہم بیان کر چکے ہیں جو اب شاہ سوریہ نے قبرص اور پیلوزیوم کا الحاق کرنا چاہا، لیکن عین اس موقعہ پر پیدنا کی جنگ کی وجہ سے بساط بالکل پلٹ گئی اور اس تبدیلی کے اثر سے مشرقی ممالک بھی بچ نہ سکے۔ روما کے مخالفین بددل ہو گئے اور رومنوں نے فی الفور وار کر دیا۔ انھوں نے یہ طے کر لیا تھا کہ کچھ ہو سنہ ۱۹۶ ق م کے واقعات کا کسی طرح سے اعادہ نہیں ہونا چاہئیے (دیکھو باب ۷، حاشیہ ۲) اور ملک شام کو پھر روما پر کسی طرح سے بازی نہیں لے جانا چاہیے۔ بہرحال پوپلی لیوس لینا س سکندریہ سے باہر انطاکوس کے کیمپ میں سفیر بن کر پہونچا اور بادشاہ کو سینات کی طرف سے یہ پیام دیا کہ اب آپکو فوراً مصر سے دست کشی کر دینی چاہئیے! انطاکوس

---

[1] معر و شام کلیس، پاولی، ج ۲، ۱، ۲۱۸، کلنٹن Clinton: Fas. Hell. ۳۲۰/۳۲۲ (سواریہ)، ۲۹۰/۲۹۲ (مصر)۔ مصر میں انطاکوس کی چار جہات فرض کر لی جاتی ہیں، یعنی سنہ ۱۷۱ قم، سنہ ۱۷۰ ق م، سنہ ۱۶۹ ق م، سنہ ۱۶۸ ق م۔ قدیم مضمونوں کے اقتباسات کے لئے دیکھو کلنٹن۔ انطاکوس چہارم اپنے باپ انطاکوس سوم کے قدم بقدم چلا، اور جسطرح موخرالذکر بطلیموس ایپی فانیس پر چھا گیا تھا اسی طرح انطاکوس چہارم، فلومیتور پر حاوی ہو گیا۔ دونوں مواقع پر روما نے کھیل بگاڑ دیا۔

نے جواب دیا کہ بہت اچھا میں سوچونگا۔ اسپر پولی بیوس نے اپنی چھڑی سے ریت پر ایک دائرہ کاڑھا اور کہا کہ آپ اس حلقے سے باہر نکلنے سے پہلے مجھے جواب دیجئے کہ میں سینات سے جاکر کیا کہوں"۔ بادشاہ نے خوف زدہ ہوکر وعدہ کیا کہ سینات کے حکم کی تعمیل کروں گا اور پیلوزیوم خالی کردیا۔ اسپر پولی بیوس قبرص گیا اور وہاں پہونچکر شاہی بیڑے کو چلے جانے کا حکم دیا۔ لیکن انطاکوس کا کیلے سوریہ، فینیقیہ اور فلسطین پر برابر قبضہ رہا۔ مصر کی حالت وہی ہوگئی جو پہلے تھی یعنی وہ ازسرنو ایک ایسا ملک بن گیا جسکے حکمراں روما کے خلاف کچھ نہ کریں تو جیسے چاہیں حکومت کریں۔

امیلیوس پولوس کے روما واپس جانے سے پہلے وہ اپنے بیٹے سی پیو امیلیانوس اور یومینس کے بھائی اتھے ناوس کے ساتھ یونان میں ہوکر گزرا۔ اولمپیا میں اس نے زیوس کے نام پر قربانی کی، ولفی میں پرسیوس کی جگہ اس نے اپنابت استادہ کیا، اتھینز میں پرائیوس اور شہر کے درمیان والی فصیلوں کی بہت تعریف کی (لیکن یہ فصیلیں اب جنگ کے قابل کسی حالت میں نہیں رہی تھیں)، امفی پولس میں اس نے یونانی کھیل منعقد کئے جہیں ناٹک ورزشی مقابلے اور گھڑ دوڑیں تھیں، اسکے بعد اس نے مقدونیہ کا مال غنیمت جہازوں پر لادا اور جو ہتھیار وہ اپنے ساتھ لیجانا نہیں چاہتا تھا انہیں جگہ جگہ جمع کرکے آگ لگادی۔ کنے یوس اوکتاویوس بیڑے کو اٹلی لے آیا۔ خود امیلیوس فوج لیکر ایپائروس گیا اور ان اضلاع کو تاراج کیا جو پرسیوس سے مل گئے تھے، وہ اس لئے کہ جن سپاہیوں کو مقدونیہ میں مال غنیمت نہیں ملا تھا وہ بھی مالا مال ہوجائیں۔ علاوہ ازیں ڈیڑھ لاکھ غلام بناکر فروخت کردیے گئے اور جو روپیہ آیا انہیں سے ہر سوار کو چارسو اور ہر پیدل کو دوسو دینار ملے لیکن اسپر بھی انکا پیٹ نہیں بھرا۔

سینات نے طے کیا کہ امیلیوس پولوس کو فاتحانہ جلوس کی اجازت دی جائے اور ساتھ ہی اس اعزاز کا مستحق امیر البحر اوکتاویوس اور فاتح

باب ۱۵ گنیتوس یعنی انی کیوس کو بھی قرار دیا[۱۹] اور عموم روما سے درخواست کی گئی کہ حسب معمول ان تینوں کو تین روز کے لئے حدود بلدی کے اندر فوجی اختیارات عطا کئے جائیں۔ لیکن سلپی کیوس گلبا نے، جو ایک لیجن کے ٹری بیون کی حیثیت سے امیلیوس کی فوج میں لڑا تھا اور جس کا اپنے سپہ سالار سے کچھ جھگڑا ہوگیا تھا، لوگوں پر اثر ڈالا کہ امیلیوس کو یہ اقتدار نہ دیا جائے، اور بہت سے سپاہی جو اپنے حصۂ غنیمت سے مطمئن نہیں تھے، اسکے ساتھ ہوگئے، چنانچہ سینات کی تحریک بہت مشکل سے منظور ہوئی۔ بہرحال فاتح پیدنا کا جلوس نہایت تابناک تھا اور لوگوں کو خزانوں کی نمائش اور پرسیوس اور اسکے اولاد کی تذلیل بہت پسند آئی۔ لیکن وہ فاتح غم و اندوہ میں مبتلا تھا اسلئے کہ حال ہی میں اس کے دو بیٹے ضایع ہوگئے تھے۔ اوکتاویوس اور انی کیوس کے جلوس کی سادگی سے امیلیوس کے جلوس کی شان اور بھی بڑھ گئی۔

اس جلوس کے بعد پرسیوس قید میں سڑتا رہا اور لوگ اسے ایسا بھولے کہ اگر اسکے ساتھی قیدیوں کو ترس نہ آتا تو شائد وہ بھوکا مرجاتا۔ اسکے بعد اسے محبس فوکینوس پر شہر البا بھیجدیا گیا۔ اسکی موت کے تھوڑے عرصے بعد اس کا بڑا بیٹا بھی فوت ہوگیا؛ چھوٹا بیٹا بہت دن زندہ رہا اور البا کے بلدیہ میں خرادی اور محرر ہوگیا۔

---

[۱۹] امیلیوس کا فاتحانہ جلوس، لیوی ۴۵، ۳۹ وغیرہ؛ پلوٹارک ۳۲ وغیرہ کلیس، پاؤلی ۵، ۸، ۱۳۶؛ پرسیوس کے حشر کے متعلق؛ ایضاً۔

ہیاں فی، ۴۴۴ وغیرہ میں روما کے یونانی طرز عمل پر دلچسپ رائے کا اظہار کیا گیا ہے۔

باب ۱۹

باب نوزدہم

تاراجی کورنتھ

دنیائے یونان خصوصاً مشرق کی حالت تقریباً ۱۴۰ سنہ ق م میں (سیاسی نقطۂ نظر سے)

۱۶۸ سنہ ق م تا ۱۴۶ سنہ ق م

روما نے مقدونیہ اور اکائیہ کو جس پہلو سے بٹھایا تھا اس پہلو سے انھیں چین نہیں ملا۔

مقدونیہ میں اندریسکوس نامی شخص نے جو اودرامیتیوم کا باشندہ تھا، دعوی کیا کہ میں پرسیوس کا بیٹا ہوں اور بہت سے لوگ اسکے علم کے نیچے آگئے[1]۔ دیمیتریوس شاہ سوریہ سے مدد کا طالب ہوا تھا لیکن اس بادشاہ نے مدد دینے کے بجائے اسے رومنوں کے حوالہ کردیا، مگر وہ رومنوں کے حبس سے فرار ہو کر سیدھا مقدونیہ پہونچتا ہے اور

[1] مہافی کی کتاب "دنیائے یونان بہ سیادت روما" Mahaffy: The Greek world under Roman sway" (لندن ۱۸۹۰ء) اب اہم ہوجاتی ہے۔ مقدونیہ میں بغاوتیں؛ ہرتزبرگ ۱، ۲۴۸، ۲۵۵، ۲۶۰۔ صوبہ مقدونیہ ایضاً ۲۶۰۔

باب ۱۹ وہاں بہت سے مقدونوی اُسے "فیلقوس" شاہ مقدونیہ تسلیم کر لیتے ہیں۔
یہاں سے وہ آگے بڑھ کر تھسلی جا پہونچتا ہے لیکن سسی پونا سیکا اسے
وہاں سے نکال دیتا ہے۔ لیکن اب رومنوں کو ایک بڑی زک پہونچتی
ہے یعنی پرتیور یو وینیتوس تھالنا سنہ ۱۴۹ ق م اس سے لڑتے ہوئے
شکست پاتا ہے اور مارا جاتا ہے۔ یہ واقعہ نہایت شدید تھا۔ حال ہی میں
روما اور قرطاجنہ کے مابین ایک موت وزیست کی جنگ ہو چکی تھی
جسمیں روما کو ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑا تھا، اور ہسپانیہ میں وریاتھوس نے
پے در پے رومن افواج کو نیچا دکھایا تھا۔ مقدونیہ بھی ہاتھ سے نکل گیا تو
بحیرۂ روم کے ساحلی علاقوں پر روما کی سیادت کو یقیناً زوال پہونچنے کا
اندیشہ تھا۔ الغرض سنہ ۱۴۸ ق م میں پرتیور کیئے کی لیوس میتے لیوس ایک کانسلی
فوج لیکر مقدونیہ روانہ کیا گیا اور ساتھ ہی پرگامم کا بیڑا ساحلی علاقے کے
نگہداشت پر مقرر کیا گیا۔ اس فوج نے اندرسکوس کو شکست دیدی اور
تھریسی حکمراں بیزکس نے، جسکے دربار میں اسنے پناہ لی تھی، اُسے رومنوں کے
حوالہ کر دیا۔ اسکے بعد مقدونیہ کے حکومت کے لئے ایک رومن عہدہ دار
مقرر کیا گیا، یعنی دوسرے لفظوں میں وہ ایک رومن صوبہ بن گیا۔ اس
پرتیوری اقتدار والے عہدہ دار کا حد اختیار میں اوریا تک (ویراخیوم و
اپولونیہ) سے ایجین تک تمام علاقہ تھا، اور کچھ مدت بعد عہد جمہوری ہی میں
ان دونوں بندرگاہوں اور تھسالونیکے و امفی پولس کو شاہراہ اگناتیہ
کے ذریعے سے ملا دیا گیا جو جھیل لیخ نی توس (اوخریدہ) کے شمال سے
لینکستیوں کے ملک میں ہوکر جھیل بگوری تس کے شمال میں اور لینکوس کے
دروں میں ہوتی ہوئی اسٹے گئے (ادیسہ) کے قریب سے مشرق میں
پیلا کو چھوتی ہوئی تھسالونیکے اور امفی پولس آئی تھی، اور یہ آج بھی ممالک
کے مابین سب سے بڑی شاہراہ سمجھی جاتی ہے۔[1]

---

[1] شاہراہ اگناتیہ؛ پولی بیوس ۳۴، ۱۲۔ تافل "شاہراہ اگناتیہ" Tafel : De Via Egn. ٹیوبنگن

باب ۱۹ یونان کو بڑی بڑی تکلیفیں سہنے کے بعد کہیں چین نصیب ہوا تھا گو بظاہر وہ آزاد تھا لیکن درحقیقت روما پر اسکی دست نگری میں کلام نہیں ہو سکتا، چنانچہ بار بار رومنوں کی خدمت میں التجا کرکے اس نے انکی سیادت پر گویا مہر لگا دی تھی۔ لیکن مشکل یہ تھی کہ یونانی روما کے حکم کو بھی ماننے کیلئے تیار نہیں تھے جسکی وجہ سے انکے اندرونی جھگڑے برابر بڑھتے گئے اور آخر کار خود روما سے انکی آویزش ہوگئی۔ اسمیں شک نہیں کہ رومنوں کے تجاویز اتنی صاف وصریح نہیں تھیں جتنی ایک ثالث بالجبر کی تجویزوں کو ہونا چاہیئے لیکن اس سے چارہ کار بھی تو نہ تھا اس لئے کہ یونانی طرح طرح کی شکایات لیکر روما آتے تھے اور جب فریقین کمال یونانی لسانی کے ساتھ اپنا مقدمہ پیش کر چکتے تو اسکے بعد بھی نہ تو سینات حقیقت واقعات پر پوری طور سے حاوی ہوتی اور نہ ہی اسکے ایلچی ہی (جو یونان میں ہوتے)

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۱۸۴ء - درہ ہائے مینلوس؛ طوسی دیدقل ۴، ۳، ۴؛ کیرٹ ۲۸۰
سے یونان کی کیفیت؛ کالیکراتیس، خاروپس وغیرہ، ہرٹزبرگ، ۱، ۲۲۴ وغیرہ - تین سو اکائیوں کی واپسی، ایضاً ۲۲۲ - وہاں پولی بیوس کی حیثیت۔ رومنوں کی "قابل تعریف ترکیبیں"؛ اہنے Ihme ۳، ۲۵۰ - اسمیں شبہہ نہیں کہ کالیکراتیس نے رومنوں کو یونان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کی صلاح دی تھی؛ پولی بیوس ۲۴، ۱۱، ۱۲ -

سنہ ۱۴۶ ق م تک معاملات یونان کے لئے دیکھو تیولیفر کا مضمون "اکائیہ" پاؤلی، اشاعت سوم - اوروپوس، کے بابت جھگڑا؛ پیوسانیاس ۷، ۱۱، ۴؛ مقابلہ کرو ہرٹزبرگ ۱، ۲۴۱ - کارنیادیس روما میں؛ Lact. Inst. div. ۵، ۱۴ (سسرو - "جمہوریہ" ۳، ۶)؛ Piut. Cat. Maj. ۲۲ - مقابلہ کرو مہافی: "دنیائے یونان" ۷، ۱،

پیوسانیاس ۷، ۱۴ کورنتھ کے تاراجی سے پہلے کے واقعات کا اعادہ کرتا ہے۔ انہیں سے بعض واقعات کو پولی بیوس ۳۸، ۷، وغیرہ، ونیز کتاب ۳۹ میں ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ نیز دیکھو لیوی، Ep. ۵۱، ۵۲ -

اولمپیا میں ممیوس کے چڑھاوے؛ پیوسانیاس ۵، ۱۰، ۲۴ -

اصلی حالات پر اکثر صحیح روشنی ڈال سکتے۔ ان کیفیات کے تحت روما کے لئے باب ۱۹
یہی بہتر تھا کہ وہ فریقین سے آپس میں سمجھوتا کرنے کے لئے کہے، اور یہ سمجھنا
مشکل نہیں ہے کہ جب ایک فریق دوسرے کو دبا لیتا تو کیوں رومن خاص طور
پر محظوظ ہوتے اسلئے کہ ایسی حالت میں وہ جھگڑا جسکے سر پیر سے کوئی رومن مشکل
سے واقف ہوتا، چند روز ہی کے لئے بالائے طاق رکھ جاتا۔ ہماری رائے
میں رومنوں نے یونانی معاملات میں جو حصّہ لیا وہ کسی حالت میں درخشاں
نہیں کہا جا سکتا لیکن اگر وہ یونان میں وہ اپنا اثر بالکلیہ زائل نہیں کرنا چاہتے
تھے (اور چونکہ خود یونانی انکی ثالثی کی استدعا کرنے سے نہیں تھکتے تھے
اسلئے یہ بغایت مشکل تھا) یا یونانیوں کے ساتھ سالاسیوں یا ابیرون کا جیسا
برتاؤ نہیں کرنا چاہتے تھے تو پھر انکے لئے ایک ہی راستہ کھلا ہوا تھا، وہ
یہ کہ نہایت صبر سے اس امید میں لگے رہیں کہ شائد خود یونانی ہی آخرکار
خاموش ہو جائیں گے۔ پھر روما نے ان غلطیوں کا انسداد بھی کرنا چاہا۔ جو
اس سے سرزد ہوئی تھیں۔ مثلاً ۱۵۰ق م میں ان ایکھزار اکائیائیوں میں سے
(جو ۱۶۷ ق م میں اٹلی لائے گئے تھے) باقی تین سو واپس اپنے گھر پہونچا دیئے
گئے۔ گو یہ بھی ٹھیک ہے کہ انہیں سے اکثر اسقدر تلخ کام تھے کہ یونان واپس
آنے پر انھوں نے روما کے خلاف جو تحریک کی تھی اس میں اضافہ ہی کیا ہماری
دانست میں اگر ہر بات کو ملحوظ رکھا جائے تو ہم اس نتیجے پر پہونچیں گے کہ اس
قول میں کہ روما یونانیوں کے ساتھ سلوک میں "قابل نفرت تدبر" کو کام میں
لایا، مطلق کوئی حقیقت نہیں ہے اور یہ واقعہ کے خلاف ہے کہ اس نے انہیں
مغلوب کرنے کے لئے انمیں پھوٹ پیدا کردی۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس
قسم کی ترکیبیں ایتھنز میں کیوں نہیں چل گئیں؟ ہماری رائے میں ۱۴۶ق م
والی مصیبت ایک فطری واقعہ تھا اور اس کا سبب یونانی اور رومن دونو
طرف اتنی انسانی بدی نہیں تھی جتنی انسانی کمزوری۔ یہ بات آسانی سے
سمجھ میں آسکتی ہے۔ اکثر یونانی روما کو اپنے معاملات میں ثالث تصور کرتے
تھے، لیکن انھوں نے ابتک یہ نہیں سیکھا تھا کہ ثالثی ختم ہونے پر اس سے

پیچھا چھڑانا ناممکن ہو جائے گا۔ سنہ ۱۴۶ ق م میں وہ یونانی جو ذرا زیادہ بچین تھے انھیں آخر اس حقیقت کا انکشاف ہو گیا، اور اسکے بعد ہر یونانی نے اس صورت حال کو خاموشی سے تسلیم کر لیا۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ آخر سنہ ۱۴۶ ق م کی یہ مصیبت کیسے پیش آئی۔ باب ۱۹

ہوا یہ کہ سب سے پہلے سنہ ۱۵۶ ق م میں ایتھنز اور شہر اورو پوس کے درمیان جو اسکی قلمرو میں شامل تھا، کچھ جھگڑا ہوا، اور یہ جھگڑا تاریخ تمدن کے اعتبار سے کچھ کم اہم نہ تھا۔ ایتھنزیوں نے اوروپوس کو بظاہر صرف اسوجہ سے تاراج کیا کہ انھیں روپیہ کی ضرورت تھی۔ اسپر اوروپوس والوں نے روما سے شکایت کی اور روما نے اس کا تصفیہ سکیون کے سپرد کر دیا جسنے ایتھنز پر ۵۰۰ تالنت جرمانہ کر دیا۔ جب ایتھنز نے دیکھا کہ اسقدر رقم جمع کرنا محال ہے تو اس نے روما ایک سفارت روانہ کی جسمیں ایتھنز کے تینوں مسالک فلسفہ کے قایم مقام شریک تھے، یعنی اکادیمی کی طرف سے کارنیاویس، رواقیوں کی طرف سے دیوجانس اور مشائین کی طرف سے کریتولاؤس۔ ان سفیروں کی کوشش اس درجہ بارآور ہوئی کہ روما نے جرمانے کو کم کر کے سو تالنت کر دیا، لیکن اس ماموریہ کا سب سے بڑا اثر یہ پڑا کہ ان تین فلسفیوں کے تقریروں سے روما میں ایتھنز کی دھاک بیٹھ گئی۔ انھوں نے محض ان امور پر مباحثہ کرنے پر اکتفا نہیں کیا جنکے تصفیہ کے لئے وہ بھیجے گئے تھے بلکہ انھوں نے دوسرے موضوعات پر تقریر کرنے کی اجازت حاصل کر لی اور ایسے امور پر تقریریں کیں جو اس زمانے کے فلسفیوں میں مقبول تھے جس کے سبب سے رومنوں کو یونانیوں کے چوندھیا دینے والے فن خطابت سے پہلی مرتبہ تھوڑی بہت آگاہی حاصل ہو گئی۔ اگر سسرو کی کتاب جمہوریہ کا وہ اقتباس جو لکتانیتوس نے دیا ہے صحیح ہے اور کارنیاویس نے واقعی ایک دن تو یہ ثابت کیا کہ انصاف قابل تحسین و آفریں ہوتا ہے اور دوسرے دن اسکا عکس ثابت کر دکھایا تو پھر ہم یہ آسانی سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ مُعمر کاتو نے، جو ان تقریروں کے وقت موجود تھا یہ

باب ۱۹ سب سننے کے بعد اس رائے کا اظہار کیا روما کے اخلاق کے لئے یہ بہت بہتر ہوگا کہ اس قسم کے لوگ جتنی جلد ممکن ہو شہر چھوڑ کر چلے جائیں۔ اس کے برعکس یہ بھی صاف ہے کہ ایسی قوم کے ارکان کے درمیان جھگڑے ٹنٹوں کو، جن کے قایم مقام کالے کو سفید اور سفید کو کالا ثابت کرنے کے فکر میں لگے ہوں، عمل پسند رومن سنجیدگی کی نظر سے نہیں دیکھ سکتے تھے اور انھیں یہ خیال ہوگیا تھا کہ اس قسم کے افراد جو کہیں گے اسمیں مبالغہ کا عنصر ہونا لازمی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس مرتبہ بھی یونانیوں کا یہ پرانا نقص کہ ہر چیز کو فنی نظر سے دیکھا جائے اور اسپر جھگڑا کیا جائے اسوقت بغایت نمایاں ہوگیا اور اس سے انھیں سراسر نقصان ہی پہونچا۔ لیکن ساتھ ہی ان سفیروں کے آنے سے روما والوں نے، جو پہلے ہی سے یونانی تمدن کے مداح تھے، اب اس تمدن کے سب سے ممتاز نمایاں حصے، یعنی اخلاقیات کا مطالعہ کرنیکی طرف مائل کردیا۔

اتھنزیوں کے لئے اکیسو تالنت بھی ادا کرنا یا تو ممکن ہی نہ تھا، یا شاید وہ اسکی روانگی کو ٹالنا چاہتے تھے، چنانچہ انھوں نے اوروپوس والوں کو کچھ انتظار کرنے کے کہا اور وہ مان گئے۔ لیکن ساتھ ہی انھوں نے اوروپوس میں اپنا حرس قائم کیا جسپر اوروپیوں نے اکائیائی لیگ کے استراتےگوس سے یعنی اسپارٹی مینالکی داس سے شکایت کردی، اور اُسنے وعدہ کیا کہ دس تالنت کے معاوضے میں (جسمیں سے پانچ اکائیائی کالیکراتیس کو دیئے جائینگے) وہ اتھنزیوں کو حرس محافظ کے واپسی پر آمادہ کردیگا۔ لیکن گفت وشنود ہوہی رہی تھی کہ اتھنزیوں نے پھر اوروپوس پر چھاپے مارے، چنانچہ اب اوروپیوں نے دس تالنت دینے سے صاف انکار کردیا اور مینالکی داس کو یہ روپیہ جبراً وصول کرنا پڑا۔ جب کالیکراتیس نے دیکھا کہ اس رقم میں سے مجھے کچھ نہیں مل رہا تو اسنے یہ کہنا شروع کردیا کہ مینالکی داس دراصل اسپارٹا کو لیگ سے علیحدہ کرنا چاہتا ہے اور جب مینالکی داس پر اُس کا مقدمہ قائم ہوا تو اُس نے اپنے جانشین دیایوس کو رشوت دیدی تاکہ

وہ بری ہوجائے، اور اکائیائیوں کا دھیان ہٹانے کی غرض سے اس نے باب ۱۹
اسپارٹا کے ساتھ وہی پرانے لیگ اور مختلف ریاستوں کے اقتدار
کی تحدید کے قصے دہرانے شروع کئے۔ اسپارٹیوں نے اکائیائیوں
کے چوبیس مخالفوں کو رسمی طور پر سزائے موت کا حکم دیا جبکہ یہ چوبیس
فوراً روما گئے اور اسپارٹیوں کی شکایت کردی۔ کالیکراتیس تو روما کے
راستے ہی میں مرگیا، اور اکائیائیوں کے وکالت کا کام کرہی تولاؤس
اور دیائیوس کے سر پڑا۔ جب معاملہ پیش ہوا تو اسپارٹیوں کی طرف
سے مینالکی داس نے کہا اسپارٹی اسیر مجبور نہیں کئے جاسکتے کہ ہر معاملے
میں اکائیائیوں کے سامنے اپنا سر تسلیم خم کردیں۔ جب کریتولاؤس اور
دیائیوس نے دیکھا کہ سینات نے موقعہ واردات پر اپنے قائم مقام روانہ
کرنے کا تصفیہ کیا ہے تو اکائیائیوں اور اسپارٹیوں دونوں کے مندوبوں
نے اپنے اپنے یہاں کے حکام کو یہ غلط باور کرایا کہ روما نے ان کے
موافق فیصلہ کیا ہے۔ الغرض جھگڑا چلتا رہا۔ اکائیائی دیمقراطیس نے اسپارٹا
پر فوج کشی کی اور اسمیں وہ کامیاب بھی ہوا لیکن وہ اسپارٹا کو مسخر نہیں
کرسکا جس کی وجہ سے اسے پچاس تالنت کی رقم خطیر کا جرمانہ ادا کرنا پڑا
اکائیائیوں نے اس کی جگہ دیائیوس کا تقرر کیا اور اس جدید سپہ سالار
نے اسپارٹا کو اسقدر دبایا کہ مینالکی داس نے اپنی کامیابی سے مایوس
ہوکر خودکشی کرلی۔ اب اورلیوس اورسٹیس کی سیادت میں ایک رومن
سفارت کورنتھ پہونچی اور اعلان کیا کہ رومن اسپارٹا، کورنتھ، ارگوس،
ہرقلیہ، اور آرکیڈی اور خومینوس کو اکائیائی لیگ سے علحدہ ہونیکی
اجازت دینے پر آمادہ ہیں۔ اس اعلان کو سنتے ہی اکائیائی عہدہ دار
سڑک میں نکل بھاگے اور لوگوں کو بھڑکانا شروع کردیا۔ کورنتھ میں جو
اسپارٹی تھے انھیں قید کرلیا گیا اور اورلیوس کی تمام تنبیہیں بے سود رہیں۔
اب روما نے س۔ یولیوس قیصر کے سیادت میں ایک دوسری سفارت
تمام جھگڑے طے کرنے کے لئے یونان روانہ کی، لیکن اسے کرہی تولاؤس نے

باب ۱۹ جو سنہ ۱۴۶ ق م میں اکائیائیوں کا استراتے گوس مقرر ہوا تھا، صریح دھوکا دیا۔ اس نے بظاہر تو مختلف ریاستوں کو تجگیہ میں جمع ہونے کے لئے طلبنامے بھیجے لیکن خفیہ طور پر یہ انتظام کیا کہ یہ اجتماع سرے سے ہو ہی نہیں، اور اسکے بعد رومنوں سے یہ کہا کہ میں بغیر باضابطہ اجازت کے کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ جوں ہی رومی سفیر نے اپنی پیٹھ موڑی کہ اس نے لیگ کی جمعیت میں جو کورنتھ میں منعقد ہوئی اسپارٹا کے خلاف جنگ کی قرار داد منظور کرالی اور اسطرح گویا اس نے روما کے مخالفت پر کمربستہ کر دیا۔ اسپر بی تھیاس نامی بیوتارخ بھی اس سے ملگیا۔ کئی کی لیوس میتے لوس نے، جواب بھی مقدونیہ کا حکم اور معاملات یونان کا نگراں تھا، تھبنز کو اسکے لوٹ مار کے پاداش میں اسکا حکم دیا کہ وہ فوکس، یوبیہ، اور ہفیسا سے دست بردار ہو جائے جسکی وجہ سے تھبنزی رومنوں کے پہلے سے بھی زیادہ مخالف بن گئے۔ اسکے علاوہ خالکس نے بھی روما کے خلاف اپنی حکمت عملی اعلان کر دیا تھا۔

اب کریتولاؤس شمال کی طرف ہرقلیہ لینے کے غرض سے چلا لیکن اسے اسکارفیہ پر میتے لوس کے ہاتھوں شکست ملی اور اسکے بعد یہ ہمیشہ کے لئے مفقود الخبر ہو گیا اور ہمیں یہ معلوم نہیں کہ اسکا حشر آخر کیا ہوا۔ اب پاترائے والوں کو رومنوں نے فوکس میں اور آرکیڈیوں کو خیرونیہ کے مقام پر شکست دی اور اسکے بعد میتے لوس نے تھبنز پر قبضہ کر کے میگارا کا رخ کیا۔ اکائیائیوں کو چاہیے تھا کہ صلح کر لیتے اور خود میتے لوس کا میلان بھی صلح کیجانب تھا اس لئے کہ کانسل ل۔ ممیوس کی خبر لگی ہوئی تھی اور میتے لوس چاہتا تھا کہ کسی طرح اسکے آنے سے پہلے ہی جنگ ختم ہو جائے، لیکن اب دیائیوس اکائیائی افواج کا سپہ سالار مقرر ہوا اور تقرر ہوتے ہی صلح کے خلاف کوشاں ہوا۔ اس نے فوج میں جو نقصانات ہوئے انکی تلافی کی طور پر غلاموں تک کو بھرتی ہونے دیا اور امن پسند گروہ کے سردار سوسیکراتیس کا سر اسقدر کچلا کہ زخموں کیوجہ وہ جانبر نہ ہو سکا۔ اسی گروہ کے دوسرے ارکین نے دیائیوس کو رشوت دیکر اپنی جان بچائی۔

باب ۱۹

اب ممیوس تماشاگاہ پر آتا ہے۔ اس نے میٹے لوس سے فوج کا جائزہ لیا، اور فوراً ہی خاکنائے کے مقام لیوکوپترا پر سنہ ۱۴۶ ق م میں دیایوس کی فوج کو شکست دیدی۔ دیایوس میگالوپوس بھاگ گیا جہاں پہونچکر پہلے تو اس نے اپنی بیوی کی جان لی اور پھر خودکشی کرلی۔ کورنتھ سے اکثر باشندے بھاگ گئے تھے، لیکن ممیوس تین دن تک شہر کے باہر ہی پڑا رہا۔ اسکے بعد اس نے شہر کو آگ لگادی، جو مرد اُسے ملے انہیں سے اکثر کو تہ تیغ کیا اور عورتوں بچوں کو غلام بناکر فروخت کرڈالا۔ سینات نے حکم دیا کہ کورنتھ دوبارہ کبھی تعمیر نہ کیا جائے اس لئے کہ وہ زمین جس پر وہ واقع ہے ہمیشہ کے لئے ملعون ہے۔ آجکل عام خیال یہ ہے کہ اس تصفیہ کی بنا وہ تجارتی بغض و حسد تھا جو رومی تاجروں (مہاجنوں) کو کورنتھ کے ساتھ تھا، لیکن ہمارے نزدیک اگر بالفعل یہ سبب اس میں ممد ہوا بھی تاہم وہ محض ثانوی تھا، اور اصلی اسباب دو تھے۔ پہلا سبب تو اکروکورنتھوس کی اہمیت تھی؛ یہ مستحکم مقام کورنتھ کے قریب واقع تھا، اور کورنتھ کی مرفہ الحالی کی صورت میں اسکی بدرجہا ضرورت تھی کہ یہ مقام اچھی طرح سے قلعہ بند کیا جائے، لیکن اگر کورنتھ سرے سے باقی ہی نہیں رہتا تو پھر اسکے استحکام کی چنداں ضرورت نہیں تھی۔ دوسری اور اس سے بھی اہم تر بات یہ تھی کہ جیسے پلوپونیزیوں نے پلاتیہ میں اور سکندر نے پرسی پولس میں کیا تھا، اسی طرح عبرت کی خاطر کورنتھ کو دوسروں کے لئے ایک مثال بنایا جائے، اور چونکہ یونان کی سیاسی کیفیت میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی تھی اس لئے یہ طرزِ عمل بغایت کارآمد تھا۔ بہرحال اس تاراجی کے بعد رومیوں نے اپنے قبضہ میں صرف چند ہی اضلاع رکھے، اور اس کا کسی تے زیادہ لحاظ بھی نہیں کیا۔ لیکن کورنتھ کی تاراجی سے اطراف اکناف ملک اور اسکے حدود سے باہر ایک لرزہ سا پیدا ہوگیا۔ پھر بھی یہ ایک واقعہ تھا کہ دھکا کورنتھ کے لگا تھا، اور یہ شہر اس حکومت کا مستقر تھا جو روما کے کلیتہ مدمقابل تھی؛ یہ ان لوگوں کے اطمینان خاطر کا باعث

باب۹ تھا جو یہ سمجھتے تھے کہ یونان کی خصوصیت اور اہمیت اسکے ذہنی علو اور بلندی نفاست پر ہے۔ کسی زمانے میں تو کورنتھ اپنے استعماری مہمات اور عہد آخر میں تمولیون کے اخلاقی قوت کی وجہ سے لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ بٹھا چکا تھا، لیکن زمانہ معاصرہ میں نہ تو یونانیوں اور نہ رومانیوں کے دلوں میں اسکی زیادہ وقعت باقی رہی تھی بلکہ ان کے نزدیک تو کورنتھ کا نام ادنی درجے کے عیاشی کے مترادف ہوگیا تھا حقیقت یہ ہے کہ کورنتھ کی ہستی سے عظمیٰ یونان کا کچھ بھی نقصان نہیں ہوا اور اس کے زوال کو ہم ملطہ، ایرتیریا یا تھیبز کے زوال سے نہیں بلکہ محض سیبارس کے زوال سے تشبیہ دے سکتے ہیں۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسی سال پہلے اکائیائیو نے کورنتھ دوسون کو بخشتہ دیا تھا، اور محض اس واقعہ سے ہمیں اندازہ ہوسکتا ہے کہ خود اکائیائی کورنتھ کو کس درجہ حقیر سمجھتے تھے۔ ممیوس خود ایک قابل شخص تھا، اور معلوم ہوتا ہے کہ اس نے کورنتھ والوں کے ساتھ غیر ضروری سختی کا برتاؤ نہیں کیا۔ اسکے اس اعلان پر بڑی ہنسی اڑائی گئی ہے کہ جس کسی کی سپردگی سے کوئی فنی شاہکار راستے میں گم ہو جائے گا اسے ویسا ہی بنوا دینا پڑے گا، اور کہا جاتا ہے ہمیں ممیوس کی دقیقہ شناسی کے کوتاہی نظر آتی ہے، لیکن ہماری دانست میں یہ حکم کلی اعتبار سے نہایت سبق آموز تھا، اسلئے کہ اسکی وجہ سے سپرد داروں کو اس بات کا احساس ہوگیا کہ جرمانے کی بڑی بڑی رقمیں بچانے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے، اور وہ یہ کہ اشیاء سپردگی کی کماحقہ حفاظت کیجائے۔ پولی بوس نے کورنتھ کی تاراجی کے بعد اس شہر کو دیکھا، اور وہ کہتا ہے خود میری نظر کے سامنے رومن سپاہی ایک نہایت ہی قیمتی تصویر کو پانسے کی میز بنا کر کھیل رہے تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس موقع سے کہیں زیادہ اہم موقع پر بھی اسیطرح رومن سپاہی پانسوں سے اپنا دل بہلاتے ہیں، اور یہ دراصل اس قوت وجبروت کا مظاہرہ معلوم ہوتا ہے جسکی وجہ سے بغیر اس عظمت کا خیال دلمیں لائے ہوئے جو انکے ہاتھوں تباہ ہوئی ہے، یہ معمولی سپاہی اپنے فرائض منصبی ادا کرنے کے بعد خاموشی کے ساتھ دلخوش کن لہو لعب میں

باب ۱۹

مصروف ہو جاتے ہیں [۵۹]۔

سنہ ۱۴۶ ق م کے واقعات کے مادی یا قانونی اثرات نمایاں نہ ہوئے ہوں، لیکن اخلاقی اعتبار سے انکی اہمیت میں شبہ نہیں ہوسکتا۔ اسکے بعد یونانیوں کو یہ محسوس ہونے لگا تھا کہ واقعی سیادت کے مقابلے میں مشکوک رسمی حقوق جتانے سے کسی قسم کا فائدہ حاصل نہیں ہوسکتا، اور سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد وہ اطمینان سے ایسی خود مختار ریاستوں کے شہریوں کی طرح زندگی بسر کرنے لگے جنھیں صرف اپنے اندرونی معاملات سے واسطہ تھا اور جو ایک دوسرے کے ساتھ امن و امان کے تعلقات رکھنے پر اور جب آپس میں جھگڑا ہوتا تو روما کو ثالث بنانے پر مجبور تھیں، یہ بندوبست دس کے ایک ماموریہ نے مکمل کیا اور اس ماموریہ کے کام کی تکمیل پولی بیوس نے کی۔ کورنتھ، تھینز اور خالکیس کے اراضی رومن قوم کی ذاتی ملک بن گئی، لیکن دوسرے حیثیتوں سے اکائیا کو سمیت جتنی قومیں تھیں وہ سب پہلے کی طرح آزاد رہیں اور خود اکائیائی لیگ بھی مستقل طور پر توڑی نہیں گئی۔ اسمیں شک نہیں کہ مدت دراز تک رومنوں نے اسکی اجازت نہیں دی کہ ایک ہی شخص مختلف ریاستوں میں جائداد غیر منقولہ کا

---

[۵۹] یہ خیال کہ رومنوں نے تجارتی بغض وعناد کیوجہ سے کورنتھ کو نیست و نابود کیا مومسن کا ہے (۳، ۴۸)۔ لیکن اسے ہم بغیر کدّ و کاوش کے نہیں بطور واقعہ کے نہیں تسلیم کرسکتے۔ اگر "محل وقوع تجارت کے لئے" ایسا ہی مناسب تھا (مومسن) تو پھر شہر کی تاراجی کی کیا ضرورت تھی؟ اور بجائے تاراجی کے کورنتھ کے ساتھ آسانی سے وہی سلوک کیا جاسکتا تھا جیسا دیلوس کے ساتھ کیا گیا۔ جن اسباب کو میں نے بیان کیا ہے وہ ہسرد (Off)، ۱۱ اور پوستی نوس ۴۲۳، ۴۲ میں ملیں گے۔ استرابو (۱۴، ۶۶۸) یہ ضرور کہتا ہے کہ "متمول اور نبیل رومنوں نے قرطاجنیوں اور کورنتھیوں کا خاتمہ کردیا۔

جنگ سیلاسیہ کے بعد کورنتھ و دسون کی نذر کیا جاتا ہے؛ پلوٹارک: Ar ۴۵؛ پولی بیوس کورنتھ میں؛ پولی بیوس ۳۹ : ۱۲۔

صرف زمانہ قبل ہی میں کورنتھ کی تجارتی اہمیت تھی؛ سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد پھر کبھی نہیں پنپا

باب ۱۹ مالک بنے یعنی تجارت کی نہیں بلکہ صرف قبضہ اراضی کی اجازت تھی؛ لیکن بہت جلد یہ قاعدہ بھی منسوخ کر دیا گیا اور اسکا انطباق صرف ان ریاستوں کی حد تک رہ گیا جو روما سے جنگ آزما ہوئی تھیں پوسانیاس کہتا ہے کہ اس کے بعد یونانی روما کو خراج ادا کرنے لگے؛ لیکن یہ بھی اسی حد تک درست ہے جہاں تک شکست خوردہ یونانیوں کا تعلق ہے۔ اور ہمیں کسی قسم کے تفصیلی واقعات کا مطلق علم نہیں۔ اس کے برعکس روما نے یونانی ملتوں میں جبکہ جبکہ اعیانی دساتیر کو قدیم یونانیوں کی طرح خود اپنے دستور کے نمونے پر کیا۔ مدت دراز تک واقعات و قوانین کا غلط اندازہ کرنے کی وجہ سے آجکل کے مورخوں کو یہ مغالطہ ہو رہا تھا کہ ۱۴۶ق م میں یونان ایک رومن صوبہ بن گیا، اور جب یہ غلط نکلا تو پھر یہ کہنے لگے کہ یونان مقدونیہ کا ایک جزو بنا دیا گیا، چنانچہ آج بھی اس خیال کے ماننے والے موجود ہیں، لیکن ہمارے نزدیک یہ بھی درست نہیں۔ اس خیال کے تائید میں زیادہ سے زیادہ مفصلۂ ذیل دو امور پیش کئے جا سکتے ہیں؛ اول تو زمانہ ما بعد میں بہت سے یونانی بلدیات نے ۱۴۶ق م کو اپنے مخصوص سنین کا مبدا قرار دیا تھا اور دوسرے یہ کہ اب یونان کے تنازعات کا تصفیہ مقدونیہ کا پروپرتیور کرنے لگا۔ ان میں سے پہلا معاملہ تو محض اعزازی ہے اور روما کی قدر و منزلت کا مظاہرہ ہے، لیکن نہ اسکی کوئی قانونی اہمیت ہے اور نہ اس سے مقدونیہ کے ساتھ کسی قسم کے تعلق کا اظہار ہوتا ہے؛ رہا پروپرتیور کے اقتدار کا معاملہ، تو اس سے صرف یہ ظاہر ہوتا ہے کہ روما نے مقدونیہ کے پروپرتیور کو مامور معاملات یونان بنا دیا۔ اگر یہ خیال درست نہیں ہے تو پھر کنئے کی لیوس میتے لوس نے تھیبز کے متعلق جو تصفیہ کیا اس سے یہ ثابت ہوگا کہ کورنتھ کے تاراجی سے پہلے ہی سے یونان کی کیفیت ایک رومن صوبہ کی ہو گئی تھی۔ الغرض یہ عیاں ہے کہ نہ صرف ایتھنز و اسپارٹا بلکہ جملہ دیار یونان ۱۴۶ق م کے

باب ۱۹

بعد بھی بظاہر بالکل خود مختار تھے۔ میں نے حاشیہ میں اس تخالف آرا اور انتشار پر بحث کی ہے جو لفظ "صوبہ" کے خود مختارانہ استعمال و تعریف کی وجہ سے ایک خلل پیدا ہوگیا ہے[۵۵]

[۵۵] یونان کی حالت ۱۴۶ ق م کے بعد۔ پوسانیاس ۷، ۱۶ کے مطابق "یونان پر خراج عائد کیا گیا" اور "ایسے دساتیر رائج کئے گئے جنھیں اقتدار کی بنا ذاتی ملک پر تھی"۔ اسی فقرے میں ابتدائی قیود کے منسوخ کرنے کا حوالہ دیا گیا ہے۔ کورنتھ، تھبز اور خالکس، روما کی خراج گذار "اراضی" بن گئے: دیکھو مارکوارٹ "روما کا سیاسی نظام" Marquardt: Roem. Staatsverw. ۱، ۱۶۸؛ کورنتھ، تھبز، خالکس کی تاراجی؛ ایضاً، ۱۶۷۔ نیز دیکھو ہرٹزبرگ کا مفصل بیان: ۱، ۲۹۸ ب۔ یونان کے صوبہ داری رتبہ کے دو اسباب جو میں نے متن میں بیان کئے ہیں وہ مارکوارٹ کی کتاب کے صفحہ ۱۶۲ پر ملیں گے۔ وہ صفحہ ۱۷۲ پر اپنی رائے کی تائید میں کہتا ہے کہ یہ بات کہ اکائیائی شہروں نے اپنی خود مختاری کے ابتدا سے جو رومنوں کی وجہ سے انھیں حاصل ہوئی تھی اس سنویت کو اختیار کیا تھا کی اس سیدھے سادے واقعہ سے تردید ہو جاتی ہے کہ ایتھنز اور اسپارٹا نے جنھیں بلاشبہ آزاد بلدیات تسلیم کیا گیا کبھی اس نئے سنہ کو رائج نہیں کیا" لیکن وہ اس واقعہ کو "نظر انداز کر دیتا ہے کہ یہ دونوں شہر روما سے برسرپیکار نہیں تھے، چنانچہ انھیں کسی قسم کی خود مختاری عطا نہیں کی گئی"۔ لیکن خود مختاری ضرور اکائیائی شہروں کو عطا کی گئی تھی جس کی وجہ سے وہ اس جدید سنہ کو رائج کرنے میں یقیناً حق بجانب تھے۔ الغرض ہمارے نزدیک مارکوارٹ کی اوپر والی رائے سے کسی چیز کی تردید نہیں ہوتی نہ اسکے دلائل سے یہ سنہ ایک صوبہ داری سنہ بنجاتا ہے۔

اس موضوع پر حوالے کے لئے دیکھو مارکوارٹ و ہرٹزبرگ حسب بالا۔

جس طرح اس بارے میں مارکوارٹ کے دلائل غیر متعلق ہیں اسی طرح سے اسکے وہ دلائل جو اسنے دستور کے بابت پیش کئے ہیں (۱، $\frac{۱۶۷}{۱۶۸}$) اور جنکے ذریعے سے اسنے صوبہ داری رتبہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، وہ بھی اسی طرح بالکل غیر متعلق اور مقصد سے دور جا پڑے ہیں۔ یہ دلائل مفصلۂ ذیل ہیں: گایوس کہتا ہے کہ صوبوں کو خراج گزارنا پڑتا تھا؛ پوسانیاس کہتا ہے کہ یونان خراج گزارتا تھا؛ نتیجہ یونان ایک رومن صوبہ تھا۔ دیکھیے منطقی اعتبار سے یہ نتیجہ منتج نہیں ہوتا

باب ۱۹ یہ ایک مسلمہ واقعہ ہے کہ اسی سال ۱۴۶ ق م میں رونما ہونے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسلئے کہ بالفرض اگر سب صوبے خراج گزار تھے تو اس سے یہ نتائج کیسے ہوتا ہے کہ ہر خراج گذار ملک کی حیثیت ایک صوبہ کی سی تھی۔ لیکن مارکوارٹ کی سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ وہ "فوروس" (خراج) اور "ویکٹی گال" (مالگذاری) کے مابین التباس کرتا ہے۔ قانونی نقطۂ نظر سے فوروس کی ادائگی اس ملک کے آزادی کے اصول کے متضاد نہیں ہے جو اسے ادا کرتا ہے؛ ہمیں یہ ایتھنز ی لیگ کی تنظیم سے معلوم ہوتا ہے اسلئے اسکے ارکان محض فوروس کی ادائگی کے باوجود اپنی مختاری قربان کرنے کے خواہاں نہیں تھے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حلیف بھی فوروس ادا کرسکتے ہیں۔ ہمیں کسی شہر کے خراج سے اس محصول کا خلط مبحث نہیں کرنا چاہئے جو روما اس شہر کے انفرادی شہریوں یا انکی جائداد منقولہ پر عائد کرتا تھا۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ یہ کسی طرح سے مناسب نہیں کہ ہم گایوس کے خیالات کا انطباق میموس پر کریں اسلئے کہ گایوس سلطنت کے عہد میں تھا اور میموس قیام سلطنت سے سالہا سال پہلے جب مختلف تخیلات کی تعریفات میں تعین کی شکل پیدا نہیں ہوئی تھی۔ مارکوارٹ (۳۴۰، حاشیہ ۵) خود کہتا ہے کہ اس زمانے میں لفظ پرو ونچیہ (صوبہ) ان ملکوں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا تھا جو فی الواقعہ خود مختار تھے۔ اس ضمن میں مارکوارٹ کے نتائج فی الجملہ حسب ذیل ہیں:۔ ۱۴۶ ق م کے بعد یونان کے بعض مقامات میں بعض ایسے خصائص ملتے ہیں جو بعد میں چلکر رومن صوبوں کے ساتھ مختص ہو جاتے ہیں جس سے ہم اس نتیجے پر پہونچے کہ اس زمانے میں یونان ایک صوبہ بنا دیا گیا ہوگا چنانچہ ہم تعین کے ساتھ زمانہ مابعد کے دستوری خیالات کے بموجب صوبوں کے جملہ خصائص کو اس عہد کے یونان پر منطبق کرسکتے ہیں اور کہہ سکتے ہیں کہ یونان کا ملک ہر آئین ایک رومن صوبہ تھا لیکن میری رائے میں یہ نتیجہ اسوقت تک پوری طرح نہیں نکلتا ہوتا جبتک ہم یہ طے نہ کرلیں کہ گایوس کے تعریفات اس سے تین سو برس پہلے بھی اسی کے زمانے کی طرح منطبق ہوسکتی تھیں اور یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جو کسی طرح طے شدہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ مارکوارٹ کے دلائل میں جو مغالطہ ہے وہ اسکے اپنے بعض فقروں سے معلوم ہوتا ہے۔ صفحہ ۲۴۴ پر وہ کہتا ہے:۔ "کم از کم گراکس کے زمانے سے ایک مسلمہ دستوری اصول یہ تھا کہ صوبوں کی اراضی "رومن مقبوضہ" سمجھنی چاہئے اور مختلف صوبوں کے باشندوں کو اسپر صرف حق تصرف حاصل ہے اور صوبہ دراصل "جائداد قوم رومانی" ہوتا ہے۔ (سسرو Verr. ۲، ۲، ۲، ۳)" مارکوارٹ موم سن:

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ "تاریخ روما" ۲، ۱۲۰ (۱۱۱) کا اقتباس اپنے خیال کے پہلے حصے کی تائید میں دیتا ہے ۔ یہاں موم سن گایوس گراکھوس کے بابت کہتا ہے کہ اس خیال کا کہ ماتحت ملکوں کے تمام اراضی مملکت کے خانگی ملکیت سمجھی جائے گی، یہی مدبر موجد تھا، اور اس خیال کی وجہ سے مملکت ان ماتحت علاقوں پر اپنی خوشی خاطر محاصل عائد کرنے کے اور ان علاقوں میں اپنی نوآبادیات قائم کرنے کے اختیارات کی مدعی بن گئی، چنانچہ ایشیا میں اس قسم کے محاصل عائد کئے گئے اور افریقہ میں نوآبادیاں قائم کی گئیں ۔ مارکوارٹ کے خلاف پہلی بات ہمیں یہ کہنی ہے کہ اگر یہ اصول قدیم قانون دستوری میں کہیں نہیں ملتا اور اگر اسکا موجد گایوس گراکھوس ہی تھا تو پھر سنہ ۱۲۶ ق م کے یونان اسکا انطباق نہیں ہوسکتا تھا ۔ (مارکوارٹ نے اقتباس میں لفظ "کم ازکم" کا اضافہ کردیا ہے جو مغالطہ آمیز ہے) یہی اصول موم سن ب "قانون دستوری" ۳، ۲۱، سے واضح ہوتا ہے ۔ وہ اسے فرض کرلیتا ہے کہ "کسی بلدیہ کے فتح کے بعد سے اسکے سیاسی کیفیت کے تعین تک کسی بلدیہ کے موقتی صورت حال" جسے موم سن اختصار کی خاطر "کیفیت ماتحتی" کے الفاظ سے تعبیر کرتا ہے، اور جسکے موجب تمام ماتحت علاقہ رومن قوم کی جاگیر بن گیا، (۳۱، ۲) سب سے پہلے گایوس گراکھوس کے ذریعہ سے ایشیا میں نظر آتی ہے ۔ اس سے ہم اس نتیجہ پر پہونچتے ہیں کہ موم سن (۳۰، ۲) کے خیال میں سنہ ۱۴۶ ق م حق ملکیت آراضی برابر مفتوحہ یونانیوں کے ساتھ ہی وابستہ تھا لیکن کیا موم سن یہ رائے قائم کرنے میں حق بجانب ہے کہ گایوس گراکھوس نے مذکورہ انداز کے کسی دستوری حق کی ابتدا کی ؟ اس کے پاس اس کا کون ثبوت ہے ؟ صرف یہی نا کہ اس حق کے مطابق عمل کیا گیا یعنی ایشیا پر محاصل عائد کئے گئے اور قرطاجنہ میں نوآبادی قائم کی گئی ؟ لیکن بجائے اس قسم کے کسی قیاسی قانون کے ان دونوں باتوں کی تشریح یونانی رومانی قدیم ملکی قانون عامہ سے کیجا سکتی ہے اور اس عہد میں کسی جدید قانون کے وجود کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا اور (جیسا ہم اس کتاب کے آخری باب میں دیکھیں گے) جو صراحت وصفائی سے بہت دور جا پڑا ہے ۔ صوبۂ ایشیا وصیت کے ذریعے سے رومن قوم کی جاگیر بن گیا تھا چنانچہ اسپر رومنوں کا حق خانگی تھا اور افریقہ ایک مفتوحہ ملک تھا ؛ دونوں میں ایک بات مشترک تھی کہ رومن جیسا چاہے ان دونوں کے ساتھ سلوک کرسکتے تھے ۔ اصل میں رومنوں نے

باب ۱۵ کے لئے بھی بغایت اہم تھا، اور چونکہ مشرقی یونانیوں کا گویا دوسرا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - ان دونوں کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ان کے طرز تسخیر سے سمجھ میں آسکتا ہے لیکن اس سے یہ مطلب نہیں کہ یہ سلوک رومنوں کے چند ایسے میلانات کیوجہ سے نہیں کیا گیا جو رفتہ رفتہ بہت کچھ ممتاز ہو گئے۔ موم سن نے اس رائے کا اظہار اپنی کتاب "قانون مملکتی Staatsrecht ۳، ۲۰۷ میں کیا ہے" اور میں آخری باب میں اسپر تنقیدی نظر دوڑاؤنگا اسلئے کہ دنیائے یونان کے لئے اس مسئلے کی بہت کچھ اہمیت ہے۔ بہرنہج یہ مسئلہ سمجھنا چاہئے کہ اوّل تو جس جدید تحریک کا بانی گایوس گراکھوس کو سمجھا جاتا ہے وہ کسی غالبیت کے ساتھ اسکے ساتھ منسوب نہیں کیجا سکتی، اور دوسرے وہ کسی نہج سنہ ۱۴۶ ق م کے یونان پر منطبق نہیں کیجا سکتی۔ علاوہ ازیں دو مزید امور جو غیر اہم نہیں کہے جا سکتے، حسب ذیل ہیں۔ اس بارہ میں جسکا اقتباس دیا گیا ہے گایوس کہتا ہے کہ "بظاہر صوبہ جات کی اراضی" میں حقوق ملکیت رومن قوم کو اور ہمیں حق تصرف حاصل ہے۔ اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا (جیسا موم سن کا قیاس ہے) کہ صوبہ داروں کو صرف حق تصرف ہے اسلئے کہ "ہم" میں رومن شہری بھی شامل ہیں۔ اس فقرے کا مطلب یہ ہے: صوبوں کی اراضی رومن طرز پر نہیں منتقل ہو سکتی نہ اسے بلدی مملوکہ سمجھا جاتا ہے چنانچہ یہ قانون روما کے مطابق منتقل نہیں ہو سکتی تھی۔ "اطالوی حقوق" صوبہ والے بھی حاصل کر سکتے تھے اور جسوقت یہ حقوق حاصل ہو جاتے فوراً انکی اراضی پر حقوق ملکیت عائد ہونے کا امکان ہو جاتا؛ دوسرے اس حد بندی سے عملاً کسی قسم کا نقص پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس خیال کے پیش کرنے میں بڑی ہمت درکار ہے۔ عام خیال یہ ہے کہ اگر رومن قوم جملہ صوبہ داری آراضی کی مالک تھی تو وہ قابض سے جب چاہتی قبضہ لے سکتی تھی اور جس کسی کو چاہے دے سکتی تھی۔ ممکن ہے کہ نظریئے کے مطابق رومن قوم کو اسکا اختیار ہو لیکن اس نظریئے کو کبھی عملی جامہ نہیں پہنایا گیا حقیقت میں یہ مسئلہ دو مختلف قانونی زاویہ ہائے نگاہ کا ہے بعض قانونی طریقے، رومنوں اور ان اقوام کے لئے جو رومنوں کے سلطے پر سمجھی جاتی تھیں، رائج تھے لیکن غیر رومن خود اپنے مقامی قوانین کے ذریعے سے اتنا ہی محفوظ تھا جتنا خود رومن۔ اس شخص کے مقبوضات بھی جو محض متصرف ہے مالک نہیں، پریتوری انتظامی احکام کے ذریعے سے محفوظ ہیں۔ ہم زمانہ حال کے ایک مثال کے ذریعے سے یہ دکھائیں گے کہ کس طرح رومن سلطنت میں قابضان اراضی مالکوں کے طرح سے اپنے مقبوضات کی طرف سے مطمئن تھے۔ اغلباً عام طور پر

وطن تھا اسلئے ہمیں اِس نواح پر ایک سرسری نظر ڈالنا چاہیے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ لوگوں کو یہ معلوم نہیں کہ برطانیہ عظمیٰ میں آج بھی ہر شخص کی بعینہ وہی حیثیت ہے جو سلطنت روما میں صوبہ داری اراضی کے متصرفوں کی۔ پروفیسر سر فریڈرک پولک اپنی کتاب "قوانین اراضی" Sir Federick Pollock: The Land Laws (لندن ١٨٩٦ء) صفحہ ١٢ میں کہتے ہیں: "ہماری قانونی کتابوں میں علاوہ تاج کے کسی کو اراضی پر کامل ملکیت حاصل نہیں ہے، بلکہ جسقدر بھی اراضی ہے اسپر براہ راست یا بالواسطہ تاج سے قبضہ حاصل کیا جاتا ہے خواہ اسکے معاوضہ میں کسی قسم کا رسمی یا خدمتی لگان ادا کیا جاتا ہو یا نہیں، اور خواہ اسکے ثبوت میں تاج کی دی ہوئی سند موجود ہو یا نہ ہو"۔ آج تک انگلستان کے قانون میں کبھی کسی کو مالک اراضی تسلیم نہیں کیا گیا بلکہ جو بھی ہیں وہ قابضان اراضی ہیں یعنی لغوی اعتبار سے کوئی مالک نہیں ہے بلکہ سب متصرف ہیں۔ لیکن باوجود اس قانون تحدید کے کسی کو شائبہ خیال بھی پیدا نہیں ہوتا کہ محض مالک اراضی ہونے کی وجہ سے تاج اپنی خوشی خاطر جبکی چاہے زمین ضبط کر سکتا ہے۔ سلطنت روما میں صوبہ داری اراضی کی بعینہ یہی کیفیت تھی، اور وہاں بھی عملاً قبضہ اراضی اتنا ہی محفوظ تھا جتنا ملکیت اراضی۔ الغرض ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود ہمارے زمانے میں جسطرح "حقیت مستقل" اور "معافی دوامی" ایک دوسرے کے دوش بدوش نظر آتی ہیں اسی طرح سلطنت روما میں قانون روما کا "حق ملکیت" اور قانون اقوام کا "حق تصرف" دوش بدوش دکھائی دیتا تھا۔ میکلن برگ کا حقیت دار محض اس خیال سے کبھی پریشان نہیں ہوتا کہ بعض حالات میں اسکی موت کے بعد اسکی اراضی گرانڈ ڈیوک کو منتقل ہو سکتی ہے، اور رومن صوبوں میں اراضی پر اس قسم کی افتاد پڑنے کے کوئی خاص مواقع نہ تھے، ہم نے یہاں جو کچھ کہا ہے اُسے ہم تین تنقیحوں کی شکل میں پیش کر سکتے ہیں:- (١) صوبہ داری اراضیات کے حق تصرف میں جو تحدید تھی اسکے نتائج محض رسمی تھے اور صرف ایسے قانونی مسائل پر مبنی تھے جو قانون روما کے ساتھ مخصوص تھے (٢) یہ اصول کہ حق تصرف ہی اراضیات صوبہ جات میں ممکن ہے اسکی ابتدا دراصل عہد سلطنت میں ہوئی ہے اور جس زمانہ کا ہم ذکر کر رہے ہیں اسمیں یہ اصول صوبوں کا باشندوں کو لوٹنے کے لئے استعمال نہیں کیا جاتا تھا۔ سسرو کی فلاکوس والی تقریر "٣٢" میں جو فقرہ ہے اسمیں صوبہ ایشیا کے ایک ایسے علاقے کا ذکر ہے جو حق خانگی کے

باب ۱۹ اس حصۂ ایشیا میں جو کم و بیش روما کے اثر میں تھا، کوئی ایسا واقعہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - بنا پر رومن قوم کی ملکیت میں آگیا تھا۔ (۳) زمانہ حال کے مثالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف الفاظاً قانون سے کسی قسم تعین نتائج اخذ کرنا معمول کے مطابق نہیں، بلکہ اگر الفاظاً قانونی سے کسی قسم کے عملی مضرات لازم نہ آتے ہوں تو بھی حیثیت میں کچھ فرق نہیں پڑ جاتا۔ لیکن اس ضمن میں یہ کہا جاتا ہے کہ صوبہ داری اراضی پر مالگزاری عائد کیجاتی تھی اس لئے وہ واقعتاً اٹلی کے اراضی سے کمتر درجہ کی تھی۔ لیکن معافیوں کے متعلق کچھ ایسی ذمہ داریاں ضرور ہوتی ہیں جو حقیت دار پر عائد نہیں ہوتیں؛ تو پھر کیا معافی داروں کو اس سے کوئی خاص نقصان پہونچتا ہے؟ کاراکالا نے تمام صوبہ والوں کو کیوں رومن شہریت کے حقوق عطا کئے؟ خصوصاً جب رومن شہریوں کو زیادہ محاصل ادا کرنے پڑتے تھے؟

دوسری بات جو ہمیں کہنی ہے یہ ہے کہ سسرو میں جو فقرہ حقیت کے متعلق ہے اسکے وہ معنے نہیں جو سمجھے جاتے ہیں۔ سسرو صرف مقابلہ کرتا ہے اور صوبوں کے محاسن و معائب پر غور کرتا ہے اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ صوبوں کے قانونی حیثیت کا تعین کرے۔ ہم مومسن کی اس رائے کو سمجھنے سے قاصر ہیں ("ملکی قانون" ۳، ۱۳، ۷، حاشیہ ۳) کہ سسرو Verr ۲، ۲، ۳ سے یہ قانونی اصول "صراحتاً" بیان کردیا گیا ہے کہ رعایا کے جملہ اراضی رومن قوم کی ملکیت میں آگئی، اسلئے کہ بہرحال محض مقابلے سے کوئی قانونی اصول "صراحتاً" نہیں بیان ہوسکتا۔ پھر ایک اور بات بھی ہے۔ مومسن: "تاریخ روما" ۳، ۴۰۰۵ کے مطابق اس نظریہ کا قیصر نے خاتمہ کردیا کہ صوبے رومن قوم کے مملوکہ ہیں۔ دیکھو نیچے، باب ۲۵، حاشیہ ۲۔ ایسا ہے تو اوپر والا خیال کہاں سے کہاں پہونچ جاتا ہے؟ گراکھوس کے ضمن میں اسکا ثبوت محال ہے؛ سسرو میں یہ محض ایک مقابلے پر مبنی ہے؛ قیصر اس کا سرے سے خاتمہ ہی کردیتا ہے۔ ایسی حالت میں یہ حکم لگانا نامناسب نہ ہوگا کہ اس قبضے کا ثبوت نہیں دیا جاسکتا کہ ۱۴۶ ق م میں یونان رومن صوبہ بن گیا۔ ہماری رائے کی تائید سسرو "پیزو" ۱۶، ۳۷ سے ہوتی ہے۔ پیزو جو قانون قیصری کے مطابق صرف مقدونیہ کا حاکم تھا، اسکے حدود اختیار اسوقت بھی اکائیہ، تھسلی، ایتھنز اور جملہ یونان پر وسیع تھے جب یہ یونانی ریاستیں "خود مختار" تھیں۔

چونکہ وہ خیال جسپر میں نے بحث کی ہے زیادہ تر پوسانیاس ۷، ۱۹ پر مبنی ہے، اسلئے

پیش نہیں آیا جس سے صورتِ حالات میں کسی قسم کی مادی تبدیلی پیدا ہو گئی ہو | باب ۱۹

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسکے بیانات کی ذرا تفصیل کے ساتھ جانچ کیجائے۔ اسنے ۲، ۱، ۲ میں جو "دوسرے یونانیوں" کا لفظ استعمال کیا ہے اس کے اگر وہی معنے لئے جائیں جو ۷، ۱۶ میں "ہیلاس" کے ہیں تو پھر یہ ناقابلِ عبور مشکل پیش آئے گی کہ اسوقت رومنوں نے کسی ایسی یونانی ریاست کا بال بیکا نہیں کیا جو اس سے برسرِ پیکار نہیں ہوئی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ۷، ۱۶ میں جو لفظ "ہیلاس" استعمال کیا گیا ہے اس کے معنے میں اسی طرح قطعیت نہیں پائی جاتی جیسے ۲، ۱، ۲ میں الفاظ "دوسرے یونانیوں" کے مفہوم میں پائی جاتی ہے۔ واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاکہ نویس نے ایک عام اصطلاح استعمال کی تاکہ ایسی باتوں سے اسے چھٹکارا ہو جائے جن سے اسے دلچسپی نہیں تھی اور جو اس کے حلقہ کار سے باہر تھیں۔ الغرض ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ ۱۴۶ ق م کے بعد یونان میں بہت سے لوگوں کو روما کی مالگزاری ادا کرنی پڑتی تھی لیکن یہ بات کہ یہ لوگ کون تھے اور کسقدر مالگزاری ادا کیا کرتے تھے خود پوسانیاس کو بھی معلوم نہ تھی۔ پوسانیاس نے ان کلیوں کی حقیقت زونار اس سے کھل جاتی ہے جو کہتا ہے کہ "انھوں نے فصیل بنانے پر سزا دی"، یہ اچھی طرح سے سمجھ میں آسکتا ہے اور اس سے زونار اس کا دوسرا فقرہ کہ "علاوہ کورنتھیوں کے باقی سب کو آزادی اور خودمختاری دی گئی" ایک خاص معنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے الفاظ کہ "یونان سے خراج لیا جاتا تھا" بالکل بیکار ہیں۔ ہیلاس سے کیا مراد ہے؟ کیا اس سے یوروپی یونان مراد ہے؟ یقیناً اس سے ایتھنز و اسپارٹا تو مراد ہو گی نہیں۔ پھر کیا اسمیں جزیرے شامل تھے؟ تھے تو کونسے؟ اسمیں تو شبہ نہیں کہ پوسانیاس کو کبھی خواب میں بھی نظر آیا ہوگا کہ اسکے الفاظ سے کہ "یونان کو روما کو محاصل ادا کرنے پڑتے تھے" انہیں کبھی بھی دستوری تاویلات کی بنیاد قرار دیا جائے گا۔ میری رائے کی تائید سسرو Verr. ۱، ۵۵ سے بھی ہوتی ہے جسکے مطابق ممیوس نے "اکائیہ و بیوتیہ کے بہت سے شہروں کو رومن قوم کے حکم کے تابع کر دیا"۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سسرو اس خیال سے بالکل ناواقف تھا کہ اس نے تمام یونان کو ایک رومن صوبہ بنا دیا ہو۔ الغرض اس افسانہ کو مزید رواج دینے کے متعلق کوئی ضرورت معلوم نہیں ہوتی۔

جن ناظرین نے صبر کے ساتھ اس بحث کا مطالعہ کیا ہے انھیں میرے نتائج کا اندازہ ہو گیا ہوگا۔

باب ۱۲

ہم یہاں تاریخ کا پادوسیہ پر خاص طور پر بحث کریں گے اور سروست پولیتوس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ سنہ ۱۴۶ ق م میں صوبہ داری آراضی کے متعلق کوئی خاص نظریہ نہیں تھا۔ اگر روما اقوام یا بلدیات کو فتح کرتا تو انکے ساتھ ہمیشہ مساویانہ سلوک نہیں کرتا تھا۔ وہ یا تو انکے بعض حقوق سلب کردیتا ورنہ انکے بعض حقوق انھیں چھوڑ دیتا، لیکن وہ حقوق جنھیں وہ خاص طور پر سلب نہ کرتا وہ برابر قائم رہتے تھے، اور یہ وہی کیفیت ہے جو بہت سے دوسرے ملکوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ سنہ ۱۴۶ ق م میں بہت سے یونانی بلدیات واقوام کو، جو روما سے برسرپیکار تھے، شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ انکی شکست سے انکی سیاسی حالت میں تبدیلی پیدا ہوگئی لیکن جنھیں شکست نہیں ملی ان کی حالت پہلے ہی کی سی رہی۔ ایک ایسا ضلع جس کا نام "ہیلاس" ہو اور جنکی حالت ایک سی ہو، ایسا ضلع نہ اسوقت موجود تھا نہ بعد میں وجود میں آیا۔ بعد میں چلکر ہمیں صرف "اکائیہ" ملتا ہے، اور یہ امر نہایت قابل غور ہے۔

آخر میں ہم ایک عام رائے کا اظہار کریں گے کہ "پروونس" یا صوبہ سے یہ مطلب جو لیا جاتا ہے کہ وہ ایک ایسا علاقہ ہے جسکا انتظام ایک ہو یا جس کا نگران ایک ہو اس سے رومن دستوری قانون کے تنظیم کے بابت مبالغہ آمیز خیالات کا اظہار ہوتا ہے۔ میرے نزدیک اندرونی کیفیات اور خارجی تعلقات کے مابین کامل تفریق نہیں کیجاتی۔ بلاشبہ جہاں تک اندرونی کیفیات کا تعلق ہے نظریہ اور واقعات کے مابین مکمل یکسانی نظر آتی ہے، اور اگر ہم عہدۂ عامل سے استدلال کریں تو ہم آسانی سے مختلف عمال کے اقتدارات کو متعین کرسکیں گے اور اسی ذریعے سے انکے سرکاری کاروبار کا تعین کرسکیں گے۔ عامل کا عہدہ اور بہت سے عمال ابتداہی سے رومن مملکت میں موجود تھے اور رومنوں کے خیال وعمل میں جو مطابقت پائی جاتی تھی اس کی وجہ سے وہ ہمیشہ اپنے دستوری نظام کے ممتاز اصولوں کا نہایت صحت کے ساتھ انطباق کرتے تھے لیکن بیرونی اثرات، حدود ملکی سے باہر مقبوضات اور دوسرے اقوام وممالک کیساتھ تعلقات یہ سب چیزیں یا رومن جیسی مملکت کا تو کجا کسی مملکت کے غیر تغیر پذیر اصولی تخیلات کا جزو نہیں کہی جاسکتیں۔ یہاں آخر بیرونی دنیا کی آوازہ کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، اور انفرادی مملکت کو ایک حد تک اسکے خیالات کو بھی جہاں تک کہ وہ منتشر ہوسکے ہیں) ملحوظ رکھنا پڑے گا۔ بدیں سبب یہ رومنوں کے لئے ناممکن تھا کہ ابتداہی سے صوبہ"

کو نظر انداز کر کے محض سبجی نیہ و پر گامم پر سرسری نظر ڈالیں گے - اسکی وجہ باب ۱۹

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - سا وہ تحیل قائم کریں جسکے بموجب وہ جغرافی اعتبار سے ایک محدود رقبے کا نام تھا اور جسکی اراضی کلیتہ اسکے اختیار میں تھی - اصل میں ابتدا میں رومن پر دونچیا" ایک ایسے ماموریا پر تیور کا سرکاری علاقہ تھا جو روما کا اس نواح میں قائم مقام ہوتا اور جو انصاف کرتا اور تصفیے کرتا - میری دانست میں حلیفوں یا مفتوحہ علاقوں میں فیصلہ کن عنصر کسی قسم کا رومن نظریہ نہیں بلکہ علاوہ مسلمہ اصول قانون بین الاقوام کے (جنمیں سے علاقہ کے خود مختاری اہم ترین ہے) فیصلہ کن عنصر موقعہ و محل کے کیفیات ہیں، جس کے معنے یہ ہیں کہ ہم بجائے منظم نظریاتی استدلال کے تاریخی واقعات کے صحت کی طرف قدم بڑھائیں گے - ان معاملات میں صرف ایک چیز ایسی ہے جہاں یکسانی پائی جاتی ہے اور وہ رومن قوم کے ان عہدہ داروں کے ساتھ تعلق کا مسئلہ ہے جنہیں باہر روانہ کیا جاتا تھا - رومہ کے جو تعلقات ریاستہائے متعلقہ سے تھے وہ عہد سلطنت تک کبھی یکساں طور پر منظم نہیں ہوئے - روما کے خانگی دستور کا خارجی معاملات کے ساتھ وہی تعلق ہے جو رومن "قانون ملکی" کا رومن "قانون اقوام" سے ہے اور جہاں اول الذکر میں تبدیلیاں پیدا نہیں وہاں ثانی الذکر حالات و واقعات کے ساتھ بدلتا رہتا ہے - نتیجہ یہ ہے کہ ابتدا میں خارجی ممالک کے ساتھ جو تعلقات تھے وہ اتفاقات زمانے کے ساتھ ساتھ بدلتے رہتے تھے، اور یہ خیال کہ ہر ایک ماتحت ملک میں ایک ہی سی قانونی کیفیات پائی جائیں یہ بہت عرصے تک بعد نہیں ملتا - الغرض اسطرح اصول آراضی صوبہ جات جنکا سنہ ۱۴۶ ق م میں خیال بھی نہ تھا، عدم سے وجود میں آجاتا ہے -

سنہ ۱۴۶ ق م میں بھی ہم اسی عہد میں ہیں جسکے بابت سسرو (De Off. ۲، ۸) کہتا ہے کہ روما کو بہ نسبت تحکم کے ممالک اراضی کی نگرانی کا اختیار زیادہ تھا - اور یہ وہ صورت حال تھی جو (اسکے نزدیک) اسوقت تک قائم رہی جب گراکس کے عہد میں اندرونی معاملات میں حق و راست بازی کی جگہ قوت و جبروت نے لے لی - اس تپر وکی نیوم" یا نگرانی کا امپیریوم یا تحکم سے وہی تعلق ہے جو یونانیوں میں "پروستازیہ" یا سیادت کا "آرخے" یا سلطنت سے ہے (دیکھو جلد ۲ تتمہ) ہمیں سسرو کے اس فقرے کو محض کشش قلم ہی نہیں سمجھنا چاہئے - بلاشبہ وہ امن کی لیگ جسکا روما حامی تھا، وہ ایک طرح کے جبر سے وجود میں آئی تھی لیکن کیا ہر جگہ یہی کیفیت

باب۱۹ یہ ہے کہ ایک تو پوتوس رومن اثرات سے ذرا ہٹا ہوا ہے اور دوسرے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ نظر نہیں آتی۔ ہر مملکت کی بنیاد حق جبر پر نہیں تو اور کس پر ہے اور کوئی شخص اپنے منفرد حقوق سے اپنی خوشی خاطر دست بردار نہیں ہوتا۔ اگر بحیرہ روم میں امن قائم کرنی تھی تو پھر مختلف خود مختار مملکتوں کو روما سے اتحاد اور دوسروں پر حکومت کرنیکے اختیار سے دست برداری لازمی تھی لیکن ساتھ ہی اس اتحاد اور دست برداری میں انکے اندرونی آزادی پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ روما نے علاقے فتح ضرور کئے، لیکن ہمارے زمانے کی طرح نہیں جب فاتح مفتوحہ علاقوں کا انتظام اپنے سر لے لیا کرتا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک حد تک اس صورت سے زمانۂ حال کے امن پسندوں کے مطمح نظر کی ایک حد تک تکمیل ہو جاتی ہے۔

کرتیوس نے اپنی کتاب "تاریخ بلدیہ ایتھنز Curtius : Slaalsgeschichte Athens (برلن ۱۸۹۱ء ص۲۴۶) میں روما و یونان کے تعلقات پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے جو قابل لحاظ ہے۔ وہ کہتا ہے "کہ دو ایسی قومیں جو ابتداءً ہم نسل تھیں ایسے زمانے میں ایک دوسرے سے ملیں جب انہیں ایک دوسرے کی مدد کی بغایت ضرورت تھی۔ . . . . ان کا ایک دوسرے سے اتحاد انکے قابل ترین قائم مقاموں کے ذریعے سے ہوا، اور جہاں مقدونیوں کے خلاف توکیون جیسے اشخاص کے افعال سے مدافعت کے بیکار ہی کا ہی ثبوت مل سکتا تھا، وہاں نئی اقلیمی سلطنت کچھ ایسی نوع کی تھی کہ یونانی وطن دوستوں کو یہ باور ہو گیا کہ وہی ایک ہستی ہے جو یونان کے مفاد کی ضامن بن سکتی ہے۔ صورتِ حال کے اس کیفیت کو دوسری مقدونوی جنگ کے بعد ان اکائیائی یرغمالوں نے واضح کر دیا جو اس وقت روما میں موجود تھے۔ یہ خدا کا عجیب و غریب کرشمہ تھا کہ سب سے پہلے اکائیائی یرغمالوں کے منہ سے یہ بات نکلی کہ تاریخ یونان کی تکمیل دراصل سلطنت روما کے قیام کی شکل میں ہو جاتی ہے۔" اس رائے میں ہم صرف یہ اضافہ کرنا چاہتے ہیں کہ بحیرہ روم کے ہر چہار طرف کی تجارت میں جو اضافہ ہو رہا تھا اسکے لئے وہ امن و امان کافی نہ تھا جو ایتھنز و رھوڈز نے قائم کیا تھا، بلکہ یہ روما ہی تھا جو اس بحیرہ کو محفوظ و مامون بنانے میں کامیاب ہوا۔

ایتھنز ۱۴۶ سنہ ق م کے بعد اسکی کیفیت؛ ہرٹزبرگ ا، ۲۰۸ وغیرہ؛ ۳۲۰ تا ۳۲۲۔
سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد یونان کے سکے؛ بعلاوہ ایتھنز کے سکہ سازی اب بند ہو جاتی ہے۔ شمال میں

باب ۱۹ یہ کہ ہم اس سلطنت کے معاملات پر باب ۲۵ میں علیحدہ بہت کچھ غور کریں گے۔
ہم باب ۹ میں بیان کر چکے ہیں کہ کاپادوسیہ کے تخت پر سلسلہ قوم میں اریاراتھیس پنجم متمکن ہوا[۶۳]۔ دیمتریوس اوّل شاہ سوریہ نے (جسکا ذکر عنقریب کیا جائے گا) اسکی اپنی بہن کے ساتھ شادی کرنے کی کوشش کی، جو پہلے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اب بھی عقدونوی سکے رائج تھے (ہیڈ: تاریخ سکوکیات Head : H N.) ۲۱۰) اور یہ جو درہمیاں تھیس جنیرُ نا کے دونوں "اودر لیگ" کندہ تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سکے ایک لیگ کے بنائے ہوئے ہونگے۔ بیزنطہ، ادیسوس اور دوسرے شہر برابر اسکندری سکے بناتے گئے۔ علاوہ ازیں مغرب میں دیراخیم اور اپولونیہ میں بھی رومیہ سلوک ہوا اور یہی حالت مشرق میں تھاسوس اور غالباً مارونیہ کی تھی۔ تھاسوس میں اس زمانے کے بے شمار سکے ملے ہیں۔ پیلوپونیسز میں عام طور پر غالباً صرف تانبے کے سکے بنائے گئے ہوں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کورنتھی درہم جو کسی زمانے میں نہایت ہی وسیع علاقے میں رائج تھے، اور جو بلکہ کورنتھ سے باہر بھی بنائے جاتے تھے، وہ اب مسدود ہوگئے ہیں اور اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ تجارتی رسل و رسائل پر اب روما کا بہت کچھ اثر پیدا ہوگیا تھا۔ کورنتھی درہم کورنتھی استاتر کا تہائی تھا اور کورنتھی استاتر دو اٹیکائی درہموں کے برابر یعنی اکسو تیس گرین کا تھا۔ رومن اپنے دینار کو اٹیکائی درہموں کے برابر ڈھالنے لگے تھے، چنانچہ ایک ایسا سکہ دو اٹیکائی درہموں کا تہائی ہو اور جو ایک درہم یا ایک دینار کے حساب کتاب میں جسکی شمار سہل نہ ہو وہ اس تجارت کے لئے نامناسب تھا جو روما کے سیادت میں ہو (ایک دینار تقریباً ۶۵ گرین؛ ایک کورنتھی درہم = تقریباً ۴۴ گرین)۔ اس کے برعکس روما نے برابر اٹیکائی سکوں اور انکے ہموزن اسکندری سکوں کی موافقت کی۔

[۶۳] کاپادوسیہ۔ اریاراتھیس پنجم اور اتالوس ملکہ" کارنیاڈیس کا اعزاز کرتے ہیں۔ ایتھنز میں اتالوس کے محراب کے قریب نوشتہ: ڈٹن برگ ۲۲۰ مع تفسیر کے۔ اریاراتھیس دیمتریوس اوّل کی بہن کے ساتھ، جو پہلے پرسیوس کی بیوی تھی، نکاح کرنے سے انکار کر دیتا ہے: دیودورس ۳۱، ۲۸، یوستی نوس ۳۵، ۱۔

دیودورس نے ۳۱، ۳۲ میں اور دفریس کے پرانے ایسے میں چارسو تالنت

باب ۱۹ ملک مقدونیہ رہ چکی تھی اور جو کسی نہ کسی طرح سے سوریہ فرار ہوگئی تھی (دیکھو اوپر، باب ۱۸) لیکن حکمران کاپادوسیہ نے اس خطرناک مخالفہ میں شامل ہونے سے صاف انکار کر دیا۔ اس سے دیمیتریوس آگ بگولا ہوگیا اور اسنے تہیہ کرلیا کہ میں خود اپنی بہن کے ساتھ نکاح کرلوں گا اور نیز ساتھ ہی اریارا تھیس کے راستے میں طرح طرح سے روڑے اٹکانے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے اوروفرنیس کی تائید کی جسکا ذکر اوپر کیا جاچکا ہے۔ چنانچہ ۱۵۸ ق م میں اوروفرنیس تخت و تاج پر قبضہ کرنے میں آخرکار کامیاب ہوگیا۔ اریارا تھیس نے رومنوں کی رائے مانکر بالفعل اپنی نصف آبائی سلطنت پر قناعت کی جسپر قابض ہونے میں اتالوس شاہ پرگامم نے اسکی مدد کی تھی۔ کچھ عرصہ بعد اوروفرنیس ازراہ حماقت اپنے واحد حامی دیمیتریوس کے مخالفت میں انطاکیوں کی پشت پناہی کرنے لگا جسپر دیمیتریوس نے اسے قید کرلیا گو ہمیں اسکا علم نہیں کہ وہ دیمیتریوس کے ہاتھ کیسے آیا ہوگا۔ اسکے بعد اریارا تھیس کاپادوسیہ کا واحد مالک بن گیا۔ وہ اس ملک کا سب سے بڑا حکمراں تھا اور اس نے جہاں تک ہوسکا کاپادوسیہ کو یونانی قالب میں ڈھالنے کی کوشش کی۔ وہ اور اسکا دوست یعنی اتالوس جو اسکا نسبتی بھائی بھی تھا دونوں نے اتھنز کی شہریت اختیار کی اور دونوں فلسفی کارنیادیس کی دل سے عزت کرتے تھے۔ اریارا تھیس نے سوریہ، کوماگینے، ارمنستان اور پرگامم کے معاملات میں مداخلت کی اور ہر جگہ کامیاب ہوا، لیکن آخرکار مدعی حکومت ارسطونیکوس سے روما کے موافق لڑتے ہوئے مارا گیا (دیکھو باب ۲۵ [۱])

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ املاک جمع کرنے کا جو حال بیان کیا ہے اسکی عجیب و غریب تائید پریئنے میں اوروفرنیس کے پانچ سکوں کے انکشاف سے ہوتی ہے؛ رائناش: تین سلطنتیں، ۵۴۔ دیودوروس (۳۱، ۱۹) اریارا تھیس کی تعریف کرتا ہے۔

[۱] ہمی نیہ، پرگامم لیوی Ep. ۵۰؛ رائناش: "تین سلطنتیں"، ۱۰۳، ۱۱۸؛ فرینکل: "نوشتہ جات" Frankel: Inschr ص ۱۲۱۔

اپنے باپ کے اعزاز میں اس نے اپنے شہر کا نام مترا گایو سے بیہ رکھا۔ میں نے اس کی بیوہ ئیسہ کے اپنے بچوں کے ساتھ برتاؤ پر باب ۲۵ میں بحث کی ہے۔

بتھی نیہ میں فسادی پروسیاس دوم کو جو روما، پرگامم اور خود اپنی قوم سے ہمیشہ جھگڑے کرتے رہتا تھا سنہ ۱۴۹ ق م میں اسکے بیٹے نکومیدیس نے مار ڈالا اس لئے کہ اس نے نکومیدیس کو قتل کرلینا چاہا تھا۔ اسکے بعد نکومیدیس نے اپی فانیس یوئرگی تیس ("مہربان وممتاز") کا عالیشان خطاب اختیار کرکے سنہ ۹۴ ق م تک حکومت کی۔ اسکے مزید حالات کے لئے دیکھو نیچے باب ۲۵۔

سنہ ۱۵۹ ق م سے سنہ ۱۳۸ ق م تک پرگامم کا حکمراں اٹالوس دوم "فلاویلفوس" تھا جسنے اپنے بھائی کے بیوہ استراتونیس سے جو اریاراتھیس پنجم کی بہن تھی، نکاح کیا تھا۔ اس نے پروسیاس دوم کے قتل اور دیمیتریوس اول کے زوال میں حصہ لیا تھا۔ اس نے مدعی سلطنت فیلقوس اور اکائیائیوں کے مخالفت میں رومنوں کا ساتھ دیا۔

یہ کہا جاتا ہے کہ دوسری صدی ق م کے بیشتر حصے میں کاپادوسیہ اور پرگامم ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں اور اسطرح ایشیائے کوچک کے عام کیفیت میں ایک طرح کا توازن قائم کرتے ہیں۔ فی الجملہ یہ دونوں سلطنتیں قطعی طور پر روما کے طرفدار ہیں اور ان کے اس طرز عمل سے روز بروز انھیں تقویت ہوتی جاتی ہے۔ سنہ ۱۹۰ ق م میں کاپادوسیہ نے غالویوں کا ساتھ دیا اور سنہ ۱۶۸ ق م میں پرگامم نے اپنا تذبذب ظاہر کیا لیکن اس سے انہیں آخرکار کوئی نقصان نہیں پہونچا۔ دونوں سلطنتیں برابر روما کی حلیف رہیں اور کاپادوسیہ والے برابر یونانیت پسند رہے۔

مشرق کے اس حصے کے معاملات جن پر سے رومن اثر ہٹ گیا تھا، نہایت پیچیدہ ہیں اور ایک بڑی حد تک نامعلوم ہیں۔ ان ممالک میں سے ایک مصر ہے جسکا اندرونی حصے پر روما کا کسی قسم کا اثر نہیں تھا، اور اسکے علاوہ باختر، پارتھیا اور سوریہ ہیں۔ اس موقع پر ہم غیر معلوم سے معلوم کی طرف قدم

باب ۱۹ اٹھائیں گے اور اپنے بیان کو باختر سے شروع کریں گے۔ اس ملک کی بیشتر تاریخ کے بابت صرف سکوں ہی کے مدد سے قیاس دوڑایا جاسکتا ہے (دیکھو اوپر باب ۹ و ۱۳)۔

اس علاقے میں دیودوتوس نامی ایک فرمانروا کے بعد اسی کا ہم نام دوسرا بادشاہ تخت نشیں ہوا۔ اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ تخت پر ایک غاصب یوتھی دےموس والی مگنیشیہ انطاکوس سوم کے زمانہ میں بیٹھا (دیکھو اوپر باب ۱۵)۔ اسکے بیٹے دیمیتریوس کو ہندوستان اور تاتارستان میں متعدد جگہ فتوحات حاصل ہوئیں۔ اسی کا ہمعصر ایک شخص یوکراتی دس تھا جسکے سکوں کی نقل شاہ پارتھیا نے اتاری۔ ہم دیکھتے ہیں کہ باختر کے ایک شہر اور اراخوزیہ کا ایک شہر کا نام یوکراتی داس کے نام پر تھا۔ ان سکوں سے جو ابتک منکشف ہوتے ہیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ مفصلہ ذیل حکمرانوں نے دوسری صدی ق م کے ابتدائی عہد میں حکومت کی: ہیتالیون، اگاتھوکلیس، انتی ماخوس، اسکے بعد اسکا جانشیں انتیالکداس، افلاطون (جسکے سنہ ۱۶۵ ق م والے سکے موجود ہیں) اور ہیلیوکلیس جو غالباً یوکراتی داس کا بیٹا تھا۔ اس آخری فرمانروا

---

۵۵ باختر: فون گٹشمٹ "تاریخ ایران" ۲۹، ۳۳، ۳۷، ۴۰، ۴۸، ۵، ۱، ۷، ۷، ۱۰۱ سکہ شناس سکوں سے استاج کرنے میں حق بجانب معلوم ہوتے ہیں۔ بلیو (: "افغانستان کی نسلیات کی تحقیق" Bellow : Enquir into the ethnography of Afghanistan سنہ ۱۸۹۱ء اور مضمون جو اس نے لندن کی انجمن ایشیائی Asiatic Society کے روبرو پڑھا اور جو اتھینیئم ۲۱ مارچ سنہ ۱۸۹۲ء میں چھپا ہے) یہ فرض کرلیتا ہے کہ افغانی زبان میں ایسے آثار موجود ہیں جن سے ان یونانیوں کا اثر معلوم ہوتا ہے جو سکندر اعظم کے بعد کوہ سلیمان میں جاکر آباد ہوگئے۔ اس کا خیال ہے کہ افغانی قبائل کے نام تک یونانی الاصل ہیں۔

پارتھیا: شپیگل: "قدیمات ایران" Spiegel : Iran. Alterth. ۳، ۷۷، جیڈ ۹۱۲ وغیرہ فون گٹشمٹ Gutschmidt ۴۳ وغیرہ، ۴۵، ہیڈ ۶۹۷) کامیسلی لیس کے سکوں کو خراسینی سلطنت کی طرف منسوب کرتا ہے۔

عہد میں دو اہم تبدیلیاں ہوئیں، اوّل تو رائج الوقت اٹیکائی معیار چھوڑ دیا جاتا ہے، اور دوسرے یہ کہ جہاں اسوقت تک سکوں پر صرف یونانی میں کتبہ تھا وہاں آئندہ سے اسکے ساتھ ساتھ ایک تو ہندوستانی زبان میں اور دوسرے نام نہاد اریانی حروف میں، جو سامی حروف سے لئے گئے تھے، کتبوں کا اضافہ ہوتا ہے۔ ہیلوکلیس (سنہ ۱۵ ق م) سے آخری بادشاہ ہرمیاس تک کا (جسنے غالباً سنہ عیسوی کے ابتدائی زمانے تک حکومت کی) زمانہ نہایت تاریک ہے اور اسکی سنویت کا تعین ناممکن ہے۔ دوسری صدی ق م کے وسط کے قریب، جب یوکراتی داس تخت پر بیٹھا ہوا تھا، اس وقت متھراداتیس شاہ پارتھیا نے باختر پر حملہ کر دیا یہ مہرداد وہی حکمراں ہے جس کا خطاب اس زمانے کے سکوں پر ارساکیس ایپی فانیس یوئرگی تیس فلہیلین کندہ ہے، اور جس نے غالباً سنہ [illegible] ق م سے سنہ ۱۲۶ ق م تک حکومت کی یہ بادشاہ بلاشک پارتھیا کے حکمرانوں میں سب سے زیادہ ممتاز تھا۔ اس نے اپنی سلطنت مشرق میں ہندی قفقاز تک بڑھالی اور اسکے بعد وہ مغرب میں ایشیا کا رُخ کیا جسمیں انطاکوس چہارم کے بعد طرح طرح کی تبدیلیاں ہوئی تھیں۔ ہم انطاکوس چہارم کی طرف مختصر طور پر پھر باب ۲ میں رجوع ہونگے، لیکن یہاں ان تبدیلیوں کا خاکہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے[ف]

ف سوریہ۔ اس حاشیہ میں میں نے بادشاہوں کی تفصیل دی ہے۔ مقابلہ کرو شیوئرر، ۱۰۲ا وغیرہ۔
انطاکوس پنجم "یوپاتور" نو سال کی عمر میں بادشاہ بنا؛ سکوں پر ذرا زیادہ عمر کے آثار؛ بالبوں، CXIII, CXIV۔ اسکے لیسیاس اور اوکتاویوس کے لئے دیکھو پاؤلی، ۱، ۱، ۱۱۲۷؛ ۵، ۲۲۸۔
تارخوس کے سکے کمیاب ہیں؛ بالبوں CXV
دیمتریوس اوّل۔ دیمتریوس و پولی بیوس؛ پولی بیوس ۳۱، $\frac{19}{21}$؛ اسکی شراب خواری؛ ایضاً ۳۳، ۱۹۔ سکے۔ الٹی طرف، علاوہ اپولو کے، ایک زنانہ شبیہہ جسے بالبوں CXVII تیخے بتاتا ہے۔ صور و سید اکے بلدی سکے جن پر دیمتریوس اول کا سر اور دو زبانوں میں کتبے کندہ ہیں نیز چودراہمیاں اور تانبے کے سکے جن پر دیمتریوس و لاؤدیکے کے سر بنے ہیں۔ ملاحظہ

باب ۱۹

انطاکوس چہارم کے بعد اس کا نو عمر بیٹا انطاکوس پنجم "یو پاتور" تخت پر بیٹھا اور اس نے ۱۶۴ سنہ ق م سے ۱۶۲ سنہ ق م تک حکومت کی۔ اس پانچویں انطاکوس کے وزیر لیسیاس نے ملک کی فوجی قوت میں اس حد تک اضافہ کیا کہ رومنوں کو اس میں مداخلت کرنا پڑی اور انھوں نے اس میں تخفیف کرنے کے لئے تین اشخاص کی ایک سفارت بھیجی۔ جب یہ سفیر لاؤدیکیہ پہونچے تو لیسیاس نے انہیں سے ایک یعنی گنے یوس اوکتاویوس کو قتل کرا دیا۔ اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ رومنوں نے بادشاہ کے رشتے کے بھائی دیمتریوس کو، جو روما میں بطور یرغمال کے رہتا تھا، آزاد کر دیا اور اسے انطاکوس کے مخالفت میں خوب ابھارا۔ اس دیمتریوس کے آزادی میں مورخ پولی بوس ممد و معاون ہوا۔ دیمتریوس نے آخر کار انطاکوس کو شکست دیکر اسے قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن گیا۔ اس بادشاہ نے جسنے ۱۶۲ سنہ ق م سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پہلے پرسیوس کی بیوی رہ چکی تھی۔ بابلوں، CXXII۔ اسکندر بالاس، ۱۵۰ سنہ ق م تا ۱۴۵ سنہ ق م۔ شیورر "تاریخ قوم یہود" Schuerer: Gesch. des Jued. Volkes. ، ۱، ۱۳۱، ۱۷۸۔ اسکا خطاب تیھو پاتر یوژرگی تیس ایپی فانیس نیکے فوروس تھا۔ پرگامم کے فرمانرواؤں نے اس سے پہلے انطاکوس چہارم کو تخت نشین کرایا تھا اور اب انھوں نے اسکے بیٹے کو تخت نشین کرایا۔ اسکندر بالاس کے بعض سکے جو فنیقی شہروں میں ڈھلے تھے اور جن پر فنیقی عقاب کی شبیہہ ہے وہ فنیقی معیار کے ہیں؛ بابلوں، CXXV CXXVI سلیوکی ۱۶۱ سنہ (یعنی ۱۵۰ سنہ ق م) میں فلومیتور برابر بطلیمائس میں سکے بنا رہا تھا؛ اسکندر بالاس نے ۱۶۲ سنہ ق م تک سکہ سازی جاری رکھی اور انطاکوس ہفتم تک اس خاندان کے فرمانروا برابر سکے بناتے رہے۔ ایتھنزی پارتھے نوس کی شکل اسکندر بالاس کے سکوں پر نمودار ہوتی ہے؛ بابلوں، تصویر، ۱، ۱۸؛ یہ انطاکوس چہارم "ایپی فانیس" کی نشانی ہے؛ نیز یہ کاپادوکی اریارا تھیس چہارم کے سکوں پر بھی نظر آتی ہے۔ اسکندر بالاس نے اپنے سکوں پر ایک شبیہہ کندہ کرائی جس میں سکندر اعظم کی مشابہت پائی جاتی ہے؛ بابلوں، CXXIX کیرا کے نقرئی سکوں پر بھی یہ شکل نظر آتی ہے۔ کیرموس کے ایک سکے پر ایک الو کی شائد اسلئے شکل ہے کہ

سنہ ۱۵۰ ق م تک حکومت کی) پہلے تو بڑی مستعدی دکھائی اور جب اس نے باب ۱۹
بابل کے صوبہ دار تمارخوس کو، جسنے شاہی لقب اختیار کرلیا تھا، مغلوب
کیا تو اسنے اپنے نام کے ساتھ "سوتر" کا خطاب بڑہا لیا۔ لیکن اسکے بعد
یہ شراب وکباب میں پڑگیا اور انطاکیہ کے قریب اپنے قلعہ بند محل میں اپنے آپکو
بند کرلیا۔ اسکی سیاسی حکمت عملی میں بھی آزمودہ کاری کی جھلک نہیں تھی۔
اسکی بہن کے مقدونیہ سے چلے آنے پر اس نے کوشش کی کہ اسکی اریاراتھیس
پنجم کے ساتھ نکاح ہوجائے لیکن اسمیں اسے کامیابی نہیں ہوئی اور جب اسنے
اس بہن سے خود اپنا نکاح کرلیا تو اسکے معاملات میں یکسوئی پیدا نہیں ہوئی بلکہ
رومنوں کو پہلے سے بھی زیادہ اپنا مخالف بنا لیا؛ ادہر کاپادوسیہ کے معاملات
میں مداخلت کرکے اس نے اریاراتھیس کو برہم کردیا۔ اسی طرح اسنے اوروفرنز
کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے بھی اُسے کوئی فائدہ نہیں پہونچا۔ آخرکار رومنوں،
اریاراتھیس اور اتالوس تینوں نے اسکے ایک مفروضہ رشتے کے بھائی
مسمی بالاس ساکن سمرنا کو اسکے خلاف اٹھا کھڑا کیا، جس نے اپنا خطاب
اسکندر رکھا تھا اور مشہور کر رکھا تھا کہ میں انطاکوس چہارم کا بیٹا ہوں۔ اُدہر
روما کے اجازت سے بطلیموس فلومیتور نے اپنی بیٹی قلوپترا تھیا کی (جو خاندان
بطالسہ کی شوخ ترین عورتوں میں سے تھی) نکاح اس اسکندر بالاس سے
کرکے ملک شام کے خلفشار میں سونے پر سہاگہ والی مثل کی۔ اسکندر بالاس نے
سنہ ۱۵۰ ق م سے سنہ ۱۴۵ ق م تک شام پر حکومت کی۔ بہرحال اسی مناکحت
کے بعد اسکندر کو مصر کی تائید حاصل ہوگئی لیکن اس شخص نے بھی وہی وتیرہ اختیار
کیا جو اسکے پیشرو کا تھا، اور اسی کی طرح اسکی قسمت نے بھی زیادہ دن تک
اس کا ساتھ نہیں دیا۔ فلومیتور نے اسکی بجائے تھیا اور دیمترکوس دوم کا ساتھ
دینا شروع کیا، جو دیمترکوس اوّل کا بیٹا تھا، اور تھوڑے ہی مدت کے بعد

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ وہاں ایتھنزی رہتے تھے؛ بابلون CXXVII. CXXX.
چودہ بہیاں نمبر اسکندر بالاس وتھیا کی شبیہیاں ہیں اور جو سلیوکیہ میں ڈہالے گئے تھے، بابلون CXXX

باب ۱۹ سنہ ۱۴۵ ق م میں ایک عرب سردار نے بالاس کا کام تمام کر دیا۔ اسکے جانشین دیمتریوس دوم (سنہ ۱۴۵ ق م؛ سنہ ۱۲۵ ق م) کے قسمت میں بڑے بڑے مد و جزر ہوئے۔ وہ بجد مستعد و جانباز شخص تھا گو اسکا خطاب "نکاتور" یا "فاتح" میں طعنہ آمیزی کے علاوہ حقیقی مفہوم نظر نہیں آتا، بہت جلد اسکی رعایا اُس سے متنفر ہونے لگی۔ الغرض اپامیہ کے ضلع کے ایک قسمت آزما مسمی دیودوتوس نے پہلے تو بالاس کے ایک بیٹے کو انطاکوس ششم "ایپی فانیس" کے نام سے سنہ ۱۴۵ ق م میں تخت پر بٹھایا اور سنہ ۱۴۲ ق م کے قریب اسکے قتل کے بعد خود تریفون کے خطاب سے بادشاہ بن بیٹھا۔ (سنہ ۱۴۲ ق م) چند روز تک تو دیودوتوس کا مستقر کلیکیہ اسپیرا کا شہر کوراکیزیوم تھا، جو ساحل کے قریب ایک ڈھلوان چٹان پر لیٹروں ٹھگوں کا آماجگاہ تھا۔ لیکن دیمتریوس ابھی تک مایوس نہیں ہوا تھا، چنانچہ جب اس نے دیکھا کہ شام کا دروازہ میرے لئے بند ہو چکا ہے تو وہ کسی دوسرے میدان کو تلاش کرنے لگا، اور آخرکار بابلستان میں اسے موقعہ مل ہی گیا۔

مہرداد شاہ پارتھیا نے، جسکا ذکر ابھی کیا جا چکا ہے، سنہ ۱۴۷ ق م میں میدیہ اور سنہ ۱۴۵ ق م میں سلیوکیہ (بدریائے دجلہ) تک فتح کر لئے تھے۔ اب بابل والوں نے دیمتریوس سے اسکے خلاف مدد مانگی اور دیمتریوس نے اسکا اقرار کر لیا اور ایرانیوں و الیمیائیوں ہی کو نہیں بلکہ اہل باختر کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا (واضح ہو کہ اس کے بعد اہل باختر کبھی آزاد نظر نہیں آتے)۔ پہلے تو میدان اسی کے ہاتھ لگا، لیکن سنہ ۱۳۹ ق م میں اسے شکست ملی اور وہ گرفتار بھی ہو گیا، چنانچہ مہرداد نے اسے پارتھی علاقہ میں گشت لگوایا اور اسکی جگہ جگہ نمائش کرائی۔ لیکن اب یک بیک پارتھی حکمراں اپنی رائے بدل دیتا ہے اور شاید دیمتریوس کی توانائی اور مستعدی سے متاثر ہو کر نہ صرف اپنی بیٹی رودوگونے کا اسکے ساتھ نکاح کر دیتا ہے بلکہ اسے شام کا بادشاہ بھی بنا دینا چاہتا ہے۔ لیکن قبل اسکے کہ وہ اپنے

باب ۱۹ اس منصوبے کو پورا کرتا اسکا انتقال ہوگیا اور اسکی جگہ (۱۲۸ ق م میں) فراتیس دوم" ارساکیس فلوپاتور ایپی فانیس فل ہیلین" کے لقب سے تخت نشین ہوا۔ اس زمانے میں پارتھیا میں دریائے فرات سے لے کر آراخوزیہ تک تمام ملک شامل تھے، اور اسکے علاوہ اسکے بادشاہ "شہنشاہ" کی حیثیت سے مفصلۂ ذیل ممالک پر سیادت کے دعویدار تھے۔ مشرق میں ہندوستان کے سرحدی مقامات، خرائین، یا میسین بدہانہ دجلہ و فرات پرس (لارستان) کرمان و گدروزیہ (مکران)، اور مغرب میں ادیابینے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ سب محض مشرقی شیخی ہی شیخی تھی، لیکن اسمیں شک نہیں کہ ایران و بلستان پر مقدونیہ کا مطلق کوئی اثر باقی نہیں رہا تھا۔ شمال و مشرق میں یونانی تمدن اسی طرح معرض زوال میں تھا، یہاں ۱۴۰ ق م میں پارتھیول نے مارگیانے (خراسان) پر قبضہ کرلیا اور سکیتھی قبیلوں نے باختر و سغدین، جو ہندوکش کے شمال میں تھے فتح کرلیا۔ صرف وادیٔ سندھ ہی کا علاقہ ایسا تھا جہاں سنہ عیسوی کے ابتدا تک یونانی عنصر نے اپنا سر اُٹھائے رکھا۔ خود دیمتریوس دوم کے لئے بھی پارتھیا کے جدید حکمراں کے تخت نشینی سے صورت حال میں بہت کچھ تبدیلی پیدا ہوگئی اس لئے کہ جدید حکمراں اپنے پیشرو کی طرح اسپر مہربان نہ تھا اور فی الحال اسکا یہ ارادہ نہیں تھا کہ دیمتریوس کو سوریہ کے تخت پر بیٹھنے میں اسکی مدد کرے۔

الغرض دیمتریوس تو ترلفیون کا بال بیکا نہ کرسکا، لیکن دوسروں نے اسکو بہت نقصان پہونچایا نلہ دیمتریوس دوم کے بھائی انطاکوس ہفتم سدیتیس

نلہ سوریہ یا شام۔ مقابلہ کرو پاؤلی ۱؍۱ ۱۱۳۸ ؛ ۶ ۰ ۲ ۲ ۲۱۷ تا ۲۱۷۴ ؛ بابلون CXXXI تا CLXI (دیمتریوس دوم تا انطاکوس ہشتم "گری پوس")؛ اکون: A. Kuhn: Beitragè Z "تحقیقات متعلق تاریخ سلیوکیاں از ۱۲۹ قم تا ۶۴ قم" Gesch. der Seleukiden von 129-64. B C. آلٹکرش بابت ۱۸۹۱ء۔

دیمتریوس دوم۔ اسکے سکوں پر مشرقی نمونے، صورتیں ڈھالے ہوے سکے!

باب ۱۹

نے اسکے خلاف خروج کیا اور اسکے ساتھ لڑائی میں تریفون کام آیا اُس کے مرتے ہی انطاکوس نے تھیا کے ساتھ نکاح کر لیا جسکی شخصیت قابل اعتراض ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - بالبوں CXXXII-CXXXIII

انطاکوس ششم اپنا لقب "ایپی فانیس دیونی سوسس" رکھتا ہے۔ سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سنہ ۱۴۵ ق م سے سنہ ۱۴۲ ق م تک حکومت کی؛ بالبوں CXXXV انواع: دیوسکوری گھوڑا دوڑاتے ہوئے، جیسے رومن دیناروں پر؛ نیز دیونی سی منونے؛ مشعل بردار ہاتھی؛ بالبوں CXXXVII -

تریفون چار سال حکومت کرتا ہے۔ اسکا لقب "بازی لیوسس اُوتوکراتور" یا خود مختار بادشاہ" تھا جو کسی دوسرے شامی حکمراں کا نہ تھا۔ استرابو ۱۴، ۶۶۸ کے مطابق کلیکیہ اسپیرا میں بحری قزاقوں کی قوت کا دارومدار تریفون پر تھا۔ لیک Leake کوراکے زیوم (= الایہ) کو جبل الطارق سے تشبیہہ دیتا ہے؛ مقابلہ کرو ورتر CXXXV ۱۹، ۳۸۲ - سکہ پر شاخ دار خود بنی ہے؛ بالبوں CXXVIII

انطاکوس ہفتم "سری تیس" - سیدے میں پیدا ہوا اور سنہ ۱۳۸ ق م سے سنہ ۱۲۹ ق م تک حکومت کی۔ اسکا لقب یوُرگی تیس تھا۔ اس زمانے کے سکے چودرہمی سے آخر تک یہ طرح کے ہوتے تھے۔ تانبے کے سکے پر ای سِس کی سر جامہ (سلیوکوس چہارم نے انطاکیہ میں ای سِس کا ایک تبخانہ بنایا تھا)؛ دوسری جانب اتھینے پارتھےنوس؛ تصویر ۱۲، ۱۴۲۔ انطاکوس ہفتم نے شمعون مکابیوس کو سکہ سازی کا حق دیا تھا، لیکن یہ صرف تانبے تک محدود تھا؛ بالبوں CXLIV -

دیمتریوس دوم، دوسری مرتبہ بادشاہ؛ سنہ ۱۲۹ ق م - ۱۲۵ - اس مرتبہ کے سکوں پر وہ ایشائیل نظر آتا ہے اس لئے کہ جب وہ پارتھیا میں تھا تو وہاں کے رواج کے مطابق اُس نے اپنی ڈاڑھی بڑھالی تھی -

اسکندر دوم "زابی ناس"، سنہ ۱۲۸ ق م تا سنہ ۱۲۳ ق م - انطاکیہ میں زیوس کا تبخانہ پامال کرتا ہے اور شاید اس سے جو ملتا ہے اسے طلائی استاتر بناتا ہے جس پر زیوس نکے فوروس کی تشبیہہ کندہ ہے بمصری تاجر کے اس فرزند میں علمی ظرافت بھی تھی۔ اسکے تانبے کے سکوں پر

باب ۱۹

لیکن جس کا شام کے تخت سے ہٹنا محال تھا۔ تخت شام پر بیٹھتے ہی اس نے یہ ثابت کر دیا کہ وہ اپنے بھائی کی طرح ایک زبردست حکمراں ہے، اس نے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اس کے سر پر شیر کی کھال نظر آتی ہے اور اس سے سکندر اعظم کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

سلیوکوس پنجم؛ ۱۲۵ قم۔ اسکی ماں تھیا نے اسکے باپ دیمتریوس دوم کو مروا ڈالا تھا، اور اب وہ اسے بھی ملک عدم پہونچاتی ہے اور اپنے دوسرے بیٹے انطاکوس ہشتم گریپوس کو تخت پر بٹھاتی ہے۔ لیکن وہ اسپر بھی قانع نہیں ہوتی اور اپنے اس بیٹے کا بھی کام تمام کرنا چاہتی ہے لیکن اسے اسکا علم ہو جاتا ہے اور وہ پیش بندی کرکے خود اپنی ماں کو قتل کرا دیتا ہے۔ تھیا کا خطاب "یوٹے تیریہ" (افراط) تھا۔ جو درہمیان جنکے ایک طرف اسکی شبیہہ اور دوسری طرف "شاخ افراط"؛ یہ ۱۲۵ ق م میں سکوک ہوئی تھیں؛ بالبوں CLII

(۱) انطاکوس ہشتم "گریپوس"، ۱۲۱ ق م اسکا لقب ایپی فانیس فلومیتور کالی نیکوس تھا۔ اسکے سوتیلے بھائی انطاکوس نہم "سیزیکے نوس" نے اسکے ساتھ لڑائی ٹھانی، جسکے بعد اوّل الذکر کیلئے سوریہ وفنیقیہ کا اور گریپوس شمالی سوریہ اور کلیکیہ کا حکمراں بن گیا؛ بالبوں CIV. اسکی شبیہ سے اسکی ناک کا خم صاف ظاہر ہوتا ہے۔

اسکندر بالاس اور اسکے بعد کے سکوں پر طرسوس کی عمارت کی تصویر نظر آتی ہے؛ یہ تصویر خود طرسوس کے سکوں پر بھی ملتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس شہر کے قریب اس عمارت کے کھنڈرات تک موجود ہیں، اور اسے سردانا پالوس کا مقبرہ بتایا جاتا تھا۔ سکندر اعظم یہاں پہونچا تھا (جلد ۳، باب ۲۲) لیکن بالبوں کہتا ہے CLVIII کہ سکوں پر جو عبارت ہے وہ کسی شاہی معبود کا بت خانہ ہے جسکی پوجا مغرب میں جوپیٹر دولی قنیس کے نام سے کیجانے لگی (وضع ہو کہ دولخے کوماگینے میں ایک مقام کا نام تھا؛ دیکھو روشے (Rescher) ۱، ۱۱۹۱)۔ مقابلہ کرو کارل رٹر؛ "جغرافیہ" Karl Ritter: Erdkunde حصہ ۱۹، ۳ تا ۲۰۳؛ اڈورڈ میئر: "تحقیقات متعلق تاریخ قدیم": Ed. Meyer: Forschungen Zur alten Geschishte ۳ تا ۲۰۹۔ اس قسم کی کیفیت سے اس مذہبی ردعمل کا حال معلوم ہوتا ہے جو اس زمانے میں دیار مشرق میں ہو رہا تھا اور جسکی وجہ سے انطاکوس چہارم اور اسکے جانشینوں کے سکوں میں وقتاً فوقتاً مشرقی معبودوں کی شبیہیں نظر آتی ہیں۔

باب ۱۹ پارتھیوں کے ملک پر حملہ کر کے بابل ہی نہیں بلکہ ہمدان بھی لے لیا۔ اب فراتیس بڑی کشمکش و پیچ میں تھا۔ اسوقت تک اسے کھلے میدان میں کہیں کامیابی نہیں ہوئی تھی، چنانچہ اب اس نے اس لڑائی کو شائستگی سے نبٹنے کے لئے ایک نیا طریقہ ایجاد کیا۔ اس نے تین مختلف النوع ترکیبیں چلنے کا انتظام کیا۔ اوّل تو اس نے اپنے دشمن سے گفت وشنود شروع کی تاکہ ممکن ہو تو اسکے ذریعہ سے اپیر داؤں سلجھانے؛ دوسرے اس نے سوچا کہ اسوقت دیمیتریوس کو چھڑانے کے لئے اچھا موقعہ ہے، اور تیسرے اگر یہ سب چالیں نہ چلیں تو پھر میدان جنگ میں پھر قسمت آزمائی کیجائے۔ یہ تیسری چال چل گئی، یعنی اس نے آخرکار انطاکوس ہفتم کو میدان میں شکست دیدی اور اس مستعد بادشاہ نے دیکھا کہ اب کام تمام ہوگیا تو اسنے خود اپنا کام تمام کرلیا (۱۲۹ ق م) اب شاہ پارتھیا اسکا افسوس کرنے لگا کہ میں نے دیمیتریوس کو محبس سے کیوں نکالا، لیکن چونکہ وہ اسکی زد سے باہر تھا اس لئے اس نے ایک نیا مدعی سلطنت کھڑا کردیا، جو انطاکوس سلیوکوس کا بیٹا تھا لیکن اس سے کچھ نتیجہ نہیں نکلا اس لئے کہ نوعمر سلیوکوس بہت جلد تماشاگاہ سیاسیات سے غائب ہوگیا اور دیمیتریوس دوم دوبارہ تخت شام پر بیٹھ گیا لیکن وہ اب بھی پہلے کی برابر نہیں رہا، اور واقعہ یہ ہے کہ شاہ پارتھیا کو اس سے کچھ ایسی شکایت ہی نہیں تھی۔ دیمیتریوس کو بطلیموسی اراذل کی مداخلت کی وجہ سے جو مشکلات پڑیں انپر وہ قابو حاصل نہیں کرسکا۔ بطلیموسی فیسکون کی بہن اور بیوی جسے اپنے بھائی اور شوہر سے بھاگ کر اُس نے دربار میں پناہ لی تھی اسکی وجہ سے اسے مصر کے ساتھ لڑنا پڑا، اور فیسکون نے، جس نے فلومیتور کے بعد سوریہ میں اختلال پیدا کرنا گویا اپنا فرض سمجھ لیا تھا، اب ایک نیا مدعی سلطنت سوریہ کھڑا کرلیا۔ یہ اسکندر زابی ناس تھا (۱۲۸ ق م تا ۱۲۳ ق م)، جو ایک مصری سوداگر کا بیٹا تھا اور جس نے یہ مشہور کیا کہ میں انطاکوس ہفتم کا متبنّٰی ہوں۔ زابیناس دیمیتریوس کو شکست دیکر خود بادشاہ بن گیا۔ ۱۲۵ ق م میں غالباً تھیا کے حکم سے دیمیتریوس کا خاتمہ کردیا گیا اور اس

خون آشام عورت نے اس کے تتمے کے طور پر اپنے اور دیمتریوس باب ۱۹
کے بیٹے سلیوکوس کو بھی بہت جلد ملک عدم پہونچا دیا۔ لیکن اب فیسکون
زابی ناس سے اپنی تائید ہٹا لیتا ہے، اور اسکے خلاف دیمتریوس دوم
کے دوسرے بیٹے انطاکوس ہشتم "فلومیتور گریپوس (مڑی ناک)" کو اسکے
خلاف روانہ کرتا ہے۔ گریپوس زابیناس کو شکست دیتا ہے اور زابیناس
سنہ ۱۲۲ ق م راہی ملک عدم ہوتا ہے۔ لیکن خود فاتح کو مشکلات کا سامنا کرنا
پڑتا ہے اس لئے کہ شائد سنہ ۱۱۶ ق م ہی میں انطاکوس نہم "کیزیکینوس"
(سنہ ۱۱۶ ق م) جو انطاکوس ہفتم کا بیٹا اور گریپوس کا سوتیلا بھائی تھا،
اسکا مقابلہ[۹۵] کرتا ہے۔ ان دونوں حریفوں کی ماں وہی غیر معمولی مستعد و توانا
عورت تھیا تھی جس کا ذکر اوپر پڑھنے میں آیا ہے۔ یہاں ہم شامی خلفشار
کو باب ۲۶ کیلئے چھوڑتے ہیں اور بالفعل مصر کے واقعات کی طرف رجوع
کرتے ہیں جو تاریخ کے تمدن کے لئے بہت کچھ اہم ہیں۔

سنہ ۱۸۰ ق م سے سنہ ۱۴۶ ق م تک مصر کے تخت پر بطلیموس پنجم کا
چھوٹا بیٹا بطلیموس ششم فلومیتور بیٹھا تھا، اور یہ وہی بطلیموس تھا جو انطاکوس
اپی فانیس سے آمادہ پیکار ہوا تھا (دیکھو باب ۱۸) سنہ ۱۷۰ ق م میں
کار ہائے حکومت میں اس نے اپنے چھوٹے بھائی بطلیموس یورگیتیس دوم
فیسکون ("توندو") کو اپنا شریک بنا لیا جسے اسکندریہ والوں نے ملک
کے مفاد کی خاطر تخت پر بٹھایا تھا ان دونوں بھائیوں کے مابین

[۹۵] مصر: کلیس، بائولی ۶، ۱۰۱، ۲۲۱؛ کہافی؛ "یونانی زندگی" باب؛ شیوزر Schurer: "تاریخ قوم یہود"، ۱، ۱۸۱/۱۸۲؛ بطلیموس نہم "فیسکون" (توندو یا "پیٹو") کے لئے مہافی؛ "سلطنت" ۳۷۷/۴۴ نیز ۳۴۴/۲۵۲ (روما، فلومیتور، فیسکون)۔ بطلیموس ہشتم اسی بطلیموس ہفتم کا بیٹا ہے جسے فیسکون نے مروا ڈالا تھا۔ فیسکون نے مصری تنخواہوں کیلئے جو کیا اسکے لئے دیکھو باب ۲۰ حاشیہ ۲۰۔ فلومیتور کے ساتھ حکومت میں شریک ہونیکے بعد فیسکون روما کی زور و شور سے طرفداری کرنے لگا اور روما کی تائید کیوجہ سے جو چاہا کیا۔ مصر میں جو کچھ ہوا اسکی بہت بڑی حد تک روما جوابدہ تھے۔

باب ۱۹

بہت جلد جھگڑے پیدا ہو جانے ناگزیر تھے۔ بڑا بھائی تو عیش پرست تھا لیکن عادتاً خوش مزاج تھا، لیکن چھوٹا ایک بے شرم بدمعاش تھا، اور اس کا وتیرہ تھا کہ جب اُسے ارتکاب جرائم کی سازشوں سے فرصت ملتی تو اپنے آپکو عالم متبحر ظاہر کرتا۔ الغرض فلومیتور کو زک ملی اور وہ روما بھاگ گیا۔ رومنوں نے فوراً اسے دوبارہ تخت پر بٹھا دیا اور فیسکون کو اس کے معاوضے میں سرنہ دیدیا۔ لیکن اس "پیٹو" کے لئے یہ کافی نہیں تھا، چنانچہ اس نے رومنوں سے درخواست کی کہ اسے قبرص بھی حوالہ کردیا جائے۔ رومنوں کے لئے اسمیں بھی مضائقہ نہیں تھا اس لئے اسے قبرص بھی مل گیا۔ لیکن مشکل یہ آپڑی کہ قبرصی اس "مہربان" سے خوش نہیں تھے اور وہ انکی نظروں میں ایک ملعون سے زیادہ نہ تھا؛ الغرض انھوں نے اسے جزیرے سے نکال باہر کیا، اور جب وہ سرنہ واپس گیا تو وہاں والوں نے بھی اسے نہیں رہنے دیا۔ اس نے پھر روما سے مدد طلب کی اور چونکہ رومن ان معاملات سے تھک گئے تھے اور انہیں ان دونوں میں کوئی فرق نظر نہیں آتا تھا بلکہ فیسکون ہی انکے نزدیک نسبتہ آسانی سے ان کا مطیع و منقاد بن سکتا تھا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ فلومیتور اس زمانہ میں ملک شام میں جنگ آزما ہوا اور ۱۴۶ ق م میں کام بھی آیا۔ اب میدان صاف تھا اور فیسکون تخت پر قبضہ کرنے کے لئے فوراً مصر گیا اور یہودی سپہ سالار کی کوشش کہ بیوہ ملکہ قلوپترہ اور اسکی اولاد کے لئے تخت محفوظ رہے رائگاں گئی۔ فیسکون نے ملکہ کے ساتھ جو اصل میں اسکی اور اپنے پہلے شوہر دونوں کی بہن تھی، نکاح کرلیا، اپنے بھتیجے یوپاتور کو تہ تیغ کیا، اسکندریہ والوں کا قتل عام کیا، اپنی نئی بیوی کیساتھ ظالمانہ برتاؤ کیا اور ان سب باتوں پر اسی بیوی کی بیٹی، جسکا نام بھی قلوپترہ تھا، نکاح کرکے ان سب کاموں پر گویا مہر ثبت کردی! اس نے مقتول اسکندریوں کی جگہ شہر کو اجیر سپاہیوں وغیرہ سے آباد کیا تھا، لیکن جب انھوں نے اسکے یہ جرائم دیکھے تو انکیں اور انکے غیر حساس بھائی بندوں سے بھی رہا نہ گیا اور انھوں نے محل شاہی میں

آگ لگادی۔ فیسکون اب قبرص بھاگ گیا اور شاید یہ دکھانے کے لئے باب ۱۹
کہ ہمیں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اُس نے اپنی بیوی کے پاس
خود اپنے بچے کے بدن کے ٹکڑے جو اسکے بطن سے پیدا تھا، تحفۃً بھیجے!
اسکے بعد اُس نے واپس آکر پھر اسکندریہ پر قبضہ کرلیا۔ ہم دیکھ چکے ہیں
کہ اسکندریہ سے قلوپترہ پہلے شام گئی لیکن وہاں سے واپس آکر اپنے شوہر
سے سمجھوتا کرلیا۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ فیسکون اپنی دونوں بیویوں کی صحبت
میں جنمیں سے ایک اسکی اپنی بہن اور دوسری اسکی اپنی بھتیجی ہے،
اپنے ظالمانہ افعال سے شاید تنگ آکر ذرا دم لیرہا ہے اور خود کو علمیات و فنون
ملکی کا سرپرست ظاہر کررہا ہے! یہ شخص کبھی واقعی طور پر اور کبھی فرضی
طور پر ۵۲ برس تک حکمراں رہا اور ۱۱۷ ق م تک نہیں مرا۔

اب ہم دوبارہ ۱۴۶ ق م پر آتے ہیں تاکہ ان ایام میں دنیائے
یونان اور ان ممالک پر جنہیں یونانی تمدن سرایت کرگیا تھا، نظر دوڑائیں۔
مقدونیہ کی سیاسی اہمیت بالکل زائل ہو چکی تھی اور اس ملک میں
سیاہ و سفید کلیۃً روما کے قبضے میں تھا۔ یونان میں آخری مملکت جو سیاسیات
میں ممتاز حصہ لینے کی خواہاں تھی اُسے زک پہونچ چکی تھی اور یہاں بھی روما کو
اقتدار کلی حاصل تھا۔ مغرب میں قرطاجنہ کا کام تمام ہو چکا تھا اور اس نواح
میں بھی روما کا کوئی مدمقابل نہیں رہا تھا۔ لیکن بہت سی ایسی قومیں بھی تھیں جو
زیادہ تر اٹلی اور سسلی میں رہتی تھیں اور جو یونانی زبان بولتی تھیں،
مغرب میں شہر مسالیہ برابر اپنی تجارت میں لگا رہا اور اسپر نہ تو آزاد ملکوں
کا اور نہ بادشاہوں کا اثر پڑا۔ مشرق اقصٰے میں ہم دیکھتے ہیں کہ یونانیوں کے
ایک بڑے جزو کی سیاسی اہمیت سلطنت پارتھیا کے عروج کی وجہ سے
زائل ہوگئی ہے اور اس سلطنت کا بادشاہ مہرداد تقریباً ۱۴۵ ق م میں
بابل اور سلیوکیہ کو فتح کرلیتا ہے اور کچھ ہی مدت بعد مارگیانہ کو لے لیتا ہے۔
جو اسوقت یونانی مملکت باختر کے قبضے میں تھا۔ چونکہ اسی زمانے میں باختر اور
سغدین اسکیتھیوں کے قبضے میں آگئے اس لئے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ تقریباً

باب ۱۹ سنہ ۱۴۰ ق م میں یونانی صرف ان مملکت پر حاوی رہجاتے ہیں جو ہندوستان کی سرحد پر واقع ہیں بلکہ یہاں بھی دیسی عناصر کی اہمیت میں اضافہ ہی ہو رہا ہے۔ مصر میں فلومیتور کے موت کے بعد مصر بظاہر متحد ہو جاتا ہے۔ اور سرینہ و قبرص کا پھر بظاہر اس میں الحاق ہو جاتا ہے؛ لیکن اسی سے یونانی مفاد کو دھکا لگتا ہے اس لئے کہ فیسکون نے حتی الامکان اسکندریہ کے یونانیوں کو ملک سے نکال دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی اور دیسی پجاریوں کو رام کرنے کے لئے انکے تجانوں کو وہ فروغ دیا جو کسی پہلے بطلیموس نے نہیں دیا تھا۔ شام میں ہم دیکھتے ہیں کہ مملکت بالکل فنا ہو جاتی ہے اور مکابی، جنکا ذکر اگلے باب میں کیا جائے گا، روز بروز بڑھتے جاتے ہیں، چنانچہ شمعون کو (سنہ ۱۴۳ ق م) شاہ سوریہ سکہ سازی کا اختیار دیدیتا ہے۔ مکابیوں کے عروج کے معنی یہ ہیں کہ مذہبی نقطۂ نظر سے مشرق اپنی ہستی کو تسلیم کرالیتا ہے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ مشرق کی ہستی کا اپنا زور دکھانا یہ فی نفسہ یونانی تمدن کے ترقی پذیر نہ ہونے کیوجہہ سے ہوا، اور یہ ترقی نہ صرف شام میں بلکہ ایشیائے کوچک کے مملکتوں میں بھی نظر آتی ہے۔ ہم اس تمدن کا فروغ کاپادوسیہ میں اریارا تھیس ۵ کے عہد میں، اشتیس میں مہرداد یوپاتور کے زمانے میں (دیکھو نیچے، باب ۲۵)، بتھی نیہ میں بدبخت نکومیدیس ایپی فانیس کے حکومت (سنہ ۱۴۹ ق م تا سنہ ۹۵ ق م؛ دیکھو باب ۲۵) میں دیکھتے ہیں۔

الغرض سنہ ۱۴۰ ق م کے قریب ہم دیکھتے ہیں کہ خارجی اعتبار سے یونانی عنصر کو روما مقدونیہ و یونان سے اسکیشی باختر و سغدین سے، پارتھی مارگیانہ اور بابل سے نکال دیتے ہیں؛ لیکن داخلی اعتبار سے یہ شکست صرف باختر و سغدین میں مکمل ہے اور ان ممالک میں جنھیں پارتھیوں نے فتح کرلیا تھا یہ مکمل نہیں۔ اگر اس نواح میں ایک ایشیائی مذہب فروغ پاتا ہے تاہم شاہان پارتھیا اپنے آپکو یونانی تمدن کا دوست ظاہر کرتے ہیں اور واقعاً بھی وہ یونانیت پسند ہی ہیں۔ فلسطین میں یونانی عنصر کو صرف

ایک حد تک پسپا ہونا پڑتا ہے لیکن زبان وغیرہ کے میدانیں اسے فروغ ہوتا ہے لیکن جو کچھ بھی نقصان ہوا ہے اسکی تلافی یونان تمدن کے ان بدیہی اثرات کو ہوتی ہے جو یونانی تمدن روما پر ڈالے بغیر نہیں رہتا (دیکھو باب ۲۴)، اور آخر کار روما یونانیت میں گویا تر بتر ہو جاتا ہے اور یونانیت اسکے ہر رگ و پے میں سرایت کر جاتی ہے یونانی مملکتوں میں یعنی ان مملکتوں میں جنپر مقدونوی یونانی نسل کے حکمراں صاحب اقتدار رہیں مفصلۂ ذیل سنہ ۱۴۰ ق م میں باقی ہیں۔

(۱) جمہوریتیں :- یونان میں مغرب میں (مثلاً مسالیہ) مشرق میں (رھوڈز سے تانائس تک)؛ (۲) سلطنتیں؛ مصر، شام، پرگامم، ہندوستان؛ (۳) ایشیائے کوچک کے جنوب اور سوریہ کے سرحد پر بہت سی جمہوریتیں، ملوکیتیں (مثلاً کلیکیہ میں اولبا؛ دیکھو نیچے، باب ۲۰، حاشیہ ۱۶) میں لیکن ہم ان سے پوری طور پر واقف نہیں۔

الغرض سیاسی اعتبار سے یونانی عنصر ہر جگہ رو بزوال ہے لیکن ذہنی اعتبار سے اسے تقریباً ہر جگہ فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ شام اور مصر میں یونانی جسم اور مشرقی روح کے مابین اختلاط کی کیفیت نمایاں ہے جو بالآخر عیسویت کی شکل میں نمودار ہوتی ہے[۱۲]۔

---

[۱۲] موم سن (تاریخ روما، ۲، ۵۹) نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ اس عہد میں مشرق میں مغرب کے خلاف ایک ردعمل کی کیفیت پیدا ہوتی ہے لیکن جب وہ اس ردعمل کے متعلق روما کے طرز عمل پر گفتگو کرنے لگتا ہے تو اسوقت اسکے خیالات اسقدر اطمینان بخش نہیں معلوم ہوتے، اور یہاں میں ان خیالات کی اہمیت کی وجہ سے اپر بحث کرنی چاہتا ہوں۔ وہ کہتا ہے کہ سکندر کے طرز عمل کا جو پہلا منحوس نتیجہ نکلا اسے رومن سینات ٹھکرا دیتی ہے یا دوسرے الفاظ میں "رومن دولت حامیہ" کو یہ نہیں چاہیئے تھا کہ سلطنت سوریہ کے انتزاع کو خاموشی سے دیکھا کرتے لیکن ہمارے نزدیک موم سن کو روما سے اتنی توقع نہیں کرنی چاہیئے۔ اسکے خیال کے مطابق روما کو سلطنت سوریہ قائم رکھنی چاہیئے تھی۔ لیکن کس کے خلاف؟ شائد جواب ملے کہ پارتھیوں کے خلاف۔ لیکن کیسے؟ بلاشبہ دجلے تک اپنی فوجیں بھیجکر۔ اگر روما کے پاس

باب بستم

یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں

(۱) مصر (۲) شام

ہم ایک اہم عہد کے اختتام پر پہونچ گئے ہیں اور ساتھ ہی تاریخ یونان کی انتہا کا زمانہ بھی ہر لحظہ قریب تر ہوتا جا رہا ہے اس لئے اب یہ مناسب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ روپیہ بھی ہوتا اور سپاہی بھی تو قابل سپہ سالار کہاں سے آتے ؟ روما کو ایک غیر سلطنت کی مستقل حریسوں کے ذریعے سے حفاظت کرنی پڑتی، اور دوسروں کے غرض سے اس قسم کی ذمہ داری پر فوجی خدمت انجام دینے کے لئے رومن تو تیار تھے نہیں اسمیں شبہ نہیں کہ ممکن ہے کہ خود رومنوں کو یہ خیال آتا ہو کہ سوریہ کے لئے کچھ نہ کچھ ضرور کرنا چاہئے اور استرابو ۱۴، ۶۶۹ میں اسکی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ ہمیں اس کا مشکل سے یقین آتا ہے کہ وہ ممالک غیر کے بادشاہوں کو تخت سے اتارنے سے جھجکتے ہوں؛ بلکہ واقعہ یہ ہے کہ وہ سوچتے تھے کہ سلیوکی خاندان کے زوال کے بعد آخر شام میں کیا ہوگا اور شائد صورت حال پہلے سے بھی بدتر ہو جائے۔ آخر الامر اس خاندان نے گویا اپنے آپ ہی خودکشی کر لی۔ علاوہ ازیں موم سن کا یہ خیال معلوم ہوتا ہے کہ رومن سینات کو ایک طرح کی سیاسی تاریخی دوراندیشی حاصل تھی جو خلاف واقعہ ہے۔ آجکل ہمارا خیال ہے کہ اگر روما چاہتا تو اس موقعہ پر شرق کے فروغ کے ابتدا کا چشم زدن میں خاتمہ کر دیتا؛ لیکن اسوقت روما میں اس خیال کا

باب ۲۲

معلوم ہوتا ہے کہ تمدن یونان کی تاریخ پر نظر دوڑائیں، چنانچہ یہ باب اور آئندہ کے چار ابواب کو ہم نے دوسری صدی ق م کے تمدن یونان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ پیدا ہونا محال تھا، بلکہ ہم تو یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ خیال ٹھیک بھی ہوتا یا نہیں اور اگر بالفرض سلطنت سوریہ بچ جاتی تو کیا ضروری تھا کہ اس سے اٹھتا ہوا شرقی بادل منتشر ہو جاتا ؟ ہمارے نزدیک یہ امر ناقابلِ انکار ہے کہ ۱۴۶ ق م کے قریب میں مشرق میں جو ردِ عمل پیدا ہوا اس کی جڑیں زمین میں بہت گہری جا چکی تھیں اور ایک اطالوی شہر کی مجلس سینات اسے نہیں روک سکتی تھی چنانچہ ہزاروں لاکھوں سپاہی بھی دجلے تک جاتے تو بھی اس کی بیخ کنی ناممکن ہوتی ۔ یہ تحریک ایک تخیلاتی تحریک تھی، اور ہم تمام تاریخی امداد سے یہ نتیجہ اخذ کرتے ہیں کہ تخیلات کی کاٹ تخیلات ہی کر سکتے ہیں ۔

موم سن ایک اور موقعہ پر یعنی اپنی "تاریخ روما" جلد ۵، ۳۷/۱۴۷ میں پھر اسی رائے کا اعادہ کرتا ہے کہ روما کو اس وقت شرق کے خلاف کچھ نہ کچھ کرنا ضروری تھا، اور اغسطوس پر الزام لگاتا ہے کہ اس نے "روما کی سیادت قفقاز و بحر قزوین تک نہیں قائم کی اور پارتھیوں کے تنازعات کا فیصلہ نہیں کیا"۔ ساتھ ہی وہ یہ ضرور کہتا ہے "میرا مطلب یہ نہیں ہے کہ روما کو شرق میں چند اور ملک فتح کرنا چاہیئے تھے، ایسا نہیں تو پھر اس سیادت کے قیام کی کیا تدبیر ممکن تھی ؟ قفقاز و قزوین سے پارتھیوں کی مخالفت کیسے کیجاتی اس لئے کہ وہ سرحد پر تھوڑا ہی تھے ؟ یہ کیا ایران کے مغربی کنارے کے پہاڑ سرحد بن سکتے تھے ؟ کیا روما کو ان پہاڑوں کے دروں پر قبضہ کرلینا چاہیئے تھا ؟ پھر اگر ہم ان دروں کو (اینگلو ہندوستانی اصطلاح میں) "حکیماتی سرحد" کا لقب دیں تو فرض کیجئے کہ پارتھی اس پر بھی خلفشار مچاتے رہے ؟ ایسا ہوا تو روما سے دو ہزار میل پر برابر مسلسل جنگ جاری رہتی ۔ نپولین بھی روس کے تنازعات کا خاتمہ کرنا چاہتا تھا اور اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ اس ملک کو مسخر کرے ۔ شرق کو زیر کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے، وہ یہ کہ اسے ذہنی اعتبار سے مسخر کرلیا جائے اور روما تو روما یونان کے لئے بھی یہ ناممکن ثابت ہوا تھا ۔ روما کے خصائص ہی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کام کا اہل نہیں تھا

مصر میں بطلیموس ششم "فیلکون" کے عہد سے یونانی تمدن کے خلاف اسی ردِ عمل کا مظاہرہ ہوتا ہے ۔ یونانیت پسند اسی پیو خود مصر آیا اور اس کا معائنہ کیا، لیکن اسے یا

باب ۲۰

تاریخ کے ملخص کے لئے وقف کر دیا ہے۔ یہ امر ناگزیر تھا کہ یہ کیفیات بیان کرنے میں کہیں کہیں سنوی تسلسل کو ہاتھ سے جانے دیا جائے ساتھ ہی ہم نے تفصیلی واقعات کو جتنا ہو سکا ہے زیادہ اہمیت دی ہے جن کے بیان سے جو نتائج ہیں وہ خود بخود نکلتے چلے آئیں گے۔

۱۔ مصر[۱] ہم اس سے قبل چودھویں باب میں تیسری صدی ق م کے مصری تمدن پر عموماً اور تمدن اسکندریہ پر خاص طور پر تبصرہ کر چکے ہیں ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس طرح ابتدائی بطالسہ نے اپنے میوز خانہ اور اپنے کتاب خانوں میں شعرا و علما کے لئے گویا ایک ارم کا گھر بنا دیا تھا اور اس طرح ان کے تجر و تجسس کے لئے ایک لاثانی ذخیرہ مہیا کر دیا تھا تاجداران مصر کے علمی سرپرستی کی وجہ سے شعر و شاعری کو بھی بہت کچھ فروغ پہونچا گو بظاہر میوز خانہ اور کتاب خانے سے صرف

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یا رومن سینات کو کوئی بات ایسی معلوم نہیں ہوگی کہ فیکو[ن] کے معاملات میں مداخلت کی جائے۔ الغرض معاملات خود پیچیدہ ہوتے گئے اور روما انھیں روک نہیں سکا۔ بطالسہ سوم و چہارم و ہفتم کے عہدوں میں مصریوں نے یونانیوں اور یونانی تمدن کے خلاف خروج کئے؛ بطلیموس سوم اب بھی یونانیوں کے قیادت کے اصول کو بالا کئے ہوے ہے لیکن اسکی حکومت کی مخالفت کیجاتی ہے اور یونانی تمدن کو زوال ہوتا ہے؛ جہانی؛ "سلطنت"، ۲۵۸۔ بطلیموس، فیسکون مصر پر اپنا قبضہ نہ صرف یونانیوں کو ٹھکرا کر جاتا ہے بلکہ انھیں سرے سے ملک بدر کرنے کی کوشش کرتا ہے

[۱] مصر۔ نحوی۔ فون ولاموِدتز کے رائے کے لئے اس کی کتاب انتی گونوس ساکن کارستوس" ۱۶۴ وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے۔ اسکندریہ میں کالی ماخوس کے زمانے میں" علوم کی بہتات" تھی؛ ایضاً ۱۶۵؛ کلیس پاؤلی میں ۶٬ ۱٬ ۱۹۹۔ اقلیدس؛ زوسے میل، ۱، ۲۰۴، وغیرہ۔ ہروفیلوس ماہر تشریح الابدان؛ جہانی "سلطنت" ص۱۰۱۔

باب ۱۲

حکمیات ہی مالا مال ہوئے حقیقت یہ ہے کہ تیسری صدی ق م ہی میں حکمیات اس سرپرستی سے مستفید ہو رہے تھے اور ہم نے اس عہد کا تذکرہ کرتے وقت اس کیفیت پر پوری توجہ نہیں کی تو اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس وقت حکمیات اور علوم و فنون کو اسکندریہ میں کمال عروج حاصل نہیں ہوا تھا، درانحالیکہ صرف وہی عہد ایسا ہے جب اسکندری وضع کے شعر و شاعری کو ادبیات یونان کے دائرے میں اہمیت حاصل ہوئی۔ الغرض ہم اس باب میں اسکندری علوم کا سلسلہ وار حال بیان کریں گے۔ اس لئے کہ ہمیں اس کا یقین ہے کہ ہم اس وقت عہد زیر بحث کے ممتاز خصائص کا تذکرہ بحسن خوبی کر سکینگے۔

یہ بطلیموس اوّل ہی کا زمانہ تھا جس میں مشہور و معروف ریاضی داں اقلیدس نے اپنی تالیفات شائع کیں اور اسکندریہ کو ریاضی کا شہرۂ آفاق درس گاہ بنا دیا۔ اس عہد کا سب سے ممتاز[۱] نقاد زینودوتوس ساکن ایفی سوس تھا، جو فلےتاس کا شاگرد تھا۔[۲]

لہ زینودوتوس۔ کرسٹ ۲۰، ۲۸؛ زوسے میل ۱، ۳۳۰ وغیرہ۔ ہومر و علماء اسکندریہ کرسٹ ۲۶ - ایراتوس تھنیس، کرسٹ ۳۰، ۲۸؛ زوسے میل ۱، ۴۰۹/۴۲۸؛ گیونٹر Guenther ۱، میولر ۵، ۱، ۲، ۷ میں۔

ارسطوفانیس ساکن بیزنطہ؛ کرسٹ ۲۹۴؛ زوسے میل ۱، ۴۲۸/۴۴۸ -

ارسطارخوس؛ کرسٹ ۲۹۵؛ زوسے میل ۱، ۴۵۱/۴۶۳؛ اسپرفون دلاموودتز نے تنقیدی نظر دوڑائی ہے (۶۴، ۱) ۔ خاص طور پر مقابلہ کرو لیر: "ارسطارخوس کی تفسیر ہومر" Lehr: De Aristarchi Studii Homer. اشاعت دوم، لائپزگ ۱۸۶۵ء؛ لڈوج: "ارسطارخوس کی تنقید ہومری" Ludwhich. Aristarchs Homerische Text Kritik ۲ جلد، لائپزگ ۱۸۸۴-۱۸۸۵ء۔ ہومر کی سکولیا کے لئے کرسٹ ۲۹۔ انہیں سے جو اس وقت تک موجود ہیں وہ اکثر و بیشتر وہی سوس اسکندریہ کے متن کرکے ہیں جو سرود کا ہم عصر تھا اور جس نے قدیم مصنفوں کے تصانیف پر ساڑھے تین ہزار تفسیریں لکھی تھیں؛ کرسٹ ۴۰۱ -

باب ۲۰

یہ شخص واقعاً لسانیات کا ماہر تھا، گو جس شخص نے اپنے آپکو ماہر لسانیات بتایا وہ ایراتوس تھینس تھا۔ کتاب خانہ اسکندریہ کا انتظام زینو دوتوس، اسکندر ساکن ایتولیہ اور لیکوفرون کے سپرد تھا، جنمیں سے پہلے کے متعلق وردیہ نویس شعراء، دوسرے کے سروریہ نویس اور تیسرے کے متعلق ہومر و دیگر شعرائے یونان تھے۔ زینو دوتوس صرف وردیہ نویس شاعروں ہی کی طرف توجہ نہیں کرتا تھا بلکہ ہومر کا بھی مطالعہ کرتا رہتا تھا، چنانچہ اسی نے سب سے پہلے ہومر کی تنقیدی اشاعت شائع کی۔ اس زینو دوتوس کے بعد شاعر کالی ماخوس جسکا ذکر ہم باب ۱۴ میں کرچکے ہیں، بطلیموس دوم و بطلیموس سوم کے زمانے میں کتاب خانہ دار مقرر ہوا؛ اس نے شعرگوئی کے علاوہ بعض عالمانہ تصانیف شائع کیں اور ساتھ ہی دوسروں کے حکمیاتی مطالعہ کی نگرانی بھی کی۔ منجملہ دوسرے شاگردوں سے اس کا ایک شاگرد ایراتوس تھینس ساکن سیرینہ بھی تھا جو ۲۷۵ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ ایراتوس تھینس نے زینو دوتوس کے علاوہ علم کے خاطر ایتھنز جاکر رواقی ارسطون اور اکادمیائی ارکے سی لاؤس کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیا تھا اور یہ بطلیموس سوم کے عہد میں اسکندریہ کے کتاب خانے کا صدر مہتمم بھی مقرر ہوا۔ وہ بہت سے شاخہائے علم میں شمار کیا جاتا تھا، لیکن وہ (عام خیال کے بموجب) کسی شاخ میں ماہر نہیں تھا، چنانچہ اسکندریہ والے اسے "حرف باء" یا نمبر ۲ کے لقب سے پکارتے تھے۔ ہماری دانست میں یہ توہین آمیز لقب کم از کم شعبۂ جغرافیہ میں اسے نہیں دیا جاسکتا تھا اس لئے کہ اس میں وہ کسی کا ثانی نہیں تھا۔ اس نے ایک خاص انداز سے کمال ہوشیاری کے ساتھ کرۂ زمین کا محیط دریافت کیا جو ایک بڑی حد تک درست تھا۔ ساتھ ہی اسنے اپنے تجسسات سے علم سنویت کی بنیاد ڈالی اور اسکے لئے اسنے شاہان مصر کے فہرستوں سے کام لیا، اور قدیم یونانی سنویت کا حساب لگانے کا سہرا اسی کے سر ہے جسکی مثال کی طور پر یہ بتانا کافی ہوگا کہ اسکے مطابق ٹروائے پہلی اولمپیاد

سے ۴۰۰ سال پیشتر یعنی سنہ ۱۱۸۳ ق م میں برباد ہوا ہوگا۔ جب وہ ہومر باب ۲۰
کی تنقید کرنے لگتا ہے تو اس شاعر کو جغرافیہ کا ماہر نہیں سمجھتا۔ اس نے
اپنے آپکو "فلولوگوس" ("لفظ پسند") کا خطاب دیا تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا
چاہئے کہ اول تو لفظ "فلوسوفوس" ("عقل پسند") کی طرح یہ نشان انکسار
سمجھا جاتا تھا، اور دوسرے جس شخص نے سب سے پہلے لفظ "فلولوگوس
اپنے لئے استعمال کیا اسنے لفظ لوگوس سے مُراد محض لفظ یا کلمہ سے
نہیں لی ہوگی بلکہ اسے ایک عمیق تر معنی پہنائے ہونگے۔ یہی حالت
زمانہ مابعد کے اسکندری عالم فیلو پر بھی صادق آتی ہے۔

اسکندری لسانیات ایراتوس تھینس کی سطح پر نہیں رہی بلکہ روز بروز
اسنے ایک خصوصیت اختیار کرلی تھی اور روز بروز زیادہ خشک ہونے لگی
اس رجحان کی ابتدا ارسطو فانیس ساکن بیزنطہ نے کمال قابلیت کے
ساتھ کی۔ یہ ماہر لسانیات تقریباً سنہ ۲۶۰ ق م میں پیدا ہوا تھا اور اوائل
عمر ہی میں اسکندریہ چلا گیا تھا جہاں وہ آخر کار سنہ ۱۹۵ ق م میں کتابخانہ دار
مقرر ہوگیا۔ کہتے ہیں کہ جب اس نے پرگامم جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اسے
جیل خانے میں ڈالدیا گیا لیکن کچھ عرصہ بعد چھوٹ گیا۔ یونانی زبان میں
جو تلفظ کی علامتیں مثلاً ترخیم لفظی اور علامت لہجہ ہیں یہ سب اسی کی طرف
منسوب کیجاتی ہیں۔ اسکے شاگردوں میں سے سب سے ممتاز ارسطارخوس
ساکن سامو تھریس تھا جو شائد سنہ ۲۳۰ ق م سے سنہ ۱۵۰ ق م تک رہا۔ یہ
بطلیموس ہفتم "مادر پسند" کا خاندانی استاد تھا اور اس نے ہومری نظموں
پر جو تالیفات کی تھیں انھیں ایک خاص وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا
تھا۔ اسکی اشاعتوں میں مختلف نشانات مثلاً اوبیلوس یا خط فاصل لگے
ہوے تھے انپر زمانہ حالیہ میں تفسیریں لکھی گئیں، جس سے معلوم ہوتا ہے،
کہ باوجود اپنی بڑی بھاری ادبی زرخیزی کے ارسطارخوس غیر ضروری
الفاظ ضائع کرنے کا عادی نہیں تھا۔

تیسری صدی ق م کے اختتام اور دوسری صدی کے ابتدا

باب ۲۱

میں اسکندریہ میں وہاں کا عظیم الشان حیل شناس ہیرو رہتا تھا، مشہور حکمیات داں ارشمیدس اس سے ذرا پہلے تھا، اور یہ کامل وثوق سے نہیں کیا جا سکتا کہ آیا وہ بڑا ہیئت داں ہپارخوس ساکن نقیہ جو دوسری صدی ق م میں ہوا ہے، کبھی بھی اسکندریہ میں تھا، گو ہمیں اس کا علم ہے کہ وہ رھوڈز میں ضرور رہتا تھا۔ رہے دو مورخ جنھوں نے اسکندریہ میں فروغ پایا، سو انکا ذکر حواشی میں کیا گیا ہے[6]۔

مصر اور ایشیا میں ادبی کیفیات کے ترقی کے ساتھ ساتھ ایک عام یونانی زبان پیدا ہوئی جسے "کوئنے" کہتے ہیں۔ یہ زبان دراصل اٹیکائی بولی کی ایک بدلی ہوئی شکل ہے جسکے اشکال تو اٹیکائی ہیں لغت اور فقروں کے ترتیب اس سے زیادہ محدود اور اس سے زیادہ بے رنگ ہے۔ اس نئی زبان کے ساتھ ہر منفرد مصنف کا میلان مختلف تھا۔ اس نئی زبان، "کوئنے"، کا اٹیکائی بولی کے ساتھ بس وہی تعلق ہے جو زمانۂ حال کے اطالوی زبان کا تعلق ٹسکنی کے بولی کے ساتھ ہے[7]۔
بطلیموس نہم، "فیسکون"[8] کو بھی لسانیات میں بھی دخل تھا، لیکن یہ دخل

---

[5] ہیرون؛ زوسے میل، ۱، ۳۷۷۔

ارشمیدس؛ زوسے میل، ۱، ۷۲۳، وغیرہ۔ ہپارخوس؛ گیونٹر ق ۲۹؛ زوسے میل، ۱، $\frac{۷۶۵}{۷۶۴}$ استروس ساکن سرنہ، شاگرد کالی ماخوس، ایک مورخ تھا اور اسنے ایتھنز اور مصر کے متعلق اپنی تالیفات چھوڑی ہیں؛ کرسٹ، ق ۴۹۰؛ زوسے میل ۱، $\frac{۶۲۲}{۶۲۸}$؛ فیلوستیفانوس ساکن سرنہ بھی کالی ماخوس کا شاگرد تھا، اور وہ ہمیشہ عجیب وغریب حیوانات فطری جمع کرنےمیں منہمک رہتا تھا؛ زوسے میل ۱، ۶۷۴۔

[7] کوئنے؛ کرسٹ ق ۳۱۱۔ معیار؛ زوسے میل ۱، ۴۴۰۔ یہ اٹیکائی زبان سے بس اتنی ہی مختلف ہے جتنی سنہ ۲۱۹ء کی جرمن سنہ ۱۶۷۰ء کی جرمن سے۔

[8] بطلیموس فیسکون کا مباحثہ مسائل علمیت وحکمیت پر؛ کلبس پاؤلی ۶، ۱، ۲۲۳۰ میں یورگی تیس کے محاسن؛ ایضاً ۶، ۱، ۲۰۹۔

باب ۲۰ نہایت مضحکہ خیز تھا۔ ہم اس سے پہلے انیسویں باب میں دیکھ چکے ہیں کہ یہ بطلیموس اپنے کمینہ پن اور قدیمیات کے ظاہری تعریف و توصیف میں اپنے دادا فلوپاتور سے بھی بڑھ گیا تھا (دیکھو ابواب ۱۳ و ۱۵) یہی نہیں بلکہ اس نے اپنے خیال کے بموجب ہومر کے قیاسی تصحیح بھی کی۔ یہی وہ بادشاہ تھا جسکے زمانے میں پولی بیوس مصر گیا تھا۔ ہم اس سے پہلے ایک پارہ کا اقتباس دے چکے ہیں (باب ۱۴، حاشیہ ۱) جہاں اس بادشاہ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ اسکندریہ والوں کی تین شقیں تھیں؛ ایک تو وسیی، جو چالاک اور شائستہ تھا؛ تنخواہ دار سپاہی جن کی تعداد بہت تھی اور جو غیر مہذب اور بدمغ تھے اور اسکندروی جو یونانیوں کی اولاد سے تھے اور اپنے اکھڑپن میں تنخواہ دار سپاہیوں سے کم تھے۔ لیکن (پولی بیوس کے قول کے مطابق) فیسکون نے متعدد مرتبہ اپنے سپاہیوں کو اجازت دیدی تھی کہ جتنا چاہیں تیسری شق والوں کو قتل کریں اور انکی لوٹ مار کریں جسکی وجہ سے انکی تعداد میں بہت کچھ کمی ہوگئی تھی۔ الغرض ۱۳۰ ق م میں اسکندریہ کے یونانی عنصر کی کیفیت یہ تھی اور یہ وہ شہر تھا جسپر بعض مورخ ایک پورے عہد کے نام سے موسوم کرنیکے لئے تیار رہیں ہیں[۵۶]

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسکندریہ کے تمدن کے اوصاف کیا ہیں؟[۵۷] اسکا جواب ایسا آسان نہیں اس لئے کہ مختلف زمانوں میں اس تمدن کے

[۵۶] اسکندریہ کا حال، پولی بیوس ۳۴، ۱۴؛ دیکھو اوپر، باب ۱۴، حاشیہ ۲۔

[۵۷] اگر ہم اسکندریہ کے تمدن کو نظر غائر سے دیکھیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ مختلف زمانوں میں اسکی حالت بالکل مغائر تھی۔ گو اسکندریہ کے درباری ادبیات کا ذکر کرتے ہوئے کرسٹ کہتا ہے کہ "اس شہر کو کبھی مصری پجاریوں کے مزدہ کن اثرات سے نجات نہیں ملی" تاہم یہ عیاں ہے کہ جہاں تک ان مصنفوں کا تعلق ہے جنکا اس باب میں یا باب ۱۴ میں ذکر کیا گیا ہے، ان پر کسی قسم کا مصری مذہبی اثر نہیں پڑا تھا۔

باب ۲۱

خصوصیات برابر بدلتی رہیں۔ تھیوکروتوس تو اسکندریہ کا باشندہ نہیں تھا، اس لئے ہم زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ پہلے تین بطالسہ کے عہد میں اسکندریہ دوسرے درجہ کے درباری شعراء اور اول درجہ کے درباری علما کا مرکز بن گیا۔ اسکندریہ میں نظم کا زوال بہت جلد شروع ہو گیا، لیکن روما پر اسکا کچھ کم اثر نہیں پڑا۔ علوم و فنون کے بابت ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ تمام ازمنۂ مابعد میں اسکندریہ کی بڑی اہمیت قائم رہی۔ ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب تمدن کلیتہً یونانی تھا، اسمیں شرقیت کی کسی قسم کی آمیزش نہیں تھی اور جو شکل اس تمدن کی تھی اسکے لئے بوسفورس اور ادہانئیل دونوں بالکل یکساں تھے۔ لیکن ساتھ ہی ابتدائی بطالسہ نے بھی اس ملک کے ساتھ خاص طور پر دلچسپی لی جسپر انکا پرچم لہراتا تھا اور ہمیشہ اسکے متعلق معلومات میں اضافہ کرتے رہے بالکل اسی طرح جیسے بابل والے معبود بیل کے پجاری بیروسوس نے ویسی اسناد کے مدد سے انطاکوس اول کے لئے تاریخ بابلستان مرتب کی اسی طرح مصری پجاری مانیتھو نے جسکا اسکندریہ والے میوزئیم سے کوئی خاص تعلق نہیں تھا، یونانیوں کے لئے ایک تاریخ مصر مرتب کی۔ ہکاتیوس ساکن ابدیرا اس سے بھی آگے بڑھ گیا اور مانیتھو کی طرح محض خشک واقعات وحالات بیان کرنے کے بجائے تاریخ مصر کو ایک نہایت دلچسپ انداز سے لکھا اور اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ازمنۂ قدیم ہی سے مصر برابر عقل و دانش کا مسکن سمجھا جاتا رہا ہے[۱]۔ اسکے بعد اسکندریہ کی

[۱] مانیتھو۔ ویڈے مان: "تاریخ مصر" Wiedemann Aegypt. Geschichte، گوٹھا، ۱۸۸۴ء صفحہ ۱۲۱/۱۲۱ جہاں حوالوں کی فہرست دی ہوئی ہے؛ زوسے میل ۱، ۶۰۸ وغیرہ۔
بیروسوس۔ زوسے میل ۱، ۶۰۵ وغیرہ۔
ہیکاتایوس ساکن ابدیرا یا تیوس؛ زوسے میل ۱، ۳۱۰/۳۱۴۔ دیودوروس کی پہلی جلد کا ماخذ یہی شخص ہے۔ اسلئے ان یونانیوں کی فہرست دی ہے جو تعلیم کی غرض سے مصر

آبادی میں ایک جدید عنصر کا اضافہ ہوا جسکا اس سے بھی کم تعلق دربار وحکومت مصر سے تھا اور جسکا دارومدار کلیتہً خاندان بطالسہ کے ذاتی ہدایت پر تھا۔ ابتداہی سے اسکندریہ اس ملک کے دسیوں کا مسکن بن گیا تھا جو اپنی اہمیت کے اعتبار سے ایشیا کے بڑی سے بڑی سلطنتوں سے بھی آگے بڑھا ہوا تھا، اور اس ملک کے باشندے یعنی یہودی نہ صرف اس شہر میں تجارت ہی کرتے تھے بلکہ اپنے قومی علوم کو بھی فروغ دینے میں مصروف تھے۔ دنیا کی اس عجیب وغریب قوم کے رسم ورواج اور اور مذہب کی طرف ابتدائی بطالسہ کی توجہ مبذول ہوئی چنانچہ انھوں نے یہودیوں کی صحائف آسمانی کا ترجمہ یونانی زبان میں کردیا۔ ساتھ ہی ساتھ آزادانہ الٰہیاتی اور فلسفیانہ مطالعہ بھی برابر جاری رہا جسکی وجہ سے اسکندریہ میں میوزخانہ اور درباری ادبیات کے دوش بدوش تحقیقات کا ایک مسلک نکل آیا اور مشرقی ویونانی عناصر کے مابین ایک طرح کی کڑی پیدا ہوگئی اور دن بدن ذہنی میلانات کو فروغ حاصل ہونے لگا۔ یہ کیفیت بالخصوص حضرت عیسٰی علیہ السلام

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ گئے؛ اسنے مطلق العنان بادشاہی کی بھی تعریف کی ہے؛ اور یہ دونوں باتیں محض بطالسہ کو خوش کرنے کے لئے۔ دیکھو شوارتز Schwartz کا مضمون Rhein. Mus. ۴۰ (۱۸۸۹ء) میں؛ نیز کلیس کا مضمون پاؤلی ۶، ۱، ۱۹۹ (فلادلفوس) میں۔ یوآرگی تیس کا سال ۲۰۹ پر ہے۔

۵۹ یونانی پرانا عہدنامہ دیکھو شیورر؛ "تاریخ قوم یہود" Schurer: Gesch. des jued Volkes جلد ۲، ۶۶۴/۴۰۷ ارسطیاس کے خط (شوارز ۲، ۸۱۹/۸۲۴) سے معلوم ہوتا ہے کہ دیمتریوس ساکن فالیرم کی اطلاع پر بطلیموس فلادلفوس کے حکم سے قانون یہود کو ۷۲ لوگوں نے ۷۲ روز میں یونانی زبان میں ترجمہ کیا لیکن اوّل تو "یہودی قانون" سے صرف توریت شریف کے ابتدائی پانچ پارے مراد ہیں؛ دوسرے کہتے ہیں کہ فلادلفوس نے فوراً دیمتریوس ساکن فالیرم کو ملک بدر کردیا، چنانچہ یہ روایت قابل وثوق نہیں معلوم ہوتی۔ بہرنہج اسمیں شبہ نہیں کہ

باب ۲۰

کی ولادت کے وقت خاص طور پر نظر آتی ہے۔ الغرض ہم اسکندریہ کے متعلق یہ کہہ سکتے ہیں کہ یونانی نظم کا دروازہ تو بہت جلد بند ہوگیا، اور گو یونانی علوم و فنون برابر زندہ رہے لیکن اپنے دوسرے ممالک متاثر ہوتے رہے لیکن جہاں سے نکلے تھے وہاں انہیں کمزوری پیدا ہوگئی۔ مشرقی علوم کی اہمیت روز بروز بڑھتی جاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترقی پاکر ایک دوسرے مسلک اسکندریہ کی شکل میں نمایاں ہوگئے اور اس مسلک اور ابتدائی یونانی مسلک کے مابین مشکل سے کوئی بات مشترک نظر آئے گی۔ فیسکون نے شہر سے یونانیوں کو نکال کر "چالاک اور شائستہ" دیسیوں کو جنہیں ہمیں یہودیوں کو شمار کرنا چاہئے اپنی تہذیب و تمدن کو جنہیں یونانیوں سے روابط قائم رکھنے کی وجہ سے تبدیلی پیدا ہوگئی تھی اسکندریہ کے ذہنی زندگی کا سب سے اہم عنصر بنا دیا۔ ساتھ ہی اس کیفیت کا ایک نتیجہ یہ بھی ہوا کہ اسکندریہ کے مشرقی فلسفہ کا مقابلہ کرنے کے لئے سوفسطائی طرز کا یونانی فلسفہ آگیا لیکن خاندان بطالسہ کو اس سے اس وجہ سے کد تھی کہ اسکی وجہ سے ضرورت سے زیادہ آزادی کا جذبہ پیدا ہوتا تھا۔ لیکن یہ سب سلطنت روما کے زمانہ میں تک پیش نہیں آیا۔

اسکندریہ کے لئے دوسری صدی ق م کا زمانہ ارتقا کا زمانہ ہے اس لئے کہ خاص یونانی تمدن کا خاتمہ ہوجاتا ہے اور مشرقی یونانی تمدن کی ابتداہی ہوتی ہے۔ میں فنون لطیفہ کے متعلق دو چار باتیں اس باب کے خاتمے پر کروں گا۔

۲۔ شام۔ شام کی صورتِ حال مصر سے بالکل مختلف ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پرانے عہدنامے کا یونانی زبان میں تیسری یا چوتھی صدی ق م میں اسکندریہ ہی میں ترجمہ ہوا ہوگا۔ مائیتھو اور ہکاتایوس یہودیوں کے مخالفین میں سے تھے۔ دیکھو شیورر ۳، ۲۷۷ء ۶/۹ ۵/۸
ان سب مسائل کے لئے دیکھو زوسے میل ۲، ۶۰۱/۶۵۶۔

نہ صرف یہاں کے بادشاہوں میں مصری حکمرانوں سے زیادہ شدت بارا
عمل پائی جاتی ہے بلکہ یہاں کے باشندے بھی اسکندریہ والوں
کی طرح بغیر باہمی اتصال کے نہیں ہیں، اور گو ان میں طرح طرح
کے لوگ پائے جاتے ہیں لیکن انہیں حکمرانوں کی قوم یعنی یونانی مقدونوی
عنصر کو ذہنی اور مادی دونوں اعتبار سے غلبہ حاصل ہے اور بعض مقامات
پر تو یہ آبادی پوری طور پر آزاد یونانی ملتوں کی شکل میں نمودار ہوتی ہے حقیقت
یہ ہے کہ سلطنت سوریہ میں آبادی پر نہایت کامیابی سے یونانی رنگ
چڑھ رہا ہے۔ چونکہ مملکت کے مختلف حصے شام میں نسبتہً زیادہ آزاد
ہیں اس لئے زوردار مشرقی ملتیں یونانی جمہوریتوں کے دوش بدوش
مختلف حصص ملک میں ترقی کرتی نظر آتی ہیں اور ان مشرقی ملتوں میں
سب سے اہم ملت یہودیوں کی ہے۔ سلیوکیوں نے یہودیوں کے ساتھ
بطالسہ سے مختلف برتاؤ کیا اور انہیں اپنے ساتھ غیر ضروری طور پہ وابستہ
نہیں کیا بلکہ اپنے حال پر چھوڑ دیا اور بعض مرتبہ تو انہیں ناخوش کرنے کی
بھی پرواہ نہیں کی، لیکن عین اسی سبب سے یہودی آزاد ہے اور چونکہ
مدت دراز تک فلسطین مصر اور شام کے مابین مابہ النزاع رہا تھا
اس لئے انکے اختیارات میں ترقی ہوتی رہی تا آنکہ انکے ساتھ ہمیشہ اچھا
برتاؤ کرنا ناگزیر ہوگیا۔

سلیوکیوں کا پائے تخت انطاکیہ تھا اور دنیائے ہم عصر میں اسکا
نمبر روما و اسکندریہ کے بعد ہی تھا[10] یہ دریائے اورونتیس پر اس مقام پر

---

[10] انطاکیہ۔ ک۔ ا۔ میولر، تفسیر قدیمیات انطاکیہ K. O. Mueller. De Antiquitatibus
Antiochensis Comm. جلد اول ۲ ۱۸۳۸ء، ۱۸۳۹۔ نیز اسی مولف کی کتاب فنی و آثاری مضامین
Kunstarchaeologische Werke جلد ۲ انطاکیہ کا نقشہ میولر کے خیال کے مطابق منجملہ
دوسروں کے شپر فیونز کے ہاں نقشہ ۹؛ اسکی موجودہ حالت بیڈیکر "فلسطین" ۴، ۴۱۸
جہاں نقشہ بھی دیا ہوا ہے۔ موم سن "تاریخ روما" ۵/۴۵۶۔

باب ۲۱

واقع تھا جہاں وہ بیک مغرب کی طرف جھک کر ایک جھیل کا پانی لیتا ہے اور اسکے بعد شمال میں زنجیرہ پہاڑ رہا اور جنوب میں کوہ کاسیوس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ قدیم مؤلفوں کے بیانات : مختصراً استرابو میں ۱۶، ۵۰۷۔ زیادہ تفصیل مفصلۂ ذیل میں ملے گی : (۱) لیبانیوس ساکن انطاکیہ، جو شہنشاہ یولیان کے عہد میں ایک خطاب تھا۔ اسکی تالیف میں سے ایک تو "معاملات انطاکیہ" Antiochikos ہے اور دوسرے یہاں کے باشندوں کے بغاوت کے موقع کی تقاریر ہیں (۲) یوحنا ملالاس ساکن انطاکیہ، جو چوتھی صدی عیسوی کا مورخ تھا۔ اسکی تصنیف "وقت نگاری" Chronographia میں سنہ ۵۶۳ء تک کے حالات مندرج ہیں اور اسے ل۔ ڈینڈورف Dindorf نے بون میں سنہ ۱۸۳۱ء میں چھپوایا تھا۔ دیکھو کرم باخر: "تاریخ ادبیات بیزنطہ" Krumbacher: Geschder byz Litteratur میونخ سنہ ۱۸۹۱ء ص ۵۰۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اس مؤلف کی عام تاریخی معلومات میں بہت سے اسقام ہیں، اور اس نے انطاکیہ کے بابت بہت سی ایسی باتیں لکھی ہیں جو سراسر غلط ہیں۔

انطاکیہ کی توصیف بلدی کا تعین کرنے میں ابتک برابر دقتیں پیش آتی رہتی ہیں، اور اَرڈمان Erdmann نے انکی طرف اپنی کتاب میں اشارہ بھی کیا ہے" معلومات متعلق قیام بلدیات یونان" 'Zur Kunde der hellemstischen Staedtegruendungen اشٹراسبرگ، سنہ ۱۸۸۳ء ص ۲۳ وغیرہ) اس کا ایک سبب تو یہ ہے کہ قدیم اسناد یعنی استرابو لیبانوس اور ملالاس متفق الرائے نہیں ہیں، اور دوسرے آخر الذکر مصنف نے صریحی غلطیاں کی ہیں، اور آجکل کے بعض مصنفوں نے ا۔ میولر O. Mueller کے خیالات، خصوصاً ایپی فانیس کے قائم کردہ شہر کی بابت جو اس نے بیان لکھا ہے اسے من وعن تسلیم کرلیا ہے حالانکہ میولر کے تحریرات شک و شبہ سے ہرگز خالی نہیں (ص ۲۰ وغیرہ) بالوں بھی اس عظیم الشان شہر کے نقشہ کا صحیح اندازہ نہیں کرسکا اور وہ ص LXVI پر یہ فرض کرتا ہے کہ انطاکیہ کے چاروں محلوں کو چار شاہراہیں ایک دوسرے سے جدا کرتی تھی اور شہر کے بیچوں بیچ اومفالوس یا ناف شہر واقع تھی لیکن دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ یہ امر مسلمہ ہے کہ ہر ایک والے محلے کے ہر چار طرف ایک فصیل بنی ہوئی تھی۔ ہم اَرڈمان کے اس خیال سے

درمیان میں ہوتا ہوا مغرب کی طرف سمندر کی طرف بہتا ہے۔ سنہ ۳۰۷ ق م باب ۲۰
ہی میں انتی گونوس نے اسکے محل وقوع سے ذرا اوپر اپنا شہر انتی گونیا آباد کیا تھا؛ جنگ اپسوس کے بعد یعنی سنہ ۳۰۱ ق م میں سلیوکوس نے ایک دلخوش کن مقام میں جو درختوں سے بھرا ہوا تھا یہ شہر انطاکیہ بسایا اور حکم دیا کہ شہر انتی گونیہ کے باشندے وہاں منتقل ہوجائیں (دیکھو اوپر، باب ۵)۔ ہمیں انطاکیہ کی توصیف بلدی کے متعلق جو کچھ معلومات حاصل ہیں وہ استرابو کے بیانات سے ماخوذ ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اس ضلع کی طرح جسمیں انطاکیہ واقع تھا، یہ شہر دراصل چار شہروں سے مرکب تھا۔ اس کی ایک بڑی فصیل تھی اور اسکے علاوہ ہر اندرونی قصبے کی ایک ایک فصیل مزید برآں تھی۔ پہلے قصبے میں وہ لوگ تھے جو انتی گونیہ سے منتقل ہوے تھے، دوسرے میں" اکثر باشندے" تیسرے کو سلیوکوس کالی نوکوس (سنہ ۲۴۶–۲۲۶) نے بسایا تھا اور چوتھے کو ایپی فانیس نے لیبانیوس کہتا ہے کہ انطاکوس سوم نے ایک جدید شہر کا اضافہ کیا، لیکن اغلبًا اس سے استرابو کے تیسرے شہر کی تکمیل ہوئی ہوگی۔ انطاکیہ کا مشہور تیوخے ("خوش قسمتی") کا مجسمہ جو لی سی پوس کے شاگرد یوتی خی دیس نے

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ۔ بالکل متفق ہیں کہ انطاکیہ کے توصیف اسکے متقضی ہے کہ اس کی ازسرنو تحقیقات کی جائے۔

پلینی (۵، ۹۷) کہتا ہے کہ تمام انطاکیہ کو ایپی دافنیس کہتے تھے، لیکن تاکی توس ("اخبار" ۲، ۸۳) کہتا ہے کہ انطاکیہ ایپی دافنہ سے علحدہ تھا بعضوں کا خیال ہے کہ دافنے اسی جگہ واقع تھا جہاں آجکل بیت الماء ہے؛ اس مقام پر انطاکوس سوم کے زمانہ کا جو کتبہ ہے وہ لیبا و اڈنگٹن: "نوشتہ جات" Lebas Waddington: Insc. ۳، ص ۱۸۲۳ میں مندرج ہے۔ دافنے میں اپولو کا مجسمہ تھا اسے بریاکس نے بنایا تھا؛ مقابلہ کرو بالمون xcii جہاں فلوستورگیوس کا بیان منقول ہے۔ بریاکس نے غالبًا سکوپاس والے اپولو کا اتباع کیا تھا، جو شاید وہی اپولو ہے جسے پالٹی اپولو کہتے ہیں اور جو ویٹی کان میں موجود ہے۔

باب ۲

بنایا تھا وہ نکاتورہی کے عہد میں نصب کر دیا گیا تھا۔ پھر یہی سلیوکوس نکاتور تھا جس نے شہر سے ۴۰ ستادیں (تقریباً ۵ میل) دور دافنے کا باغ لگایا تھا جو اس زمانے میں دنیا کے دلفریب ترین مقامات سے شمار کیا جاتا تھا۔ اس باغ کا محیط تقریباً دس میل تھا اور اسمیں بت خانے، رواق، حمام اور مقامات تفریح بھرے ہوئے تھے، اور اسمیں اپولو کا ایک مجسمہ تھا جسمیں اسے میوزوں کا امام دکھایا گیا تھا اور جو بریاکسس کا ساختہ تھا (دیکھو اوپر باب ۱۴)۔ اس باغ میں وہ درخت بھی تھا جسکی بابت مشہور تھا کہ دراصل یہ وہی دافنے ہے جس کی اپولو سے فرار ہوتے وقت کایا پلٹ ہو گئی۔ انطاکیہ رواقوں کی دو سڑکوں کی وجہ سے اور خاص طور پر پانی کی افراط کے باعث مشہور تھا اور اسکے ایوان نیمفائیوم کے نمونہ پر جسکے بے شمار جھرنوں سے پانی برآمد ہوتا تھا، نہ صرف ایشیا میں بلکہ روما میں بھی بہت سے ایوان تعمیر ہوئے۔ پوسی دونیوس کہتا ہے کہ انطاکیہ والے عیش و عشرت میں سرشار اپنی ورزش گاہوں سے حماموں کا کام لیتے تھے، دراصل اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہاں کے باشندوں نے ہی سب سے پہلے حماموں سے جسمانی اور ذہنی ورزش گاہوں کا کام لیا اور وہی ان "تھرماے" کے موجد تھے جو بعد میں روما میں اتنے بڑے پیمانے پر قائم ہوئے۔ انطاکوس[۱۲] نے انطاکیہ کے ایک جلا وطن دیسی مسمی ماروِن کے روپیہ سے میوزوں کا ایک بت خانہ اور ایک کتاب خانہ قائم کیا اور اس طرح اس شہر میں بھی میوزخانہ قائم ہوا لیکن یہ اس وقت جبکہ خاندان سلیوکیان کا خاتمہ ہونے والا تھا۔

شامی علی العموم خوش مزاج، عیاش اور بداخلاق تھے۔ ہمارے نزدیک انطاکوس چہارم "ایپی فانیس" (۱۷۵–۱۶۴ ق م) کے خصائص سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں اچھی اور خصوصاً بری شامی عادات پائی جاتی تھیں۔ ہم اسے اس زمانے کا صحیح قائم مقام سمجھتے ہیں۔[۱۳]

---

[۱۲] انطاکوس چہارم کی کوشش؛ پولی بیوس ۲۶، ۱؛ ۳۱، ۳، ۴؛ اتھے نیوس ۱۹۵ وغیرہ؛ مقابلہ کرو

باب ٢٠

انطاکوس روما میں بطور یرغمال کے آیا تھا اور یہاں اس نے اپنی زندگی جلاوطن بادشاہوں کی طرح اعیانی رومنوں کے ساتھ کمال کاہلی اور بے کاری میں بسر کی تھی اور ساتھ ہی یونانی اصول کا پہلے سے بھی زیادہ ثنا خواں بن گیا تھا۔ وہ گھر واپس جانے میں ایتھنز ٹھہرا اور یہاں اس نے استراتے گوس اوّل کا عہدہ قبول کرلیا۔ اپنے مدت عہدہ میں اس نے اولمپیوم کی تکمیل کرائی اور تماشہ گاہ پر طلائی مقدس ڈھال لٹکوائی ساتھ ہی اس نے دلفی اور دیلوس کی اپولو کو تحائف سے مالامال کردیا۔ لیکن جس عبادت میں اسکا سب سے زیادہ جی لگتا تھا وہ اولمپیا والے زیوس کی تھی چنانچہ اس نے دافنے میں اسکا عبادت خانہ بنوایا اور ایک بت نصب کرایا جو فدیاس والے بت کا ہوبہو چربہ تھا۔ اس نے اپنے سکوں پر بجائے اپولو کے اس زیوس کی شبیہہ بنوائی اور یہ خواہش ظاہر کی کہ یہودی اپنے یاہووہ کی جگہ اس زیوس کی پوجا کرنے لگیں۔ بظاہر وہ خود اپنے آپکو زیوس کا اوتار سمجھتا تھا۔ جب ١٦٨ق م میں اسے مصری مہم میں ناکامی ہوئی تو اسکے بعد اسکی عادات واطوار میں بہت کچھ

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ۔ ہرتزبرگ ١، ٢، ١ اور کرتیوس : تاریخ بلدیات Curtius: Staats. Geschichte ٢٤٢ جہاں ان تحائف کا بھی حوالہ دیا گیا ہے جو سلیوکوس "فاتح" نے ایتھنز کے سامنے پیش کئے۔ ایتھنز کے سکوں سے (جنپر ایک ہاتھی بھی نمودار ہوتا ہے) معلوم ہوتا ہے کہ انطاکوس ایتھنز کا استراتے گوس بھی مقرر ہوا۔ اس زمانے میں استراتے گوس کے جو معنی ہوگئے تھے انکے لئے دیکھو راتناش : Rev. et. gr. ١٨٨٨ء صفحہ ١٦٣ وغیرہ۔ سنہری ڈھال : پوسانیاس ۵، ١٢، ۴؛ اسکے ایک سکے پر میدوزہ کا سر بالوں ١٢، ٢۔ رھوڈز، کیزی کوس، دیلوس (تکیہ تماشہ گاہ کے لئے) اور میگالوپوس (فصیل کی تعمیر کیلئے) کو تحائف۔ وہ یروشلم کو وہ جیزم پرزیوس کے مجسمے نصب کرتا ہے۔ دیکھو اوپر باب ١٨ حاشیہ ٧، اور مہافی : یونانی زندگی" باب ١٣۔ تیز مقابلہ کرو موم سن: "تاریخ روما" ٥، ٩ ۴ ۵ سو ریہ میں چٹکلوں اور سلیس نثر کی قدر کیجاتی ہے۔ میلیاگر، فلودیموس اور منی پوس گدارہ کے باشندے تھے۔

بے قاعدگی پیدا ہوگئی۔ جب اس لئے سنا کہ آمیلیوس امفی پولس میں میں طرح طرح کے میلے منعقد کر رہا ہے تو اسنے فوراً تہیہ کرلیا کہ کسی نہ کسی طرح سے مجمع دلانے میں اس سے بازی لے جانا چاہیئے۔ اسنے فلادیلفوس کی طرح (اوپر باب ۱۴) انطاکیہ میں جلوس نکالے، ورزشی مقابلے منعقد کئے اور ایک دعوت کی جسمیں اس نے ایک مسخرے کا روپ بھرا یہاں تک کہ بجائے ایپی فانیس کے لوگ ایپی مانیس یا فاترالعقل کہنے لگے۔ لیکن دیوانہ بکار خویش ہوشیار والی مثل ہوئی اور اسنے ترکیب چلکر تیبر یوس گراکھوس اور رومن سفارت کو روما کی طرف اپنے اصلی میلانات ظاہر نہیں ہونے دیئے۔ آخر سنہ ۱۶۸ ق م میں یہودیوں کے ساتھ آویزش ہو ہی گئی[۱۲]۔ وہ مدت دراز سے اسی کوشش میں لگا ہوا تھا کہ کسی طرح سے یہودیوں کی یونانی تمدن اختیار کرنے پر مجبور کرے اور جب یہ طرزِ عمل ناکام ثابت ہوا تو انکے ساتھ طرح طرح کی بدسلوکی کرنی شروع کیں۔ سنہ ۱۷۴ ق م میں اسنے یہودی بطریق اعظم کا عہدہ ایک شخص مسمی یسوع ("یاسون") کو فروخت کردیا اور اس سے وعدہ لے لیا کہ وہ یونانی ادارات مثلاً ورزش گاہیں (جنسے یہودیوں کو دلی نفرت تھی) فلسطین میں مروج کردے گا۔ سنہ ۱۷۰ ق م اور سنہ ۱۶۸ ق م باب ۲۰

---

۱۲ مکابیوں کے بغاوت کیوجہ سے یہودیہ میں ردعمل اسکے لئے، علاوہ قدیم تذکروں کے، دیکھو کلیس پاؤلی ہ، ۲ ۲ ۱۳ وغیرہ خصوصاً شیورر: "تاریخ قوم یہود" ۱، $\frac{۱۳۸}{۲ \; ۱۴}$۔ خاص سند مکابیوں کی پہلی کتاب ہے۔ دیکھو شیورر: تمہید ۴ تا ۱۲۔ نیز دیکھو مہافی: "یونانی زندگی" باب ۲۰ جسکا خیال ہے کہ ممکن ہے کہ یہودیوں نے اندرون ایشیا کی بابت سکندر کو معلومات بہم پہنچائی ہوں اور اسی وجہ سے سکندر نے اپنے لطف و کرم کی ان پر بوچھار کی ہو۔ مقابلہ کرو موم سن ۵، ۴۸۸ ۴۸۹۔ یہودی قوم کے انتشار کے مسئلے کے متعلق بیشتر کیفیات ابتک پوری طور پر یقین کے حد تک نہیں پہنچیں؛ موم سن ۵، ۴۹۲۔

موروثی مذہبی راج ایشیا میں؛ دیکھو نیچے، حاشیہ ۱۶ (ادلبا)۔

ہیں اپنے یروشلم میں لوٹ مار کی اور قتل عام کئے اور خاص یاہووہ کی ہیکل میں زیوس کا ایک بت نصب کر دیا۔ گو بعض یہودی ایسے بھی تھے جو خوش باش یونانی مذہب کو ترجیح دیتے تھے لیکن یہودیوں کے اکثر و بیشتر افراد اس سے دلی نفرت کرتے تھے، اور اس حرکت ناشائستہ سے قوم کی قوم میں ایک آگ سی لگ گئی چنانچہ سنہ ۱۶۷ ق م میں یروشلم کے شمال میں مدائن کے مقام پر بغاوت کا علم بلند کیا گیا۔ یہاں کے سر آوردہ باشندے متاتھیاس نے زیوس کے نام کی قربانی کرنے سے صاف انکار کر دیا، شاہی ایلچیوں کو تہ تیغ کیا اور اپنے پانچوں بیٹوں، یعنی یوحنا، شمعون، یہوواہ، الیازار، اور یوناتھن، اور دوسرے بہت سے باشندوں کو لے کر پہاڑوں میں چلا گیا۔ اب باضابطہ لڑائی شروع ہو گئی۔ اگلے سال سنہ ۱۶۶ ق م متاتھیاس کے انتقال پر یہوواہ نے اسکی جگہ لے لی۔ یہ وہی شخص ہے جسے مکابی یا ہتوڑے کا لقب دیا جاتا ہے اس نے شامیوں کو شکست دیکر علاوہ قلعہ کے باقی شہر یروشلم پر قبضہ کر لیا اور ہیکل سلیمان میں قدیم طرز کی عبادت کو از سر نو رائج کر دیا۔ ایپی فانیس کے انتقال پر وراثت کے جو جھگڑے ہوئے اس سے یہودیوں کی آزادی کو اور بھی زیادہ تقویت پہونچی، اور گو انطاکوس پنجم نے لڑائی جاری رکھی لیکن باوجود الیازار کے وفات کے اسے کامیابی حاصل نہیں ہوئی، اور جب دیمتریوس اول نمودار ہوا تو انطاکوس نے یہوواہ سے صلحنامہ کر ہی لیا۔ لیکن دیمتریوس کو کامیابی ہوئی چنانچہ میدان از سر نو گرم ہو گیا اور نہ صرف یہوواہ، جو بطریق اعظم بن گیا تھا، بلکہ یوحنا بھی جنگ میں کام آئے۔ ان دونوں کے بعد یوناتھن سنہ ۱۶۰ ق م سے سنہ ۱۴۳ ق م تک بطریقی گدی پر بیٹھا اور اس نے شاہ سوریہ سے صلحنامہ کر لیا جسنے اسے ایک شامی عہدہ دار کا رتبہ دیا گیا لیکن حریفوں نے کمال چالاکی سے اُسے بطلیمائس میں گرفتار کر لیا اور اس کا خاتمہ کرا دیا۔ سنہ ۱۴۳ سے سنہ ۱۳۶ ق م تک یہودیوں کا حکمران شمعون تھا، جسنے دیمتریوس دوم کے ساتھ صلحنامہ کرالیا، یروشلم کے

باب ۲۰

باب ۲۱ قلعہ اور یافہ پر قبضہ کیا اور رومن حلیف کی حیثیت اختیار کرلی۔ اسکے بعد گدی اسکے بیٹے یوحنا ہیرکانوس (۱۳۶ قم یا ۱۳۵ قم) کے قبضے میں آئی جسے بطریق، پیغمبر اور فرمانروا کا کام بحسن وخوبی انجام تو دیا لیکن ساتھ ہی سخت گیر فریسیوں کو صدوقیوں کے رحم پر چھوڑ دیا۔ اسکا بیٹا (جو اسکا وارث بھی ہوا) یعنی ارسطولوس اوّل اس سطح سے بہت کچھ گر گیا، وہ بالکل خود سر تھا اور ساتھ ہی اپنے آپکو بادشاہ اور یونان پسند کہلواتا تھا۔

ہم نے دیکھا کہ کس طرح سلطنت سلیوکیہ میں سے ایک کلیسائی مملکت نکل آئی، اور وہ اسی نوع کی تھی جیسے ایشیائے کوچک میں کوماتا اور اولبا میں۔ دوسرے حیثیتوں سے یونانی تمدن کو شام میں برابر فروغ ہوتا گیا، گو اسپر مشرقی تمدن اور مذہب کا زبردست اثر پڑا تھا۔ چونکہ یونانی زندگی کے مراکز قصبات تھے اس لئے مناسب ہے کہ یہاں سلطنت کے دوسرے اہم شہروں کے خصائص پر نظر ڈالیں۔

سب سے پہلے تو سلیوکیوں کے تین بڑے بڑے شہروں کو لیجئے۔ یعنی سلیوکیہ[۱]، اپامیہ اور لاؤدیکیہ یہ ساحل بحری۔ سلیوکیہ کے کھنڈر اسوقت تک موجود ہیں اور یہ شہر ایک ایسے ملک میں آباد تھا جو یونانی افسانوں سے گویا بھرا ہوا تھا اور جو دریائے اورونتیس کے وہاں سے ۴۰ استادیس

[۱] سلیوکیہ یہ ساحل بحر، بیڈیکر "فلسطین" ۳۸۹ مع نقشہ کے۔ ہیڈ "تاریخ سکوکیات" ۶۶۱؛ خودمختار تانبے کے سکے پہلی صدی ق م کے، اور نقرئی جو درمیان ۱۰۴ قم اور ۸۱ قم کے درمیان کی جب شہر آزاد تھا۔ نیز دیکھو کلیس پاؤلی ۶، ۱، ۹۵۲ تا ۹۵۶۔

اپامیہ، پاؤلی ۱، ۱، ۲۶۱۲؛ بیڈیکر "فلسطین ۴۰۰؛ ہیڈ ۶۵۸۔

لاؤدیکیہ بہ ساحل بحر، بیڈیکر "فلسطین" ۳۸۶؛ ہیڈ ۶۶۰؛ گارڈنر ہاؤزین: اٹلس ۱۵۴ آ سکہ جات جنپر الفاظ "اولیغون دیون" کندہ ہیں ۱۲۹ قم کے ہیں؛ ہیڈ ۶۵۶۔ سکے جنپر "اوتیغون" اس وقت بھی برابر سلوک ہوتا رہا؛ "فہرست نوادر خانہ برطانیہ" بطالسہ

XIXXX

باب

اور انطاکیہ سے ۱۲۰ استادیس تھا۔ قلعہ اور بندرگاہ کے درمیان واحد خط وصل ایک زینہ تھا جسے پہاڑ میں سے کاٹا گیا تھا، اور یہی وہ مقام ہے جہاں سلیوکوس نکاتور کا مقبرہ تھا۔ چونکہ سلیوکیہ گیارہ برس متواتر تیگرانیس کا مقابلہ کرتا رہا اس لئے اس کے ساتھ پومپی نے بہت اچھا برتاؤ کیا۔ اور وقیس کے کنارے جو اپامیہ ہے اسے قدیم زمانے میں فرنا کے اور اسکے بعد پیلا کہتے تھے اور یہاں سلیوکوس گھوڑوں اور ہاتھیوں کی نسل کشی کراتا تھا۔ لاؤدیکیہ یہ ساحل بحر کی بندرگاہ جسے آجکل لاذیکیہ کہتے ہیں، شام میں سب سے نفیس بندرگاہ شمار کیجاتی تھی؛ یہ شہر بعض مرتبہ بہت کچھ آزاد نظر آتا ہے، اور اسپر پومپی اور قیصر دونوں نے بہت کچھ مہربانی کی بارش کی؛ اور جب سلطنت روما کا زمانہ آیا تو اسوقت اسکی اہمیت انطاکیہ سے کچھ کم نہیں تھی۔ ضلع سلیوکس کے چار شہر جنھوں نے اسکندر بالاس (سنہ ۱۴۹ ق م) سے انطاکوس ہفتم (سنہ ۱۲۹ ق م) تک بیس سال کے زمانے میں اپنی ایک خود مختار لیگ (اتحاد) قائم کی، جسکے تانبے کے سکوں پر الفاظ "ادیلفون دیمون" "(قوم برادران)" کندہ تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں واقعی یونانی تمدن ایک ایشیائی ماحول میں زندہ تھا؛ اسکا تباین مصر کے ان سکوں سے کیا جاسکتا ہے جو تقریباً اسی زمانے میں ڈھالے جاتے تھے اور جنپر الفاظ "ادیلفون تھیون (الوہی برادری)" سے کیا جاسکتا ہے۔ ان ملکوں کے دوسرے شہروں میں سے ایک لاؤدیکیہ بملک لیبان، انتی لیبان (جبل الشرقی) اور جبل لیبان کے درمیانی پستی کے شمال و مشرقی دروازے میں واقع تھا؛ اس سے جنوب میں شمال کی طرف بہنے والے اورونتیس اور جنوب کی طرف بہنے والے لیونتیس کے فاصل آب پر ہیلیوپولس کا مشہور شہر، جو آجکل بعلبک کہلاتا ہے، واقع ہے۔ کچھ عرصہ تک لاؤدیکیہ مصری صوبہ کے لیے سوریہ کے سرحد پر قلعہ کا کام دیتا تھا۔ گو بظاہر لاؤدیکیہ کا اب نشان بھی باقی نہیں، اَمیسہ (حمص)، جو اسکے

ب ۲۰ ذرا شمال میں واقع ہے، اسوقت تک ایک اہم مقام شمار کیا جاتا ہے۔ خود دریائے اورونتیس پر ارےتھوزا نامی شہر تھا، جو سلطنت روما کے زمانے میں غیر اہم نہ تھا، اور اسی نواح میں ایک قدیم شہر تھا جس کا انطاکوس چہارم نے بدل کر اپی فانیہ نام رکھا[۱۴]

سلطنت شام کا ایک دوسرا طبقہ جسمیں یونانی شہری زندگی نہایت درخشاں طور پر ارتقا ہوا وہ کلیکیہ تھا اور اُس کا بھی وہ حصہ خاص طور پر ممتاز تھا جو انطاکیہ کے نواح میں واقع تھا۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ بالآخر سلطنت سوریہ کا مرکز خلیج اِسوس بن گئی[۱۵] اِس زرخیز قطعہ میں جس میں کیدنوس، ساروس اور پیراموس بہتے تھے، اور جو بحیرۂ روم کے بعید ترین کونے میں، جہاں ایشیائے کوچک اور شام کے شاہراہیں ایک دوسرے سے ملتی تھیں، قدیم الایّام ہی سے مختلف النوع اقوام کے لوگ کلیکیہ کے دیسی باشندوں سے آکر ملتے تھے۔ یہاں بہت سے افسانے زبان زد خاص و عوام تھے جنہیں سے اَمفی لوخوس، کالخاس اور موپسوس

[۱۴] لاؤدیکیۂ لبنان؛ بیڈیکر "فلسطین" ۲۷۹ - یہ موجودہ شہر قادس ہے جسکے قریب رام سیس دوم نے حطیوں کو شکست دی تھی یہ کنعان کا پائے تخت تھا؛ دیکھو اوپر باب ۱۸، حاشیہ، ہیڈ ۶۶۳۔

حمص؛ بیڈیکر، ۳۷؛ ہیڈ ۶۵۹؛ بت خانہ معبود آفتاب۔

ارےتھوزا؛ بیڈیکر، ۳؛ حالیہ ارسطان؛ ہیڈ ۶۵۸، سکہ جات شہنشاہی؛ اِس زمانے میں اِس شہر کی حیثیت "خود مختارانہ" تھی۔

اپی فانیہ = حمث؛ بیڈیکر، ۳۹۸؛ ہیڈ ۶۵۹؛ خود مختارانہ تانبے کے سکے $\frac{۱۶۱}{۱۲۴}$ سنہ ق م کے۔

[۱۵] کلیکیہ۔ کلیکیہ و طرسوس کے لئے دیکھو کلیس، پاؤلی ۶، ۲، $\frac{۱۶۱۶}{۱۶۲۶}$ میں۔ طرسوس کے تمدن اور معلومات کے لئے استرابو ۱۴، $\frac{۲}{۴}$، $\frac{۶}{۹}$، ۶۷۲۔

بظاہر طرسوس کا رواقیوں سے تعلق تھا، جنمیں سے بہت سے کلیکیہ کے باشندے جیسے خروسی پوس، زینو دوم، انتی پاتر؛ کراتیس بھی کلیکیہ کا ہی باشندہ تھا۔

طرسوس میں فنون لطیفہ نے جو ترقی کی وہ وہاں کے پختہ مٹی کے برتنوں سے معلوم

باب (مالوس، موپ سکرینے، موپ سوستیہ) اپاکس، تیوکر کے بیٹے (اولبا، ایرختھولینوس بیلے روفون، ترتپولیموس (تارسوس، سولی) ان سب کے قصے گویا یونان ہی کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسکے برعکس کلیکیہ پر اشوریہ کا اثر بھی پڑا لیکن اسکے بعد یہ ملک سنے نسس نامی خاندان شاہی کے ماتحتی میں پھر آزاد ہوگیا۔ بعدازاں اسے ایران نے مغلوب کرلیا گو ایرانیوں کے سلطنت کے زمانے میں بھی اُسے بہت کچھ خود مختاری حاصل رہی۔ سلیوکی آخر تک برابر اسپر قبضہ کئے رہے، لیکن انھوں نے اسکی خصوصیات کا ہمیشہ خاص طور پر لحاظ رکھا۔ اسکا اہم ترین طرسوس تھا جو شہر دریائے کیدنوس کے کنارے پر سمندر سے قریب واقع تھا، اور استرابو کہتا ہے کہ یہ شہر اپنی زندگی کے اہم ترین مرکزوں میں سے تھا اور اسمیں بعض اعلیٰ درجہ کے تعلیم گاہیں نظر آتی تھیں جنہیں پردیسیوں سے زیادہ دیسی طالب علم نظر آتے تھے۔ استرابو طرسوسیوں کے فی البدیہہ کلام کی بہت تعریف کرتا ہے۔ طرسوس نے بہت سے فلسفی، شاعر، اور بعض مشہور ومعروف طبیب پیدا کئے۔ اسکی آبادی کا ایک نہایت اہم جزو یہودی تھے، جمیں سے ایک پولوس حواری بھی تھے۔ کلیکیہ کے مفصلۂ ذیل مقامات بھی اہم تھے: اسوس کے قریب اسے گئے، دریائے پیراموس پر کستابالہ، وموپسوس، سولی سے ذرا اوپر اولبا جو ایک مقدس راجدھانی شمار کیجاتی تھی، اور مالوس ورَوسوس[۱]۔ کلیکیہ میں کم سے کم ایک شہر ایسا تھا جو اسی نوع کا ہو یعنی سلیوکیہ جو دریائے کالی کادنوس کے کنارے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ ہوتی ہے؛ پوتئے، پختہ مٹی کے مجسمہ جات Pottier: Les Statuettes de terre cuite پیرس ۱۸۹۰ء، ص ۱۵۰/۱۸۹۔ سکہ جات، ہیڈ، ۶۱۷۔ شاہی سکے (جو درہمیان) اور خود مختارانہ تانبے کے سکے۔

ایپی فانیہ، ہیڈ (سکہ جات شہنشاہی)، دریائے اسوس کے بالائی حصے پر (= گیوزینہ)، ہیرڈے دو ٹلم۔

[۱] اسے گئے، ہیڈ ۵۹۸۔ (باقی حاشیہ بر صفحہ آئندہ)

باب ۲۱

پر تھا، اور جو نہ صرف اپنے اولمپیائی کھیلوں کے لئے بلکہ سارپیدونی اپولو کے تبخانے کے لئے بھی بہت مشہور تھا۔ اسکے علاوہ ایک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کستابالہ (ہیئے راپولیس) قریب بدرون؛ اسکی تحقیقات بنٹ (Bent) نے کی؛ دیکھو رائناش "اخبار" Reinach: Chron.، ۱۹؛ ہیڈ ۶۰۳؛ دیکھو اوپر، باب ۱۸، حاشیہ ۷۔

سوپوس یا موپسوسٹیا؛ ہیڈ، ۸۔

اولبا؛ استرابو ۱۴، ۲، ۶۷۲؛ مذہبی فرمانروائی؛ یہاں کے بت خانہ زیوس کو ایاکس ولد تیوکر نے بنایا تھا؛ ہیڈ ۶۰۹؛ اس طرح اس کا تعلق قبرص والے سالامس سے ہوگا۔ یہ پہلی صدی ق م سے سکے ڈھالنے لگا۔ اولبا کا محل وقوع؛ ریمزے "ایشیائے کوچک" بنٹ کے نزدیک (ص۲۲ و ۳۶۳ و ۳۶۴) یہ ویران شدہ شہر اور آہے جہاں ہبرڈے ووبلم ۱۸۹۲ئ میں گئے تھے۔ اولبا کا ایک نوشتہ وہاں ملا تھا۔

روسوس؛ ہیڈ، ۶۶۱ "حرم مقدس و خود مختار" ۔ خلیج اسکندرون پر زنجیرہ اماوس کے شمال و مغربی ڈھال کا تعلق جہاں روسوس تھا، بہ نسبت سوریہ کے ایشیائے کوچک کے زیادہ ہے؛ یہ ملک سرسبز و شاداب ہے درآنحالیکہ سوریہ نسبتہً خشک ہے۔ قدیم ایام میں یہ ضلع کلیکیہ میں شمار ہوتا تھا۔

مالوس کے لئے دیکھو امہوف کے مضامین "وقائع سکوکیات" Imhoof: Ann. d. Numis. ۱۸۸۳ئ ہیڈ $\frac{۶۰۵}{۶۰۷}$ ۔

سلیوکیہ بدریائے کالی کانوس؛ دیکھو اوپر، باب ۱۲، حاشیہ ۷۔ پہلی صدی ق م کے خود مختارانہ سکے؛ ہیڈ ۶۱۰ سلطنت کے زمانے میں یہ شہر مقدس خود مختار اور آزاد ہوگیا۔ اسکے سکوں پر زینارخوس کی شبیہہ ہے جو آگسٹس کے عہد کا ایک شائی تھا۔

سلیوکیہ بملک پمفیلیہ، کلیس، پاؤلی ۶، ۱، ۹۵۶۔ اسکا ذکر بہت کم سننے میں آتا ہے۔ پاؤلی میں کلیس نے جو کچھ مواد مختلف بلدیات موسومہ سلیوکیہ ولاودیکیہ کے متعلق دستیاب ہوا ہے وہ سب کا سب یکجا کردیا ہے۔

شیورر: "تاریخ قوم یہود" ۲ ص $\frac{۵}{۱۳۲}$ نہایت تفصیل کے ساتھ یونانیت لئے ہوئے شہروں کی

باب ۱۲

دوسرا ملک فنیقیہ بھی ہے جس میں شہری زندگی اپنے اس سے بھی زیادہ ارتقا شدہ شکل میں نظر آتی ہے اور جو اس لئے باقی تمام ممالک سے زیادہ ممتاز ہے کہ یہ خود مختار شہری بستیوں کا سب سے قدیم مسکن ہے فنیقی شہروں میں ان بلدیات کو بھی شامل کرنا چاہئے جو جنوبی ساحل پر آباد تھے، اور یہ سب شہر باوجود طرح طرح کے مصائب و آلام کے برابر خاصے آزاد رہے۔ انکے سکوں پر فنیقی اور یونانی دونوں زبانیں کندہ ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے انہیں یونانیت نے صرف ایک حد تک اثر ڈالا تھا۔

ہم نے ان تینوں ملکوں یعنی سوریہ، کلیکیہ اور فنیقیہ کو یکجا اس لئے اور بھی بیان کیا ہے کہ ان تینوں میں شہری زندگی ایک خاص شکل میں نمودار ہوتی ہے، یعنی وہ جسمیں شہروں کو مقدس اور ناقابل تنقیص قرار دیا جاتا تھا۵۱ یہ خیال کہ بعض مقامات میں کسی قسم کا خاص تقدس ہوتا ہے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ تاریخ اور انکے حالات بیان کرتا ہے۔ یہ شہر رافیہ، غزہ، اسکے شمال میں انتھے دون، عسقلون، ازوتوس، (اسدود جو قدیم فلسطینی شہر تھا)، یامنیہ، یافہ (جو فلسطین کے ساحل پر شاید سب سے نفیس بندرگاہ تھی)، اپولونیہ (= اغلباً مالیہ ارسوف) استراتون کا منارہ (قیصریہ) دورہ بطلیماس۔ پھر دیکاپولس میں (جو شیوٗرر کے نزدیک یقیناً پومپی کا مخترعہ ہوگا) دمشق، ہپوس (شیوررہ ۸۶) جوارہ، ابی لہ، رفانہ، کناتہ، کناثہ (دونوں حوران میں)، گیشی پولس (شیوررز، ۹۷)، (پیلا (= شائد فاحل جو جراسہ کے شمال میں ہے)، دیون، جراسہ (= جراشؔ جہاں رومی عہد کے عظیم الشان کھنڈر اس وقت تک باقی ہیں؛ شیوٗرر ۱۰۳)، فلادلفیہ (= رباط عمون)۔ ہیرود اور اس کے بیٹے نے جو شہر آباد کئے وہ بھی خود مختار تھے (شیوررز، ۱۰۰): سباستے (سامرہ) جبا (بحر طبریہ کے علاقے میں) اسبون (پیریہ میں) انتی پاترس یافہ کے شمال میں، فاسائلس جیریکو کے شمال میں، قیصریہ پانیاس، یولیاس (بیت سیدا) سیفورس (دیو قیصریہ) یولیاس یالیویاس اردون کے مشرق میں، طبریہ (جسکی بولے میں ۶۰۰ اراکین تھے اور جسکے عہدہ دار آرخن کہلاتے تھے)

۵۱ "ناقابل تنقیص حرم"۔ اس سلسلے میں ایلس کا شمول؛ پولی بیوس ۴، ۷۴۔ سمرنا، مجموعہ نوشتجات

باب ۲۰

ہوتا ہے یہ یونانیوں میں مدت دراز سے موجود تھا۔ یہ صفت اکثر تو صرف بت خانوں کے عمارتوں کی سمجھی جاتی تھی اور اس طرح سے صرف ان عمارتوں پر منطبق ہوتی تھی جنہیں انسان صرف تھوڑی ہی مدت کے لئے پناہ بے سکتا ہے۔ لیکن خود یونان میں یہ صفت ایک خاص موقع کیلئے خانگی زندگی کے بجائے زندگی عائمہ پر منطبق ہونے لگی، یعنی ایلس کو اس لحاظ سے مقدس اور ناقابل تنقیص سمجھا جانے لگا، جسکے معنے یہ ہوے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یونانی" ۲۱۳، = بکس نمبر ۱۷۶؛ تقریباً ۲۴۲ ق م۔

۱۹۳ ق م میں منی پوس سفیر شاہ انطاکوس کے استدعا پر تیورغیر ملکیان مارکو والیریوس مسالا اٹری بیون اور عوام روما اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ تیوسیون کا شہر اور دیہات دونوں ناقابل تنقیص اور محفوظ قرار دیے گئے ہیں" ڈٹن برگر ۲۰۴۔ مقابلہ کرو ایک اتا لوسی قابل لحاظ حکم کا جسمیں اسنے تیوس اور دیونی سیوس کے نقاشوں کے درمیان جھگڑوں کا فیصلہ کیا تھا؛ فرنکل ۱۶۳ جہاں اس نے اپنی رائے کا بھی اظہار کیا ہے۔

متن میں جن شہروں کا حوالہ دیا گیا ہے انکے نام ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" میں اپنی اپنی جگہ دیے ہوئے ہیں۔

عہد شہنشاہی میں ذی اقتدار شہروں کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے اور مفصلۂ ذیل مزید نظر آتے ہیں:۔ شام میں ارےتھوزا (دیکھو اوپر حاشیہ ۱۴) قیصریہ پانیاس (دیکھو باب ۱۶ حاشیہ ۱) کاپی تولیاس (بیڈیکر: "فلسطین" ۳، ۱۹۹) دمشق، ابیلا (بیڈیکر: "فلسطین" ۳، ۱۹۹) جدارہ (بیڈیکر ۱۹۸) انطاکیہ بدریائے ہیوس (شیورر ۲، ۸۶؛ = اغلباً الحسن جو جبیل گینے سارتھ کے مشرق میں ہے) دیوقیصریہ (دیکھو اوپر حاشیہ ۱۷) تیسہ (اکیشی پوس)؛ ساحل پر: بیلوسس، بطلیمائس، غزہ، کور کی روس کلیکیہ میں) سیباستے؛ اندرون ایشیائے کوچک میں: ساموساتا، تیانہ، مزاکہ، پرگے؛ ساحل پر: ایگی سوس۔ مقابلہ کرو ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" پارہ جات متعلقہ۔ بظاہر عہد شہنشاہی میں یہ اختیارات شامی شہروں کو دے دیے جاتے ہیں۔

مختلف شہروں کے رتبے کے مسئلے پر ابھی تک کافی غور نہیں کیا گیا؛ اس کی بنیاد اوزنیر Usener نے اپنی کتاب "کنیدس کا ایک نوشتہ" Ein Epigramm von Knidos

باب ٢٠

آئندہ وہمیشہ کے لئے وہ مکمل امن میں اور مکمل غیر جانبداری کے حالت میں رہے گا۔ تیسری صدی ق م سے برابر اسی طرح سے سمرنا بھی، جسے حال ہی میں از سر نو آباد کیا گیا تھا، مقدس قرار دیا گیا، اور ۲۴۳؁ ق م میں ایک سلیوکی یعنی سلیوکوس دوم نے اس شہر کو "مقدس و ناقابل تنقیص" قرار دیا اس اعلان کی وجہ سے اسکی غیر جانبداری مسلم ہوگئی اور اغلب امر یہ ہے کہ اسکے بعد اسمیں بادشاہ کے مسلح مصاحبوں کی داخلہ بند ہوگیا ہوگا۔ ساتھ ہی اسے بادشاہ کے حد اختیار سے باہر قرار دیا گیا اور جہاں تک ہم قیاس کرسکتے ہیں آئندہ اس کے کندھوں سے فوج مہیا کرنے کا بوجھ ہٹا دیا گیا، چونکہ شکرانے کے طور پر لوگوں نے بادشاہ کو کچھ رقمیں دیں اور دوسری طرح بھی سلوک کیا۔ ۹۳؁ ق م میں شہر تیوس جو ناٹکی فنون کے لئے ممتاز تھا، اسے بھی "ازولوس" تسلیم کیا گیا۔ ساتھ ہی ہمیں دوسری یا پہلی صدی ق م کے سکوں کے کتبوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس حصہ سلطنت سوریہ کے منفصلۂ ذیل شہروں کو "مقدس و ناقابل تنقیص" سمجھا جاتا تھا:۔ پہلے تو چار بڑے بڑے شہر (جنھیں ہم بانٹے یا آزاد شہنشاہی قصبے کہہ سکتے ہیں) یعنی ضلع سلیوکس میں انطاکیہ، اپامیہ، سلیوکیہ اور لاؤدیکیہ مع اپنی فانیہ بدریائے اورونتیس کے، جسے اپنی فانیس نے بسایا تھا؛ اسکے بعد کستابالہ، موپسوس، اولبا و روسوس کلیکیہ میں؛ طرابلس، صور، سیدا، عسقلون۔ ہم اس کا تعین نہیں کرسکتے کہ آخر مقدس و ناقابل تنقیص، سے کیا مُراد تھی، لیکن ایک بات ضرور قابل غور ہے، اور وہ یہ کہ سلیوکیوں کے عہد کے اختتام پر جو مقامات آخر تک برابر ان کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ص۳۵ میں رکھی ہے۔ اغلب امر یہ ہے کہ ایسے شہروں کو آئندہ فوج مہیا کرنا نہیں پڑتا ہوگا، اس لئے کہ ایکس میں فوجی خدمت سے بلدی اقتدار کی ابتدا ہوتی ہے۔ نیز دیکھو ہیڈ، LXXIV اور اشاریہ ص IV۔ شاہی شہروں کو ایک فائدہ اس بات سے بھی تھا کہ وہ حقیقی بلدیات کے قریب ہی واقع تھے۔

باب ۱۲ مطیع رہے انھوں ہی نے انکی حکومت کو بڑی بڑی حد بندیوں کے ساتھ منظور کیا تھا۔ رومن شہنشاہوں کے زمانے میں ازولیہ کا یہ حق دوسرے شامی شہروں کو اور بعض ایشیائے کوچک کے قصبات کو بھی دیا گیا، لیکن ہم انکی شمار اپنے حواشی میں کرینگے۔

اسوقت تک ہم نے سلیوکی سلطنت کے مغربی حصے کے طرف اپنی نظر دوڑائی ہے۔ باب ۵ میں ہم دیار مشرق میں سلیوکوس اور اسکے فوری جانشینوں کے کارناموں کا ذکر لکھ چکے ہیں، اور یہاں ہم اسی پر اکتفا کریں گے کہ ایک خاص محاذ میں اس شے کے جو نتائج نکلے انکا تذکرہ کریں۔ یہ مقام سلیوکیہ بدریائے دجلہ تھا اور یہاں عراق عربی اور بابلستان میں یونانی زندگی اس درجہ مرکوز ہوئی کہ اس نواح میں دوسرے مقامات کی طرف طالب معلومات کی توجہ منعطف ہی نہیں ہوتی[۱۹]۔ چونکہ بالائی اورتیسیس اور فرات کے درمیانی ملک میں جنگل ہی جنگل ہے اور اسمیں صرف پالمیرا ہی ایسا مقام ہے جو اس صحرائیت سے مستثنیٰ ہے، اور چونکہ اس صحرا میں صرف قافلے ہی جا سکتے ہیں اور انفرادی اشخاص کی گذر نہیں، ان اسباب کی بنا پر ہم یہ فرض کرسکتے ہیں کہ سلیوکیہ اور ساحل کے درمیان جو روزمرہ کی آمد و رفت تھی اسکا راستہ اس زنجیرہ کوہی کے ڈھلاؤ پر ہوکر تھا جو انطاکیہ سے چلکر آہستہ آہستہ خم کھاتا ہوا قدیم ایرانی شاہراہ کے قریب ہوتا ہوا کوماگینے کے اہم علاقے، اورخزرونینے، ایدیسہ کالی رھوے، میگدونیہ، و نصیبین انطاکیہ، اور پانیے،

[۱۹] سلیوکیہ بدریائے دجلہ۔ کلیس نے پاؤلی ۶، ۱۱۴۵۹ میں اسکی بابت ایک مفصل مضمون لکھا ہے فابیان: بابلی سلیوکیہ Fabian : De Seluk. Byblioua لائپزگ ۱۸۶۹ء۔ یہاں کے یونانی تمدن کے لئے دیکھو Plut. Luc. ۲۲ پلوٹارک وکراسوس ۳۲۔ گلمور: بابلستان، یونانیوں اور پارتھیوں کے عہد میں (Gilmore : Babglonia umder the Greeks and the Parthians) انگریزی جریدۂ تاریخ، ۱۸۹۲ء، شمارہ ۱۰۔

باب ۲۰

اور اشوریہ میں ہوکر سلیوکیہ پہونچتا ہے۔ سلیوکیہ دریائے دجلہ کے مغرب میں بغداد سے ذرا جنوب کی طرف واقع تھا۔ پلینی کہتا ہے کہ اس شہر کی آبادی ساٹھ لاکھ نفوس تک پہونچ گئی تھی، اور اس لحاظ سے یہ اسکندریہ و انطاکیہ کے مماثل تھا کہ اس کی آبادی بھی مرکب تھی اور اس میں شامی یعنی بابلی، یہودی، مقدونی، یونانی اور ہر طرح کے مشرقی اقوام نظر آتی تھیں۔ کہتے ہیں کہ اسکا انتظام ایک مجلس سینات کے سپرد تھا جسکے تین سو اراکین تھے۔ اس شہر کی تجارت معتد بہ تھی اور اس کا راستہ جنوب کی طرف سمندر کی طرف اور سوسس ہوکر ایران کی طرف؛ دوسری جانب مشرق میں دریائے کیدنوس کے کنارے اور زاگروس کے دروں میں ہوکر ہمدان اور پارتھیا کی طرف؛ شمال میں دجلہ کے کنارے کنارے ادیابینے اور بیگدانیہ کو اور اس کے بعد ارمنستان کی طرف ایک رُخ پر اور ملی تنہ کی طرف دوسرے رُخ پر اور وہاں سے ایشیائے کوچک کے اندرونی حصے میں کو؛ مغرب میں کاپادوسیہ میں شہر کومانہ اور مزاکہ اور زیوگما ہوتی ہوئی فرات کے کنارے کنارے انطاکیہ کو۔ سلیوکیوں میں سے بعض (مثلاً انطاکوس اوّل واسترا تونیس) بعض مرتبہ دجلے والے پائے تخت میں رہتے تھے۔ بہت سی باتوں سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہاں کے باشندے یونانی تمدن کو بڑی اہمیت دیتے تھے۔ انھوں نے امفیکرایس نامی خطاب کو سوفسطائی تقریریں کرنے کے لئے مدعو کیا؛ کراسوس کی موت کے بعد اسوقت جب شہر پر پارتھیا والوں کی حکومت ہوگئی تھی، یوری پدیس کا ناٹک "باکھائے" کھیلا گیا، اور ہم سنتے ہیں کہ شہر کے باشندوں میں دو فلسفی بھی تھے جنکے (دونوں کے) نام دیوجانس تھے۔ زمانہ بعد میں یہ شہر یونانی عیسوی اور مجوسی خالدی علوم کا مرکز بن گیا۔ اس شہر کو پارتھیوں نے دوسری صدی ق م کے وسط میں فتح کر لیا، لیکن چونکہ شاہان پارتھیا ایک یونانی جمہوریہ کے وسط میں رہنا پسند نہیں کرتے تھے اس لئے یہ کبھی انکا پائے تخت نہیں بنا، بلکہ یہ عزت شہر کے مقابل دوسرے مقام

طیسفون کو حاصل تھی جو اسی طرح کے باغات و محلات کا مجموعہ تھا جیسے پوٹسڈام گو زمانہ مابعد میں سلیوکیہ کا زوال شروع ہو گیا تاہم اسکے بطریق کو بڑی بڑی اہمیت باقی رہی اور اسکے حد اختیار میں ہند و چین دونوں بعید ممالک شامل سمجھے جانے لگے اور آخرکار اس نے اپنا مسکن سلیوکیہ سے ہٹا کر بغداد کو بنا لیا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ عراق عرب اور الی مانس میں سلیوکیہ کے نام کے، سیسنے استاکینے اور راگیانے میں اپامیہ کے نام کے اور عراق و مدیہ میں لاؤدیکیہ کے شہر موجود تھے۔

امور مذکورۂ بالا سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ سلیوکیوں نے وہ فرائض بدرجہ اتم پورے کرائے جو ان پر عائد ہو گئے تھے، یعنی انھوں نے نہایت قابلیت سے ایشیا میں یونانی زندگی اور یونانی خیالات کو منتشر کیا۔ اگر وہ ابتدائی بطالسہ کی طرح شاعری اور علوم و فنون کی سرپرستی نہیں کرتے تھے، تو انکی اصلی وجہ یہ تھی کہ اس قسم کے علوم کے سرپرستی کے لئے بڑی توجہ اور وقت درکار تھے، اور یہ وہ جنس تھی جو سلیوکیوں میں بالکل نایاب تھی۔ الغرض ایشیا کے آزادانہ فضا میں سلیوکیوں کے حمایت میں یونانی تمدن کو خاصہ نشو و نما حاصل ہوا اور اس تمدن سے ٹھیک اتنے ہی مصنف نکلے جتنے کی ملک کو ضرورت تھی۔ پھر سلطنت سلیوکیہ میں فنون لطیفہ کا دارومدار مسئلے طلب پر تھا، اور ٹھیک اسی وجہ سے ایشیا میں مقدونیہ دور میں جو فنی ترقی ہوتی ہے وہ مصری فنی ترقی سے کہیں افضل ہے۔ میں نے اس ترقی کا اپنے حواشی میں ذکر کیا ہے۱۵۵ میں آئندہ ابواب میں اس موضوع

۱۵۵ عہد زیر تبصرہ کے متعلق ایک اہم مضمون ایسا ہے جسپر زمانہ دراز سے بحث ہو رہی ہے اور جو حال ہی میں ذرا ایک طرفہ طور پر از سر نو پیش کیا گیا ہے، اور وہ تیسری، دوسری اور پہلی صدی ق م میں فنون پیکر پذیری کے متعلق پسندیدہ طرز اور اس طرز کے آغاز کا سوال ہے۔ بشر ایبر Th. Schreiber نے حال ہی میں اپنی کتاب وائنا والے چشموں کی نسبت محل گریمانی میں Die Wiener Brunnenrelicfs aus Pal. Grimani لائپزگ ۱۸۸۸ء میں اس مسئلے پر بحث

کی طرف اسوقت ازسرنو متوجہ ہوں گا جب میں پرگمام اور رہوڈز کی تاریخ باب ۲۰

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کی ہے اور اپنے مضمون میں جو میونخ کی جمعیت لسانیات Philologenversammlung ۱۸۹۱ء میں پڑھا گیا (دیکھو جریدۂ عالم Allgemeine Zeit ۲۳ مئی ۱۸۹۱ء)۔ نیز دیکھو اس کی اہم تصنیف "یونانی نقشی تصاویر" Die hellenistischen Reliefbilder لائپزگ ۱۸۸۹ء۔ شرائبر کا خیال ہے کہ یہ طرز تعمیر جو اسوقت رائج تھی اور جسے وہ "مزینیہ" کا لقب دیتا ہے تین چیزوں میں نمایاں ہے: (۱) برکہارٹ Burck hardt کے مخترعہ اصطلاح کے مطابق) نظم مکانی" (۲) مادی شستگی (۳) روزمرہ کے مناظر؛ اور ساتھ ہی اسکی رائے ہے کہ اس طرز کا آغاز اسکندریہ میں ہوا۔ کتنی ہی دلچسپ وہ منفرد مشاہدات کیوں نہ ہوں جو ان خیالات کی گویا بنیاد رہی، تاہم یہ ناممکن ہے کہ ان تینوں باتوں کو کسی ایک مسلک کڑی میں پرو دیا جائے اور نہ ہم اصطلاح "مزینیہ" کا انطباق کرسکتے ہیں اور نہ یہ فرض کرسکتے ہیں کہ اسکا آغاز اسکندریہ میں ہوا ہوگا۔ اس میں شبہ نہیں کہ "نظم مکانی" کا ارتقا سکندر کے زمانے ہی میں ہوا۔ باقاعدہ طرز پر بہت سے جدید شہروں کے آباد ہونے سے چوک اور سڑکوں، مکانات اور باغات کو ایک عمدہ طرز پر لگانا آسان ہوگیا؛ جب دیواریں لوگوں کے سد راہ نہیں رہیں تو نفیس فطری ماحول میں خوبصورت فنی امکنہ جات بنائے جانے لگے۔ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک صدی پیشتر بھی ہپوداموس کے اصول پر کئی شہر باقاعدہ تعمیر ہو چکے تھے، اور کچھ مدت کے بعد دیونی سیوس نے سرقوسہ کو دنیائے یونان کا سب سے خوبرو شہر بنا کر چھوڑا تھا؛ چنانچہ ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ "نظم مکانی" سکندر اور اسکندریہ دونوں سے قدیم تر ہے۔ دوسرے جہاں تک فنون لطیفہ میں مادی شستگی کا سوال ہے، یہ یونان میں پہلے سے موجود تھی، اور یہ (منجملہ دوسری باتوں کے) سونے اور ہاتھی دانت کے مجسموں سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ اغلباً صحت پر مبنی ہے کہ یہ مجسمے اور روزمرہ کے زندگی کے مناظر سکندر کے زمانے کے بعد سے نسبتۃً عام تھے۔ بہرنوع اس میں شبہ نہیں کہ شرائبر نے جو تین خصائص دریافت کئے ہیں انکی سکندر کے بعد کے زمانے میں ابتدا نہیں ہوتی۔ پھر لفظ "مزینیہ" کا ان حالات پر جو انطباق کیا گیا ہے وہ قطعی طور پر خلاف انصاف اور گمراہ کن ہے۔ اوّل تو اس لفظ "مزینیہ" میں پہلوئے ذم ہے، اس لئے کہ

باب ۲ بیان کروں گا۔ یہاں ایک حاشیہ میں میں نے شامی عیش پرستی کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسکے سے یہ مشکل، ناشائستہ، بے میل کے ہیں۔ پھر یہ اصلاح سولھویں صدی عیسوی کے آخری حصے اور خاص کر سترہویں صدی عیسوی کے زمانے کے فن تعمیر پر منطبق کیجاتی ہے (جسکا سب سے ممتاز قائم مقام برنینی ہے) اور اس لفظ کو متعدد اور مختلف معنے پہنائے جاتے ہیں۔ یہ لفظ تو زمانہ حال کے فنون لطیفہ کے سلسلے میں بھی مبہم ہے، کہاں قدیم زمانے کے چیزیں جن کا ایک دوسرے سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو اسکے ابتدائی معنے سے بالکل مغائر تھیں! الغرض اس لفظ کے استعمال سے فنون قدیمہ کا مفہوم ذرا بھی زیادہ واضح نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ فنون میں نادی شستگی سے اس لفظ "مزینہ" کو کچھ تعلق ہو، لیکن واقعی زندگی کے مناظر سے تو اسکا مطلق کوئی تعلق نہیں، اور خود برکھارٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ "نظم مکانی" کی ابتدا اس "مزینہ" طرز تعمیر سے نہیں بلکہ نشاۃ جدیدہ سے ہوتی ہے۔ جب ایسا ہے تو پھر سکندر کے بعد کے طرز کو کیوں "مزینہ" کا لقب دیا جائے اور اسکی بجائے کیوں نہ یہ لقب شہنشاہی کے بالکل مغائر فنون کو دیا جائے؛ مثال کی طور پر ذرا یوروپینی کے مبالغہ آمیز نظم کا مقابلہ ایتھنز کے مقبرۂ فلو پاپوس یا پالمیرہ کے عمارتوں سے کیجئے۔ اب ایک دوسرا مسئلہ قابل غور ہے وہ یہ کہ اس میلان کا جسکی وجہ سے "نظم مکانی" میں ارتقا ہوا، اور جسمیں ساتھ ہی ساتھ ایک حد تک مادی شستگی کا بھی خیال رکھا گیا اور واقعی زندگی کے مناظر سے بھی اظہار نفرت نہیں کیا گیا، اسکا آغاز کیسے ہوا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک امر اسکندریہ سے قدیم تر نہ تھا، تاہم یہ ممکن ہے کہ بطالسہ ہی نے "نظم مکانی" کو خارجی زندگی کی فنی ارتقا کی خاص بنیاد قرار دیا ہو اور اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ وہ فنون لطیفہ کے ترقی میں ممد و معاون ہوئے ہوں۔ اب یہ وثوق سے کہا جاتا ہے کہ اسکندریہ کا سارا پیوم اسطرح کے عمارات کی پہلی مثال تھی۔ لیکن اس ادعا کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جاتا، بلکہ یہ دکھایا جا سکتا ہے کہ بطالسہ یا شہر اسکندریہ اس سمت میں فنون لطیفہ پر اثر ڈال ہی نہیں سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ "نظم مکانی" کو مصر میں ارتقا کے لئے بہت کم مواقع حاصل تھے۔ ملک میں صرف ایک یونانی شہر تھا، اور یہ ایک ایسے میدان میں واقع تھا جسکے قریب بہتا ہوا پانی بالکل نہیں تھا؛ یہاں جتنا بھی سیاسی اقتدار تھا وہ سب کا سب ایک شخص کے قبضے میں تھا۔ علم و فضل کا

کے متعلق صرف ایک امر پر زور دینے پر اکتفا کیا ہے۔[1]

بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ ـ چرچا ضرور تھا لیکن فنی خدمات میں بہت کم تنوع تھا۔ مصری نقاشوں کی تعداد بہت ہی کم نظر آتی ہے؛ انتی فیلوس (برون Brunn ۲، ۲۴۷ وغیرہ) نے شکار کھیلتے ہوئے بطلیموس کی تصویر کھینچی تھی؛ ہیلی نا (برون ۲، ۲۶۰) نے سکندر کے میدان اسوس میں تصویر کھینچی تھی؛ زمانہ مابعد کے مصوروں کے لئے دیکھو برون ۲، ۲۸۰ بطلیموسی مصر کا صرف ایک یونانی فنی شاہکار ہے اور بلاشبہ وہ بغایت نفیس ہے یعنی دریائے نیل کا مجسمہ ـ جب ہم مذکورۂ بالا کیفیات کے عکس کے لئے نظر دوڑاتے ہیں تو ہمیں سکندر کے بعد کے فنون کا حقیقی مسکن نظر آنے لگتا ہے۔ مصر کا مکمل تبائن ایشیائے کوچک اور شام میں نظر آتا ہے۔ یہاں ہمارے سامنے صرف ایک تعمیر کار نہیں بلکہ سیکڑوں تعمیر کار ہیں اور انہیں صرف کم و بیش سمجھدار بادشاہ ہو انہیں بلکہ شہر اور خانگی افراد بھی شامل ہیں۔ یہاں صرف ایک ہی لب ساحل محل و قوع نہیں جہاں مٹی کے تودوں سے مصنوعی پہاڑ بنائے جاتے ہوں بلکہ بے شمار مختلف انواع محل وقوع ہیں جو ڈھلوان یا تدریجی ڈھلاؤ والی پہاڑیوں، راسوں، حدبوں، دریاؤں کے کناروں، تیز رو ندیوں، چٹانوں اور جنگلوں پر مشتمل ہیں؛ اور حقیقت یہ ہے اگر ہم اس متنوع سرزمین کا اسکندریہ کے میدان میں مقابلہ کریں تو انکی مناسبت ہزار اور ایک کی ہوگی۔ مابعد سکندری عمارتوں کی سب سے ممتاز خصوصیت یکے بعد دیگرے چبوترے تھے، اور ان کے لئے مصر میں جہاں جگہ نکلی وہی مقبروں نے گھیر لی۔ اس قسم کے چبوتروں کے بنایت لاثانی مثال مصر کے دیرالبحری میں ملتی ہے، جو خود ایک مقبرے کا حصہ ہے، اور اس میں بھی بابلی طرز کی نقل کی گئی ہے یعنی اسکا منبع و ماخذ بھی ایشیا ہی ہے اگر ہم سلیوکی سکوں کا بطلیموسی سکوں سے مقابلہ کریں تو ہم دیکھیں گے کہ سیدھا سادہ اور ثمر بار جذبہ کس میں پایا جاتا ہے۔ مصر میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو انطاکیہ کے قریب دافنے کی "نظم مکانی" کا مقابلہ کرسکے۔ علاوہ ازیں سارا پیوم کو چھوڑ کر اس "نظم مکانی" کی جتنی بھی مثالیں ہیں وہ سب کے سب ایشیائی بلدیات سے اخذ کی گئی ہیں؛ چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اول تو سارا پیوم کے متعلق ہمیں زیادہ معلومات نہیں، اور دوسرے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ فنون لطیفہ کے اس میلان کا آغاز مصر میں ہی ہوا ہوگا۔

باب ۲۱

بست و یکم

یونانی تمدن دوسری ق م میں

۳ - پرگامم

پرگامم کی نوعیت ان سلطنتوں سے مختلف تھی جن پر ہم اس سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - پھر سوال یہ کہ فنی اعتبار سے مصر کو اتنی اہمیت کیوں دیجاتی ہے۔ اوّل تو تیسری صدی ق م کی شاعری (دیکھو اوپر باب ۱۴) جسکا اس زمانے کے فنون لطیفہ سے گہرا تعلق ہے اسے اسکندریہ کے ساتھ منسوب کیا جاتا ہے، لیکن جس شعبہ میں اس شاعری نے سب سے زیادہ ترقی کی یعنی شعبۂ شبانی، اسمیں مصری اثر مطلق نہیں معلوم ہوتا، بلکہ ہے تو اسمیں صقالوی کو سی اثر ہے۔ دوسرے یہ چونکہ اسکندری شاعری نے جو رومن شاعری کی بنیاد ہے۔ پومپئی کے دیواری تصاویر پر اثر ڈالا ہے اس لئے یہ فرض کر لیا گیا ہے کہ پومپئی کے مکانات کے ترتیب کا اصول ضرور اسکندریہ سے آیا ہوگا اور یہ کہ اٹلی میں جو دیواری تصاویر محفوظ ہیں ان کا نکاس بھی اسکندریہ ہی ہوگا۔ لیکن یہ نتائج ناقابل تائید ہیں۔ ہمارے لئے یہ یقین کرنا مشکل ہے کہ پانچ چھ سو نفیس یونانی متقدونوی مکانات جو اسکندریہ میں ہونگے وہ تو اٹلی کے لئے نمونہ بنیں، اور سیکڑوں ہزاروں ایسے مکانات جو ایشیا اور جزائر میں پھیلے ہوئے تھے انکا مطلق اثر نہ ہو! اور اگر بالفرض اول الذکر کا اثر بھی تھا، تاہم اس سے ایسے مکانات کے مبداء و ماخذ کے بابت کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ ہمیں یہ فرض کرنے کی کوئی وجہ نہیں معلوم نہیں ہوتی کہ اقلیم اور جزائر میں

باب ۲۱

پہلے باب میں بحث کر چکے ہیں[۱]۔ ہم نے اس خصائص کا خاکہ تیرہویں باب ہی میں کھینچ دیا تھا اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسکا فرمانروا بطالسہ اور سکیوکیوں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اسکندریہ کا اتباع کیا جاتا تھا؛ اسکے برعکس واقعہ یہ ہے کہ جزائر اور اقلیم ایشیا میں جو عمارتیں تھیں انکی اسکندریہ میں نقل کیجاتی تھی ۔ پھر مناظر کو لیجئے اسمیں شبہ نہیں کہ پومپئی میں بعض ایسے مناظر موجود ہیں جنمیں مصری افراد نظر آتے ہیں، لیکن انمیں سے اکثر کا پیش منظر بالکل غیر مصری ہے یعنی یہاں کوہی کنارے ان افراد کو گھیرے ہوے ہیں یہ مشہور اودیسی کے مناظروں میں کسی قسم کا مصری عنصر نہیں پایا جاتا' اور اس تصویر میں جہاں تحت الثریٰ کا راستہ دکھایا گیا ہے وہ تو کاپری کی ہو بہو تصویر ہے الغرض ہم اس نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ منظر کاری میں اسکندریہ کا اثر بالکل ناقابل لحاظ ہے ۔ بلاشبہ مصر نے ایشیا اور یورپ پر اثر ڈالا ۔ لیکن اسکا باعث زیادہ تر ائی سس اور سارا پس کی پوجا تھی ۔ بروکھاوس Brockhaus جیسے لوگوں کے مضامین سے (Konv. 1, 14, 876) معلوم ہوتا ہے کہ اسکندریہ سے فنون لطیفہ سے میدان میں کسقدر کم منسوب کیا جاسکتا ہے ۔ گارڈنر کے نزدیک ("ابواب جدید" ۲۲۸) مجرد تخیلات کے مجسموں سے جو مختلف میلوں کے مواقع پر اٹھائے جاتے تھے' مصری فنون کے اثرات کا پتہ چلتا ہے' تاہم کائروس ("مناسبت صحیحہ") کا مجسمہ اور دیکوسس ("ممنوم") کی تصویر یقیناً قدیم تر ہیں ۔ الغرض اپنی تحقیقات سے ہم مفصلۂ ذیل نتیجہ پر پہونچتے ہیں :۔ واقعی فنون لطیفہ کے میدان میں اسکندریہ کا اثر نہایت کم تھا گو میکانیکی تیزدستی میں یہ اثر نہایت نمایاں تھا ۔ اسکندریہ نے تزئین کا کوئی خاص طرز ایجاد نہیں کیا' اور جہاں تک "نظم مکانی" کا تعلق ہے' وہ ایشیا سے نہایت پیچھے تھا ۔ ایشیا اور یورپ دونوں میں اسکا اثر تھا وہ زیادہ تر مذہبی تھا ۔ پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا اسکندریہ میں کسی قسم کی نشست گاہ جمعیت عوام تھی ؟ اور نہیں تھی' تو پھر زمانہ بعد کا یونانی فن تعمیر بغیر اگورا کے کسی کام کا ؟ دیکھو شرایبر کے گریائی مقتبس کی تنقید بدست برلوکنر Brueckner "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات برلن" Berl. Phil. Woch سنہ ۱۹۰۱ء شمارہ ۱ ۔ مہالک مملکت ۹، ۱۰، ۱۱) شرایبر کے خیال کی تائید کرتا ہے ۔ کلیس Cless پاولی ۶، ۱، ۲۰۱ میں او ۔ میولر O. Mueller کی تائید کرتے ہوے کہتا ہے کہ فلادیلفوس نے جو فنون لطیفہ کی

باب ۱۲ | کی طرح کوئی قائم تھا، نہ کبھی نیہ، "پفلاگونیہ" کا پادوسیہ اور پونتوس کی طرح

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ سرپرستی کی اس سے ان فنون کو کوئی خاص فائدہ نہیں پہونچا ۔
ہم دیکھتے ہیں کہ بطلیموس چہارم کے بعد اسکندریہ کے یونانیوں کو، جنکے بحیثیت یونانیوں کے کوئی خاص حقوق نہیں تھے، ہر طرح کے مطلق العنانانہ افعال کا ہدف بننا پڑتا تھا، اور اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکندریہ بالآخر خانگی زندگی کے آرام و آسائش میں کچھ زیادہ اضافہ نہیں کرسکا، چنانچہ پولی بیوس کے زمانے میں اس شہر کے یونانی زندگی بالکل نیست و نابود ہوچکی تھی ۔
آخر میں ہمیں یہ بات کہنی ہے کہ چونکہ بطالسہ مصری فنون کی سرپرستی کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اس لئے کہ یونانی فنون کے لئے کچھ زائد نہیں کرسکتے تھے ۔ اس ضمن میں جو کچھ پہلے چار بطالسہ نے کیا اسکے لئے دیکھو اوپر باب ۱۲ حاشیہ ۱۶ ۔ بطلیموس فلومیتور کے عہد میں مصر میں یونانی تمدن کا زوال بے رونق پاپی روس سے ظاہر ہوتا ہے جو نوادرخانہ برطانیہ میں موجود ہے؛ دیکھو مہافی "سلطنت" ۳۵۸ وغیرہ ۔
فیلائے میں بطلیموس پنجم "ایپی فانیس" کے نام کندہ ملے ہیں ۔
انتائیو پولس (کان) میں بطلیموس ہفتم "فلومیتور" کے زمانے کا انتائیوس کا ایک بت خانہ تھا لیکن اب دریائے نیل اسے بہالے گیا ہے (بیڈیکر ۲، ۲۳۵)؛ دیوسپولس خرد میں آثار (بیڈیکر ۹۰)؛ اپولینوپولس (کوس) میں ہوروس کا بت خانہ (بیڈیکر ۳۱۱)؛ کرناک میں اس نے اور اسکے بھائی فیسکون نے ایک پھاٹک بنایا (بیڈیکر ۱۴۰)؛ اسی مقام پر توتمیس سوم کے تبخانہ پر اسکا ایک نوشتہ (بیڈیکر ۱۶۱)؛ ایسنے کے تبخانے پر نوشتہ (بیڈیکر ۳۵۹)؛ ادفو کے بت خانے میں اضافے (بیڈیکر ۲۷۵)؛ وہ کوم اومبو کا ایک نیا بت خانہ تعمیر کرتا ہے جو ہوروس و سیباک کے نام پر منسوب کیا جاتا ہے (بیڈیکر ۲۹۴، ۳۹۰)؛ فیلائے کے ایسس والے بت خانے کا پھاٹک اور اندرونی حصّہ دونوں اسی کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں اور یہی کیفیت اسی بت خانے میں ایک لوح پر تخصیصی کتبہ کی ہے (بیڈیکر ۲۱۹/۲۲۴)؛ دیبوت والے تبخانے کا ایک کتبہ (بیڈیکر ۳۲۰) ۔
بطلیموس نہم "فیسکون" کے مفصلہ ذیل باقیات ہیں :- کرناک میں آپے کا چھوٹا

کسی قبیلے کا شیخ تھا، بلکہ وہ محض ایک قلعہ کا سردار تھا، جو اپنے اثرات کو باب ۲۱

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ بت خانہ بطلیموسی منارے جنپر بطلیموس ہاتھور کے چوٹی کے (بیڈیکر ۱۶۹)؛ کرنک کے قریب مداموت کا تبخانہ (بیڈیکر ۱۷۰)؛ اسنے مدینہ حبو کے چھوٹے تبخانے میں اضافے کئے (بیڈیکر ۲۰۷)؛ یہاں ایک چھوٹا تبخانہ اپنے آبا و اجداد کے نام پر تعمیر کیا۔ (بیڈیکر ۲۰۸)؛ دیرالمدینہ کے تبخانے کی (جسے فلو پاتور نے بنایا تھا) تزئین کی (بیڈیکر ۲۱۲)؛ دیرالبحری (بیڈیکر ۲۴۹) اور الکعب (۲۶۵) کے تبخانوں کی مرمت اپنی بیوی کلیوپاترا کے ساتھ مل کر کی؛ ۱۴۲ ق م میں ادفو کا بت خانہ، جسکی بزرگی میں تے ابتدا کی تھی، مکمل کیا اور اس موقعہ پر بہت بڑا میلا منعقد کیا (بیڈیکر ۲۷۲، ۲۷۴)؛ اپنی دونوں بیویوں کے ساتھ ملکر اومبو کے تبخانے میں اضافے کئے (بیڈیکر ۲۹۲، ۲۹۴) جہاں پہلی بیوی کو اسکی بہن اور دوسری کو اسکی زوجہ بتایا گیا ہے۔ یہ کہ اس نے فیلائے کو نظر انداز نہیں کیا یہ اس منار کے کتبے سے معلوم ہوتا ہے جسے فیلائے سے انگلستان لے آئے اور جسکی وجہ سے شاپولیوں کو اپنے اکتشافات کے لئے ایک راستہ مل گیا (بیڈیکر ۳۱۶)؛ وہ اس تبخانے کی تزئین کرتا ہے جو فلومیتور والے ایس کے ہتکدہ کے چھتے کے مغرب میں واقع تھا؛ اسمیں بہت سے اہم مناظر کا چربہ اتارا گیا تھا۔ اس تبخانے کو اس مکان کے طرز پر بنایا گیا تھا جس کا پیدا ہونا بیان کیا جاتا تھا (بیڈیکر ۳۳۰)؛ اسکے دکہ کے بت کدہ پر بھی کچھ کام کیا (بیڈیکر ۳۵۰، ۳۵۲)؛ اسپر ۱۳۶ ق م کا کتبہ ہے۔

نیز دیکھو کلیس، پاؤلی ۶، ۲۲۳۰ میں۔

بطالسہ میں سے سب سے زیادہ اوباش، وہ جسنے اسکندریہ کے یونانی عنصر کو سب سے زیادہ نقصان پہونچایا وہی مصری فنون کا سب سے بڑا سرپرست تھا، اور یہ اس ملک اور اس زمانے کے عین حسب حال ہے۔ مصری بولیسی تمدن کی سرپرستی کیوجہ سے فیکون کو ہمانی اپنی کتاب 'سلطنت' میں مصر کا بہترین حکمراں کا لقب دیتا ہے (۴۰۸)۔ کیا کوئی شخص جو بحیثیت انسان کے سراسر بیکار ہو وہ بحیثیت حکمراں کے بہترین کہا جا سکتا ہے؟ کیا "بہترین فرمانروا" کو اخلاقاً بھی ایک حد تک اچھا شخص نہیں ہونا چاہئے؟ کیا وہ مصری یہودیوں اور یونانیوں کا فرمانروا بھی نہیں تھا؛ کم سے کم یہ بات تو یقینی ہے کہ جہاں تک یونانیوں کے

باب ۱۵ کو وسیع کرنے کے لئے اپنا مال و دولت بے دریغ خرچ کرتا تھا اور ساتھ ہی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ تاریخ کا تعلق ہے وہ کسی ممتاز تاریخی مقام کا مستحق نہیں۔ علاوہ ازیں وہ تمدن جن پر فیسکون نے حملہ کیا، یعنی یہودی اور یونانی، وہ دونوں قدیم مصری تمدنوں سے ارفع و اعلیٰ تھے، اور خود فیسکون کے خیالات بھی یونانیت لئے ہوئے تھے نہ کہ مصریت۔ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس نے قدیم مصری تمدن کی جو سرپرستی کی وہ محض حکمت عملی پر مبنی تھی۔ اگر اس نے اس حکمتِ عملی پر ایک ظالمانہ انداز سے عمل کیا، تو مقصد اچھا ہو، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس مقصد کے حصول کے طریقے بھی اچھے ہونگے۔ مہافی بالکل ٹھیک کہتا ہے کہ ممکن ہے کہ ٹی بیریوس کی طرح فیسکون کے معائب میں بھی اسکے مخالفین نے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہو۔ ممکن ہے کہ یونانیوں نے مبالغہ آمیزی سے کام لیا ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ وہ ایک بدمعاش شخص تھا اور نتائج کا اسے کبھی خیال نہیں رہتا تھا۔

عہد بطالسہ میں مصری فنون۔ بطلیموسی چوٹیاں : ماسپیرو : مصری آثاریات ؛ Maspero: Archeol. egypt. صفحہ ٦٠، نیز دیکھو بیڈیکر ۲، ۲۲۸۔ انکے عہد میں طرزِ تعمیر نفیس ہو ہو گیا ؛ لیکن غیلیایوں کے چوٹیوں کے طرز میں کچھ زیادہ فرق پیدا نہیں ہوا۔ سنگ کاری : اسکندر دوم کا عظیم الشان مجسمہ باقی ہیں ؛ صفحہ ۲۲۹، تصویر ۲۰۲۔

یہاں میں بطلیموسی مصر کے عظیم ترین سندوں میں سے ایک کا اقتباس دیتا ہوں، گو میں یہاں یہ ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ اپنے اس حاشیہ کے لکھنے تک میں نے یہ کتاب نہیں پڑھی تھی۔ ر۔ سٹوئرٹ پول اپنی فہرست سکہ جات یونانی (اسکندریہ) لندن ۱۸۹۲ء صفحہ XXXIV میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں، جو دلچسپ ہونے کے ساتھ ہی میرے خیال کے مطابق تھا: "بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے اولین دو بطالسہ کی دولت اور تزک اور فلادلفوس کے جلوس جیسے مواقع پر انکی خوشی و مسرت کا یہ تقاضا ہوگا کہ ان کے عہد میں فنون میں معتد بہ ترقی ہو جائے اور اس زمانے میں تمثیل کا جو شوق تھا اس سے فنون کو ایک خاص سمت میں راستہ مل گیا ہوگا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ میوزخانے میں جمیات کی جو پرورش ہوتی تھی اسکے خلاف بھی ایک زبردست تحریک موجود تھی۔ علاوہ ازیں زمانہ مابعد کے بطالسہ مصری زیادہ تھے یونانی کم۔ انہی اسباب سے اسکندریہ کے فنون صرف اسکندریہ تک ہی محدود تھے

جہاں وہ اپنے حلیفوں کے لئے اسباب امن و امان اور اپنے لئے باب ١

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ اور ان کا نشو و نما کماحقہ نہیں ہوسکا تھا۔ اسکے برعکس جب عکمیات کی جگہ فلاطونیت نے لی تو اس سے ایک جدید طرز کا یونانی اثر پیدا ہوگیا اور بت خانے کو ایک جدید طرز پر منظم کرنا پڑا تاکہ فلاطونیت کے درس دیئے جاسکیں۔ اب مصری فنون کے راستے میں کوئی مزاحمت تو رہی نہیں تھی۔ لہٰذا اس نے اس یونانی اصول کے راستہ پر جو رسیں اس سے پہلے بو دیا گیا تھا۔ ترقی کرنی شروع کی۔ یہ مخلوط فنوں بعض مشہور و معروف انواع میں نظر آتے ہیں جیسے ای سس اور شاندار اسکی پجاریوں کی نوع۔ وہ تمام دوسرے غیر متعین اور محض نقالانہ فنون کے مشابہ ہیں، اور انہیں معلومات اور اعتماد کی کمی نظر آتی ہے ... جب روما نے مصر فتح کیا ہے تو اسکے فنون دنیائے یونان کے فنی میار سے بہت گر چکے تھے (صـ XXXV عہد بطالسہ میں دریائے نیل کی پوجا؛ ایضاً صـ LXX وغیرہ۔ نیل اور اوزی رس ایک ہی دریا نے دو نام ہیں، چنانچہ اسکندریہ کی ثالوث جمیں سار اپس، ای سس اور ہرپوکراتیس شامل تھے؛ انہیں سار اپس کے شکل میں نیل بھی شریک تھا۔ یونانی ایک دریائی معبود کو پسندیدہ سمجھتے تھے نیل کے جوڑے کا نام یوتھے نیہ (= ای سس) تھا۔

حاشیہ (٢١) صـ شاہی میش پرستی کے لئے ہم نے ناظرین کتاب ہذا کو موم سن: "تاریخ روما جلد ٥۔ اسکے مفصلہ ذیل فقروں سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محض مزاحاً انکے ساتھ منسوب کیا گیا تھا، لیکن ہم اوپر دیکھ چکے ہیں (باب ما، حاشیہ ٧) یہ لفظ سرکاری طور پر استعمال کیا جاتا تھا، چنانچہ اس سے تفریح گاہوں سے کوئی تعلق نہ تھا۔ موم سن کہتا ہے: "تمام زمانہ قدیمہ میں انطاکیہ قریب دافنے" کے برابر (جو اسکا نام پڑ گیا تھا) کوئی دوسرا شہر ایسا نہیں تھا جس میں زندگی مسرت سے کاٹنے کو اسقدر اہمیت دیجاتی ہو یا فرائض منصبی کی صرف اتنی حیثیت باقی رہی ہو اور انطاکیہ قریب دافنے" کا مفہوم پس اسی طرز کا ہوگا جو ہم "وانلقریب پر اتر" کے الفاظ سے لیتے ہیں:

موم سن یہ بھی کہتا ہے (٥، ٣-٣) کہ "سوریہ اور اس سے بھی زیادہ مصر کو اپنے اپنے صدر مقاموں نے گویا گھیر لیا ہے اور نہ تو صوبہ ایشیا نہ ایشیائے کوچک میں انطاکیہ یا اسکندریہ جب ایک بھی شہر ملتا ہے بلکہ ان ممالک کا دار و مدار بہت سے ثانوی بلدیات پر ہے۔" ہمارے نزدیک یہ حکم لگانا درست نہیں ہے۔ یہ صحیح نہیں ہے کہ شام کو انطاکیہ نے گھیر لیا ہو" ہمارے نزدیک

باب ۲۱ رسل و رسائل اور تجارت کے امکانات مہیا کرتا تھا، وہاں گویا اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ شام میں یونانیوں کی جو حالت تھی وہ بہ نسبت مصر کے ایشیائے کوچک سے کہیں زیادہ مشابہ تھی۔ اگرچہ ہم سلیوکیہ بر ریائے دجلہ کا اسلئے ذکر نہیں کر سکتے کہ وہ سوریہ خاص میں واقع نہیں تھا، تاہم "برادرانہ بلدیات" ("اولیفوئے دیموئے") کا وجود (دیکھو اوپر حاشیہ ۱۳) ہی اس بات کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہے کہ یہاں بھی ہر چیز کا مرکز محض صدر مقام نہیں تھا، اور طرسوس ایک طرح پر بالکل آزاد تھا۔

موم سن ایشیائے کوچک کے شہروں کے مابین مخالفت پر بحث کرتا ہے۔ میں نے اس موضوع کی طرف ناظرین کی توجہ بہ باب ۲۹ میں مبذول کی ہے۔

سلطنت سوریہ میں فنون لطیفہ کے متعلق دیکھو زتل: "آثار یاتِ فنون" Sittl: Archæologie der Kuns' میونخ ۱۸۹۵ء، صفحہ ۶۲۳-۶۸۵؛ یہ اسی مقام پر اسیدا والے اسکندری تابوت پر بھی بحث کرتا ہے بطلیموسی مصر میں فنون لطیفہ کے موضوع کے لئے دیکھو ایضاً صفحہ ۶۸۵-۶۹۲۔ زتل کے بیانات سے مصر کی کمتری صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔

حاشیہ (۱) صفحہ ۶۷۶ عام طور پر برگامم کے لئے دیکھو اوپر باب ۲ و ۵ و ۱۳ (حاشیہ ۶)؛ نیز سوین: "تحقیقات متعلق سلاطین برگامم" Sevin: Reoh. sur les rois de Pergame "یادداشتہائے نوشتجات قدیمہ" ۱۲؛ مانسو "اتالوسیان" Manso: Mem. Anc. Inscr. برزلاؤ ۱۸۳۵ء؛ اے۔ مے یر "سلطنت برگامم" E. Meier Das Uber die Attalen "محیط المحیط ارش وگروبر" Perg. Reich Ersch and Gruber's Encyc. ۱۲؛ ۳۴۲، ویگینز "دربار اتالوسیان" Wegener: De anla Attalica جلد ا، ۱۸۳۶ء۔

"اضافہ جات تاریخ و توصیف ایشیائے کوچک" (رودادِ برلن اکاڈمی ۱۸۷۲ء) میں Cur tius and Adler in Beitr. Zur Cesen. und Topog. کرتیوس و آڈلر کے مضامین Kleinasiens bhandl der. Berl. Akad. کے بعد ہومان Humann کے اکتشافات ہوئے اور کوزے Couze کی حکیمانہ صلاح کاری اور ہومان کے مزید کوششوں کا نہایت درخشاں ثمرہ نکلا جس کو ابھی تک کافی استعمال نہیں کیا گیا۔ ان کھدائیوں کی ابتدا ۱۸۷۸ء میں ہوئی تھی۔ اور ان کی وجہ سے جو کتابیں لکھی گئیں انکی فہرست بوئیسبر کے "یادگار" رہائے۔

باب ۲۱

معاوضے میں روپیہ کا مطالبہ کرنے سے بھی نہیں چوکتا تھا اور اسے وصول بھی کرلیتا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ اتالوسیوں کے عظمت کا راز انکی جمع پونجی تھی۔ اسی روپیہ سے انھوں نے اپنی فوج اور بیڑا آراستہ کیئے، بے چین ایشیائی حکمرانوں کا سختی کے ساتھ مقابلہ کیا، اور اس روپ میں وہ مغربی ایشیا کے حکمرانوں کو، جنمیں یونانی تمدن پھیلا ہوا تھا، نجات دہندوں کی شکل میں نظر آئے۔ اپنی حکمت عملی میں انھیں اس ملک کے جغرافی کیفیت سے بہت کچھ مدد ملی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ کیئکوس کی وادی اندرون ملک میں بہت زیادہ نہیں جاتی، اور ایک بات جو خاص طور پر قابل لحاظ ہے یہ ہے کہ اس وقت اسکے اور اندرون ملک کے مابین سڑکوں کا وجود نہ تھا جسکی وجہ سے اسے اس نواح سے علی العموم کسی قسم کے خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑتا تھا۔ اس کے برعکس بندرگاہ ایلائیہ کے ذریعہ سے ملک پرگامم کا ساحل بحری کے ساتھ بہت اچھا تعلق تھا، جسکے باعث اتالوسی یونان کے ساتھ اپنے تعلقات قائم رکھ سکے اور تیسری صدی ق م سے برابر ایک معتدبہ بحری قوت کو مجتمع کرسکے۔ سب سے پہلے ہم اس سلطنت کی تاریخ کا خاکہ پیش کریں گے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ Boumeistsr: Denkmaler (صفحہ ۱۲۰۶–۱۲۲۷) کے نہایت لطیف مضمون "پرگامم" (صفحہ ۱۲۱۱) میں دی ہوئی ہے؛ اس مضمون کا تاریخی جغرافی حصہ فابریکیوس Fabricius نے اور وہ حصہ جسمیں سنگ کاری کا ذکر ہے۔ ٹرینڈلین برگ Trendellenberg نے لکھا تھا اور ۱۸۸۶ء تک جسقدر تحقیق کی گئی ہے اس کا خلاصہ مندرج ہے۔ باضابطہ کتابوں وغیرہ میں سے مفصلۂ ذیل کا ذکر ضروری ہے۔ فرینکل، فابریکیوس وشخہارٹ "نوشتہ جات پرگامم" Fraenkel Fabricius und Schuchhardt: Die Inschriften von Perg. برلن سنہ ۱۸۹۰ء؛ سوبودا: "پرگامم کی کھدائیاں" Swobada Die U.k. von Perg., Rh. Mus ۴۶ء۱۸۹۱ء جہاں دو رلوک میں شہر پرگامم کے ادارات سیاسی مثلاً مجلس خاص وجمعیت عموم کا ذکر کیا گیا ہے۔ غالباً اسٹراٹےگوسوں کو بادشاہ مقرر کرتا ہوگا دیکھو اوپر باب ۲۰ حاشیہ ۱۲۔ مقابلہ کرو مہافی: یونانی زندگی باب ۲۰ ۔

باب ۱۲ لیزی ماخوس کا خزانہ فلیے تاروس ساکن تیوس کی نگرانی میں تھا اور اسے وہ پرگامم کے قلعہ میں محفوظ رکھتا تھا۔ اس نے اپنے مالک سے بغاوت کر دی اور چونکہ وہ ہارپاکوس کی بہ نسبت قسمت کا اچھا تھا اور اس سے زیادہ چالاک بھی تھا اس لئے اسے کامیابی ہوئی اور اس نے اس خزانے کو کام میں لا کر اپنے لئے ایک راجدھانی قائم کر لی۔ اسکے بعد اسکا بھتیجا یومنیس اوّل تخت نشین ہوا اور اس نے سنہ ۲۶۳ ق م سے سنہ ۲۴۱ ق م تک حکومت کی۔ یہ یومنیس پہلے تیوس کے قریب اماسترس کا حکمران تھا جسے بعد میں اس نے پونتوس کو دیدیا۔ ہم باب ۹ میں دیکھ چکے ہیں کہ کسطرح سنہ ۲۶۲ ق م کے قریب اسکی ساردیس کے قریب انطاکوس اوّل سے آویزش ہوئی اور اس نے اس جنگ میں کامیابی حاصل کی۔ اسکے بعد سنہ ۲۴۱ ق م میں فلیے تاروس کا ایک دوسرا بھتیجا، یومنیس کا بھائی، اتالوس اوّل تخت نشین ہوا اور اس نے سنہ ۱۹۷ ق م تک حکومت کی اور یہی وہ بادشاہ ہے جسنے سنہ ۲۳۰ ق م میں کلتوں پر غلبہ حاصل کرنے کے بعد بادشاہ کا لقب اختیار کیا۔ انطاکوس دوم غالوںیوں کا طرفدار تھا، چنانچہ اتالوس نے اسے بھی نیچا دکھایا، اور ا (پولی بیوس کے الفاظ میں) وہ ایشیائے کوچک کے بیشتر حصے کا مالک بن گیا۔ اسمیں شبہ نہیں کہ یہ شان و شوکت زیادہ دن تک نہیں رہی لیکن اس کے آثار یقیناً باقی رہ گئے۔ سنہ ۲۲۲ ق م تک تو اسکی قوت میں روز افزوں اضافے ہوتے گئے، لیکن اس کے بعد اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔

سلیوکوس دوم اور اس کا بھائی انطاکوس ہیراکس کے سنہ ۲۲۷ ق م تک برابر ایک دوسرے کے دست و گریباں رہنے کیوجہ سے ترقی نہ ہو سکی اور سلیوکوس سوم بھی (جسنے سنہ ۲۲۶ ق م سے سنہ ۲۲۳ ق م تک حکومت کی) ناکام رہا۔ اب ایشیائے کوچک کے مختلف ملتیں بھی اتالوس کی طرف ہو گئیں اور اتالوس نے انکی حمایت کا وعدہ کیا لیکن سلیوکوس سوم کے عہد حکومت کے دوران میں اکائیوس نے اس روئے ایشیا میں شام کی قوت کا سکہ جما دیا

باب ۱۷

اور انطاکوس سوم نے اس اقتدار کو قائم رکھا۔ ہمارے نزدیک استرابو نے یہ جو کہا ہے کہ سلطنت پرگامم میں صرف وادی کئے کوس شامل تھی اس سے مراد ۲۲۰ قم کے بعد کے عہد سے ہوگی۔ اس نے یہ بھی کہا ہے کہ اٹالوس کے بڑے بیٹے یومنیس دوم (۱۹۷ ق م) نے اپنے شہر کو فنی اور علمیاتی ایوانوں سے سجایا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ خود اٹالوس اول نے شہر کی تزئین میں کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا، حالانکہ ہم دیودورس میں پڑھتے ہیں کہ فیلقوس نے پرگامم کے فنی خزینوں کو ۲۰۱ق م میں تباہ و برباد کر دیا تھا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس سے پہلے یعنی ۲۱۰ق م میں اٹالوس ایولیوں کا سپہ سالار تھا اور اس نے ان سے اجی گینا خرید کر اس جزیرے کو ایتھنز میں اپنے ممتاز و درخشاں کارناموں کے لئے گویا ایک مرکز بنایا، تو ہم اسی نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ پرگامم کے درخشانی و تابناکی کی ابتدا اس ملک کے سب سے بد معاش بادشاہ نے نہیں ہوئی ہوگی۔ زمانہ مابعد میں پرگامم نے بڑی بھاری ترقی کی لیکن اس کا سبب یہ تھا کہ انطاکوس کے خلاف یومنیس نے رومنوں کا ساتھ دیا تھا، چنانچہ اب روما اسکی ترقی میں اس کا ممد و معاون بن گیا۔

ہم باب ۱۳ میں پرگامم کے محل و قوع کا عام تذکرہ کر چکے ہیں۔ لینزی ماخو

سلہ پرگامم کا بیان، استرابو ۱۳، ۶۲۳ وغیرہ۔ اٹالوس اول کا اقتدار، یوسٹی نوس ۲۷، ۳ کمپیے، نوکیہ، سمرنا، اسے گئے، تیمنوس، تیوس، کولوفون، ان سب کا تعلق اٹالوس اول سے تھا؛ پولی بیوس ۵، ۷۷، (۲۱۸ ق م)۔ ۲۰۱ ق م میں پرگامم میں فنی شاہکار؛ دیودورس ۲۸، ۵۔ ایتولیون سے اجی گینا کی خرید؛ پولی بیوس (۲۲) بالعموم پولی بیوس ۱۸، ۲، کہتا ہے کہ ۱۹۷ ق م میں اٹالوس نے افرودیزیوم و نیکے فوریوم کی خانقاہوں کو، جنہیں فیلقوس نے مسمار کر دیا تھا، از سرنو بنانے کا مطالبہ کیا۔ استرابو (۱۳، ۶۲۴) کہتا ہے کہ اس نے "مقدس نیکے فوریوم کی تعمیر کی" لیکن اس سے صرف یہ بات ثابت ہوتا ہے کہ اسکی مرمت ہوئی ہوگی۔ استرابو پرگامم کی تاریخ سے کما حقہ واقف نہیں تھا۔ مقابلہ کرو میشکے "اضافہ جات تاریخ یومنیس دوم" Meisehke: Symbolæ ad. Eum II His am لائپزگ، ۱۸۹۲ء، خصوصاً صفحہ ۴۲

باب ۲۱ کا قلعہ جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا، ایتھنز کے اکروپولس سے ذرا چھوٹا تھا شاہی عہد کے ابتدا میں اس قلعہ کو ذرا جنوب کی طرف وسعت دی گئی اور یومنیس کے عہد میں انہیں مزید اضافے ہوئے، جنکے آثار اس وقت تک باقی ہیں۔ یومنیس کے عہد میں قلعہ شمال و مغرب سے جنوب مشرق کی طرف تقریباً دو تہائی میل اور شمال و مشرق سے جنوب مغرب کی سمت میں تقریباً نصف میل تھا۔ لیکن اس رقبہ سے باہر بھی متعدد مکانات، مندر اور دوسری عمارتیں تھیں۔ زمانہ مابعد میں یعنی رومن اور بزنطینی عہد میں فصیلوں کا محیط دو مرتبہ کم کر دیا گیا، اور قربانگاہ زیوس کے جو مجسمے برآمد ہوئے ہیں وہ دراصل بزنطینی فصیل کے تھے۔ اتالوسیوں کے زمانے میں پرگامم کے زندگی عامہ کا مرکز اگورا تھا، جو پہاڑ کے ایک جنوبی شاخ پر واقع تھا۔ اگورا کی جگہ دراصل دو بڑے بڑے چبوتروں پر تھی جنمیں سے اوپر والا چبوترہ (جسمیں زیوس کی قربانگاہ سطح سمندر سے ۸۶۵ فٹ تھی) تہواروں کے لئے استعمال ہوتا تھا، اور دوسرے چبوترہ پر (جو سطح سمندر سے ۸۲۵ فٹ اونچا تھا کاروبار انجام پاتا تھا۔ اس دوسرے چبوترے کے مغرب میں ایک چھوٹا سا بتخانہ تھا جسے آجکل دیوی [illegible] کے نام سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اگورا اور بت خانہ اتھینے میں، جس کا ابھی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اگر سیاسیات میں کاروباری طریقے کا رواج دیکھنا ہو تو پرگامم کی تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہئے۔ پرگامم کے حکمرانوں نے روپیہ لیکر ایشیا کے یونانیوں کی حفاظت کی اور اتالوسیوں کے لئے ایک قلعہ بنایا۔ انھوں نے اپنا روپیہ لگا کر لٹیروں کو اپنی فوج میں بھرتی کیا اور جنگی جہاز بنائے اور ساتھ ہی اپنا روپیہ خرچ کرکے اور اپنے اقتدار کو کام میں لاکر انھوں نے امن و امان اور تہذیب و تمدن کو فروغ دیا۔ لیکن فلے تائروس کے تغلب کی وجہ سے انکے ماتھے پر جو کلنک کا ٹیکا لگا ہوا تھا وہ آخری فرمانروا کے طرز عمل کی شکل میں رونما ہوا، جسنے بالکل ذاتی ملک کی طرح اپنی تمام سلطنت رومنوں کو وصیت کر دی اور اسکی وجہ سے ایشیائے کوچک کو مصائب و آلام کا شکار بنا دیا۔ دیکھو نیچے، باب ۲۵۔

باب ۲۱

تھوڑی دیر میں ذکر کیا جائے گا، تقریباً دو سو گز لمبا ایک چبوترہ تھا جس پر ناٹک کی تماشہ گاہ بنی ہوئی تھی۔ تماشہ بینوں کی نشستیں اوپر قلعہ کی جانب جاتی تھیں جو اگورا سے بالاتر تھا اور جس (اتھینے کا مقدس حرم شامل تھا۔ اس حرم کے شمال اور مشرق کے حدود پر بہت سی محرابیں تھیں اور جنوب و مغرب میں جہاں چٹان ختم ہوتی ہے، وہاں اس دیوی کا بت خانہ تھا جسکی پوجا کی ہردلعزیزی سکوں سے ظاہر ہوتی ہے۔ اگرچہ پرگامم کا نام اور اتھینے کے پوجا سے تروائے کے ساتھ ایک طرح کا تعلق ظاہر ہوتا ہے تاہم شہر کی بنیاد اسکلے پیوس کے پرستش سے شروع ہوئی جو ایپی داورس سے آکر یہاں مروج ہوئی تھی۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسکلے پیوم ذرا نیچے تھا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شائد شہر کے حصۂ زیریں اور حصۂ بالائی کا آغاز مختلف زمانوں میں ہوا ہو گا۔ اوپر والے حصے کے جن محرابوں کا ذکر کیا گیا ہے انکے درمیان مورچے تھے جنپر فتوحات کی یادگاری مبتیں تھیں جن میں سے بعض اسوقت تک محفوظ ہیں۔ شمالی دروازے کے عقب میں بہت سے کمرے تھے جنمیں شائد پرگامم کا مشہور کتب خانہ ہوگا۔ اپنے شباب کے زمانے میں پرگامم کا قصر شاہی اتھینے کے تپخانے کے شمال و مغرب میں ہوگا، اور سلطنت روما کے عہد ثانی میں ٹراجن کے نام کا ایک حرم وہاں بنایا گیا۔ میں یہاں شہر کے زیریں حصے کے ان عمارتوں کا بیان نہیں کروں گا جو رومنوں کے عہد میں مکمل ہوئی تھیں، لیکن ۱۶ فٹ چوڑا خیابانی راستہ جو مغرب کی طرف تقریباً ۱/۲ میل تک ایک بت کدے کو جاتا ہے جسے قریب کے ایک چشمے کیوجہ سے اسکلے پیوم سمجھا جاتا ہے، غالباً رومنوں سے پہلے کا ہے۔ پرگامم کے نزدیک بہت سے عظیم الجثہ تودے ہیں جن کے اندر کمرے بنے ہیں۔

اب یہاں کے مشہور و معروف قربان گاہ کی طرف آئے اور ساتھ ہی ساتھ یہاں کے سنگ کاری کی طرف رخ کیجئے۔ اولیمپیا کے قربان گاہ زیوس کیطرح یہ قربان گاہ بھی قربانی کے جانوروں کے راکھ سے بنی تھی، لیکن یہاں اس راکھ کا تودہ ایک چبوترے کے وسط میں تھا جو ۴۰ گز لمبی چوڑی اور

باب ۱۲

لمبا تھا۔ یا ۱۶ فٹ اونچی تھی اور اسپر کو مغرب کی طرف سے سیڑھیاں جاتی تھیں۔ اس چبوترے کے ہر چہار طرف دیوؤں کا مشہور منبتی حاشیہ تھا جو ۹ فٹ اونچا تھا اور اسکے تین طرف ایک چھتہ تھا؛ اسپر بھی حاشیہ اور پرگامم کے افسانوں کی منبتی تصاویر بنی ہوئی تھیں لیکن یہ اس دوسرے حاشیہ سے ذرا چھوٹی تھیں۔

پرگامم کے سنگ کاری[1] کیوجہ سے انیسویں صدی عیسوی میں دو مرتبہ یونانی فنون لطیفہ اور انکے ارتقاء کی بابت ہمارے معلومات میں اضافہ ہوا ہے اوّل تو اسکے آغاز کے ثبوت اور اتالوس اول کے فنی شاہکاروں کے قدر و قیمت کی وجہ سے اور دوسرے ۱۸۷۸ء اور اسکے بعد پرگامم میں خود پرگامم میں قربانگاہ والی منبتوں کے انکشاف کی وجہ سے۔

---

[1] پرگامم کے سنگ کاری کے لئے دیکھو ٹرینڈلین برگ کے اوپر والے مضمون میں جن تصانیف کا حوالہ دیا ہوا ہے (صفحہ ۱۲۷)؛ اس کا مختصر حال کیکولے؛ بیڈیکر یونان Kekule Baed. Griechenl صفحہ cxi وغیرہ میں درج ہے۔

قدیم تذکرے؛ پلینی ۳۴، ۸۴ (اتالوس اول دیوتھیس ۲)؛ پوسانیاس ۱، ۲۵، ۲۔

جہاں تک تاریخ کا تعلق ہے، یہ خیال رکھا جائے کہ سنہ ۱۹۰ ق م میں یومنیس کے غالویوں سے تعلقات جاری تھے اور اس نے (دیودوروس ۳۱، ۱۴، ۳ کے مطابق) سنہ ۱۶۶ میں انہیں شکست دی تھی۔ اتالوس اول نے غالویوں پر جو غلبہ حاصل کیا اسے آجکل اس بیان کو ملحوظ رکھ کر اتنی اہمیت نہیں دیجاتی جتنی کا وہ مستحق ہے۔ سب سے اہم امر یہ تھا کہ غالوی خود اپنے ملک میں محدود رہے اور اس نے یقیناً یہ کر دکھایا۔ کہا جاتا ہے کہ محض غالویوں پر غلبہ حاصل کرنے سے وہ شاہی خطاب کا مستحق نہیں ہو سکتا تھا لیکن اس نے شاہی خطاب ضرور اختیار کیا۔ لوگوں کا شیوہ ہے کہ جب اپنے خیال کے بموجب انہیں فتوحات حاصل ہوں یا جب وہ دوسروں پر یہ اثر ڈالنا چاہیں کہ انہیں کامیابی ہوئی ہے اسوقت وہ اپنے کارناموں کو منایا کرتے ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اتالوس اول کی بجائے یومنیس دوم نے غالویوں کو فتح کیا، دیودوروس کا ایک مقولہ (۳۱، ۱۴) پیش کیا جاتا ہے کہ اس نے غالطی قوم کو اپنے قبضے میں کر لیا (دیٹنبرگر ۱۲۲۱)؛ لیکن یہ واقعہ پر مبنی نہیں ہے اسلئے کہ

باب ۲۱

ہیں پلینی اور پوسانیاس کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اتالوس سوم نے غالیوں پر جو فتوحات انھیں حاصل ہوئیں انکی یادگاریں قائم کرنے کے لئے مجسمہ ساز مقرر کئے۔ پلینی کہتا ہے کہ اتالوس و یومینیس نے غالیوں کے جنگوں کے تانبے کے یادگاری مجسمے بنانے کے لئے چار کاریگروں کو نوکر رکھا؛ پوسانیاس کہتا ہے کہ اتالوس نے چند چڑھاوے ایتھنز کے اکروپلس میں معنون کئے جن میں دیوں، ایمزنوں اور ایرانیوں کی ایتھنزیوں کے ہاتھ اور میراتھن میں غالیوں کی شکستیں تین تین فٹ کے قریب اپنے مجسموں میں دکھائی گئی تھیں لیکن وہ یہ نہیں کہتا کہ یہ مجسمے کس دھات سے بنائے گئے تھے۔ نبی Nibby, نے اسبات کا انکشاف کیا ہے کہ کاپی تول کے نوادر خانہ میں مرتے ہوئے نام نہاد شمشیر باز کا جو بت ہے اس سے دراصل مرتا ہوا غالوی مراد ہے، اور روشیت Rochette نے یہ طے کر دیا ہے کہ والو دو دیسی والے مجموعے موسومہ "آریہ وپے توس" میں دراصل غالویوں کی شبیہیں ہیں، اور برون Brunn نے اس سے پہلے ہی ان سب شاہکاروں کو پرگامم کے ساتھ منسوب کر دیا تھا لیکن اسکے بعد برون نے یہ دریافت کیا کہ سنگ مرمر کے بہت سے مجسموں کو جو وینس، نیپلز اور روما کے جیسے مجموعوں میں منتشر ہیں، دراصل ایتھنز والے پرگامم کے چڑھاؤں کی نقلیں سمجھنا چاہئے۔ یہ بالکل ممکن ہے بلکہ اغلب ہے کہ کاپی تول اور والو دو دیسی والے مجسمے ان تانبے کے مورتوں کی نقلیں ہوں جو پلینی کے قول کے بموجب پرگامم میں تھیں۔ چھوٹی شبیہیں جنہیں جھکے ہوئے، مرتے ہوئے یا مردہ دیو ایمزن اور ایرانی دکھائے گئے تھے وہ شائد زود دار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ غالی برابر آزاد رہے۔ یہ سچ ہے کہ دونوں حکمراں بیکار استغنا خودنکابر کے مرض میں مبتلا تھے لیکن اتالوس نے یومینیس سے تھوڑا بہت زیادہ ہی کر دکھایا۔

پوسانیاس ۱٫۴، ۵ میں قربانگاہ کا کچھ یوں ہی سا ذکر ہے؛ اسکا مفصل بیان اپیے لیوس میں ملے گا۔

باب ۱۲

مجسموں کی ذرا کمزور سی نقلیں ہوں؛ لیکن ہمارے نزدیک مرتا ہوا غالوسی اور لودووسی مجموعہ ان عظیم ترین فنی شاہکاروں میں سے ہیں جو قدما ہمارے لئے چھوڑ گئے ہیں۔ دونوں سے دلپر ایک خاص اثر ہوتا ہے اسلئے کہ ایک طرف تو انکا موضوع ہی دلکش ہے اور دوسرے فاتحوں نے اپنی فنی مہارت کو کام میں لاکر مفتوح کی شبیہیں کچھ ایسے شریفانہ انداز سے بنائی ہیں کہ خود بخود دلپر ایک خاص اثر پڑتا ہے۔

قربان گاہ کے عظیم الشان حاشیہ سے زمانہ ما بعد کے پرگام کے فنون کی ایک بالکل جدید اور تحیر آمیز جھلک ہماری نگاہ کے سامنے آتی ہے۔ ان منبتوں میں تیزی کے ساتھ حرکت کرتے ہوے اجسام دکھانے کی کوشش کی گئی ہے اور انمیں ایک ناٹک کی کیفیت اور بعید توانائی نمایاں ہے۔ پہلے زمانے کے منبتیں تو ایک سلسل حاشیے میں محدود کردیجاتی تھیں اور جو مدارج ہوتے تھے وہ گویا نقشے ہی میں سے کاٹ دیئے جاتے تھے۔ قربانگاہ کے پیندے کے چاروں طرف دیوول کا حاشیہ ہے اور اس سے تحت الثریٰ کے واسیوں کو دکھایا گیا ہے؛ انکے اوپر قربانی کا دھواں آسمان کی طرف جاتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہم یہاں دیوؤں کو آسمان پر حملہ کرتے ہوے نہیں دیکھتے بلکہ خود معبود زمین پر آتے ہیں اور اپنے دشمنوں کو انکے گھروں میں پاکر انکا بیج ناس کردیتے ہیں۔ تنوع کے خیال سے ان دیوؤں کے اجسام کی ہر ممکن ہیئت ظاہر کی گئی ہے؛ لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ دیو بدصورت نہیں اور انکی شکلیں مضحکہ خیز ہرگز نہیں۔ اس حاشیہ میں ذہنی اظہار کے بہت کم آثار ملتے ہیں، لیکن اسکی امید بھی تو نہیں تھی۔ ہم تمام حاشیہ کے مجموعی اثر کو خارجی ہی کہہ سکتے ہیں؛ لیکن انفرادی مجسمے تو سنگ کاری کے بہترین نمونوں میں سے سمجھنے چاہیں۔ چھوٹا حاشیہ اس سے بالکل مختلف ہے بلکہ وہ اس سے زیادہ خوشنما بھی ہے اور کہیں کہیں مستزاد مورتیوں سے جگہ بھردی گئی ہے۔

پرگام کے سکے نفیس ہیں لیکن ان میں زیادہ تنوع نہیں پایا جاتا۔ انمیں

باب ۲۱

ہم کستوفوری سکوں کا شمار کرینگے لیکن یہ تقریبًا ہمیشہ ہم شکل ہوتے ہیں کہ
پرگامم کے فنون لطیفہ کا اثر میرنا کے پکی مٹی کے مورتوں سے بھی

لہ - پرگامم کے سکے - امہوف بلومر: پرگامم کے خاندان شاہی کے سکے Pergamon Im hoof-Bluner Die
Macnzen der Dynas. tie von اکاڈمی برلن ۱۸۸۴ء؛ ہیڈ ۵۹۴ وغیرہ؛ فہرست سکہ جات نوادرخانہ برطانیہ ، میزیہ، مولفہ ورتھ Wreth لندن ۱۸۹۲ء)۔ پرگامم نے ابتدا ہی سے بلدی سکے ڈھالنے شروع کر دیئے تھے؛ دیکھو فہرست سکہ جات نوادرخانہ برطانیہ صفہ ۱۱/۱۲ (اپولو دہقینے کے پوجا) وصہ XXIX ۔ فلے تاروس نے ایکائی چودرہمیاں ڈھلوائیں جنپر سیدھی طرف سلیوکوس کا سر تھا اور الٹی جانب نشستہ پالاس؛ یہاں اس نے دراصل لیزی ماخوس کی نقل کی تھی لیکن لیزی ماخوس کے سکوں پر ڈھال معبودہ کے پیچھے رکھی نظر آتی ہے۔ علاوہ یومنیس دوم کے باقی یومنیس اول اور اسکے جانشینوں نے چودرہمیاں بنوائیں انکے سیدھی طرف فلے تاروس کا سر اور دوسری جانب نشستہ پالاس ہے؛ لیکن یومنیس دوم (۱۹۷-۱۵۹ ق م) کے سکوں کے ایک طرف خود اسکی شبیہ اور دوسری جانب دیوسکوری یا کبیری کی مورتیں بنی ہیں۔ گیبلر (:"ایری تھرائے") Gaebler Eryt e) صفہ ۵۱/۵۲) کا رجحان یہ ہے کہ یہ فلے تاروس کے سر والے سکے دراصل اتالوس اول کے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ اتالوس اول تک تبدیلی کی کوئی قطعی وجہ سمجھ میں نہیں آتی لیکن اگر یہ واقعہ ہے کہ یومنیس اول نے انطاکوس کو سارودس میں شکست دی (استرابو ۱۳، ۴، ۶۲۴) تو پھر یہ بات بالکل سمجھ میں آتی ہے کہ اس نے کیوں مغلوب حکمراں کے سر کو سکوں سے نکال دیا ہوگا۔

کستوفوری - تقریبًا سنہ ۲۰۰ ق م میں ایک جدید سکہ یعنی کستوفوروس ایفی سوس میں ڈھالا گیا اور یہ اسقدر مقبول ہوا کہ بہت جلد اسکا چلن تمام مغربی ایشیائے کوچک میں ہوگیا؛ اسکا نام کستوفوروس اسوجہ سے پڑگیا کہ اسپر ایک "کستا" یا صندوق کی شکل بنی ہوئی تھی جو رازوں کے لیے باکھوس میں استعمال ہوتا تھا، اور اسمیں دراصل اس افسانے کا حوالہ دیا ہوا تھا کہ کیسے نے باکھوس کو چند خاص مذہبی رسوم سکھائے تھے جنکے دوران میں مختلف صندوقوں سے سانپ نکل کر رینگنے لگے۔ روشر: "قاموس" Recher: Lex. ۱، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷ - یہ صندوق ان سکوں پر بنا ہوا تھا۔ یہ کستوفوری بھاری رھوڈزی ۱۹۰ اگرین کی چودرہمیاں ہیں (ہیڈ ۴۶۱) یا یوں کہیے کہ ایکائی سہ درہمیوں یا ائی گینیٹی دو درہمیوں کی برابر ہیں۔ بہت جلد یہ پرگامم میں آمد اسکے بعد

باب ۱۲ ظاہر ہوتا ہے اور سمرنا کے بعض مورتیوں میں لی سپوس کے فن کو نقل کیا گیا ہے[۵]۔
لیکن ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ پرگامم میں صرف فنی شاہکار ہی نہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ رومن صوبہ ایشیا میں مروج ہوگئیں اور ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ سنہ ۱۳۰ ق م کے بعد انھوں نے ان اسکندری سکوں کو جو سنہ ۱۹۰ ق م سے مروج تھے، بازار سے نکال دیا۔ (دیکھو اوپر؛ باب ۱۱، حاشیہ ۸)۔ انکی سیدھی طرف ایک صندوق اور ایک گھیرے میں سانپ بنا ہے اور الٹی طرف ایک ترکش ہے جسکے چاروں طرف سانپ لپٹے ہوئے ہیں۔ یہ کستوفوری پارگامم اور رادی تیوم، پرگامم، سمرنا، ایفی سوس، تھیاتیرا، سارڈس، ترالیس، لاؤدیکیہ بلکہ لکیہ اپامیہ کبوتس، اور جہاں تہاں کریٹ کے شہروں میں ڈھالے جاتے تھے۔ ان ٹکسالوں کے نام سکوں میں طغرا میں دیئے ہوئے ہیں۔ یہ سکے گویا بین الاقوامی تجارتی سکوں کا کام دیتے تھے اور ایشائے کوچک کے بڑے بڑے تجارتی مرکزوں میں ڈھالے جاتے تھے۔ ابتدا میں اسکندری سکے اور کستوفوری دوش بدوش مروج رہے اسلئے کہ یہ دونوں بعض مرتبہ ساتھ ساتھ ڈھلتے تھے۔ ہیڈ نے (لندن سنہ ۱۸۹۰ء و فہرست سکہ جات نوادرخانہ برطانیہ، ایونیہ، لندن سنہ ۱۸۹۲ء) ان سکوں کا شمار کیا ہے جو ایفی سوس میں بنائے جاتے تھے؛ فہو ہذا: (۱) اٹیکائی معیار کے درہم جنپر ایفی سوسی شبیہیں ہیں؛ (۲) اسکندری چودرہمیاں؛ میولر (۳) فلے تےروسی چودرہمیاں؛ (۴) کستوفوری؛ رھوڈوزی معیار کے چودرہمیاں دودرہمیاں اور درہم؛ ایونیہ $\frac{61}{64}$ تصاویر ۱۱ و ۱۲۔ اس طرح ہر قسم کے ضروریات پوری ہوسکتی تھیں۔ ایفی سوس کے لئے دیکھو اوپر، باب ۵، حاشیہ ۱۱۔

۵ میرینیہ کے پختہ مٹی والے مورتیوں کے سلئے دیکھو پوتئے، رائناش و ویریز کی نفیس کتاب میرینیہ کا قبرستان Pottier, Reinach and Veyries I N cropole de My. پیرس سنہ ۱۸۸۹ء اور مختصر بیان پوتئے کی کتاب زمانہ قدیمہ کے پختہ مٹی والے مجسمے statuettes derre emte dan l antip te پیرس سنہ ۱۸۹۰ء صفحہ $\frac{155}{199}$ خصوصاً ۱ ۸ اور غیرہ تانا گرا میں بھی ملی ہیں۔

بلکہ اسکا زمینی نقشہ اور اسکی ظاہری شکل سب کا سب اس حیثیت سے ایک (۶) باب ۱۲
فنی شاہکار تھا جسکا اشارہ باب ماقبل کے حاشیہ ۲۰ میں کیا گیا ہے :
وہ گویا خوش اسلوبی اور تنظیم بندش کا ایک نمونہ تھا اور اس سے کمال
دلکشی ظاہر ہوتی تھی تلہ ایشیائے کوچک کے دوسرے شہروں نے بھی
پرگامم کی طرح زمین کی اونچائی نیچائی کو خوبصورتی سے کام میں لاکر
سرچار طرف کی آبادی کی نظریں اپنی طرف کرلی تھیں اور اپنی آبادی
کو کچھ اس طرح سے منتشر کرلیا تھا کہ شہر سے دیہات اور دیہات سے
شہر کی طرف مختلف مقامات سے دیکھنے سے مختلف النوع مناظر

تلہ شہر ـ "نظم مکانی" ـ ہرشں فیلڈ، ریمزے، پیٹرسین اور راوے نے متعدد بار حکمرانان
پرگامم کے آباد کئے ہوئے شہروں کے خصائص پر قلم اٹھایا ہے ۔ نوآبادیات قائم کرتے وقت قدما
کے نظر کے سامنے جو اصول رہتے تھے انہیں ہرشں فیلڈ نے اپنے رسالہ موسومہ "انواع نوآبادیات
یونانی" Hioschfield Zur Typologie Griechischer Ansiedlungen ، تحقیقاتی (۶)
رسالہ موسومہ کرتیوس Abhandlungen E. Curtius Gewidmet برلن ۱۸۸۴ء؛ ارتقائے
اصول بلدی Zertsch. des Gesellsch جریدہ انجمن جغرافیہ Ent yick des Stadtbildes
۱۹۰۲ء fuer Erd-Kunde ـ ہم تین ازمنہ کو ایک دوسرے سے ممتاز کرسکتے ہیں ، پہلے
عہد میں تو شہر کا محل وقوع کے زبردست ہونے کی ضرورت ہے دوسرے میں شہر تجارت کے لئے موزوں
ہونا چاہئے اور تیسرے میں اس میں سکونت کے لئے کافی آسانیاں ہونی چاہئیں پہلے عہد سے دوسرے عہد
میں طویل دیواروں کے ذریعے سے ارتقا ہوتا ہے ۔ ایشیائے کوچک کے قدیم ترین شہر پہاڑوں کی چوٹیاں
پہ واقع تھے لیکن جونہی رسل و رسائل میں زیادتی ہوئی ویسے ہی انہیں میدانوں میں منتقل کردیا گیا ۔
پرگامم کے شہروں میں آسانی اور سہولت کا بڑا لحاظ کیا جاتا ہے جب کبھی کسی شہر کی جگہ کسی
دوسری جگہ آبادی کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو انکو اس مقام سے ذرا دور ایسی جگہ آباد کیا جاتا ہے
جو رسل و رسائل کے لئے زیادہ موزوں ہو ان شہروں کیلئے منفصلہ ذیل شقیں مناسب ہیں : ـ (۱) پرانے شہر
(۲) جن شہروں کو سلیوکیوں نے آباد کیا تھا (۳) وہ شہر جنہیں شاہان پرگامم نے آباد کیا ـ نئے شہر
جو پرانے شہروں کے قریب واقع تھے : ـ اؤدیکیہ یہ ملک لیکیہ جو کولوسائے سے قدادور تھا

باب ۲۱ سامنے آجاتے تھے۔ اس نوع کا شہر اے گئے تھا، جو پرگامم ہی کے قبضہ میں تھا اور جسکی وجہ سے ہرموس و کئے کوس کا درمیانی راستہ محفوظ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ آپامیہ کیلانائے کے قریب، انطاکیہ بدریائے اورونتیس انتی گونیہ کے قریب؛ سمرنا اور نیمی سوس بھی نئے محل وقوع کو منتقل کردیئے گئے وہ شہر جنھیں پرگامم کے حکمرانوں کے سلیوکی یا قدیم تر شہروں کے قریب آباد کیا تھا حسب ذیل تھے: اپولونیہ و استراتونیکیہ، ہجراسا کے قریب وادی کئے کوس میں (دیکھو اوپر باب ۱۲ حاشیہ ۷) "ریمزے": "ایشیائے کوچک" ۱۲۶؛ آتالیہ، تھیاتیرا کے قریب (ریمزے ۱۲۷): دیونی سوپولس، قریب بلینڈوس بالائی وادی میاندرین؛ یومی نیہ پلتائے کے قریب (باب ۱۲، حاشیہ ۷)؛ اپولونیہ بیلاک سپی دیہ قریب سلیوکیہ، ریمزے ۴۴۔ ریمزے ۴۶ کے بموجب یومی نیہ، دیونی سوپولس اور فلاولیفنیہ ذرا ڈھال پر تھے، اور چونکہ لی سیاس دفلولے لیوم اسی قسم کے محل وقوع پر تھے اسلئے ریمزے انھیں پرگامم کے متعلق ہی سمجھتا ہے۔ لی سیاس کے لئے دیکھو اوپر باب ۱۲، حاشیہ ۷۔ زمانہ مابعد میں جب مسلمانوں نے ان حصوں پر حملہ کیا ہے تو اسوقت بھی انھوں نے انہی چٹانوں کو اپنے قلعوں کیلئے منتخب کیا، چنانچہ اسی شق میں اکیوم قراحصار بھی آتا ہے جس کا ذکر باب ۱۳ حاشیہ ۷ میں کیا گیا ہے اگر اوپر کے بیان کے بموجب سلیوکی اور پرگامی حکمران اپنی سلطنت کے شہروں کے محلات وقوع کو ایسا اہم نہیں سمجھتے تھے تو اس کا ایک دوسرا سبب یہ تھا کہ مضبوط شہر حسب دلخواہ انکے مطیع و منقاد ثابت نہیں ہوے۔ انکے لئے یہ کافی تھا کہ بس شہر پرگامم ناقابل تسخیر رہے۔ بہت سے شہروں میں یونانی صرف اسلئے آباد کئے گئے تھے کہ قرب وجوار کے متعدد نوتی شہروں کو قابو میں رکھ سکیں۔

میں نے مختلف شہروں کی شمار میں راوسے کی سنویت کا اتباع کیا ہے (صہ۵ وغیرہ):

(۱) مہذلے تئے روس یا تویس اول جنکے زمانے میں وہ پرگامم کے نوشتوں میں ظاہر ہوتے ہیں: فلے تائریہ جو زنجیرہ ایدا پر واقع ہے ۱۰، اور آتالیہ بملک لیدیہ جسے (St. B. کے راے کے مطابق) پہلے اگروئیرا یا الوئیرا کہتے تھے؛ Str. ۱۳، ۶۰۷: یہ تھیاتیرا کے قریب تھا اور اسکا موجودہ نام شاہ گروک قلعہ ہے؛ مقابلہ کرو راوسے: "لیدیہ" ۳۱۹ وغیرہ؛ نوآبادیات Decolonis ۱۴؛ کیمپرٹ: "ایشیائے کوچک" ۸؛ نقشہ راوسے میں؛ ہیڈ ۵۴۸؛ "سکہ جات سلطنت"

باب ۲۱

ہو جاتا تھا۔ حال میں مختلف سیاحوں، مثلاً لنکورونسکی نے جنوبی ایشیائے کوچک میں سفر کرکے جو دلچسپ مرقع ہمارے لئے بہم پہونچائے ہیں ان سے ہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ (۲) اتالوس اول (۲۴۱ - ۱۹۷ قم): گرگی تھے منج کئے کوس؛ استرابو ۱۳، ۶۲۴؛ غالباً اس مقام کے قریب جہاں اتالوس نے غالیلیوں کو شکست دی؛ راوسے: "لیدیہ" ۲۰۵، "نوآبادیات" ۱۳؛ راوسے کا نقشہ؛ اسکے نزدیک = غلیبہ۔ دیونی سوپوس بدریائے میاندر، St. B. h. v کے بموجب یہ شہر اتالوس و یومنیس نے اس جگہ آباد کیا تھا جہاں انہیں دیونی سوس کا ایک چوبی بت پڑا ملا تھا؛ راوسے ۲۹؛ حالیہ اور تاکوکی؛ کیپرٹ ۹؛ راوسے کا نقشہ؛ ہیڈ ۵۶۲؛ دوسری اور پہلی صدی ق م اور سلطنت روما کے زمانے کے سکے۔

(۳) یومنیس دوم (۱۹۷ - ۱۵۹ قم) کے ساتھ راوسے حسب ذیل شہر منسوب کرتا ہے؛ اپولونیہ بملک پسی دیہ؛ حالیہ اولوبرلو؛ راوسے ۳۸؛ مقابلہ کرو پاولی ۱، ۲، ۱۳۰۴؛ اسٹریٹ (مہم ولف) کو یہاں بہت سے نوشتے ملے؛ دیکھو اسٹریٹ (Sterrett) کا نقشہ؛ کیپرٹ ۹؛ ہیڈ ۵۲۱۔ بزنطینی عہد میں سوزوپولس؛ رمزے "ایشیائے کوچک" ۴۰۔ مئیتروپولس بملک افروجیہ درمیان اپامیہ و سینادا؛ حالیہ تاتارلی؛ کیپرٹ ۹؛ نقشہ راوسے میں ۳۹۔ مقابلہ کرو ہیڈ ۵۶۶ جہاں اسی نام کے چار مقامات دیئے ہوئے ہیں جنمیں سے دو افروجیہ میں ہیں اور ایک لیدیہ میں۔ میتروپولس کے شمال و مغرب میں یوکارپیہ دریائے گلاؤکوس کے قریب؛ مقابلہ کرو راوسے: "لیدیہ" ۳۲۴ و ۳۲۵، اور صفحہ ۱۸ افروجی پنتاپولس کے لئے جسمیں یوکارپیہ نے رودپولس، اوتروس، ستکتوریوم اور برصلدوس شامل تھے۔ نقشہ جات کیپرٹ ۹، و راوسے۔ اس کے مشرق میں فلومیلیوم؛ پاولی ۵، ۱۵۲۴؛ راوسے ۴۱؛ ہیڈ ۵۶۸؛ سکہ جات سلطنت روما؛ حالیہ آک شہر۔ سنہ ۱۶۰ قم کے ایک نوشتے میں اپولونس کا ذکر ہے؛ راوسے ۵۰، جو فرض کرلیتا ہے کہ سنہ ۱۸۳ قم میں جب یومنیس دوم نے اپنی بیوی کے نام پر ستراتونی کیہ آباد کرچکا تو اسکے بعد اس نے ماں کے نام پر یہ شہر آباد کیا۔ اپولوس؛ راوسے ۱۶؛ محل وقوع قریب پالاموت، تھیاتیرا کے مغرب میں۔ شہارٹ کہتا ہے کہ اپولونس اور نوشتوں والا دولی دیہ ایک ہی شہر کے دو نام ہیں، لیکن راوسے اس سے متفق نہیں ہے؛ ہیڈ ۵۴۸؛ سکہ جات سلطنت؛ کیپرٹ ۸؛ راوسے کا نقشہ۔ اپولونس کے ذریعے سے ہیرکانیہ کے میدان کو (جہاں مقدونوی آباد تھے)، قابو میں رکھا جاتا تھا۔ استراتونیکیہ بدریائے کئے کوس؛

باب ۱۲

پہلے اتالوسیوں کے مقبوضات میں سے بعید ترین شہر یعنی اتالیہ ملک پمفیلیہ کے متعلق پہلے سے کہیں زیادہ معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اسکندریہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ راوسے ۱۳؛ سب سے پہلے ۱۲۹ سنہ ق م میں اسکا ذکر ہے (اوزوریوس ۵، ۱۰)؛ حالیہ سلیبرک؛ کیپرٹ ۵؛ راوسے کا نقشہ ۔ یومینیہ ملک کاریہ: St. B؛ راوسے ۲۷؛ محل وقوع نامعلوم۔

(۴) اتالوس دوم" فلاولیفوس (۱۵۹-۱۳۸ سنہ ق م)؛ پہلے نوپولس؛ مقابلہ کرو ڈروائےسن ۳، ۲، ۳۲۵ - اپولونیہ، میزیہ میں دریائے رندین واکوس کے قریب اس جھیل پر جسکا نام پہلے تو ارتی نیہ تھا لیکن اتالوس دوم نے اس کا نام بدل کر اپنی ماں کے نام پر جھیل اپولونیہ رکھدیا۔ اسی لئے راوسے (۱۱) کا خیال ہے کہ اس شہر کا نام بھی اسی جہت سے اپولونیہ رکھا گیا ہوگا۔ حالیہ ابوالیونت۔ اگر وہ سکے جو ہیڈ اور اسکے بعد دوسرے مولفوں نے و نیز فہرست نوادر خانہ برطانیہ (میزیہ) صـ ۵ میں اس کے ساتھ منسوب کئے گئے ہیں واقعی اسی کے ہیں تو پھر ہم یہ نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہونگے کہ اپولونیہ کا نام قدیم تر تھا۔ ہیڈ، ۴۴۷؛ لیبار اناشس تصاویر ۴۸/۴۹ ۵ ۔ فلاولیفیہ؛ ڈروائےسن ۳، ۲، ۲۷۶؛ راوسے، ۲۰۔ حالیہ اعلیٰ شہر؛ بزجیرۂ تمولوس کے شمال و مغربی ڈھلاؤ پر۔ اکثر زلزلے آتے رہتے ہیں۔ ہیڈ ۵۵۲؛ دوسری اور پہلی صدی ق م کے خودمختارانہ تانبے کے سکے؛ کیپرٹ ۸؛ راوسے کا نقشہ ۔ کرتیوس: تتمہ رسالہ تاریخ وجغرافیہ ایشیائے کوچک" Curtius: Nachtrag Zu den Beitr. Zur Geschichte und Topog اکاڈمی برلن، سنہ ۱۸۷۲ء ۔ فلاولیفیہ کے ذریعے سے ان متعدد نویوں کی نگرانی کیجاتی تھی جو ساروس میں رہتے تھے ۔ یہ شہر تاریخ میں اسلئے مشہور رہے کہ درانحالیکہ ترکوں نے تمام ایشیائے کوچک فتح کرلیا تھا، یہ برابر مدافعت کرتا رہا اور سنہ ۱۳۹۰ء تک حملہ آوروں کی اطاعت نہیں کی۔ یہ خیال کہ فلاولیفیہ کو مصریوں نے آباد کیا ہوگا، جسے ڈروائےسن نے کافی اہمیت دی ہے اسکا اصل سبب یہ ہے کہ پرگامم والے بادشاہ اور بطلیموس فلاڈیفوس کے مابین غلط مبحث کردیا گیا ہے یومی نیہ ملک آفروجیہ؛ راوسے ۲۱؛ حالیہ اشکلی بدریائے گلاؤکوس؛ کیپرٹ ۹؛ راوسے کا نقشہ؛ ہیڈ ۵۶۲؛ دوسری اور پہلی صدی ق م کے تانبے کے سکے۔ ہیڈ کہتا ہے کہ "یہاں سے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کے باشندے اکائیائی النسل ہونے کے مدعی تھے"۔ اتالیہ

اور انطاکیہ کی طرح پمفلیہ کے شہروں میں بھی محراب وار سڑکیں نکلی ہیں۔ باب ۲۱
اتالوسیوں نے بلدی زندگی کو فروغ دیا اور انہیں رہ لینزی ماخوس۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ بلاک پمفلیہ ؛ دیکھو نیچے ؛ زاوے ۴۴ ؛ ہیڈ ۳ ۸ ۵ ؛ دوسری صدی قوم سے سکے ڈھلے جاتے ہیں۔ ترمے سوس واوے نواندہ ؛ یہاں کے قلعوں کے طرز تعمیر کے لئے زاوے ۴۴ ۔ یہاں میں اسکا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ اتاریوس کے شمال میں یعنی ملک مینر یہ ایک مقام تھا جسے بعض مورخ اتالیہ کہتے ہیں اسکا اصلی نام آتالیہ تھا (جسکا ماخذ آتمیس ہے)؛ مقابلہ کرو فرنیکل صـ ۱۴۶ ۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ پرگامم کے شہروں میں اکثر اپولو کا حوالہ ملتا ہے؛ اسکی وجہ یہ ہے کہ اتالوس اول کی بیوی کا نام اپولونیہ تھا؛ لیکن ممکن ہے کہ اسکی وجہ یہ بھی ہو کہ اپولو کی پوجا کرنے کے باوجود سلیوکیوں نے کسی شہر کا نام اسکے نام پر نہیں رکھا تھا اسلئے ممکن ہے کہ پرگامم والوں نے انکی مخالفت میں یہ نام رکھے ہوں۔ شہر ونکے اندرونی حالت کے لحاظ سے ایئے گئے (جسکا موجودہ نام نمرود قلعہ سی ہے) دلچسپ ہے؛ مقابلہ کرو بون : "قدیمات ایئے گئے" Bohn: Alterthuemer von Aigai برلن ۱۸۸۹ء (سالنامہ انجمن آثاریات کا تتمہ ۲ Erganzungsheft II Jahrb d. arch Instit پرگامم کے شمال مغرب میں ایک اور شہر؛ "ہفتہ وار جریدۂ انجمن لسانیات برلن" Berl. Phil. Woch. ۱۸۸۶ء صـ ۵۱۸ پمفلیہ کے شہروں کے لئے دیکھو لانکورونسکی: "بلدیات پمفلیہ و پسیدیہ" Lauckoronski: Staedte Pamphyliens und Pisidiens جلد ۱، وائنا ۱۸۹۰ء مع بہت سی تصاویر کے ؛ اس کتاب کا حکیماتی حصہ اکثر و بیشتر پیٹرسین کے قلم سے ہے۔ دیکھو یادداشت گ ۔ ہرش فیلڈ جو برلن کے "ہفتہ وار جریدۂ لسانیات" Berl. Phil. Woch. ۱۹۰۱ء شمارہ ۳۶ میں طبع ہوئی ہے۔ اتالیہ ؛ نہایت خوش آیند بندرگاہ ؛ شہر ساحل کے قریب ایک پہاڑی پر آباد تھا۔ پیٹرسین کہتا ہے کہ تیل می سوس سے لیکر (جو رہوڈز کے مقابل ایک بندرگاہ ہے) اوے نواندہ و ترمیسوس ہوتے ہوے اتالیہ تک تمام ملک پرگامم کا مقبوضہ تھا۔ پرگے میں دو محرابوں والی سڑکیں ممتاز تھیں جو ایک دوسرے کو زاویۂ قایمہ پر کاٹتی تھیں ۔ سلیون ایک سطح مرتفع پر واقع تھا؛ یہاں دیسی زبان میں چند کتبے نکلے ہیں جو سمجھ میں نہیں آتے؛ ربول: "کتبات قدیمہ" Rœhl Inscr. Antiquiss ۵۰۴ ۔ اسپندوس ؛ بہت بڑی تماشہ گاہ؛

باب ۲۱

کے قدم بقدم چلے، جسکے روپیہ سے فلے تائروس نے اپنا کاروبار لگایا تھا۔ بلاشبہ لیزی ماخوس نے ایکدفعہ فلسفیوں کو ملک بدر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسکندریہ میں ایک سڑک اسپندیا تھی۔ اجیر سپاہیوں کا ذکر کرتے ہوئے ہیفلیہ والے کے لئے "اسپندوسی" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید ہیفلیہ والے اجیر سپاہی اسی سڑک میں رہتے ہونگے (زینوفون: "اقدام" ۱، ۲، ۱۲؛ کورنے لیوس نیپوس ۸)۔ جیسے اسپندوس اجیر سپاہیوں کے لئے مشہور رہتا اسی طرح ساحل سمندر کے ساحل پر شہر سیدسے میں (جو ایک تنگ ناقص جزیرہ نما پر آباد تھا) بحری قزاقوں کا بازار تھا۔ یہاں دو بڑی ایک چھوٹی محراب دار سڑکیں تھیں۔ محراب دار سڑکیں اب بھی شامی شہروں اور سلیوکیہ بدریائے کالی کادنوس اور سولی پومپیوپولس میں نظر آتی ہیں۔ آتالوسیوں اور سیلگے کے مابین جھگڑا؛ فرنیکل ۲۵۔ بالائی رحبین داکوس کا شہر ایزانوئی قابل لحاظ تھا (جفدیر حصار کے قریب کھنڈر؛ کیپرٹ ۶؛ راد سے کا نقشہ؛ اسکی تفصیل لیبا کی کتاب "سفرنامہ آثار یاتی؛ Lebas: Voyage archeol.، اشاعت رائناش، پیرس ۱۸۸۸ء میں) یہاں اسی بعید پہاڑی وادی میں ایشیائی طرز کی ایک قدیم مذہبی راجدھانی تھی؛ ہیڈ ۵۶۵؛ سکہ جات سلطنت روما۔

علاوہ خوشنمائی کے ایشیائے کوچک کے شہروں میں ایک اور خصوصیت تھی جو انکے حسن کو دوبالا کرتی تھی، وہ یہ یہاں فنی شاہکاروں کے انتشار کے لئے کافی موقع تھا اور اس سے انہیں ایک خاص امتیاز پیدا ہوجاتا تھا۔ علی العموم لوگ اس بات کا کافی اندازہ نہیں کرتے کہ ایتھنز کے اکروپولس میں بہت سے مجسمے نہایت مختصر مقام پر یکجا رکھے رہتے تھے جسکی وجہ سے انفرادی شاہکاروں کی آب و تاب ماند ہوجاتی تھی، اور یہی کیفیت روما کے فورم اور اسکے تنجانوں اور محرابوں کی تھی۔ یہ مابعد سکندری دور کی خصوصیت تھی کہ مختلف ایوان اور مجسموں کو کمال خوبی کے ساتھ منتشر کرنے کا انتظام کیا گیا اور اسی مناسبت سے محل وقوع منتخب کیا گیا۔ مثال کی طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ آجکل جس چیز کا مطالبہ کرنے کے ہم عادی ہوگئے ہیں، یعنی ایک ایسا پس منظر جسمیں کوئی فنی شاہکار ممتاز طور پر کھڑا ہوا معلوم ہو، وہ چیز ایتھنز کے اکروپولس میں موجود نہ تھی، بلکہ یہاں ایک بت کے آگے دوسرا کھڑا تھا اور ایک پر توجہ مرکوز ہونے کے بجائے چہار طرف منتشر ہوتی رہتی تھی۔ اسکی کیفیت بالکل ایسی تھی جیسے آجکل کے کسی

باب ۲۱

کر دیا تھا، لیکن وہ بلدی زندگی کی بہت کچھ قدر کرتا تھا، چنانچہ اس نے لیزی ماخیہ نقیہ اور اسکندریہ (ٹروئے) آباد کئے، افی سوس کو منتقل کیا اور سمرنا کو از سر نو بسایا جسکے بعد یہ شہر (استرابو کے قول کے مطابق حسین ترین شہروں میں شمار ہونے لگا۔ اتالوسی حکمرانوں نے اصول کی پیروی کی اور اپنے اپنے ناموں پر حسب ذیل شہر آباد کئے: فلے تاٹریہ، یومینیہ اتالیہ، فلادلفیہ، اپولونس یا اپولونیہ (واضح ہو کہ اپولونس یومینیس دوم اور اتالوس دوم کی والدہ کا نام تھا)۔ انھوں جو شہر آباد کئے تھے انہیں اور سلیوکی شہروں میں ایک قسم کا بتائن پایا جاتا ہے اسلئے کہ موخرالذکر میں مقدونوی عنصر کو تفوق حاصل تھا۔ اسکے برعکس پرگامم کے حکمراں خالص یونانی عنصر کی طرف زیادہ مائل تھے اور اسی لئے یونانی ہمیشہ انکے ساتھ تعاون کرنے کے لئے تیار رہتے تھے۔ لیکن اسکا یہ نتیجہ نہیں نکلا کہ انکی وجہ سے انکا پائے تخت بالکل آزاد بلدیہ بنجاتا، اسلئے کہ انھوں نے ہمیشہ عہدہ داروں کے انتخابات پر اثر ڈالا اور شہر کو سکے ڈھالنے کی اجازت نہیں دی لیکن انکی حکمرانی میں افی سوس کو ہر ممکن آزادی حاصل تھی۔ سلطنت پرگامم سے ان ممالک کی مثال ملتی ہے جہاں مختلف بستیوں کے خود مختاری کے ساتھ ساتھ ملک کی وحدت کی کوشش بھی کی گئی ہو؛ اسکا محل وقوع مختلف لیگوں (جیسے اسپارٹا، ایتھنز، ایتولی اور اکائیائی لیگ) اور سلطنتوں کے درمیان ہے جسمیں ایک حد تک رھوڈز، پھر سوریہ اور آخر میں سلطنت روما شامل ہیں۔ ہم اس خیال کو یہاں اس سے زیادہ آگے نہیں بڑھا سکتے۔

اب ہم ادبیات و حکمیات میں پرگامم کی اہمیت کا اندازہ کریں گے[۵]۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ نوادر خانہ کے کمروں کی یکسنداس نے یونانیوں کے انفرادی شخصوں اور فنوں کو گویا ایک کھنی ٹیکنے کے لئے جگہ دیدی اور یہ یونان کے لئے اسکی سب سے بڑی خدمت تھی۔

۵ تمدن پرگامم کے لئے مقابلہ کرو فون ولاموو تز میولنڈورف: انتی گونوس ساکن کارستوس ۱۵۳ وغیرہ۔ اسکندریہ کے بتائن پر اس نے زور ڈالا ہے (۱۶۱)۔ ارسطوفانیس ساکن

باب ۱۲

اسکے دربار کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ اس نے تقریباً اتنی ہی ان علمی شعبہ جات کی سرپرستی کی جتنی خود بطالسہ نے کی تھی۔ لیکن ہم پرگامم کی حکیمانہ زندگی کا صحیح تخیل اتنی آسانی سے قائم نہیں کر سکتے جتنا اسکندریہ کے حکیمانہ زندگی کا، اسلئے کہ موخرالذکر میں جو کچھ کرو فر تھا اسکے ماخذ غیر ممالک تھے، چنانچہ ہم اسکا آسانی کے ساتھ پتہ لگا سکتے ہیں۔ اسکے برعکس پرگامم ایک قدیم تمدن کا ملک تھا اور ایسے شہروں سے قریب تھا جو مدت دراز سے حکمیات و ادبیات میں ممتاز تھے جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ کسی معنف کو اتالوسیوں کی سرپرستی کے لئے خاص پرگامم میں بود و باش اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ پرگامم کا ادبی تمدن ایک وسیع رقبے کے ادبی تمدن کے ساتھ مخلوط ہوجاتا ہے۔ علاوہ ازیں پرگامم میں جو حکمیات کا مطالعہ کیا جاتا تھا اسکا تعلق اپنے ابتدائی زمانے میں اسکندریہ کی طرح کسی خاص ادارے کے ساتھ نہیں تھا اس لئے کہ اول تو اتالوسیوں کے عروج کا زمانہ ذرا بعد کا ہے اور دوسرا سبب اسکا وہی ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔ تاوقتیکہ کسی طالب علم کو ذاتی اور مادی مواقع حاصل نہ ہوں اسوقت تک اسکے لئے اسکندریہ جیسے دور و دراز مقام کو جانا کچھ آسان کام نہ تھا، لیکن پرگامم تو انسان نہایت سہولت کے ساتھ تجربے کے خاطر بھی جاسکتا تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ہیرنلۂ جو اسکندریہ میں رہتا تھا، اسنے پوسیدون کی پیشین گوئی کو (۲، ۲۰، ۳۰۷، ۳۰۸) جس سے اینیاس کا افسانہ نکلا تھا، بالکل مصنوعی اور جعلی قرار دیا۔ اس کو تسلیم کرنے سے یونانیوں کی نظروں میں پرگامم کی وقعت میں چار چاند لگ جاتے۔ ابتدا میں پرگامم کا ایکیائی اکادیمی سے تعلق، ایضاً۔ ۱۶۔ پرگامم میں اتھینیہ کا قیام، فرینکل: "کتبہ جات" Fraenkel. Inschr. ۱۸ ۔ بعد میں رواقی وہاں پہونچ جاتے ہیں۔ خری سپوس نے کتاب "بے قاعدگی" Peri anomalia لکھی اور اسکے بعد کراتیس نے اسکا اتباع کیا۔ اپولودوروس ساکن ایتھنز ارسطارخوس کا اور رواقی دیوجانس دیبابلے تیوس کا شاگرد تھا۔ عام طور پر دیکھو کرسٹ ۳۱۶ ۔

باب ۲۱ گو یومنیس دوم ہی نے پرگامم کو بڑے بڑے حکیماتی ادارات کا
مرکز بنایا تھا پھر بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ ابتدائی اتالوسی بھی حکیمات کو
فروغ دینے میں بہت کچھ مدد و معاون ہوئے اور فلے تائروس تک نے
ذاتی طور پر اس طرف اپنے میلان کا اظہار کیا۔ یومنیس اول نے ایتھنز
کی اکادیمی کے ساتھ گہرے تعلقات پیدا کئے، اور اسکے صدر مجلس،
ارکےسی لاوس نے، جو ایولس میں شہر پتانہ کا باشندہ تھا، ہمیشہ اس سے
خط و کتابت جاری رکھی، اس سے برابر روپیہ لیتا رہا اور جب اتالوس
اوّل بادشاہ ہوا تو اسکی مدح میں ایک قصیدہ بھی لکھا۔ ارکےسی لاوس کے
شاگرد اور اسکے جانشین لاکی دیس ساکن سرینہ کی بھی پرگامم میں قدر کیجاتی تھی
لیکن جب اتالوس اول نے اسے اپنے پائے تخت بلایا تو اسنے جواب
دیا کہ جہاں بنا و تصویر دیکھنے میں دور ہی سے لطف آتا ہے۔ اتالوس
نے اس کے اس جواب پر برا نہیں مانا اور اکادیمی میں ایک مخصوص باغیچہ لگاکر
اسکا نام لاکی دیوم رکھا۔ اسی طرح سے مشائی فلسفی لیکون نے بھی یومنیس کی
دعوت کو رد کردیا۔ حقیقت یہ ہے کہ یونان کا ذہنی مرکز چھوڑ کر فلسفی ایک
ایسے شاہی دربار میں جاکر رہنا پسند نہیں کرتے تھے جہاں ذہنی تہیج کے مواقع
کم تھے، گو بعد میں رواقیوں نے محض علوم و فنون کے فروغ کے خاطر
اس اصول کو توڑ دیا۔ اتالوس اول خود بھی مصنف تھا۔ چنانچہ اسوقت تک
اسکی ایک کتاب کا پارہ محفوظ ہے جسمیں اس نے اپنے زمانے کے ایک
صنوبر کے درخت کا ذکر کیا ہے جو ۲۰۰ فٹ اونچا تھا۔ اس کے دربار میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مختلف موضوعوں کیلئے دیکھو کرسٹ کے مختلف حصے خصوصاً ۳۹۶ (کرامیس وغیرہ)
۳۹۷ (اپولودوروس ساکن ایتھنز) اور زوسے میل مختلف حصے جلد اوّل کے شلا، ۵ (حکمران اور انکی
سرپرستی تمدن)، ۱۲۴ (اکادیمی)، ۳۰۶-
(موزایوس ساکن ایفی سوس)، ۶۱۷ (نیانتھیس ساکن کیزی کوس۔)
۶۶۵ (پولے مون ساکن الیوم)، ۶۱۷ (بیتون) ۹۴، (اپولونیوس ساکن پرگے) اور جلد ۲، باب ۳۶ (پرگامم
کا مسلک لسانیات)، صـ ۲۲ وغیرہ (اپولودوروس ساکن ایتھنز)، ۲۰۶ (کراتی پوس ساکن پرگامم وغیرہ۔

باب ۱۱

انتی گونوس ساکن کاریستوس اور نیان تھیس رہتے تھے جنمیں سے اول الذکر نے نہ صرف فلسفیوں کے سوانح عمریاں لکھیں بلکہ ایک نقاش کی حیثیت سے تاریخ فنون لطیفہ پر بھی قلم اٹھایا۔ ساتھ ہی بادشاہ کے پولے مون ساکن الیوم کے ساتھ بھی تعلقات تھے جو سفر نامے لکھنے میں مشاق تھا (دیکھو نیچے، باب ۲۲)۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ یومنیس دوم کے عہد میں اس سلطنت کو پہلے سے زیادہ استحکام حاصل ہوگیا تھا، اور لوگوں نے قلعے میں بند ہونے سے ڈرنا چھوڑ دیا تھا، اسی لئے اب اسکندریہ کے وینا نے علم وفن کا چربہ اتارا گیا اور ہم پڑھتے ہیں کہ خاص محل شاہی میں ایک کرہ رکھا گیا اور نباتیاتی وحیوانیاتی باغات لگائے گئے۔ پرگامم والوں کو شعروشاعری کا بھی ذوق تھا۔ ہم اس سے پہلے ہی باب ۱۸ میں نکاندر وموزائیوس ساکن ایفی سوس کا ذکر کرچکے ہیں، جنمیں سے ثانی الذکر نے یومنیس اور اتالوس کے مدح میں قصیدہ لکھے؛ انمیں مورخ بھی تھے، اور اپولودوروس نے اپنے وقائع کو اتالوس دوم کے نام پر معنون کیا؛ اس شہر میں نحوی، ریاضی داں، سوالید ثلاثہ کے ماہر اور طبیب جو نظر آتے تھے انہیں سے بعض کافی ممتاز تھے۔ لسانیات میں پرگامم کراتیس ساکن مالوس کا سکن بننے کی وجہ سے مشہور ہوا، جنے ارسطارخوس کے خلاف (جو زبانوں کا اصول اول مماثلت کو سمجھتا تھا) یہ کہا کہ زبانوں کی ترقی کا دارومدار بے قاعدگی ہے۔ کراتیس کی وجہ سے، جو کلیتہً جیسے سکن رواقیت سے آیا تھا، پرگامم میں رواقیت کا اثر بڑھ گیا۔ طبیب استاتیوس کے ساتھ کراتیس نے روما جاکر (دیکھو اوپر، باب ۱۱) وہاں درس دیئے۔ اس سے ذرا پہلے اپولونیوس ساکن پرگے کیوجہہ سے (جو کبھی اسکندریہ اور کبھی ایفی سوس رہتا تھا) پرگامم نے میدان ریاضیات میں بھی شہرت حاصل کی؛ اس حکیم نے مخروطی تراشوں پر اپنا مشہور رسالہ لکھ کر اتالوس اول کے نام پر معنون کیا، اور اسی طرح بیتون نے اپنا رسالہ "منجنیق" کسی ایک اتالوس کے نام پر معنون کیا۔ آخر میں ہمیں یہ کہنا ہے کہ کوس واسکندریہ کی طرح پرگامم میں بھی ایک مدرسہ طبیہ تھا

باب ۲۱ اور معلوم ہوتا ہے کہ حمام اور معدنی پانی بھی مقبول عام تھے۔ یہاں کا آخری بادشاہ اتالوس سوم سوالیدِ ثلاثہ کا بڑا طالب علم تھا۔ ان سب امور کے علاوہ میں نے اپنے حواشی میں میدان خطابت میں پرگامم کی اہمیت پر کچھ لکھا ہے۔ؔ

ؔ یہاں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یونانی خطابت و اسلوب کی پچھلی تین صدیوں کی تاریخ کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کی جائے۔ انکا ارتقا ایشیائے کوچک، یونان و روما میں مختلف انداز سے ہوا تھا، لیکن آجکل جو نظریہ سب سے زیادہ قابل قبول معلوم ہوتا ہے اسکو پرگامم کی طرف سے سب سے زیادہ تائید ملی تھی۔ تیسری صدی ق م میں نام نہاد "اسلوب ایشیا" نمودار ہوتا ہے جسکا حوالہ سسرو: "بروتوس" ۳۲۵ اور "خطاب" ۲۳۰ میں ملتا ہے۔ استرابو (۱۴، ۴۸ ،۶) نے اسے ہیگیے سیاس ساکن مگنیشیہ سے منسوب کیا ہے۔ اسکے خصائص کے بابت بہت سی خیال آرائیاں کی گئی ہیں لیکن واقعات کو تعین کے درجہ تک نہیں پہونچایا گیا؛ اسکے لئے خاصکر مقابلہ کرو بلاس "خطابت یونان از سکندر تا آگستس Blass ; Die griechische Beredsamkeit in dem Zeitraum von Alexander bis Augustus برلن ۱۸۶۵ء" اور وولکمان (Volkmann) باؤلی ۱، ۷۴۹ میں۔ کہا جاتا ہے کہ اس نوع ایشیائی یا "نوع ایشیائیان" کے ساتھ مبالغہ آمیزی کو منسوب کیا جاتا ہے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ اسکا ہیگیے سیاس میں پتہ بھی نہیں۔ مہافی ("زندگی یونان"، ۳۱۷) نے اس اسلوب کا میکالے کے اسلوب سے بہت اچھا مقابلہ کیا ہے (چھوٹے چھوٹے فقرے)۔ پھر یہ فرض کیا جاتا ہے کہ یہ مبالغہ آمیزی خاص طور پر پہلی صدی ق م کے ایشیائیوں میں پائی جاتی تھی (زوسےمیل ۲، ۴۹۵)۔ آخرترین تنقید میں جسکا ملخص زوسےمیل نے ۲، ۴۶۳ وغیرہ میں دیا ہوا ہے، اس اسلوب کے ارتقا میں مفصلۂ ذیل مدارج بیان کئے ہیں:- (۱) ہیگیے سیاس سے "ایشیائی نوع" کی ابتدا ہوتی ہے جسنے استرابو کے قول کے مطابق اٹیکائی "اسلوب" کا خاتمہ کردیا۔ (۲) "اٹیکائیت" کی طرف ردعمل؛ بلاس کہتا ہے کہ اسکی ابتدا دوسری صدی ق م میں ہرماغورس ساکن تمنوس سے ہوتی ہے۔ زوسےمیل ۲، ۴۷۱ وغیرہ سے یہ عیاں ہوجاتا ہے کہ اس مفروضے کی بنیاد نہایت کمزور ہے اور خود اسکا خیال ہے کہ ردعمل دراصل اگاتھارخی دیس ساکن کیندوس سے دوسری صدی ق م کے ابتدا میں شروع ہوا (۱، ۶۹۴) لیکن اگاتھارخی دیس

باب ۱۲

سنہ ۱۵۹ ق م میں جب اٹلی سوس کا پرگامم میں الحاق ہوگیا تو یہ بھی پائے تخت کی طرح تمدن پرگامم کا مرکز بن گیا۔ فنونِ لطیفہ کے میدان میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ محض اپنی جغرافی تصانیف میں کبھی کبھی اس نئے اسلوب کو اختیار کیا ہے، اور انہیں ایک بصر کے اصول کا لقب نہیں دیا جاسکتا۔ (۳) دوسری صدی ق م کے آخری حصے میں خود ایشیائیوں کی طرف سے معاصرت کی طرف میلان پایا جاتا ہے اور اس میلان کا مرکز رھوڈز تھا (زوسے میل ۲، ۴۸۹)۔ اس رھوڈزی مسلک کے متعلق بہت کچھ لکھا جاچکا ہے لیکن جو کچھ اقتباسات ہم زوسے میل ۲، ۴۸۹ وغیرہ میں پڑھتے ہیں ان سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکے متعلق کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں ہے۔ (۴) "دوسری مہرداتی جنگ کے بعد" (زوسے میل ۲، ۴۹۵) ایشیا میں مبالغہ آمیزی کی طرف ایک جدید میلان نظر آتا ہے۔ (۵) آخر کار اٹیکائیت ہی کو غلبہ حاصل ہوتا ہے؛ اس میلان کا منبع ایک حد تک ایتھنز اور کچھ پرگامم ہے (زوسے میل ۲، ۴۸۲)۔ زوسے میل (۴۸۳) اپنے عام خیالات کے روسے اور اس واقعہ کے اعتبار سے کہ پرگامم والے اپولودوروس نے جو اوکتاویان کا استاد تھا، روما میں اٹیکائیت کے فروغ دینے میں ضرور مدد دی ہوگی۔ (اپولودوروس کے لئے دیکھو زوسے میل ۲، ۵۰۴ وغیرہ)۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس اٹیکائیت کے بابت ہیں جو کچھ بھی معلومات حاصل ہیں ان کا منبع و ماخذ دیونی سیوس ساکن ہالی کارناسوس ہے۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ بلاس کے بموجب (۱، ۹) اٹیکائیت کا پیرو وہ سمجھا جاتا تھا جو کسی اٹیکائی مصنف کی پیروی کرے لیکن ساتھ ہی ایسے مختلف النوع مصنف جیسے افلاطون، لی سیاس، ایسقراطیس، دیموس تھنیس ہی پریدیس سب اٹیکائی تھے، یہ کہ ایشیائیوں کے مفروضہ سرگروہ ہیگے سیاس نے اٹیکائی مصنف لی سیاس کی پیروی اور اٹیکائیوں کا رہبر دیونی سیوس دیموس تھنیس کا بڑا بھاری مداح تھا، تو پھر یہ سب کچھ دیکھ کر ہم اسی نتیجے پر پہونچتے ہیں کہ تاریخ ادبیات یونان کا یہ مکلف باب ذرا باد ہوائی ہے۔ اور اسکے خلاف ہو بھی کیسے سکتا ہے جب علاوہ دیونی سیوس کے ہمارے پاس کسی "ایشیائی"، یا "اٹیکائی" یا کسی رھوڈزی، کا لکھا ہوا کچھ بھی نہیں ہے، چنانچہ ہمیں اسکا ذرا سا بھی اندازہ نہیں ہے کہ آخر یہ "ایشیائی" یا "رھوڈزی اسلوب والے کیسے لکھتے تھے؛ اٹیکائیت کو روما میں پہلی فتح اسوقت ہوئی جب وہاں کے بہترین اٹیکائی "لیکی نیوس کالووس نے لی سیاس ہی پریدس اور دیموس تھنیس کے

باب ۱۷

ایپی سوس اگا سیاس کا مسکن تھا جسنے نام نہاد "بورگینزے" شمشیر باز (جو اب نوادر خانۂ لوور میں ہے) بنایا؛ اس مجسمے کے رگ پٹھوں سے جانفشانی ٹپکتی ہے لیکن اس میں دلسوزی نہیں پائی جاتی۔

ہمسایہ مملکت، بتھی نیہ میں جو اتھی سے یونانی بلدیات سے بھری پڑی تھی، دوسری حیثیتوں سے نکومیدیس ایپی فانیس یوئرگی تیس نے یونانیت پھیلائی؛ یہ وہی نکومیدیس تھا جو اپنے والد پروسیاس دوم کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا اور سنہ ۱۴۹ ق م سے شائد سنہ ۹۵ ق م تک حکومت کی۔ حقیقت یہ ہے کہ بدمعاشی میں باپ بیٹے سے اور بیٹا باپ سے بڑھا ہوا تھا (دیکھو اوپر، باب ۱۸)۔ نام نہاد نقلی اسکیم نوس نے جو پند آموز جغرافی نظم لکھی اسکا مخاطب شاہ نکومیدیس ہی ہے۔ میں نے اس سے پہلے باب ۲۰ حاشیہ ۶ میں کاپادوسیہ میں یونانی تمدن کے اریاراتھیس کے سرپرستی کا ذکر کرچکا ہوں۔ مدتمی سلطنت اور روفرنز کے کاپادوسیہ میں محض عیش پرستی کو مروج کرنے پر ہی اکتفا کیا تھا۹۔

تمدن کے اعتبار سے شمال و مغربی ایشیائے کوچک کا تھریس اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اسلوب کی نقل کی (زوسے میل ۲، ۵۰۲)۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس نے کس اسلوب کو ترجیح دی۔ لیکن دیونی سیوس کہتا ہے کہ یہی قدیم طرز کی خطابت جو سکندر کے زمانے سے برابر زوال پذیر ہو رہی تھی، وہ اسکے زمانے سے پہلے ہی تقریباً مردہ ہو چکی تھی (زوسے میل ۲، ۴۸۸)۔ پھر علاوہ دیونی سیوس کے یا اس سے پہلے کونسا شخص "ایکائی" کہے جانیکا مستحق تھا؟

۹ بتھی نیہ۔ سنہ ۲۰ ق م کے بعد کے زمانے تک میرلیہ اپامیہ کے سکوں پر قدیم نام برابر کندہ ہے، اور "اپامیوں" کا لفظ سنہ ۶۰ ق م یعنی رومن عہد تک نمودار نہیں ہوتا؛ ہیڈ: "تاریخ سکونیات"، ۴۴۳۔ کیوس پروسیاس میں بتھی نیہ کے حکمرانوں کے زمانے میں تانبے کے سکے بنتے ہیں؛ لیکن سلطنت روما سے پہلے نیقیہ، نکومیدیہ اور دوسرے بتھی نیہ والے شہر سکے نہیں ڈھالتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہان بتھی نیہ نے اپنے شہروں کی آزادی ذرا محدود کر دی تھی؛ روما کے عہد میں انہیں زیادہ آزادی حاصل تھی۔

باب ۲۱

اور ہمسایہ جزائر سے تعلق تھا؛ ان جزیروں میں سے یہاں میں صرف ساموتھریس کا حوالہ دوں گا جسکی درگاہ کبیری کو سکندر کے عہد کے بعد بڑی بھاری وقعت سے دیکھا جاتا تھا۔ یہاں بہت سے بادشاہوں کی طرف سے چڑھاوے چڑھائے جاتے تھے، (مثلاً لیزی ماخوس کی بیوی ارسی نوئے اور کیرانوس کی طرف سے اور فلادیفوس نے اس جزیرے میں ایک مدور بتکدہ بنوایا جسکے کھنڈر حال ہی میں برامد ہوے ہیں۔ یہاں دوسرے جو مجسمے نکلے ہیں انہیں سے فتح کی دیبی کا ایک بے سر بت، جواب لوور میں ہے، خاص طور پر قابل لحاظ ہے؛ ہمیں پولیورکی تیس کے سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سنہ ۳۰۶ ق م کی جنگ سالامس کی یادگار ہے اور انہیں فتح کی دیبی جہاز کے اگر بھاگ پر نفیری بجاتی ہوئی کھڑی نظر آتی ہے۔[۱۰]

[۱۰] ساموتھریس۔ کونتسے، ہاؤزر و نیمان: "ساموتھریس کی آثاریاتی تحقیقات" Conze; Hauser & Niemann: Arch. Untrsuch. auf Samothrace وائنا سنہ ۱۸۷۵ء و سالہائے مابعد، دو جلد سکوں کے لئے دیکھو سکہ جات قدما" م، ۱۷؛ گارڈنر: "انواع" ص ۱۸۷ و تصویر ۱۲، م۔
مقابلہ کرو کرن Kern کا مضمون انجمن آثاریات برلن Berl. Arch Ges. مئی سنہ ۱۸۹۳ء (ہفتہ وار جریدۂ لسانیات برلن، ۱۲ر اگست سنہ ۱۸۹۳ء)۔ نیز مقابلہ کرو مصر کی سیاسی کیفیت تقریباً سنہ ۲۴۰ ق م میں۔

باب بست و دوم

یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں

(۴) رھوڈز

ملوکیتوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اب ہم جمہوریتوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ یہاں سب سے پہلے رھوڈز کو لیجئے اس لئے کہ اپنے محل و قوع اور اندرونی حیثیات کے باعث اس جزیرے کا سلسلۂ بالا مملکتوں سے گہرا تعلق تھا۔ یہ جزیرہ یوں تو ایشیاء کے ایک گوشے میں واقع ہے، لیکن اس کا رخ افریقہ اور یورپ دونوں کی طرف ہے چنانچہ مدت دراز تک برابر یہ ان تینوں بر اعظموں کے مابین ایک نہایت ہی کارآمد واسطہ بنا رہا ہے۔

قدیم ترین زمانے سے برابر جزیرہ رھوڈز کو ایک خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ ہومر میں اسکا جو ذکر ہے اسکے علاوہ اسٹرابو کہتا ہے کہ پہلی اولمپیاد سے بھی پہلے رھوڈزی دور و دراز ممالک میں "آدمیوں کو بچانے کی غرض سے" سفر کیا کرتے تھے، چنانچہ انھوں نے ابیریہ میں رھوڈے اور اٹلی میں پارتھنوپے (نیپلز) اور دوسرے شہر آباد کئے۔ کہتے ہیں کہ چند کریٹیوں کی مدد سے انھوں نے

باب ۲۲ سسلی میں گیلا آباد کیا، کنیدوس والوں کو ساتھ لیکر لپارہ گئے، ملطیوں سے مل کر بحر اسود کے کنارے اپولونیہ لب یا، ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل پر فاسیلس وسولی کے آباد کاری میں مدد و معاون ہوئے اور مصری شہر نوکراتس میں جو یونانی نو آبادی تھی اسمیں بھی رھوڈز والے موجود تھے۔ خود ان کا منبع و ماخذ آرگوس تھا، لیکن افسانے فن پسند تھی تس کی طرف اشارہ کرتے ہیں جو پہلے اسی جزیرے میں رہتا تھا، اور نہیں فنیقیوں کا بھی ذکر ہے جو کسی زمانے میں وہاں آباد تھے لیکن جنھیں جزیرے سے نکال باہر کر دیا گیا تھا۔ اس جزیرے میں تین ممتاز بستیاں تھیں، یعنی شمال میں یالی سوس، مشرق میں لیندوس اور مغرب میں کامیروس، اور ان شہروں کو کوس، کنیدوس اور کچھ عرصے کے لئے ہالی کارناسوس کے ساتھ ملا کر دریائی شش بلدیات کا لقب دیا جاتا تھا، جسکا مرکز کنیدوس کے قریب تریو پیوم کے راس پر اپولو کے بت خانے پر تھا۔

رھوڈز کو ہمیشہ نہایت زبردست سیاسی اہمیت حاصل رہی تھی لیکن جب ۴۰۸ ق م میں یالی سوس، لندوس، اور کامیروس والوں نے متفقہ طور پر ایک جدید شہر آباد کرنے کا تہیہ کرلیا تھا یہ اسی اہمیت میں گویا چار چاند لگ گئے اس لیئے کہ جو قوتیں اسوقت تک بادی النظر میں منقسم تھیں وہ اب متحد ہوگئیں اور اس اتحاد کا جو اثر نہ صرف جزیرے پر بلکہ تمام یونان پر پڑا وہ بہت جلد آشکارا ہوگیا۔ یہ نیا شہر یالی سوس سے کچھ زیادہ دور نہ تھا اور جزیرے کے شمالی کنارے سے ذرا مشرقی کی جہت میں واقع تھا۔ اسکی دو بندرگاہیں تھیں جو ایک دوسرے کے قریب شمال کی طرف کو کھلی ہوئی تھیں یہ اجمل شہر ان بندرگاہوں سے دو میل کے فاصلے پر ہے، اور اسی بعد کی وجہ سے اس محل وقوع میں محدود رقبے اور معمولی طرز کا یونانی شہر آباد نہیں ہوسکا اور قلعہ اور یہ بندرگاہ گویا ایک بڑے قصبے کے طالب تھے۔ جدید رھوڈز کی تدبیر تعمیر ہپوداموس کے سپرد کی گئی جسنے سمندر سے ایک تماشہ گاہ کی شکل کا شہر تعمیر کیا اور اسکی

باب ۲۳ سٹرکیں خطوط مستقیم کے اصول پر بنائیں۔ اسکے زیریں محلہ جات کو اکثر پہاڑی سیلابوں کیوجہ سے نقصان پہونچا کرتا تھا اور تمام ضلع کو ہمیشہ زلزلوں کا ڈر لگا رہتا تھا[1]۔

چوتھی صدی ق م کے دوران میں رھوڈز کی اہمیت خاص طور پر نمایاں ہوگئی، اور اس زمانے میں اس نے سکوں کا ایک جدید معیار قائم کیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے کو دنیائے تجارت میں ایک خاص امتیاز حاصل تھا (جلد ۳، صـــ۲۹) سکندر کے زمانے میں رھوڈز کی شہرت اس درجہ ترقی کرچکی تھی کہ اس بادشاہ نے اپنے وصیت نامے کو اس جزیرے

---

[1] رھوڈز کے لئے دیکھو جلد ۱، باب ۱۲، اور حواشی متعلقہ ان تصانیف میں مفصلۂ ذیل کا اضافہ مناسب ہوگا؛ ہملٹن: ایشیائے کوچک میں تحقیقات Hamilton : Researches in Asia Minor ۱۸۴۲ء؛ روس: سفرنامہ جزائر یونان Ross : Reisen auf den Griech Inseln جلد ۳ و ۴، ۱۸۴۵ء ۱۸۵۲؛ نیوٹن: مشرق میں مسافرت اور تحقیقات Newton . Travels & discoveries In the Levant لندن ۱۸۶۵ء؛ بلیو و کوترے: جزیرہ رھو Billiot et colteret. L'Isle de Rhodes. ۱۸۸۱ء؛ بوٹرمنڈ "جمہوریہ اہالیان رھوڈز De Republic Rhodior comm ۱۸۸۲ء؛ گلبرٹ، "دوکتابچہ قدیمیات یونان" Gilbert. Handb der griech. Staatsalt. ۳، ۱۷۴/۱۸۳؛ کولن: "قیام مملکت ہائے قدیمہ der Eustehung der staadte der Athen لائپزگ ۱۸۶۸ء ۲۰۹/۲۲۱؛ شوماخر "جمہوریہ رھوڈز Schumacher: De Repub. Rhod. Comm ہائیڈلبرگ ۱۸۸۶ء؛ ٹور کی کتاب "رھوڈز بزمانہ قدیمہ" Torr : Rhodes in ancient times کیمبرج، ۱۸۸۵ء) بسیط ہے اور اسمیں مواد بھرا ہے اور یہ نوشتوں کو بھی استعمال کرتا ہے۔ نقشے؛ نیوٹن، کیپرٹ، کلیتاس حالیہ رھوڈز کا سطحی نقشہ اسلئے اہم ہے کہ اس سے بندرگاہوں کا پتہ چل جاتا ہے۔ نیوٹن جہاقی: "سلطنت یونان" باب ۱۵ میں ثالثی اور اعتبار عامہ کے بابت کچھ دلچسپ رائیں دی ہوئی ہیں:۔

اسناد قدیمہ خصوصًا استرابو ۱۴، ۶۵۲/۶۵۵

افسانوں کا ملخص ٹور ۲۹ میں دیا ہوا ہے۔

باب ۲۱

کے سپرد کرنا مناسب سمجھا[1] گو رھوڈز نے اس کا ساتھ دیا تھا لیکن اسکی موت کے بعد اس نے اسکے کسی جانشین کے سامنے سر نہیں جھکایا جسکی وجہ سے دیمتریوس پولیورکیتیس سے اسے جھگڑنا پڑا، اور اس جھگڑے میں اس جزیرے کی عزت و وقعت پہلے سے بھی بڑھ گئی۔ اسکے خارجی طرز عمل کے اصول جو اگلی ڈیڑھ صدی تک برابر جاری رہے حسب ذیل تھے: جملہ امن پسند مملکتوں سے عمدہ تعلقات، لیکن کسی سے جارحی یا دفاعی محالفے کا فقدان؛ آزاد بحری تجارت کا قیام، جسکی وجہ سے رھوڈز نے تہیہ کرلیا کہ جو کوئی اس اصول کا سدراہ ہوگا اسپر جنگ آزمائی کیجائے گی اور جو اسی طرز عمل پر چلیگا اس کی مدد کیجائے گی۔ اور پھر (ایتھنزی طرز عمل کے برخلاف) رھوڈز نے ان خدمتوں کا، جو مفاد عامّہ کے خاطر کی گئی تھیں، کسی بحری ریاست سے مطلق کسی قسم کے معاوضے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اسکی وجہ سے ہر ایک کے دل میں رھوڈز کی عزت المضاعف ہوگئی، چنانچہ جب ۲۲۷ء ق م میں جزیرے میں زلزلے کی وجہ سے یہاں کے باشندوں کو بڑی بڑی تکالیف اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا تو ہر مملکت نے اسے طرح طرح کے تحائف بھیجے[3] تجارت کی آزادی کی تائید ہی میں رھوڈز نے اپنے حلیف بیزنطہ تک کی مخالفت کی (باب ۱۰) اور اغلب امر یہ ہے کہ بطلیموس کے ساتھ آویزش کی وجہ بھی یہی ہوگی۔ جب پوسیس نے فارناکیس کے ساتھ جنگ کے دوران میں باسفورس کو بند کردینا چاہا تو اسنے اسے باز رکھا، روپیہ دیکر مہرداد فرمانروائے پونٹوس کے خلاف اسنوف کی مدد کی، اور کوشش کی کہ رومن اس معاملے میں مداخلت کردیں،

---

۱ سکندر رھوڈز میں اپنا وصیت نامہ رکھ دیتا ہے۔

۲ دیکھو اوپر باب ۱۲۔

تاہم رھوڈز ہی ایک طرح کے "محصول سیادت بحری" کا مطالبہ کرتے تھے۔ لیکن اس سے یہ مقصود نہیں تھا کہ کسی طرح کی سلطنت بنائی جائے۔ دیکھو جلد ۲ کے آخری اوراق۔

پولی بیوس ۵، ۸۸-۹۰ میں ان تحائف کا تذکرہ ہے جو زلزلے کے بعد مختلف حکمرانوں نے رھوڈز کی نذر کیئے۔

گو یہ کوشش بالکل رائگاں ثابت ہوئی[۵۴] بحری قزاقی کا انسداد کرنے میں با ۲
رھوڈزی بڑے سرگرم تھے، اور انھوں نے کسی نہ کسی طرح سے اس کام
میں کریٹیوں کی مدد بھی حاصل کرلی (کنوسوس و ہیرا پیتنا)[۵۵] انھوں نے
فیلقوس پنجم کی دست درازیوں کو روکنے کے لئے بجد کوشش کی (باب ۱۵)
اور ۲۰۱ ق م میں مصر و خیوس سے ملکر صلح کرلی۔ بعد میں جب فیلقوس
نے چال چلکر انھیں پہلے تو ہرقلی داس کے ذریعے سے اور پھر کیوسیون والے
قصے میں انھیں نقصان پہونچایا، تو وہ اس سے بہت بہادری کے ساتھ
لڑے (باب ۱۶)۔ روما و فیلقوس کے درمیان جو صلح ہوئی تو اس سے
اقلیمی حصے پر انکے جملہ دعاوی پورے نہیں ہوئے، گو یہاں اس سے پہلے
ہی سے انکی ایک بستی تھی۔ اس سے زیادہ انھیں انطاکوس کے خلاف
کامیابی حاصل ہوئی تھی جسکے مقابلے میں انھوں نے رومنوں کی ہر قسم کی امداد
دی تھی، اس لئے کہ اس موقعہ پر انھیں تیل میسوس کے علاوہ تمام کاریہ اور
لکیہ مل گیا۔ لیکن جب لکیہ والوں نے رھوڈزی حکومت کی سختی کی شکایت
کی تو رومنوں نے اسکا اعلان کردیا کہ ہم نے لکیہ والوں کو رھوڈز کے سپرد
دوستوں کے حیثیت سے کیا ہے، غلاموں کے حیثیت سے نہیں۔ اسمیں شبہ نہیں
کہ غلطی رھوڈزیوں ہی کی تھی۔ یہ سچ ہے کہ انھیں اسپر فخر تھا کہ ہم اپنے
بحری حلیفوں سے خراج نہیں لیتے، لیکن اگر وہ لکیہ والوں کے ساتھ اسی
قسم کا برتاؤ کرتے تھے جیسے کاؤنوس و ستراتونیکیہ کے ساتھ (جنھے وہ اکیوبیں

---

[۵۴] بوسفورس کی وجہ سے رھوڈز کی بزنطیس سے مخالفت، پولی بیوس ۴، ۴۷۔ رھوڈز اسنوپ کی مدد کرتا ہے؛ پولی بیوس ۴، ۵۶۔

[۱۸۳] ق م میں رھوڈز اسنوپ کے بابت روما کو ایک سفارت روانہ کرتا ہے؛ پولی بیوس ۲۳، ۹۔

[۵۵] رھوڈز اور بحری قزاقی؛ ڈوڑہ ۴۸، ۴۹، ۵۹، ۶۵۔ قزاق دیمتریوس کی رھوڈز کے خلاف طرفداری کرتے ہیں؛ دیودوروس ۲۰، ۸۲۔ کریٹی بحری قزاقوں کے ساتھ جنگ؛ پولی بیوس ۲۹، ۴: ۳۳، ۱۱، ۱۴۔ رھوڈزی ہنی بعل للی بیوم میں؛ پولی بیوس ۱، ۴۶ وغیرہ۔

باب ۲۲ تالنت سالانہ خراج لیتے تھے (باب ۱۸ حاشیہ ۶) تو اس سے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ اقلیمی علاقے سے خراج لینا چاہتے تھے اور روکن یہ کہنے میں حق بجانب ہے کہ انکا اصل مقصد ہرگز یہ نہیں تھا۔ ہم اس سے پہلے باب ۱۹ میں اس مصیبت پر بحث کر چکے ہیں جبکا روما اور پرسیوس کے باہمی آویزش میں رھوڈز ہی شکار ہوئے اگر ہم یہ فرض کریں تو حق بجانب ہونگے کہ انسے جو نا عاقبت اندیشی سرزد ہوئی تھی اور جسکی وجہ سے انکی تاریخی غیر جانبداری میں فرق آگیا تھا، وہ اس گھمنڈ کی ایک نشانی تھا جو انسے کاؤنوس ولکیہ کے ساتھ سخت برتاؤ میں ظاہر ہوا تھا لیکن جب انکی سیاسی قوت میں زوال ہو چلا تھا، اسوقت بھی آزاد تجارت کے لئے جو جوش انمیں تھا اسمیں سر مو فرق نہیں پیدا ہوا تھا، اور اسوقت بھی وہ برابر بحری قزاقوں کے ساتھ جنگ آزما ہوتے رہے۔ آخر میں انھوں نے مہرداد یوپاتور کا ساتھ نہ دینے سے اپنی دور اندیشی اور نکتہ دانی کا ثبوت دیا! (دیکھو باب ۲۶)

علی العموم رھوڈز نے بڑے بڑے بیڑے آراستہ نہیں کئے اسلئے کہ عام طور پر اسکا مقصد صرف یہ تھا کہ کسی طرح بحری قزاقوں کو زک دے چنانچہ اس مقصد کے حصول کے خاطر تین چار جہاز بھیجے جاتے اور وہ بعض مرتبہ بحر اوقیانوس تک کا چکر لگاتے۔ ظاہر کہ جب کبھی کسی قوت والے بادشاہ کا مقابلہ کرنا ہوتا تو ایسی حالت میں بڑے بڑے بیڑوں کی ضرورت پڑتی تھی مثلاً ۲۰۱ ق م میں رھوڈز، پرگامم اور بیزنطہ نے مل کر ۶۵ جہاز بنائے؛ انطاکوس والی جنگ میں صرف رھوڈزیوں نے پہلے ۲۵، پھر ۳۶ اور آخر میں ۲۰ مزید جہاز آراستہ کئے اور ۱۹۰ ق م میں سمندر پر انکے ۷۰ جنگی جہاز تیر رہے تھے علاوہ ازیں انکے تجارتی جہاز بھی مسلح تھے۔ قدیم اتھنزیوں کی طرح رھوڈزیو کو جنگی چال ڈھال خوب آتی تھی؛ وہ دشمن کی صف کو چیر ڈالتے اور انکے جہازوں پر ایک طرف سے اور عقب سے حملہ کرتے تھے۔ پہلی مینتی جنگ میں رھوڈزی ہی تھے جنھوں نے للی بیوم کے مقام پر رومنوں کے خلاف اپنی خلیت پھرتی میں امتیاز حاصل کیا۔ رھوڈزی ملاحوں کی مہارت اسقدر مسلمہ تھی کہ

یونانی زبان میں ایک کہاوت ہوگئی کہ دس جہازوں کے لئے دس رھوڈزی باب ۲۲
کافی ہیں۔ انکو اپنے پیشے پر جو فخر تھا وہ ایک رھوڈزی ناخدا کے قصے سے
معلوم ہوتا ہے جسنے اپنے جہاز کو طوفان میں ڈوبتے ہوئے دیکھ کر پوسیڈان
دیوتا کو مخاطب کر کے کہا کہ " اے سمندر کی دیوتا تمہیں یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ میں
تمھارے لئے اپنا جہاز عمدہ حالت میں روانہ کر رہا ہوں "۔

اسکندریہ اور یوروپی بندرگاہوں کے درمیان جو تجارت ہوتی تھی اس کا
راستہ رھوڈز ہو کر تھا، اور یہی جزیرہ شامی تجارت کے ایک جزو کے لئے مرکز
بن گیا تھا۔ اسمیں قدیم زمانے کے پرائیوس کی طرح ایک گودام بنا ہوا تھا جسمیں
سامان تجارت کے نمونے رکھے تھے۔ ۱۶۹ ق م کے قریب زمانے میں بھی
رومن مملکت کے اجازت سے رھوڈزی سسلی سے اناج دوسرے ملکوں کو
لیجاتا تھا۔ علاوہ ازیں اسکی بحر اسود کے ساتھ بہت کچھ تجارت تھی یعنی اسکے
ملاح شراب اور تیل لیجاتے اور غلام، اناج، چمڑا، شہد وغیرہ وہاں سے اپنے
ساتھ لاتے؛ اور ہم رھوڈز و بیزنطہ کے مابین جس جھگڑے کا اوپر ذکر کر چکے
ہیں وہ دراصل اسی درآمد و برآمد سے اٹھا تھا۔ ۲۲۷ ق م والے زلزلے
کے بعد رھوڈزی پرسوریہ میں محاصل درآمد و برآمد سے مستثنیٰ ہو گئے۔ اس
جزیرے میں بہت سے غیر ملکی بھی رہتے تھے، اور جسطرح آجکل نوجوان انگریز
تجارتی اصول سیکھنے کے لئے ہامبرگ جاتے ہیں اسی طرح سے اس زمانے
میں نوجوان یونانی تجارت میں مہارت پیدا کرنے کے لئے رھوڈز بھیجے جاتے
تھے۔ رھوڈز کا قانون تجارت نہایت سخت تھا؛ اسکے مطابق باپ کے بعد
بیٹا تمام آبائی قرضہ کا (روما سے بھی زیادہ) ذمہ دار تھا اور روما میں
جس طرح کبھی کبھی قرضہ داروں کو رقوم کی معافی دیدی جایا کرتی
تھی اس کے برخلاف رھوڈزی اس طرز عمل کو پسند نہیں کرتے
تھے۔ رھوڈز کے مشہور بحری قانون کے متعلق ہمیں صرف یہ
معلوم ہے کہ خطرے کے وقت مال کو سمندر میں پھینک دینے سے جو
نقصان ہوتا تھا اسے ہر متعلق شخص پر مساویانہ تقسیم

باب ۲۲ کر لیا جاتا تھا[1]

رھوڈز کی دستور سیاسی کے متعلق ہمیں بہت ہی کم معلومات حاصل ہیں[2]۔ اسکا تو ہمیں علم ہے کہ ستقرجسیوں میں ایک مجلس خاص اور ایک جمعیت عوام تھی۔ گو عمومیت کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے لیکن اغلب امر یہ ہے کہ رھوڈز میں مجلس خاص کا اثر (مثال کی طور پر) ایتھنز سے زیادہ تھا۔ عاملانہ اختیارات چھ پریتانیس کے قبضے میں تھے لیکن انکے علاوہ استراتےگی اور ناوآرخ بھی تھے جو (عوام کے منظوری سے) غیر ممالک کے ساتھ عہد نامے بھی کر سکتے تھے۔ ساتھ ہی یالی سوس، کامیروس ولنڈوس کی بستیاں بھی قائم برابر رہیں اور انکی تبعض قرار دادیں جن کا تعلق

[1] کاروبار میں سختی کے ساتھ ایمانداری برتی جاتی تھی: ٹور، ا ہ۔ رھوڈز کی ضابطہ تجارت: ایضاً ۲ ہ۔ پیونتر: رھوڈز کا قانون اشیاء افگندہ" Puendter De lege Rhodia dejactu ایر آنگن، ۱۹۰۱ء۔

[2] دستور رھوڈز کے بابت دیکھو اسناد محولہ بالا۔

اتی منیس ساکن رھوڈز بابل میں سکندر اعظم کا ایک قابل عہدہ دار تھا۔

۲، ۱۵، ۱۹، ۲۴۔

رھوڈز کی امیر البحرون کو عہد ناموں پر دستخط کرنے کا اختیار تھا؛ پولی بوس ۳۰، ۵:

اسکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رھوڈز صرف فوری ضروریات کے لئے پابند ہوتا تھا۔

لنڈوس کی حیثیت؛ نیوٹن میں تصاویر، "سفرنامہ" ا، ۱۹۲۔

امرا غربا کا خیال کرتے ہیں؛ استرابو ۱۴، ۲، ۶۵۲۔

مالیات؛ ٹور، ۶۶۔ ڈٹن برگر کا خیال ہے کہ نیوٹن والا کتبہ (کتبہ جات نوادر خانہ برطانیہ ۳۴۳) جسمیں مملکت کے لئے چندے کا بیان ہے، رھوڈز کے متعلق نہیں بلکہ کوس کے متعلق ہے؛ دیکھو پیٹن و ہکس: "کتبہ جات کوس" Paton & Hicks : Inscriptions of Cos –

سکہ جات سے پتہ لگتا ہے کہ یالی کارناسوس اور کنیدوس دونوں رھوڈز کے تابع تھے؛ ہیڈ: "تاریخ سکوکیات" Head H.N. ۵۲۴، ۵۲۹ ء۔

باب ۲۱

مقامی معاملات (خصوصاً مذہبی معاملات سے تعا) ہم تک پہونچی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے (اور ویسے بھی یہ ظاہر ہے) کہ خارجی معاملات صرف رھوڈز ہی میں طے ہوتے تھے۔ بہرحال اس قسم کی قرار دادیں سب سے زیادہ لنڈوس اور سب سے کم یالی سوس کے متعلق ہیں جسکی وجہ سے قیاس چاہتا ہے کہ بہت سے باشندے یالی سوس سے اٹھ کر قریب کے شہر رھوڈز چلے گئے ہونگے اور اسکے برعکس لنڈوس کی اکثر آبادی اپنے ہی شہر میں رہی ہوگی۔

اگر ہم اس شکایت سے اندازہ کریں جو رھوڈزیوں نے ۲۱۶ ق م کے نقصانات کی تو ہم محسوس کرینگے کہ رھوڈز کی آمدنی بہت کافی ہوگی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بڑے زلزلے کے بعد ہیرون وگیلون فرمانروایان سرقوسہ نے رھوڈز کے شہریوں کی تعداد میں اضافے کے لئے دس ٹالنٹ روانہ کئے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شہریت کے حصول کے ساتھ ساتھ نئے شہری کو محصول بھی ادا کرنا پڑتا ہوگا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ رھوڈزی اپنا حق شہریت کسی حالت میں ایک راہگیر اجنبی کے ہاتھ فروخت کرنا پسند نہ کرتے ہونگے، چنانچہ ہم یہ فرض کر سکتے ہیں کہ اول تو ایسے لوگوں کو جو اپنے حسب نسب کی وجہ سے شہریت کے دعویدار ہو سکتے تھے، انھیں روپیہ ادا کرنے پر شہریت کے حقوق مل جاتے ہونگے اور دوسرے یالی سوس، کامیروس ولنڈوس کے ہر شہری کو، جو نئی رھوڈزی مملکت کا شہری بننا چاہتا، اسے بھی روپیہ ادا کرنا پڑتا ہوگا۔ یہی وجہ رھوڈزی مملکت کی اعیانی کیفیت کی ہے۔ استرابو کہتا ہے کہ اغرازنی "خدمات عامئہ" کے وزیعے سے رھوڈز کے مالدار لوگ مملکت اور غربا دونوں کے امور سرانجام دیتے تھے۔ ہم ایک نوشتے سے یہ استنتاج کر سکتے ہیں کہ یہی کیفیت جزیرہ کوس میں بھی تھی۔ اس نوشتے سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی سال میں جس کا ہم تعین نہیں کر سکتے، جنگ کے اخراجات کے لئے چندہ کیا گیا، اور

باب ۲۲ جس شخص کا نام چندہ دہندگان کی فہرست میں سب سے پہلے تھا اس نے سات ہزار درہم دیئے اور دوسروں نے پانچہزار اور دس درہموں کے بیچ میں مختلف رقوم ادا کیں ۔ اِس سے پہلی رومن فنیقی جنگ کا ایک واقعے کی یاد تازہ ہوتی ہے ۔ اپنی خارجی حکمت عملی میں رھوڈز نے جو دوراندیشانہ طریقہ اختیار کیا وہ اسکی اعیانی کیفیات کے بالکل حسب حال ہے ۔ اور جب اسنے ایک مرتبہ اس سے گریز کیا تو اسے بڑا نقصان اٹھانا پڑا ۔

نہ صرف یونانی ریاستوں میں بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی رھوڈزی مختلف حیثیتوں سے ملتے ہیں اور مختلف عہدوں پر نظر آتے ہیں ۔ مثال کی طور پر ہم تھوکرائیس (جلد ۳ باب ۳)، مشہور و معروف برادران ایپن تور، وسیم تون اور ہی تعل کا ذکر کرینگے جسکا حال اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے ۔

رھوڈز خاص طور پر مذہبی جزیرہ سمجھا جاتا تھا۵ مستقر جزیرے کے قیام کے بعد یہاں کا سب سے بڑا معبود ہیلیوس تھا اور مشہور و معروف کولوسوس اسی کا مجسمہ تھا ۔ اس سے پہلے لندوس کی اتھینے اور کوہ اتابیریوس کا زیوس بہت کچھ ہر دلعزیز تھے ؛ آج بھی لندوس

۵ رھوڈز کا مذہب ؛ ہیفٹر: "قدیم رھوڈز میں طرز عبادت" Heffter: Die Gœtterdienste auf Rh. im Alter. ۱۸۲۷ تا ۱۸۳۳ء۔ تور، ۲۷۳/۹۳ ؛ لندوس میں ہرقل کی عجیب و غریب پوجا ؛ ایضاً ۸۷ "طعام مشترک" کیلئے تور، ۵۹/۹۳ ؛ فوکارٹ : "انجمن ہائے مذہبی یونانیوں میں" Foucurt: Les assoc. rel. chez les Grecs, پیرس ۱۸۷۳ء، ۱۱۰/۱۱۳ ؛ ایشیائے کوچک میں طعام مشترک" ایضاً ۱۱۴/۱۱۹ ۔

کامیروس میں زیرزمین کاریز ؛ تور ۸۶ ۔

رھوڈز کے ایک چھتے میں چاروں طرف ستون تھے، لیکن جنوبی رخ کے ستون دوسروں سے اونچے تھے ؛ تور ۸۶ جہاں وہ وتروویوس ۶، ۵ کا اتباع کرتا ہے ۔ چند سال ہوئے اسیطرح

باب ۲۲

اور کوہ اتابیریوس دونوں کے بت خانوں کے کھنڈر موجود ہیں۔ ہیلیوس کی عید بے حد تزک و اہتمام کے ساتھ ستمبر میں منائی جاتی تھی اور جو قربانیاں اسپر چڑھائی جاتی تھیں انہیں سب سے ممتاز چار گھوڑوں کی جوٹ تھی جسے سمندر میں ڈبو دیا جاتا تھا۔ تاریخی زمانے میں بھی فنیقی پجاری ہی یالی سوس میں پوسئیدوں کی پوجا کی امامت کرتے تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا آغاز فنیقیہ ہی میں ہوا ہوگا۔ رھوڈز میں اسکلے پیوس کا جو مندر تھا اسکے متعلق ایک انجمن اسکلے پیان تھی جہاں جسمانی ورزشیں کرائیجاتی تھیں اور بہت سے رھوڈزی اپنے عجیب و غریب ورزشی کرتبوں کی وجہ سے چار دانگ عالم میں مشہور ہوگئے۔ ان میں سے اول نمبر دیاغورس تھے جانشین دیاغورسی تھے جن کا دعوی یہ تھا کہ ہم ہرقل اور مسینی ارسطومنیس کی اولاد سے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رھوڈزیوں میں انجمنوں کو بڑا فروغ حاصل تھا جس سے انکی اخلاقی مضبوطی کا پتہ چلتا ہے۔ نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں "ایرانوئے" یا دائرے موجود تھے جنمیں سے بعض کے نام تو معبودوں کے ناموں پر اور بعض دوسرے ملکوں پر رکھے جاتے تھے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے بہت سے ارکین دوسرے ممالک کے باشندے ہونگے؛ مثال کی طور پر پوسئیدونیوں اور ہرمیسیوں، لیمنوسیوں اور ساموتھریسیوں کا ذکر کافی ہوگا۔ انکی جلت پھرت میں بہت کچھ تنوع پایا جاتا تھا، گو ہم وثوق سے یہ نہیں کہ سکتے کہ انکے جلسوں میں کیا کیا ہوتا تھا؛ ہمیں صرف اسکا علم ہے کہ ان دائروں کی جائداد ہوتی تھی اور انکے ذریعے سے مردہ ارکین کی تدفین عمل میں آتی تھی، یہ کہ ارکین اپنی اپنی انجمنوں کو روپیہ دیتے تھے اور اسکے معاوضے میں انکی حسب معمول بڑی عزت کیجاتی تھی؛ چنانچہ انھیں خطابات کا مستحق

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کا ایک حصہ پومپئی میں بھی ملا تھا اس شمسی جزیرے والے دھوپ کو پسند کرتے تھے۔

باب ۲۲

سمجھا جاتا تھا بعض کو چندہ معاف کر دیا جاتا تھا اور انہیں گھر ہی انعام میں نہیں دیئے جاتے تھے، بلکہ تجانوں میں مجسمے بھی بنائے جاتے تھے گو ان مجسموں کے تنصیب کیلئے مملکت کی اجازت ضروری تھی۔ رہوڈزیوں کی مذہبیت اس سے بھی ظاہر ہوتی ہے کہ وہ اس قاعدے کی نہایت شدت سے پابندی کرتے تھے چڑھاوں کو کسی حالت نقصان نہیں پہونچانا چاہیئے۔ کہتے ہیں رہوڈز کو شکست دینے کے بعد ارتی میزیہ نے مغلوب شہر میں ایک مجسمہ نصب کیا تھا جس میں اسے رہوڈز کے شخصے کو کوڑے مارتا ہوا دکھایا گیا تھا۔ جب رہوڈزی ازسرنو آزاد ہوئے تو انہوں نے اس توہین آمیز نشانی کو مسمار نہیں کیا بلکہ اسے دیوار سے گھیر کر اور اس دیوار کو مسقف کرکے اسے ارضی ممنوعہ قرار دیا۔ رہوڈز اور دوسرے ریاستوں کے درمیان جو دوستانہ تعلقات تھے انکی یادگاری تنغیں بہت عام تھیں۔ مثلاً سے رون نے رہوڈز میں ایک مجموعہ ایستادہ کیا جس میں عموم سرقوسہ عموم رہوڈز کے سر پر گھیر ارکھتے ہوئے دکھائی دیتے تھے۔ سنہ ۱۶ ق م میں رہوڈزیوں نے دس ہزار طلائی سکوں کے قیمت کا ایک طلائی گھیر ارومار روانہ کیا اور اپنے اتھنے کے تجانے میں روما کا ایک بت نصب کیا جسکی اونچائی ۴۵ فٹ تھی۔ یہ تناسب بھی تھا اسلئے روماکو ازسرنو اپنا طرفدار کرنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنے کا وقت آگیا تھا۔

چڑھاوں اور دوسرے فنی کارناموں کا ذکر کرنے کے بعد ہم رہوڈزیوں کے فنون لطیفہ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔[۹] یہ فنون زمانہ قدیم میں بھی اہم

---

[۹] بیڈیکر: "یونان" Bœd: Griechenland CXV—CXVI ۲ رہوڈزی فنون لطیفہ سے مختصراً بحث کرتاہے؛ نیز دیکھو ابواب متعلقہ بیرون کی کتاب "تاریخ فن کاران یونان" Brunn Geschichte der griech. Kuenstler ؛ تور $\frac{92}{118}$ - Lueders : Der Koloss رہوڈز کے مجسمے؛ تور ۹ و ۱۰ وغیرہ؛ لوڈرز: "رہوڈز کا عظیم الجثہ مجسمہ" Zu Rhodos ہامبرگ سنہ ۱۸۶۵ء۔

باب ۲۲

سمجھے جاتے تھے ۔ قصہ بیان کیا جاتا تھا کہ اِس تھالاسا کے بیٹے، جس نے
پوسیڈون کا ترسول گھڑا تھا یعنی ٹلچی نیس، اسی جزیرے میں کاروبار چلاتا
تھا ۔ رھوڈزی قبرستانوں میں ہیں بہت سے برتن ملے ہیں جنکی ساخت
نہایت ہی قدیم طرز کی ہے ۔ لیکن رھوڈزی فنون کو جس عہد میں سب سے
زیادہ عہد زیر بحث یعنی مستقر جزیرہ کے قیام کے بعد کے زمانے میں مقبولیت
حاصل ہوئی ۔ ہم اِس سے پہلے کی جلد میں دیکھ چکے ہیں کہ جنوب و مغربی
ایشیائے کوچک میں فنون کو بہت بڑا ارتقا نصیب ہوا تھا، اور اسوقت
اسکا مرکز ہالی کارناسوس تھا ۔ لیکن اس شہر کے سکندر کی مخالفت کرنیکے
بعد اسکی اہمیت میں بہت کمی ہوگئی اور جہاں تک فنون لطیفہ اور تمدن
کا تعلق ہے، اسکی جگہ رھوڈز نے لے لی یعنی ایک جمہوریہ کو وہی امتیاز
حاصل ہوگیا جو اس سے پہلے ایک ملوکی پائے تخت کو حاصل تھا ۔ پھر سکوں
سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم تھوڑی سی مدت تک ہالی کارناسوس پر
رھوڈز کا براہ راست اثر پڑا، اور گو جزائر کوس و کنیڈوس، جو رھوڈز کے قریب
ہی واقع تھے، ترقی اور مرفہ الحالی کے شاہراہ پر گامزن تھے لیکن وہ بھی
اس کے اثر سے بچ نہیں سکے ۔ ہم جلد ۲ باب ۲۹ میں دیکھ چکے ہیں کہ موسولوس
کے مقبرے کے تعمیر کیوجہ سے بہت سے مشہور و معروف نقاش
ہالی کارناسوس میں جمع ہوگئے تھے، اور انمیں سے ایک یعنی بریاکسس نے،
یعنی اسی شخص نے جس نے اسکندریہ میں سارپس کا بت خانہ تیار کیا تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ عظیم الجثہ مجسموں کے وجود سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ رھوڈز والوں
میں ایک طرح کی اکڑ ضرور ہوگی، اور اگر ہم یہ فرض بھی کرلیں کہ ان میں سے اکثر دیوتاؤں کے مجسمے تھے،
تاہم ہمارے اس خیال میں کمزوری نہیں پیدا ہوگی ۔ رھوڈزی نہ صرف نفیس بلکہ عظیم الشان مجسموں
کے خواہاں تھے اور انکے بنانے کے لئے انکے پاس کافی روپیہ تھا ۔ ہماری دانست میں جب ایک
چھوٹی سی جگہ میں بہت سے عظیم الشان مجسمے کھڑے ہوگئے ہونگے جن میں سے بعض غالبًا معبودوں کے اور
بعض بڑی تانسوں اور متمول تاجروں کے ہونگے یا تو انکا اثر فی الجملہ اچھا نہیں پڑتا ہوگا ۔ رھوڈز

(باب ۱۸) رھوڈز میں پانچ معبودوں کے عظیم الشان مجسمے تیار کیے۔ باب ۲۲
لی سپوس نے ایک چوکڑی تیار کی جس سورج کا دیوتا بیٹھا ہوا تھا۔ اسکے شاگردوں میں سے ایک رھوڈزی خارس تھا جسنے مشہور تانبے کا کوہس تیار کیا جو ہیلیوس کا ۱۰۵ فٹ اونچا مجسمہ تھا اور جو زمانہ قدیمہ سے ہفت عجائبات عالم میں شمار کیا جاتا تھا۔ سنہ ۲۸۰ ق م میں محاصرے کے اٹھ جانے کے بعد شہر والوں نے ۳۰۰ ٹالنٹ میں سے اسکی اجرت دی تھی جو دیمیتریوس پولیورخیتیس کے چھوڑے ہوئے مال کے نیلام سے ملے تھے۔ یہ عظیم الشان مجسمہ سنہ ۲۲۷ ق م کے زلزلے تک برابر کھڑا رہا اور اسکے بعد پھر دوبارہ نصب نہیں کیا گیا، اور جب ساتویں صدی عیسوی میں اسکے ٹکڑا ٹکڑا ہوا گیا تو انھیں لادنے کے لئے نوسو اونٹوں کی ضرورت پڑی۔ سنہ ۲۲۷ ق م کے زلزلے سے لیکر سنہ ۱۶۸ ق م کے پرسیوس والی جنگ تک کا زمانہ رھوڈز کی انتہائی مرفہ الحالی کا زمانہ سمجھنا چاہیئے، اور یہی وہ زمانہ ہے جب اسکے اکثر فنی شاہکار جنکا نوشتوں میں تذکرہ ہے، تیار ہوے تھے۔ اُن نوشتوں سے ہمیں معلوم ہوتا ہے انہیں سے اکثر و بیشتر میں انسانوں کو دکھایا گیا تھا۔ رھوڈزی عظیم الجثہ مجسموں کو پسند کرتے تھے، اور پلینی کہتا ہے کہ رھوڈز میں ایک سو ایسے مجسمے تھے۔ ہمارے نزدیک رھوڈزیوں کے پسند میں یہ بڑا نقص تھا۔

باوجود ان بیانات کے اگر ہم تک دو مشہور و معروف مجسمے، جنہیں سے ایک رھوڈزیوں نے اور دوسرا اترالیس کے سنگ تراشوں نے بنایا تھا، ہم تک نہ پہنچے ہوتے، تو ہمیں رھوڈزی فنون کا بہت ہی ناقص اندازہ ہوتا یہاں ہمارا مطلب لاؤکون اور فارنیز والے سانڈ سے ہے۔ لاؤکون کا مجموعہ جو بظاہر وہی ہے جو قدما میں اسقدر مشہور و معروف تھا،

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کے لیے؛ ہیڈ ۵۴۰۔ ہالی کارناسوس ہیڈ ۵۲۶۔ کوس؛ ہیڈ ۵۳۶۔ کنیدوس؛ ہیڈ ۵۲۴۔ نیوٹن کے اکتشافات کی وجہ سے ہم اس قابل ہو گئے ہیں کہ ہالی کارناسوس کی طرح کنیدوس کے فنون کا مطالعہ کرنا ہو تو نوادرخانہ برطانیہ جانا چاہیئے۔

رھوڈزی اگے سانڈر، پولی دوروس اور اتھانو دوروس نے تیار کیا تھا۔ جب سے پرگامم کے مجسمے ملے ہیں اسوقت سے لاؤکون کے مبدا، کا مسئلہ پہلے سے زیادہ صاف ہوگیا ہے اسلئے کہ پرگامم کے حاشیہ میں بھی ایک دیو ہے جسمیں وہی کیفیت نظر آتی ہے جو لاؤکون کی ہے لیکن ہم یہ ضرور کہہ سکتے ہیں کہ رھوڈزی مجسمے میں دو نوع سے ترقی کی کیفیت نظر آتی ہے، خارجا تو دونوں لڑکوں اور انکے باپ کے یکجا ہونے میں اور داخلاً دلسوزی کے اظہار میں یہ گویا پرگامم کا فن ہے لیکن وہ فن جسمیں نیوبے کے فن کار نے گویا ایک نئی روح پھونک دی ہے۔ فارنیز کا سانڈ ترالیس وا لے توریسکوس اور اپولونیوس نے تیار کیا تھا۔ یہ مجسمہ اسوجہ سے اتنا اہم نہیں اسلئے کہ اسکے اہم ترین حصے، وہ جنمیں ذہنی کیفیات کا اظہار ہوتا ہے، وہ سب حال کے تجدید کا نتیجہ ہیں۔ اس مجموعہ کو "سانڈ" کا لقب جو دیا گیا ہے وہ بالکل ٹھیک ہے اسلئے کہ اس میں صرف سانڈ ہی کی ایسی شبیہ ہے جسے یقین کے ساتھ قدیم کہا جاسکتا ہے اور اسکے متعلق فنون لطیفہ کے مورخوں نے جو صفحے کے صفحے رنگے ہیں انکا یہ مستحق معلوم نہیں ہوتا۔ یہاں ہم یہ کہہ دینا مناسب سمجھتے ہیں کہ سلطنت روما کے زمانے میں جنوب ومغربی ایشیائے کوچک کے فنون کے قائم مقام سب کے سب ایک شہر یعنی افرودیسیاس (کاریہ) کے رہنے والے تھے۔ انہیں سے سب سے زیادہ مشہور ومعروف ارسطیاس اور پاپیاس ہیں اور کاپی تول کے نوادر خانے میں جو نفیس قنطوروں کے مجسمے ہیں وہ انہی کے تیار کردہ ہیں۔

سکندر کے بعد کے زمانے میں رھوڈز میں رنگ کاری کو بھی فروغ حاصل ہوا۔ ہم یہاں کے سب سے بڑے رنگ کار یعنی پروتوگنیس کا اس سے پہلے ہی ذکر کرچکے ہیں۔ (جلد ۳ باب ۲۹)

اسکے برعکس ہمیں رھوڈزی شعرا کے متعلق کچھ زیادہ کہنے کی حاجت نہیں ہے۔ اپولونیوس رھوڈیوس دراصل مصری تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس جزیرے کے تاجروں کو رنگ کاری اور سنگ کاری کی بہ نسبت شعر وشاعری سے

باب ۲۲

نسبتہ کم لگاؤ تھا۔
لیکن اسکے علاوہ رھوڈز فلسفہ، خطابت، تاریخ اور جغرافیہ کا بھی مرکز تھا۔[۱] تھیوفراسٹوس کے علاوہ جسے حق اولیت کا مستحق گردانا گیا تھا ارسطاطالیس کے بعد مشائی فلسفیوں کی سرگروہی کے سلسلے میں رھوڈزی یوڈیموس کا نام بھی لیا جاتا تھا، اور زمانہ مابعد کے فلسفیوں میں ہم نے روڈیموس ساکن رھوڈز کا نام بھی پڑھتے ہیں۔ رفتہ رفتہ رھوڈز رواقیوں کا مستقر اعظم بن گیا اور جنوبی ایشیائے کوچک میں ان فلسفیوں کو اتنا ہی اطمینان تھا جتنا ابی قوری فلسفیوں کو شمال و مشرق میں۔ رھوڈزی رواقیوں میں پانئے تیوس سب سے اہم تھا[۲]۔ یہ تقریبًا سنہ ۱۸۵ ق م میں پیدا ہوا اور (بلاشبہ پرگامم میں) کراتیس ورس میں اور ایتھنز میں انتی پاتر ساکن طرسوس کے درسوں میں شریک ہوا، اور تقریبًا سنہ ۱۵۶ ق م میں وہ ایتھنز سے روما چلا گیا۔ یہ وہی زمانہ تھا جب تین ایتھنزی فلسفی ایک مدبرانہ سفارت پر روما روانہ کئے گئے تھے (باب ۱۹)۔ چنانچہ انھوں نے تو عوام الناس پر اور پانئے تیوس نے چھوٹے چھوٹے دائروں پر اپنا اثر ڈالا۔ اس نے لئے لیوس اور سی پیو اصغر سے ملاقات کی اور آخر کار وہ موخرالذکر کا

---

[۱] ادبیات۔ پئے روڈیموس ساکن رھوڈز؛ زوسے میل ۱، ۸۸۱۔ رھوڈز کے رواقی؛ فوئر، ۱۲۷ وغیرہ۔

[۲] پانئے تیوس و پوسیڈونیوس کیلئے دیکھو مضمون "رواقی" Stoici پاؤلی ۶، ۲ $\frac{۲۴۴۱}{۱۴۴۱}$ میں علاوہ ازیں پانئے تیوس کے لئے پاؤلی ۵، $\frac{۴۱۱}{۴۱۰}$؛ کرسٹ، ۲ ۲۷۲؛ زوسے میل ۲، $\frac{۶۳}{۸۰}$۔
پوسیڈونیوس؛ پاؤلی ۵، $\frac{۱۹۲۸}{۱۹۴۳}$؛ کرسٹ، ۳۶۷؛ زوسے میل ۲، $\frac{۱۲۸}{۱۴۴}$؛ راناش: Reinach : Mithridates مہرداد ۴۲۵؛ میئر، جز و ۳، ۲۸۵ وغیرہ۔ انکے نیوں کے متعلق اسکے نایوس میں ٹکڑہ ۵، ابواب ۴۸ تا ۵۳۔
دیونی سیوسس تھراکس ساکن اسکندریہ جو پہلی یونانی صرف نحو لکھنے والے ارسطارخوس

مہمان ہوگیا اور اپنی اس جدید حیثیت سے اسنے رومن تمدن کی تدریجی قلب ماہیت میں عملی حصہ لیا۔ جہاں مدبر پولی بیوس نے، جو اسی ٹولی کا تھا، یونان پر روما کے اثرات ڈالنے کا سامان کیا، وہاں فلسفی پانئے تیوس یونانی زندگی اور خصائص کے اثرات روما پر ڈالنے میں ممد و معاون ہوا۔ وہ مہمات اور مسافرت میں سی پیو کے ساتھ رہتا، چنانچہ ۱۴۳ سنہ ق م میں اسنے اسی طرح ایشیا اور مصر کا سفر کیا۔ اپنی زندگی کے اواخر میں وہ تقریباً ۱۲۹ سنہ ق م سے ایتھنز کے رواقیوں کا سرگروہ بن گیا اور آخرالامر ۱۱۰ سنہ ق م میں اسنے داعی اجل کو لبیک کہا۔ وہ حصول اجتہاد کا بانی تھا اسنے اخلاقی ذمہ داری کا ایک نظریہ پیش کیا، جسے سسرو نے اپنا بنا لیا۔ ہم باب ۲۴ میں اسکے اور رواقی فلسفے کے ان اثرات کا ذکر کرینگے جو رومن قانون پر پڑے۔

گو پوسئیدونیوس کی زندگی کا تعلق دراصل اسکے بعد کے عہد سے ہے لیکن ہم پانئے تیوس کے اس اہم شاگرد کا حال نہیں بیان کرنا مناسب سمجھتے ہیں۔ وہ ۱۳۵ سنہ ق م میں شام کے شہر اپامیہ میں پیدا ہوا تھا لیکن چونکہ اسنے رھوڈز ہی میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی اسلئے علی العموم اسے رھوڈزی ہی بیان کیا جاتا ہے۔ وہ ایتھنز میں پانئے تیوس کے درسوں میں شریک ہوتا تھا اور اسنے ۱۱۳ سنہ ق م اٹلی اور اسپین کا لمبا سفر کیا۔ اس سفر سے واپس آکر وہ ایتھنز کے رواقیوں کا سرگروہ بن گیا۔ اس نے اسیر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ شہر کے امور میں بھی حصہ لیا کرتا تھا، چنانچہ وہ پری تانس بھی مقرر ہوا اور ۸۶ سنہ ق م میں رھوڈز کی طرف سے روما گیا جہاں اسکی ماریوس سے ملاقات ہوئی۔ سسرو نے اسے رھوڈز میں درس دیتے ہوئے سنا، اور پومپی اسکے بڑے سرپرستوں میں سے تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کا شاگرد تھا، رھوڈز ہی میں رہتا تھا، زوسے میل ۲، ۱۶۸/۱۷۵ کاستور کے لئے زوسے میل ۲، ۳۶۵/۳۷۲ ۔

باب ۲۲

معلوم ہوتا ہے کہ اسنے سنہ ۵۱ ق م میں وفات پائی۔ اسکی اکثر تصانیف تاریخی رنگ کی تھیں جنمیں سب سے مشہور تاریخ پولی بیوس کی کتاب کی ۵۲ جلدوں میں تکمیل کی شکل میں تھی، اور چونکہ اسکی معلومات محض نظری نہیں تھیں بلکہ انکا پیرایہ عملی بھی تھا، اور اسنے دور دراز مقامات پر سفر بھی کئے تھے اسلئے وہ اس قسم کے کتاب لکھنے کا بغایت اہل تھا۔ علاوہ ازیں اس نے اپنا وقت بحر اوقیانوس کے مد و جزر کے تحقیقات میں بھی صرف کیا۔ اگر ہم ایک نسبتہً طویل جزو کو پیش نظر رکھ کر (جو مہرداد کے زمانے میں روما کے خلاف ایتھنزیوں کے بغاوت سے متعلق ہے) حکم لگائیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچینگے کہ پوسئیدونیوس کے اسلوب میں زندگی اور حاضر جوابی کے عناصر پائے جاتے ہیں اور وہ پولی بیوس سے بالکل مغائر ہے اسلئے کہ موخر الذکر ہمیشہ بعید خطیر اور بعض مرتبہ ایک حد تک شیخی باز معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے رھوڈزی مورخوں میں سے ہم کالکسے نوس کا شمار کرسکتے ہیں جسنے دربار اسکندریہ کے متعلق دلچسپ وقائع لکھے (دیکھو باب ۴)۔ علاوہ ازیں کاستور نے بھی اپنے زمانے کے وقائع مرتب کئے، لیکن یہ شخص بہ نسبت اپنی تکمیاتی تفحصات کے اس سیاسی حصے کی وجہ سے زیادہ مشہور ہے جو اسنے مہرداد کے زوال کے سلسلے میں لیا تھا۔

گو زمانۂ قدیم میں خطابت کا ایک مسلک رھوڈز کی طرف بھی منسوب کیا جاتا تھا[۱۲] لیکن ہم اسکے خصائص کا تعین نہیں کرسکتے۔ اسکا سلسلہ کبھی تو ایسکنیس کے ساتھ اور کبھی ہیپریدیس کے ساتھ ملایا جاتا ہے۔ جو تقریر سنہ ۶۷ ق م میں رھوڈزی سفیر نے رومن سینات میں کی تھی اسکی بڑی تعریف کی گئی۔ پہلی صدی ق م کے رھوڈزی اسلوب کا سہارا لے کر روئیس

[۱۲] خطابت۔ مقابلہ کرو باب ۲۱، حاشیہ ۸۔

رھوڈزیوں کی ملامت، پولی بیوس ۳۱، ۲۵۔

ونیٹے کلیس ساکنان الابندہ کے دو شاگردوں کے سر ہے، اور یہ وہ لوگ باب ۲۲
ہیں جو اپنے زمانے میں سلک ایشیا کے امام مانے جاتے ہیں۔ ان شاگردوں میں
سے پہلا تو اپولونیوس مالاکوس تھا، جو ۱۲۰ ق م میں الابندہ سے رھوڈز
آیا، اور دوسرا اپولونیوس مولون تھا، جو ۸۷ ق م اور ۸۱ ق م میں
روما میں رھوڈز کی سفیر تھا۔ جب وہ روما میں تھا تو اسکی سسرو سے ملاقات
ہوئی جو ایتھنز و ایشیا میں قیام کے بعد محض مولون کے سامنے زانوے تلمذ
خم کرنے کی غرض سے خاص طور پر رھوڈز گیا۔ اس زمانے میں رھوڈز
نوجوان رومی طالب علموں کے آماجگاہ بنی ہوئی تھی؛ یہی وہ جگہ تھی جہاں
قیصر، بروتوس اور کاسیوس نے علم خطابت کے سبق لئے تھے؛ ان میں
سے کاسیوس کا استاد ارخے لاؤس تھا؛ اسی نے کاسیوس کی فتح رھوڈز
کے بعد فاتح سے ذرا ملائم ہونیکی التجا کی تھی لیکن یہ التجا مسموع نہیں ہوئی
اور کاسیوس نے شہر کو کمال بربریت سے تاراج کر دیا۔ ہم جانتے ہیں کہ
تی بیریوس نے اپنی جلا وطنی کا زمانہ رھوڈز ہی میں بسر کیا اور اپنا وقت
تھیودوروس ساکن گدارہ سے فن خطابت کے اصول سیکھنے میں صرف کیا۔

بہت سے دوسرے شہروں کی طرح رھوڈز میں بھی استادوں کو
شہر ہی کی طرف سے تنخواہ ملتی تھی۔ ایک موقعہ پر پولی بوس رھوڈزیوں پر
الزام لگاتا ہے کہ انھوں نے اسی مقصد کیلئے یومنیس سے روپیہ لیا، حالانکہ
اسکے نزدیک خود انھیں ہی معاوضہ دینا چاہئے تھا۔

رھوڈز اسکا مستحق ہے کہ اسکی اہمیت کو ذرا تفصیل کے ساتھ بیان
کیا جائے، لیکن میں یہاں اسکا بہت ہی مجمل بیان کر سکا ہوں۔ ہم باب ۱۵
میں دیکھ چکے ہیں کہ سیاسی اعتبار سے اسکی حیثیت بغایت اہم تھی اور
اور وہ بڑے بڑے سمندروں کے جہاز رانی کا گویا حامی و معاون
مانا جاتا تھا۔ اسکا واحد نقص یہ تھا کہ اقلیمی ممالک میں وہ اپنی رعایا سے
ذرا سختی کا سلوک کرتا تھا۔ جو کام رھوڈز نے مشرق میں انجام دیا وہ
روما نے مغرب میں پورا کیا، چنانچہ ان دونوں مملکتوں کے درمیان ایک طرح کا

فطری تعلق نظر آتا ہے، اور جب رھوڈز نے اپنے نامناسب طرزِ عمل کی وجہ باب ۲۲
سے اپنے اعلیٰ درجہ کے رتبے کو کھو دیا تو روما ہی ایک ایسی مملکت
رہ گیا جو آزادانہ رسل و رسائل کی حمایت پر کمربستہ تھا، اور آخر اس نے
وہ کر دکھایا جو نہ ایتھنز سے ہوا تھا اور نہ رھوڈز سے۔ ایک نوع سے روما
اور ایتھنز کے طرزِ عمل میں مماثلت پائی جاتی ہے، وہ یہ کہ اسنے اپنے
حلیفوں سے (رھوڈز کے خیال کے برخلاف) مستقل محاصل لینے کا دعویٰ کیا،
لیکن پھر کم از کم کچھ مدت تک (ایتھنز کے برخلاف) اسنے کسی قسم کے
خراج کا مطالبہ نہیں کیا۔ اسکی وجہ یہ تھی کہ اسکی بنیاد ایتھنز کے بنیاد سے
کہیں زیادہ مضبوط تھی۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ آخری جنگ مقدونیہ کی وجہ سے
رھوڈز بالکل ہی گر گیا، لیکن ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ یوں تو خود رھوڈزیوں
کا قول تھا کہ ڈیلوس کے آزاد بندرگاہ بنجانے سے انہیں بڑا بھاری نقصان
اٹھانا پڑا، لیکن جیسا ہم اگلے باب میں دیکھیں گے، یہ حکم تجارت کی ہر شاخ
پر نہیں لگایا جاسکتا۔ اوّل تو ڈیلوس کی اہمیت سو برس سے زیادہ نہیں رہی؛
پھر یہ تو ناممکن تھا کہ تجارت کے حقیقی اجزاءِ لاینفک یعنی سرمایہ اور فہم و ادراک
اس چھوٹے سے جزیرے کو منتقل کر دیئے گئے ہوں؛ یہ یقینی امر ہے کہ ذہنی
اعتبار سے رھوڈز کو سنہ ۱۶۸ ق م میں مشکل سے کوئی نقصان پہونچا ہوگا،
اسلئے کہ اس کے بعد بھی وہی جنوب و مغربی ایشیائے کوچک کا ذہنی
مرکز برابر بنا رہا۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ فنون و ادبیات کے شعبوں میں سامندر
کا خوبیوں والا ضلع جنہیں تراتیس اور الابندہ واقع تھے، آخر کار رھوڈز
میں اپنی قوتوں کا مظاہرہ کرتا ہے اور اسکی برتری وہیں تسلیم کیجاتی ہے۔

باب بست و سوم

یونانی تمدن دوسری صدی ق م میں

۵ - ایتھنز و دیلوس

اس عہد میں بھی ایتھنز کی زندگی اپنی پرانی روش پر برابر چلتی رہی اور دوسری صدی ق م کے ایتھنزی بھی اپنے پانچویں صدی ق م کے پیشروؤں کی طرح ادبیات و فنون لطیفہ میں غائر دلچسپی لیتے رہے چنانچہ انھیں حکیم سقراط و ابی قوروس کی طرح اب بھی فلسفیانہ مطالع سے اتنا ہی ربط تھا بلکہ زمانے زیر بحث میں اس سے بھی زیادہ نوجوانوں کی تعلیم پر توجہ کیجاتی تھی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ آجکل اس عہد کے ایتھنزیوں کے اخلاق کے خرابی کے راگ گانے کا گویا رواج سا ہوگیا ہے، لیکن یہ راء اتنی ہی مغالطہ آمیز ہے جتنی اس سے پہلے تھی۔ یہ سچ ہے کہ اوروپوس کی تاراجی کی حرکت نامعقول تھی؛ لیکن پانچویں صدی ق م میں بھی ایتھنزیوں پر روپیہ بٹورنا خوب آتا تھا، صرف فرق یہ تھا کہ اس زمانے میں اسکا پورا بار انکے حلفاء ماوراء بحر پر پڑتا تھا۔ عہد زیر بحث میں ایتھنزیوں پر یہ الزام بھی لگایا جاتا ہے کہ وہ اجنبی بادشاہوں سے فنی شاہکار اور اوقاف حاصل کرتے تھے لیکن خود ان شعبوں کے

باب ۱۲

ترقی دینے میں خاموش تھے۔ یہ الزام لگاتے وقت لوگ یہ بھول جاتے ہیں یونانیوں کے خیال کے بموجب مدت دراز سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ یونانی خانقاہوں کے نام پر تحفہ تحائف وقف کرنا ایک ثواب کا کام ہے چنانچہ گی گیس کے عہد ہی سے برابر اجنبی حکمراں اسے اپنے لئے ایک خاص امتیاز اور اعزاز تصور کرتے تھے (جلد ۱، باب) اور یہ خیال تیسری اور دوسری صدی ق م میں بھی اتنا ہی موثر تھا۔ اگر کوئی مالدار شخص کسی کو تحفہ دے تو اسکا منظور کرنا دوسرے کا فرض سمجھا جاتا تھا، خواہ وہ خود کتنا ہی مالدار کیوں نہ ہو۔

میں ناظرین کو مختصر طور پر اسکی یاد دلاؤنگا کہ دوسری صدی ق م کے بیشتر حصے میں علاوہ ایکا اور ضلع ہالیارتوس کے، مملکت ایتھنز میں پاروس، دیلوس، سکیروس، امبروس اور لیمنوس بھی شامل تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز کے پاس جو ملک تھا اتنا بڑا ملک مشکل سے کسی دوسرے مملکت کے قبضے میں ہوگا، چنانچہ اسکے شہریوں کو مالدار بننے کے بہت سے مواقع تھے۔ ہم اسکے سکوں سے معلوم کرسکتے ہیں کہ اس کا زوال اتنا نہیں ہوا تھا جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔

ایتھنز کی جو عزت و وقعت دوسروں کی نظر میں تھی اسکا اندازہ

ل کیوہلر: "ایتھنز میں غیرملکیوں کے مملوکات دوسری صدی ق م میں"

Kochler : Ueber den. Auswertigen Besitastand Althens in 2 Jahrhundert,

جریدہ معلومات ایتھنز" Ath Mitt. ۱، ۲۵۷ وغیرہ؛ ہرٹز برگ ۱، ۸۴۔

اس عہد میں ایتھنز کی عمارات؛ واخسموت: "بلدیۂ ایتھنز" جلد ۱، لائپزگ ۱۸۷۴ء، صفحہ ۶۰۰ تا ۶۵۹؛ کرتیوس: تاریخ بلدیۂ ایتھنز"، برلن ۱۸۹۱ء، خصوصًا از صفحہ ۲۱۹۔

فرمانرواؤں کے تحائف جمہوریتوں کو؛ پولی بیوس، ۵، ۹۰۔ آج تک کسی نے جنیوا کو اسپر ملعون نہیں کیا کہ اس نے کیوں ڈیوک برنسوک سے روپیہ لیکر اس کے معاوضے میں اسکا مجسمہ نصب کیا۔

باب ۲۲ ان اوقاف سے ہوتا ہے جو غیر ملکی ایتھنز کے لئے کرتے تھے اور جنکے معاوضے میں وہ انھیں ذرا مبالغے کے ساتھ اعزاز دیتے تھے۔ ۳۰۷ ق م میں انتی گونوس اور دیمیتریوس کا شکریہ انھوں نے دو جدید قبیلوں یعنی انتی گونس و دیمیتریاس قائم کرکے ادا کیا اور ان عالی شان منچلوں کے مجسمے ہرمودیوس و ارسطوگی تون کے بتوں کے دوش بدوش نصب کئے۔ زمانہ مابعد میں انھوں نے اپنے اس طرز عمل کی اصلاح اولیمپیودوروس اور خریمونیدیس کے ساتھ ساتھ آزادی کے خاطر لڑنے سے کی اور اس طرح انھیں گویا یہ حق حاصل ہوگیا کہ اولیمپیودوروس اور دوسرے وطن دوستوں کے مجسمے نصب کرکے انکی یاد تازہ کریں۔ اسی طرح جب غالویوں کو شکست ملی اور انھیں نیچا دکھانے میں ایتھنزیوں نے حصہ لیا تو ایتھنزیوں نے اس موقع سے بھی فائدہ اٹھاکر بہت سے بت نصب کئے جن غیر ملکی معصر بانوں کے مجسمے بنا کر انھیں ممتاز کیا گیا وہ لیزی ماخوس، پرہوس، اودولیون ساکن پایونیہ اور اسپارتوکوس ساکن بوسفوروس تھے۔ اسکے بعد بطلیموس فلاڈلفوس نے ایتھنز میں ایک ورزش گاہ (اور کتاب خانہ) مسمیٰ "بطلیمایوم" تعمیر کی جو شہر میں اپنی نوع کی پہلی ورزش گاہ تھی، چنانچہ ایتھنزیوں نے پرانے قبائل انتی گونس و دیمیتریاس کی جگہ ایک نیا قبیلہ بطلیمائس بنایا، ساتھ ہی اسے اعداد ایتھنز میں شامل کیا اور مصری معبود ساراپس کے پوجا کو اپنے یہاں رواج دیکر اسکے اعزاز کو بڑھایا۔ جنگ خریمونیدیس کے افسوسناک انجام کے بعد کچھ مدت تک ایتھنز ہی میں ایک مقدونوی حرس رہا اور طویل دیواریں کھنڈر ہوگئیں۔ ۲۲۹ ق م میں دیمیتریوس کی موت کے بعد ڈیڑھ سو تالنت کے معاوضے میں (جو شاید اراتوس نے جمع کئے تھے) اجیر سپاہیوں کے جمعدار دیوجانس نے ایٹکا کے وہ مقامات جو اسکے انتظام میں تھے (یعنی موتی خیہ، پرائیوس اور سونیوم مع سالاس ایتھنزیوں کے حوالہ کرکے ایتھنز کی خدمت انجام دی (دیکھو اوپر، باب ۱۰)۔ اسپر اسے شہری بنایا گیا اور پروئدریہ کا اعزاز دیا گیا؛ نہ صرف یہ بلکہ ایک نیا تہوار دیوجنیہ منایا جانے لگا۔

باب۲۱ اور ایک نئی ورزش گاہ بھی اسکے نام پر موسوم کی گئی جسکی تعمیر کے اخراجات یقیناً صرف اسی نے نہیں بھرے ہونگے۔ اسکے تھوڑے دن کے بعد دو ایتھنزیوں یعنی یورقلیدس و مکیون نے ایتھنز اور پرائیوس کی دیواروں کی مرمت کرکے ایتھنز کی خدمت انجام دی جسکی وجہ سے انکا بہت کچھ اعزاز واکرام کیا گیا۔ انھوں نے ایتھنز کو اکائیائی لیگ کی شرکت سے بھی باز رکھکر اپنے وطن مالوف کی عزت برقرار رکھی لہ جسکے بغیر ایتھنز کو اراتوس اور کلیومنیس کے آویزش میں مقدونیوں کے دوش بدوش لڑنا پڑتا۔ وہ اکائیائی لیگ سے علیحدہ رہکر مصری محالفے کے وفادار بنے رہے اور رفتہ رفتہ اس محالفے میں پرگامم، رھوڈز اور روما بھی شامل ہوگئے۔ کہتے ہیں کہ ایتھنز نے ان طاقتور سلطنتوں سے جو محالفہ کیا تو انہیں اسے بہت کچھ نفع ہوا ہو لیکن اگر ایتھنز کی حکومت قوی ہوتی تو اسکا طرزِ عمل اس طرزِ عمل سے بالکل مغائر ہوتا۔ ہمارے نزدیک صورتِ حال اسکے بالکل برعکس ہے۔ ایتھنز میں کوئی شخص ایسا نہیں تھا جو دوررو دراز روما اور پرگامم کو مقدونیہ سے زیادہ قوت والے سمجھتا، وہ مقدونیہ جسکے بادشاہ نے کچھ ہی دن بعد ایکا کو تاراج کرکے گویا اپنی قوت وسطوت کی دھاک بٹھادی۔ الغرض ہمارے نزدیک مقدونیہ کا مقابلہ کرنیکا تہیہ صرف جذبات کے تحت کیا گیا۔ ایتھنزیوں نے اپنے افعال سے فیلقوس جیسے بادشاہ کو اتنا برہم کیا کہ آخرکار اسے جو کچھ ملا اسے جلا دیا اور باقی جو بچا اسے برباد کرایا۔ یہ طرزِ عمل یونانیوں کی تاریخ میں تقریباً لاثانی تھا، چنانچہ ایتھنزیوں نے اسکا بدلہ یوں لیا کہ اسکے نام کے تہواروں کو منسوخ کردیا، اسکے نام کے پجاریوں کو برخاست کردیا، اسکے اور اسکے آباؤ اجداد کے بت توڑ کر پھینک دئے

لہ یورقلیدس و مکیون؛ پلوٹارک : Ar. ۴۱

جدید قبیلے؛ ہرمان ٹومزر، ص ۱۲۰۔

واقسموت کا خیال ہے کہ ایتھنز کا اکائیائی لیگ سے علحدہ رہنا نہایت "منصفانہ اور سودمند" فعل تھا۔

باب ۲۲ اور جن مقامات کا اس سے کچھ بھی تعلق رہا تھا انھیں ملعون قرار دے دیا۔ ایتھنز کے نکتہ چین اس طرز عمل کی وجہ سے اسے ملعون کرتے ہیں۔ اگر ہم اسے قابل اعتراض قرار دیں تو ہم اور بھی زیادہ اس نتیجے پر پہونچیں گے کہ ان کا مقدونیہ کے ساتھ جو برتاؤ تھا وہ جذبات کی بنا پر تھا نہ کہ مدبرانہ دوراندیشی کی بنا پر۔ ایتھنزیوں نے پھر ایک مرتبہ دنیا کو دکھا دیا کہ وہ دل کے اچھے ہیں؎۔ فیلقوس کے خلاف انکا حلیف اتالوس اول فرمانروائے پرگامم تھا اور یہ ایتھنز کے عظیم الشان محسنوں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔ اس نے اکادیمی کو لاکیدیوم نذر کیا اور اس مشہور و معروف تحفہ کو لاکر رکھدیا۔ یومینیس دوم (۱۹۷ / ۱۵۹) بھی اتنا ہی مہربان تھا؛ اسنے دیونی سوس کے تماشہ گاہ میں "محراب یومینیس" کا اضافہ کیا تاکہ لوگ اسمیں بارش سے پناہ لیں۔ اسیطرح اسکے بھائی اتالوس دوم (۱۵۹ / ۱۳۸ ق م) نے محلہ کیرامیکوس میں اگورا کے مشرقی جانب ایک ڈیوڑھی تعمیر کی؎، جسکے باقیات اسوقت تک موجود ہیں؛ اس مقام پر نیلام ہوا کرتے تھے۔ تقریباً سنہ ۲۰۰ ق م میں ایتھنزیوں نے اتالوس اول کے نام پر ایک جدید قبیلہ اتالس موسوم کیا۔ دوسری صدی ق م میں ایتھنز کے محسنوں میں ایک شامی حکمران انطاکوس چہارم "ایپی فانیس" (۱۷۵ / ۱۶۴ ق م) کا اضافہ ہوتا ہے، اور ہم دیکھ چکے ہیں کہ اسے شہر کا استراتیگوس مقرر کر دیا جاتا ہے (باب ۲۱)۔ عجیب بات ہے کہ جس اولمپیوم کی تکمیل شہنشاہ ہدریان نے کی اسکا آغاز ایک رومن کوسوتیوس نے کیا تھا جو اس انطاکوس کے خدام میں سے تھا۔

ہمیں ان عمارتوں کے بابت بہت کم معلومات ہیں جو اس عہد میں

؎ ایتھنزی متعصب تھے" ؛ واخسموت ۱، ۳۹۶ - پولی بیوس ۵، ۱۰۶ ؛ ہمارے نزدیک واخسموت نے اس بارے میں ایتھنز کے ساتھ انصاف نہیں برتا۔

؎ آڈلر : "ایتھنز میں شاہ اتالوس کی ڈیوڑھی" Adler : Die Stoa des Koenigs Attalos zu Athen برلن سنہ ۱۸۷۴ء۔

باب ۱۷ رومنوں نے بنائیں۔ تھراسی لوس کا سنگتی ایوان درحقیقت وثنی عہد کے ابتدائی دور (۳۲۰ قم) میں تیار ہوا تھا؛ اسکے بیٹے تھراسیکلیس نے اسے ۲۷۰ میں اسکی مرمت کی۔[۱]

اس واقعہ سے کہ اکی قوریس کے باغیچے بلدہ کے اندرونی حصے میں واقع تھے، یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ آبادی کی کثافت اضافی میں کمی ہوگئی ہوگی۔[۲] لیکن یہ استدلال مختتم نہیں سمجھنا چاہئے اسلئے ممکن ہے کہ وہ فصیل کے قریب ہوں اور جیسا ہمیں معلوم ہے، شہروں کے فصیل کے قریب بہت سی غیر مقبوضہ اراضی پڑی ہوتی ہے۔ ہمیں اسکا بھی کافی ثبوت نہیں ملا ہے کہ طبقہ امرا جس کی تعداد میں روز بروز کمی ہوتی جارہی تھی، عیش و عشرت کی طرف مبتلا ہوتا جاتا تھا، بلکہ اسکے برعکس ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ فیاضانہ تمدن کو ایتھنز میں ترقی ہو رہی تھی۔ ہمارے نزدیک اسکا ثبوت دو چیزوں سے دیا جاسکتا ہے یعنی ایک تو نوجوانوں کی تعلیم کی طرف پہلے سے زیادہ رجحان سے اور دوسرے فلسفیانہ مسالک کی روز افزوں اہمیت سے۔

نوجوانوں کی تعلیم سرکاری ادارہ "ایفی بیہ" ("بلوغ") کا ایک جزو سمجھی جاتی تھی۔[۳] ایک ایتھنزی لڑکا اٹھارہ برس کی عمر میں "ایفے بوس"

---

[۱] تھراسی لوس کی یادگار؛ ویرال وہیریسن: "قدیم ایتھنز کے وثنیات و یادگار ہائے" Verral and Harrison: Mythology and Monuments of Ancient Athens لنڈن ۱۸۹۰ء، صفحہ ۲۴۵ مع تصاویر۔ اندرونی کوس کیرامیکس تیس کا الہ وقت نما؛ کرتیوس: "تاریخ بلدی" :Curtius: Stadtgesch. صفحہ ۲۴۳-۲۴۵ "ابتدائے عہد روما میں"۔

[۲] ایتھنز کی آبادی میں کمی؛ دا خصوصیات ا، ۶۴۹۔ ہمارے نزدیک باغیچہ سے کیناس نے جو سر دلوس کی فصیل کے کچھ اندر کچھ باہر تھا، یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ روما کے آبادی میں کسی قسم کی کمی ہو رہی تھی۔ کرتیوس: "تاریخ بلدی" ۲۴۳، ۲۴۴۔

[۳] تعلیم۔ گراسبرگر: "تعلیم و تربیت بزمانہ قدیم" Graxsberger: Erziehung und Unterricht im Klass. Alterthum، ۳ جلد، ویورتزبرگ، ۱۸۶۴ء۔ مہافی: "یونانی زندگی" باب ۱۷

یا بالغ سمجھا جاتا تھا (دیکھو جلد ۲، باب) جسکے بعد اسے دو سال تک تربیت دیجاتی تھی؛ اور مقدونوی عہد میں اس قسم کی تربیت کا دروازہ میتوئیکیوں کے لئے بھی کھلا ہوا تھا۔ یہ تربیت ورزش گاہوں میں بھی دیجاتی تھی اور زیر سما بھی، لیکن ان دونوں کی نوعیت میں فرق تھا۔ انھیں نہ صرف پانچ ورزشوں یعنی کودنے، نیزہ اندازی، دوڑنے، گھیرا پھینکنے، کشتی گیری، اور گھونسہ بازی کی مشق کرائی جاتی تھی، بلکہ فنون حرب بھی سکھائے جاتے تھے، جیسے تیر اندازی، گوپھن (جو رھوڈزیوں، دولوپیوں اور بلیاریوں میں رائج تھا) اور منجنیق کا استعمال۔ ساتھ ہی نوجوان ایتھنزی کو گھوڑے کی سواری، گھوڑا ہانکنے اور تیرنے میں بھی مہارت پیدا کرنی پڑتی تھی۔ اسطرح جو جسمانی قوت پیدا ہوتی تھی اسکا وقتاً فوقتاً امتحان کیا جاتا تھا، مثلاً نوجوانوں کو ماراتھون جیسے مقامات کو پیدل جانا پڑتا، اور سالامس والے ایاکس کے میلے اور مونیخیہ کے آرتمیس والے میلے میں کشتیونکی دوڑوں میں بھی حصہ لینا پڑتا تھا۔ یہ بات اس عہد کے عام رجحان کے عین مطابق تھی کہ قدیم ورزشوں کے ساتھ ساتھ فوجی قواعد بھی سکھائی جائے، اسلئے کہ بہت سوں کا خیال تھا کہ شہریوں کو بہ نسبت سیدھی سادی ورزشوں کے فوجی قواعد کی زیادہ ضرورت ہے۔ یہ رائے منجملہ دوسرے یونانیوں کے فلوپوئے مین کی بھی تھی اور اسی اصول کے تحت یہ اکائیوں کو ازسرنو کارفرما سپاہی بنانے میں کامیاب ہو گیا تھا درانحالیکہ اراتوس نے، جو ورزشی کھیلوں کا ماہر تھا، میدان جنگ میں کبھی کارنمایاں انجام نہیں دیا بلکہ اس نے اپنی قوم کی حربی صفتوں کو بہت کم کر دیا۔ نوجوانوں کی ذہنی تعلیم لازمی نہیں تھی لیکن اکثر نوجوان اسے حاصل کرتے تھے، اور یہ دو حصّوں میں منقسم تھی، ایک میں تو ناچ گانا سکھایا جاتا تھا اور باب ۲۳

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ایمی بیا کے لئے دیکھو اوپر باب ۲، حاشیہ ۹۔
ایتھنز میں ورزش گاہیں، ہو اکسموت، جلد ۱ صفحہ ۶۲۴ تا ۶۲۶ ۔

باب۳۲ دوسرے میں ادبیات وحکمیات۔ یونانیوں کو موسیقی کی جو تعلیم دیجاتی تھی اسکی بنا موسیقی اور رقص کے باہمی گہرے تعلق پر تھی۔ پلوٹارک کہتا ہے کہ ناچ گویا خاموش شاعری ہے، چنانچہ ایتھنز کی نوجوانوں کا طریق رقص نقالی سے ملتا جلتا تھا۔ ہمیں عہد سلطنت روما کے ایک حکمنامے سے (جس میں شہر تیوس کی طرف سے لڑکوں اور لڑکیوں کے استادوں کے تقرر کا ذکر ہے) معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں ورزش پر موسیقی کو کس حد تک ترجیح دیجاتی تھی۔ ہم یہ فرض کرنے میں حق بجانب ہونگے کہ ایتھنز کی برابری کرنیکی ہر شہر کی خواہش ہوگی، اور ممکن ہے کہ تیوس والوں کو (جو دیونی سوس کے پیرؤں کا آماجگاہ بنا ہوا تھا) دوسرے شہروں سے زیادہ موسیقی کا شغف رہا ہو۔

ادبیات وحکمیات کے شعبوں میں تین چیزیں ایک دوسرے سے ممتاز تھیں یعنی صرف ونحو، خطابت اور کلام مقبول عام شعرا کا کلام پہلے صرف نحو کے لحاظ سے اور اسکے بعد انکے مواد کے لحاظ سے پڑھا جاتا تھا، اور اس تمام نصاب کو "نصاب محیط" کہتے تھے۔ اس کے برعکس فلسفہ کو مکتب ومدرسے کے باہر سمجھا جاتا تھا اور اسکا مطالعہ ہر فرد پر چھوڑ دیا جاتا تھا گو جہاں تک ہمیں علم ہے، جس زمانے کا ہم ذکر کر رہے ہیں ہمیں بہت کم ایسے امیر یا غریب ایتھنز میں ہونگے جو اسکی طرف توجہ نہ کرتے ہوں۔ ہم اس سے پہلے ہی فلسفیوں کے مسالک یعنی اکادمی، لیکیوم کے قریب کا باغیچہ (مستقر مشائین)، باغیچہ ابیقوروس اور ایوان بوقلموں کا ذکر کرچکے ہیں۔ انکی بہیہ کے متعلق جو درس ہوتے تھے انکے لئے بطلیمایوم، دیوجانیوم اور پالادیوم کے قریب کا مکتب مخصوص تھے۔

ایتھنز میں فلسفیوں کی جو وقعت کیجاتی تھی وہ دو چیزوں سے معلوم ہوتی ہے ایک تو یہ کہ وہ بعض نہایت اہم خدمات پر مامور ہوتے تھے اور دوسرے ارسطیون اور مہرداد کے معاملات۔

علاوہ فیلوخوروس وابولودوروس کے اس زمانے کے ایتھنز میں مصنفو

بابت ہمیں کچھ زیادہ معلومات حاصل نہیں؛ لیکن ہمیں اسکا ضرور علم ہے کہ باب ۲۱
اس عہد میں ایتھنز غیر ملکی مصنفوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا اور انہیں سے ہم
صرف دو مشہور مصنفوں کے ذکر پر اکتفا کرینگے، یعنی تمائیوس ساکن
تورومینیوم اور پولے مون ساکن ایلیوم۔ ایتھنزیوں سے شروع کرو تو پہلا نام
فیلوخوروس کا ہے جو "ایٹکائیوں" میں سب سے اہم لکھنے والا گزرا ہے؛ اسے
جنگ خریمونڈیس کے بعد انتی گونوس گوناتاس نے بطلیموس کا ساتھی سمجھ کر
مروا ڈالا۔ اپولودوروس ارسطاخوس اور رواقیئین کا شاگرد تھا؛ اس نے
یونانی معبودوں، جغرافیہ اور تاریخ عالم پر کتابیں لکھیں جنمیں سے آخری
دو موضوعوں پر جو کتابیں تھیں وہ سہ وزنی بحر میں تھیں اور تاریخ عالم
والی کتاب (جو نہایت وقیع تالیف تھی) اتالوس دوم کے نام پر
معنون تھی؛ لیکن وہ کتاب خانہ، جو اسکے نام سے منسوب کیا جاتا ہے
وہ دراصل اسکا نہیں تھا۔ تمائیوس، جو تقریباً سنہ ۳۴۵ ق م میں پیدا ہوا
اور تقریباً سنہ ۲۴۹ ق م تک زندہ رہا، اس نے اپنی زندگی کے آخری
دس سال ایتھنز میں بسر کئے۔ وہ ایک بڑا بھاری عالم تھا، اور اسنے
اٹلی و سسلی کی جو تاریخ لکھی ہے اسمیں بہت کچھ مواد بھرا ہے اور اسکے
اسلوب میں بہت کچھ نکتہ رسی نظر آتی ہے بعض مرتبہ وہ اپنی پسند
و ناپسندیدگی کو بلا کسی لحاظ کے صاف اور صریح طور پر ظاہر کردیتا ہے؛
لیکن جب وہ تمولیون کی تعریف کرتا ہے اور اگاتھوکلیس سے نفرت
کا اظہار کرتا ہے تو اسکا نشانہ قصداً نہیں جاتا۔ پولیمون تقریباً دوسری
صدی ق م کے دور اوّل میں تھا اور وہ ان مؤلفوں میں سے اہم ترین
تھا جنہوں نے مختلف ممالک و بلاد کے خصائص پر قلم اٹھایا ہے وہ
سیر و سیاحت کو دل سے پسند کرتا تھا، لیکن اسے ایتھنز اتنا مرغوب
تھا کہ اس نے وہیں سکونت اختیار کرلی اور وہاں کا باضابطہ شہری
بن گیا۔ وہ نوشتوں پر اپنے زمانہ کا مبصر تسلیم کیا جاتا تھا۔ ہم دیکھتے
ہیں کہ اوپر کے چار مؤلف اپنے علوم و فنون میں ماہر تھے،

باب ۲۳ چنانچہ اس زمانے میں بھی اتھینز مدینۃ الحکما بنا ہوا تھا، لیکن یہ علوم اسکندریہ کے علوم سے مختلف تھے اسلئے کہ اسکندریہ ہوالبیتہ علّاثہ اور صرف نحو کا گہوارہ تھا اور اتھینز تاریخی و جغرافی تفحص و تجسس کا۔ ظاہر ہے کہ سیاسیات کو اسی شہر میں فروغ حاصل ہونا ممکن تھا جسے آزادی حاصل ہو۔ اس عہد میں اتھینز میں شعر و شاعری نے فروغ نہیں پایا، بلکہ واقعہ

ۓ قلوخوروس۔ کرسٹ ج ۳۶۰، زوسے میل ۱، ۵۹۴/۵۹۹ -
اپولودورس، کرسٹ ج ۳۹۰، زوسے میل ۲، ۴۳/۴۴ -
تائیوس، ہولم "تاریخ سسلی" ۲، ۲۶۶/۲۶۹، ۴۸۰-۱ اسکے بعد اسی شخص کے بابت جو کچھ معلومات حاصل ہوئی ہیں وہ سب زوسے میل ۱، ۵۶۳/۵۸۲ میں جمع ہیں۔ فی الجملہ زوسے میل نے تائیوس کے ساتھ انصاف برتا ہے لیکن تمولیون و اگاتھوکلیس کے بابت اسنے جو حکم لگایا ہے وہ انصاف پر مبنی نہیں ہے، اور چونکہ یہ دونوں شخصیتیں ممتاز ہیں اسلئے مجھے انکی بابت یہاں لکھنا پڑا۔ زوسے میل (ص ۵۷۶) میں تائیوس کو ملعون کرتا ہے اسلئے کہ اسنے تمولیون کی تعریف کے طومار باندھ دیئے، خصوصًا اسلئے کہ اس میں اسکی ذاتی منفعت مضمر تھی۔ "زوسے میل کی مراد شکرگزاری سے ہے۔ حاشیہ ۱۸۱ میں تو وہ اسئے تکذیب تاریخ" کا لقب دیتا ہے لیکن ہمارے پاس اسکا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ تائیوس نے تمولیون کے بابت کوئی غلط بیانی کی ہو، اور اغلب امر یہ ہے کہ اپنی عالی منشی کیوجہ سے تمولیون اس تعریف و توصیف کا مستحق ہے جو تائیوس انکی کرتا ہے۔ زوسے میل کے حکم کی کمزوری بنیاد کا پتہ اس سے بھی لگتا ہے کہ جہاں محض اسوجہ سے کہ تائیوس تمولیون کا ممنون احسان ہے اسلئے اسکا جرم کریہہ ہو جاتا ہے، وہاں تائیوس کو اگاتھوکلیس سے جو نفرت تھی اسے اسلئے قابل معافی گردانا جاتا ہے کہ اگاتھوکلیس نے اسے ملک بدر کر دیا تھا۔ گویا ملامت میں منافرت کی وجہ سے کمی ہو جانی چاہیئے۔ لیکن ممنونیت تعریف و توصیف میں ممد نہیں ہونی چاہیئے۔ یہ بھی ذرا مشکل سے سمجھ میں آتا ہے کہ زوسے میل (حاشیہ ۲۸۵) کس طرح اس پر شبہ کرتا ہے کہ تائیوس واقعی اپنی اس رائے کا تعین کرتا تھا جو اسنے تمولیون کی بابت ظاہر کی۔ جب ایک ایسے ظالم پر جس میں بدی کوٹ کوٹ کر بھری ہو ایسی برائیوں کا الزام لگایا جائے جو یونانیوں میں عام تھیں، تو پھر الزام لگانیوالے کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہوگا! یہ بس وہی پرانا قصہ ہے، کہ حکمران کسی طرح بد اخلاق نہیں ہو سکتا۔

تو یہ ہے کہ نظم کا دور گذر چکا تھا اور اتھنز ہی میں نہیں بلکہ کہیں بھی ہم اسے پنپتا نہیں دیکھتے ۔ باب ۲۳

فنون لطیفہ کے شعبے میں یونان ابھی تک تعمیری کام میں مصروف تھا، اور اس بارے میں اتھنز کو خاص امتیاز حاصل تھا۔ چوتھی اور تیسری صدی ق م میں (اور دوسری صدی ق م میں پرگامم میں) سنگ کاری کا مرکز ایشیائے کوچک رہا تھا، اور اسکے بعد بھی یہاں کے فنون لطیفہ مردہ نہیں ہوئے ۔ لیکن

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ پولے مون ساکن الیوم، مضمون پریلر Preller باؤلی ۵، ۱۴۹۔۱۵۹ میں۔ اسکے تصانیف کے اجزا کی اشاعت، لائپزگ ۱۸۳۸ء؛ میولر، جزو ۳، $\frac{۱۰۸}{۱۴۸}$؛ کرسٹ ۳۹۲ ج؛ زوسےمیل، ۱، ۶۶۵، ۶۷۶۔

میں نے سنہ ۳۰۰ ق م اور سنہ ۳۰ ق م کے درمیانی عہد کے ادبیات کا سلسلہ وار بیان یہاں محض اسلئے نہیں دیا کہ اسکی بابت اکثر اور اسکندریہ، پرگامم، رھوڈز اور اتھنز کے سلسلے میں بیان کئے جا چکے ہیں۔ باقی واقعات کرسٹ اور زوسےمیل میں ملیں گے؛ انہیں سے زوسےمیل بربطی نظم اور ٹیکلوں پر نہایت عمدہ انداز سے نظر ڈالتا ہے۔ نیز دیکھو اس جلد کے اختتام پر اسکا ذکر۔

۹ه فنون لطیفہ ۔ برون: "تاریخ فنون یونان" Brunn : Geschichte der griech Kuenstler ۵۳۸۔۷۶ وغیرہ (خاندان پولیکلیس)، ۲۴۴ ه وغیرہ (اتھنزی نقاش)۔ ۵۹۰ ه وغیرہ (اس عہد میں اتھنزی فنون کے خصائص)، ۷۰ ه وغیرہ (اٹلی میں ایشیائے کوچک کے نقاش)، ۷۶ ه وغیرہ (اس عہد میں ایشیائے کوچک کے فنون کے خصائص)، ۵۹۵ ه وغیرہ (پاسی ٹیلیس اور اسکے جانشین)۔

مرے: "کتابچۂ آثار یارستۂ یونان" Murray : Handbook of Greek Archeology لندن سنہ ۱۸۹۲ء صفحہ ۳۰۱؛ اس کتاب میں مسلک پاسی ٹیلیس کی ایک خصوصیت یہ بیان کیگئی ہے کہ "بہیچ وجدانی منظاہرے" پائے جاتے تھے۔

ہاوزر: "جدید ایکائی منبتیں" Hauser : Dieneu-attischen Reliefs، اشٹٹگارٹ سنہ ۱۸۸۹ء؛ یہ مضمون بریوکنر Brueckner کے تنقید کے ساتھ ہفتہ وار جریدۂ لسانیات، برلن، Berl.Phil.wock سنہ ۱۸۹۰ء نمبر ۱ و ۲ میں طبع ہوا ہے۔

باب ۲۳ ایشیائے کوچک کے اس کارفرمائی کے ساتھ ساتھ یوروپی یونان میں بھی فنی احیاء ہو رہا ہے جسکی وجہ سے یہاں ایسے شاہکاروں کی تکمیل ہو رہی ہے جو اپنی خوبروئی اور اپنے علو کی وجہ سے ممتاز ہیں، اور اس عہد کے سب سے پیش پیش سنگ کاروں میں سے بہت سے ایتھنز کے اور بعض "یونان کبیر" کے باشندے ہیں۔ ان میں سے بعض کے شاہکار ہم تک پہونچے ہیں۔ ہم صرف بعض قدیم مصنفوں کے حوالوں سے پوسیکلیس کا پتہ چلتا ہے جسنے یقیناً بہت سے مجسمے بنائے ہونگے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ ہمارے پاس فن کاروں کے ایک دوسرے خاندان کے بابت مواد موجود ہے جو اپنے سرگروہ پاسی تیلیس کے نام سے موسوم ہوا۔ اسمیں شک نہیں کہ ہمیں خود پاسی تیلیس کے بابت صرف یہ واقفیت ہے کہ وہ یونان کبیر کا رہنے والا تھا، سنہ ق م میں وہ رومن شہری بنا اور وہ ایسا مفکر تھا جسنے فنون لطیفہ پر بھی قلم اٹھایا۔ لیکن اسکے جانشینوں کے شہ کار اسوقت تک موجود ہیں۔ اسکے بیٹے استیفانوس نے ایک ورزشی نوجوان کا مجسمہ تیار کیا جسکے اعضا بالکل اصل کے مانند تھے، اور اس استیفانوس کے بیٹے مینے لاؤس نے اوریسٹیس دالیکٹرا کا وہ ساکن مجسمہ تیار کیا جو اب وِلا لودو ویسی میں ہے۔ اس مسلک کو عام طور پر "انتخابی" کہا جاتا ہے، لیکن ہمارے نزدیک اس لفظ سے پورے معنے ادا نہیں ہوتے اسلئے کہ اس کا کوئی نشان نہیں کہ اسمیں دوسرے مسالک کے خصوصیات جمع کر دی گئی ہوں۔ انکے فنون سے جو اثر ہم پر ہوتا ہے وہ اس اثر سے مغائر ہے؛ انکے کارناموں اور شاہکاروں کا دور زمانہ قبل مسیح کے اختتام اور سنہ عیسوی کے ابتدا کا ہے؛ اور انہی میں سے ویٹی کان والا مشہور ہرقلی جسم (جو ایتھنز ہی اپولونیوس نے تیار کیا تھا) نیپلز والا مشہور فارنیز ہرقل (جسکا کارساز ایتھنز ہی گلی کون تھا)، ایتھنز ہی کلیومینیس کی میدیچی والی دینس، اور نام نہاد گرمانی کوس جو در اصل ہرمیس کے وضع کے رومن خطاب کی شبیہ ہے اور جسے ایک دوسرے ایتھنز ہی کلیومینیس نے تیار کیا، یہ سب اسی مسلک سے متعلق ہیں۔ علاوہ ازیں ہمیں اسبات کا علم ہے کہ ایتھنز ہی

باب ۲۳ دیوجانس نے تقریباً سنہ ۲۰ ق م میں اگریپا کے ہیکل آلہہ کے لئے مجسماتی ستون بنائے، اور معلوم ہوتا ہے کہ ویٹی کان کا ایک ایسا ہی ستون جس سے ایرخیتھیوم کی یاد تازہ ہوتی ہے، اسکا بنانے والا بھی یہی دیوجانس تھا، اور ایک ستون میں جواب ولا البانی میں ہے اسکے بنانیوالوں یعنی کریتون اور نکولاوس نے اصلی نمونے کی تزئین کی کوشش کی ہوگی۔ سوسی بوئس کا بنایا ہوا سنگ مرمر کا ظرف پونیوحس کا زیتون جو جدید نوادر خانہ کاپی تول میں ہے، اور سالپیون کا طیار کردہ مرمری ظرف جواب نیپلز میں رکھا ہے، ان سب سے معلوم ہوتا ہے کہ ایتھنز ہی نقاشش دوسرے اسالیب کو کس خوبی کے ساتھ منطبق کرتے تھے۔ قدیم فنی اسلوب کی طرف جو رجحان ہے وہ اس عہد کے بہت سی منبتوں میں نظر آتا ہے لیکن انکے کارسازوں کے نام نہیں معلوم۔ الغرض ہم دیکھتے ہیں کہ سنہ ۲۰۰ ق م تک تو ایتھنز ہر طرح طرح کے مصائب کا شکار بنا تھا، لیکن جونہی اسے تھوڑا بہت سکون نصیب ہوا، اسی وقت اسمیں قدیم فنی کمال عود کر آیا، اور ساتھ ہی ساتھ ہمیں اہیں اور ایشائے کوچک کے فنون میں بدیہی فرق نظر آتا ہے۔ منبتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بہ نسبت ایشیا کے یہاں قدیم اسلوب کا کہیں زیادہ اتباع کیا جاتا تھا اور اوپر لکھے ہوئے مجسموں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اسکے ساتھ ہی ساتھ یہاں تخلیقی آزادی سے بھی زیادہ کام لیا جاتا تھا۔

دوسری صدی ق م کے بیشتر حصے اور پہلی صدی ق م میں کچھ عرصہ تک جزیرہ دیلوس کو ایک طرح پر ایتھنز کا تتمہ سمجھنا چاہیے گو اسے اپنی حد تک بہت کچھ آزادی حاصل تھی۔ حال میں فرانسیسیوں نے جو کھدائیاں کی ہیں انسے انکی کیفیات پر روشنی پڑتی ہے اور انسے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ تمدن پر ان کا گہرا اثر پڑا تھا، چنانچہ یہ مناسب ہوگا اگر ہم یہاں اسکے نتائج کو مختصراً بیان کریں[1]

[1] دیلوس۔ اہم فرانسیسی اکتشافات کا ملخص بیڈیکر؛ "یونان" اشاعت ثانی؛ دسمبر ۱۹۴۲ء ص ۱۸۴

باب ۲۳

ڈیلوس کے عروج کا زمانہ اسوقت شروع ہوتا ہے جب اسنے تقریباً سنہ ۳۰۸ ق م میں ایتھنزی حکومت کا جوا اپنے کندھے سے اتار کر پھینک دیا اور جب رھوڈزیوں اور بطلیموس کے کہنے سے قدیم ایتھنزی لیگ بدل کر جزیرے والوں کی دا اور مملکت بن گئی۔ اسی مملکت کے دو خاص معبد تھے یعنی ایک تو ٹینوس میں انفتریت و پوسیڈون کا مندر؛ اور دوسرے اس سے کہیں زیادہ اہم ڈیلوس میں اپولو کا بت خانہ (واضح ہو کہ ڈیل Diehl ۱۶۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹینوس آج بھی جزائر مدوّر کا مذہبی مرکز بنا ہوا ہے)۔ اس لیگ کی مجالس ڈیلوس یا ٹینوس میں جمع ہوتی تھی، اور گو ہمیں اس مجالس اور لیگ کے سب

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ — دیا ہوا ہے، اور رہیں نقشہ بھی ہے مفصل تاریخی تنقید اور تاریخ فنون لطیفہ کے لئے دیکھو ڈیل: "آثاریاتی سیاحت یونان میں" Diehl : Excursions archeologiques en Grece، پیرس، سنہ ۱۸۹۰ء صفحہ ۱۲۵ تا ۱۸۱ مع نقشہ کے۔

شیوفر: "معاملات جزیرۂ ڈیلوس" Schoeffer : De Deli Insulae rebus برلن، سنہ ۱۸۸۹ء۔

ہومول اس جزیرہ کی کھدائیوں کا نگراں رہا ہے اور عنقریب اس کے قلم سے ایک مفصل کتاب نکلنے والی ہے۔ اسی اثناء میں بعض مضامین (خصوصاً ہومول Homolle. کے مضامین) جریدۂ مراسلات یونان Bull. de corresp. hellenique میں سنہ ۱۸۷۸ء سے سنہ ۱۸۹۰ء تک شائع ہوئے ہیں جن کی فہرست ڈیل اپنی کتاب کے صفحہ ۱۲۵ پر دیتا ہے۔

نیز یارخ کے خطاب سے ہیوئارخ اور زمانہ مابعد کے آرکیارخ کی یاد تازہ ہوتی ہے، پولی بیوس کہتا ہے کہ پرسیوس کے حکم کا اعلان جزیرۂ ڈیلوس میں بھی ہوا تھا؛ ۲۵، ۳، (۱۶، ۵)۔

ڈیلوس کے تجارت سے جو رخ اختیار کیا اس سے رھوڈز کے زوال کا میلان ظاہر ہوتا ہے؛ شیوفر، ۱۸۷، ۱۸۸۔

تجارتی شرکتوں کے لئے دیکھو ایضاً۔

نحاتس: استرابو، ۱۴، ۶۶۸۔

متقتدر عہدہ دار یعنی نیز یارخ (افسر جزیرہ) کے متعلق بہت ہی کم واقفیت ہے، باب ۲۳
لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس کے اختیارات کم وبیش وسیع تھے تیسری صدی
ق م میں دیلوس میں غیر ملکی اثرات میں اسی طرح سے تنوع ہوا جیسے دوسرے جزائر
میں تھوڑے دن تک تو مقدونیہ کا ستارۂ اقبال چمکا، اور انتی گونوس گوناتاس
اور فیلقوس پنجم نے جزیرے میں اپنا اثر پیدا کیا (دیکھو اوپر باب ۱۶)، لیکن ملی عموم
امن کی لیگ کے اراکین یعنی رھوڈز، اور خاص کر مصر کو تفوق حاصل رہا۔ جب
جنگ کینوس کیفالے میں مقدونیہ کو شکست ملی تو دیلوس کچھ عرصے کے لئے
انطاکوس سے جا ملا، لیکن روما اور انطاکوس کے باہمی آویزشوں ہی میں روما
نے اپنی توجہ اس جزیرے کی طرف مبذول کرنی شروع کر دی تھی۔ دیلوس کو
واقعی صورت حال سے اس درجہ ناواقفیت تھی کہ رھوڈز و پرگامم کے ساتھ ساتھ
انھوں نے پرسیوس کے ظاہری عروج سے متاثر ہو کر اسکی طرف رخ کر دیا اور
اس فرمان کے اشاعت کی اجازت دیدی جسکی روسے پرسیوس نے جلاوطنوں
کو واپس بلالیا، چنانچہ روما نے اس جانبداری کو مطعون قرار دیکر دیلوسیوں کے
اراضی پر قبضہ کرلیا اور اسے ایتھنزیوں کو دیدیا۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ دیلوس ایک
آزاد بندرگاہ بن گئی اور اسنے وجود کے درخشاں ترین زمانے کے طرف اپنا
قدم اٹھانا شروع کر دیا۔

یہاں کا اقتدار اعلیٰ " دیلوسی ایتھنزیوں کے عموم " کے ساتھ وابستہ تھا اور بالکل
ایتھنز کی طرح انکی بھی ایک خاص مجلس تھی۔ ہم پڑھتے ہیں کہ ایتھنز کی طرفسے
ایک ایپی میلیتس یا نگران رہتا تھا، لیکن ہمیں اسکا علم نہیں کہ اسکے فرائض کیا کیا
تھے۔ اسکے ساتھی ایک تو وہ دو عہدہ دار تھے جنکے سپرد بت خانوں کی نگرانی
تھی، اور دوسرے وہ دو اشخاص تھے جنکے سپرد خزانہ عامرہ تھا، جنمیں سے ایک قومی
بنک کا ناظم تھا۔ ان دو دو عہدہ داروں سے اطالوی شہروں کے دو دو
عہدہ داروں کی یاد تازہ ہوتی تھی۔ ہر چوتھے سال ایتھنز سے دیلوس کو تنقیح ساز
بھیجے جاتے تھے جنھیں " دیلوسی تنقیح ساز " کہتے تھے۔

لیکن ایتھنزی زمینداروں سے زیادہ اہم دیلوس کے وہ غیر ملکی تھے۔

باب۲۳ جو جزیرے میں تجارت کے لئے رہ پڑے تھے، اور انہیں رومنوں اور اطالویوں کو تفوق حاصل تھا۔ سب سے پہلے تیسری صدی ق م میں ایک اطالوی جس کا نام نوویوس تھا، اور جو بلاشبہ کیپانیہ کا باشندہ تھا، اس جزیرے میں آیا، اور اسکے بعد کا نوزیوم کے ایک بوزوس کا نام پڑھنے میں آتا ہے؛ ۱۶۲ قبل ق م سے برابر ہم دیکھتے ہیں کہ ہر سال روما سے ایک پریتور یا ایک قنصل جزیرے میں آتا ہے اور اپنی اور روما کی طرف سے معبود کی عبادت کرتا ہے۔ جس طرح اس جزیرے کے ایتھنزی خاندانوں کا نسلاً بعد نسل ہم پتا چلا سکتے ہیں اسطرح سے ہم دیکھتے ہیں کہ یہاں مدت دراز تک ایک ہی اطالوی قبیلے یعنی سے جی کے ارکان پائے جاتے ہیں۔ نوشتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض دوسرے ملکوں سے بھی سوداگر آتے رہتے تھے، لیکن ان سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ یوروپی یونان اور مقدونیہ والے کم آتے تھے اور جزائر ایجین اور ایشیائے کوچک کے شہروں سے تو آنے والے بس شاذ ہی تھے، چنانچہ ہمیں انہیں ایک بھی رہوڈزی نظر نہیں آتا۔ اسکے برعکس اس جزیرے کے بیزنطہ، ہرقلیہ بہ ساحل اقشیں، امی سوس، نیم فیہ بہ ملک کریمیہ، نکومیدیہ، دلتیہ بہ ملک بتھی نیہ، الابندہ (کاریہ) سولی و مالوس (کلیکیہ)، قبرص، اور خاص طور پر شام کے شہروں مثلاً ارادوس، بری توس، صور، سیدا، اعسقلون، ہے راپوس، لاؤدیکیہ، انطاکیہ و اسکندریہ کے ساتھ گہرے تعلقات تھے۔ مغرب میں صرف نیاپلس و تارنتوم کا ذکر پڑھنے میں آتا ہے۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دیلوس کی تجارت مشرق کیجانب بحیرۂ اسود، بتھی نیہ، ایشیائے کوچک کے جنوبی ساحل، اور خاص کر شام و مصر کے ساتھ اور مغرب میں اٹلی کے ساتھ ہوتی تھی۔ اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ دیلوس کے ساتھ جن ملکوں کے تعلقات نہیں تھے وہ مفلس تھے، لیکن ہم اس سے متفق نہیں ہیں۔ ایسے تجارتی مراکز تو بہت کم ہیں جنکے تعلقات تمام اقطاع عالم کے ساتھ ہوں، باقی بڑے بڑے مرکزوں کے تعلقات خاص خاص ممالک سے ہوتے ہیں، یعنی انکے بہت سے چھوٹے بندرگاہوں اور چند بڑے بندرگاہوں سے روابط ہوتے ہیں، محض اس لئے کہ کسی خاص بیرونی بندرگاہ

کی ہامبرگ سے تھوڑی ہی تجارت ہے، اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ بندرگاہ چھوٹا سا ہوگا اسلئے کہ شاید اسکی تجارت بریمن سے نسبتہ زیادہ ہو یہی حکم ڈیلوس اور بحیرہ روم کے بعض دوسری بندرگاہوں پر بھی لگایا جاسکتا ہے۔ ڈیلوس کے بھی اپنے روابط تھے، اور ممکن ہے کہ رھوڈز جیسے شہروں کو، جنکے اس سے کوئی تعلقات نہ تھے، بہت کچھ امتیازات حاصل ہوں۔ ہامبرگ میں قہوہ، اور بریمن میں تمباکو کے تجارت کی جو اہمیت ہے وہی اہمیت ڈیلوس میں بردہ فروشی کی تھی، اور وہ اپنے زمانے میں دنیا بھر میں سب سے بڑا نخاس سمجھا جاتا تھا۔ ڈیلوس کی اہمیت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ ایک مثل مشہور تھی کہ اپنا مال بار کراکر ڈیلوس لیجاؤ اور وہاں اتار دو تو بس یہ سمجھ لو کہ وہ بک گیا"۔ ڈیلوس کا رقبہ تین مربع میل سے ذرا زیادہ ہے؛ جب اسقدر محدود رقبے میں ایک مخصوص تجارت کو فروغ ہو تو پھر کسی دوسری چیز کے لئے ذرا مشکل سے جگہ نکل سکتی ہوگی۔

ڈیلوس کے ایک بڑے نخاس ہونے سے اسکی تجارت کے رخ کی علت اچھی طرح سے عیاں ہو جاتی ہے، اسلئے کہ غلام بحر اسود کے ساحلوں، بتھی نیہ، کلیکیہ شام اور مصر سے آتے تھے، اور دیار مغرب کے وہ حصے جنکے ساتھ ڈیلوس کو تعلق تھا وہی تھے جن کو رومن سوداگر اپنے ساتھ غلام لیجاتے تھے۔ یہ سب ملحوظ رکھ کر ہماری سمجھ میں آتا ہے کہ رھوڈز و ایشیائے کوچک کے ساتھ ڈیلوس کے تجارتی روابط کیوں نہیں تھے۔ اگر ہم تجارت ڈیلوس کی اس تخصیص کو نظر انداز کردیں اور ساتھ ہی اس امر کو ملحوظ رکھیں کہ ڈیلوس کے پرند اور انڈے مرہم اور معدنی پیداوار نسبتہ نہایت قلیل تھے تو ہم دیکھیں گے ڈیلوس کی ان دو جزیروں یعنی سنت طامس اور گوٹ لینڈ سے بہت کچھ مماثلت ہے جو زمانہ وسطی اور زمانہ جدید میں منڈیوں کی حیثیت سے خاصے ممتاز ہیں۔ ڈیلوس اور گوٹ لینڈ میں ایک مشابہت اور ہے، اور وہ یہ کہ شہر ڈیلوس کی طرح گوٹ لینڈ کا شہر وسبی بھی مختلف تجارتی شہروں کے باشندوں کی جاء ملاقات تھا، چنانچہ اگر ہم اصطلاح "ڈیلوس ہنسا" کا انطباق جرمن تجارتی شرکتوں کے گہوارے یعنی

باب۲۱ شہر دسبی پر کریں تو غلط نہ ہوگا۔ ویلوس کے اہم ترین تجارتی شرکتیں منفصلۂ ذیل تھیں :۔ پوسیدونی ملاح، بری تو س کے تاجر اور ہتھیار ے (جن کا ایک حرم غیر ملکی معبودوں کے بت خانے کے قریب تھا اور جو روما کی پوجا بھی کر تے تھے ؛ واضح ہو کہ زمانۂ مابعد میں بری توس دیار مشرقی میں قانون روما کے مطالع کا مرکز بن گیا) ؛

ہرقلی جو صور کے باشندے تھے، اور ہرمیسی یا اہل اٹلی۔ ناموں کے مختلف ہیئت کی وجہ سے آجکل یہ کہا جاتا ہے کہ میلانو خوری اور بعیرا پیو تا کے خالص مذہبی جماعتیں تھیں جنہیں سے اوّل الذکر مصری اور آخر الذکر شامی دیبی سے متعلق تھیں۔ لیکن چونکہ یہ بات بالکل عیاں ہے کہ مصری یا شامی ویلوس کو اپنی ملکی دیبیوں کی پوجا کی غرض سے نہیں جاتے ہونگے بلکہ انکے جانے کی غرض و غایت محض تجارت ہوگی، اسلئے دوسری شرکتوں کی طرح یہ شرکتیں بھی یقیناً کاروباری شرکتیں ہی ہونگی۔

شہر ویلوس اور جزیرے کا حرم جو اسکے قریب ہی تھا، اس چھوٹے سے جزیرے کے مغربی رخ پر کوہ کینتھوس اور سمندر کے درمیان واقع تھے۔ انکے صدر دروازوں کا رخ جنوب کی طرف تھا، اور یہاں سے بتخانے کو جو ا سڑک جاتی تھی اسکے دونوں جانب معبود کے نام کے چڑھاوے دکھائی دیتے تھے۔ خاص بت خانہ ایتھنز کے تھسے سوم کے برابر تھا اور ایک سطح مرتفع پر پاروسی سنگ مرمر کا بنا ہوا تھا۔ اسکے قریب ہی لیتو اور افرودیت کے دو چھوٹے چھوٹے بتخانے تھے۔ حرم کے اندر رابڈس اور دیونی سوس کے مخصوص معبد بھی تھے اور ایک قربانگاہ زیوس پولیوس کے نام پر بھی معنون تھی۔ اس حرم کے اندر خزانے، پجاریوں کے مکانات اور دیوڑھیاں تھیں جنہیں سے بعض میں ساگونز آکر قیام کرتے تھے۔ انطاکوس چہارم کی تعمیر کردہ دیوڑھی خاص طور پر مشہور تھی اور چونکہ اسپر سانڈوں کے سر بنے ہوئے تھے اسلئے اسے سانڈوں والی دیوڑھی کہتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ مینڈھوں کے سینگوں والی قربانگاہ اس کے ایک کونے پر بنی ہوئی تھی۔ اپولو کے حرم کے قریب ان سوداگروں کے مکانات

ڈیوڑھیاں اور بت خانے تھے جو آکر ڈیلوس میں رہ پڑے تھے۔ یہاں ایک مربع باب ۲۳
میدان اپنی وسعت کی وجہ سے ممتاز ہے اور اسے بعض تو منڈی بتاتے ہیں
اور بعض اطالوی ہرمیسیوں کا مسکن۔ حرم کے جنوب کی طرف فیلقوس پنجم کا
بنایا ہوا ایک حرم اور ایک ڈیوڑھی تھی۔ اس سے ذرا اوپر پہاڑی کے رخ
پر تماشہ گاہ، کالی رہی کا بتخانہ اور نام نہاد غیر ملکی معبودوں، یعنی ساراپیس
اسی سس اور انوبیس کا ایک بت خانہ تھا! اپولو کا غار کوہ کینتھیوس کے چوٹی کے
ذرا نیچے تھا، اور اس چوٹی پر زیوس کینتھیوس اور اتھینے کینتھیا کے معبد تھے۔ تماشہ گاہ
سے ذرا اوپر پومپئی کی وضع کا ایک خانگی مسکن بھی کھود کر نکالا گیا ہے۔

جزیرے کے مغربی ساحل پر گودیاں تھیں۔ قدیم زمانے میں ڈیلوس کو
ایک نمونہ کی بندرگاہ کہتے تھے اور جب پوتیولی کے تعریف کی ضرورت پیش آئی
تو اسے لوگوں نے "چھوٹا ڈیلوس" کہکر اسکا رتبہ بڑھایا۔

ڈیلوس میں تو اپولو کی حفاظت میں غلاموں کی خرید و فروخت کیجاتی تھی،
لیکن اُدھر ڈیلفی میں اسی معبود کی حفاظت میں انہیں آزادی ملتی تھی، گو اس
آزادی کو بھی ایک طرح کا کاروبار گردانا جاتا تھا، اور اسکا طریقہ یہ تھا
کہ غلام کو رسمی طور پر معبود کے ہاتھ فروخت کر دیا جاتا تھا۔

اپی دوروس والے معبد اسکلے پیوس میں چڑھاؤں کے جو نوشتے
نکلے ہیں ان میں عجیب و غریب فوق فطری اثرات کا ذکر ہے، جس سے اس
قوم کے توہم پرستی کا دلچسپ ثبوت ملتا ہے[1]۔

اولمپیا پر بھی متعدد نوعی نسل کے حکمرانوں کے احسانات ہیں[2]۔

---

[1] ڈیلفی۔ دیکھو بالفعل، بیڈیکر $\frac{154}{158}$ مع نقشہ۔ فرانسیسیوں نے یہاں بہت کچھ کھدائیاں
کی ہیں اور انسے مسئلہ جات متعلقہ پر ضرور روشنی پڑے گی۔

اپی دوروس، بیڈیکر $\frac{250}{252}$ مع نقشہ؛ ڈیل، $\frac{311}{336}$ مع نقشہ و حوالہ جات ضروری؛
گارڈنر "ابواب جدیدہ"، باب ۱۲۔

[2] بطالسہ اور انتی گونوسیوں کے ہاتھوں اولمپیا کی تزئین؛ کرتیوس "اولمپیا بزمانہ
یونانی" Curtius: Olympia in hellenistischer Zeit (مضمون جو انجمن آثاریات

باب ۳۲

خاص ارض یونان کے تمدنی مرکزوں کا ذکر کر چکنے کے بعد اب ہم اگلے باب میں اس شہر پر اس تمدن کے اثرات بیان کریں گے جسے یونانیوں کو بالآخر اپنا سیاسی پیچ تسلیم کرنا پڑا ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ برلن -chaeol. Gesell میں ۹ ۔ نومبر ۱۸۹۴ء کو پڑھ کر سنایا گیا اور جو ہفتہ وار جریدہ لسانیات ۱۸۹۵ء نمبر ۱۳ و ۱۴ میں از سر نو طبع ہوا ہے

باب بست و چہارم

یونان کے اثرات روما پر

پولی بیوس

"بے بس یونان وحشی فاتحوں پر غالب ہوگیا اور اپنے فنون سے بربری ۱
لاطیوم کو مالامال کر دیا۔"

دراصل اس قول سے پوری حقیقت مترشح نہیں ہوتی۔ روما محض بربری فاتح نہیں تھا، اور یونان نے رومنوں کو محض فنون لطیفہ ہی نہیں سکھائے۔ یونان اور روما کے نتیجہ خیز تعلقات ایک طرح پر ایک نہایت ممتاز یونانی یعنی پولی بیوس کی شخصیت میں نظر آتے ہیں، اور کم از کم اس موقعہ پر ان دونوں کا درمیانی واسطہ فنون نہیں تھے بلکہ وہ دلچسپی تھی جو اسے رومن مملکت کے ساتھ وابستہ کئے ہوئے تھی۔[1]

---

[1] پولی بیوس۔ اسکی بابت بہت کچھ مواد موجود ہے؛ مقابلہ کرو شیفر: "علم الماخذ" Schoeffer: Quellenkunde
خاص ۱، ۱۷، ک۔ ونیٹش: "پولی بیوس" K. W. Nitzsch: Polybios

پولی بیوس ایک معزز باپ لی کورتاس کا بیٹا میگالوپولس کا رہنے والا تھا اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ تقریباً سنہ ۲۱۰ ق م میں پیدا ہوا تھا۔ ایک بڑی حد تک فلوپوئے مین کے ساتھ تعلقات کی وجہ سے وہ مدبر اور سپاہی بن گیا، اور سب سے پہلے زندگی عامہ میں سنہ ۱۸۳ ق م میں اسوقت قدم رکھا جب وہ اپنے محترم و معظم استاد کی راکھ کے ساتھ ایک جلوس کے ہمراہ مسینیہ سے میگالوپولس گیا۔ روما اور پرسیوس کے باہمی آویزش کے زمانے میں لیکورتاس و پولی بیوس نے مکمل غیر جانبداری کے اصول کو پیش رکھا اور اسطرح روما کو اپنے آپ سے مشکوک کرالیا، اور وہ ان ایک ہزار اکائیائیوں میں سے ایک تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - کیل سنہ ۱۸۴۲ء؛ پاؤلی د" ۱۸۰۸/۱۸۴۰ میں مضمون "پولی بیوس" مولفہ فخس Fuchs؛ ہ نیسن: لیوی کے پانچ عشرے" H. Niessen: Die 5 Dek des Livius برلن سنہ ۱۸۶۳ء؛ والتوں: "ماخذ پولی بیوس" Valeton Die Pol. fontibus اوٹرخت، سنہ ۱۸۷۹ء؛ مہافی: "یونانی زندگی اور خیالات" Mahaffy: Greek Life and thought لندن سنہ ۱۸۸۷ء، صفحہ ۱۹ تا ۵۵۵؛ ر- فون سکالا: "مطالعات پولی بیوس" R. von Scala: Die Studien des Pol جلد ۱، اشٹٹگارٹ، سنہ ۱۸۹۰ء۔

پولی بیوس ایک عالم مورخ تھا۔ ہم ان مورخوں کو تین شقوں میں تقسیم کرسکتے ہیں: (۱) مولف: جنیں مسلک ارسطاطالیس کے پیرو اور انکے مخصوص تجسمات "اپکائی" وقت نگار اور خاکہ نویسی شامل ہیں۔ (۲) فن کار: خطابوں کے شاگرد جیسے ایفوروس، تھیوپومپوس، تمائیوس؛ زمانہ مابعد میں پوسیدونیوس جیسے فلسفی۔ (۳) عملی مورخ، جیسے پولی بیوس۔ تقاریر کی نقل صرف تیسری شق والے کرتے ہیں، لیکن پولی بیوس ہی ایسا ہے جو خود بھی تقریر کرتا ہے (جلد ۹)۔ ان شقوں سے باہر ہیروڈوٹس اور زینوفون ہیں، اسلئے کہ وہ محض تذکرہ نویس ہیں؛ طوسی دیدیس کا مقصد بھی یہ نہیں ہے کہ وہ کوئی عالمانہ تاریخ لکھے بلکہ اسمیں خطابت کا پہلو نظر آتا ہے (دیکھو اسکے لئے جلد ۲؛ نیز مہافی: "مسائل تاریخ یونان" Mahoffy . Problems in Creek History باب ۵)۔

پولی بیوس کے مقاصد طوسی دیدیس سے مماثل ہیں۔ مقابلہ کرو طوسی دیدیس ۱، ۲۲، پولی بیوس ۹، ۲ سے۔

باب ۲۱

جنھیں روما جاکر جواب دہی کرنی پڑی۔ روما میں اسکی تقدیر دوسروں سے اچھی نکلی، یعنی اسے روما میں رہنے سہنے کی اجازت مل گئی، جسکے بعد وہ امیلیوس پولوس سے یہاں مہمان رہ پڑا اور سی پیو امیلیانوس کو علوم یونان سکھانے شروع کردیئے۔ بڑے بڑے ممتاز رومنوں کے ساتھ روابط پیدا ہونے سے اسکے سیاسی خیالات میں ایک مادی تغیر پیدا ہوا[۱] اور اسے اس کا یقین ہوگیا کہ روما کا اقتدار دنیا کے لئے ایک بڑی بھاری نعمت ہے چنانچہ اسوقت سے وہ برابر جہاں تک ہوسکا اس خیال کو رائج کرتا رہا اور حتی الامکان رومن سیادت کو یونان کے لئے مفید بنانے میں کوشاں رہا۔ ۱۵۰ ق م میں وہ اور اسکے ساتھیوں کو اپنے دیس جانے کی اجازت دیدی گئی، لیکن بجائے یونانیوں کے بے کار مباحثوں اور جھگڑوں میں شریک ہونے کے اسنے اپنی خدمات رومنوں کی نذر کردیں اور سی پیو کے ساتھ افریقہ چلاگیا۔ یہ اسی کے سامنے کا واقعہ ہے کہ سی پیو نے ہومر کے مشہور و معروف اشعار کا (جو دراصل ٹروائے کے لئے لکھے گئے تھے) قرطاجنہ پر انطباق کیا؛ اور میگالوپلس والوں کا تو قول یہ ہے کہ پولی بیوس ہی کے مشورے سے سی پیو نے اس جنگ کے لئے تمام نفیس تدبیریں سوچی تھیں کورنتھ کے خاتمے کے ذرا ہی بعد وہ ممیوس کے مستقر پہونچا اور رومن ماموروں کو بہت سے امور میں نرم و ملائم ہونے کے لئے کہا۔ ان رومنوں نے اسے اس کام پر مقرر کیا کہ وہ جدید صورت حال یونانیوں کو بتائے اور انھیں مطمئن کرنے کی کوشش کرے اور ساتھ ہی نئے انتظامات کو عمل میں لائے۔ ان سب باتوں کیوجہ سے اسکے ملک والے ہمیشہ کے لئے اسکے مرہون منت ہوگئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان واقعات کے بعد وہ اپنی عظیم الشان تاریخی تالیف کے لئے مواد فراہم کرنے اور اسے منضبط کرنے کے دقیق کام میں لگ گیا۔ وہ مشرق کی طرف گیا

بقیہ حاشیہ گزشتہ ۔ تقدیر کیلئے، علاوہ مشہور جرمن رسالوں کے (جیسے ریوسیگر **Rœsiger** کے تالیفات) دیکھو ف. الیگر: یونانی دیبا تیخے **F. Allegre La deesse greeque, Tyche** پیرس، ۱۸۸۹ء۔ ایک طرح یہ دیبی اعلیٰ ترین مشرقی دیبی بن گئی۔

باب ۱۲ اور مصر کا سفر کیا، جہاں سنہ ۱۴۳ ق م میں وہ پاناے تیوس کے ساتھ سی پیو سے ملاقی ہوا اسکے بعد اس نے بالائی اٹلی، اسپین اور غالیہ کا سفر کیا، اور آخر کار یونان آکر ۸۲ برس کی عمر میں راہی ملک عدم ہوا۔

پولی بوس کی تاریخ چالیس جلدوں میں تھی، لیکن اس کے بیشتر حصے محض خلاصوں کی شکل میں ہم تک پہونچے ہیں۔ سب سے ممتاز خیال جو اس کتاب میں دوڑ رہا ہے، وہ سنہ ۲۲۰ ق م سے سنہ ۱۶۸ ق م تک کی روما کی قوت وسطوت کا خیال ہے۔ پہلی دو جلدیں تمہید اور ان میں منجملہ دیگر امور کے پہلی تیسری تحقیقی جنگ کا ذکر ہے؛ آخری دس جلدوں میں نتائج پر بحث کی گئی ہے اور سنہ ۱۶۸ ق م سے سنہ ۱۴۶ ق م تک کے ایام پر نظر دوڑائی گئی ہے۔ پولی بوس کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ قسمت ہی کی خوبی تھی کہ رومن اثرات ایسے دور دراز مقامات تک پہونچ گئے، اور اس بات کے ثبوت میں وہ ان تمام کارناموں کو شمار کر کے دیتا ہے جو رومنوں نے اطراف واکناف عالم میں بیک وقت کر دکھائے حقیقت یہ ہے کہ پولی بوس کی کتاب ایسی تاریخ ہے جو ایک بڑے پیمانے پر لکھی گئی ہے۔ لیکن یہ تاریخ ایسی ہے جس کا نظر مقصد صرف یہی نہیں ہے جو ہر حکیمانہ تصنیف کا ہوتا ہے، یعنی حقیقت کو واضح کرنا؛ بلکہ اسکا ایک مقصد عملی بھی ہے، اور پولی بوس اسے مدبر کے کام کی کتاب بھی بنانا چاہتا ہے، تاکہ اس سے وہ امور عامّہ کی نگرانی کی ترکیبیں بہ آسانی سیکھ لے۔ اسکا نقطۂ نظر طوسی دیدیش کا سا ہے لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ جہاں طوسی دیدیش صرف اختلال کو دیکھتا ہے اور اسی کی کیفیات بیان کرتا ہے، وہاں پولی بوس کے سامنے ایک ایسا مقصد ہے جسکی تکمیل بھی ہو چکی ہے گو اسکا راستہ عجیبی اور ابتری سے پر ہے، اور وہ مقصد روما کی سیادت ہے لیکن اس سیادت کو کسی نہج واقعی سلطنت نہیں سمجھنا چاہیے، بلکہ پولی بوس کے نزدیک روما ایک ایسا حکم تھا جو مختلف ممالک سے ارفع و اعلیٰ تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ خیال تسی ہوا کا سا تھا، اور ایک مدت تک واقعی صورت حال بھی یہی تھی۔

۱۵۴ پولی بیوس کا کلی مقصد یہ تھا کہ تاریخ کو ایک خاص قاعدے کے تحت تالیف کیا جائے، اور یہی وجہ اس کتاب کے بعض نقائص کی بھی ہے، مثلاً اُسنے مناقشوں اور مباحثوں کو ضرورت سے بہت زیادہ طول دیدیا ہے مگر ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسکے زمانے میں متن سے حواشی کو نکال دینے کا قاعدہ جاری نہیں ہوا تھا۔ پولی بیوس مختلف چیزوں کو اپنی اصلی ماہیت میں دیکھتا ہے، مثلاً جب وہ جلد ۱۳، باب ۸ میں دکھاتا ہے کہ رومنوں نے غیر اقوام کے جھگڑوں سے کس طرح فائدہ اٹھایا، تو وہ ان اصول کو پیش کرتا ہے جنپر تمام مدبر حتی الوسع عمل کرتے ہیں اور انہیں عمل کرنا پڑتا ہے۔

اسلوب کے لحاظ سے اسکی کتاب کا معیار بہت اونچا نہیں ہے، لیکن مواد کے اعتبار سے یہ نہایت بلند ہے۔ پولی بیوس نے ایک بڑے موضوع پر وسیع النظری سے کام لیا۔ ہمیں شبہ نہیں کہ اسکی حیثیت ایسی تھی کہ اسکے بعد کسی دوسرے یونانی کی نہیں ہوئی یعنی اسکے بعد کوئی یونانی ایسا نہیں نکلا جو پہلے سپہ سالار اور بعد میں کسی کا استاد رہا ہو، نہ کوئی ایسا یونانی نظر آتا ہے جس سے رومنوں نے مدبری کا کام لیا ہو۔ ایسی کیفیت فی نفسہ ممکن بھی نہیں تھی اسلئے کہ ۱۴۶ قم کے بعد ۱ یونان نے کوئی ممتاز مدبر پیدا ہی نہیں کیا۔ لیکن اگر یونان نے روما کو کوئی مدبر نہیں دیا تو ہمیں بھی شک نہیں کہ اسنے ایک دوسرے طریقے سے روما کے علمی عقل و فراست کو تقویت پہونچائی[1] اور یہ ہمیں ان دونوں ملکوں کے ذہنی تعلقات کے مطالعے سے بخوبی معلوم ہو جائے گا۔[2]

---

[1] یونان کا روما پر اثر۔ مومسن: "تاریخ روما" میں اسکی بابت بہت سے پارے ہیں اور وہ جگہ بھی جہاں تہاں اس پر بحث کرتا ہے۔ م۔ ووگٹ: "رومن خانگی قدیمیات" M Voigt" Roemische Privatsalter. ا۔ میولر ۴، ۱۶۱، وغیرہ ۲۰۱۸ وغیرہ میں۔ ا۔ ڈیو پوئی "رومنوں کے یونانی دوست اور استاد" Dupuy; De Graecis Romanorum amicis and praeceptoribus پیرس ۱۸۷۹؛ مہافی: "یونانی زندگی" باب ۲۲۔

ان تعلقات کی ابتدا نہایت ہی قدیم زمانے سے ہوتی ہے۔ رومنوں باب ۲۵
نے اپنے شہر کو بربریوں کا شہر کبھی نہیں سمجھا تھا بلکہ ہمیشہ یونانی علوم کے چشمے سے
سیراب ہونے اور یونانی تمدن سے استفادہ حاصل کرنے کی کوشش کی تھی۔
جب روما میں بادشاہوں کا راج تھا اسوقت بھی وہ وقتاً فوقتاً ایتھنز جیسے
نفیس قوانین کے شہر اور ڈلفی جیسی فالگاہ کی طرف رُخ کیا کرتا تھا۔ اسمیں
شبہ نہیں کہ ابتدا میں جمہوریۂ روما نے غیر ملکیوں سے ذرا سرد مہری کا برتاؤ
کرنا شروع کیا، لیکن اغلب امر یہ ہے کہ باوجود اس سرد مہری کے روما اور کیمے
میں اچھے تعلقات قائم رہے ہونگے۔ زمانہ مابعد میں جب روما کو بعید اور
اہم یونانی شہروں کے ساتھ تعلقات رکھنے پڑے، تو یونانی عنصر اپنا پورا زور
لگانے لگا، اور اس زور کا سب سے بڑا مظاہرہ چوتھی صدی ق م میں نیاپولس
اور تیسری صدی ق م میں تارنتوم میں ہوا۔ تیسری صدی ق م کے نصف اول میں
تمام اطالیۂ زیریں پر اور پہلی پیونیقی جنگ کے بعد تمام سسلی پر رومنوں کا قبضہ ہوگیا
اور جب رومن افواج سرقوسہ پر قابض ہوئیں تو یہ پہلا موقع تھا کہ بڑی تعداد میں
یونان کے فنی شاہکار روما آئے، اور اسکے بعد یہ قاعدہ سمجھنا چاہیے کہ
جب رومن کسی ملک کو فتح کرتے تو وہاں کے فنی شاہکار لاکر اپنے شہر کی تزئین
کرتے۔ مقدونیہ اور روما کے درمیان جو جھگڑے اور لڑائیاں ہوئیں انکی وجہ سے
یہ تعلق اور بھی قریب تر ہوگیا؛ ہم اس موضوع پر ابواب ۱۵/۱۹ میں کافی بحث کرچکے
ہیں۔ امور بالا کی مدد سے ہم روما و یونان کے باہمی تعلقات کی تاریخ میں سات
عہدوں کو ممیز کر سکتے ہیں، اگر یہ عہد ان مملکتوں اور ملکوں سے مطابقت رکھتے
ہیں جنھوں نے وقتاً فوقتاً روما پر اثر ڈالا: (۱) ڈلفی و ایتھنز؛ (۲) کیمے؛ (۳)
نیاپولس؛ (۴) تارنتوم و باقیماندہ اطالیۂ زیریں؛ (۵) سسلی؛ (۶) یونان خاص؛
(۷) ایشیائے کوچک۔ اس امر کا تعین آسانی سے نہیں کیا جا سکتا کہ مختلف
مملکتوں نے فرداً فرداً رومن تمدن کو کس انداز سے مدد پہونچائی؛ تاہم ہم یہ
کہہ سکتے ہیں کہ اپولو، ارتمیس اور لاتونا کی پوجا کا منبع شاید کیمے تھا، اور سیریس،
لیبر، اور لیبرا کا نیاپولس یا ویلیہ (ایلیہ)؛ روما میں موخر الذکر معبودوں کی پوجا

یونانی زبان میں یونانی پجاریوں کے ذریعے سے کوہ اوپن تین کے اس مندر میں پجاتی تھی جو کاسیوس نے سنہ ۲۹۳ ق م میں یونانی تعمیر کاروں کی مدد سے تیار کرایا تھا جنگ سامینوم کے دوران میں (جسکی ابتدا سنہ ۳۲۵ ق م ہوئی) فیثاغورس کا ہی نہیں بلکہ (عجیب بات ہے کہ) الکیبیادیس کا مجسمہ بھی روما میں نصب کیا گیا سنہ ۲۶۳ ق م میں پہلی دھوپ گھڑی سسلی سے روما آئی۔ جب ایشیائے کوچک سے روما کے تعلقات پیدا ہوئے تو ساتھ ہی ساتھ مشرقی معبودوں نے بھی روما میں رواج پایا، چنانچہ سنہ ۲۰۴ ق م میں کیبلے یا رحیا اور آٹس پوجنے لگے اور مادر عظیمہ کا میلا جڑنے لگا۔* ہمارے لئے یہ بالکل ناممکن ہے کہ یہاں ان سب آلوں جانوروں طباقوں وغیرہ کا ذکر کریں جو یونان سے آکر روما میں مروج ہوئے۔ باب ۲۴

یہی نہیں، بلکہ یونانی زندگی کے اثرات سے متمدن رومنوں کے تمام خیالات و احساسات کی روش میں بدیہی تبدیلی پیدا ہو گئی، جسکا ایک نتیجہ یہ نکلا کہ رومنوں کا مذہب جو یونانی مذہب سے بالکلیہ مغائر تھا اسے یونانی مذہب کے عین مطابق قرار دیا گیا اور دونوں میں جو معبود ایک دوسرے کے مماثل تھے انہیں ایک دوسرے کے مماثل سمجھا جانے لگا۔ رومن بود و باند میں جو تبدیلیاں ہوئیں انکی ایک وجہ تو یہ تھی کہ ممتاز رومن یونانی ممالک میں سفر کرنے لگے اور دوسری وجہ یہ تھی کہ رفتہ رفتہ یونانی سفرا، نقاش اور اساتذہ روما آنے لگے، اور یہ گویا قاعدہ بن گیا کہ کوئی یونانی گرفتار ہو کر آتا تو رومن کی ذہنیت پر بالالتزام اثر ڈالتا۔ ان سب باتوں کا نتیجہ بالآخر یہ نکلا کہ روما کے ممتاز ترین دائروں نے تمدن کی قومی روش بالکل چھوڑ دی۔ یہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر رومن تہذیب یونانی روش اختیار نہ کرتی تو غالباً وہ یونانی تمدن کے سامنے بالکل فنا ہو جاتی؛ اور جب یونانی تمدن کے ہوا خواہوں نے رومن زبان اور رومن ادبیات کو یونانی سانچے میں ڈھالنا شروع کیا تو انھوں نے ایک نوع کرکے

---

* "مادر عظیمہ کا میلا" Ludi Megalensis ہر سال ۴ اپریل کو کیبلے یا "مادر عظیمہ" کے اعزاز میں جڑا کرتا تھا۔ کیبلے زمین کی دیبی کا نام تھا (مترجم اردو)

اس زبان اور اس ادب کو فنا ہونے سے بچا لیا۔

بہت سے ذہی اثر رومنوں کا رجحان یہ تھا کہ یونان کی اچھی باتوں کو اختیار کر لینا چاہیے۔ ایسے رومنوں میں اولیت کا فخر کوئنک تیوس فلامی نیوس کو حاصل تھا،(۲) اسکے بعد ایمیلیوس پولوس، خاندان سی پیو، فل ویوس نوبی لیور اور کلاودیوس مارکیلوس آتے ہیں۔ یہ بالکل عیاں ہے کہ رومن مدبروں کے ذہنی سرگروہ تہذیب و تمدن یونان کے کچھ ایسے گرویدہ ہو رہے تھے کہ انھوں نے روما میں اسکی ترویج میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا، اور یہ مزید ثبوت اس حقیقت کا ہے (جسے اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے) کہ یونان کی ذہنی کیفیات ابھی تک معرض زوال میں نہیں آئی تھیں۔ ایمیلیوس پولوس کی طرح کورنی لیہ نے اپنے بیٹوں کو یونانی استادوں سے تعلیم دلوائی اور ٹی بیریوس گراکھوس نے رواقی فلسفی بلوسیوس کی (جو کمپانیہ کے شہر کیومے کا باشندہ تھا) رائے لی اور اسے بہت کچھ اہمیت دی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رومن خاندان ٹروائے سے اپنے حسب نسب کا آغاز کرتے تھے؛ اور یہ بھی یونانیت(۱) کی دلدادگی کے باعث تھا اور ساتھ ہی اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ روما اپنے آپ کو سیاسی اعتبار سے یونانیوں سے برتر سمجھتا تھا۔ لیکن اس کے دوش بدوش ایک گروہ ایسا بھی تھا جو اطالوی تمدن کو قائم رکھنا چاہتا تھا، اور اس کا سرگروہ مارکوس پورکیوس کاتو تھا، جو ۱۸۴ق م میں سنسر مقرر ہوا۔ لیکن وہ اس امنڈتے ہوئے بادل کو روک نہیں سکا، اور جب اسے فل ویوس نوبی لیور پر امیوس کو اپنے ساتھ لیجانے کا الزام لگایا تو وہ اپنی حد سے بڑھ گیا۔ لیکن وہ اسوقت بالکل برسر حق تھا جب ۱۵۵ق م میں خواہش کی کہ تین فلسفیوں کو شہر بدر کر دیا جائے۔ یونانی تمدن کی مخالفت کیوجہہ سے اس سے پہلے اس قسم کے کئی واقعات ہو گذرے تھے؛ مثلاً ۱۷۳ق م میں ابیقوری فلسفی الکائیوس اور فلس کوس ملک بدر کر دئے گئے تھے ۱۶۱ ق م میں ایک سنیاتی تجویز کا نفاذ ہوا تھا کہ جو یونانی فلسفی اور خطاب لاطینی زبان میں درس دیں انھیں نکال دیا جائے، اور ۹۲ ق م جیسے قریب کے زمانے میں سنسروں نے خطابوں کو لاطینی زبانیں

باب ۲۴ درس دینا ممنوع قرار دیدیا۔ غرضیکہ کم از کم عوام الناس کے لیے یونانی علوم وفنون کا دروازہ گویا بند کر دیا گیا۔ لیکن یہ سب بالکل بے سود ثابت ہوا اسلئے کہ باوجود ان سب تدبیروں کے یونانی تمدن برابر جگہ کرتا رہا۔

اس تمدن کا رومہ پر اس قدر زبردست اثر تھا کہ رومن ادبیات یعنی علاوہ مذہبی اور ملکی ضابطوں، گیتوں، اور سرکاری کاغذات کے باقی سب رومن تصانیف یونانی تمدن کے اطالوی سرزمین پر لانے کے مترادف ہوگئیں۔ جس شخص نے اس مقصد کی طرف اپنا قدم پہلے پہل بڑھایا وہ لی ویوس اندرونی کوس تھا، جو دراصل اندرونی کوس نامی ایک یونانی تھا جو تارنتوم کی فتح کے بعد رومہ آکر لی ویوس سالی ناتور کے خاندان میں شامل ہوگیا اور بعد ازاں اسکے بچوں کو پڑھانے لگا۔ کچھ مدت بعد اسے آزادی مل گئی اور وہ دوسروں کو بھی یونانی و لاطینی کا درس دینے لگا۔ لاطینی درسی کتاب مہیا کرنے کی غرض سے اسنے اودیسی کا قدیم ساترنی بحر میں ترجمہ کیا۔ جب سنہ ۲۴۰ ق م میں کیوریول ایڈیل ودریول اور سرور یول کو یونانی طریق کے مطابق تماشہ گاہ پر لائے تو اسوقت اندرونی کوس نہ صرف بطور درد یہ نویس و سرور یہ نویس، بلکہ بطور سنگیت کے نمودار ہوا اور اپنی تالیفات، جو دراصل نئے سانچے میں ڈھلے ہوئے یونانی ناٹک ہی تھے، رومنوں کے سامنے پیش کیں؛ اسکے سپرد ایسی نظمیں لکھنے کی بھی خدمت کی گئی جنہیں بعض سنجیدہ مواقع پر کنواری لڑکیاں گاتی تھیں اور اسطرح خود سرکاری طور پر ادبیات کے اس جزو کو جسپر یونانیت کا گہرا اثر تھا، تسلیم کرلیا گیا۔ سنہ ۲۰۴ ق م میں اندرونی کوس کا بڑھاپے میں انتقال ہوگیا لیکن اسوقت رومن شعر و شاعری اس راستے پر اچھی طرح قدم رکھ چکی تھی جو اسنے اسکے لئے تیار کیا تھا۔

گو کمپانی آزاد کردہ غلام کنے یوس نے ویوس اندرونی کوس سے عمر میں ذرا چھوٹا تھا اور صرف سنہ ۲۳۹ ق م میں پیدا ہوا تھا لیکن اسکی اہمیت نسبتہً زیادہ ہے اسلئے کہ اسنے اپنے ناٹکوں اور رزمیہ نظموں سے ایک بالکل جدید درستہ دریافت کیا۔ اسکی نظموں میں جو ساترنی بحر میں لکھی گئی ہیں، پہلی فنیقی جنگ کا تذکرہ ہے اور ان سے پہلے ایک تمہید میں اینے نیاس کی فراری کا ذکر ہے جو لاطیوم آنے سے پہلے

۲۱ سسلی گیا تھا۔ اس شاعری کی تائید سی پیو نے کی لیکن میتلوسیوں نے اسے مورد الزام قرار دیا۔ ۲۰۱ سنہ ق م میں وہ سی پیو کے ساتھ افریقہ گیا اور وہیں اسکا انتقال ہو گیا۔

ان سے بھی بڑا شاعر کوئن تیوس انیوس ساکن رُوڈیئے (کالابریا) تھا یہ ۲۳۹ سنہ ق م میں پیدا ہوا اور بڑا ہو کر چار زبانوں یعنی مسایی' اوسکانی یونانی اور لاطینی کا ماہر بن گیا۔ ۲۰۴ سنہ ق م میں وہ ستوریون بن کر سروانیہ گیا جہاں کاتو کو میستور تھا۔ کوکاتو ہر نئی چیز سے بظاہر نفرت کرتا تھا لیکن جس نئی چیز کو وہ پسند کرتا تھا اسکی ترقی میں ممد ہوتا تھا، چنانچہ اس نے انیوس سے روما جانے کیلئے کہا جہاں اسنے معلمی کا پیشہ اختیار کیا اور اوین تین کے پلیب محلے میں رہنے لگا۔ اسکے دونوں سی پیو اور فل ویوس نوبلی لیور کے ساتھ اچھے تعلقات تھے' چنانچہ اسنے اسے اپنے پرتیوری حرس کے ساتھ یونان لیجا کر اسکی عزت بڑھائی۔ فلوبیس کے بیٹے کوئن تس نے اسے فوجی نوآبادیوں میں زمین دلوادی اور اسے رومن شہری بنوا دیا۔ اسکا انتقال ۱۶۹ سنہ ق م میں ہوا۔ اسکی تصانیف میں سب سے اہم "اخبار" Annales تھے جسمیں اسنے شش رکنی بحر میں روما کی تاریخ بیان کی تھی۔ اس وزن کو رائج کر کے اسنے وہ مناسبت کلامی گویا محفوظ کر دی جسکو لاطینی زبان کے کلمات آخرہ کے حذف ہو جانے کیوجہ سے ایک طرح کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ یہ نظم جسمیں المطاکوس کی شکست تک کے واقعات بیان کیئے گئے تھے' تاریخ روما کا قومی نصاب بن گئی۔ ساتھ ہی ساتھ انیوس نے یونانی علوم اور یونانی تمدن کے منتشر کرنے میں بھی مدد دی۔ اسنے ایپی خارموس نامی ایک نظم لکھی جو بظاہر ایپی خارمی نصائح کا ترجمہ تھا جنمیں سے اکثر میں آغاز عالم کا ذکر تھا۔ اسنے مسرت افزا ادبیات میں یوہیمروس کے مذہبی رومان کو نثر کے قالب میں ڈھال کر اضافہ کیا' اور ارخیستراتوس ساکن گیلا کی ایک طبی نظم کا کم وبیش آزادانہ ترجمہ کیا۔ یہ امر قابل لحاظ ہے کہ ان تینوں تالیفات میں اس کالابری شاعر نے اپنے سامنے سسلی کے اشعار بطور ایک نمونے کے رکھے تھے۔ اپنے ادبی تالیفات کے سب سے نیچے درجے میں اسنے سوتادیس کے نظم کی نقل کی (دیکھو اوپر باب ۱۱)

ناٹک کے میدان میں رومنوں نے خاص طور پر یونانیوں کی نقل اتاری۔ ظاہر ہے کہ یہاں اس کا موقعہ نہیں کہ ہم رومن ناٹک نویسوں کا مفصل ذکر کریں، یہاں ہم صرف چند سرو ریہ نویسوں کا ذکر کریں گے: پلوتوس ساکن امبریہ نے ۲۴۰ ق م یعنی اپنی موت تک چالیس برس متواتر جدید ایٹکائی سرو ریہ کو نئے سانچے میں ڈھال کر تماشہ گاہ پر پیش کیا؛ ستاتیوس کیکی لیوس، جو ۱۶۸ ق م میں راہی ملک عدم ہوا، انیوس کے ساتھ رہتا تھا، اور اکثر و بیشتر مینانڈر کے تالیفات کو کام میں لاتا تھا؛ ترنتیوس آفر ٹرکپینا کے زمانے میں افریقہ سے ترنتیوس لوکانوس کے گھر آیا اور اپنے مالک کے ہاتھوں آزاد ہو گیا۔ ترنتیوس کی رسائی اعلیٰ ترین رومن معاشرت میں تھی، اور وہ رفتہ رفتہ سپیو افریقانوس اصغر، اور لیلیوس کا دوست بن گیا۔ اسنے مینانڈر کے سرو ریوں کو کیکی لیوس سے زیادہ عروج پہونچایا اور انہیں دوسرے کھیلوں کے اجزاء داخل کر کے گویا اسی اصول کا اتباع کیا جسپر اس سے پہلے پلوتوس عمل پیرا ہو چکا تھا۔

روما میں یونانی ادبیات کی مقبولیت اول تو اس رومن تالیف و تصنیف کی ابتدا سے ظاہر ہوتی ہے جسکا ابھی ذکر کیا جا چکا ہے، دوسرے سسرو و اغسطوس کے عہد کے تالیفات سے ظاہر ہوتا ہے جسپر یہاں بحث نہیں کیجا سکتی، اور اس سے اس عظیم الشان اثرات کا پتہ لگتا ہے جو یونان کے روما پر پڑے؛ یہ اثر رومی مستقر کے روزمرہ بود و باش کے فنی تزئین سے بھی ظاہر ہوتا ہے جو پہلی صدی ق م سے بعد نظر آتی ہے لیکن یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ اثر محض ادبیات، فنون اور روزمرہ کی زندگی پر پڑا، بلکہ اس کا مظاہرہ اس واقعے سے بھی ہوتا ہے کہ یونانی تمدن ایک نہایت ہی اہم اور سودمند اصلاح میں ممد و معاون ہوا جو رومن تہذیب و شائستگی کا ایک درخشاں کارنامہ تھا۔

رومن سلطنت کی وسعت کے بعد غیر ملکیوں کے جو گروہ کے گروہ پہلے تو اٹلی ہی سے اور پھر مشرقی ممالک سے روما آکر جمع ہو گئے انکی وجہ سے شہر کے نظام قانونی میں بہت کچھ اختلال رونما ہوا۔ ابتدا میں تو غیر رومنوں کا روما میں جمع ہونا

باب ۱۲

خطرناک تصور کیا گیا، چنانچہ افسرانِ بالادست نے انہیں شہر بدر کرنا شروع کیا۔ لیکن ایک ایسا شہر جو دور و دراز بلدیات و ممالک کا پنچ بننے کا دعویٰ کرے اسکے لئے یہ لازم تھا کہ اپنی فصیل کے اندر شہریوں اور غیر ملکیوں کے دوش بدوش رہنے سہنے کا انتظام کرے ورنہ اپنی اس حیثیت سے دست بردار ہو جائے۔ اسی طرح اس سے قبل ایتھنز نے میٹوئکی کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے سے غیر ملکیوں سے دوستی پیدا کی تھی۔ روما ایتھنز سے کہیں زیادہ زندگی عامہ میں ترقی کر چکا تھا، اور اب خانگی قانون کے میدان میں بھی اسنے یونانیوں سے بہت کچھ پیش پیش ہو گیا۔ قانون عامہ کے دائرے میں انھوں نے یونانی نقطۂ نظر سے کہیں آگے بڑھ کر غیر رومن ملتوں کو روما کے شہری حقوق عطا کرنے شروع کئے، تو دوسری طرف پرتیوری احکام کے ذریعے سے "قانون ملکی" کے دوش بدوش ایک "قانون اقوام" بننے لگا جسکا انطباق ان غیر رومنوں پر ہوتا تھا جنھوں نے روما میں بود و باش اختیار کر لی تھی، اور اسطرح خانگی اصول قانون کے میدان میں ایک نہایت ہی عظیم الشان اور رسو دمند جدت کر دی۔ اس "قانون اقوام" کے قواعد کی بنیاد کچھ تو غیر ملکوں کے رسم و رواج پر تھی، اور کچھ ان عام اصول پر تھی جو عقل کے لئے قابل قبول ہوں اور ساتھ ہی امر متعلقہ کے لئے مناسب ہوں۔ چونکہ اس "قانون اقوام" کے اصول کا (جسے قانون فطری کہتے تھے) انطباق رومنوں اور غیر رومنوں کے تنازعات پر کیا جاتا تھا، اسلئے جو معاملات اسکے ذریعے سے طے پاتے تھے انمیں روز بروز اضافہ ہوتا گیا اور ایک ایسے معاشرے کی بنیاد پڑ گئی جسمیں جملہ خانگی حقوق پوری طور پر اسوقت تک محفوظ سمجھے جاتے تھے جب تک وہ اقوام کے عام رسم و رواج اور عقل انسان کے منافی نہ ہوں اس طرح رومن سلطنت کے غیر محدود توسیع کا امکان پیدا ہو گیا۔ ایسی سلطنت جسکے اندر ہر اس شخص کے حقوق محفوظ ہوں جو اس میں داخل ہو جائے روما کا سب سے بڑا کارنامہ اسی "قانون فطری" کی تخلیق تھی، اور ہماری دانست میں اسکے مقننوں کی اہمیت اسکے سپہ سالاروں سے کہیں زیادہ تھی۔

باب ۲۴

لیکن ہمارے پاس اس کا ثبوت موجود ہے کہ اگر یونان شریک حال نہ ہوتا تو "قانون فطری" کا نفاذ اسقدر آسانی اور اتنی جلدی سے نہ ہو سکتا، یہ رواقی ہی تھے جنھوں نے رومن مقننوں کے اس دقت طلب کام میں مدد کی، اور ادھر رواقیوں نے اکادمی سے بہت کچھ سبق حاصل کیا۔ "قانون فطری" کے ذریعے سے یہ مسئلہ صف اوّل میں آگیا کہ آخر انصاف کس کا مقتضی ہے، اور اسکے تعین کے لئے ایک طرح کے فلسفیانہ تمدن کی ضرورت تھی، ایسے تمدن کی نہیں جو ایک اصول کو قطعی قرار دیکر باقی سب کو خارج کر دے، بلکہ ایسے تمدن کی جسکی ابتدا محض اغلبیت سے ہوتی ہو، واقعہ یہ ہے کہ تمام عملی اصول قانون کا نفاذ اسی اغلبیت سے ہوتا ہے۔ اگر قوانین کا دارومدار عقل انسانی پر ہے تو انمیں صرف اغلبیت ہی مدنظر ہو سکتی ہے اور اسی وجہ سے انمیں وقتاً فوقتاً انکی نظر ثانی کی ضرورت لاحق ہوتی ہے اور اسیطرح چونکہ ہر اصول کے کسی خاص مقدمہ پر انطباق کے وقت مختلف حکم لگائے جا سکتے ہیں جنمیں سے ایک میں غالبیت کا پہلو ہوتا ہے اسوجہ سے عدالتیں صرف یہی کر سکتی ہیں کہ غالب ترین پہلو کو پیش نظر رکھ کر تجویز دیں۔ الغرض جس فلسفے کا اصل اصول اس غالبیت ہی پر مبنی ہو وہی عملی اصول قانون کی ترقی میں زیادہ سے زیادہ ممد و معاون ہو سکتا ہے اور یہ فلسفہ اکادمی کا فلسفہ تھا۔ اس اکادمی نے زمانہ مابعد کے رواقیوں پر خاص اثر ڈالا، اور یہی وہ رواقی تھے جنکے اصول سے رومن واقف ہوے۔ یہ بالکل صاف ہے کہ رواقیوں نے فرض شناسی کے خیال کی ترقی میں، جو اصول قانون کا ایک عنصر ہے، ضرور مدد دی ہوگی پنائیتیوس میں جسے رومن بہت کچھ مانتے تھے، دو رجحانات گویا آکر ملتے تھے ایک تو وہ رجحان جس کا مقصد اخلاقی فرائض کا تعین تھا اور دوسرا وہ جو اغلب ترین پہلو کی طرف جاتا تھا۔ قصہ مختصر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ روما کی عظیم ترین اور مفید ترین مخلوق، یعنی قانون روما، کے ارتقا میں مدد کرنا محض چند رومن اشعار پر اثر ڈالنے کے بہ نسبت یونانی تمدن کا کہیں بڑا کارنامہ تھا، اور اسی جہت سے سسرو کی تصانیف کو بڑی اہمیت دینی چاہئیے[1]۔

[1] اصول قانون کے لئے، دیکھو ہمارے دوسرے تصانیف کے مضامین "قانون اقوام" Jus gentium.

باب ۱۲

یونان میں فلسفہ تو موجود تھا، لیکن اصول قانون مفقود تھا (دیکھو جلد ۳ باب ۲ حاشیہ ۴) "اور بغیر کسی قسم کے اصول قانون کی زندگی عامّہ کیسے سرسبز ہوسکتی ہے؟ یہ روما ہی تھا جنے سب سے پہلے یہ مسئلہ دنیا کے سامنے پیش کیا کہ عدالتی تجاویز کا دارومدار محض فوری اثرات پر نہیں بلکہ عام اصول پر ہونا چاہیئے۔ رومن پریٹوروں نے دراصل تسلسل قانونی کا قاعدہ رائج کیا جسکے تحت مماثل مقدمات کے تجاویز دینے پر ایک ہی اصول کا انطباق ہونا چاہیئے لیکن مشکل یہ تھی کہ ابتدا میں انھوں نے خود اپنے ہی قانون کے مطابق فیصلے کئے جسکے باعث وہ غیر ملکیوں کیلئے قابل قبول نہیں تھے۔ اسپر انھوں نے اورمقننوں نے "قانون اقوام" و "قانون فطری" نکالا جسکا انطباق غیر رومنوں پر ہونے لگا، اور اسکے نکالنے میں انھوں نے یونانی فلسفے سے کام لیا۔ اس طرح ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا پر یونانی فلسفے کا احسان ہمیشہ ہمیش کے لئے ہوگیا۔ اگر رومانے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ قوانین کا انطباق چند خاص خاص معین اصول کے تحت ہونا چاہیئے تو یونانی فلسفے نے عادلوں کو یہ سکھایا کہ خاص خاص مقدمات کو عام قواعد کے تحت کیسے جمع کرنا چاہیئے۔

جب میں نے اس باب کے ابتدا میں یہ کہا تھا کہ یونان نے محض فنون لطیفہ کو لاطیوم میں رائج کرنے سے کہیں زیادہ کارنمایاں انجام دیا تو میرا مقصد رومن خانگی قوانین پر یونان کے انھی اثرات سے تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اور "رواقیین" (Stoici) یا ڈی میں اور موم سن: "قوانین مملکت" (Mommsen; Statsr ۳، ۲، ۲ - سٹاکیس: "قانون سلطنت" Reichrecht) صـ وغیرہ جہاں وہ ایک یونانی "قانون اقوام" کے کوششوں کا ذکر کرتا ہے؛ لیکن ووگٹ (Vorgt) کی طرح وہ یہ فرض کرتے وقت اپنی حد سے بڑھ جاتا ہے (صـ) کہ دوسری صدی ق م کے وسط سے یونانی مملکتوں نے تمام غیر ملکوں کو "قبضہ آراضی" اور "مناکحت" کی اجازت دیدی تھی ہر یونانی مملکت آخر تک آزاد رہی اور اگر بعض میں اس حد تک رواداری ہوتی بھی گئی ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ باقی نے بھی اتباع کیا ہوگا جس طرح کوئی قوم کسی رواج کو رفتہ رفتہ تسلیم کرلیتی ہے اور اسے یہ محسوس نہیں ہوتا کہ اسپر عمل کرنا اسکے لئے لازم ہے اسیطرح سے ایک عام یونانی "قانون اقوام" کی بنیاد محض آزادانہ قبول سے ہی ہوسکتی تھی۔ میرے نزدیک ہم سٹاکیس کی رائے کو صرف اس شرط کے ساتھ ان معنے کرکے تسلیم کرسکتے ہیں۔

باب بست و پنجم

ایشیا۔ سلطنت پرگامم پر روما کا قبضہ

مہرادیو پاتور کا عروج۔ کریمیہ کے یونانی

سنہ ۱۴۶ ق م تا سنہ ۹۱ ق م

اگر یونانی تاریخ کو سنہ ۱۴۶ ق م ہی میں ختم کر دیا جائے تو یہ کچھ ایسا ناواجب نہ ہوگا۔ یورپ میں تاراجی کورنتھ سے روما کی مخالفت میں یونانیوں کی قطعی بے بسی کا اظہار ہوتا ہے، اور تقریباً اسی زمانے میں سرزمین ایشیا میں مشرقیت کے حربے کے سامنے یونانی تمدن کو پیچھے کی طرف ہٹنا پڑتا ہے۔ تاہم یونانیوں کی سیاسی اہمیت کا اس سال کلیۃً خاتمہ نہیں ہوتا، اور اسکے بعد دوسری صدی ق م، اور خصوصاً پہلی صدی ق م تک روما ایشیائی یونان کا مالک نہیں بنتا تا آنکہ آخر کار وہ یونان کے پرانے رہبر ایتھنز کو نیچا دکھاتا ہے اور آخری مقدونی بادشاہی یعنی خود مقدونیہ کو بھی معدوم کر دیتا ہے۔ الغرض سنہ ۳۰ ق م تک یونانی اپنی سیاسی اہمیت مکمل طور پر نہیں کھوتے۔ اگر ہم یہ خیال کریں کہ سنہ ۱۴۶ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کے زمانے میں وہ کام مکمل ہوا تھا جسکا آغاز سنہ ۱۴۶ ق م میں ہوا تھا، تو ہم

باب ۲۱ اس عہد کو ارتقا کا عہد کہیں گے؛ یہ وہ عہد ہے جسمیں بعض مقدونوی ملوکتیں زندہ ہیں، لیکن انکی بھی نزع کی سی حالت ہے۔ اندرونی اعتبار سے ایشیا کے لئے رومن عہد کی ابتدا ہوچکی ہے لیکن خارجی اعتبار سے مقدونوی عہد ایک حد تک اب بھی برابر جاری ہے۔ لیکن ہمیں یہ واقعہ نظرانداز نہیں کرنا چاہئے کہ مہردادی جنگوں ہی میں رومن سیادت کے خلاف یونانی زندگی کے ردعمل کی ابتدا ہوئی تھی؛ چنانچہ اس کتاب کو سنہ ۳۰ ق م تک پہونچانا بغایت مناسب ہے، خصوصًا اس لئے کہ سلطنت روما کی تنظیم اس سنہ تک مکمل نہیں ہوی۔ ہماری دانست میں سنہ ۱۴۶ ق م سے سنہ ۳۰ ق م تک کا زمانہ بجائے تعمیری ہونے کے ایک انہدامی زمانہ ہے۔

سنہ ۱۴۶ ق م کے بعد یوروپی یونان نے رومنوں کو بالکل دق نہیں کیا، بلکہ جو کچھ بھی مشکلات تھیں وہ ایشیا کے کیفیات کی وجہ سے تھیں۔ [1] اس نواح میں روما کی تائید کا بیڑا سلطنت پرگامم نے اٹھایا تھا؛ جسپر سنہ ۱۵۹ ق م سے

[1] کیوپ (Kœpp) نے (Rh. Mus.) ۴۸، ۱۵۴ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اتالوس سوم اتالوس دوم کا بیٹا تھا۔

اتالوس کی جنگی تیاریاں؛ فرنکل ۲۴۶ - ۲۴۸ کے بموجب اتالوس کو اپنے پیشرو ہی کے عہد میں کچھ نہ کچھ حکومتی اقتدار حاصل ہوگیا تھا۔ ۲۴۹ کے بموجب اتالوس سوم کے موت کے بعد ہی پرگامم والوں نے اسکی وصیت کو تسلیم کرلیا۔

شاہی پرگامم اب صوبہ ایشیا بن جاتی ہے؛ ہرتزبرگ ۱، ۳۲۵ وغیرہ؛ مومسن: تاریخ روما ج ۳، ۵۱، ۱۱۱۔ اسکا ہم اسوقت تک تعین نہیں کرسکتے کہ اس وصیت نامے کے رو سے روما کو کیا کیا اقتدارات حاصل ہوگئے یا ابتدائی دور میں صوبہ کی کیا کیفیت تھی۔ مومسن (۳، ۵۴) کہتا ہے کہ رومنوں نے پرانے محاصل معاف کردیئے؛ رائناخ (۳ "مہرداد" ۸۳) کا خیال ہے کہ انھوں نے صرف اسکا "وعدہ" کیا؛ مومسن ۳، ۵۰۱ میں لکھا ہے کہ ابتدا میں ملک پر تقریبًا کوئی محصول عائد نہیں کیا گیا تھا۔

بمفیلیہ و پسیدیہ؛ مارکوارٹ: "انتظام مملکت" Marquardt : Staatsverw ۱، ۲۱۷، ۲۲۲۔

باب ۲۵

۲۸۳ لغایت ۲۴۰ ق م تک اتالوس دوم حکمراں تھا۔ اتالوس نے سیاسیات کی بھول بھلیاں نہایت دانشمندی سے عبور کرلی تھیں۔ اس نے نہایت مستعدی کے ساتھ فارناسیس شاہ پونتوس کی اس کوشش کو بارآور نہ ہونے دیا تھا کہ وہ پونتیس کے بیٹے کی (جو بعد میں اتالوس سوم بنا) حمایت کرے دیکھئے، ایک فلادیلفوس کے برادرانہ محبت اس انعام کی متقاضی تھی کہ اسکا بھانجہ (یا یوں کہو کہ اسکا بیٹا) تخت سے علٰحدہ کردیا جائے! اسنے کاپاوویسہ میں اریاراتھیس کا ساتھ دیا (دیکھو ابواب ۱۸ و ۱۹) اور ۱۵۶ لغایت ۱۵۴ ق م میں پروسیاس دوم کا نہ صرف مقابلہ کیا بلکہ ۱۴۹ ق م میں خود اسکے بیٹے نکومیدیس کے ہاتھوں اسکا کام تمام کرنے میں مدد و معاون ہوا۔ بعد ازاں اسنے دیمتریوس کے مخالفت میں اسکندر بالاس کو تخت شام پر بٹھایا اور رومنوں کو فیلقوس والیٔ مقدونیہ اور اکائیوں کے مقابلے میں مدد دی۔ اسکے بعد اس کا بھتیجا اتالوس سوم (۱۳۸ ق م) تخت پر بیٹھا، لیکن یہ ایک نااہل خودسر تھا اور اسکا شغل یا تو باغبانی تھا ورنہ موم کے مورتیاں ڈھالنا! یہی وہ شخص تھا جسنے اپنے بعد رومنوں کو اپنا وارث بناکر انھیں ہمیشہ کے لئے رہین منت کیا، اور رومنوں نے بلالحاظ اس امر کے کہ خود وصی کے ایک ناجائز بھائی ارسطونیکوس نامی تھا، انھوں نے اس ورثے کو قبول کرلیا اور اسکی تاویل یہ کی کہ اسکے بعد وہ نہ صرف پرگامم کے راجدھانی اور خزانے کے مالک بن جائینگے بلکہ اسکے مفروضہ دعاوی بھی انھیں ورثے میں پہونچیں گے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اتالوس کا اصلی خیال یہی تھا۔ یہ پرگامم کے خاندان کے خصائص میں سمجھنا چاہئے کہ جس انداز سے اسکی ابتدا ہوئی اسی سے اسکا اختتام بھی ہوگیا۔ اسکی ابتدا خانگی طرز سے یعنی فلے تائروس کے خزانہ اور روپیہ ضبن کرلینے سے ہوئی تھی۔ اسکے بعد پرگامم کے حکمرانوں نے اپنی دولت اور اپنے تدبر کے زور سے تاج شاہی اپنے سر پر رکھ لیا تھا؛ اب اس خانوادہ کے آخری تاجدار کو یہ خیال ہوگیا کہ اسکی حیثیت محض خانگی ہے اور اپنی خانگی ملک کی طرح اسنے اپنے ملک کو دوسروں کو دے ڈالا۔ اس نے نہ صرف روپیہ اور زمین رومنوں کے لئے چھوڑی بلکہ یونانی شہر بھی، اور رد ہا اپنی قدیم اعلیٰ وارفع حامی کی حیثیت سے اسقدر گر گیا تھا کہ اسنے یہ ہدیہ (جو صریحاً ناجائز

باب ۲۵

تھا) بلا تامل ورثہ قبول کرلیا حقیقت یہ ہے کہ پولی بوس جس صورت حال پر اسقدر رطب اللسان ہے وہ ایک بالکل جدید ہیئت اختیار کر رہی ہے۔ ساتھ ہی ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ صرف عدیدی گروہ ہی نہیں بلکہ عمومی گروہ بھی اس حکمت عملی میں ملوث نظر آتا تھا۔

لیکن ارسطونی کوس نے نہ صرف اپنا آبائی ورثہ طلب کیا بلکہ سمرنا کے قریب لیوکائے کے مقام پر اپنی سلطنت کا اعلان کردیا اور فوکیوں نے اسے تسلیم بھی کرلیا۔ لیکن دوسری اقوام نے اس سے منہ موڑلیا۔ چنانچہ ایفی سوس والوں نے اسے سمندر پر شکست دیدی اور اسے اندرون ملک میں بھگا دیا۔ اب وہ سب سے مظلوم طبقہ یعنی غلاموں کی طرف آیا اور انکا ایک لشکر مرتب کرکے میدان میں کود پڑا* اسنے کچھ تھریسی بھی جاملے اور انکی مدد سے اسنے تیاتیرا، اپولونس، کولوفون اور میندوس ہی نہیں بلکہ ساموس تک فتح کرلئے۔ اب روما کو مداخلت کے سوا چارہ کار نہیں تھا۔ لیکن انکی پہلی کوششوں میں روما کو سخت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ روما کا مہاپجاری لی کی نیوس کراسوس موکیانوس کو ارسطونی کوس نے شکست دی اور تھریسیوں نے ایک گروہ نے اسے گرفتار کرلیا، اور جب اسنے دیکھا کہ یہ بات روما کے لئے سخت ذلت کا باعث ہوگی کہ بربری اقوام اسکے مہاپجاری قیدی کی نمائش کریں تو اسنے جان بوجھ کر انہیں غصہ دلایا تاآنکہ انھوں نے اسکا کام تمام کردیا (سنہ ۱۳۰ ق م)۔ اسی زمانے میں ارسطونی کوس نے اریاراتیس پنجم شاہ کاپادوسیہ کا ایک معرکے میں خاتمہ کردیا۔ اب مارکوس پرپنا رومن سپہ سالار مقرر ہوا اور اسنے نہ صرف ارسطونی کوس کو شکست دیدی بلکہ اسے گرفتار بھی کرلیا۔ رومن ارسطونی کوس کو روما لے گئے اور وہاں اسکی گردن ماردیگئی۔ پرپنا کے انتقال کے بعد مارکوس اکوئی لیوس نے پرگامم کا یہ بندوبست کیا کہ میزیہ، لیدیہ، کاریہ اور جزائر کا تو ایک رومن صوبہ بنایا گیا اور اس کا

---

* واضح ہو کہ اس زمانے میں غلاموں کو اپنے حقوق کا احساس پیدا ہورہا تھا اور مشرق اور مغرب دونوں میں انکی قوت بڑھ رہی تھی (مثلاً دیکھو سسلی کی جنگ غلامان)۔ ارسطونی کوس والے اپنے آپکو ہیلیوپولیس یا "بلدیۂ آفتاب" کے باشندے کہتے تھے۔

نام ایشیا رکھا گیا؛ کیزی کوس اور رھوڈز پہلے کی طرح آزاد رہے؛ تیل می سوس عہدِت لیکیہ میں شامل ہو گیا؛ آتا لوسیوں کے تحریسی مقبوضات کا صوبہ مقدونیہ میں الحاق کیا گیا؛ ائی گینا پر خود رومنوں نے قبضہ کر لیا؛ لیکاؤنیہ اور (ابتدا میں) کلیکیہ اسپیرا کاپادوسیہ کے حوالے کئے گئے لیکن کچھ عرصہ بعد کلیکیہ اسپیرا پر روما نے قبضہ کر کے اسے آئندہ صوبہ کلیکیہ کا مرکز بنایا۔ یہ واقعہ سنہ ۱۰۳ ق م کا ہے جب مارکوس انتونیوس نے کلیکیہ والے بحری قزاقوں کے خلاف جنگ آزمائی کر کے انہیں نیچا دکھایا، اور اسی زمانے میں مفیلیہ اور پسیدیہ بھی کلیکیہ میں شامل کر لئے گئے بتھی نیہ اور پونتوس دونوں افروجیہ کبرائے پر یعنی ان ممالک پر جو بالائی میاندر ہیں یا جو افروجیہ پار وریوس کے سطح مرتفع پر واقع ہیں، دانت لگائے بیٹھے تھے۔ اب اکوئی لیوس نے اسے گویا نیلام پر چڑھا دیا اور چونکہ مہرداد نے سب سے زیادہ قیمت لگائی اس لئے بولی اسی کے نام ختم ہوئی لیکن روما نے اس تصفیہ پر صاد نہیں کیا، بلکہ اسکے بجائے کایوس گراکھوس نے ایک تجویز منظور کرائی کہ اس ملک کو آزاد ہونا چاہئے، جسکے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ یہ ایشیائی آبادی مالگذاری کے ان ٹھیکہ داروں کے حوالہ کر دیجائے جنہیں وہ مقرر کرے۔ روما کے طبقہ غربا کا یہ خیر خواہ اس جھگڑے میں جو طبقہ اعیان کے ساتھ برپا تھا صرف یہی کر سکتا تھا کہ کاروباری طبقہ یعنی نام نہاد مبازروں کو اپنا طرفدار بنالے، اور اس مقصد کے حصول کے لئے اسنے انکی طرف نہ صرف ان رومنوں کو ڈال دیا جنہیں عدالتوں میں مرافع کرنا تھے، بلکہ انکی طرف وہ سب غیر ملکی بھی گویا پھینک دیئے جنہیں وہ مہیا کر سکتا تھا۔ نہ صرف یہ کہ اسنے بجائے سیناتیوں کے مبازروں کو عادل مقرر کیا۔ بلکہ اس نے خاص طور پر یہ انتظام کیا کہ جدید صوبہ ایشیا کے مالگذاری کا ٹھیکہ خود روما میں نیلام کیا جائے؛ چونکہ روما کو یہ ورثے میں ملا تھا اور اسکا محاصل پر پورا قابو تھا، اس لئے اس ٹھیکے کے نیلام میں یونانی ملتوں کے حقوق کا مطلق کوئی دخل نہیں تھا، اور اس ٹھیکے کے مستحق روما کے کاروباری لوگ یعنی نام نہاد مبازر قرار پاتے تھے۔ اسکے جو نتائج نکلے ان پر ہم بعد میں بحث کرینگے۔

بہر حال یہ ملک تو شاہ پونتوس کے انگلیوں میں سے گویا پھسل گیا لیکن

باب ۱۸

اسے اسکے بعد دوسرے محاذوں میں کامیابیاں حاصل ہوئیں جنکی وجہ سے اسکے خاندان اور اسکے ملک کی اہمیت بڑھ گئی۔ ہم تیرھویں اور اٹھارویں باب میں شاہان پونتوس کی ابتدائی تاریخ بیان کر چکے ہیں۔ ہم دیکھ چکے کہ کتس تیس کے بعد اریوبرزان اول اور مہرداد دوم تخت پر بیٹھے جنکے بعد فرناکیس[1] نے (تقریباً سنہ ١٦٩ ق م سے) حکومت کرنی شروع کی اور اسکے بعد مہرداد سوم[2] "فلو پاتور فلادیلفوس یورگیتیس" جو غالباً فرناکیس کا بھائی تھا بادشاہ بنا۔ ہم یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ ان حکمرانوں نے رفتہ رفتہ ملک کے یونانی شہروں پر قبضہ کرلیا، جیسے سنہ ۲٧٩ ق م میں اماسترس، سنہ ۲۴۵ ق م سے پہلے امی سوس اور سنہ ۱۸۳ ق م میں اسنوف انکے قبضے میں آگیا۔ مہرداد سوم نے (سنہ ١٦٩-١٢١ ق م) ایک بیڑا تیار رکھا اور اپنی فوج کا سپہ سالار دوری لاؤس ساکن امی سوس کو بنایا۔ اسنے اپنا پائے تخت اماسیہ سے اسنوف کو منتقل کردیا اور دیلوس و ایتھنز کو تحفہ تحائف دیکر گویا یونانی تمدن کی ہمت افزائی کی۔ ساتھ ہی اسنے بتھنیہ کے خلاف اتالوس کی مدد کی، رومنوں کے ساتھ دوستی پیدا کرکے تیسری فنیقی جنگ میں انہیں کمک بھیجی اور ارسطونی کوس کے جنگ میں انکا طرفدار رہا۔ افروجیہ کبرے کے نکل جانے کے بعد اسے گویا معاوضے کے طور پر پیلے منیس شاہ پفلاگونیہ کے وصیت پر پورا ملک پفلاگونیہ ملگیا اور غلاطیہ میں بھی اسکا اثر بڑھ گیا؛ یہ بھی فرض کرلیا گیا ہے کہ رفتہ رفتہ اسے افروجیہ کبرے مل ہی گیا ہوگا۔ مین عروج کے زمانے میں اسکے بعض مصاحبوں نے اسے مار ڈالا اور اسطرح کم ازکم فی الوقت پونتوس کی ترقی میں رکاوٹ

---

[1] فرناکیس کا خاکہ یولی بیوس، ۲۷، ۱۵۔

[2] سنہ ۲۴۵ ق م سے پہلے ہی امی سوس کا پونتوس میں الحاق ہوگیا تھا؛ رائناش: "مہرداد"، ۴۔
مہرداد اعظم کے نسب کے متعلق دیکھو رائناش: "ترتین طوکیتیس"، ۷، اوغیرہ۔
رائناش ("مہرداد" ۴۴ ۵) افروجیہ کے ایک کتبے سے یہ استدلال کرتا ہے کہ مہرداد فلوپاتور فلادلفوس یورگیتیس نے افروجیہ کبرے پر قبضہ کرلیا؛ دیکھو تتمہ ۲ حاشیہ ۴۔

پیدا ہو گئی۔ اسنے وصیت کی کہ میرے بعد میری بیوی، جو غالباً انطاکوس ایپی فانیس باب ۱۵
شاہ سوریہ کی بیٹی تھی اپنے بچوں سمیت حکومت کرے۔[4] بادشاہ کے مرنے کے بعد اس ملکہ اور قاتلان شاہی نے ملکر کچھ مدت تک حکومت کی۔ یہ سب روما کے خیر خواہ تھے، اور معلوم ہوتا تھا کہ پرگامم، بتھی نیہ یا کاپادوسیہ کی طرح پونتوس بھی رومن توابع میں شامل ہو جائیگا۔ لیکن اس موقع پر بادشاہ کا بڑا لڑکا متھرادایس یوپاتور نمودار ہوتا ہے اور اسکے آتے ہی پانسا بالکل پلٹ جاتی ہے۔

متھرادایس یوپاتور ۱۳۲ ق م میں اسنوف میں پیدا ہوا تھا۔[5] وہ ذہنی اور جسمانی دونوں اعتبار سے ممتاز تھا اور اسے بچپن میں جو تعلیم دی گئی اسکی وجہ سے اسکی فطری قابلیتوں میں اور بھی زیادہ نشو ونما پیدا ہو گیا تھا۔ وہ ہر قسم کی جسمانی ورزشیں کر سکتا، ہر طرح کے علوم و فنون کو سیکھ سکتا اور پونتوس کی ہر ایک زبان بول سکتا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ خود اسکی ماں قاتلوں کی سازش میں شریک تھی جسکی وجہ سے خود اسے اپنی جان کا خطرہ محسوس ہونے لگا تھا، چنانچہ اسنے زہر کھانے اور انکے تریاق استعمال کرنے کی عادت ڈالنا شروع کی۔ جب اُسنے دیکھا کہ دربار میں اسکی جان سلامت نہیں رہے گی تو وہ (چودہ سال کی عمر میں) وہاں سے چلا گیا اور روایت کے بموجب سات برس تک پہاڑوں میں رہا گو تحقیقات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ عرصے تک وہ امی سوس بھی رہا۔ پھر [illegible]، وہ یکایک اسنوف آیا

---

[4] مہرداد کی ماں کے نام اور نسب کے لئے دیکھو رائناش: "تین ملوکتیں" Reinach : Trois Roy. ۱۷۸، ۱۷۹؛ "مہرداد" صفحہ ۵۱ حاشیہ ۵ جہاں رائناش بالکل صحیح استدلال کرتا ہے کہ لمصرون (امیسوس) کے جنوب میں جو شہر لاؤدق ہے وہ اسی لاؤدیس نے آباد کیا ہوگا؛ مقابلہ کرو رتر، ۱۸، ۱۸۴ اور رائناش: "مہرداد"، ۲۹۰ تختہ ۱، ۲ پر جو سکے بادشاہ کے ماں کے طرف منسوب کئے گئے ہیں انکی بابت بعض مبصروں نے مجھ سے یہ بات کہی ہے کہ پونتوس کے سکوں میں علی العموم اچھے پائے جاتے ہیں اور ان سکوں کا اچھے دھونا کم از کم نہایت ہی قابل توجہ ہے۔

[5] امہوف بلومر: "یونانی سکہ جات" Imhoof Blumer : Griech. Muenzen صفحہ ۲۹ عدد ۱۹۰؛ صفحہ ۳۹ میں یہ ثابت کرتا ہے کہ مہرداد صرف جنگل ہی میں نہیں (یوستی نوس، ۳۷، ۲) بلکہ امی سوس میں بھی رہا تھا۔

باب ۵۱ اور حکومت پر قبضہ کر کے اپنی ماں کو قید میں ڈال دیا جہاں وہ تھوڑے دن بعد مر گئی۔ اسنے اپنی بہن لاؤدیس کے ساتھ نکاح کر لیا۔ جب وہ تخت نشین ہوا ہے تو اسکی آبائی سلطنت کے حدود بہت تنگ ہو چکے تھے، غالطی آزاد ہو گئے تھے، ارمنستان صغیر اور بتھی نیہ پونٹوس کا علاقہ دبا بیٹھے تھے۔ لیکن عنان حکومت ہاتھ میں لیتے ہی اسنے قابل یونانیوں کو مامور کر کے گم شدہ اقتدار کو حاصل کرنا چاہا اور ایک نفیس فوج مرتب کی جسکا مرکز چھ ہزار کا ایک ایسا رسالہ تھا جو مقدونوی اصول پر مسلح تھا۔ مہرداد کو بہت جلد اس فوج کو کسوٹی پر رکھنے کا موقع مل گیا۔

ہوا یہ کہ کریمیہ کے یونانیوں نے اس سے مدد طلب کی[1]۔ اس جزیرہ نما کے مشرق میں پانتی کاپیوم کی ملطی نوآبادی تھی اور اس کے عین مقابل کیمیری بوسفوروس کے دوسری طرف فاناگوریہ نامی تیوس کی نوآبادی واقع تھی۔ یہ دونوں شہر دریائے ڈون کے دہانے کے دو شہروں یعنی تھیودوسیہ و تانائس سے پانچویں صدی ق م

---

[1] کیمیری بوسفوروس کے لئے دیکھو جلد ۱۔ اسمیں مفصلۂ ذیل اسناد کا اضافہ کرنا چاہیے: تی ریوں: "توروکیا خرسونیز میں یونانی بلدیات" Thirion : De Civitat. Græc. in Chers. taur. condit: پیرس ۱۸۸۴ء؛ بوخ: "مجموعہ نوشتہ جات یونان" Bœckh : C. I. Gr. ۲، ۸۰ وغیرہ؛ بیکر: "جزیرہ نما ہرقلیہ" Beoker : Die herakl. Halbinse ۱۸۵۶ء؛ بوسولٹ: "تاریخ یونان" ۱، ۸۸۵ وغیرہ؛ ژیل و ستیفانی: "کیمیری؛ بوسفوروس کے قدیمیات" Gill et Stephani Antiqu du Bosph. cimmerien ۳ جلد، پیٹرسبرگ، ۱۸۵۴ء، اشاعت جدید مرتبہ راناش پیرس ۱۸۹۲ء؛ کنداکوف، تولستوی و راناش: "قدیمیات روس جنوبی" (Kondakof, Tolstoi et Reinach : Antiqu.de la Russie meriod. پیرس ۱۸۹۱ء؛ رایے: "مطالعات آثاریات" Rayet : Etudes d'Archeol. پیرس ۱۸۸۸ء، ص ۱۸۹، ۲۲۸؛ راناش: "مہرداد" ص ۸ وغیرہ؛ لاتی شیف: "بحر اسود کے شمالی ساحل کے قدیم نوشتے" Latyschev : Inscr. ant. oræ septentr. Ponti Eux. جلد ۱، پیٹرسبرگ ۱۸۸۵ء اولبیہ والا نوشتہ مجموعہ نوشتہ جات یونان ۲، ۳۵ = ڈٹن برگر ۲۴۸۔ نیز دیکھو مارکوارٹ ۲، ۱۵۰۔ خرسونیز کا محل وقوع، کیپرٹ: "نقشہ یونان" Kiepert : Atlas von Hellas نیو کطلیموس کا منارہ، راناش: مہرداد ۸۶ ۔

باب ۲۵ میں مل گئے تھے اور اس سلطنت بوسفوروس پر جسکے ایتھنز کے ساتھ نہایت قریب کے تعلقات تھے، پہلے تو یونانی خاندان ارخیانتیاں اور اسکے بعد تھریسی خاندان اسپارٹوکیاں تخت پر بیٹھا (دیکھو جلد ۲ باب). جزیرہ نما کے مغرب میں ہرقلیہ پونتیکا کے دوریسیوں نے پانچویں صدی ق م میں شہر خرسونیز اس موقعہ پر آباد کیا تھا جہاں توری قوم اپنی خونی دیبی ارتمیس کی پوجا کرتے تھے لیکن تیسری صدی ق م ہی سے ان یونانی نوآبادیوں کے اقتدار میں برابر کمی ہو رہی تھی اور جب ایتھنز انکا پشت و پناہ نہیں رہا، اور مصری غلہ نے بحر اسود کے غلے کا مقابلہ کرنا شروع کیا تو کریمیہ کے یونانیوں کو بڑا بھاری دھکا لگا اور جزیرہ نما کے بربریوں یعنی توریوں اور اسکیتھیوں نے انپر دباؤ ڈالنا شروع کیا۔ بحر اسود کے مغربی سمت والے یونانیوں کا بھی یہی حشر ہوا، چنانچہ اولبیہ میں ایک نوشتہ برآمد ہوا ہے جسمیں ان شہریوں کی تعریف و توصیف کی گئی ہے جنھوں نے اس شہر کے حفاظت میں بڑی بڑی قربانیاں کی تھیں۔ پانتی کاپیوم میں شاہ پے ری ساڈیس کو ایک اسکیتھی شہزادے مسمی ساؤماکوس کو اپنا والی و وارث بنانا پڑا۔ اسکیتھی حکمران سکی لوروس کے اسی بیٹے تھے، اور اسنے انھیں بندھی ہوئی جھاڑو کا قصہ سنا کر اتفاق و اتحاد کی تعلیم دی، چنانچہ (اپنے باپ کے بعد) وہ سب اپنے بڑے بھائی پلاکوس کے علم کے نیچے آ گئے۔ ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ توریہ میں یونانی تمدن کا ستارہ گردش میں تھا اور کسی جگہ سے مدد کی امید نہیں تھی۔ اس موقع پر لوگوں نے دیکھا کہ مہرداد غایت مستعدی کے ساتھ اپنی سلطنت کو منظم کر رہا ہے جس کی وجہ سے اس سے نئی نئی امیدیں بندھنے لگیں اور اس سے مدد کے لئے التجا کی گئی۔ بحر اسود کے شمالی اور جنوبی ساحلوں کے درمیان مدت دراز سے رسل و رسائل جاری تھے اور اسکی وجہ یہ تھی کہ پانتی کاپیوم اور مہرداد کے پائے تخت اسنوف کے مابین نسلی رشتہ تھا۔ خرسونیز نے علی الاعلان شاہ پونتوس کی سیادت کو تسلیم کرنا منظور کیا، اور پے ری ساڈیس نے، جو اسکیتھیوں کے چنگل میں پھنس گیا تھا، خفیہ طور پر شاہ پونتوس سے کہلوا بھیجا کہ میں تمھیں اپنا وارث بنا سکتا ہوں۔ الغرض مہرداد نے کریمیہ میں ایک مہم سر کرنے کا تہیہ کر لیا اور اسکا کام دیوفانتوس ساکن اسنوف کے سپرد کر دیا۔ دیوفانتوس نے توریوں کو شکست دیکر انپر مستقلاً

باب ۱۵ حکومت کرنیکے لئے شہر یوپاتوریہ آباد کیا اور خود سنہ ۱۱۰ ق م میں ایشیا واپس آگیا لیکن اسکے پیٹھ موڑتے ہی حملے کی تجدید کردی اور خرسونیز نے دوسری دفعہ پونتوس کی مدد مانگی۔ دیوفانتوس پھر واپس گیا اور بار بار سیتھیوں اور روکسولانیوں کو شکست دی چنانچہ پالاکوس رو بھاگ گیا۔ لیکن اب سوماکوس نے سیتھی ساویس کو قتل کردیا اور خود پانتی کاپیوم کا بادشاہ بن بیٹھا لیکن جلد ہی ردّعمل بھی شروع ہو گیا۔ غالباً سنہ ۱۰۷ ق م میں دیوفانتوس نے تھیودوسیہ اور پانتی کاپیوم کو فتح کیا اور مہرداد "قائد" خرسونیز وشاہ بوسفوروس منتخب ہو گیا۔ اسے اسوقت تک اخلاقی و مادی دونوں طرح کی کامیابیاں ہوئی تھیں۔ اسنے یونانیوں کو بربریوں کے ہاتھوں تاراجی سے بچایا تھا چنانچہ اسکے معاوضے میں انھوں نے اسے دوسو تالنت سالانہ اور ایک لاکھ اسی ہزار پیمانے غلہ کے (جنکی قیمت تقریباً ۲۰۰ تالنت ہوتی) دینے کا وعدہ کیا۔

اسکی آئندہ کامیابیوں کو تاریخ کا صحیح تعین نہیں کیا جاسکتا، مگر ہمیں یہ معلوم ہے کہ انمیں سے اکثر بحیرۂ اسود کے شمالی ساحل پر ہوئی تھیں۔ یہاں دریائے تیراس (نیستر) کے دہانے پر جو منارہ نیوپطلیموس کے نام پر موسوم تھا اس سے ایک ایسے سپہ سالار کے نام کی یاد تازہ ہوتی تھی جو مہرداد کے فوج میں ملازم تھا۔ اس نواح میں جو سارماتی (روکسولانی، شاہی سارماتی، یازیگی) رہتے تھے وہ اور بستارنی بادشاہ کے دوست بن گئے چنانچہ اول الذکر نے شہ سواری میں اور ثانی الذکر نے پیدل فوج میں اپنے جوہر دکھائے۔ اودیسوس کے سکوں اور استروس، تومی، اور اپولونیہ نے رومنوں کے حملے کی جو مدافعت کی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوہ بلقان کے شمال میں تھریسی ساحل پر جو یونانی تھے وہ اسکے طرفدار تھے[۶] کریمیہ کے مشرق میں اسکا قابو صرف میدان کے رہنے والے سندیوں پر تھا اور کوہ قاف کے ناہموار ڈھال پر اسکا کوئی اثر نہیں تھا۔ اسکے برعکس اسنے کولخس اور دریائے فاسس (مانگریلیہ) کے وادی پر (جہاں ساحل یونانی بلدیات دیوسکوریاس و فاسس واقع تھے) قبضہ

---

[۶] اودیسوس کے سکوں پر سکندر کا سر مہرداد کے سر کے مانند ہے؛ راسٹاش : دورتین ملوکیتیس ص ۱۹۶۔

باب ۲۵

کر لیا۔ اسنے دریائے کورش کے بالائی حصے یعنی کوخس کے مشرق میں جو قبیلے آباد تھے انکے ساتھ اور ارمستان کبیر و اتروپاتینے کیساتھ تجارتی عہدنامے کئے اور راجی پاتر شاہ ارمستان صغیر کے وصیت نامے کی رو سے یہ ملک، جو ہالیس، لیکوس اور فرات کے درمیان ایک قدرتی نقطہ مدافعت تھا، اسکے قبضے میں آگیا، جسکے بعد اس ملک کے ناقابل عبور پہاڑی قلعوں پر اسنے اپنے خزانے تعمیر کئے۔ اس طرح پونطوس گویا اسکا غلہ کا گودام تھا، کوخس ایک سلاح خانہ جنمیں لکڑی، تارکول اور سن کی کمی نہ تھی اور ارمستان صغیر اسکا قلعہ۔ وہ اپنے جہازوں کے ذریعے سے بحر اسود کو قابو میں رکھتا تھا، اور اس کا شہر اسنوف ایک بحری مرکز اور پایہ تخت تھا۔ اس سلطنت کا نام پونتوس بالکل ٹھیک تھا اور بلاشبہ مہرداد اپنے کارناموں سے پوری طور پر مطمئن تھا۔ لیکن سکندر اعظم کی طرح وہ "ھل من مزید" کا خواہاں رہتا تھا اور اسکی آرزو یہ تھی کہ ایشیائے کوچک کے مغرب اور جنوب میں اپنی سلطنت کو پھیلائے۔

کہتے ہیں کہ قبل اسکے کہ اس مقصد کے حصول کیلئے وہ جنگ جاری کرے، اسنے ملک کے ایک حصے کا سفر کیا، اور جو کچھ اس نے اس جزیرے نما کے مختلف حصوں میں دیکھا اس سے یقیناً اسکا میلان مہم کی طرف اور بھی زیادہ ہوگیا۔ روما اب وہ پرانا زبردست روما نہیں رہا تھا جسکی سب عزت کرتے تھے اور جس سے سب لرزہ براندام ہوتے تھے، اب وہ پرانا روما نہیں تھا جو اپنی شہری خصائص کیوجہ سے ممالک غیر کے نظروں میں ممتاز تھا۔ روما کے ایشیائے علاقے دو اضلاع میں منقسم تھے، یعنی ایشیا و کلیکیہ۔ کلیکیہ کے پروپرتور کے فرائض میں سے ایک یہ فرض بھی تھا کہ وہ طاروس اور جنوبی ساحل کے بے شمار خلیجوں کی بحری قزاقوں سے نگرانی کرتا رہے لیکن چونکہ اسکے پاس بیڑہ نہیں تھا اسلئے وہ کچھ بھی نہیں کرسکتا تھا؛ جس کی وجہ سے بحری قزاقی پہلے سے بھی زیادہ فروغ پر تھی اور اب یہ بحری قزاق شاہ پونتوس کے اعلیٰ درجہ کے حلیف بن گئے۔ اسی طرح ایشیا کا پروپرتور ایک دوسرے سبب سے بالکل بے اقتدار تھا۔ کایوس گراکھوس نے روما کے عدالتیں اور ایشیا کے محاصل دونوں رومی مالیاتی سرتاجوں کے حوالہ کردیئے تھے۔ محاصل کے

باب ۲۵ ٹھیکہ داروں کی حیثیت سے انھوں نے ایشیا کے باشندوں کی خوب لوٹ مار کی اور ان لوگونکو سزائیں دلوانے میں مطلق باک نہیں کیا جو انہیں انکے جلب زر میں ذرا بھی سد راہ ہوگئے تھے۔ اس قسم کا برتاؤ بعض بہترین رومن شہریوں کے ساتھ کیا گیا جیسے کونتوس موکیوس سکائے وولا جو بعد میں چلکر بہا پجاری بنا، اور جو تقریباً سنہ ۹۸ ق م میں ایشیا کا پرو کانسل تھا، اور اسکا نائب روتی لیوس روفوس جو خود روما کا کانسل رہ چکا تھا۔ ان لوگوں نے ایشیا کے محاصل ٹھیکہ داروں کے بدعملیوں کو روکنے کی کوشش کی تھی جسکی وجہ سے روتی لیوس پر روما میں تغلب کا مقدمہ دائر کیا گیا—

باوجود اسکی واقعی بے گناہی اور خود موکیوس کی وکالت کے اسے مجرم گردانا گیا جسکی وجہ آخر کار اسے ایشیا میں جلاوطن ہونا پڑا اور یہاں کے لوگ اس سے بخوبی واقف تھے اور اسکے معترف تھے۔ صرف ٹھیکہ دار ہی ایشیا کو تاراج نہیں کررہے تھے بلکہ روما کے جو مستقل عہدہ دار ایشیا میں تھے وہ نذرانے لیکر اور بڑی شرح سود پر لوگونکو روپیہ دیکر ایشیائیوں کو بیحد دق کرتے تھے۔ الغرض اگر کوئی قابل نجات دہندہ آتا تو ایشیا والے نہایت خوشی سے روما کا جوا اپنی گردنوں سے اتار کر پھینک دیتے۔ کسی حوصلہ مند فاتح کیلئے دوسری مملکتیں کسی نوع سے سد راہ نہیں بن سکتی تھیں اسلئے کہ یہ فاتح آسانی سے انہیں یہ کہہ کر اپنی طرف کرسکتا تھا کہ وہ روما کے خلاف ان سب کو حمایت کرنا چاہتا ہے۔ اس کلیہ میں آزاد تجارتی جمہوریتیں مثلاً ہرقلیہ کیزیکوس اور رھوڈز شامل نہیں تھیں اسلئے کہ انپر اسقدر ظلم نہیں کئے گئے تھے کہ وہ روما کے خلاف سر اٹھانے کی ضرورت سمجھیں۔ اسی طرح غلاطیوں پر بھی بہت کم انحصار کیا جاسکتا تھا اس لئے ان پر بھی مدت دراز سے رومنوں نے مظالم نہیں کئے تھے۔ اس کے برعکس نیم بربری ریاستیں یعنی بتھی نیہ پفلاگونیہ اور کاپادوسیہ پونتوس سے خواہ جبراً ورنہ ترکیب ملنے سے مل سکتی تھیں۔ پفلاگونیہ اپنے حکمرانوں کے تعدد کی وجہ سے کمزور تھی؛ کاپادوسیہ بھی کمزور تھی لیکن اسکی کمزوری کے اسباب دوسرے تھے۔ اسکے بادشاہ اریارا تھیس فلوپاتور یوسے بیس کے موت کے بعد جو سنہ ۱۳۰ ق م میں ارسطونی کوس والی جنگ میں واقع ہوئی، اس ملک میں بڑا بھاری خلفشار رچ گیا۔ اسکے بعد چونکہ اسکی بیوہ نیسہ عنان حکومت خود اپنے قبضے میں رکھنا چاہتی تھی اسلئے اس نے خود اپنے پانچ بیٹوں کو قتل کروا ڈالا لیکن سنہ ۱۲۵ ق م

باب ۲۵ میں اس ملک کے تخت پر اریا راتھیس ایپی فانیس بیٹھا اور یہ وہی اریا راتھیس تھا جسکی بیوی لاؤدکیس مہرداد شاہ پونتوس کی بہن تھی۔ اس نے سنہ ۱۱۱ ق م تک حکومت کی لیکن اس سال میں ایک شخص مسمی گوردیوس نے اسے قتل کر دیا۔ اس جرم کے ارتکاب کے بعد گوردیوس مہرداد کے پاس چلا جاتا ہے اور اس کے دربار میں بہت بڑا رسوخ حاصل کر لیتا ہے، اور اریا راتھیس فیلومیتور اپنی ماں لاؤدکیس کے تولیت میں کاپادوسیہ کے تخت پر بیٹھتا ہے۔ الغرض مہرداد کے لئے کاپادوسیہ کا حصول ناممکن تھا۔ بتھی نیہ میں نکومدیس دوم ایپی فانیس حکمران تھا۔ سنہ ۹۴ ق م میں اس شخص نے اپنے باپ کو قتل کرا دیا اسلئے کہ باپ اسے قتل کرانا چاہتا تھا، اور اسی طرح وہ تخت پر بیٹھ گیا۔ وہ ایک نہایت بدکردار شخص تھا، اور بظاہر رومنوں کا دوست بنتا تھا، لیکن چونکہ رومنوں نے ارسطونی کوس کے مخالفت کے انعام میں اسے افروجیہ کبرے نہیں دی تھی اسلئے اسے رومنوں سے پرخاش تھی اسکے پاس ایک اچھی فوج اور ایک بیڑا تھا اور بعض دولتمند یونانی شہر بھی اسکے قبضے میں تھے، چنانچہ یہ ممکن تھا کہ نکومدیس کو روما کا مدمقابل بنا لیا جائے اور یہ نہیں تو کم از کم ایشیائے کوچک کے دوسرے مملکتوں کے خلاف تو اسے کامیابی کا بہت کچھ موقع تھا۔ تاہم ان سب حلیفوں سمیت بھی روما کے مقابلے میں ہتھیار اٹھانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔ یہ سچ ہے کہ دوسری صدی ق م کے اختتام پر اس عظیم الشان جمہوریہ پر کمبری اور تیوتونیس اسقدر دباؤ ڈال رہے تھے کہ مہرداد انکا میدان میں کامیابی کی امید لیکر مقابلہ کر سکتا تھا۔ مگر مشکل یہ تھی کہ اس نے پوری طور پر تیاریاں نہیں کی تھیں اور دوسرے وہ رومنوں کا ہمسایہ تک نہیں تھا۔ الغرض سنہ ۹۰ ق م تک مہرداد نے رومنوں کے ساتھ جنگ نہیں چھیڑی۔ سنہ ۱۰۵ ق م سے سنہ ۹۰ ق م تک وہ روما سے جنگ آزمائی کا براہ راست خواہشمند نہ تھا، بلکہ اسکے مقابلے میں صرف ایشیائی حکمراں ہی براہ راست ایستادہ تھے۔ سنہ ۱۰۵ ق م میں مہرداد اور نکومدیس کے مابین مفاہمت ہو گئی اور اسکے بعد دونوں نے پفلاگونیہ پر چھاپا مار کر اسکی آپس میں تقسیم کر لی جسپر وہاں کے حکمرانوں نے روما سے مدد کی التجا کی۔ اسیطرح سکی لوردس کے بیٹوں نے بھی

باب ۲۵

وست استمداد اسی طرف بڑھایا۔ رومنوں نے اسکیشیوں کی طرف سے دونوں بادشاہوں کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی اور کہا کہ یورپ والوں کے لئے ہے جس سے انیسویں صدی عیسوی کے "اصول منرو" کی یاد تازہ ہوتی ہے [ث] باوجود اس کے مہرداد و نکومدیس نے صرف اپنی فتوحات ہی پر اپنا قبضہ نہیں رکھا بلکہ غالطیہ کو بھی اپنی حمایت میں لے لیا۔ لیکن اسکے بعد انہیں آپس میں جھگڑا ہوگیا جسمیں مہرداد کو زک ملی۔ نکومدیس نے کاپادوسیہ پر حملہ کرکے خود لاؤدیس کے ساتھ نکاح کرلیا اور اسطرح ایک ہی وار میں ملک کا ملک اپنے قبضہ میں لے لیا۔ لیکن اب مہرداد اس ملک پر ٹوٹ پڑا، نکومدیس کو یہاں سے نکال دیا اور اسکی جگہ اسکے بھتیجے اریاراتھیس ہفتم "فلومیتور" کو تخت پر بٹھا دیا لیکن جب اس نے اسکا مطالبہ کیا کہ گوردیوس کو کاپادوسیہ واپس آنے کی اجازت ملنی چاہئے تو نوعمر بادشاہ کو یہ ہراس ہوگیا کہ کہیں اسکی قسمت اپنے باپ کی قسمت کے ساتھ وابستہ نہ ہو، چنانچہ یہ ہمت کرکے اپنے ماموں کی مخالفت پر کمربستہ ہوگیا اور ایک فوج لیکر اسکے مقابلے کے لئے چلا۔ لیکن مہرداد نے اسے دہوکا دیکر گفتگو کرنے کے لئے بلالیا اور خود اپنے ہاتھ سے اسکا کام تمام کردیا۔ کہتے ہیں کہ اسکے جدامجد مہرداد نے اریاراتھیس کے مفروضہ جد داتامیس کو بالکل اسی طرح سے قتل کیا تھا [ث]۔ اب مہرداد نے اپنے ایک ہشت سالہ بیٹے کو، جسے اسنے کاپادوسیہ کے ایک سابق بادشاہ اریاراتھیس کے اولاد سے بتایا، یہاں کے تخت پر بٹھایا اور گوردیوس کو وزیر مملکت بنادیا۔ لاؤدیس کے ایک دوسرے بیٹے نے کاپادوسیہ فتح کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کامیابی نہیں ہوئی اور وہ خود کام آیا۔ اس طرح اریاراتھیس کے خاندان کا بالکل ہی

ث رومنوں کا "اصول منرو"؛ اپیان: "مہرداد" (.App. Mithr) ۱۳۔ انطاکوس سوم کے ساتھ بھی یہی اصول برتا گیا؛ دیکھو اوپر باب ۔

ث کورنے لیوس نیپوس کی حیات داتامیس (.Corn. Nep. Dat) ارپکتس تیس کے ہاتھوں داتامیس کے قتل کا جو تذکرہ ہے اسکی عین وہی شکل ہے جو یوستی نوس ۲۸، ایپی پاتور کے ہاتھوں اریاراتھیس کے قتل کی دی ہوئی ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان دونوں میں سے ایک بیان محض مصنوعی ہے؟

خاتمہ ہوگیا۔ اسمیں شک نہیں کہ لاؤدیس نے روما والوں سے کہا کہ میلا ایک تیسرا بیٹا بھی ہے اور ان سے التجا کی وہ اسے کاپادوسیہ کے تخت پر بٹھائیں، لیکن اسکا رومنوں نے منصفانہ جواب دیا کہ پفلاگونیہ اور کاپادوسیہ والوں کو اپنے حکمران خود منتخب کرنے کا پورا حق ہے۔ اسپر پفلاگونیہ والوں نے تو اپنی پرانی طرز حکومت کا احیاء کیا اور کاپادوسیہ والوں نے ایک عالی خاندان شخص اریوبرزان فلورومایوس کو سنہ ۹۵ ق م میں اپنا بادشاہ بنالیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر مہرداد نے اپنے منصوبوں کو اٹھا رکھا اور اپنے بیٹے اور گوردیوس دونوں کو واپس بلالیا۔ باب ۲۵

دیار مغربی میں اسکی قسمت نے یاوری نہیں کی لیکن مشرق میں اسے کامیابی حاصل ہوئی۔ مدت دراز سے ارمنی قوم، جو افروجیوں کے ہم جد تھی، چاروں طرف پھیل رہی تھی[۹] مگر انہیں اب آزادی حاصل نہیں تھی اسلئے کہ یہ پہلے تو ایران کے اور اسکے بعد سلیوکیوں کے باجگزار بن گئے تھے، اور صرف جنگ مگنیشیہ کے بعد ہی ارتخیاس

۹ تیگرانیس سے پہلے ارمنستان کی تاریخ بالکل غیر متعین ہے۔ دیکھو راناش: "مہرداد" ص ۱۰۴؛ بابلون: شاہان سوریہ ص cci؛ فون گٹشمد: "تاریخ ایران" Von Gutschmid : Gesch Irans ۸۰۔
آخر الذکر مورخ کہتا ہے "اس سے پہلی ایک جنگ میں اس ملک (یعنی ارمنستان کبیر) کے بادشاہ کو مجبوراً اپنے بیٹے تیگرانیس دوم کو بطور یرغمال پارتھیوں کے حوالہ کرنا پڑا تھا۔ بعد ازاں شاہ پارتھیا نے ارتاوسدس اول شاہ ارمنستان کے خلاف (جو شاید تیگرانیس کا بھائی ہوگا) اس بیٹے کا ساتھ دیا اور سنہ ۹۴ ق م میں اس کو اپنے آباؤ اجداد کے تخت پر بزور شمشیر بٹھا دیا۔" لیکن واقعات یہ ہیں کہ یوستی نوس ۴۲، ۲ کے بموجب مہرداد اعظم شاہ پارتھیا نے ارتاوسدیس شاہ ارمنستان سے جنگ چھیڑی، اور یوستی نوس ۳۸، ۳ کے مطابق تیگرانیس پارتھیا میں یرغمال تھا۔ اس کے علاوہ جو کچھ راناش اور فون گٹشمد لکھتے ہیں وہ بس خیالات کا مجموعہ ہے۔ مثلاً راناش کہتا ہے کہ ارتاوسدیس کے شکست کے بعد تیگرانیس یرغمال بن کر پارتھیا گیا، اور فون گٹشمد کا قول ہے کہ وہ عین اس موقعہ پر واپس آگیا ہماری رائے میں ان دونوں میں سے کوئی بھی حق پر ہوسکتا ہے، اور چونکہ یوستی نوس خود بھی قابل انحصار نہیں اسلئے شاید ان میں سے کوئی بھی حق پر نہیں ہے۔

باب ۲۵ تو ارمنستان کبیر میں (جہاں شہر ارتکسا تا اس مقام پر آباد ہوا جو ہنی بعل نے اسکے لئے مختص کی تھی) اور زریادرس مغربی حصے میں جسے صوفینے کہتے تھے۔ خودمختار بن گئے۔ ارمنستان کبیر کے تخت پر ۹۵ سنہ ق م میں تیگرانیس بیٹھا تیگرانیس ۱۴۰ سنہ ق م میں پیدا ہوا تھا اور گو وہ مستعد تھا لیکن ساتھ ہی بے اصول بھی تھا اسنے مہرداد کی بیٹی قلوپترا سے شادی کی اور اپنے خسر کے کہنے سے پہلے تو صوفینے کو مغلوب کیا اور پھر کاپادوسیہ پر قبضہ کرکے وہاں گوردیوس کو متولی سلطنت بنا دیا۔ اس طرح گویا مہرداد کا گویا اتنا ہی اثر ہو گیا جتنا پہلے تھا، لیکن اس مرتبہ بھی اسکی کامیابی کے اثرات کو استقلال نصیب نہیں ہوا۔ اریوبرزان نے فرار ہو کر سیدھی روما کی راہ لی اور اسکے استغاثہ پر مجلس سینات نے کلیکیہ کے پروپریتور کورنے لیوس سولا کو اسکے ازسرنو تخت نشیں کرنے کا حکم دیا۔ سولا اس کے مطابق دریائے فرات تک آگے بڑھا جہاں اسے ایک پارتھی سفیر خوش آمدید کہنے کی غرض سے اسے ملا۔ اس ملاقات میں سولا خود ایک مرتفع تخت پر بیٹھا اور اپنے ایک طرف شاہ کاپادوسیہ کو اور دوسرے جانب سفیر پارتھیا کو بٹھایا۔ جب یہ سفیر واپس پارتھیا گیا تو اسے اس الزام پر سزائے موت دیگئی کہ اسنے اپنے ملک و مالک کے مرتبہ کا لحاظ نہیں رکھا تھا۔ اس موقع پر بظاہر تو صرف ارمنستان کو مغلوب کیا گیا لیکن دراصل مہرداد کے اقتدار کو بھی زک پہونچی اسلئے کہ گوردیوس کے قبضے میں جو زمام حکومت تھی وہ مہرداد ہی کے وجہ سے تھی۔ لیکن بالفعل مہرداد نے اپنے غصے کا اظہار نہیں ہونے دیا۔

یادداشت

سنہ ۱۲۶ ق م کے بعد کی بالخصوص سنہ ۶۳ ق م کے بعد کے زمانے کی

باب ۲۵

اسناد :- پوسید ونیوس ساکن اپامیہ؛ دیکھو اوپر باب ۲۳، حاشیہ ۱۱۔

سولا کے دوست ارخیاس ساکن انطاکیہ کے اشعار جو اسنے کمبری اور مہرداد کی جنگوں پر لکھے تھے محض واقعات تک محدود نہیں تھے۔ وہ لوکولوس کے ساتھ گیا تھا، اور زمانہ مابعد کے مصنفوں نے اسی سے لوکولوس کے مہم کے بابت وہ دلکش حالات اخذ کئے جو اب ہمیں ملتے ہیں؛ دیکھو رائناش: "مہرداد" Reinach : Mithr ۴۲۷۔

جو تعلقات ارخیاس کے لوکولوس کے ساتھ تھے اسی قسم کے تعلقات تھیوفانیس ساکن متی لنہ کے پومپی کے ساتھ تھے اور اسی طرح اسنے بھی اپنے دوست کی تعریف میں قصائد لکھے۔ تھیوفانیس ہمیشہ حق پسند نہیں نظر آتا۔

پومپی کے اعلانات اور سولا کے یادداشتیں دونوں میں تکبر و تفاخر کی کیفیت پائی جاتی ہے؛ انہیں سے خیرونیہ کے یادداشتیں قابل لحاظ ہیں؛ انہیں لکھا ہے کہ جنگ میں ایک لاکھ بیس ہزار دشمن اور صرف چودہ رومن کام آئے؛ پلوٹارک: "سولا" Plut. Sulla ۱۹۔ اسکے برعکس رومی لیوس روفوس؛ جسکے تذکروں سے اپیان نے اخذ کیا، واقعات پر مبنی تھے۔ ہمیں افسوس ہے کہ پلوٹارک نے لوکولوس کے سوانح عمری میں سالست کے جن "وقائع" Sallust : Historiæ سے سند لی ہے وہ اب مفقود ہو چکے ہیں۔

عہد آگستس کے متعلق مفصلہ ذیل کا ذکر مناسب ہے: فلوروس، یوتروپیوس اور وزیلوس، جنہوں نے لیوی کی تلخیص کی؛ دیکھو رائناش: "مہرداد" (Reinach : Mithr ۴۲۱ وغیرہ؛ نیز لوسی نوس کے مخلصات و "مقدمات" (Prologi) میں تروگوس پومپی کے تصنیفات جنہیں معاملات مشرقیہ کے بابت لیوی کا تتمہ سمجھنا چاہئے؛ دیودوروس؛ شاہ ہیرود کا محرر نکولاؤس ساکن دمشق؛ جسنے ۱۴۴ جلدوں میں ایک تاریخ عالم (Historia Katholike) لکھی؛ مقابلہ کرو میولر ۳، ۳۴۳ وغیرہ؛ رائناش: "مہرداد" ۴۲۷؛ شیورر: "تاریخ قوم یہود" (Schuerer : Gesch. der jued volkes) ۱، $\frac{۴۲}{۴۹}$؛ استرابو ساکن اماسیہ جسنے پولی بیوس کے سلسلے میں ۱۴۶ تا ۱۲۴ق م کے واقعات "یادداشتہائے تاریخی" (Hypomnemata historika)

باب ۲۵

کے ۷، ۴ جلدوں میں درج کئے۔ قدما اسکی اتنی قدر نہیں کرتے تھے جتنی پوسئیدونیوس جیسے تیز طبیعت اور نکولاوس جیسے مہذب و متین مورخ کی۔ پؤ دا نخ (قیصر بممالک شرقیہ" (Cæsar ın Oriente) لائپزگ ۱۸۸۸ء صفحہ ۱۹) کا خیال ہے کہ قیصر کے مہمات شرقیہ (سنہ ۴۸ ق م) کے لئے وہی پلوٹارک اور اپیان کی سند تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ پلوتارک نے اپنی حیات کے لئے سولا و سالست میں سولا کے یادداشتوں، حیات لوکولوس کے لئے آرخیاس کا اور حیات پومپی کے لئے تھیوفانیس کا اتباع کیا ہے۔ جنگ مہردادی کے لئے اپیان کے اسناد پہلے تولیوی اور اسکے بعد نکولاوس معلوم ہوتے ہیں۔

دیون کاسیوس نے پہلے تولیوی اور پھر سالست کا مطالعہ کیا تھا۔ شامی اور یہودی تاریخ کے لئے دیکھو شیورر، "تاریخ قوم یہود" جلد ۱ تمہید۔

اس عہد کی سب سے نفیس تاریخ رائناش کی کتاب "مہردادیوپاتور، شاہ پونتوس" (Reinach : Mıthridate Eupator, Roi du Pont)، پیرس ۱۸۹۰ء ہے، میں نے اسکے نہایت نفیس ترتیب مضامین کا اتباع کیا ہے۔ اس کتاب میں ہر ایک واقعہ کی سند دی ہوئی ہے چنانچہ میں ناظرین کرام کی توجہ اسی طرف مبذول کرونگا سوریہ کے لئے دیکھو بابلوں: "شاہان سوریہ" (Babelon : Dois de syrie) شیورر "تاریخ قوم یہود" اور کون: "اضافہ جات بہ تاریخ سلیوکیان" (Kuhn ; Beitrage Z. Gesch des Seleuk. ۱۸۹۱ء)۔

نیز دیکھو فنلے: "یونان بہ قیادت روما" (Finlay : Greeceunder the Romans. ۱۸۵۷ء) برونے دو پرل و بلانشے: "یونان بعد فتوحات روما" Brunet de Presle et Blanchet; La Grece depuis la conquête des Romains. ۱۸۶۱ء

باب بست وششم

مہرداد و سولا

سنہ ۹۱ ق م تا سنہ ۸۲ ق م

بظاہر سنہ ۹۱ ق م کے اوائل میں دیار مشرقی میں رومن اقتدار مستحکم ہو چکا تھا لیکن یہ صرف دھوکا ہی دھوکا تھا، اور اگر ہم اس صدمے کا صحیح اندازہ کرنا چاہیں جو بہت جلد اس اقتدار کو پہونچا تو ہمیں ذرا زیادہ غائر نظر سے دنیا کے اس حصے کے حالات کا مطالعہ کرنا پڑیگا اور جسطرح ہم نے ایشیائے کوچک کی کیفیات پر اپنا وقت صرف کیا ہے اسی طرح سے شام و مصر کی صورت حال پر نظر ڈالنی پڑے گی۔

ان دو سلطنتوں میں سے شام میں وراثت تخت و تاج کے بابت ابھی تک تنازعات جاری تھے۔ ہم انیسویں باب میں اس نقطہ تک اس ملک کی تاریخ بیان کر چکے ہیں جب انطاکوس ہشتم "گریپوس" اور اسکے سوتیلے بھائی انطاکوس نہم "کیزیکینوس" کے مابین جھگڑا چل رہا تھا۔ انہیں سے اول الذکر دیمتریوس دوم کا اور دوسرا انطاکوس ہفتم "سیدیتیس" کا بیٹا تھا، اور ان دونوں کی ماں بطلیموس فلومیتور کی بیٹی کلیوپاترا تھیا تھی، وہی جسنے پہلے تو اپنے شوہر اور اسکے بعد اپنے بڑے بیٹے کو

باب ۲۶

جان سے مروا ڈالا اور اسکے بعد جب اسنے اپنے دوسرے بیٹے گریپوس پر وار کرنا چاہا تو اسے معلوم ہوگیا اور اسنے (تقریباً سنہ ۱۲۱ ق م میں) الٹا اپنی ماں ہی کو ملک عدم کو پہونچا دیا۔ اسکے بعد گریپوس کم وبیش خاموشی کے ساتھ حکومت کرتا رہا تاآنکہ انطاکوس ہشتم کیزیکے نوس نہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اسپر اس چھوٹی سی سلطنت کے ٹکڑے ہوگئے، جنمیں سے گریپوس شمالی سوریہ اور کلیکیہ پر اور کیزیکے نوس دمشق کو اپنا پائے تخت بنا کر فنیقیہ اور نچلے سوریہ پر قابض ہوگیا۔ سنہ ۹۶ ق م میں گریپوس کو اسکے منظور نظر ہرقلیون نے جان سے مار ڈالا جسپر کیزیکے نوس نے سلطنت کے شمالی حصہ کو فتح کرنیکی کوشش کی مگر گریپوس کے بیٹے سلیوکوس ششم کے ہاتھوں شکست ملنے پر اسنے خودکشی کر لی۔ سنہ ۹۵ ق م میں اسکے بعد اسکا بیٹا انطاکوس دہم "یوسے بیس" تخت پر بیٹھا۔ اس زمانے میں ملک شام میں جو خلفشار مچا ہوا تھا وہ اس واقعہ سے اچھی طرح سے سمجھ میں آتا ہے کہ انطاکوس دہم کلیوپاترا سلینہ سے نکاح کرتا ہے جو پہلے تو گریپوس کی اور اسکے بعد خود انطاکوس دہم کے باپ کیزیکونوس کی بیوی رہ چکی ہے! اب یہ ملک اول تو سلیوکیوں کے دو شاخوں کا یعنی دیمتریوس دوم اور انطاکوس ہفتم کے اولاد کا میدان کارزار بنا ہوا تھا اور دوسرے اسمیں شاخ اوّل کے ارکین یعنی گریپوس کے پانچ بیٹوں کے مابین تنازعات بھی برپا تھے۔ ہم ان واقعات پر اس سے زیادہ وقت دینا مناسب نہیں سمجھتے اس لئے کہ وہ بنی نوع انسان کے تاریخ کے لئے بالکل بیکار ہیں، لیکن ان سے یہ صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ روما کو ملک شام کی طرف سے کسی قسم کا خطرہ باقی نہیں رہا تھا۔

ف

اگر مصر خود اپنے ہاتھوں اپنے زوال کی ترکیب نہیں چل رہا تھا تو اسکی وجہ صرف یہ تھی کہ اس ملک کے جھگڑے نسبتہً آسانی سے طے ہو جاتے تھے۔ جو کوئی بھی اسکندریہ پر قابض ہوتا وہی ملک کا مالک بھی بنجاتا، اور محل سرا پر قابض ہونے کا آسان طریقہ یہ تھا کہ فریق ثانی کو جلد از جلد ملک عدم پہونچا دیا جائے، چنانچہ جو کوئی بھی اس کام میں سب سے زیادہ ماہر ہوتا وہ محل سرا، اسکندریہ اور مصر کا مالک بن جاتا۔ سنہ ۱۱۷ ق م میں فیسکون کے انتقال کے بعد اسکی بیوہ نے، جو اسکی بھانجی بھی تھی، زمام حکومت اپنے ہاتھ میں لے لی۔ اسکا میلان بہ نسبت اپنے بڑے بیٹے لاتھیروس کے، اپنے چھوٹے بیٹے

اسکندر کی طرف زیادہ تھا؛ اسکا قابو ہوتا تو وہ لاتھیروس کو اُسے طرح جزیرۂ (باب ۲۶)
قبرص جلاوطن کر دیتی جیسے کسی زمانے میں اسکندر کو کیا گیا تھا۔ آخرکار سنہ ۱۰۷ ق م
میں وہ اپنے منصوبوں میں کامیاب ہوگئی لیکن جب اسکندر بھی اسکا منظور نظر نہیں رہا تو
اسنے اسکا خاتمہ کرنا چاہا تھا، مگر اسکندر نے پیترہ بدل کر خود اپنی ماں کو ہی ملک عدم پر
پہونچا دیا (سنہ ۱۰۱ ق م)۔ سنہ ۸۸ ق م میں اسکندر کا انتقال ہونے پر لاتھیروس
مصر واپس آگیا۔ واضح ہو کہ فیسکون کے انتقال کے بعد اسی کے مرضی کے مطابق
سرنہ پر اسکا ایک مفروضہ بیٹا اپیون حکومت کر رہا تھا، اور جب اسکا آخری وقت
آیا تو (تقریباً سنہ ۹۶ ق م) میں اسنے اس ملک کی رومنوں کے نام وصیت کر دی؛
گو رومنوں نے اسپر قبضہ نہیں کیا۔[۱]

الغرض، اگر سوریہ اور مصر دونوں میں سے کوئی ملک روما کو گزند نہیں پہونچا سکتا
تھا، اور ساتھ ہی اگر روما ایشیائے کوچک پر بلاشرکت غیرے حکمراں تھا تو مہرداد کو کسی
قسم کے جارحانہ کارروائی سے منفعت کی امید رکھنا لاحاصل تھا۔ لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ
اگر روما نے مشرق میں قدم جمانا چاہے تو اسے خود اپنے گھر کے اندر اپنی حیثیت کو
مستحکم کر لینا ضروری تھا، اور یہی وہ بات تھی جو سنہ ۹۱ ق م کے موسم سرما میں مشتبہ
تھی اسلئے کہ اسی زمانے میں اطالوی آبادی نے روما کے خلاف علم بغاوت بلند
کر دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ جبتک کہ جنگ حلفا جاری تھی اسوقت تک روما ایشیا میں کسی
قسم کا شدید طرز عمل جاری نہیں رکھ سکتا تھا، اور یہ وہ موقعہ تھا کہ مہرداد جیسا شخص
مشکل سے اسے ہاتھ سے جانے دے سکتا تھا۔ وہ تاک میں بیٹھا ہوا تھا کہ بتھی نیہ
کے واقعات نے اسے مداخلت کا بہانہ دیدیا۔

اس ملک میں سنہ ۹۴ ق م کے قریب نکومدیس ایپی فانیس کے بعد اسکا بڑا بیٹا

---

[۱] شام - ا۔ کون: "اضافہ جات تاریخ سلیوکیان از سنہ ۱۲۵ ق م تا سنہ ۱۶۴ ق م" A. Kuhn: Beitraege (Zur Geschichte der Seleukiden Von 125—164 V. Chr) آلٹ کرش سنہ ۱۸۹۱ء۔

پارتھیوں پر انطاکوس ہفتم کا غلبہ؛ فون گٹشمڈ: "ایران" Von Gutschmid : Iran. ص ۷۷، ۷۶

قلوبترہ کے حکومت (۵۱ ق م) تک کی مصر کی تاریخ؛ مہافی: "سلطنت" ص ۲۴۰ تا ۲۴۴۔

باب ۲۶ نکومدیس سوم* فلوپاتور تخت پر بیٹھا۔ یہ بادشاہ اپنے دادا پروسیاس دوم کی طرح بزدل ظالم اور نہایت رذیل طبیعت کا انسان تھا۔ بادشاہ کے دوسرے بیٹے کو جسکا نام سقراطا تھا، اسکے باپ نے نیلائے میس کا خطاب دیکر نقیلاگونیہ دیدیا تھا؛ لیکن جب بتھینیوں کو سنہ ۹۵ ق م میں نقیلاگونیہ خالی کرنا پڑا تو اسے اسکے معاوضے میں پانچسو تالنت مل گئے جنہیں وہ کیزیکوس میں رہ کر گذارہ کرنے لگا۔ لیکن وہ اس رقم پر قانع نہیں رہا اسلئے کہ وہ ایک بادشاہت کا مالک بننا چاہتا تھا، چنانچہ اپنے باپ کی مشہور و معروف لتو عادات پر انحصار کر کے اسنے رومنوں سے استدعا کی کہ وہ اسے شاہ بتھینیہ بنا دیں اور جب انھوں نے اس درخواست کو نامنظور کیا تو اسنے پلٹ کر مہرداد کے سامنے اسی مضمون کی درخواست پیش کی۔ ان دو سازشیوں کا خیال تھا کہ نکومدیس کو قتل کر دینگے لیکن وہ اپنے اس منصوبے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ اسپر سقراطا نے پونتوسی فوج کی مدد سے بتھینیہ فتح کر لیا، اور ساتھ ہی ساتھ ہی مہرداد نے کاپادوسیہ پر قبضہ کر کے وہاں اپنے بیٹے کو از سر نو تخت نشین کر دیا۔ اب سنہ ۹۰ ق م میں فریق ثانی یعنی نکومدیس اور اریوبارزان نے رومنوں سے مدد طلب کی۔ اگر روما پر اب بھی اسی قسم کا دباؤ پڑتا رہتا جیسا چھ ماہ قبل پڑ رہا تھا تو وہ مہرداد کے خلاف کچھ بھی کارروائی نہیں کر سکتا تھا؛ لیکن اسکی مراعات کی وجہ سے اسکے دشمنوں کی صفیں خالی ہوتی جارہی تھیں چنانچہ اب وہ اپنی پوری قوت کے ساتھ ایشیا کی طرف مائل ہوگیا۔ مجلس سینات نے ایک قرارداد منظور کی کہ نکومدیس اور اریوبارزان کو ضرور اپنے اپنے تخت پر بٹھانا چاہئے اور اسکی کارفرمائی کا ذمہ دار سابق کانسل م۔ اکوئی لیوس کو قرار دیا۔

یہ انتخاب کوئی اچھا انتخاب نہیں تھا اسلئے کہ گو اکوئی لیوس بہادر تھا لیکن وہ رومنو کے طماع طبقے کا شائد سب سے طماع فرد تھا اور نہ تو میدان تدبیر نہ میدان جنگ میں اپنی اہلیت کی وجہ سے ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ تاہم روما کا اثر اتنا زیادہ تھا کہ یہ سنتے ہی مہرداد نے ہتھیار ڈال دیئے اور نہ صرف اپنے بیٹے کو واپس بلا لیا بلکہ سقراطا کا سرے سے خاتمہ ہی کر دیا۔ روما کے لئے تو یہ کارروائی بالکل کافی تھی، لیکن اکوئی لیوس کی

* یہ نام تمام ملک میں نہایت عزت کے نگاہ سے دیکھا جاتا تھا اور سومری عہد کی یاد تازہ کرتا تھا۔

باب ۲۷

طمع کیلئے کافی نہ تھی، چنانچہ اسنے روپیہ طلب کیا اور چونکہ مہرداد نے روپیہ ادا کرنے سے انکار کر دیا اس لئے اسنے خود اپنے حلیف نکومدیس سے روپیہ وصول کرلیا چنانچہ اپنے اخراجات پورے کرنے کی غرض سے نکومدیس نے پونتوس کی اراضی کو تاراج کیا۔ اسپر مہرداد نے اکوئی لیوس سے شکایت کی لیکن ظاہر ہے کہ اسکا کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ اسکے بعد اسنے آگے بڑھکر کاپادوسیہ پر قبضہ کرلیا اور فریقین کے مابین آخر کار ۸۹ ق م کے موسم بہار میں جنگ چھڑ گئی[1]

رومنوں نے میدان کارزار میں چار لشکر روانہ کئے یعنی ایک تو بتھی نیہ والا لشکر اور تین دوسرے رسالے جنہیں ایشیائی بھی تھے اور تھوڑے سے اطالوی بھی۔ ان لشکروں کی سپہ سالاری کا کام اکوئی لیوس اور ایشیا و کلیکیہ کے پروپرتوروں یعنی کاسیوس و اوپیوس کے سپرد کیا گیا لیکن ۸۸ ق م میں ان سب کو شکست کا منہ دیکھنا پڑا جسکے بعد کاسیوس جزیرہ رھوڈز کو، اوپیوس لاؤدیکیہ بدریائے لیکوس کو اور اکوئی لیوس متی لنہ کو بھاگ گئے۔ اب تقریباً تمام بر اعظم نے روما کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور صرف چند ہی شہر ایسے ہونگے، جیسے مگنیشیہ بدریائے سی پی لوس و استراتونیکیہ یہ ملک کاریہ جو روما کے وفادار بنے رہے ہوں اسی طرح بہت سے جزائر نے بھی انکی سیادت کو تسلیم کرلیا۔ لاؤدیکیہ نے اوپیوس کو اور متی لنہ نے اکوئی لیوس کو شاہ مہرداد کے حوالہ کر دیا جسپر اسنے اول الذکر کے ساتھ تو اچھا برتاؤ کیا لیکن اکوئی لیوس کو وہ جگہ جگہ اپنے ساتھ خونخوار جانور کی طرح لئے پھرا اور آخر کار پرگام پہونچکر اسے روایت کے بموجب اسنے سیسہ پگھلوا کر اسکے گلے میں انڈلوا دیا جس سے اسکا خاتمہ ہو گیا۔ امن پسند جمہوریہ جات ہرقلیہ، کیزیکوس اور رھوڈز نے مہرداد کا ساتھ نہیں دیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ روما نے برافروختگی کا پورا سامان پیدا کر دیا تھا لیکن بہت سے سنجیدہ لوگ ایسے تھے جو مہرداد کو ابدی نجات دہندہ قرار نہیں دیتے تھے۔ بادشاہ نے، جو اس وقت افیسوس میں تھا، پہلے سے بھی زیادہ اس بات کا فیصلہ کرلیا کہ کسی نہ کسی طرح سے اپنے دشمنوں کی صفوں میں ہیبت پیدا کرنا ضروری ہے۔ آزاد کردہ صوبہ ایشیا میں اسوقت بھی تقریباً ایک لاکھ اطالوی تھے اور وہ کم و بیش سب کے سب ملک کو روز بروز زیادہ مفلس بنا رہے تھے۔ مہرداد نے سوچا کہ اگر وہ ملک بدر کر دیئے گئے تو وہ فوراً

[1] مہرداد نے رومنوں سے کہا کہ بحر اسود کی تجارت کو نکومدیس کے حملوں کی وجہ سے سخت نقصان پہونچتا ہے اور اسکی دہ رودادر بنے ہیں! آپیان: "مہرداد" App. Mithr. ۱۲-۱۴

باب ۲۱

سپاہی بن کر واپس آجائینگے؛ اگر وہ اندرون ملک میں قید کر دیئے گئے تو یہ دقت طلب ہوگا اور اسمیں روپیہ خرچ ہوگا؛ لیکن اگر وہ خود یونانی شہری آبادی کے مدد سے قتل کر دیے گئے تو انکا بس خاتمہ ہو جائے گا اور چونکہ اسمیں خود یونانی بھی شریک ہونگے اسلئے انکا مفاد پہلے سے بھی زیادہ اسکے ساتھ وابستہ ہو جائے گا۔ الغرض مہرداد نے حکم نافذ کر دیا کہ ایک خاص دن ان سب اطالویوں کو قتل کر دیا جائے اور اس حکم کی تعمیل نہ صرف اسکے عہدہ داروں ہی نے کی بلکہ اس کام میں شہری عمّال نے بھی مدد دی۔ مہرداد نے یہ بھی حکم دیا کہ جاسوسوں کو انعام اکرام دیئے جائیں اور جو لوگ ان اطالویوں کو پناہ دیں انہیں سزائیں دی جائیں حقیقت یہ ہے کہ ملک والے اٹلی کے دیسیوں سے اسقدر نفرت کرتے تھے کہ انہیں کہیں بھی پناہ نہیں ملی۔ صرف چند ہی ایسے تھے جنکی جان نہیں لی گئی؛ انمیں سے ایک روتی لیوس بھی تھا جسے یہ سزا دیگئی کہ آئندہ وہ بجائے رومن لباس کے ہمیشہ یونانی لباس پہنا کرے۔ اس موقع پر اسی ہزار اطالویوں کی جان لی گئی۔ ان سے یونانیوں کو اسقدر مال غنیمت ہاتھ لگا کہ مختلف بلدیات نے اپنے اپنے قرضے بے باق کر دیئے اور مہرداد نے فرمان صادر کر دیا کہ قدیم صوبہ ایشیا کے باشندوں سے پانچ سال کا کوئی محصول نہ لیا جائے[۱]

[۲] ان الحرسو تالنت کے قصے کے لئے جنھیں یہودیوں نے جزیرہ کوس میں امانت رکھا تھا جنھیں مہرداد لے گیا؛ دیکھو رائناش: "مہرداد" (Reinach : Mithir ۱۲۱) حاشیہ ۶۔

مہرداد کا ایک خط سوسہ صوبہ ارلیونی پوس اسوقت تک موجود ہے جسمیں وہ غیرے سون ساکن نیسہ کے سر کا انعام ۴۰ تالنت مقرر کرتا ہے اسلئے کہ اسنے چند رومنوں کی جان بچائی تھی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہرداد اپنے دشمنوں کا پیچھا کرنے میں کمال مستعدی کا اظہار کرتا تھا؛ یکسہ کا نوشتہ ہیلرون گیر تکن وموم سن نے Ath. Mitth ۱۶ ،۱۵ وغیرہ میں شایع کیا ہے؛ دیکھو جریدہ لسانیات برلن " Berl Phil. woch. ۱۸۹۱ء صفحہ ۳۶۱۔ لیوتی پوس کے لئے دیکھو رائناش: "مہرداد" ۲۵۰؛ ۱۲۵ ب سے قم کے موسم سرما میں یہ اسنوف کے مقام پر دس ہزار کلیکیوں کا قاید تھا۔

اطالویوں کے سکوں کے لئے دیکھو رائناش: "مہرداد" حاشیہ ۱۔

باب

بادشاہ ایشیائے کوچک کے فتح پر کسی طرح قانع نہیں رہ سکتا تھا بلکہ اب اسکی خواہش تھی کہ خود یونان پر قبضہ کرے۔ ظاہر ہے کہ یہاں وہ روما کے تنفر کے احساس پر جو ایشیا میں اسکا حقیقی حلیف بنا ہوا تھا، انحصار نہیں کر سکتا تھا اسلئے کہ یونان میں وہ طریقہ رائج نہیں تھا جسکے تحت ملکی محاصل ٹھیکے پر دیئے جاتے تے۔ تاہم یہ عجیب و غریب بات ہے کہ یہاں بھی ایک حلیف مل گیا، اور ایسا حلیف جو سب ریاستوں سے زیادہ خود مختار تھا، یعنی اتھینز۔ اس شہر میں روما کے خلاف جذبات موجود تھے اور یہ جذبات زیادہ تر فلسفیوں اور خطابوں میں عام تھے، اسلئے کہ یہ طبقہ یہ بھول نہیں سکتا تھا کہ اتھینز کسی زمانے میں ایک درخشاں اور مشہور آفاق مملکت تھی اور اسی طبقے نے عوام کو یہ سکھایا کہ اتھینز کے ادبار کا سبب روما کی دست درازیاں ہیں۔ علاوہ ازیں عین اس موقعہ پر اتھینز میں ایک دستوری کشمکش کی کیفیت تھی، اور اسکے حل کرنے میں روما سد راہ بنا ہوا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یونان کی ترقی کی بابت اتھینزیوں کی بہت کچھ امیدیں مہرداد کے ساتھ وابستہ تھیں، خصوصاً ایسی حالت میں جب اسے عظیم الشان کامیابیاں حاصل ہو چکی تھیں اور یونان کے ذہنی مستقر اعلیٰ کے ساتھ اسکے خاندان کے نہایت گہرے تعلقات رہ چکے تھے۔ یہی اسباب تھے کہ جب ایک ہوشیار شخص ارسطیون نے جو اتھینز کے مشائیوں کے سرگروہ تھا، اس فتحمند بادشاہ کے ساتھ اپنے شہر کی طرف سے رسل و رسائل جاری کئے تو کسی نے اسپر اعتراض نہیں کیا[۱] ارسطیون خود ایشیا کو گیا جہاں مہرداد نے اسپر اعزازوں کی بوچھار کر دی۔ جب واپسی میں اسکا

---

[۱] ارسطیون، برانائش: "مہرداد" ۱۳۹، حاشیہ ۱؛ اس مقام پر اسی کے نام کے بابت بحث کی گئی ہے اسلئے کہ عجیب بات ہے کہ تاریخ اتھینز کے اس حصے کا سب سے اہم مورخ یعنی پوسیڈونیوس اسکا نام اتھینیان بتاتا ہے؛ ۱۴۰، حاشیہ ۱، اسکوں کے لئے؛ ۱۴۱، حاشیہ ۲، ۱ سپے لیسکون کے لئے؛ دیکھو زوسیل ۲، ۲۹۶ تا ۲۹۹۔ ارسطیون نے جو روش مہرداد کے ساتھ جائز رکھی وہ اس شاہ ایران کے متعلق دیموس تھنیس کے روش کے مماثل تھی، اور جسطرح دیموس تھنیس نے مقدونیہ کے اقتدار کی مخالفت کی تھی اسیطرح ارسطیون روما کا مد مقابل بن گیا۔ میں یہاں کیفیات و شخصیات کے مشابہت و مغائرت پر بحث نہیں کر سکتا۔

باب ۲۶ جہاز کاریستوس میں کسی چٹان پر چڑھ گیا تو اتھینیوں نے اسکے لیئے ایک سرکاری کشتی کا انتظام کیا اور وہ اتھینز میں ایک پالکی میں بیٹھا داخل ہوا جسکی نشست ارغوانی رنگ کی تھی اور پائے وغیرہ چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ اسنے اپنے سفر کے روداد میں فاتح و ناصر بادشاہ کی ایک تابناک تصویر کھینچی اور اسکے دربار کے قوت و سطوت کے حالات نہایت وضاحت سے بیان کئے۵۔ اب اتھینیوں نے قدیم عمومی دستور کا احیاء کیا اور ساتھ ہی روما کے ساتھ اتھینز کا جو عہد نامہ ہوا تھا اسے منسوخ قرار دیکر مہرداد کے ساتھ ایک محالفہ کرلیا۔ ارسطیون صدر استراتے گوس مقرر کیا گیا اور جو درہمیوں اور طلائی استاتروں پر جو خاص طور سے اس موقع کے لئے ڈھالے گئے، شاہ پونتوس کے علامات یعنی پیگاسوس یا چاند تارا بنایا گیا۔ چونکہ دیلوس میں بہت سے رومن آکر آباد ہوگئے تھے اسلیئے اس جزیرہ نے روما کا اتباع نہیں کیا، چنانچہ ارسطیون نے اپنے ایک مشائی ساتھی یعنی اپے لیکون ساکن تیوس کو جزیرے کی طرف روانہ کر کے اس پر قبضہ کرلیا لیکن یہ قبضہ زیادہ دن تک نہیں رہا اسلیئے کہ بعض رومن واپس آگئے اور انھوں نے جزیرے کو از سر نو چھین لیا۔ لیکن دیلوس میں رومنوں کا اقتدار دیرپا ثابت نہیں ہوا اسلیئے کہ مہرداد کا بیڑا اتھینز جاتا ہوا یہاں ٹھہرا اور اسکے امیر البحر ارخے لاؤس نے اس جزیرے کو نہایت سخت سزا دی۔ اسنے بیس ہزار شہریوں کا قتل عام کیا اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنا کر فروخت کردیا، اور اسطرح گویا بردہ فروشوں کو غلامی کی اصل حقیقت سے آگاہ کردیا! مال غنیمت مہرداد اور اتھینز کے درمیان تقسیم کردیا گیا۔ ان واقعات کے بعد بظاہر گو اس بادشاہ کے ساتھ اتھینز کی وابستگی بڑھ جانی چاہیئے تھی، لیکن اس کی بجائے مہرداد نے شہر میں دو ہزار کا ایک حرس رکھ دیا، اور پوسیدونیوس طعنہ آمیز انداز سے کہتا ہے کہ ان سپاہیوں کا سب سے ممتاز کام یہ ہوگیا کہ شہریوں کو

۵ اگر ہم ارسطیون کی تقریر کا بیان سفارت اہل قرطاجنہ سے (جسپر بہت کچھ بحث ہو چکی ہے) کچھ نتیجہ نکالنا چاہیں (Ath. ۵ ۲۱۳) تو ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ان قرطاجنوں کی طرف سے سفارت تھی جو کہیں نہ کہیں بطور تارکان وطن کے آباد تھے۔ اسی طرح سنہ ۱۴۵ء میں پولستانیوں نے مختلف مقامات کو اپنے وفود بھیجے تھے۔

بچڑ بچڑ کر انھیں طرح طرح کی سزائیں دیں چنانچہ شہری اپنا وطن مالوف چھوڑ کر دوسرے باب ۱۶
مقامات کو جانے لگے چونکہ اب پرائیوس ایتھنز سے جدا ہو گیا تھا لہذا یہاں بھی ایک
حرس مقرر کیا گیا۔ اسکے بعد ارخے لاؤس نے باقیماندہ یونان کو بھی زیر کیا۔ ادھر تو بڑے
بڑے جزیروں میں سے بحری قزاقوں کا آماجگاہ یعنی کریٹ کے تعلقات مہرداد
کے ساتھ اچھے تھے لیکن رہوڈزیوں کے منظم جمہوریہ نے اسکے ساتھ ملنے سے انکار
کر دیا، اور جب اسنے اسپر قبضہ کرنے کی کوشش کی تو اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا
۔ ۸۸ قم کے موسم سرما میں وہ پرگامم واپس چلا گیا، اور اسے اسنے اپنی عظیم سلطنت
کا (جسمیں اب سواحل بحیرہ اسود، ایشیائے کوچک و یونان شامل تھے) پائے تخت
بنا لیا تھا۔ اسنے پرگامم میں جو نفیس طلائی سکے بنائے انمیں اسنے ایک جدید سنہ
مہردادی کا اندراج کیا، لیکن جیسا ہم دیکھیں گے یہ سنہ کچھ زیادہ دن تک نہیں چلا۔
رومن مہرداد سے جنگ آزمائی کرنے پر مجبور تھے لیکن مشکل یہ تھی کہ جنگ
حلفا کی وجہ سے وہ پست پڑ گئے تھے اور دوسرے روما کے سیاسی فریق کے ایک
دوسرے کے ساتھ جو تعلقات تھے وہ پہلے سے بھی زیادہ تلخ ہو گئے تھے۔ نکان
کیوجہ سے تو انکی مالی اور فوجی حالت نہایت زبون ہو گئی تھی اور سیاسی تنازعات
کی وجہ سے اس امر پر اتفاق ہونا نہایت دشوار تھا کہ جنگ کا انتظام کس کے قبضے
میں ہو اور کس کے سر اس کی کامیابی کا سہرا رکھا جائے۔ عمومی گروہ تو ماریوس
کے موافق تھا اور اعیانی گروہ سولا کو سپہ سالار بنانا چاہتا تھا۔ سولا ۸۸ ق م میں
کانسل تھا، چنانچہ مجلس سینات نے قاعدہ کے مطابق اسی کے سپرد جنگ کا انتظام
کر دیا، لیکن ٹریبیون سلپی کیوس روفوس نے عوام کو آمادہ کیا کہ اپنے اعلٰی اختیارات کو
کام میں لا کر ماریوس کو سپہ سالار بنا دیں۔ اسپر سولا اپنے رسالوں کو لے کر جو نولا میں مقیم
تھے) آگے بڑھا اور روما جا کر فریق مخالف کو جا دبایا۔ اس جھگڑے میں سلپی کیوس
تو کام آیا، اور ماریوس بھاگ گیا۔ اسکے بعد مظفر و منصور سولا بغیر یہ سوچے ہوئے
کہ میرے بعد آخر کیا ہوگا ۸۷ ق م کے ابتدا میں جہاز میں بیٹھ کر اپائروس میں جا ملا۔
جنگ اب ایک فیصلہ کن حد تک پہونچ گئی تھی اور روما نے ایشیائیوں کے خلاف
ایشیائیوں سے کام لینے کے بجائے اب اٹلی کے دیسیوں کو مہرداد کے خلاف بھیجا جدید و من

باب ۱۵

سپہ سالار (یعنی سولاؔ) چالاک، اعلیٰ درجہ کا منتظم، بے خوف، سخت گیر اور ایسا شخص تھا جو فتح و نصرت کے بعد اپنے سپاہیوں کو ہر بات کی اجازت دیدیتا تھا۔ وہ اپنے ستارے کا قائل تھا اور اسنے اسکا نام افرودیت رکھا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگ اسے لاطینی میں فیلکس (قسمت والا) اور یونانی میں ایپافرودیتوس (فریفتہ کرنے والا) کہیں۔

جب وہ ایپائروس و تھسلی ہوکر بیوتیہ آیا تو اس نے دیکھا کہ صورت حال پہلے سے بہت بہتر ہوگئی ہے اور اس تبدیلی کیوجہہ مقدونی صوبہ دار کے پروکویستور سورا کی حکمت عملی ہے۔ ارخے لاؤس وارسطیون نے میدانِ جنگ میں اسکا مقابلہ کرنیکی ہمت نہیں کی بلکہ اول الذکر تو پرائیوس اور ارسطیون ایتھنز بھاگ گئے۔ جب سولاؔ حملہ کرکے پرائیوس نہ لے سکا تو اسنے اسکا تو محاصرہ کرلیا اور ایتھنز کی ناکہ بندی کردی، ہم دیکھ چکے ہیں کہ پونتوس سمندر پر قابض چنانچہ اسکے جہاز پرائیوس کو سامان رسد پہونچاتے رہے لیکن ادہر ایتھنز کو بہت جلد مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ سولاؔ کے نائب لوکولوس نے جہاز اکٹھے کرنے شروع کئے لیکن اسے اپنا کام مکمل کرنے کو ایک سال لگ گیا۔ اسوقت مہرداد کو چاہئے تھا کہ جلد سے جلد یونان میں ایک زبردست فوج روانہ کردے لیکن اسکی بجائے اسنے اسے اپنے بیٹے نام نہاد اریارتھیس اور سپہ سالار تاکسی لوس کے کمان میں تری راستے سے نہایت اطمینان کے ساتھ روانہ کیا۔ ۸۶ق م میں اسکا مقدونیہ پر قبضہ ہوگیا اسکے بعد ۸۶ ق م کی ابتدا میں مہرداد کے دشمنوں کو روما کے عمومیوں نے زک دیکر سولاؔ کو معزول کردیا، اور گو ماریوس زیادہ دن تک زندہ نہیں رہا لیکن اسکے بعد سولاؔ کو روما کے جانب سے کھٹکا ہی لگا رہا۔ اسکی حکمت عملی اب یہ ہوگئی کہ روما سے جو حربہ اسپر ہونے والا ہے اس سے پہلے ہی یونانی معاملات طے کرائے، چنانچہ اسنے پرائیوس پر از سر نو حملہ بول دیا لیکن اس مرتبہ بھی وہ ناکام ہوا۔ اب اسنے ایتھنز پر حملہ کیا، اور یہاں اسے کامیابی حاصل ہوئی یعنی پرائیوس دروازے اور مقدس دروازے کے درمیانی فصیل پر جہاں کے سنتری کافی خبردار نہ تھے، قبضہ کرکے یکم مارچ ۸۶ ق م کو رات کے وقت اسنے اپنے سپاہیوں کو شہر میں گھس جانے کا حکم دیدیا۔[۱] داخل

[۱] طویل دیواروں کی بربادی؛ رائنانخ "مہرداد"، ص ۱۵؛ پرائیوس کی فصیل App. "مہرداد"

باب ۲۶ ہونے کے بعد رومنوں نے بہت سے ایتھنزی شہریوں کو تہ تیغ کر دیا لیکن سولا اس بات
پر ہمیشہ فخر کرتا تھا کہ اسنے مکانات کو جلنے سے بچا لیا۔ دیکھئے مسلسل خانہ جنگی
کی وجہ سے رومنوں کے اخلاق اس درجہ پست ہوگئے تھے کہ کسی شہر پر قبضہ
کرنے کے وقت قتل عام ہو تو اسکے ساتھ آتش زدگی بھی لازمی سمجھی جاتی تھی
اور اس سے کسی شہر کو نجات ملنا سپہ سالار کے عفو و کرم کا ثبوت سمجھا جاتا تھا!
ارسطیون اور اسکے ساتھی اکروپولس فرار ہوگئے۔ اسکے بعد پرائیوس پر بھی
رومنوں کا قبضہ ہوگیا، گو مونی خیہ کا قلعہ برابر ارخے لاؤس ہی کے قبضے
میں رہا۔ اسی دوران میں سنہ ۸۶ ق م کے موسم بہار میں اریاراتیس کا سسلی
میں انتقال ہوگیا اور بعد میں پتہ چلا کہ خود اسکے باپ ہی نے اسے زہر دلوا دیا
تھا۔ اب فوج کلیتہً تاکسی لوس کے کمان میں تھی، اور اسنے ارخے لاؤس
کو طلب کر لیا، چنانچہ موخر الذکر مونی خیہ سے دست بردار ہوکر تھرموپلی کے
مقام پر تاکسی لوس سے جا ملا۔ یہاں سے پونتوسی فوج وادی کیفی سوس ہوتی
ہوئی الیتیر وینہ پہونچی اور اس شہر کے شمال میں سولا کے مقابلے میں آئی۔ دین

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۳۰؛ راکساش: "مہرداد" ۱۵۸۔ مقدس دروازے کے بابت دیکھو ت: بلدیۂ
ایتھنز ۱، ۲۴۶، ۵۷، ۲۶، ۲۲۳؛ لش بوقر مجموعۂ نبوتمیشر ۱۹۷۹ میں؛ لولنگ Loelling مجموعہ
میولر ۳، ۳۰۴ میں؛ ہیرسن و ویرال: "قدیم ایتھنز کے عمارتیں و ثینات" Harrison & Verall: the
Mytholgy & monuments ص ف (جہاں مقام ہیلون بتایا گیا ہے کر تیوس: تاریخ بلدیات
of ancient Athens Curtius : Stadtgeschichte ۲۰۱ (جہاں اسے ہیلون
کے جنوب میں بتایا گیا ہے)۔ ایتھنز میں رومنوں کی نوآبادی: انکا سب سے ممتاز فرد پو سپونیوس اٹیکوس تھا)
مقابلہ کرو کر تیوس: تاریخ بلدیات ۲۵۲؛ خاری تیس، و نیوس اور روما (دیبی) کے پجاری ایتھنز میں۔ کر تیوس
۲۴۸۔ اریوبارزان دوم شاہ کاپادوسیہ کی ہمدردی ایتھنز کے ساتھ؛ کر تیوس ۲۲۷؛
یہ بادشاہ اوڈیوم کی تجدید کرتا ہے۔

ٹ نام نہاد اریاراتیس کو زہر دیا جاتا ہے؛ پلوٹارک: "پومپیئی" ۳۷۔

باب ۱۲

فوج میں ساڑھے سولہ ہزار اور پونتوسی لشکر میں ساٹھ ہزار سپاہی تھے لیکن سولا نے دشمن کو پہلے تو مشرقی سمت میں بھگا دیا اور اسکے بعد انھیں کامل شکست دیکر انکے پڑاؤ میں جا گھسا۔ صرف دس ہزار آدمی قتل عام سے بچے اور ارخے لاؤس کے ساتھ خالکس فرار ہو گئے حقیقت یہ ہے کہ اس لڑائی میں رومن سپاہیوں کی بہادری، رومن فوج کی حرکت پذیری اور نسبتہً بہتر سپہ سالاری کیوجہ سے انھیں اپنے دشمنوں کے متعدد نوکی جتھے پر غلبہ حاصل ہوا تھا۔ اسی زمانے میں اکرو پولس والوں نے بھی پیاس سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈالدیئے تھے۔ ارسطیون کو تو فاتحانہ جلوس کے لئے محفوظ رکھا گیا۔ اسکے بعد رومنوں نے اعلان کیا کہ ایتھنز حسب سابق خود مختار رہے گا اور جزیرۂ ویلوس انکی نذر کر کے ایتھنز ہی آبادی کو پورا کرنے کی غرض سے انکی اجازت دیدی کہ جو یونانی چاہے ایتھنز جا کر وہاں بود و باش اختیار کرے لیکن چونکہ مہرداد کو بحری قیادت حاصل تھی اسلئے خیرونیہ کے کامیابی کے باوجود رومنوں کا یوبیہ پر قبضہ نہیں ہو سکا

ادھر ایشیائے کوچک میں بھی بادشاہ کا ستارہ روبزوال تھا۔ ابتدا میں تو اس حصۂ دنیا میں یونانیوں کو کامیابی ہی کامیابی ہوتی رہی اور فتحمند بادشاہ نے انپر اپنی مہربانیوں اور عفو و کرم کی بوچھار کر دی لیکن اس مشرقی فرمانروا کے لئے مطلق العنانی لازمی تھی اور یہ مطلق العنانی یونانیوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی چنانچہ جب کبھی اسے کسی بغاوت کے خبر لگتی تھی تو اسکے بہیمی خصائل جوش میں آجاتے تھے۔ سب سے پہلی بھینٹ جو چڑھی وہ غالتلی سرداروں کی تھی جنھیں مع اپنے بیوی بچوں کے قتل کر دیا گیا۔ اسکے بعد چونکہ بہت سے خیوسیون نے رومنوں کا ساتھ دیا تھا اسلئے پونتوس کے بیڑے نے اس جزیرے پر حملہ کیا اور یہاں کے باشندوں کو نخاس میں فروخت کر دیا اور جزیرے کا نام بدل کر (بادشاہ کی ایک بیوی کے نام پر) برنیس رکھ دیا[۱] لیکن بادشاہ کو اسکی پاداش ایک دوسری نواح میں ملی۔ پونتوسی امیرالبحر زینوبیوس نے ایفی سوس جا کر وہاں کے باشندوں کو یکجا ہونے کا

---

[۱] خیوس کا نام بدل دیا جاتا ہے: کیوپ: "جنگ ہائے سوریہ" Rh. Mus رسالہ Kœpp : Syr. Kriege ۲۱۶،۳۹

حکم دیا لیکن اس سے خوف زدہ ہو کر کہیں انکے ساتھ وہی برتاؤ نہ کیا جائے جو خیوس والوں کے ساتھ کیا گیا تھا، ایفی سوس والوں نے جمع ہونے سے انکار کر دیا اور الٹا زینوبیوس کو قتل کر دیا۔ اسکے بعد شہر والوں نے نہایت وسیع تدابیر احتیاط کی کیں، مثلاً غلاموں کو آزاد کر دیا، حقوق شہریت کی توسیع کی اور محاصل و دیگر مطالبات کی مقدار کم کر دی۔ ایفی سوس والوں نے ایک اعلان میں جو اسوقت تک موجود ہے یہ ظاہر کیا کہ شاہ پونتوس کا ساتھ محض مجبور ہو کر دینا پڑا ہے اور وہ اس موقعہ سے فائدہ اٹھا کر رومنوں کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ اس سے کم سے کم یہ امر تو صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ جب ایشیا میں بادشاہ کا اقتدار برقرار تھا اسوقت بھی انھوں نے بغاوت کر کے اپنی جرءت و ہمت کا ثبوت دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اسوقت بھی یونانی کچھ ایسے گئے گزرے نہیں تھے جیسا انکی بابت اکثر حکم لگایا جاتا ہے[۹]۔　باب

جب سلطنت کے ممتاز ترین شہروں میں سے ایک نے علم بغاوت بلند کر دیا تو اسکے بعد دوسرے مقامات نے بھی اسی کے قدم بقدم چلنے کی ٹھان لی۔ انہیں سے بعض پر بادشاہ کا از سر نو قبضہ ہو گیا، اور دوسرے شہروں پر اپنا اثر قائم کرنے کے لئے اسلئے یہ اعلان کر دیا کہ ہماری سلطنت کے تمام شہر آزاد رہیں گے تمام غیر ملکیوں کو شہریت کے حقوق حاصل ہو جائیں گے سب غلاموں کو آزادی ملجائیگی اور تمام قرضے منسوخ قرار دیئے جائینگے۔ اس اعلان کی وجہ سے سرمایہ دار جو پہلے سے بھی زیادہ اسکے مخالف بن گئے اور یونانی الاصل درباریوں نے اسکے خلاف ایک سازش کی۔ بادشاہ کو یہ خبر ملی تو وہ ایکدن ایک پلنگ کے نیچے گھس گیا اور سازشیوں کے مشوروں کا ایک ایک لفظ اپنے کانوں سے سن لیا جسپر اس نے سولہ سو شخصوں کو جنھیں وہ اس سازش میں ملوث سمجھتا تھا، تہ تیغ کرا دیا۔

لیکن ادھر روما میں صورت تبدیل ہونیکی وجہ سے جو فریق برسر اقتدار ہوا اس سے

---

[۹] ایفی سوس والوں کا اعلان "مجموعۂ نوشتہ جات قانونی یونان" Recuil des inscriptions Jurid. grecques (پیرس ۱۸۹۱ء (۴ جلد)

باب ۱۳

اسے فائدہ ہی ہوا۔ ل۔ والے ریوس فلاکوس نے جو ماریوس کی جگہ کانسل مقرر ہوا تھا دو لیجنوں کو ساتھ لیکر اڈریاٹک کو عبور کیا تاکہ سولا سے سپہ سالاری کا جائزہ لے کر مہرداد کے خلاف جنگ جاری رکھے۔ گو فلاکوس طماع اور نالائق تھا لیکن اپنی چالاکی اور خاصکر اپنی ناعاقبت اندیشی میں اس سے بھی اسکا نائب فلاویوس فمبریا بڑھا ہوا تھا۔ فمبریا ہی وہ شخص تھا جس نے ماریوس کے جنازے پر مہا پجاری سکاولی دولا کو قتل کرنے کی کوشش کی تھی اور جسنے بعد میں یہ شکایت کی تھی کہ دیکھو سکاولی دولا نے اپنے آپکو قتل نہیں ہونے دیا[1]۔ جب فلاکوس نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ سولا کے خلاف سرزمین یونان میں جنگ آزمائی کریں تو انھوں نے اس کا کہنا نہیں مانا اور اسنے آخر کار انھیں شمال کی طرف چلکر مہرداد سے لڑنے کا حکم دیا۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ رومنوں کے باہمی نفاق سے شاہ مہرداد کا پلڑا بھاری ہوگیا تھا۔ بادشاہ نے ارخے لاؤس کی مدد کے لئے دوری لاؤس کی قیادت میں اسی ہزار کی ایک فوج جرار کو روانہ کیا۔ اسکے سپہ سالاروں نے بیوتیہ ہی کو میدان جنگ کے لئے انتخاب کیا لیکن بیوتیہ میں انھوں نے یہ طے کیا کہ یہ مقام اورخومنوس ہوگا جہاں دس ہزار کے سواروں کو اپنے کارنامے دکھانے کا کافی موقع تھا۔ سولا نے اپنی فوج کو دشمن کے کیمپ تک لاکر اسے مفلوج کرنے کی کوشش کی لیکن ایشیائی لشکر نے رومن فوج کو نیچا دکھایا اور جب سولا نے دیکھا کہ اسکے سپاہی فرار ہو رہے ہیں تو اسے بذات خاص میدان میں کود پڑنا پڑا۔ الغرض جب پونتوس کی فوج نے دوبارہ حملہ کیا تو اسے پسپا ہونا پڑا اور رات ہونے پر رومن خندقیں دشمن کے کیمپ تک پہونچ گئیں۔ اب پونتوس والوں کے سامنے یہ رومن خندقیں اور پیچھے کوپائس دلدل تھی۔ آخرکار ایشیائی یونانی مغلوب ہوئے اور رومنوں نے کیمپ پر حملہ بول دیا اور بے شمار آدمیوں کو تہ تیغ کر دیا۔ جو لوگ بچے انہیں سے دونوں سپہ سالار بھی تھے اور ارخے لاؤس کو تو دو روز تک دلدل میں چھپا رہنا پڑا ورنہ اسکا بھی خاتمہ ہو جاتا۔ (سنہ ۸۶ ق م)[2]

[1] فمبریا در سکاولی دولا؛ تقریر سسرو متعلق روسکیوس (Cic. pro S. Roscio) ۱۲۔۳۳۔ عام طور پر اس واقعہ کو نظرانداز کر دیا جاتا ہے کہ یہ فمبریا کا ایک گستاخانہ مزاح ہے۔

[2] جنگ اورخومینوس کی تاریخ؛ مومسن "تاریخ روما" ۴، ۲، ۲۴۳؛ رائناش "مہرداد" ۱۸۹؛ دونوں اپنا اپنا علحدہ بحث کا ذکر ہے۔ عام خیال ہے کہ یہ لڑائی سنہ ۸۵ ق م میں ہوئی ہوگی لیکن ... اسکا ہونا سنہ ۸۶ ق م میں بیان کرتا ہے ...

اس جنگ سے یونان میں تو مہرداد کے اقتدار کا خاتمہ ہو گیا۔ اب اسے ایشیا کے حملے کی مدافعت کی تیاری کرنی تھی۔ باب ۲۶

اسے اس بات سے اطمینان تھا کہ اس کے سب سے خطرناک دشمن یعنی سولا کے پاس اس وقت تک بیڑا نہیں تھا جس کے باعث وہ لوبیہ تک پر قبضہ نہیں کر سکا تھا۔ سولا کے بہ نسبت اسے فلاکوس سے کم خطرہ تھا۔ فلاکوس نے شمال کا رخ کیا اور جب اسکی فوج ایشیا میں آخر کار پہونچی تو کانسل اور اسکے نائب سے درمیان جھگڑا پیدا ہونا ناگزیر ہو گیا۔ والیریوس نے فلادیوس فمبریا کو اسکے عہدے سے علیحدہ کر دیا لیکن اسکے بدلے میں فلادیوس نے سپاہیوں میں غدر کرا دیا اور آخر کار نکومیدیہ کے مقام پر کانسل کو قتل کر دیا گیا (۸۵ ق م) اسکے بعد سپاہیوں نے غداروں کے سردار کو اپنا سپہ سالار بنایا اور مجلس سینات نے اس تقرر کی توثیق کر دی! یہ اب بتھی نیہ میں ہو کر آگے بڑھا اور راستے میں جسے جی چاہا ملک عدم کو پہونچایا۔

صورت حال کچھ اس قسم کی تھی کہ سولا اور مہرداد دونوں نے آپس میں صلح کرنی چاہی۔ اصل میں خود فمبریا بھی صلح کرنا چاہتا تھا لیکن وہ کسی شمار و قطار میں نہیں تھا۔ درحقیقت سولا اور فمبریا دونوں خود اپنے مقاصد کے حصول کے لئے مہرداد کے مقابلے میں کھڑے ہوئے تھے لیکن ادہر مہرداد کی حالت بھی اچھی نہ تھی اسلئے کہ اگر دونوں میں سے کسی رومن سپہ سالار نے دوسرے کے فوج پر غلبہ حاصل کر لیا تو پھر اغلبا مہرداد کا خاتمہ ہی ہو جائے گا، اور اسنے سوچا کہ میرے لئے بس یہی بہتر ہے کہ اگر دونوں میں سے کوئی اسے مناسب شرائط پیش کرے تو انھیں منظور کر لے۔ اب دوسرے طرف دونوں سپہ سالار اپنی اپنی طرف سے اچھی شرطیں پیش کرنے کے لئے تیار تھے اسلئے کہ وہ جانتے تھے کہ جس کسی نے مہرداد سے صلح کر لی اسے دوسرے کو (مہرداد) کے مدد سے یا بدولت اسکی مدد سے مغلوب کر کے اسطرح خود روما پر قبضہ کر لینے کا بہت اچھا موقعہ ملے گا لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ مہرداد کے ساتھ سولا کو (بہ نسبت فمبریا کے) صلح کرنے میں زیادہ آسانی ہوگی اسلئے کہ فمبریا صرف ایک لٹیروں کا سردار تھا جو قتل و غارت میں کامیابی حاصل کر کے صف اول میں نکل آیا تھا؛ لیکن سولا ایک تجربہ کار سپہ سالار

باب
اور مدبر تھا۔ مہرداد کو معلوم تھا کہ سولا کے ساتھ صلحنامہ کرنے میں اسے یقیناً فائدہ
ہوگا لیکن فمبریا کے ساتھ صلح کرنے میں ممکن ہے کہ کچھ فائدہ نہ ہو۔ ادہر سولا نے
کوئی صلحنامہ مہرداد سے کیا تو بلاشبہ اسکے بعد فمبریا کا خاتمہ ہو جائے گا اور سولا
اطمینان سے اٹلی واپس جاسکیگا۔ اس صورت حال کو ارخے لاؤس نے اچھی طرح
سے سمجھ لیا اور سوچا کہ اگر میں دونوں رومنوں کے بیچ میں پڑجاؤں تو یہ مفید ہوگا،
چنانچہ اسنے سولا سے ملاقات کرنے کی استدعا کی اور دونوں سپہ سالار دیلیوم
پر (جو یوریپوس پر واقع ہے) ملے۔ آخر کار مفصلۂ ذیل صلحنامہ پر فریقین کے دستخط
ہوئے:۔ مہرداد اپنی ان تمام فتوحات سے دست بردار ہو جائے گا جو اس نے
۸۹ ق م سے کی تھیں اور شاہ پونتوس کی حیثیت سے رومن قوم کا حلیف بنیگا
وہ دو ہزار تالنت ادا کرے گا اور ملاح سمیت ۷۰ جنگی جہاز حوالہ کریگا اور سپاہیوں کی
تنخواہوں کا بھی انتظام کریگا۔ نیز قرار پایا کہ فریقین اپنے اپنے قیدیوں کو رہا کر دینگے،
لطف یہ ہے کہ اس شق میں اکوئی لیوس کا نام اسطرح لیا گیا گویا کہ وہ اسوقت زندہ تھا۔
نیز ایشیائی یونانیوں کو جو بادشاہ سے مل گئے تھے عام معافی دیدی جائے گی
ارخے لاؤس کو اسکا پورا یقین تھا کہ مہرداد اس صلحنامے کی توثیق کر دیگا، چنانچہ اسنے
اس سے پہلے ہی خالکس اور اپنا بیڑا سولا کے حوالہ کر دیا۔ رومنوں نے اسے یوبیہ میں ایک
جاگیر بطور انعام کے دی اور ساتھ ہی اسے "یار دولت رومیہ" کا خطاب عطا کیا۔
اسوقت تک تو ممکن ہے کہ وہ خفیہ طور پر رومنوں کا ساتھ دیرہا ہو لیکن کچھ مدت
کے بعد وہ علی الاعلان رومنوں کی طرف چلا گیا۔ باوجود اسکے مہرداد نے اسکے
بعد بھی اسپر اعتبار کیا اور سولا کے ساتھ مزید گفت وشنود کا کام اسی کے سپرد
رہنے دیا۔

اس دوران میں فمبریا بادشاہ پر زبردست دباؤ ڈال رہا تھا۔ فمبریا مہرداد
اصغر کو ملے تو پوکس پر (جو دریائے رہیں داکوس پر واقع ہے) شکست دیکر ذرا جنوب
کی طرف چلدیا اور اس خبر کو سنکر خود بادشاہ پرگامم چھوڑکر ساحل کی طرف کو
فرار ہوگیا۔ جسوقت فمبریا اسکے لشکر کا محاصرہ بحری شہر پتانے میں کر رہا تھا اسوقت
لوکولوس کچھ جہاز لیکر آموجود ہوا اور فمبریا نے لوکولوس سے کہا کہ دونوں ملکر حملہ کریں

اور بادشاہ کو گرفتار کرنے کی کوشش کریں۔ اسکالوکولوس نے یہ جواب دیا کہ میں تم جیسے باب ۲۱
ٹھائی گیروں سے کسی قسم کے تعلقات نہیں رکھنا چاہتا اور یہ کہہ کر چل دیا۔ ظاہر ہے
کہ اس کے معنے یہ تھے کہ دونوں کے درمیان جھگڑا ہو جاتا اور فمبریا یقیناً لوکولوس
کے جہازوں کو گرفتار کرلیتا۔ الغرض بادشاہ بال بال بچ گیا اور پیتی لنہ جاکر وہاں
اپنے لشکر کا باقیماندہ حصہ جمع کیا۔ جب ارخے لاؤس آیا کہ سولا کے ساتھ جو شرائط
صلح قرار پائی تھیں انکی بادشاہ سے توثیق کرائے تو مہرداد نے اس سے کہا کہ تم
کسی طرح سے رومن سپہ سالار کی اور میری ملاقات کراؤ، چنانچہ دونوں ہیرو
کے مابین دردانوس کے مقام پر (جو ابی دوس کے جنوب میں واقع ہے) ملاقات ہوئی،
اور ذرا سے پس وپیش کے بعد مہرداد نے ارخے لاؤس کا دستخط شدہ عہد نامے
کی توثیق کر دی اور جہازوں کی معینہ تعداد کو حوالہ کرنے کے بعد گھر واپس چلا گیا۔

لیکن اس صلح نامہ کا مرتبہ ایک التوائے جنگ سے زیادہ نہ تھا اور
رومن مجلس سینات نے اسکی کبھی بھی توثیق نہیں کی، اس وقت اسلئے نہیں کہ مجلس
سینات سولا کے مخالف تھی، اور بعد میں اسلئے نہیں کہ سولا نے کبھی سنجیدگی کے ساتھ
اس عہد نامے پر زور نہیں دیا۔ اب سولا کیلئے یہ کام نسبتہً آسان تھا کہ ایشیا میں
فمبریا کو زیر کردے۔ اس کام کے لئے کسی جنگی مہم کی مطلق ضرورت نہیں پڑی تھی
اسلئے کہ فمبریا کے سپاہی جوق جوق اس سے آملے اور آخر کار موسم خزاں ۸۵ ق م
میں فمبریا نے پرگامم میں اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی۔ اب بجز چند جزائر کے
جو کچھ مدت تک ہتھیار اٹھائے رکھے اور بحری قزاقوں کے جنھیں سولا نے چھوا بھی
نہیں۔ تمام ایشیائے کوچک نے فاتح کے سامنے اپنے ہتھیار ڈالدیئے۔ بحری قزاق
تو پہلے سے بھی زیادہ جری ہو گئے، چنانچہ انھوں نے کلازومنے [illegible]، ساموس
اور ساموتھریس کو اپنے چھاپوں سے شدید نقصان پہونچایا لیکن سولا نے ان
واقعات پر مطلق توجہ نہیں کی۔ اسے فطرت نے ایک ایسی صفت ودیعت کی
تھی جسکے زور سے وہ کسی خاص موقعہ پر سب سے اہم نقطے کا تعین کرسکتا تھا اور
اپنی تمام قوت اسی ایک چیز پر صرف کرکے باقیماندہ امور کو بالکل نظر انداز کر دیتا تھا
اسوقت صرف ایک ہی چیز اہم نظر آتی تھی، وہ یہ کہ فوج والوں کو روپیہ اور آرام

باب ۲۶ مل جائے تاکہ کچھ عرصے بعد وہ اپنے سپہ سالار سمیت اٹلی جائے اور وہاں کے عمومیوں
کو شکست دے۔ اسکا خیال تھا کہ اگر یہ مطلب حاصل ہو جائے تو اس دوران میں بحری
قزاقوں کو ہاتھ بھی نہیں لگانا چاہئے۔ ایشیائے کوچک کے آرام دہ مسکنوں میں ہر رومن
شہری کو اپنی تنخواہ کا پانچ گنا یعنی سولہ درہم روزانہ شہریوں سے ملتا تھا اور نہ صرف
یہ بلکہ اسکی خوراک بھی مفت تھی اور وہ چاہتا تو اپنے دوستوں کو بھی مفت مدعو کرسکتا تھا
انکے علاوہ سنتوریوں کو پچاس درہم روزانہ ملتے تھے۔ اگر لشکر چھ ماہ پڑا رہا تو اسے
تقریباً ساڑھے باسٹھ کروڑ روپیہ ہوا۔ اسکے علاوہ ایشیا والوں کو ہرجہ وخرچہ جنگ کے
طور پر روما (یعنی سولا) کو ایک معتد بہ رقم ادا کرنی پڑتی تھی۔ اسمیں یہ بات ضرور
اچھی تھی کہ یہ روپیہ مالیاتی ٹھیکہ داروں کے وساطت سے نہیں جاتا تھا۔ الغرض
مفصلہ ذیل شہروں کو روما کے وفاداری کے بدلے میں آزادی مل گئی:۔ الیوم خیوس
کلینیشیہ بدریائے سپی لوس، استراتونیکیہ، تابائے بماک کاریہ، نیز رھوڈز کو کاؤنوس
اور بعض چھوٹے چھوٹے جزیرے مل گئے۔

سنہ ۸۴ ق م کے موسم گرما میں سولا پرائیوس کی طرف چلدیا اور اپنے پیچھے
دو لیجیون والی فوج کو لی کی نیوسی موریناؔ (پروپریتور) اور لوکولوس (کوئیستور)
کے ہاتھ میں چھوڑ دیا۔ اس نے پہلے تو یوبیہ کے شہر ایدیپسوس میں غسل کے ذریعے
اپنی گٹھیہ کا علاج کرایا اور اسکے بعد اتھینز سے بعض فنی شاہکار اور کتابیں لیتا ہوا
سنہ ۸۳ ق م میں ۴۰ ہزار آدمیوں کے ساتھ یا ترائے ودیراخیوم ہوتا ہوا اٹلی گیا۔ روما
پہونچکر اسنے عمومیوں کی حکومت کا خاتمہ کرایا اور روما کو ایک جدید دستور دیا جو تجربے
نے نہایت قلیل الحیات ثابت ہوا۔

باب بست و ہفتم

مہرداد و تیگران و لوکولوس و پومپی کے خلاف

مہرداد کی موت

سلطنت سلیوکیان کا خاتمہ

سنہ ۸۳ ق م تا سنہ ۶۳ ق م

مہرداد کو ابھی خود اپنی سلطنت میں بہت کچھ کرنا تھا[1]۔ اسنے اپنے ہم نام بیٹے کو جو اس سے پہلے کولخس میں نائب شاہ تھا، واپس بھیجا لیکن تھوڑی ہی مدت

---

[1] مہرداد کی سلطنت اور اسکا طرز حکومت۔ اس خاکے میں جتنے واقعات مندرج ہیں وہ سب کے سب راٗناش: "مہرداد یوپاتور" Reinach : Mith. Eup. صفحہ ۲۱۲ تا ۳۰۰ سے لئے گئے ہیں، لیکن میں نے اسکا مقابلہ سلطنت مصر اور سکندر سے جو کیا ہے وہ میرا اپنا خیال ہے۔

اس بادشاہ کی سلطنت بحری سلطنت تھی اور اسمیں بحر اقشیں کے سواحل شامل تھے اور یہ وہ سمندر تھا جسے شاہی جہازوں نے تقریباً چالیس سال تک برابر اپنے قابو میں رکھا تھا۔ صرف مغربی

باب ۲۱

کے بعد اسے بلاکر قید میں ڈالدیا جہاں اس کا خاتمہ ہوگیا۔ لوکیت بوسفوروس نے علم بغاوت بلند کردیا تھا، اور عین اسوقت جب بادشاہ ادھر کی طرف جانیکی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ ۔ ایسی سمت تھی جہاں دوسری مملکتیں موجود تھیں مثلاً بتھی نیہ، ہرقلیہ اور ہیرنکلہ، لیکن ان سلطنتوں کا مقابلہ مہرداد کی سلطنت سے نہیں کیا جاسکتا۔ اس سلطنت کے تین حصے یعنی پونتوس، کولخس اور بوسفوروس تھے اور انمیں خرابی یہ تھی کہ انکے مابین صرف سمندر کے راستے سے تعلقات پیدا ہوسکتے تھے اسلئے کہ ان تینوں کے درمیان زنجیرہ پیریادرس کے ڈھلوان دامن اور اس سے بھی زیادہ ناقابل عبور کوہ قاف حائل تھے، جہاں مہرداد کے قبضے میں صرف چند ہی منفرد قلعے مثلاً طمرانبرون و دیوسکوریاس ہی تھے۔

اس زمانے میں کریمیہ کی آبادی آجکل سے کہیں زیادہ گنجان تھی، اسلئے کہ جنگلات کو کاٹنے کی وجہ سے ملک کے ایک بڑے حصے کو ویرانہ کردیا ہے اور اسمیں زیادہ تر کاشتکار اور ملاح رہتے تھے۔ یونانی شہروں میں پانتی کا پیوم (حالیہ کرچ) کا محیط ۳۰ استادیا (تقریباً ۱/۴-۳ میل) کا تھا؛ فاناگوریہ میوتی قبائل کے سامان تجارت کا مرکز تھا اور تاناکس میں ہوکر شمالی اور مشرقی تجارت کا راستہ گذرتا تھا۔

کولخس سلطنت کا ایک صوبہ تھا۔ اسمیں اول تو کولخسی آبادی تھی، جنمیں سے بہت سے لوگ ایسے مکانوں میں رہتے تھے جنکی بنیاد سیدھی لکڑیوں پر تھی، دوسرے اسمیں دریائے فاسس کی وادی میں بعض ہرباد کار تھے جو اپنے آپکو مصری بتلاتے تھے، تیسری جنوب میں بعض دوسرے اصل باشندے اور شمال میں بعض یونانی آبادکار تھے جو زیادہ تر دیوسکوریاس میں مقیم تھے اور جو اسی ہیریہ و البانیہ کے ذریعہ سے بحیرہ اسود کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ اس ملک میں ستر بولیاں بولی جاتی تھیں اور صرف دیوسکوریاس میں تین سو ترجمانوں کی ضرورت پڑتی تھی۔

خاص ملک پونتوس کے تین منطقے سمجھنے چاہئیں یعنی پہلا منطقہ تو ساحل کا، دوسرا اندرون ملک کے دریاؤں کا، جو پہلے تو ساحل کے متوازی بہتے ہیں اور اسکے بعد شمال کا رخ کرلیتے ہیں، اور تیسرے اندرون ملک کے کوہی درجے (دیکھو اوپر باب ۱۲)۔ اس ملک کا سب سے زرخیز علاقہ وہ میدان تھا جسمیں ایرس اور لیکوس جاکر مل جاتے ہیں اور جنمیں کومانہ، اماسیہ اور کبیرہ کے شہر واقع ہیں۔ اس ملک میں شکار اور ماہیگیری (خاص کر ٹنی مچھلی کا شکار) اہم پیشے تھے۔ خالی بیں قبیلے جنکے افراد فولاد کا کام کرتے تھے،

باب ۲۷

تیاری کر رہا تھا، روما کے ساتھ جنگ چھڑ گئی۔ اسوقت ارجے اوس روما تھا، اور اسکی صلاح پر ۱۵۴ ق م میں الی کی نوجس موریانے پونتوس پر حملہ کر دیا، اور

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ کان کنی میں مشہور تھے۔ گوتاک کے بندرگاہ جیسے کیزکوس، کلازومے نائے اور کلیدوس اور خصوصاً اسنوف کی دوہری بندرگاہ اچھی تھیں لیکن ساحل سے اندرون ملک کے راستے اتنے اطمینان بخش نہیں تھے اور نہ دریا جہازرانی کے قابل تھے۔ تاہم اماسیہ اور کومانا تجارت کے اہم مرکز شمار کئے جاتے تھے اور قدیم ایرانی شاہراہ ابتک کوماتا ہوکر جاتی تھی اور یہیں سے ارمستان کے سڑک نکلتی تھی۔ جو اشیاء ارمستان و عراق عربی سے کوماتا جاتی تھیں اور بت خانے کے چاروں طرف رہنے والے کاریگروں کے ہاتھوں مکمل ہوتی تھیں وہ یہاں سے مغرب کی طرف امی سوس و اسنوف ہوتی ہوئی ایتھنز، دیلوس ورھوڈز چلی جاتی تھیں۔

تہذیب و تمدن کے اعتبار سے بھی پونتوس خاص کے باشندوں میں انتہا درجہ کا تنوع پایا جاتا تھا۔ یہاں ایسے قبیلے تھے جو اسوقت تک درختوں میں رہتے تھے (مہپا کومیسنائے) ایسے بھی جنمیں ابتک یہ طریقہ چلا آتا تھا کہ بچہ پیدا ہونے پر باپ کو کئی روز تک بیمار رہنا پڑتا تھا (تبارینی) اور بعض قبیلوں میں زیادہ تر شکار اور گلہ بانی رائج تھی۔ کاپادوسیہ میں جاگیرداروں کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ اپنے سرفوں کو فروخت کر دیں۔ میں اس سے پہلے ابواب ۱۲، ۱۴ اور ۱۵ میں کاپادوسیہ و پونتوس کے تمدن کا ذکر کر چکا ہوں؛ یہاں میں اسبات کا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ پونتوس و کاپادوسیہ کی سب سے بڑی دیبی یعنی ماکی دریائے سار وس والے کومانا اور دریائے امی رس والے کومانا دونوں میں پوجا کیجاتی تھی، اور پونتوس والے کومانا کے مہا پجاری کو سلطنت کا سب سے وقیع عہدہ دار سمجھا جاتا تھا۔ کومانا زمانہ حال کے مقام توکت کے قریب واقع تھا (جس کا نام یودوسیہ سے ماخوذ ہے) اور یہاں متعدد مشرکین آکر ملتی تھیں جو ایرانی پونتوس میں آباد تھے وہ اپنی عبادت بعض مقدس مقامات میں کرتے تھے جہاں مجوسی خانقاہیں ملتی تھیں اور انمیں سب سے ممتاز حرم دریائے ایرس کے قریب شہر زیلا میں تھا۔

یونانی عنصر ساحل پر روز بروز اہم تر ہوتا جاتا تھا۔ یہاں اماسترس ایک نفیس شہر تھا۔ اور دو بندرگاہوں والا اسنوف بہت ممتاز مانا جاتا تھا۔ امی سوس کے ایتھنز کے ساتھ نہایت قریب کے تعلقات تھے بلکہ کچھ عرصے تک تو اسے پرائیوس بھی کہتے تھے (دیکھو ہیڈ "تاریخ سکوکیات" ص ۴۲۴، سکوں پر اتھو کی تصویر !) اسکے قریب ہی یوپاتوریہ نامی بستی تھی جسکے چاروں طرف قلعہ فصیل تھی۔ طرابزوں کا

باب ۲۱

یہ چونکہ صلح نامہ مہرداد اتوس کی مجلس سینات نے توثیق نہیں کی تھی اس لئے سوریناکو یہ کہنے کا پورا موقع تھا کہ اسکے اطلاع میں روما اور مہرداد کے مابین

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ذکر بہت کم سننے میں آتا ہے۔ مہرداد قابل یونانیوں کی بہت کچھ قدر کرتا تھا اور اسکے ساتھیوں میں دوری لاؤس اور گایوس بھی تھے۔ دیوفانتوس جسنے بوسفوروس فتح کیا اسنوف کا رہنے والا تھا۔ ساتھ ہی مہرداد نے اندرون ملک کو بھی یونانی قالب میں ڈھال دیا۔ اسنے دریائے لیکوس اور دریائے ایرس کے سنگم پر شہر یوپاتوریہ آباد کیا۔ اماسیہ ایک یونانی شہر بن گیا؛ مقابلہ کرو استرابو ۱۲، ۴، ۶۱۴؛ راناش ۲۴۹۔ اماسیہ کے جغرافیہ داں استرابو کے اجداد میں سے یونانی (دوری لاؤس)، ایرانی اور پفلاگونی سب نظر آتے ہیں۔ مہرداد کے عہد حکومت میں اندرونی شہروں میں تانبے کے سکے ڈھالے جاتے ہیں اور انپر یونانی کتبے اور شبیہیں بنائی جاتی تھیں۔ واقعہ یہ ہے کہ اس بارے میں مہرداد کا طرز عمل وہی تھا جو اس سے پہلے سکندر اور خاندان سلیوکوس کا رہ چکا تھا۔

پونتوس کو ایک قدرتی، قومی سلطنت نہیں کہا جا سکتا اور اسکا نام ہی جو ایپاتروس کی طرح کسی مقام سے شکل سے وابستہ ہے اس امر کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن مہرداد نے اسے ایک وسیع بحری سلطنت بنا کر اس نام کو ایک مناسب معنے پہنائے اور اپنی سلطنت کو بطالسہ کے سلطنت سے مشابہ کر دیا اور جسطرح بطلیموسی سلطنت میں بحر روم کے ساحل کا جنوب و مغرب شامل تھا اسی طرح پونتوس میں شمال و مشرقی علاقے شامل ہوگئے۔ دونوں سلطنتوں کے دو توابع ایسے تھے جنسے جنکے ساتھ صرف جہازوں میں بیٹھ کر رسل و رسائل ممکن تھا، ایک کا سرنہ و قبرص اور دوسرے کا کولخس و بوسفوروس؛ اور ادھر پفلاگونیہ کے ساحل میں فنیقی ساحل کی مماثلت پائی جاتی ہے۔ یہ مشابہت بعض دوسری چیزوں میں بھی نظر آتی ہے سارا پس اسنوف سے اسکندریہ آیا۔

نظم و نسق۔ مجلس مملکت میں تمام نہاد اعزو اقارب شامل تھے (راناش ۲۵۲، حاشیہ) وزرا:۔ ہم ایک وزیر جنگ، ایک وزیر عدل اور ایک معتمد مملکت کا نام سنتے ہیں۔ مہرداد مختلف مذاہب سے اتنا بالاتر تھا کہ اسنے دوری لاؤس کو کوماناکا مہا پجاری بنا دیا۔ صوبے:۔ دو طرح کے تھے یعنی ایک تو استراتیگیاے اور دوسرے ایپارخیاے؛ تاہم بعض شہر ایسے بھی تھے جنمیں شاہی حرس رہتا تھا لیکن جو دوسرے معاملات میں خود مختار تھے (راناش ۲۵۶) میترودوروس کچھ مدت کے لئے میر مجلس عدالت مالیہ تھا۔ مالیات کا انتظام اتنا ہی اچھا تھا جتنا حکومت بطالسہ میں، اور ہم دیکھتے ہیں کہ مسلسل جنگوں کے

اسوقت تک جنگ جاری ہے۔ بلاشبہ بادشاہ نے مورینا کو پالیس پر سنہ ۸۱ ق م میں شکست دی اور رومنوں کو کاپادوسیہ سے نکال باہر کیا لیکن اسکی سیاسی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ باوجود سنہ ۶۶ ق م جیسے قریب زمانے میں مہرداد کے خزانے میں تقریباً دس کروڑ روپیہ تھا اور یہ پچہتر قلعوں میں منقسم تھا۔

مہرداد سکے سونے اور چاندی دونوں کے تھے؛ تانبے کے سکے بنانے کا اختیار اپنے شہروں کو دیدیا تھا اور امی سوس خاص طور پر نہایت افراط سے سکے بناتا تھا جنپر بادشاہ کا نشان بنا ہوتا تھا (بارہ شہر؛ ر انناش، ۲۶۰) پانتی کاپیوم، فاناگوریہ اور خرسونیز کو آزاد سمجھا جاتا تھا؛ چنانچہ ان شہروں کو سونا اور چاندی مسکوک کرنے کا بھی اختیار تھا۔ کستیس کے زمانے سے (جسکے ایک نادر نمونے کے لئے دیکھو ر انناش: "تین مملکتیں" Reinach : Trois royaumes ۱۹۲ تصویر x.2 شاہان پونتوس نے سونے کی تسکیک کو موقوف کردیا تھا؛ ہم اس سے اچھی طرح سے واقف ہیں کہ سلوقیوں نے سونا چاندی مسکوک کرایا، اور مہرداد یوپاتور نے بھی سنہ ۸۸ ق م کے بعد، جب وہ اپنے آپکو ایشیا کا مالک سمجھنے لگا، اسی اصول پر عمل کیا۔ یہ بات ابھی تک حل طلب ہے کہ آیا سنہ ۸۲ ق م کے بعد اسنے سونے کے سکے بنانا موقوف کردیئے تھے؛ دیکھو ر انناش ۲۶۱، اور "تین مملکتیں" ۱۹۸۔ اسکے سونے کے سکے، جو پونتوس اور پرگامم میں مسکوک ہوئے، اٹیکائی معیار کے ہیں؛ انکا وزن دو درہم تھا اور انکی قیمت بیس نقرئی درہموں کے مساوی تھی۔ سب سے عام نقرئی سکہ اٹیکائی معیار کی چودرہمی تھی۔ مہرداد نے فوجی پڑاوں میں بھی سکے ڈھلوائے؛ مثلاً سنہ ۸۸ ق م میں ارخے لاوس کے ذریعے سے یونان میں؛ سنہ ۸۸ ق م میں اریارتھیس کے ذریعے سے مقدونیہ میں؛ سنہ ۸۲ ق م میں خود اپنے آپ پاریوم میں (ر انناش ۲۶۲)۔ اسکی چودرہمی پر خود اسکی شبیہ بنی ہوئی تھی جسے سنہ ۸۸ ق م کے بعد سکندر اعظم کی شبیہ کے مماثل کردیا گیا اور اسے یونانی سکہ سازی کا آخری شاہکار سمجھنا چاہئے۔ اس سکے کے الٹی طرف پیگاسوس اور (پرسوس۔ ایرانی) چاند تارا بنے تھے جو شاہی نشان سمجھے جاتے تھے اور جو (اسی ترتیب سے) بالآخر سلطنت عثمانیہ کے نشانات بن گئے۔ سنہ ۹۶ ق م کے بعد پیگاسوس کے چاروں طرف پتوں کا ایک گھیر نظر آتا ہے؛ اسکی مماثلت گستوغوری سے (دیکھو اوپر باب ۲۱، حاشیہ ۴)۔ اندرون ایشیا کے فتح کے بعد پیگاسوس کی جگہ بارہ سنگا نظر آتا، جب ارتمیس کا خاص جانور سمجھا جاتا تھا۔ سنہ ۹۴ ق م کے بعد سے سکوں پر سنہ ۲۹۷ ق م والا سنہ

بقا کا مسئلہ اب مشتبہ ہو چکا تھا اور موریناکے جانشین گابی نیوس کے زمانے میں بھی بجنسہ یہی صورتِ حال جاری رہی۔ سولا کے حیات میں مہرداد کو برابر

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ درج ہے؛ دوسرے سنین کے لئے دیکھو اوپر باب ۲۶۔ ان سکوں میں مقدونوی مہینوں کا اتباع کیا گیا ہے۔

پونتوس کے ابتدائی حکمرانوں کے فوج میں ایشیوں کے علاوہ یونانی اور غالطی اجیر سپاہی بھی ہوتے تھے۔ مہرداد یوپاتور نے شمالی قبیلوں یعنی اسکیتیوں، سارماتیوں، کلٹوں اور تھریسیوں کو بھرتی کیا؛ علاوہ ازیں اسکی فوج میں بہت سے اطالوی بھی تھے اور آخر کار انکا ایک پورا رسالہ بنا دیا گیا۔ اسکے بہترین مہندس تھسالوی نکوندیس اور کالی ماخوس ساکن امی سوس تھے۔ اسنے ایک بڑا بیڑا ترتیب دیا جسکے لئے اسنے اشیاء استعمال تو اپنے ملک ہی سے مہیا کیں اور رہبر یا تو فنیقیہ سے بلائے ورنہ بحری قزاقوں میں سے منتخب کر لئے۔ سنہ ۷۳ ق م میں اسکے پاس چار سو سہ طبقہ یا پنج طبقہ جہاز تھے اور اسکے علاوہ بہت سی دوسری کشتیاں بھی تھیں۔ اپنی حکومت کے دوران میں مہرداد نے ایشیائی فوجی نظم کے بجائے مقدونوی نظم کو رائج کیا اور اپنی حکومت کے آخری زمانے میں وہ رومن نظم کو اپنے ملک میں رائج کرنا چاہتا تھا جس سے اسکی تیز فہمی کا پتہ ملتا ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ سولا، لوکولوس اور پومپی جیسے عظیم الشان سپہ سالار اسے مثانہ تھے اور وقت آیا تو خود اسی نے اپنا خاتمہ کر لیا۔

میں اس سے پہلے ہی مہرداد کے غیر معمولی فطری قابلیت کا ذکر کر چکا ہوں وہ عظیم الشان تن و توش کا انسان تھا اور مستعدی اسمیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، چنانچہ ایک مرتبہ اس نے چوبیس گھنٹوں میں گھوڑے کی پیٹھ پر ڈیڑھ سو میل کا سفر کیا۔ اپنی زندگی کے آخری سال میں (جب اسکی عمر ۶۹ سال کی تھی) وہ پورے ہتھیاروں سمیت کود کر زین پر سوار ہو سکتا تھا۔ وہ اپنے پیشرؤں کے برخلاف ایک خوبرو انسان تھا (امہوف: یونانی شبیہیں mhoof: Griech. Portraet. اور راناش، "تین ملکتیں" تصویر ۱۰)۔ وہ چالاک، مستعد، خطاب، اور تیزی سے بھرا ہوا تھا اور اگر اسے کامیابی کی بال برابر بھی امید ہوتی تو بھی نا امید نہ ہوتا۔ دوسرے ممالک کے بعض ممتاز علما اسکے دربار کو بھاگ گئے، جیسے دیودوروس ساکن ادرامیتیوم، جو اکادمی کا رکن اور مدبر تھا، میترودوروس ساکن اسکپسس، میتردیدا یوس جسے مہرداد نے ابوالملک کا خطاب

باب ۲۷

صلحنامہ وردانوس کی توثیق کی امید لگی رہی لیکن جب ۳۱۶ ق م میں اس آمریینی سولا کا انتقال ہوگیا تو مہرداد نے یہ اندازہ کرلیا کہ اسکے بعد کسی قسم کی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ دیا تھا (شاہی خطاب، رائناش ۲۰۲) اور جو میر عدل مقرر ہوا، معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اس سے ناخوش ہوگیا اور وہ اپنی علیحدگی کے تھوڑے ہی عرصے بعد مرگیا۔ مہرداد نے طب اور سمیات کا خاص طور پر مطالعہ کیا تھا اور اس موضوع پر اپنے زمانے کے بہترین اطباء سے رسل و رسائل رکھتا تھا، جیسے زکاریاس ساکن بابل اور اسکلے پیادیس ساکن پرو سیاس سے بعض علاج بھی دریافت کئے جنھیں مجموعی طور پر "مہردادیات" کہتے تھے اور جو اسکے بعد بھی برابر رائج رہے۔ اس کا طبیب خاص، پاپیاس ساکن امی سوس عدالت مرافعہ کا رکن بھی تھا؛ واضح ہو کہ بطالسہ اور شاہان پرگامم اطبا کو حکومتی امور کے انجام دہی پر بھی مقرر کیا کرتے تھے۔ مہرداد فنون لطیفہ کا بھی سرپرست تھا۔ (رائناش ۲۸۶)۔ وہ خوبصورت اسباب خانہ داری کا شائق تھا؛ اس کا تخت شاہی اور اسکے سرکاری پلنگ سونے کے بنے ہوئے تھے؛ اور جب اسکے تالاوُرہ والے توشہ خانے کے فہرست بنانے کی ضرورت پیش آئی تو ہمیں ایک مہینہ لگ گیا؛ اس توشہ خانے میں منجملہ دوسری چیزوں کے سنگ سلیمانی کے ... ۲۰۰۰ طباق تھے جو سونے میں جڑے ہوئے تھے۔ مہرداد نے ڈیلوس، نیمیہ اور ایلفی کو چڑھاوے بھیجے اور ایفی سوس کے ارتمیس اور بوسفوروس کے و بیتیر کی تعظیم و تکریم کی۔ لیکن جو وقعت اسکے دل میں اہورامزدا کی تھی وہ کسی دیوتا کی نہ تھی۔ ۸۱ ق م میں اسنے ایک قلہ کوہی پر اسکے نام پر بہت بڑا چڑھاوا چڑھایا جسکے شعلے ڈیڑھ سو میل سے نظر آتے تھے۔ اسکے محلات شاہی اسنوف، امی سوس، فارناکیہ اور یوپاتوریہ میں اور ایک گرمائی محل جھیل ستی فانی پر تھا، اور اسکے خاندان کے خالی مقبرے اسوقت تک اماسیہ میں نظر آتے ہیں۔

مہرداد کے حالی موالیوں میں غلام، آزاد کردہ غلام، مسخرے، طبیب، ارکان حرس شاہی سب ہی ہوتے تھے، اور بہت سے شریف یونانی اور رومن اور جلا وطن بادشاہ اسکے دربار میں موجود تھے۔ زندگی خوشیوں اور مسرتوں سے لبریز تھی، اور شکار، ناٹک، ورزش، دعوتیں اور انہیں موسیقی، بہترین پینے والے کھانے والے اور کہنے والے کو انعام یہ سب چیزیں دربار مہرداد میں عام تھیں۔ کھانے پر بیٹھنے سے پہلے وہ ہمیشہ تریاق کھا لیا کرتا تھا اور کبھی اپنے پر تلے سے تلوار کو الگ نہیں کرتا تھا۔ اسکا خاندان بہت وسیع تھا اور وقتاً فوقتاً وہ اپنی بیویوں اور بچوں کا صفایا کیا کرتا تھا۔ اسکی بیویوں میں سے ہم صرف انکے ناموں سے

سیناتی نوشیق نہیں ہوئی چنانچہ اب اسنے از سر نو جنگ کی تیاریاں شروع کر دیں۔ ا بـ۲
اگر باوجود اسکے بھی جنگ کا آغاز پانچ برس تک نہیں ہوا، تو اسکی وجہ یہ تھی کہ اول تو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ واقف ہیں جو یونانی نژاد تھیں اسلئے کہ انھی میں کیرکٹر ظاہر ہوتا ہے۔ ان یونانی بیویوں کے نام منعمہ (از استراتونیکیہ)، برنیس (از خیوس)، استراتونیس (از پونتوس)، ہیپ کراتیہ (جو گویا امیزنوں کے قالب میں ڈھلی ہوئی تھی) ہیں۔ اسکے ان بیٹوں میں سے جو اسکی جائز اولاد تھے یعنی منکوحہ عورتوں کے بطن سے تھے، ہم اپنے بیان میں مہرداد اور اریارتھیس کا ذکر کر چکے ہیں، جنھیں غالباً بادشاہ نے خود مروا ڈالا؛ انکے علاوہ ماخارنیس اور فارناکیس کا بھی ذکر آچکا ہے جنھیں سے اول الذکر نے خودکشی کر لی اور دوسرے نے باپ ہی کا خاتمہ کر دیا۔ اسکے ایک ناجائز بیٹے مہرداد والے پرگامم نے یولیوس قیصر کے زمانے میں کافی امتیاز پیدا کیا۔ سنہ ۶۳ ق م میں ہم مہرداد کے چار باقی ماندہ اولاد سے دوچار ہوتے ہیں؛ ان سب کے فارسی نام ہیں اور لڑکیوں کے یونانی نام، جنھیں سے کلیو پاترا نے تیگران سے نکاح کیا؛ کہتے ہیں کہ اتھنے نائس کی نسبت حکمران کا پادوسیہ کے ساتھ اور مہرداد و طلیبہ کی نسبتیں شاہان مصر و قبرص کے ساتھ ہو گئی تھیں، لیکن ان آخری دو کا کام اپنے باپ کے ساتھ تمام ہو گیا۔ مہرداد کی بیٹیوں میں سے یوپاترہ اور رسیا بارس پومپی کے فاتحانہ جلوس میں شریک تھیں۔

سکندر اعظم اور مہرداد دونوں میں دو چیزیں دلچسپ نظر آتی رہیں، ایک تو خود ان دونوں کی شخصیتیں اور دوسرے ان دونوں کے حوصلے۔ شخصی حیثیت سے مہرداد میں سکندر کے بہت کم خصائص نظر آتے ہیں، گو سکوں کی شبیہوں سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کی شکل ایک دوسرے کی سی تھی (نیز دیکھو اوپر، باب ۲۶ حاشیہ ۶) مہرداد میں بربری عنصر بہت کچھ ممتاز ہے؛ اعتدال اس کے پاس سے ہو کر نہیں پھٹکا؛ اسکی خواہش بس قانون کے مترادف ہے اور جو کوئی اس سے سرتابی کرتا ہے وہی ختم کر دیا جاتا ہے [لیکن مقابلہ کرو سکندر کا دعوی الوہیت اور اسکے نتائج۔ مترجم اردو]۔ اگر کوئی شہر جسے خود اسنے قائم کیا ہے، بغاوت کر بیٹھتا ہے تو وہ اسے برباد کر دیتا ہے اور خود اسکا کوئی بیٹا بغاوت کرتا ہے تو وہ جان سے مار ڈالا جاتا ہے۔ تاہم اسمیں لشکر داستان کے خصائص ضرور پائے جاتے ہیں اور کبھی کبھی وہ دوسروں پر اعتبار بھی کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ سکندر میں عظمت اسلئے تھی کہ وہ کوئی برا کام کرنے کے بعد پچھتاتا تھا، لیکن مہرداد میں اس صفت کا شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اب حوصلوں کو لیجئے۔ یہاں ان دونوں کے خصائص میں بہت کچھ مماثلت پائی جاتی ہے، خصوصاً اس بات میں کہ دونوں کے حوصلوں کی

خارجاً اسکی کوئی ضرورت نہیں تھی اور دوسرے اس زمانے میں روما کو تین دوسرے دشمنوں کو زیر کرنا تھا یعنی تھریسی قوم، ہسپانیہ میں سرتوریوس اور بحری قزاق ۔ باب ۱۲

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ کوئی حد نہیں تھی، اور جسطرح سکندر مشرق اقصے کو مغلوب کرنا چاہتا تھا اسی طرح مہرداد مغرب اقصے کے اندرونی حصوں میں جانا چاہتا تھا۔ اور پھر ان مہمات کے نتائج میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ سکندر میں انسانیت کا جذبہ موجود تھا، چنانچہ اسکے سپاہیوں نے پہلے تو اسکے احکام سے سرتابی کی لیکن اسکے بعد وہ برابر اس سے وابستہ رہے ؛ مہرداد ایک ظالم یونانی تھا، چنانچہ اسکی قوم اس سے غداری کرتی ہے اور جب وہ غیر معلوم ممالک میں مہم سر کرنا چاہتا ہے تو اسکا خاتمہ کر دیتی ہے ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ سکندر کی طرح مہرداد ایک قومی بادشاہ نہیں تھا، اور (بالخصوص اسکی حکومت کے اختتام پر) اسکی فوج محض اجیر سپاہیوں پر مشتمل تھی۔ سکندر کی طرح مہرداد مشرق و مغرب کو ایک کر دینا چاہتا تھا، صرف فرق یہ تھا کہ وہ ایران سے نکلا اور سکندر یونان سے ۔ لیکن اس فرق کے باوجود مہرداد کو یونانی قومیت کے محافظ کے حیثیت سے سکندر پر فوقیت ضرور حاصل تھی لیکن اس کی سب سے بڑی بدقسمتی یہ تھی کہ اسکا مد مقابل روما تھا۔ اس تنازع میں روما اصول آزادی کا قائم مقام تھا، اور یہ قاعدہ ہے کہ متمدن اقوام میں ذاتی حکومت کے مؤیدوں کو ہمیشہ نیچا دیکھنا پڑتا ہے۔ نپولین صرف اسوقت تک کامیاب رہا جبتک وہ آزادی کا مؤید بنا رہا، اور کرامویل کا بالکل ٹھیک موقعہ پر خاتمہ ہو گیا ۔

مہرداد نے ایشیا میں یونانی تمدن کو فروغ دیا اور اس حیثیت سے یونانی تاریخ یونان میں اسکا ایک خاص رتبہ ہے ۔ اگر وہ کامیاب ہوتا تو ممکن ہے کہ زمانہ آیندہ کی "سلطنت بزنطہ" کی کئی صدی قبل پیش بندی کر دیتا۔ یہ بات یقینی ہے کہ ایسے شہنشاہوں میں جیسے لیو سوم (جو کوماگینے کے شہر آزوریہ میں پیدا ہوا تھا) اور نیکوفوروس (جو پسیدیہ کے شہر سلیوکیہ کا باشندہ تھا) مہرداد سے کہیں کم یونانی تمدن کے اثرات تھے، اور شہنشاہان بزنطہ کے سلطنت بھی ملوکیت پونتوس کی طرح بحر اسود کے چاروں طرف واقع تھی۔

ایک لحاظ سے مہرداد نے سکندر کے کام کی تکمیل کی، وہ یہ کہ اسنے مین ان ہی مقامات پر حکومت کی جو سکندر کے سلطنت سے باہر رہ گئے تھے۔ یونانی سکندر نے سلطنت ایران کے بیشتر حصے کو فتح کر کے اسے یونانی قالب میں ڈھالنا چاہا ؛ ایرانی مہرداد نے سلطنت ایران کے اس حصے پر قابو پالیا جسے سکندر نے چھوا نہیں تھا اور اسکے شمال اقطے میں جو یونانی آباد تھے انھیں اپنی سلطنت میں ملا لیا اور انھیں بربریوں کے دباؤ سے آزاد کر دیا۔ اسنے اپنی سلطنت کے چاروں کونوں کو یونانی بنا دیا۔ لیکن وہ روما کا

باب ۲۷

غیر مطمئن لوگوں اور ہر طرح کے تارکان وطن کے وجود کے باعث بحری قزاقوں کی تعداد میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا تھا۔ اب ان قزاقوں کے قبضے میں سلاح خانے، بحری قلعے، اور پہاڑی گڑھیاں آگئی تھیں اور یہ آزادانہ رسل و رسائل کے سلئے بڑی بھاری سدِ راہ بنے ہوئے تھے۔ آخر کار روما انکی سرکوبی کے لئے مجبوراً تیار ہو گیا۔ موریناؔ نے سلطنت کبیریہ کا (جو ان قزاقوں سے ملی ہوئی تھی) خاتمہ کر دیا، اور ۷۵ قم میں پ. سرویلیوس واتیہ نے، جو کلیلیہ کا پروپریتور تھا، لیکیہ، پمفیلیہ اور ازوریہ میں بہت سی ریاستوں کا خاتمہ کر دیا جس پر اسے "ازوریکوس" کا خطاب حاصل ہو گیا۔ ان واقعات کے باوجود بھی وہ سمندر پر پہلی ہی سی طرح طاقتور بنے ہوئے اور انکی قوت میں یہ واقعہ بھی ممد و معاون ہوا کہ سوریہ کی آزاد مملکت اب باقی نہیں رہی تھی، اور یہ ملک باضابطہ ارمنستان کے بادشاہ کا تابع بن گیا تھا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ شام کا ازلی دشمن مصر تھا، لیکن ادھر تو سلیوکی ایک دوسرے سے دست و گریباں رہتے تھے، اور ادھر مصر کی حالت روز بروز زبوں ہوتی جا رہی تھی ۸۱ قم میں بطلیموس لاتیروس کے انتقال کے بعد اسکا بھتیجا اسکندر دوم تخت پر بیٹھا لیکن اسکندر زیادہ دن تک زندہ نہیں رہا، اور آخر کار اسے عوام الناس نے قتل کر دیا۔ گو اسکے بعد ایک وصیت نامہ برآمد ہوا جسکی رو سے اسنے اپنی تمام

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مقابلہ نہیں کر سکا، جو خود یونانی قالب میں ڈھل گیا تھا اور شخصی حکومت کی یونانی تہذیب کو جمہوری حکومت کے یونانی تمدن کے سامنے نیچا دیکھنا پڑا۔ غالب راناشن بالکل صحیح کہتا ہے کہ مہرداد کے خصائص سے کسی روسی فرمانروائی یاد تازہ ہوتی ہے، اور جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو یہ بات خاص طور پر قابل لحاظ معلوم ہوتی ہے کہ سلطنت روسیہ کا مؤسس ولادیمیر اوّل ۹۸۹ء یا ۹۹۰ء میں کریمیہ والے خرسونیز میں عیسائی ہوا۔ راناشن (مہرداد ص xiii) کہتا ہے کہ ولادیمیر کے بپتسمے کے دن "گویا کہ مقدس روس کی روح نے جنم لیا؛ اسی روز گویا صدیوں اور نسلوں کے قعر کو پار کر کے مہرداد کی روح نے پیٹر اعظم کی روح کے ساتھ معانقہ کر لیا وہ پیٹر جس کے خصائص میں مہرداد کی بہت سی صفتیں پائی جاتی ہیں"۔

سلطنت کی روما کے نام وصیت کی تھی، تاہم لاتھی روس (۳) کے دو نام نہاد ناجائز بیٹے باب ۲۲
یعنی بطلیموس اولیتیس اور ایک دوسرا بطلیموس مصر و قبرص پر قابض ہو گئے۔
چونکہ اس قسم کے لوگوں کو غیر ملکی مہمات سر کرنے کی اہلیت نہیں ہوتی اسلئے اسوقت
یہ فرض کرنا قرین انصاف تھا کہ اگر سلیوکی سلطنت کا خاتمہ ہونے کو ہے تو انکی جگہ
پارتھی لے لیں گے۔ پارتھی رفتہ رفتہ ہیکاتومپی لوس سے ہمدان تک ہمدان سے
تخت کسریٰ تک بڑھ آئے تھے، اور ان سے مہرداد اعظم بھی مرعوب ہو گیا تھا۔ اسوقت
مہرداد فرمانروائے پونٹوس کا پھریرا تمام ملک ایشیائے کوچک پر اڑتا تھا اور اسکا
پائے تخت پرگامم بنا ہوا تھا۔ لیکن مہرداد اعظم کے انتقال پر پانسا بالکل پلٹ گئی۔
ہم انیسویں باب میں دیکھ چکے ہیں کہ اس سے پہلے ہی اسکیتھیوں نے یونانی باختری
سلطنت کو زیر کر لیا، اور اسکے بعد انھوں نے آگے بڑھ کر پارتھیا فتح کیا لیکن عجب بات
ہے کہ اس ملک کے تخت پر انھوں نے اسی برس کے ایک شخص سیناترکیس کو بٹھا دیا۔
اسکیتھیہ کے اثرات کی وجہ سے پارتھیا کی قوت کم از کم فی الوقت کم ہو گئی اور تیگران
شاہ ارمنستان کو، جو خود بین اور ناقابل اعتبار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ بہادر اور
جری بھی تھا۔ یہ موقعہ مل گیا کہ اپنے کارناموں سے دنیا کی نظر کو خیرہ کر دے اور
ساحل سوریہ تک برابر اپنی سلطنت کے حدود پھیلا دیے۔ شمالی عراق عربی، میگڈونیہ
اور اور رونے پارتھیوں سے لینے کے بعد وہ آگے بڑھ کر میدیہ میں گھس گیا۔ اسنے
ہمدان کا محل جلا کر خاکستر کر دیا اور اپنا اثر اتنا بڑھایا کہ البانیہ، ایبیریہ، اتروپاتینے اور
میدیہ عظمیٰ، گوردوئے نے اور ادیابینے کے بادشاہوں کو اپنا مطیع و منقاد بنا لیا۔
بعد ازاں ۸۳ ق م میں اسنے علاوہ سلوکیہ برساحل بحر و انطاکیہ کے باقی تمام بالائی
سوریہ کو زیر کر لیا اور یہاں کے لئے ایسے سکے ڈھلوائے جن پر اسکی شبیہ بنی ہوئی تھی۔ پھر
تقریباً ۷۱ ق م میں اسنے بطلیماس سمیت فنیقیہ کے بیشتر حصے پر قبضہ کر لیا۔ اسنے
کاپادوسیہ کو مغلوب کیا اور شہر مزاکا اور ارمنی سرحد کے گیارہ دوسرے شہروں کے
باشندوں کو لیکر اسنے اپنے پائے تخت تیگرانوکرتہ آباد کیا۔ یہاں تک رومنوں نے
اسکی ترقی میں کوئی اعتراض نہیں کیا۔ اسکی بیوی کلیوپاترہ نے یونانی تمدن کو فروغ پہونچایا۔
اسکے ارمنی دربار میں ایک مصنف میترودوروس ساکن اسکیپس رہتا تھا اور تیگرانوکرتہ میں

باب ۲۲

دیونی سوسی اداکار یونانی ناٹک کے کمیل کرتے تھے۔ خود بادشاہ کا بیٹا ارتاوسدیس اوّل نے یونانی زبان میں کتابیں لکھیں۔

ظاہر ہے کہ تیگران کے فتوحات اسکے خسر مہرداد کے کمال مسرت کا باعث ہوئیں، خاص کر اسلئے کہ مہرداد کے دماغ میں اسوقت بہت سے خیالات بھرے ہوئے تھے۔ اسنے اپنی دو بیٹیوں کی شادی کے لئے دونوں بطلیموسوں سے پیام سلام کرنے شروع کردیئے تھے۔ علاوہ ازیں بحری قزاقوں سے اسکے تعلقات بہت اچھے تھے، اور جب اسنے دیکھا کہ صوبہ ایشیا کے باشندے پھر محاصلی ٹھیکہ داروں کے پھندے میں پھنس گئے ہیں تو اسنے انکے ساتھ بھی نامہ و پیام شروع کیا، اور اس سے بھی زیادہ یہ کہ سرتوریوس کے ساتھ اسپین میں ایک معاہدہ کرلیا، جو روما کے لئے یقیناً مضر تھا۔ اسطرح چونکہ اطالویوں نے اب روما کے ساتھ صلح کرلی تھی اسلئے اسنے ماریوس کے فریق کے ساتھ اچھے تعلقات پیدا کرلئے۔ سرتوریوس نے مہرداد کو بتھی نیہ، کاپادوسیہ، پفلاگونیہ اور غالطیہ کا الحاق کرنے دیا اور ساتھ ہی اسکے پاس مارکوس ماریوس جیسا قابل سپہ سالار بھیجدیا۔ اسکے معاوضے میں بادشاہ نے سرتوریوس کو تین ہزار تالنت اور چالیس جہاز بھیجدیئے۔ ان سب باتوں سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ مہرداد جنگ کی تیاریاں کررہا ہے۔

رومنوں کو صورت حالات کا پوری طور سے علم تھا، لیکن حسب معمول وہ جنگ کی ابتدا کرنی نہیں چاہتے تھے، گو سنہ ق م میں بتھی نیہ کے واقعات کی وجہ سے جنگ آخر کار چھڑ ہی گئی۔

سنہ ۷۴ ق م کے اختتام پر یہاں کے نامعقول بادشاہ نکومدیس فلو پاتور کا انتقال ہوگیا۔ اپنے دادا کی طرح وہ بھی اپنے آپکو رومن قوم کا آزاد کردہ غلام کہتا تھا، اور جب وہ مرا تو اسنے اپنی تمام سلطنت انکے نام وصیت کردی۔ چونکہ اسکا ایک لڑکا موجود تھا اس لئے رومنوں کو اسکا وارث بننے سے انکار کردینا چاہئے تھا، لیکن محاصلی ٹھیکہ دار اپنی ترکیبوں کے لئے ایک نیا میدان چاہتے تھے، چنانچہ نکومدیس کے لڑکے کو فی العور ناجائز قرار دیدیا گیا لیکن مہرداد ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتا تھا کہ رومن بوسفورس اور ہلیس پونت دونوں پر قابض ہوجائیں اور جب رومنوں کو اسکا یہ ارادہ معلوم ہوا تو انھوں نے جنگ کی تیاریاں کرلی

شروع کر دیں۔ جنگ کے اغراض کیلئے کلیکیہ لوکولوس کے سپرد کر دیا گیا اور علاوہ باب ۲۸
دو لیجنوں کے جو پہلے ہی سے وہاں موجود تھیں اسے وہ دو والے ایاتی لیجنیں
بھی دیدی گئیں جو فمبریا کے آخری ایام میں اسکے پاس ہی تھیں۔ دوسرے کانسل
مارکوس اوریلیوس کوتا کو بھی بتینیہ روانہ کیا گیا۔ جنگ کی ابتدا مہرداد نے ہی
کی اور پہلے ہی وار میں خالکیدون کے مقام پر کوتا کو شکست دیکر کیزیکوس
کا محاصرہ کرلیا۔ مہرداد جزیرہ نما ئے ارکونے سوس میں تھا۔ چنانچہ موقع پاکر
لوکولوس اپنے ساتھی کی مدد کے لئے آپہونچا اور بادشاہ کو جزیرہ نما میں
بند کر دیا۔ آخر کار مہرداد کو دشمن کی صفیں چیر کر نکلنا پڑا اور بہت کچھ نقصان
اٹھا کر لڑتا لڑتا واپس اپنی سلطنت میں پہونچ گیا۔

اب صورت حالات اسکے مخالف ہوگئی تھی مارکوس مارکوس لیمنوس
کے قریب جزیرہ نیاسے میں قتل ہوگیا، اور سنہ ۷۲ ق م میں سرتوریوس کی موت
کے بعد مہرداد کے پاس دیار مغربی میں کوئی مؤید باقی نہیں رہا۔ خود اپنے ملک میں
بھی اسے جنگ میں زکیں اٹھانی پڑیں اور جب اسکے سوارے کا ایک حصہ لڑائی
میں کام آگیا تو آخر کار اسنے ارمنستان صغیر کی طرف ہٹ جانے کا تہیہ کرلیا
لیکن کوچ کرنے سے پہلے شاہی مصاحبوں نے خزانے کو ایک محفوظ مقام
پر جمع کرنے سے فوج والوں نے دھوکے اور فریب پر محمول کیا اور غدر کرایا
جس کی وجہ سے بادشاہ کو دو ہزار سوار اور خزانہ ساتھ لے کر فرار ہونا پڑا۔ واضح
ہو کہ یہ واقعہ اگاتھوکلیس کے حالات کی یاد تازہ کرتا ہے (دیکھو باب ۷) اور
ویسے بھی اسپر اور مہرداد کے مظالم اور ستعدی دونوں میں ایک بڑی مماثلت
پائی جاتی ہے۔ اب اس خاندان کا آبائی وطن یعنی پونتوس بھی ہاتھ سے جاتا رہا
بادشاہ کی خواہش یہ تھی کہ کسی نہ کسی طرح اس ملک پر از سر نو قابض ہوجائے
لیکن فی الوقت اسنے دنیا پر ظاہر کرنا چاہا کہ ملک بدر ہونے پر بھی مشرقی بادشاہ
کو اپنی عزت اور خودداری کا کسقدر احساس ہوتا ہے، چنانچہ اس نے اپنے
زنان خانے کے افراد کو فاتحوں کے قبضے میں جانے کے بجائے فارنالیہ کو
احکام بھیجے کہ انمیں سے ایک ایک کو قتل کر دیاجائے منجملہ دوسروں کے اسکی بہنیں

باب ۲۷

روشنک واستاتیرہ اور اسکی بیویاں برنیس ومنیمہ بھی (موسم گرما سنہ ۷۱ ق م میں) ملک عدم پہونچادی گئیں، اور صرف چند ہی ایسی بیویاں رہ گئیں جو اسکے ساتھ تھیں۔ تیگران کے پاس پانچ لاکھ کی عظیم الشان فوج باقی تھی چنانچہ اب مہرداد اپنے داماد کے پاس بھاگ گیا۔ لیکن ابتدا میں شاہ ارمنستان نے بے پروائی کا اظہار کیا اور دور دراز کے ایک قلعہ میں اسے اتر جانے کا حکم دیدیا۔ مہرداد تو اس قلعہ میں بیٹھا تھا، اور اسکی سلطنت کے بلدیات یکے بعد دیگرے لوکولوس کے قبضے میں جارہے تھے، گو امامیسہ امی سوس اور اسنوپ کے طویل مدافعت سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ اپنی یونانی رعایا میں غیر مقبول نہیں تھا۔ گورومنوں نے اپنے مقبوضہ شہروں کے بعض حصص کو جلادیا فی الجملہ انھوں نے انکے ساتھ اچھا برتاؤ کیا اور باشندوں کے ساتھ نسبتہً اچھا سلوک کرکے محاصلی ٹھیکہ داروں کو ناراض کردیا۔ لوکولوس نے اپنے نسبتی بھائی اپیوس کلاودیوس کے ذریعے سے تیگران کے پاس پیام بھیجا کہ مہرداد کو فوراً حوالہ کردو، لیکن تیگران نے اسے حوالہ کرنے سے انکار کردیا۔ اس کے برعکس مہرداد کے بیٹے مخار نے، جو کیمیری بوسفوروس کا صوبہ دار تھا، ایکہزار تالنت کا ایک گھیرا لوکولوس کے پاس تحفتہً بھیجا، جسپر اسے رومن قوم کے دوستی کا مستحق قرار دیا گیا۔ اسکے بعد، موسم بہار سنہ ۶۹ ق م میں جب تیگران نے سنا کہ لوکولوس دریائے فرات کو عبور کرکے ارمنستان پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو اسنے مہرداد کے ساتھ مفاہمت کرلی۔ اسپر لوکولوس تیگرانوکرتہ کی طرف بڑھا اور جب تیگران مہرداد کو چھوڑکر اسکی مدافعت کرنے کے لئے آیا تو اسے دریائے دجلہ کے کنارے شکست دیدی۔ کہتے ہیں کہ لوکولوس نے سولہ ہزار کی فوج سے ڈھائی لاکھ کے لشکر پر حملہ کیا اور جنگ میں اسکے صرف پانچ اور دشمن کے ایک لاکھ کام آئے۔ آخرکار تیگرانوکرتہ یونانی اور کلیکیہ والے حرس نے رومنوں کے حوالہ کردیا۔ علاوہ بے شمار مال غنیمت کے رومنوں کے ہاتھ آٹھ ہزار تالنت تو صرف مسکوک روپیہ آیا اور ہر رومن سپاہی کو آٹھ آٹھ سو درہم ملے۔ اسکے بعد کوماگینے پر بھی رومن قبضہ ہوگیا اور انطاکوس ۱۳ جو انطاکوس ۱۰ اور کلیوپاترہ سلینہ کا بیٹا تھا شام کے تخت پر بیٹھا، گو وہ بھی بہت جلد قتل ہوگیا۔

۶۹ سنہ ق م میں تیگران اور مہرداد نے اپنے اپنے لشکروں کو از سر نو باب ۴۵
منظم کیا۔ اب لوکولوس نے ٹیسیفون پر حملہ کرنا چاہتا تھا، لیکن اسکی فوج نے اس کا
اتباع کرنے سے صاف انکار کر دیا۔ اسپر وہ ارمنستان کے قلب کی طرف بڑھا اور
دریائے ارسانیاس پر اپنے دونوں دشمنوں کو شکست دی؛ لیکن جب اسنے وادی
اراکسیس کے شہر ارتکساتا جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اسکے سپاہیوں نے آگے بڑھنے
سے انکار کر دیا۔ اب وہ عراق عربی واپس آیا اور راستے میں نصیبین لے لیا۔ مگر والیریائی
لیجن بیس برس تک برابر (۸۶ سنہ ق م) فوجی خدمت انجام دے رہی تھی، اور
اب لوکولوس کے چھوٹے نسبتی بھائی پب۔ کلودیوس کے بھڑکانے سے اسنے آگے
بڑھنے سے قطعی انکار کر دیا جسکی وجہ سے آخر کار مہرداد نے اپنی آبائی سلطنت
کو از سر نو فتح کر لیا۔ ادہر روما میں عوام الناس کا جام صبر لبریز ہو رہا تھا۔ لوکولوس کو
کامیابی پر کامیابی ہو رہی تھی تاہم دشمن ویسا کا ویسا ہی تھا۔ الغرض اسکی جگہ مارکوس
اکیلیوس گلابریو مقرر کیا گیا۔ اب لوکولوس نے مجلس سینات کا حکم ماننے سے
انکار کر دیا اور برابر اپنے عہدے پر قائم رہا لیکن چونکہ سپاہیوں نے خود اسکا حکم ماننے سے انکار
کر دیا اسلیئے اس چال سے کسی کا کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ الغرض وہ تو ایشیا کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا اور
سپاہی کسی قسم کا ہم سفر کرنا نہیں چاہتے تھے چنانچہ آخر کار وہ ترو کمیوں کے ملک میں چلا گیا اور ادھر
مہرداد نے پونتوس اور تیگران نے کاپادوسیہ پر قبضہ کر لیا۔ آخر کار جب روما سے دس مامور لوکولوس
کے مفتوحہ علاقہ کو منظم کرنے کی غرض سے روما سے آئے تو انہوں نے دیکھا کہ علاقہ بھی غائب ہے اور
فوج بھی؛ اسلئے کہ فوج کا ایک حصہ تو گلابریو کے پاس اور دوسرا واپس روما
چلا گیا تھا۔

اب بظاہر مہرداد کے اقبال کا ستارہ پھر اوج پر تھا اسلئے کہ بادشاہ نے
اپنے ملک پر از سر نو قبضہ کر لیا تھا، اور گلابریو خاموش پڑا ہوا تھا لیکن جلد ہی ایک
عظیم الشان تبدیلی ہوئی۔ اول تو تیگران نے پھر اسکا ساتھ چھوڑ دیا؛ پھر ۶۷ سنہ ق م
میں اسکے دوست اور حلیف یعنی بحری قزاقوں کا خاتمہ ہو گیا۔ انہیں اسقدر ہمت
ہو گئی تھی کہ وہ اناج کے ان جہازوں کو بھی پکڑ لینے لگے جو روما جاتے ہوتے تھے؛
اور ظاہر ہے کہ روما اسکا روادار نہیں ہو سکتا تھا۔ اب عموم روما کی آنکھ کے تارے

کنئے یوس پومپی کو قانون گابی نیہ کے ذریعے سے بحر و بر دونوں پر تین سال کیلئے وسیع اختیارات دیئے گئے اور صرف تین مہینے کی قلیل مدت میں اسنے ایکہزار تین سو جہاز گرفتار کر کے اور تیس ہزار بحری قزاقوں کو قتل کر کے اس قصے کا ہی خاتمہ کر دیا، اور انہیں سے بہت سوں کو ایسے اضلاع میں (مثلاً اکائیہ والے دیمے اور کلیکیہ والے سولی میں جسکا نام اب پومپیو پولس رکھا گیا) آباد کیا گیا جنکی آبادی گنجان نہیں تھی۔ مہرداد کے لئے اس سے بھی نقصان رساں بات یہ تھی کہ جنوری ۶۶ سنہ قم میں قانون مانی لیہ نے پومپی کو، جو اسوقت تک کلیکیہ میں تھا، صوبہ جات بتھی نیہ کلیکیہ اس حکم کے ساتھ حوالے کئے کہ وہ مہرداد و تیگران کیساتھ جنگ جاری رکھے۔ مہرداد نے اب پارتھیوں سے مدد کا طلبگار رہا، لیکن انکے بادشاہ فراتیس نے یہ مناسب سمجھا کہ اپنے داماد یعنی مہرداد کے باقی بیٹے نوجوان تیگران کا ساتھ دے اور فوراً ارمنستان پر حملہ کر دیا۔ لوکولوس تو اب روما میں اپنے فاتحانہ جلوس کا (جو آخر کار تین سال بعد نکالا گیا) منتظر تھا؛ پومپی نے ساٹھ ہزار سے زیادہ پیدل اور تین ہزار سواروں کا ایک لشکر تیار کیا جسمیں والیریوس والے سپاہی نہایت خوشی سے بھرتی ہوئے جہاں یہ مشہور تھا کہ لوکولوس بدقسمت ہے اور دوسروں کو بھی بدقسمت بنا دیتا ہے وہاں پومپی نہایت خوش قسمت مشہور تھا۔ ہمارے نزدیک وہ اٹلی میں ان لوگوں کی پہلی مثال تھا جو اپنے آپکو بچا کر اپنے دوستوں کو مبتلا کر دیتے ہیں۔ مہرداد پومپی کی فوج سے نصف لشکر ہی جمع کر سکا اور جب اسنے اس سپہ سالار کے ساتھ گفت و شنود جاری کی تو اسکا یہ خطرناک اثر یہ پڑا کہ اسکی فوج میں جو اطالوی مفرور تھے وہ اسکے مخالف ہو گئے۔ اسنے نہایت سخت سزائیں دیکر بدامنی کو دور کیا لیکن اس سے اسکے سپاہیوں میں اور بھی بے چینی پیدا ہو گئی۔ حقیقت یہ ہے کہ اسمیں سپہ سالار کے خصائص موجود تھے لیکن وہ پہلے ہی سے بدقسمت تھا۔ آخر کار ایک روز رات کے وقت پومپی اسپر جا پڑا اور اسکی فوج کو کامل طور سے شکست دیدی جسکے بعد وہ اپنی بیوی ہیپ سکراتیہ کے ساتھ ارمنی سرحد کے پہاڑی قلعہ سنوریہ کو بھاگ گیا۔ یہاں پہونچکر اسے معلوم ہوا کہ تیگران نے اسکے سر کا انعام ایک سو تالنت مقرر کر دیا ہے اسمیں شبہ نہیں کہ تیگران اصغر پومپی سے جا ملا تھا لیکن شاہ ارمنستان نے اسکا

باب ۲۷

جو الزام مہرداد پر رکھا تو یہ اسکی بڑی بھاری بے وقوفی تھی۔ الغرض مہرداد نے بہت جلد اپنی تدبیروں کو پلٹ دیا، اور اب وہ مٹھی بھر فوج لیکر خشکی ارض روم کو عبور کرتا ہوا وادی اکاپسس ہوتا ہوا ساحل پہونچا اور وہاں سے کولخس کے شہر دیوسکوریاس کا رُخ کیا جہاں اسنے البانیوں اور ایبیریوں کو (جو وادی کور میں رہتے تھے) اپنا طرفدار بنالیا۔ یہ دونوں قبیلے کسی زمانے میں ارمنستان کے تابع تھے لیکن سلیوکس سلطنت کے کمزور ہونے پر آزاد ہوگئے تھے۔ تیگران اصغر کو بے کرپومپی ارتحاتا گیا اور وہاں بوڑھے بادشاہ نے وفاشعاری کا اعلان کر کے ساٹھ ہزار تالنت پومپی کے حوالہ کئے جسکے معاوضے میں اسے رومن قوم کے دوستوں کے حلقے میں شامل کر لیا گیا لیکن اس واقعے کے بعد تیگران اصغر اور پومپی میں جھگڑے پیدا ہوگئے اور رومن سپہ سالار نے بڈھے بادشاہ کے ساتھ بدسلوکی کرنی شروع کی۔ اسپر البانیوں نے وادی کور میں پومپی پر وار کیا لیکن خود ہی شکست کھائی اور اسکے بعد رومنوں نے ایبیریوں کو بھی نیچا دکھایا۔ ان سب واقعات سے مہرداد کے دل پر یہ اثر پڑا کہ اب اسے دیوسکوریاس کا تخلیہ کردینا پڑے گا؛ چنانچہ وہ ساحل ہوتا ہوا ایک تنگ راستے سے کیمیری بوسفوروس گیا، اور جب مخارس نے یہ دیکھا کہ اسکا باپ اسپر کسی قسم کا رحم روا نہ رکھے گا تو اسنے خودکشی کرلی۔ اسکے بعد پانتی کا بومبو نے ہتھیار ڈالدیئے۔ الغرض جب سنہ ۶۵ ق م میں پومپی نے سنا کہ مہرداد نے پھر ایک سلطنت پیدا کرلی ہے تو اسنے جنوب کا رخ کیا، ارمنستان کبیر میں بادشاہ کے پہاڑی قلعے فتح کئے اور امی سوس میں موسم بہار سنہ ۶۴ ق م میں مفتوحہ علاقوں کا انتظام کردیا۔ انہیں سے بعض تو مخصوص حکمرانوں کے سپرد کئے گئے مثلاً فرناکیہ وطرابزون غالطی دیوتاروس کو اور کوماناتو جوان ارخےلاؤس کو؛ باقی ماندہ علاقہ قدیم و جدید بلدیات کے سپرد کردیا گیا بمفصلۂ ذیل کو علاقے مل گئے؛ دریائے ہالیس کے مغرب میں پومپیو پولس جو دریائے ایمناس پر نیا شہر تھا؛ پھر ہالیس و ایرس کے مابین نیاپولس جسکا قدیم نام فازےمون تھا؛ اسکے بعد نیا زیلا و میگاپولس (قدیم سباستیہ حالیہ سیواس) بالائی ہالیس پر؛ دریائے لیکوس کے ظرف میں دیوسپولس (کبیرہ جسکا بعد میں قیصریہ جدید نام پڑا) اور مانگوپولس

باب ۲۷

(یوپاتوریہ جسے مہرداد ہی نے آباد کیا تھا اور اسی نے برباد کیا)، ساحل پر اسنوب
داناستریس۔ یہاں پھر قدیم یونانی اصول بلدیہ کا دوبارہ ایک بڑے پیمانے پر
انطباق کیا جارہا تھا۔

اب مہرداد نے پومپی سے صلح کی گفت وشنود شروع کی لیکن پومپی نے
اسے یہ کہہ کر مسترد کردیا کہ بادشاہ کو اپنے آپکو رومنوں کے حوالہ کردینا چاہئے۔

اسکے بعد رومن سپہ سالار سوریہ کی طرف چلا اور چلتے وقت اسنے کہا
کہ میں اب مہرداد کو خود اپنے آپ سے زیادہ مہیب دشمن یعنی "قحط" کے رحم پر
چھوڑے دیتا ہوں۔ پومپی کا یہ قول عجیب وغریب تھا، "قحط" اور وہ بھی کیمیری بوسفورس
میں! لیکن حقیقت یہ ہے کہ بہت جلد مہرداد نے خود اپنے ہی پاؤں پر کلھاڑی مارلی۔

سنہ ۶۴ ق م کے اختتام سے پہلے اسنے ۳۶ ہزار آدمیوں کی ایک نئی
فوج اور ایک نیا بیڑا جمع کرلیا تھا۔ اب وہ یہ چاہتا تھا کہ اسکیثیہ و پانونیہ ہوکر
ہنی بعل کی طرح اٹلی پر آن پڑے اور اس کا خیال تھا کہ راستے میں سارماتی،
باسترنی اور غالوی اس سے ملجائیں گے۔ ہم کاتی لین کے سنہ ۶۳ ق م والی سازش
سے یہ اندازہ کرسکتے ہیں کہ اس زمانے میں اٹلی میں بدامنی پھیلی ہوئی تھی، چنانچہ یہ بات
امکان سے بعید نہ تھی کہ اگر اسکے سپاہی وفادار رہیں تو اسے کامیابی حاصل ہوجائے
لیکن یہ شرط پوری نہ ہوسکی اور اسکے ایک منظور نظر یعنی کاستور ساکن رھوڈز نے
فاناگوریہ میں بغاوت کردی۔ تھیودوسیہ، نیم فایوم اور خرسونیز باغیوں میں شامل ہوگئے،
اور آخر کار بادشاہ کا بیٹا فرناکیس نے جسے حال ہی میں اسکے باپ نے اپنے
اصول کے خلاف ایک سازش کرنے کے بعد معاف کردیا تھا، پانتی کاپیوم میں جہاں
بادشاہ مقیم تھا اپنے سپاہیوں سے دوبارہ بغاوت کرادی۔ جونہی مہرداد سڑک پر
بغاوت فرو کرنے کے لئے جارہا تھا، باغی اسپر ٹوٹ پڑے اور وہ نہایت مشکل سے
اپنی جان بچاکر شاہی محل پہونچ سکا۔ وہاں پہونچکر اس نے اور اس کے بیٹیوں یعنی
مہرداد دہ اور نیسہ نے زہر پی لیا لیکن اس کا اثر صرف عورتوں پر ہوا۔ جب مہرداد نے
دیکھا کہ میں بچا جاتا ہوں تو اسنے اپنے غالوی محافظ بتوکت کو حکم دیا کہ میرے
بدن میں تلوار بھونک دو۔ دوسرے لمحے باغی گھس آئے اور بادشاہ کی لاش پر

باب ۲۷

اپنا تمام غیظ و غضب نکال لیا (سنہ ۶۳ ق م)۔

پومپی کو مہرداد کی موت کی خبر شام میں ملی۔ اس خبر سے روما اور رومن فوج دونوں میں گویا گھی کے چراغ جل گئے اور مارکوس تولیوس سسرو کے تحریک پر روما میں دس روز کی عید منائی گئی۔ جب پومپی امی سوس واپس آیا تو وہاں اسے فرناکیس کی ایک سفارت ملی جسکے ساتھ بوڑھے بادشاہ کی لاش بھی تھی، جسے اسنے اسنوپ کے شاہی قبرستان میں دفن کرا دیا۔ فارناکیس کو ملوکیت بوسفوروس ملی، اور مہرداد کے دوسرے اولاد اور عہدہ دار فاتحانہ جلوس میں شرکت کے لئے روما روانہ کر دیئے گئے۔

اب ہم سنہ ۶۴ کی طرف دوبارہ لوٹ کر شام میں پومپی کے فتوحات کا بیان کرتے ہیں۔ اس حصہ دنیا میں بادشاہوں اور شہزادوں کے باہمی قصے قضیئے بالکل لاتمناہی تھے۔ ایسیہ کے حکمراں کے ہاتھوں انطاکوس کے مارے جانیکے بعد پومپی نے خاندان سلیوکیان کو معزول کرکے سوریہ کو ایک رومن صوبہ بنا دیا اور یہودیوں کی بےچینی کی وجہ سے پومپی کو یروشلم بھی فتح کرکے اسنے یہودی ملوکیت کو یہودی قوم کے حدود تک محدود کر دیا۔

سنہ ۶۳ ق م کے بعد ایشیا میں جو ممالک رومن اقتدار کے ماتحت ہوگئے تھے انکی حسب ذیل تنظیم کر دی گئی: صوبے یعنی وہ قطعات جنپر روما کی حکومت چلتی تھی یا جنپر اسکی نگرانی تھی ایشیا، بتھی نیہ پونتوس، کلیکیہ اور سوریہ۔ تھے، ملوکیتیں: کاپادوسیہ؛ اسکے شمال میں غلاطی دیوتاروس کا ملک جسمیں حصص غالطیہ و فرناکیہ و طرابزون شامل تھے؛ جنوب میں کوماگینے، جسپر ایک دوغلا خاندان حکمراں تھا، جسکے آبا و اجداد باپ کی طرف سے قدیم ایرانی قبیلوں کے اور ماں کی طرف سے سلیوکیوں کے جانشین تھے۔ میں یہاں چھوٹی چھوٹی ملوکیتوں کا ذکر صرف یہی کرنا کافی سمجھتا ہوں کہ انمیں سے بعض مذہبی تھیں اور ان حالات کی طرف باب ۲۹ میں پھر رجوع کرونگا۔ تمدن کے لئے بلدیات کی اہمیت بہت زیادہ تھی اور لوکولوس و پومپی دونوں ہر طرح سے انکا دل بڑھاتے تھے چنانچہ پومپی نے ایشیا میں ۳۹ جدید شہر آباد کئے[1]

---

[1] از سنہ وسطی میں ارمنستان پھر خلیج اسوس تک آگیا؛ سلطنت ارمنستان صغیر" پومپی کی تنظیم سوریہ

باب ۲۷

ایشیا اب ایک طرح کی "مقدس سلطنت روما" بن گئی تھی جس میں دنیوی اور مذہبی دونوں طرح کے حکمراں اور آزاد شہر پائے جاتے تھے، اور یہ کیفیت ملک کے لئے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ - مارکوارٹ: "رومن ادارت سیاسی" Koenigreich Kleinarmenien, Die Organization durch Pompejus, Marquardt, Roemische Staatsverf ۴، ۱۲۹۔

Th. Mommsen: Die Dynastie von کوماگینے - موم سن: "خاندان کوماگینے" Kommagene رسالہ Athen Mittheil. ۱ $\frac{۲۷}{۲۹}$؛ موم سن: "تاریخ روما" ۵، ۱۳۴ و ۴۵۴؛ ہومان و پچشٹائن: "سفرنامہ ایشیائے کوچک و سوریہ شمالی": Humann & Puchstein Reisen in Kleinasien & Nordsyrien برلن ۱۸۹۱ء۔ اس کتاب میں نمرود داغ کے عمارت کی تصویر اور بیان دیا ہوا ہے لیکن اس سے پہلے ہی حمدی بک نے اسے شایع کر دیا تھا۔ رائناش: "خاندان کوماگینے" Reinach: La Dynastic des Commagenes "جریدہ مطالبات یونان" Revdes. Etedes grecpues سنہ ۱۸۹۰ء صفحہ $\frac{۳۶۲}{۳۸۳}$ -

اس خاندان کا ابوالآباد چوتھی صدی کا ایک باختری نژاد اورونت تھا، جو ایرانی صوبہ دار تھا۔ اس خاندان کے آخری بادشاہوں کے سلسلہ کو، جسے بابلوں نے غیر مکمل چھوڑ دیا تھا ("شاہان سوریہ": ccviii Babelon: Rois de Syrie وغیرہ) اسے اب رائناش نے مکمل کر دیا ہے لیکن اسمیں ابھی یقین کا پہلو نہیں پیدا ہوا) دیودوروس ۱۲، ۱۹ (الف) میں کوماگینے کے جس صوبہ دار بطلیمایوس کا تذکرہ ہے اسکا تعلق اسی خاندان سے تھا۔ اسکا بیٹا ساموس تا کا آباد کرنے والا ساموس تھا جسکے سکے ابتک موجود ہیں (بابلون: (ccviii)۔ اسکے بیٹے مہرداد کالی نی کوس نے انطاکوس ہشتم گریپوس کی بیٹی لاودیس کے ساتھ شادی کی جسکے بیٹے انطاکوس اوّل نے ملک پر ۶۹ق م سے پہلے سے کم سے کم ۳۸ ق م تک حکومت کی، اور یہی وہ بادشاہ ہے جسنے نمرود داغ کی شاندار عمارت بنائی۔ کوماگینے کے باقیماندہ فرمانرواؤں کا بیان بابلون: "شاہان سوریہ" میں دیا ہوا ہے اور انھوں نے آخرکار کلیکیہ اور لیکاؤنیہ کے حصوں پر حکومت کی۔ سنہ ۷۲ق م میں ویسپازیان نے اس سلطنت کا خاتمہ کر دیا اور آخری فرمانروا کا بیٹا ایتھنز چلا گیا جہاں وہ آرخن ایپونیوس بن گیا۔ ایتھنز کے میوزیم کی ویران عمارت (جسکے کتبے ابھی تک موجود ہیں) اسی کا مقبرہ ہے۔ واضح ہو کہ اسکے جد امجد اورونت کو بھی ایتھنز کی شہریت

باب ۲۷

بہت ہی مفید تھی ۔ اسمیں شبہ نہیں کہ ایشیائیوں کو بڑی بڑی رقمیں محاصل میں دینی پڑتی تھیں ۔ پومپی نے رومن خزانے میں ۲۰ کروڑ سسترسیس (یعنی تقریباً ۲۹ کروڑ روپیہ) کا اضافہ کیا ؛ اسکی فوج کو ۱۶ ہزار تالنت (یعنی تقریباً ۵ کروڑ روپیہ) ملا، اور جو فاتحانہ جلوس پومپی کا ۲۸ اور ۲۹ ستمبر ۶۱ قم کو نکلا وہ نہایت تابناک تماشہ تھا۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ حاصل تھی (مجموعہ نوشتجات ایکا C. I. A. ۲' ۱' ۱۰۸) ۔ ر انا شش یہاں نہایت دلکش انداز سے کہتا ہے " قدیم ایرانی خاندان اپنے بافخر یونانی حوصلوں اور تلون کے تھپیڑوں سے کبھی سواحل بحیرہ ایگین اور کبھی قلعہ جات کوہ طارس جا پڑتا اور آخر کار وہ پالاس ایتھینے کے مقدس چٹان کی ایک چوٹی پر آکر ٹھہر گیا ۔ یہاں یہ بادشاہ آرام کر رہا ہے اور اسکی یاد ان سب فرمانرواؤں سے کہیں زیادہ ہے جنھیں خود اسکے تختہ ہائے شاہی پر اسکی موت نے آگھیرا تھا، اسلئے کہ اسوقت تک جبتک خوبصورتی کے مسلک کا اتباع ہوتا رہے گا اور اسکے پیرو زیارت کے لئے یونان جاتے رہیں گے اسوقت تک اکروپولس کی روشنی سے بافخر اور رونق کا روضہ برابر منور ہوتا رہے گا"۔ اس فلوپاپوس سے اس کشش کا نہایت عمدہ ثبوت ملتا ہے جو شرقیوں کو یونان کھینچ لاتی تھی ۔ واضح ہو کہ فلوپاپوس ایک رومن کانسل اور "برادران اروال" میں سے تھا (جنکے سپرد دیا دیا کے پوجا کا کام تفویض تھا)

سلہ ۳۰۰ قم سے ۱۳ قم تک پورپی یونان کے حالات کے لئے میں ہرتزبرگ ا' ۲۸۶ وغیرہ کا حوالہ دونگا اور یہاں صرف چند امور بیان کرنے پر اکتفا کرونگا ۔ رہرن پری پوتاس کے مارد عاطیر دنیہ میں ؛ پلوٹارک : Cim: ۱' ۲ ۔ مقدونیہ کے براپرو پرتیور کالپرنیوس پیزو (۵۸ قم) کو سسرو اپنی تقریر پیزو میں ویریز ثانی بتاتا ہے جسنے دولابیلا کے ماتحتی میں ۸۰ قم میں ایشیا کا اور اسکے بعد پروپرتیور کی حیثیت سے سسلی کا ستیاناس کیا ۔

رومن رھوڈز میں بلاغت سیکھتے ہیں ۔ اریوپارزان اول وسوم ایتھنز کی تزئین کرتے ہیں (ہرتزبرگ ا' ۴۴۶) پومپی ایتھنز کو ۵۰ تالنت شہر کے تزئین کے لئے دیتا ہے ۔ پومپونیوس اٹیکوس ایتھنز کو فائدہ پہونچاتا ہے اور سسرو کی طرح ایلیوسس کے رازوں میں شریک کیا جاتا ہے ۔ سسرو ایتھنز میں چھ مہینے رہتا ہے اور ہوریس وورجل بھی ایتھنز آتے ہیں ۔ ایتھنز میں اریوپاگوس کے اقتدار میں وسعت خاص طور پر قابل لحاظ ہے اور اب کو تولی، عدالت، تعلیمات اور مذہب پر اسکا اثر ہے (ہرتزبرگ ا' ۴۴۴) ؛ معلوم ہوتا ہے کہ استغاثہ کی خاطر روما نے اس مجلس کے اقتدار میں اضافہ کیا ہو تاہم دیکھتے ہیں کہ ایتھنز روز بروز تمدن کا مرکز اور مدینۃ الحکمت بنتا جاتا ہے

باب بست وہشتم

پومپی، قیصر، کراسوس

فارسالوس

قیصر مصر میں

فلپی

انتونی و کلیوپاترہ

مصر کی سیاسی حیثیت

سنہ ٦٣ ق م تا سنہ ٣٠ ق م

ہمارے قصے کا باقی بیان کرنے میں زیادہ وقت درکار

باب ۴۳

نہیں ہو گا[1] پومپی نے تو ایشیائی معاملات کو اپنے خیال اور خوشی کے مطابق طے کر دیا تھا، لیکن اس بند و بست کو قانونی جامہ پہنانے کے لئے اسکی ضرورت تھی کہ اسکی توثیق مجلس سینات میں کر دیجائے اور یہ مجلس اس توثیق سے برابر گریز کرتی رہی چنانچہ اس فاتح نے عمومی رہبر قیصر اور دولتمند کراسوس سے اتحاد عمل کرکے اپنے مقاصد حاصل کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس طرز کار کی وجہ سے پومپی نے اپنے خطرناک ترین مدمقابل قیصر کو (جو اس سے کہیں زیادہ مستعد اور کہیں زیادہ چالاک تھا) آگے بڑھنے میں مدد دی۔ قیصر نے آہستہ آہستہ تمام غالیہ فتح کر لیا، اور اس ملک میں، جو روما سے کچھ ایسا دور نہیں تھا، ایک نفیس لشکر کھڑا کر دیا جو محض اسکی ذات سے وابستہ تھا۔ اسی دوران میں کراسوس کو مشرق میں سرحد سوریہ پر پارتھیوں کے مقابلے میں کامیابیاں ہوئیں، لیکن آیدیسہ کے جنوب میں کارہائے کے مقام اسنے انکے ہاتھوں شکست کھائی اور اسکے بعد جب وہ ایک جھگڑے کے طے کرنے کے لئے (جو بلاشبہ پارتھیوں نے خاص طور پر پیدا کیا تھا) پارتھی سپہ سالار سوریناس سے گفتگو کر رہا تھا تو اسے وہیں ملک عدم پہنچا دیا گیا (۵۳ ق م)۔ جب کتے سی فون میں شاہ پارتھیا کے سامنے یوری پدیس کے ناٹک باکھائے کا کھیل ہو رہا تھا تو اگاوے بجائے پن تھیوس کے کراسوس کا سر لئے نیم یونانی حاضرین کے سامنے نمودار ہوا اور اسکے کہتے ہی فتح و نصرت کے اس خونی ثبوت کو دیکھ کر واہ واہ اور مرحبا کے شور سے تماشہ گاہ گونج اٹھا۔ ۵۱ ق م میں فاتح خود سوریہ میں تو داخل ہوئے لیکن کایوس کاسیوس نے نہایت دانشمندانہ طرز پر دشمن کی مدافعت کی۔ اب پومپی اور قیصر تنہا ایک دوسرے کے روبرو تھے۔ پومپی از سر نو اس فریق یعنی اعیانیوں سے جا ملا تھا جسکے ساتھ اسنے اپنی زندگی کے

---

[1] خانہ جنگی سے جس عہد کی ابتدا ہوتی ہے اس کے لئے علاوہ مستند تاریخ ہائے روما کے مفصلۂ ذیل کتابوں کا مطالعہ سودمند ہوگا: ــ یوڈائخ: "قیصر مشرق میں" Judeich: Caesar in Orient لائپزگ، ۱۸۸۵ء، خصوصاً گارتھاوزن: "آگسٹس اور اس کا عہد" Gardthausen: Augustus und seine Zeit ، ۱، ۲، لائپزگ، ۱۸۹۱ء۔

باب ۲۰ ابتدائی ایام بسر کئے تھے، اور قیصر کا مقصد بظاہر یہ معلوم ہوتا تھا کہ عمومی سردار کی جگہ تمام مملکت کا سردار بن جائے۔ الغرض دونوں شخصوں کے درمیان سنہ ۴۹ ق م میں تنازع برپا ہوگیا۔ قیصر نے روما پر قبضہ کرلیا، پومپی کے پیرؤں کو ہسپانیہ میں بمقام الردہ شکست دی اور خود کو آمر مطلق بنوالیا؛ اسکے بعد وہ مشرق کی طرف چلا اور سنہ ۴۸ ق م میں فارسالوس کے مقام پر خود پومپی کو شکست دیدی۔ اسطرح سلطنت روما کے اس عظیم الشان بحرانی کیفیت کو فرو کرنے کے لیے مشرق کی یونانی دنیا کو ایک خاص اہمیت حاصل ہوجاتی ہے۔ اسی میں سب سے اہم مناظر پیدا ہوتے ہیں، اور اسی میں پہلے قیصر کے مخالفوں، پھر ثلاثیہ کے مخالفوں اور آخر میں قیصر کے متبنّی کے مخالفوں کو میدان عمل ملجاتا ہے۔ لیکن مغرب ہی نے آخر پلڑے جھکائے۔ اور اگر یونانی اصولاً قیصر اور اوکتاویانوس کے خلاف تھے تاہم انکے حریفوں یعنی پومپی، قاتلان قیصر اور انتونی کی سفیہانہ کارروائیوں کی وجہ سے انکی معاندانہ روش کو بدلدیا۔

دہانہ پے نیوس سے پومپی امفی پولس، متی لنہ، اتالیہ (بلک پمفیلیہ)، اور قبرص ہوتا ہوا مصر پہونچا۔ مصر میں بطلیموس اولیتیس کے ۲۱ سالہ بیٹی کلیوپاترہ ہفتم اور ۱۳ سالہ بیٹا بطلیموس چہاردہم جن کا پومپی کسی زمانہ میں اتالیق رہا تھا حکمران تھے۔ اولیتیس آخری بطالسہ کی طرح ایک ظالم اور بے اصول شخص تھا جسنے رومنوں کیساتھ اور جسکے ساتھ رومنوں نے بے پرواہی کا برتاؤ کیا تو ان بھائی بہن کی آپسمیں نسبت ہوگئی تھی لیکن دونوں میں جھگڑا ہوجانے کی وجہ سے بطلیموس کے ساتھیوں نے کلیوپاترہ کو ملک سے نکال دیا تھا اور شام کی سرحد پر اس سے برسرپیکار ہوگئے تھے۔ پومپی کا خیال تھا کہ جب وہ مصر پہونچے گا تو اسکے شاگرد اسے خوش آمدید کہیں گے لیکن جب اسکی کشتی پیلوزیوم کے قریب کوہ کاسیوم کے بندرگاہ میں لنگرانداز ہوئی اور اس نے بطلیموس کے پاس پیام بھیجا تو مصر کے وزرا پوتھی نوس و اخیلاس نے نوعمر بادشاہ کو صلاح دی کہ تمام مشکلات سے نکلنے کی بہترین تدبیر یہ ہوگی کہ پومپی کا کام تمام کردیا جائے، چنانچہ پومپی سے کنارے پر جانے کیلئے ایک کشتی میں بیٹھنے کیلئے کہا گیا اور اسکے بیٹے سیکستوس اور اسکی بیوی کے سامنے (جو جہاز پر ہی رہ گئے تھے) اسے قتل کردیا گیا۔ ادہر

باب ۲۴

قیصر پیلیس پونت و رھوڈز ہوتا ہوا اسکندریہ پہونچا، اور جب اسے پومپی کا سر دکھایا گیا تو (کیتے سی فون کے واقعہ کے بالکل برعکس) اسپر اسکا بعید اثر پڑا۔ مصریوں کو امید تھی کہ وہ ملک سے فوراً چلا جائے گا، لیکن دو چیزوں نے اسے مصر چھوڑنے سے باز رکھا، ایک تو روپیہ جمع کرنے کی خواہش اور دوسرے کلیوپاترہ کا دلفریب حسن، اور چونکہ اسکے پاس بہت کم فوج تھی اسلئے مصری وزرا نے بھی اسکے قیام کو مناسب ہی سمجھا تاکہ وہ آسانی سے اسکا کام بھی تمام کردیں۔ انھوں نے اسکندریہ کے باشندوں اور رومن حرس سے (جو سنہ ۵۵ ق م سے وہاں مقیم تھا) بغاوت کرادی، اور بظاہر معلوم ہوتا تھا کہ ثلاثیہ کے تیسرے رکن کا خاتمہ بھی مشرق ہی میں ہوجائے گا۔ ایک مرتبہ تو اسے ایک ڈوبتے ہوئے جہاز میں سے کنارے تک تیرنا پڑا، اور اسے شہر کے ایک چھوٹے حصے پر قابو رکھنے اور سمندر سے اسکے رسل و رسائل جاری رکھنے میں بڑی مشکل پڑی۔ اسمیں شبہ نہیں کہ جس بغاوت کا اسے سامنا کرنا پڑا تھا اسے رومن سپاہیوں کی مستعدی سے بڑی مدد ملی تھی۔

بہر حال، انکی اسی وقت گلوخلاصی ہوئی جب مہرداد اعظم کا بیٹا مہرداد ایک فوج لیکر مصر پہونچا اور پیلوزیوم پر قبضہ کرکے دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر ہوکر آگے بڑھا۔ اب قیصر نے اپنے لشکر کو جہازوں پر سوار ہونے کا حکم دیا، وہ فاروس کا دور کرکے اسکندریہ کے مغرب میں اترا اور ماریوتی جھیل کا چکر لگا کر مہرداد سے مل گیا۔ آخرکار متحدہ افواج نے مصریوں کو شکست دیدی اور لڑائی میں خود شاہ بطلیموس ڈوب کر مرگیا۔ اب قیصر نے تمام اسکندریہ پر قبضہ کرکے مصر کو زیر کرلیا حکومت مصر کلیوپاترہ اور اسکے دوسرے بھائی بطلیموس کے سپرد کرنے کے بعد اسنے شام کا رخ کیا، جہاں اسنے انطاکیہ، بطلیمائس، گبالہ، لاؤدیکیہ بر ساحل بحر اور روسوس کو انکی وفاداری کا انعام دیا اور رومن حرس و محاصل سے یہودیوں کو جو آزادی حاصل تھی اسکی توثیق کی۔ اسکے بعد اسنے ایشیائے کوچک جاکر مہرداد اعظم کے بیٹے اور قاتل فارناکیس کو زیلا کے مقام پر شکست دی (واضح ہو کہ یہی وہ لڑائی تھی جسکے بعد اسنے مجلس سینات کو وہ مشہور ترین لفظ میں آیا، میں نے دیکھا، میں نے مغلوب کیا، لکھ کر بھیجے تھے) فارناکیس کو خود اسکے ہی صوبہ دار اساندر نے

باب ۴

بوسفوروس میں جان سے مار ڈالا۔ اب قیصر نے ایشیائے کوچک کی تنظیم میں چند تبدیلیاں کیں اور قبرص کو جسے رومن حمایت میں آزادی حاصل تھی، دوبارہ بطالکہ کے حوالہ کرنے سے دیار مشرقی میں انتونی کے غیر رومیانہ طرز عمل کی گویا ابتدا کر دی۔

یہاں ہم خانہ جنگی اور قیصر کے کامیابیوں کا ذکر نہیں کر سکتے اور تھاپسوس و منڈا کا بھی اس موجودہ تاریخ سے کوئی تعلق نہیں۔ یہاں ہم ان تدابیر پر بھی بحث نہیں کرینگے جو سلطنت روما کے تنظیم کے لئے اسکے دماغ میں تھیں اور جنہیں سے بعض کو وہ پورا کر سکا اور بعض کو نہیں۔ اگر ان تدبیروں سے وہ سلطنت کا شخصی حکمران بن جاتا، جیسا بعض کا ایک حد تک صحیح خیال ہے، تو اسمیں شبہ نہیں کہ اس دستور کو اتنا استقلال نصیب نہ ہوتا جیسا اسکے متبنّٰی کے سیاسی نظم سے روما کو میسر ہوا۔ حقیقت یہ ہے کہ عدیدیت کو (جو بالکل ناکارہ ہو گئی تھی) زیر کرنے کی تو بیحد ضرورت تھی، لیکن ساتھ ہی بے میل مطلق العنانی اسکی جگہ کو پُر نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کم از کم اسمیں تو شک کی گنجایش نہیں کہ قیصر کی مجلس سینات کو (جو اسوقت تک صاحب اقتدار رہ چکی تھی) محض مجلس شوریٰ بنا کر ذلیل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں امور اندیشانہ تدبر کا مادہ نہیں تھا جو بعض مصنف اسکے ساتھ منسوب کرتے ہیں، اور اگر ہم اس واقعے کو ان خیالات کے ساتھ لائیں جو اس زمانے میں عام تھے، تو پھر ہم اس کے قتل کی ماہیت اور اہمیت کو اچھی طرح سے سمجھ سکتے ہیں۔ عین اسوقت جب یہ خود سر ایک دوسرے سکندر کے مانند سلطنت پارتھیا کو فتح کرنے کی فکر میں تھا، اسکے دشمنوں نے یونانی انداز سے اسکا خاتمہ کر دیا۔

سلہ کاسیوم کامل دوتوح؛ بیڈیکر؛ "مصر" Bæd.: Aegypten ۱، ۲، ۵۴-

گبالز؛ ہیڈ؛ ۶۵۹؛ بیڈیکر: "فلسطین" ۲۸۶-

قیصر بطلیموسی شہزادوں کے حوالہ قبرص کر دیتا ہے؛ دیون کاسیوس ۲۴، ۳۵۔ مجھے اس کا علم نہیں کہ آیا موم سن اس واقعہ کو اپنی کسی کتاب میں بیان کیا ہو۔

قیصر۔ موم سن نے قیصر کی ایک نہایت تابناک تصویر کھینچی ہے اور اپنا یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ قیصر کا مقصد اعلیٰ یہ تھا کہ اپنے قعر ذلت میں گرے ہوئے ملک اور اس سے بھی زیادہ ذلیل ہمسایہ

باب ۲۰

وہ جنگیں جو قیصر کے قتل کے بعد برپا ہوئیں اور برابر آخری بندوبست سلطنت تک جاری رہیں وہ زیادہ تر مشرقی ممالک اور دنیائے یونان میں لڑی گئیں۔ قیصر کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ یعنی یونانی قوم کے سیاسی، فوجی، ذہنی اور اخلاق نشاۃ ثانیہ کو فروغ ہو سکتا" (تاریخ روما ۳۴۹، ۴۳۱)۔ پھر صفحہ ۴۴۲ پر وہ کہتا ہے کہ "جس بے خطا قابلیت کے ساتھ اسنے رومن مملکت کو ایک نئے قالب میں ڈھالا اسی سے اُس نے یونانی قوم کے احیاء کا ذمہ لیا اور سکندر اعظم نے جس کام کی ابتدا کی تھی اُسے از سر نو شروع کر دیا"۔ اگر یہ سب درست ہے تو پھر قیصر کی شخصیت تاریخ یونان میں بھی ایک نمایاں شخصیت بن جائے گی لیکن میرے پاس اسکا کوئی ثبوت موجود نہیں کہ یہ اسکے اعلیٰ و ارفع مقاصد تھے اور اسکے کارناموں کے ایسے درخشاں نتیجے نکلے، اور جب میں یہ دیکھتا ہوں کہ موم سن کی کتاب کے گیارھویں باب کا وہ حصہ جس میں قیصر کا کردار بتایا گیا ہے، اب جرمانی مدارس کے کتب نصاب میں داخل ہو گیا ہے تو پھر میں پہلے سے بھی زیادہ اپنے خیال کا اعادہ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ میرے نزدیک موم سن نے اپنی رائے کا ثبوت نہیں دیا اور اسکی ضرورت ہے کہ ہم اس عدم ثبوت کا پوری طور پر اندازہ کر لیں۔ موم سن نے قیصر پر جو حکم لگایا ہے اس سے بعض دیگر مورخین نے بھی اختلاف کیا ہے، لیکن میرا خیال ہے کہ اگر موم سن کے صغرے کبرے (یعنی قیصر کے انفرادی کارناموں) کو پیش کیا جائے اور پھر یہ ثابت کر دیا جائے کہ ان سے وہ نتیجے نہیں نکل سکتے جو موم سن نے نکالے ہیں، تو پھر ہم اس قصے کو اپنے اصلی رنگ میں دیکھ سکیں گے اور اس زمانے کے رومنوں اور یونانیوں کے متعلق ایک صحیح تر رائے قائم کر سکیں گے اور اس رائے پر زور دے سکیں گے کہ قیصر نے جس سیاسی دستور کا نفاذ کرنا چاہا اسکے وہ مستحق نہیں تھے۔ موم سن کے بیان میں پہلا نمبر بلدی قوانین کے تنظیم کا ہے۔ یہاں بلاشبہ قیصر کی اصلاح سودمند ثابت ہوئی۔ اسکے بعد موم سن اس خراب معاشی حالت کو تفصیل سے بیان کرتا ہے جس سے قیصر اٹلی آنے پر دوچار ہوا (صفحہ ۴۴۹)۔ وہ کہتا ہے کہ "اس مرض کی بنیاد ناقابل علاج تھی اور جو کچھ ادویہ اسکے لئے استعمال کیجاتی تھیں انکا منبع و ماخذ خود عوام ہو سکتے تھے یا مرور ایام کے اثرات۔ واقعہ یہ ہے کہ ہوشیار سے ہوشیار طبیب کی طرح سے مقبل حکومت بھی خون فاسد کو خون صالح میں تبدیل نہیں کر سکتی یا اس سے زیادہ نہیں کر سکتی کہ ان نقائص کا انسداد کرے جو فطرت کے شفا بخش قوتوں کو روکتے ہیں"۔ اسمیں شبہ نہیں کہ قیصر نے اپنے اصلاحات کو عمل کا جامہ پہنایا اور ان تمام حدود کے ساتھ جو موم سن نے شمار کئے ہیں اسے بہت کچھ کامیابی بھی حاصل ہوئی۔ روما اور اٹلی کے بعد صوبوں کی باری آئی۔ یہاں موم سن کہتا ہے کہ قیصر سے

باب ۲۰

تاملوں کا، اور پھر انتونی کا وارو مدار مشرق پر، اور سکیس توس پومپی کا والد دار یونانی سسلی پر ہے۔ قیصر کا ارادہ تھا کہ بروتوس کو مقدونیہ کا اور کاسیوس کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ پہلے روما میں عام خیال پھیلا ہوا تھا کہ صوبے رومن قوم کی گویا جاگیریں ہیں، لیکن قیصر نے اس خیال کا ازالہ کر دیا" (صفحہ ۵)۔ یہ رائے موم سن کی اس رائے سے مخالف ہے جسکا اسنے دوسری جگہ اظہار کیا ہے۔ ہم باب ۱۹، حاشیہ ۵، میں دیکھ چکے ہیں کہ نہ صرف اپنی "تاریخ روما" میں بلکہ رومن قانون عامّہ پر اسنے جو کتاب لکھی ہے اسمیں بھی یہی رائے ظاہر کی ہے کہ "جاگیر" کا نظریہ کایوس گراکھوس سے کایوس تک تسلیم کیا جاتا تھا۔ اب میں اسے مطلق باور نہیں کرتا (باب ۱۹ حاشیہ ۵) کہ اس نظریہ کے ابتدا کایوس گراکھوس سے ہوئی تھی، یا یہ کہ قیصر نے اس خیال کا ازالہ کر دیا تھا، لیکن ظاہر ہے کہ موم سن خود یہ نہیں کہہ سکتا تھا، ورنہ پھر یہ نظریہ گایوس کے زمانے میں دوبارہ کیسے نکل سکتا تھا۔ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ قیصر کے ارادوں کے برعکس امپراطوریہ کے عہد میں یہ خیال از سر نو رائج ہو گیا، لیکن اسکا کیا ثبوت ہے کہ قیصر نے اس خیال کا ازالہ کر دیا تھا۔ اپنے قول کے ثبوت میں موم سن صرف یہ واقعہ پیش کرتا ہے کہ قیصر نے اطالویوں کو صوبوں میں بھیجا کر آباد کر دیا تھا، اور سوال یہ ہے کہ اس سے صوبوں کے حالات میں بہتری پیدا ہوئی یا اس سے انکی مرفہ الحالی میں کمی ہوئی۔ یہ بات قابل لحاظ ہے کہ موم سن قرطاجنہ کی آبادکاری کو خاص طور پر اپنے خیال کے ثبوت میں پیش کرتا ہے (۱۱، ۵، ۱۳، ۵) اور کہتا ہے، (صفحہ ۵) کہ یہاں قیصر کایوس گراکھوس کے اصول پر کاربند ہوا، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ خود موم سن "تاریخ روما" ۲، ۱۱۱ (۱۲۰) ج کے قول کے مطابق جب کایوس گراکھوس نے افریقہ میں رومن نوآبادی کی بنیاد ڈالی تو اسنے یہ نیا نظریہ پیش کیا کہ ماتحت علاقوں کی اراضی مملکت کی "خانگی ملک" ہے۔ یہی تو پرانی "جاگیر" کا نظریہ ہے اور اسمیں وہی طلب زر بھی تو مضمر ہے جب قیصر اسی کا اعادہ کرتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اسنے یہ سب علمی پہلو کو لئے ہوئے کیا لیکن ہمارے نزدیک یہ قرین قیاس نہیں۔ صرف یہی بات اوپر کے واقعات سے عیاں ہے کہ قیصر نے صوبوں کے ساتھ بعینہٖ وہی سلوک کیا جو کایوس گراکھوس نے کیا تھا اور اس نے کسی نسبتہً کم لطف و کرم کے خیال کا ازالہ نہیں کیا۔ موم سن اسکے بعد سلطنت روما کے عام قانونی اصلاحات پر بحث کرتا ہے اور دکھاتا ہے کہ قیصر نے اس شعبہ میں بھی کچھ نہ کچھ اصلاحات کئے۔ لیکن یہاں بھی جو کچھ ہوا اسکے

سوریہ کا صوبہ دار مقرر کیا جائے اور اب اس کے انتقال کے بعد یہ دونوں ایتھنز گئے جہاں ہارمودیوس و ارسطوگی تون کے مجسموں کے قریب ان کے بت نصب باب ۲۵

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اعتبار سے قیصر کی ذرا مبالغہ آمیز مدح سرائی کی گئی ہے اسلئے کہ موم سن "ایک جدید ضابطے کے خاکے" کو قیصر کی طرف منسوب کر کے اور اسے مختلف امور کو طے کرنے کے لئے ضروری قرار دیکر اسکی ذرا مبالغہ آمیز مدح سرائی کرتا ہے۔ لیکن اوّل تو قیصر کا ارادہ کبھی پورا نہیں ہوا، اور "ضروری" اصلاحات کبھی ظہور نہیں ہوئے اور دوسرے اسکا قابل تعریف پہلو صرف موم سن کا خیال ہی خیال ہے اسلئے کہ وہ خود کہتا ہے کہ "چونکہ قیصر کا یہی ارادہ ہوگا اسلئے ضرور اسکا یہ ارادہ تھا۔" بدقسمتی سے لوگ اپنے ارادے کو عمل میں لانے سے مجبوراً باز رہتے ہیں لیکن ہم کسی شخص کی طرف صرف وہی امور تو منسوب کر سکتے ہیں جو یا تو پورے ہو گئے ہوں یا از کم از کم جنکا ارادہ ظاہر کیا گیا ہو اور محض یہ کہہ کر کہ "فلاں بات ضرور فلاں شخص کا ارادہ ہوگا" اس شخص کے ساتھ واقعتاً اس ارادے کو منسوب کرنا تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر میں موم سن کہتا ہے کہ سکہ سازی میں جن اصلاحات کی "ابتدا کی جا چکی تھی" قیصر نے انہیں جاری رکھا" اور جنتری میں بھی اصلاح کی۔ ان سب باتوں کو مدنظر رکھ کر موم سن اپنی اس رائے کا اظہار کرتا ہے کہ قیصر نے ایک "ایسا ایوان تعمیر کیا جسمیں کسی قسم کی خامی نظر نہیں آتی" اور جسکا "ہر ایک پتھر قیصر کے غیر فانی بنانے کے لئے بالکل کافی ہے"۔ لیکن ہماری دانست میں دوسروں کے خیالات پر عمل کر کے (جیسے سکوں کے اصلاح کا مسئلہ تھا) کوئی شخص غیر فانی نہیں بن سکتا اور "ہر پتھر" ہمارے نزدیک اس انعام کے لئے "کافی" نہیں تھا۔ الغرض چونکہ قیصر نے صوبوں کے ساتھ تقریباً ویسا ہی سلوک کیا جیسا اسکے پیشرو کرتے آئے تھے، اور چونکہ اس کے طرز کار کی ماہیت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا، اور چونکہ اٹلی میں اسنے صرف بادمخالف کو روک دینے پر اکتفا کیا، اس لئے ہمارے نزدیک اسکا کام صرف کوتوالی، بلدیہ، تسکینی اور تقویمی اصلاحات تک محدود تھا۔ ہم خود کہتے ہیں کہ یہ سب نہایت کارآمد اصلاحات تھیں، لیکن محض انسے وہ اس قصیدہ خوانی کا مستحق نہیں بنتا جسکی اسپر بارش کیجاتی ہے۔ اب میں ایک اہم معاملے کی طرف ناظرین کرام کی توجہ مبذول کرونگا جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ یہ سب تعریف و توصیف قطعاً نامناسب ہے۔ سوال یہ ہے کہ قیصر سلطنت روما کے لئے کس قسم کا دستور بنانا چاہتا تھا؟ موم سن کہتا ہے (صفحہ ۵۰۲ / ۱۱۷) کہ وہ قدیم بادشاہوں کی طرح واحد حاکم اعلیٰ بننا چاہتا تھا، جسکے یہ معنے ہوئے کہ اسکی آرزو آمر مطلق بننے کی تھی۔ بلاشبہ وہ قانون سازی کے اختیارات میں عموم کو بھی شریک کار

باب ۵۱ — کئے گئے؛ وہاں سے انھوں نے مشرق کی راہ لی جہاں دولابیلا کو شام میں شکست دیکر لاؤدیکیہ اور طارسوس کو ویران کیا۔ اسکے بعد کاسیوس ایشیائے کوچک میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بنانے کا خواہشمند تھا لیکن خود موم سن کہتا ہے کہ یہ عمومی اقتدار "ایک ایسے سایہ کے مماثل تھا جس کی اصل نہ ہو" اور "ایسا رسمی اقتدار اعلیٰ" تھا جس کے ساتھ ہر قسم کی حکومت "آسانی کے ساتھ مفاہمت کر سکتی ہو"۔ قیصر کی مرضی یہ تھی کہ مجلس سینات کی نوعیت محض صلاح کاری رہجائے لیکن یہ خاکسارانہ حصہ بھی کسی مادی بنیاد پر قائم نہیں تھا، چنانچہ "بعض مرتبہ مجلس سینات میں ایسی تجویزیں بھی منظور رہو جاتی تھیں جنکا کسی موجودہ سیناتی کو خیال تک نہیں ہوتا تھا۔ (موم سن) اس دستور کا گویا ماحصل یہ تھا کہ روما پر مطلق العنانی کے صاف اور صریح اصول پر حکومت کیجائے اور سیاسی مجالس سے مضحکانہ انداز سے مدد لی جائے کیا یہی وہ حکمت عملی تھی جسکے ذریعہ سے ان لوگوں کو نیا جنم دیا جانے والا تھا جو اخلاقی اعتبار سے قیصر سے کسی طرح کمتر نہیں تھے؟ کیا یہ کہا جاسکتا ہے کہ کوئی قابل شخص ان لوگوں کے ساتھ جنپر وہ اپنے لطف و کرم کی بوچھار کرے انھیں اپنے سے کمتر درجہ کا سمجھنے میں حق بجانب ہے، اور کیا اسکی اصلاحات خوددار انسانوں کی واقعی اخلاقی اصلاح کے لئے کافی ہوسکتی ہیں؟ خود موم سن کی یہ رائے ہے (۲، ۱۰۹) "کسی ملک کیلئے مطلق العنانی ایک بڑی بھاری مصیبت کے مترادف ہے"، لیکن موم سن یہ بھی کہتا ہے کہ یہ مصیبت اتنی بڑی نہیں جتنی کہ کسی عدیدیت کی مطلق العنان حکومت "جس سے ہم یہ استناج کرسکتے ہیں کہ اسکے نزدیک قیصر کا وجود مملکت کے لئے "ایک بڑی مصیبت تھا" لیکن اس مصیبت کا درجہ ذرا کم تھا۔ مطلق العنانی عدیدیت میں حکام میں سے ایک حاکم دوسروں پر قابو حاصل کرسکتا ہے (جیسا تصیلیہ میں ہوا) لیکن اگر حاکم ایک ہی ہو، اور وہ ہی اپنی عقل کھو بیٹھے تو پھر مشکلات سے نکلنا نہایت ہی دشوار ہو جائے گا۔ اس قسم کا دستور رہنا ناویسا ہی ہوگا جیسا ملک الشیاطین کا چھوٹے چھوٹے عفریتوں کو نکال باہر کرنا، اور یہ کارروائی نہایت سودمند ہو لیکن اس سے ملک الشیاطین کی نیکی کا ثبوت ہرگز نہیں ملتا۔ موم سن کہتا ہے کہ قیصر کے بہبود دنیے کے خواہش سے اسکے قول اور فعل دونوں میں اعلیٰ درجہ کا استقلال پایا جاتا ہے، اور اسی سے ہم اسکے ذہنی زاویہ نگاہ کا پتا چلا سکتے ہیں، میری یہ رائے ہرگز نہیں ہے کہ قیصر کی یہ خواہش کو اسکے دوسرے افعال کا لازمی نتیجہ کہا جاسکتا ہے، بلکہ میرے نزدیک اس قسم کے ارادے سے اسکی (اور اس کے پیشرو سکندر کی) سخت جہالت بھی ظاہر ہوتی ہے (دیکھو جلد ۳، باب ۲۵، حاشیہ ۱۸)، لیکن اگر (موم سن کے قول کے

میں بڑھ گیا اور رھوڈز کو تاراج کیا۔ بروٹوس بھی ایشیا گیا لیکن وہاں لکیہ کے بہادر باشندوں کو زیر کرنے میں اتنا وقت لگا دیا کہ انکی وجہ سے اس صوبے والے باب ۲۸

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ مطابق) اس قسم کے دعوے سے قیصر کے استقلال کا اظہار ہوتا ہے تو یہ استقلال خلل دماغ پر مبنی تھا۔ اس قسم کا استقلال آخری شہنشاہوں کے ساتھ بھی منسوب کیا جاتا ہے، اور اگر قیصر کو بھی وہی مرض تھا تو پھر ہمارے نزدیک لانگے کا نظریہ جو اسنے "قدیمیات روما" Lange: Rœm-Alt ۳ ۵۶۰ م میں پیش کیا ہے یعنی یہ کہ آخری زمانے میں قیصر کا دماغ خراب ہو گیا تھا، بالکل درست ہو گا۔ اگر اس طرح کے شخص کے ساتھ رومنوں اور یونانیوں کے "سیاسی، فوجی، ذہنی اور اخلاقی احیاء" کے مقصد اعلیٰ کو منسوب کیا جاتا ہے تو اول تو قیصر کے انفرادی کارناموں سے اس مقصد کا ثبوت ہی نہیں ملتا، اور دوسرے کم سے کم اسکے دعوئے الوہیت کا تو اس سے کوئی تعلق معلوم نہیں ہوتا۔ یونان اور روما کے معبودوں کی طرف علی العموم احیاء صفات انسانی کا کام منسوب نہیں کیا جاتا تھا، اور خود سکندر بھی محض اسلئے معبود نہیں بنا کہ اسے اس طرح کسی خاص انسان کے بہتر بنانے کی خواہش تھی۔ صرف ایک بات قیصر کے بابت صاف ظاہر ہے، وہ یہ کہ وہ اپنے آپکو رومنوں اور انکی سلطنت کا بلا شرکت غیرے مالک بنانا چاہتا تھا، اور چونکہ موجودہ عدیدیت کے تعلقی ضرر رسانی کی وجہ سے یہ تبدیلی سلطنت کے لئے بالواسطہ سودمند ہوتی اسلئے اسنے ایک طرح پر سلطنت کے فوجی اور سیاسی احیاء کی طرف قدم اٹھایا، لیکن ہمیں اسکا مطلق علم نہیں کہ اس احیاء کا (خود قیصر کے ذہن میں) لوگوں کے ذہنی اور اخلاقی کیفیات پر کسطرح مفید اثر پڑ سکتا تھا۔ یہاں ہم ایک دوسری بات بھی کہیں گے۔ اقوام کے ذہنی اور اخلاقی بہتری بڑے بڑے مقننوں (مثلاً سولون) کا مطمح نظر رہی ہے لیکن قیصر اور سولون کے مابین بڑا بھاری فرق تھا اسلئے کہ اسمیں ایک چیز کی کمی تھی یعنی ایک سولون بننے کیلئے جس اخلاقی خوبی کی ضرورت ہے وہ اسمیں کافی مقدار میں موجود نہ تھی۔ ہمارے اس قول کے ثبوت میں کسی دلیل کے پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اس سلسلے پر موم سن صرف یہ کہنے پر اکتفا کرتا ہے کہ اسنے کلیوپاترہ کے ساتھ جو ناجائز تعلق پیدا کیا وہ محض سیاسی حکمت عملی پر مبنی تھا! اگر یہ دعویٰ بھی ہے تو پھر اسنے اسے روما کیوں بلایا۔ ہمارے نزدیک اس تعلق کی بنیاد اسقدر سیاسی حکمت عملی نہ تھی جتنی عیش و عشرت۔ اسنے اسکے چھوٹے بھائیوں کو ایک مختصر سی ریاست کا کھوٹا

باب

اس مخالف اور اس سے بدظن ہو گئے۔ الغرض قیصر کے قتل کے بعد کا جوش مشرق میں برابر گھٹ رہا تھا؛ اسکا سیاسی واقعات پر بہت کم اثر پڑا اور آخرکار

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ دیدیا تھا، تو کیا اس سے قبرصیوں کے اخلاق کی درستی مقصود تھی؟ موم سن کہتا ہے کہ قیصر طبعاً ملنسار اور خشک مزاج تھا؟ اور ہم اس سے اس بارے میں متفق ہیں؛ لیکن ان صفات کا شخص کبھی کسی قوم کو ذہنی اور اخلاقی اعتبار سے کسی قوم کو منقلب کرنے کا اہل نہیں ہوتا؛ اور اسے یہ احساس ہوتا ہے کہ اگر انقلاب ممکن بھی ہے تو اس کے ذریعے سے وہ عمل میں نہیں آسکتا، بلکہ اسکے لئے جن صفات کی ضرورت ہے وہ جوش اور عملیت ہیں۔ موم سن قیصر کا مقابلہ فارقلیس و کرامول سے کرتا ہے؛ لیکن ان دونوں میں کسی طرح خشک مزاجی نہیں تھی۔ ہمارے نزدیک موم سن نے قیصر کی جو تصویر کھینچی ہے اسکے نفسیاتی اعتبار سے غلط ہونے کی یہی ایک دلیل کافی ہے۔ الغرض اس سے ہمارے اس حاشیہ کا مقصد پورا ہو جاتا ہے کہ قیصر کا نہ تو یہ مدعا تھا کہ یونانیوں کا احیا کرے نہ درانتا انکا احیا ہوا۔ اب اگر ہم منفی سے مثبت کی طرف پھریں تو دو چیزیں ایسی ہیں جنپر ہمیں غور کرنا پڑے گا، ایک تو اسکی شخصیت اور دوسرے اسکے کارنامے۔ ذاتی طور پر اسمیں جذب و کشش کا مادہ ہے۔ وہ خوش مزاج ہے اور اسمیں انسانی جذبات بھی ہیں؛ وہ عمل میں آزاد ہے اور جو کرتا ہے مؤثر کرتا ہے؛ وہ تنظیم کا ماہر ہے اور میدان جنگ میں اسکی عظمت میں کلام نہیں بحیثیت ایک فرد کے وہ سکندر کے برابر ہے اور ان دونوں میں جو فرق ہے وہ یہی کہ قیصر کے اخلاق سکندر سے زیادہ پست ہیں اور اسمیں ملکیت کا نام نہیں۔ جب وہ اپنی شخصی نظریوں کو عمل میں لانا چاہتا تھا تو اسوقت وہ فطرت انسانی کا مطالعہ چھوڑ چکا تھا، یا کم از کم یہ کہئے کہ اسے بنی نوع انسان کے خصائص کے مطالعے کی پروا نہیں رہی تھی؛ اگر یہ واقعہ نہ ہوتا تو پھر وہ خود اپنے ظاہری دوستوں کے ہاتھوں مارا نہ جاتا۔ اس کا تدبر ایک حد تک مفید اور کامیاب تھا اور ایک حد تک ناکام؛ سلطنت کا سکون اور اصلاحات کی ابتدا یہ دونوں کام مفید تھے؛ ناکامی اس کی اس کوشش کو ہوئی کہ ایک ایسی مطلق العنان حکومت قائم کرے جسمیں (موم سن کے قول کے مطابق صفحہ ۴۵۴) وہ آقا بنے اور اسکے ہم جلیس اسکے مددگار (جنہیں "ساتھیوں" کا رتبہ تک حاصل نہیں ہوتا) گویا اسکے غلام بنکر جو اسکی جاگیر میں کام کرتے رہیں۔ ہمیں یہاں اسکی ضرورت نہیں کہ رومن شہریوں کے لئے اس نظم میں جو جگہ باقی رہتی اسپر غور کریں۔ یہ تلخ ہی اسکے خاتمے کا باعث ہوا۔ آگسٹوس اس سے بالکل مختلف تھا۔ اسمیں دور اندیشی پائی جاتی تھی اور خود اسمیں اور دوسروں میں جن جن باتوں کی کمی تھی انسے وہ واقف تھا اور

جیت اسی کی رہی جسکے ہاتھ میں تلوار تھی چنانچہ ان مسائل کو فلپی کے میدان میں باب ۴۵
قرار ملا۔ جہاں جمہوری رہبروں کی حماقت اور انکے مخالفوں کی شجاعت دونوں
نے ملکر معاملات سیاسی کو ہموار کر دیا (۴۳ سنہ ق م)۔ کاسیوس کے اپنے آپ کو
بلا وجہ ہلاک کر دینے کے بعد اب اعیانی گروہ کا واحد رہبر سیکس تس پومپی تھا
جسنے اب سسلی میں ایک طرح کی قزاقانہ ملوکیت قائم کرلی۔ کچھ مدت تک سیکس تس
کی قسمت نے اسکا ساتھ دیا اور اسکی قوت برابر ترقی کرتی رہی تا آنکہ اسنے سامان رسد
روما جانے سے بالکل روک دیا اور اسطرح رومنوں کی ذہنیت پر براہ راست اثر ڈالا۔
چنانچہ ۳۶ سنہ ق م میں اوکتا ویانوس اور انتونی دونوں کو اسکی خود مختاری کو تسلیم
کرنا پڑا۔ لیکن ۳۶ سنہ ق م میں اگریپا نے سسلی کے شہر نولوخوس کے قریب اسے
ایک بحری لڑائی میں شکست دیدی جس سے اسکی آزادی کا خاتمہ ہوگیا۔ اور وہ
آخر ایشیا بھاگ گیا جہاں اسکا انتقال ہوگیا۔ سسلی ہی میں ثلاثیہ کا تیسرا فرد لیپی دوس
اپنی حماقت سے اپنا اقتدار کھو بیٹھا اور اب اوکتا ویانوس کا دیار مغربی میں کوئی بھی
مدمقابل نہیں رہا۔

مشرق میں سیاسی صورت حال بمدت دراز تک مارک انتونی قابو یافتہ تھا۔
یہ شخص نہایت بہادر اور نہایت تجربہ کار تھا لیکن ساتھ ہی اتنا ہی کھلنڈرا تھا جتنا
پولیپورکی تیس بلکہ بے اصولے پن میں تو اس سے بھی آگے بڑھا ہوا تھا۔ چنانچہ پلوٹارک

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یہ جانتا تھا کہ اس کمی سے کیسے کام لیا جائے۔ وہ اس اصول سے خوب اچھی طرح
سے واقف تھا کہ ایک ایسی قوم میں خالص شخصی حکومت زیادہ دن تک نہیں چل سکتی جہاں رعایا کا تمدن حاکم کے
تمدن کی کیفیت کے مساوی ہے چنانچہ وہ مجلس سنیات کو جو عدیدیت کی پرانی قائم مقام ہے اپنے ساتھ حکومت کے کاموں
میں سہیم و شریک کرتا ہے اور اس "دوعملی" کی ابتدا کرتا ہے جو اسوقت سلطنت روما کے حالات کے عین مطابق ہے۔
قیصر نے کبھی کسی مخالف کو جان سے نہیں مارا بلکہ ہمیشہ اعیانیت کی جگہ مطلق العنان حکومت کو قائم کرنے کی
کوشش کی چنانچہ اعیان ہی نے اسکا کام تمام کر دیا۔ اسکے برعکس آگسٹوس نے اپنے ہزاروں مخالفوں کا خون کیا۔
لیکن ساتھ ہی اعیانیوں کو حکومت سلطنت میں اپنا سہیم و شریک بنالیا اور اس چالاکی اور ظلم کے امتزاج کی وجہ سے
وہ ایک بڑی عمر پاکر آرام سے فطری طور پر مرا اور اسکے بعد اسکا کام باقی رہا۔
قیصر اور یہودی قوم ؛ موم سن ۵۰۵۔

ان دونوں کا ایک دوسرے سے موازنہ بھی کرتا ہے۔ اسنے اپنا اقتدار قائم رکھنے کے
زرین مواقع کو ہاتھ سے نکل جانے دیا اور ایک بدنام اور اوچھی عورت کے ہاتھوں
اپنے آپکو احمق بننے دیا جتنا شائد کبھی اتنے ذی اثر اور مستعد شخص نے نہ بننے دیا
ہوگا۔ کلیوپاترہ نے ۴۱ ق م میں اُسے طارسوس میں پکڑ لیا پھر ۴۰ ق م میں
جب اسیس اور اوکتاوین میں مفاہمت ہوگئی اسوقت چند روز کے لئے اُسے
چھوڑ کر ازسرنو ۳۷ ق م میں عین اس وقت اُسے واپس بلا لیا جب وہ پارتھیوں
کے خلاف چلنے ہی والا تھا، اور اسوقت تک برابر اس کھلونے سے کھیلتی رہی جبتک
اُسنے اسے توڑ نہ دیا۔ ۴۱ ق م میں نہ صرف سوریہ بلکہ لاؤدیکیہ تک ایشیائے کوچک
بھی پارتھیوں کے قبضے میں چلا گیا تھا، لیکن اسکے بعد انھیں وین تی دیوس باسوس
کے ہاتھوں شکست ملی تھی اور واپس ہٹ جانا پڑا تھا۔ اب انتونی چاہتا تھا کہ انھیں
پوری طور پر زیر کردے، لیکن اسنے نہایت بدسلیقگی کے ساتھ اس کام کو انجام دینا
شروع کیا۔ وہ پہلے تو شمال کی طرف سے ارمنستان ہوکر اتروپاتینے آیا اور
فراسپا (یعنی موجودہ تخت سلیمان، جو جھیل ارمیہ کے مشرق میں ہے) کے محاصرے
میں بہت دیر لگائی اور جب مغرب سے اسکے رسل و رسائل منقطع کردیئے گئے تو بڑے
بھاری نقصانات اٹھاکر اسی بھیڑ کے راستے سے واپس شام کی طرف ہٹ گیا۔
اسنے بالکل جھوٹے اعلانات روما روانہ کئے جنکی بناپر اوراوکتاویان کی تحریک
پر اسے مجلس سینیٹ نے معمولی اعزاز کا مستحق قرار دیا۔ اگر اوکتاویہ کیساتھ مفاہمت
کرنے کے بعد انتونی کو اوکتاویان کی مدد ملجاتی تو شائد وہ جنگ جاری رکھتا، لیکن
اسنے ۳۵ ق م میں اوکتاویہ سے قطعی کنارہ کشی اختیار کرلی اور اسکندریہ میں محض
فاتحانہ جلوس نکالنے پر اکتفا کیا۔ یہ فاتحانہ جلوس اس خوشی میں نکالا گیا کہ اسنے اپنے
مفروضہ غیر وفادار حلیف ارتاواسدیس والئے ارمنستان کو گرفتار کرلیا تھا، اور اسکے بعد
جو واقعہ سب سے عجیب و غریب ہوا وہ یہ تھا کہ "ملکہ شاہان" کے خطاب سے کلیوپاترہ
کا اعلان کیا گیا اور اسکا قیصر سے جو بچہ قیصاریون تھا اسے اسکا ہم جلیس یا متولی
بنایا گیا۔ اسکا انتونی سے جو لڑکا اسکندر نامی تھا اسے ارمنستان ملا اور دوسرے
مصری شہزادوں کو اسی طرح سے مختلف ممالک ملے۔ آخر میں انتونی نے قطعی طور پر

باب ۵۳

اوکتاریہ کو طلاق دیدی۔

ان ذلیل واقعات کی خبر سنکر رومنوں کے دل برداشتگی کی حد نہ رہی لیکن انتونی نے انھیں یہ امید دلاکر کہ اوکتاویان کا خاتمہ ہونے والا ہے اور عنقریب جمہوریہ کا احیاء کر دیا جائیگا۔ انھیں دوبارہ اپنی طرف کرلیا۔ ان دونوں کے مابین جنگ میں کسی قسم کا شبہ نہیں رہا تھا، اور اوکتاویان نے ازراہ چالاکی کلیوپاترہ کے ساتھ جنگ کی ابتدا کرکے گویا پانسہ پھینک دیا۔ اسکے کہنے سے انتونی اپنے تمام عہدوں سے علٰحدہ کر دیا گیا۔ اسنے اپنا قیمتی وقت ساموس اور ایتھنز میں کلیوپاترہ کے ساتھ عیش و عشرت کی زندگی بسر کرنے میں صرف کردیا. کلیوپاترہ کے غداری سے جنگ اکتیوم (۲ ستمبر ۳۱ سنہ ق م) کی فیصلہ کن شکست اور اسمیں انتونی کا ذلیل طرز عمل، یہ سب ایسے تاریخی واقعات ہیں جنکے اعادے کی اس جگہ ضرورت نہیں۔ گو اب ان دونوں میں منتی نہیں تھی تاہم یہ اسکندریہ گئے' انتونی تو اپنے مقدر کا انتظار کرنے کے لئے اور کلیوپاترہ مزید غداری کے تیاری کرنے کے واسطے۔ آخر اسنے پیلوزیوم اوکتاویان کے حوالہ کر دیا' اور یہ خیال کرکے کہ انتونی کا بہترین انجام خودکشی ہی مناسب ہے' اسنے خود اپنی وفات کی خبر پھیلا دی تاکہ انتونی اپنے ہی ہاتھ سے اپنا خاتمہ کرلے۔ یہی ہوا یعنی انتونی نے خودکشی کرلی' اور اب کلیوپاترہ نے چاہا کہ جیسے اسنے انتونی کو لبھالیا تھا ویسے ہی اب اوکتاویان کو لبھائے گی لیکن ادھیڑ عمر کی مصرانی کا جادو سرد مہر نوجوان سپہ سالار پر نہیں چلا۔ چنانچہ اسنے خود اپنے ہاتھوں اپنی جان لے لی' جو ہمارے دانست میں واحد قابل تعریف کام تھا جو اس سے کبھی سرزد ہوا ہو[۱۲]

۱۲ کلیوپاترہ۔ گارڈنر و ہاؤزن ۱، ۵/۴ ۴/۴ ۳/۴ مع حواشی۔ وندرہ کی تصویر سے' جسے گارٹ ہاؤزن نے شایع کیا ہے (۲۔۱۰۱، ۲۲۷) اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ گئی ہے کہ وہ خوبصورت نہیں تھی' لیکن سکوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ تصویر اصل سے ذرا ہٹی ہوئی ہے' گو صفات اصلی ہی نمایاں ہیں۔ اسکی لمبی مصری ناک اسکی رشتہ دار کلیوپاترہ تھیا سے بالکل مختلف ہے (دیکھو اوپر باب ۲۶) اسلئے کہ اسکی ناک اوپر کی طرف کو اٹھی ہوئی ہے بعض سکوں پر (امھوف "سکوں کی شبیہیں" Imhoof; Portrætk. ۱۵/۸) وہ اپنے

مصر اب ایک رومن صوبہ بن گیا لیکن اس سے اس قانونی رتبہ میں بہت ہی کم کمی واقع ہوئی۔ اور اس قسم کی کمی کی ضرورت بھی نہ تھی اس لئے کہ اس ملک میں شام کی طرح مختلف اقوام یا ملتیں آباد نہیں تھیں، اور چونکہ پہلے ہی سے مصریوں کو کسی قسم کے حقوق حاصل نہیں تھے اسلئے ظاہر ہے کہ انہیں کسی حق سے دست بردار ہونا ہی نہیں پڑا۔ یہ ملک پہلے بھی ایک بڑی زمینداری کے مماثل تھا اور آئندہ بھی اسکی یہی حیثیت رہی؛ فرق صرف اتنا تھا کہ زمیندار اب اسکندریہ میں نہیں رہتا تھا بلکہ اسکا مستقر روما تھا، اور دوسرا فرق یہ تھا کہ اسکا انتظام بطالسہ کے انتظام سے بہتر ہوگیا۔ باب ۲۱
یہ زمیندار ہمیشہ خود امپراطور تھا اور عامل ہمیشہ ایک رومن مبارز ہوتا تھا۔ سیناتیوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ عاشق انتونی کے تقریباً ہم شکل نظر آتی ہے۔ ملکہ کے خطاب کا اسوقت تک اتنا اثر ہے کہ اسی سے مرعوب ہوکر امیوکر (۳، ۱، ۶) اسے ایک ایسی عورت بتاتا ہے جسمیں بہت سے ملوکانہ خصائص نمایاں تھے۔ لیکن یہ عیاں ہے کہ کم از کم وہ ان خصائص کو ملک پر حکومت کرنے میں کام میں نہیں لائی۔ پھر یہ بھی نہیں بتایا جاتا کہ آخر یہ خصائص تھے کونسے۔ اسکی اخلاقی برائیاں اسقدر زبان زد خاص و عام ہیں کہ انکا اعادہ اس مقام پر بے سود ہوگا۔ علاوہ ازیں وہ ظالم و سفاک بھی تھی مثلاً اسنے خود اپنے چھوٹے بھائیوں کو موت کے گھاٹ اتارا، بے وفا بھی تھی (جیسے انتونی کے ساتھ) اور انتہائی عیاری کی وجہ سے اس سے سفیہانہ افعال بھی سرزد ہو جاتے تھے، جیسے اکتیوم کے مقام پر اس کا فرار ہو جانے سے ظاہر ہوتا ہے۔ اسکی زندگی غایت ناشائستگی سے بھری ہوئی تھی اور اس معاملے میں اسنے اپنے ۲۲۰ ق م کے بعد کے پیشروؤں کی سنت ہی ادا کی لیکن اسکی موت کا واقعہ اسکے عام عادتوں سے مختلف طور پر پیش آیا۔ وہ صرف ایک ضمن میں دوسروں سے بڑھی ہوئی تھی یعنی بہروپیہ پن میں لیکن یہاں بھی اگستوس اسکا استاد تھا۔ جہاتی اپنی کتاب "سلطنت" (۴۷،۲) اکتیوم کے مقام پر کلیوپاترہ کے طرزِ عمل پر بعض نہایت لطیف نفسیاتی آرا کا اظہار کرتا ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں بالکل حق بجانب ہے (ص۴۴۵) کہ بدکلیوپاترہ (جسے ص۴۵۰ پر وہ "خوبصورت بلا" کے نام سے مخاطب کرتا ہے) اپنے اجداد کلیوپاتراؤں اور ارسینوؤں سے ایسی زیادہ بدتر نہیں تھی۔ اس سے میری اس رائے کی توثیق ہو جاتی ہے کہ ۲۸۰ ق م سے بطلیموسی عورتیں اول درجہ کی بدکار تھیں۔

مصر ایک رومن صوبہ بن جاتا ہے کہ۔ گارڈٹ ہاوزن ص۲۴۴۔ میں نے اس بات میں جو تفصیل دی ہے وہ سب اس کتاب میں ملے گی۔ اس نے جغرافیہ کا بھی غائر مطالعہ کیا ہے اور

باب ۲۷

کو کبھی مصر میں قدم رکھنے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ اس تبدیلی کے بعد ملک کی مرفہ الحالی میں اضافہ ہوا؛ اپنے اجداد کی طرح کلیوپاترہ کے زمانے میں ملک میں اتنی بدنظمی پھیلی تھی کہ یہاں خود اپنے خرچ کیلئے بھی کافی اناج پیدا نہیں ہوتا تھا اور اسکے وزرا نے دریائے نیل کے سیلاب کو منظم کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی تھی۔ ذہنی اعتبار سے بھی مصر کی حالت میں زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی۔ میوزخانہ برابر قائم تھا، گو چونکہ اب تعلیم و تدریس کے مواقع بہ نسبت اسکندریہ کے روما میں زیادہ تھے اس لئے اب یہ علوم و فنون کا مرکز نہیں رہا۔ اسکے برعکس اسکندریہ میں روز بروز ایک نظری ادب نے ترقی کی، اور رومن عہد میں ایک مشرکانہ یہودیانہ اور عیسویانہ فلسفے کو فروغ پہونچا۔

اس معرکے کے کچھ ہی بعد اوکتاویان نے سلطنت روما کو وہ دستور دیا جو مدت دراز تک برابر قائم رہا۔ اس نے قیصر کے سیاسی جدت طرازیوں کے ساتھ خذ ما صفا ودع ما کدر کے اصول پر عمل کیا، اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اسنے سینات کو حکومت کے کام میں بہت وافر حصہ دیدیا لیکن ظاہر ہے کہ حکومت میں سب سے زیادہ حصہ اسکی ذات ہی کا تھا۔

اب ہم اپنی کہانی کے خاتمے پر پہونچ گئے ہیں، اور ہمارا کام صرف یہ باقی رہگیا ہے کہ اسوقت یونانی قوم بالآخر کلیۃً رومن اقتدار کے سامنے سرنگوں ہوگئی ہے اسوقت کے اسکی سیاسی حالت کو بیان کریں اور اسکی ذہنی کیفیات پر سرسری طور پر نگاہ ڈالیں۔

یادداشت متعلق باب ۲۸

اسمیں تو شبہ کی گنجایش نہیں کہ دنیائے یونان اپنی اسوقت کی حالت پر قائم

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ یہ متعدد نقشے بھی دیئے ہیں جیسے انتونی کے مہم کے لئے بحیل ارمیہ کا نقشہ ۶۲ ء ۱۵۵؛ خلیج امبراسیہ کا منظر ۱، ۳۶۹ اور جنگ اکتیوم کا نقشہ۔

باب

نہیں رہ سکتی تھی۔ اگر اسے کچھ تھوڑی بہت مدت کے لئے باقی رہنا تھا تو پھر اس تنظیم کے علاوہ جو آگسٹوس نے قائم کی سلطنت روما کی کوئی دوسری تنظیم ناممکن العمل تھی اور فی الجملہ یہ حکم لگایا جاسکتا ہے کہ خود سلطنت کے لئے بھی بہترین تنظیم ایسی تھی۔ ہم اپنے اس نتیجے کو مفصلۂ ذیل امور پر مبنی کرتے ہیں۔ (۱) یونانی شہروں کے لئے یہ ناممکن تھا کہ خواہ اپنے آپ یا مقدونوی حکمرانوں سے مل کر کسی طرح کا عام دستور سیاسی نافذ کریں۔ چنانچہ اگر انھیں خرابی سے بچنا ہی تھا تو اسکا علاج باہر سے یعنی روما ہی کی طرف سے ممکن تھا۔ (۲) قیصر نے جو دستور تجویز کیا تھا اس سے اس مرض کا علاج ناممکن تھا، اسلئے کہ خود روما کے لئے وہ ناقابل قبول تھا۔ موم سن کہتا ہے (صفحہ ۵۶۴) کہ قیصر روما کو سلطنت کے بہت سے بلدیات میں اولین رتبہ دینا چاہتا تھا یعنی اسے اسی سطح پر لے آنا چاہتا تھا جیسے پیلر، اتھینز اور انطاکیہ تھے؛ اسکی خواہش یہ تھی کہ وہ اعیانیوں کو کانسلوں وغیرہ کے عہدے دیکر محض روما کی حکومت انکے سپرد کردے اور ہر انفرادی عضو یعنی جیسے بلدیات، اقوام اور لیگوں پر اپنے "مددگار" غلاموں یا آزاد شدہ لوگوں کے ذریعہ سے قابو حاصل کرے۔ اسمیں اسنے سکندر کی نقل اتاری تھی لیکن اسمیں کامیابی قطعی ناممکن تھی اسلئے کہ عوام الناس نے، جو حقیقی آلۂ حکومت تھے، سکندر کے لئے تو مشکلات ہی پیدا کیں اور قیصر کے ساتھ تعاون کرنے سے قطعاً انکار کردیا۔ سکندر مقدونیوں کا مقبول عام بادشاہ تھا، تاہم اسکے راستے میں مقدونوی اور صرف مقدونوی ہی حائل ہوئے؛ اور قیصر تو روما میں غاصب سمجھا جاتا تھا۔ قبائل کورنیلیہ، کلاڈیہ و لیویہ کے افراد کسی طرح سے اتنے ذلیل نہیں بن سکتے تھے کہ محض بلدیۂ روما کے عہدہ دار رہ جائیں اور ان کا کام صرف یہی باقی رہے کہ بدررؤں کی دیکھ بھال کریں، سڑکوں کو صاف رکھیں۔ اور بت خانوں کے دروازوں پر قلعی کرادیا کریں۔ (۳) اسکے برعکس آگسٹوس نے جس دستور کا نفاذ کیا وہ اپنا کام مدت دراز تک انجام دیتا رہا۔ آگسٹوس کی تدابیر سے مفصلۂ ذیل نتائج مستنبط ہوتے ہیں (الف) اسنے سلطنت کے توحد کو قائم رکھا اور فوج اور عام نگرانی خود اپنے ذات سے وابستہ کرکے امن عامہ میں ممد و معاون ہوا۔ (ب) اسنے روما کو سلطنت کا ممتاز ترین شہر بننے دیا اور اسکے بڑے بڑے گھرانوں کو سلطنت کے

انتظام میں سہیم و شریک بناکر انکے سپرد صرف روما ہی میں نہیں بلکہ صوبوں میں بھی بہت سے عزت و اقتدار کے کام انکے سپرد کر دیئے (مجلس سینات)۔ اسپر بھی وہ قانع نہ رہتے لیکن احکام سزائے موت نے انکی آنکھیں کھول دیں۔ اسنے صرف یہی نہیں کیا کہ قیصر کے اصول کا اتباع کرکے یونانی بلدیات کو مساوات عطا کرے یا انکے بڑے بڑے شہریوں کو شہنشاہ کے ماتحتی میں سلطنت کے خدمت کرنے کی اجازت دے بلکہ اسنے ایک واقعی ذی اثر مجلس سینات کی رکنیت انکے لئے کھول دی اور اسطرح انھیں بھی انتظام سلطنت میں اپنا شریک بنالیا۔ ان تمام طریقوں سے اس نے (نمبر ۱) تمام سلطنت کو (نمبر ۲) سلطنت کے مرکزی شہر کو اور (نمبر ۳) ماتحت شہروں کو حتی الامکان مطمئن کر دیا۔ (۴) اس واقعے سے کہ اس دستور کے نفاذ کے بعد یونانی شہری زندگی کو مزید ترقی ہوئی، یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ دستور تاریخ یونان ہی کے اصول کے مطابق تھا، بلکہ ہمارا تو یہ خیال ہے اسے گویا تاریخ یونان قدیم کا ایک نہایت مناسب منتہائے کمال کہنا چاہئیے۔

باب بست و نہم

ابتدائی قیصریہ روما میں یونانیوں کی سیاسی کیفیت

عام طور پر مورخوں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ آگسٹوس اور اسکے جانشینوں کے عہد میں یونانیوں کی سیاسی کیفیت کا ذکر بیان کرتے ہوئے بنسبت حقیقت حال کے اظہار کے وہ قانونی حیثیت کا زیادہ لحاظ کرنے لگتے ہیں۔ اس موضوع پر بحث کرنے میں ہم رومن سلطنت کی تنظیم بیان کرینگے اور خاص طور پر ان صوبوں کی کیفیت بیان کرینگے جنمیں یونانیوں کی آبادی تھی۔

تقریباً ہر شخص اسبات سے واقف ہے کہ ۲۷ سنہ ق م کے بعد سلطنت روما کے صوبوں میں سے وہ صوبے جن کو امپراطور اور اسکی فوج کی حمایت کی خاص طور پر ضرورت تھی وہ تو براہ راست اسکے ماتحت ہوگئے اور باقی پر مجلس سینات کا اقتدار قائم رہا۔ سنہ ۲۷ ق م میں جن سرحدی علاقوں کا سلطنت میں الحاق ہوا وہ سب کے سب امپیری صوبے بن گئے' اور قدیم صوبوں میں سے شام اور مصر کی بھی یہی حیثیت ہوگئی۔ سیناتی صوبہ داروں کا رتبہ بڑا تھا، لیکن امپیری صوبہ داروں کا اقتدار

زیادہ وسیع تھا اور انہیں اول الذکر سے زیادہ فوجی اختیارات حاصل تھے۔ باب ۴۹

سب سے قدیم صوبہ جس میں یونانیوں کی بڑی تعداد آباد تھی، جزیرہ سسلی تھا، اور اسکے بعد مقدونیہ کا نمبر آتا تھا۔ قیصر کے عہد میں سالیہ کے علاقے کا زیادہ تر حصہ غالیہ ناربونیہ میں شامل ہو گیا۔ سنہ ۲۷ ق م میں اکائیہ اور عیسوی سنہ کے ابتدائی سالوں میں میزیہ رومن صوبے بن گئے۔ ایشیائے کوچک میں ملوکیت پرگامم کا الحاق کر کے اسکا نام ایشیا (۱۳۳ ق م) رکھا گیا، اسکے بعد سنہ ۱۰۲ ق م میں کلیکیہ ملا (دیکھو اوپر باب ۲۵)، سنہ ۷۴ ق م میں نکومیدیس کے وصیت سے بتھینیہ مل گیا اور سنہ ۶۴ ق م میں ملوکیت پونتوس کے مغربی حصے کا بھی الحاق ہو گیا۔ صوبہ غلاطیہ سنہ ۲۵ ق م میں منظم ہوا، اسمیں پسیدیہ اور ایزاوری تک مشرقی افروجیہ شامل تھے اور بعد میں لیقاؤنیہ و پونتوس کے شہروں کا بھی اسی میں الحاق کر لیا گیا۔ سنہ ۱۷ء میں کاپادوکیہ کے خاندان کا خاتمہ ہو گیا اور اسے پونتوس کے ساتھ ملا دیا گیا۔ سنہ ۴۳ء یعنی کلاودیوس کے عہد تک لیکیہ رومن نہیں بنا اور اسی سنہ میں پمفیلیہ بھی سلطنت روما میں ملا لیا گیا۔ صوبہ ایشیا میں جزائر ایجین بھی شامل تھے، اور کلاودیوس نے رھوڈز کو بھی اسی میں ملا دیا۔ ہم پڑھ چکے ہیں کہ سنہ ۶۴ ق م میں شام پر رومنوں کا قبضہ ہو گیا؛ اسمیں یہودیہ بھی شامل تھا لیکن سنہ ۷۰ء میں اسکا ایک جداگانہ صوبہ بنا دیا گیا۔ اس بیان سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صوبوں کی حیثیت میں برابر تبدیلیاں ہوتی رہیں بلکہ سچ پوچھئے تو انکے علاقے بھی ردوبدل ہوتے رہے جنکا ذکر یہاں نہیں کیا جا سکتا۔ صوبوں کے رقبے کم کئے جاتے تھے، بڑھائے جاتے تھے، نئے صوبے بنائے جاتے تھے، دوسروں سے ملا کے جاتے تھے، غرض ہر طرح سے انکے رقبوں اور حیثیتوں میں ردوبدل ہوتا رہتا تھا، اور چونکہ انکی کیفیت ایسے اضلاع کی تھی جن پر روما کی نگرانی ہی نگرانی تھی اس لئے اس قسم کی تبدیلیاں کرتے رہنا ایسا دشوار نہ تھا جتنا اس صورت میں ہوتا اگر یہ سب واقعاً روما کے براہ راست زیر انتظام ہوتے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ان میں صوبہ داری خدام سلطنت کا کوئی باضابطہ عملہ نہ تھا بلکہ صوبہ دار اسکے مددگاروں کی حیثیت سے عہدہ دار برابر آتے جاتے رہتے تھے اور روما صوبوں کے مختلف حصوں کو زیادہ سے زیادہ آزادی دینے کے لئے ہمیشہ تیار رہتا تھا۔ میں اس موضوع پر اسکے بعد پھر قلم اٹھاؤنگا

باب ۱۵ اور یہاں ان ممالک کے کیفیات کا ایک خاکہ کھینچوں گا جنیں رومن زندگی کو فروغ دیتے ہوئے پہونچا رہا تھا۔

جب سنہ ۲۴۱ ق م میں قیصر نے سالیہ[1] کو مغلوب کیا تو اسکے علاقے کے ایک حصے کا تو رومن سلطنت میں الحاق کر لیا گیا لیکن اسکی آزادی برابر قائم رہی اور اسنے کچھ مدت تک اپنے یونانی تمدن کو برابر محفوظ رکھا۔ اٹلی میں شہر نیپلز میں یونانی تمدن اس سے بھی زیادہ زوردار تھا۔ بلاشبہ اس شہر میں ایک رومن نوآبادی قائم ہو گئی لیکن اس میں یونانی زبان اور مختلف عہدوں کے یونانی نام برابر رہے، مثلاً یہاں ٹریبیون کو ڈیمارخ کہتے تھے۔ رومیوں نے سسلی کو لاطینی قالب میں ڈھالنا چاہا۔ کہتے ہیں کہ قیصر یہاں کے باشندوں کو لاطینی شہریت اور انتونی مکمل رومن شہریت دینا چاہتا تھا، لیکن انکے ارادے پورے نہیں ہو سکے۔ آگستوس نے جزیرے کے مختلف شہروں میں رومن نوآبادیاں بسا دیں۔ تاہم ان سب باتوں کے باوجود سسلی میں یونانی تمدن نے اپنا گھر بنا لیا، اور جب بیزنطی سلطنت نے اسپر قبضہ کیا تو اس سے اسکو پہلے سے بھی زیادہ قوت پہونچی۔

خاص یونان میں دو شہر یعنی اسپارٹا اور ایتھنز برابر آزاد رہے، اور ایتھنز کو تو اسکی بھی اجازت دی گئی کہ اپنے خراج گزار علاقوں یعنی جزائر اسکی روس، لیمنوس، امبروس و دیلوس کو برابر اپنے ماتحت رکھے۔ انکے علاوہ دوسری یونانی ملتیں بھی برابر خودمختار رہیں اور انھیں خود اپنے قوانین نافذ کرنے کا اختیار رہا۔ صرف ان میں اور ایتھنز و اسپارٹا میں صرف یہ فرق تھا کہ ان میں گورنروں کے منشا کے مطابق دستوری تبدیلیاں ذرا جلد جلد ہوتی رہتی تھیں۔ مشرقی یونانی اضلاع میں سے بہت سے اضلاع

---

[1] سالیہ، سوم سن ۲؍ ۶۶۹۔ لیوشکے نے اپنے مضمون فنی عناصر دریائے رھائن کے کنارے "Loeschcke: Elemente m der kunst des Rheinlander" جو برلن کے ہفتہ وار جریدۂ لسانیات Berl. phil. woch نمبر ۳۱ ۱۹۱۸ء میں چھپا ہوا ہے یہ ثابت کیا ہے کہ سالیہ کے ذریعہ سے یونانی تمدن کو ممالک رھائن پر فروغ ہوا۔

کی طرح مغربی یونان میں مختلف علاقوں (مثلاً اکائیاؤں کو باہم متحد ہو جانے کی اجازت باب ۲۹
تھی۔ آگستوس نے تو ایمفکتیونی لیگ کو بھی از سر نو منظم کیا اور اکٹیوم کے مقابل میں نکوپولس
کا شہر آباد کر کے اسے مستحکم کر دیا۔ آخر میں تھسلی وا یپائرؤس بھی صوبہ اکائیہ میں ملا دیئے گئے۔
مقدونیہ میں رومنوں نے تھسالونیکا، امفی پولس اور دیراکیوم کی خود مختاری تسلیم
کر لی اگو انمیں سے پہلا شہر رومن پہ و پرتیور کے مستقر ہونے کی وجہ سے خاص طور پر
روما کے زیر نگرانی تھا۔
تھریس میں رومنوں نے ابدیرا، اسے نوس، بیزنطیہ اور ساموتھریس کو خود مختار مان لیا۔
خرسونیز پر اگریپا کا قبضہ ہو گیا اور آخر وہ امیری جاگیر بن گیا۔ اندرون ملک میں بھی
بہت سے مقامات (مثلاً فلپوپولس میں بعض مرفہ الحال یونانی ملتیں نظر آتی ہیں۔
میزیہ کے ساحل پر قدیم زمانے سے یونانی شہر چلے آتے تھے اور اب انکے
عقب میں رومنوں نے یونانی زبان بولنے والی اقوام کی نو آبادیاں قائم کیں یہاں کے
صوبے داروں کو بحر اسود کے شمالی ساحل والے شہروں کی بھی نگرانی کرنی پڑتی تھی۔
ان شہروں کی ایک خاص حیثیت تھی اسلئے کہ اندرونی اعتبار سے تو وہ خود مختار تھے،
لیکن انھیں سارماتی حکمرانوں کو خراج ادا کرنا پڑتا تھا[1]
ایشیائی صوبوں کے اندرونی معاملات میں بہت بڑا تنوع پایا جاتا ہے۔ علی العموم
رومنوں نے قدیم ادارات میں مداخلت نہیں کی اور اسطرح شہروں کی اندرونی خود مختاری

---

[1] اتھینز، موم سن (Staatsr) '۳' ۶۶۸۔ تی بیریوس کے زمانے میں بھی اتھینز ایک "حلیف" ہی
رہا۔ اتھینز کے مقبوضات موم سن: "تاریخ روما" ۵' ۲۵۴۔ آگستوس کے عہد میں اتھینز کی ترقی، اگریپوس $\frac{۲۵۴}{۲۶۱}$
مرمری دروازہ اور میدان $\frac{۲۵۵}{۲۵۶}$؛ اگرپیوم اور اگریپا کا مینار، ۲۵۷؛ شاہ ہیرود، ۲۶۰۔ اتحادات،
موم سن: "تاریخ روما" ۵' ۲۴۳۔
ایمفکتیونیس، موم سن: "تاریخ روما" ۵' ۲۳۳' ۱' ۲ تا ۳' ۲۷۔ ایک عہدہ دار "ہیلاداریس" اور ایک
"پان ہیلینس" کا یونان میں ذکر سننے میں آتا ہے۔ یونان میں گداگری، الیفنٹا ۵' ۲۵؛ حکومتی مامور
Correctores ابتدا ہی میں یونان پہنچ جاتے ہیں؛ ۲۵۶۔
[2] مقدونیہ، موم سن 'د' $\frac{۲۷۴}{۲۷۸}$ تھریس، مارکوارٹ '۴' ۱۵۶؛ موم سن ۵' $\frac{۲۷۷}{۲۷۹}$؛ فلپوپولس،

باب ۲۹ کو برابر قائم رکھا، اور پومپی نے شہری ملتوں کو پہلے سے بھی زیادہ اہمیت دیکر یونانی عنصر کو تقویت پہونچائی۔ صوبہ ایشیا میں شاہان پرگامم ہی نے محاصل کی ادائگی میں اسی طرح وحدت پیدا کردی تھی جیسے سسلی میں ہیرون اور اہل قرطاجنہ نے، اور رومنوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ اسطرح حکومت پر براہِ راست قابو حاصل کریں بلکہ کایوس گراکھوس کے ضرر رساں قوانین کے ذریعے میں انہیں نقائص بھی پیدا کردیئے چنانچہ گو آخر کار محاصل ٹھیکہ داری کا طریقہ منسوخ کردیا گیا لیکن اس سے یونانی ملتوں کے خود مختاری میں جو کمی ہوئی تھی وہ ہو گئی۔ صوبہ ایشیا میں عدالتی اضلاع کا طریقہ رائج تھا جنکے مستقروں میں پروکانسل کچہری کرتا تھا۔ اس عدالتی اقتدار سے اول تو پروکانسل کے عہدے کی ابتدائی اہمیت سمجھ میں آتی ہے اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس کا اقتدار نظر ثانی کرنے اور غیر انتظامی امور کو سر کرنے پر مشتمل تھا، اور دوسرے اس سے پروکانسل کو مختلف ملتوں کے معاملات میں اپنا پورا اثر ڈالنے کا موقعہ ملتا تھا لیکن یہ طریقہ ہر صوبے میں رائج نہیں تھا، مثلاً شام میں اس قسم کے اضلاع کا ذکر سننے میں نہیں آتا۔ باوجود ان مشکلات کے جو صوبہ ایشیا پر پڑتی رہتی تھیں اس کے مشہور شہروں کی آسودگی اور اہمیت اب بھی قائم تھی۔ بتھی نیہ میں بھی بعض قابل لحاظ شہر نظر آتے ہیں جنمیں نکومیدیہ اور خالکدون ممتاز ترین ہیں، اور یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ تمام ملک شہری اضلاع میں منقسم تھا۔ یہی کیفیت پومپی کے زمانے سے بیکلاکونیہ و پونتوس کی تھی جہاں سینوپ، اماسترس امی سوس اور دریائے امنیاس پر پومپیوپولس بڑے بڑے شہروں میں شمار کئے جاتے تھے لیکن غالطیہ اور کاپادوسیہ کی حالت ذرا مختلف تھی اسلئے کہ ان صوبوں میں دیہاتی زندگی کو تفوق حاصل تھا، چنانچہ غالطیہ میں قدیم قبائلی دستور برابر رائج تھا اور کاپادوسیہ مختلف انتظامی اضلاع میں منقسم تھا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ موم سن ۵، ۲۸۲؛ شمالی ساحل کے شہر، مارکوارٹ ۴، ۱۵؛ موم سن ۵، ۲۸۳/۲۹۴ ۔

باب ۲۹ جنمیں سے ہر ایک پر ایک ایک استراتیجوس حکومت کرتا تھا۔ زمانہ مابعد میں یعنی اسکندر سیوےروس اور قسطنطین کے درمیانی عہد میں یہاں کے استراتیجیون کے بجائے شہری اضلاع قائم ہو گئے اس لئے کہ ان خصوں کے یونانی شہروں کی تعداد برابر بڑھ رہی تھی اور یونانی عنصر روز بروز زیادہ قوت پکڑتا جاتا تھا۔ یہاں کے خودمختار شہروں کے نام تیانہ، مزاکہ (جس کا نام بدل کر پہلے تو یوسےبیہ اور پھر قیصریہ ہو گیا) ارپاراتھیہ اور ارخےلائس ہیں۔ غالطیہ میں کوئی خودمختار شہر نظر نہیں آتا، اور اس میں جو کچھ بھی شہری زندگی ہے وہ اسکے پسیدیہ والے حصے کے شہروں یعنی ترمیسوس و ساگالوسوس تک محدود ہے۔

لیکیہ کی کیفیت خاص ہے۔ اس ملک نے مہرداد کے خلاف رومنوں کا ساتھ دیا تھا اور اسکے بعد پروکوس کی بہادرانہ مقاومت کی تھی، چنانچہ اسے کلاؤدیوس کے عہد تک برابر آزادی حاصل ہوئی۔ اس میں ۲۳ شہروں کی ایک لیگ تھی اور ان شہروں کو رائے دہی کے اختیارات حاصل تھے، اور انکے قائم مقاموں کو (جو تعداد میں ایک ایک یا دو دو یا تین تین ہوتے تھے) سالانہ جمعیتوں میں مجتمع ہونے اور لیگ کے صدر یعنی لیکیارخیس کو منتخب کرنے کا اختیار تھا۔ ایسے شہروں کی تعداد جنھیں جمعیت میں تین تین قائم مقام بھیجنے کا اختیار تھا چھ تھی، اور اس مشق میں پتارہ، اولمپوس، میرا، تلوس، زانتھوس اور پنارہ شامل تھے۔ رومنوں نے اس تنظیم میں مطلق مداخلت نہیں کی۔ پمفیلیہ کے اہم ترین شہر سیدے، پرگے اور اسپندوس تھے۔ کلیکیہ میں (جس میں ازوایہ شامل تھا) چھ خودمختار بلدیات تھے، یعنی طارسوس، انازاربوس (قیصریہ)، کوریکوس، موپسوس، سلوکیہ بمقابل کالی کادنوس اور ایگئے۔ اسکی مجلس عام طارسوس میں مجتمع ہوتی تھی، اور اسکا صدر کلیکیارخیس کہلاتا تھا۔ آگسٹس نے کلیکیہ کے دو ریاستوں کو یعنی اولبا اور تارکوندیموتوس کو جو زنجیرہ امانوس میں تھی، آزاد چھوڑ دیا۔ قبرص والوں کی بھی صدر مجلس تھی اور پافوس قبرص کا مقدس مستقر اعظم تھا۔ سرنہ کو کریٹ میں ملا دیا گیا اور یہاں بھی ایک صدر مجلس اور کریتارخیس کا ذکر سننے میں آتا ہے۔[1]

[1] انکا ؤ اور صوبہ داری بلدیات، پالمی ۶،۱، ۱۴۵، ۱۴۷؛ ۳۲، ۶۵ — ارکوارٹ ۲۶۵۔

پومپی نے شام کے ملک کی شہروں اور ریاستوں کا جو تقسیم کی تھی وہ برابر اب
قائم رہی۔ شمالی سوریہ میں ضلع سلیوکس کے چار شہروں اور کیرہوس نے راپوس،
بیرویہ، اپی فانیہ، بالانیہ (بنی یاسس بیڈیجر ۳۸۵) اور ذرا جنوب کی طرف
مشہور فنیقی شہروں اور یافہ، عسقلون اور غزہ اور اندرونی ملک میں ڈیکاپولس
وسامریہ کو خود مختاری حاصل تھی ایک مشہور کتابچہ میں "خود مختاری کے اس رعایت"
کو روما کے انتظامی تدابیر کے طرف منسوب کیا گیا ہے اور یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ
رومنوں کا اس سے یہ مطلب تھا کہ انھیں اپنے صوبہ داری عہدہ داروں کی تعداد
بڑھانی نہ پڑے۔ ہمارے نزدیک جو بات واقعات پر مبنی ہے وہ اس کے بالکل
برعکس ہے۔ ہمارے نزدیک رومن اپنے اس اصول پر برابر قائم رہے کہ ہر چیز کو
اپنے حال پر چھوڑ دینا ہی زیادہ مناسب ہے اور جن شہروں سے انکے تعلقات
اچھے تھے انکی خود مختاری میں کسی قسم کی مداخلت نہیں کی اسی لیے بہت سے
عہدہ داروں کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔ واقعہ تو یہ ہے کہ رومن لوگ
صوبہ داری عہدہ داروں کی اہمیت سے زیادہ مانوس ہی نہیں تھے۔ ہم دیکھتے ہیں
کہ شام میں بہت سی ملتیں ایک دوسرے کے دوش بدوش امن و امان سے
زندگی بسر کر رہی ہیں درانحالیکہ ان میں سے بعض میں رومن عہدہ دار نہیں پائے
جاتے، جس سے شامی شہروں کے باشندوں کے اعلیٰ صفات کا پتہ چلتا ہے اور
ہمیں صرف شامیوں کے عشرت پسندی پر اور ان کے ضدی مزاج ہی پر زور دینا نہیں
چاہیے بلکہ انکی اس صفت کو بھی ممتاز کرنا چاہیے۔ حال ہی میں یہ خیال ظاہر کیا گیا
ہے کہ اغلباً شامی شہروں میں یونانی خانگی قانون رائج تھا چنانچہ اس سے معلوم ہوتا
ہے کہ ایشیا کے یونانی اپنے اصول میں پکے تھے۔ شام کے آزاد ریاستوں میں سے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ـ دورہ کرنیوالے پرو کانسل کی وہی حیثیت تھی جو جرمانی قیصر کی تھی اور یہ
اسی کی طرح ناظر اعلیٰ اور ثالث اعلیٰ تھا۔

۱ بمبی نیہ میں شہری اضلاع؛ مارکوارٹ ۲، ۱۹۸، ۱۹۹؛ فامانیہ؛ مارکوارٹ ۳۰ تا ۲۰۷؛ موم سن ۳۱۱/۳۱۵
۲ پاردسیہ؛ مارکوارٹ ۲۲۰؛ موم سن ۵، ۲۰۷۔ ۳ کلیکیہ شاہی خاندان؛ مارکوارٹ ۲۲۱/۲۲۲؛ موم سن ۸، ۲۰۷۔ ۴ بوہم؛
مارکوارٹ ۲۲۲۔ ۵ کریٹ؛ ایضاً [illegible]۔ ۶ سرنہ میں یہودیوں کی سیاسی حیثیت جداگانہ تھی۔

منفصلۂ ذیل کچھ زمانہ تک برابر خود مختار رہیں:- کوماگینے میں ایرانی النسل نمود پسند باب ۲۹
فرمانروا حکمراں تھے جنکا تمدن یونانی تھا (دیکھو باب ۲۷، حاشیہ ۲)؛ کوہ لیبان میں
خالکس کے شاہی خاندان کی حکمرانی تھی (لیبان = حالیہ انتجان)، جو بیروت
و دمشق کے درمیان واقع ہے؛ بیدیکر: "فلسطین" ۵-۳۰۵)؛ خالکس کے مشرق
میں ابیلہ؛ ارسے تھوزا دامیسہ (دیکھو اوپر، باب ۲۰، حاشیہ ۱۴)؛ دمشق پر دو صدی
تک یعنی سنہ ۱۰۶ ع تک برابر نباطیوں کا خاندان حکومت کرتا تھا اور اسکا پائے تخت
پترا تھا؛ یہودیہ میں سنہ ۳۷ ق م میں مشہور ادومی بادشاہ ہیرود تخت نشین ہوا، یہ
انتی پاتر کا بیٹا تھا اور مکابی ہیرکانوس کا وزیر اعظم رہ چکا تھا۔ اس ہیرود نے
یونانی تمدن کو فروغ دیا اور بہت سے شہر آباد کر کے انھیں یونانی طرز پر سواراج
کے حقوق عطا کیے؛ ان شہروں میں سے ایک فلسطینی "قیصریہ" تھا جسے پہلے استراتونس
توریس یا مینارہ استراتون (دیکھو اوپر، باب ۲۰ حاشیہ ۱۷) کہتے تھے۔ پالمیرہ
خود مختار تھا۔ ان ریاستوں کے متعلق مارکوارٹ اسی رائے کا اظہار کرتا ہے جو
اس نے شہروں کے بابت پیش کی ہے؛ وہ یہ کہ روما ان کے ذریعے سے اسوقت تک
محاصل وصول کرتا رہا جب تک وہ صوبہ شام میں ان کا ادغام کرنے کے
قابل بنا۔ یہاں ہم یہ صاف دیکھتے ہیں کہ رومن طرز عمل کا اس مورخ کو کتنا غلط
اندازہ ہے، اور اگر ہمیں تاریخ کے ایک نہایت ہی اہم واقعے یعنی اس لاثانی
مملکت کے اندرونی تنظیم کے بابت ایک فاش غلطی میں نہیں پڑنا ہے تو ہمیں اس
خیال کا فوراً ہی آزاد کر دینا لازمی ہے، مارکوارٹ کہتا ہے کہ رومنوں کا خیال تھا کہ
ریاستوں کو کسی روز صوبے میں مدغم کر دیا جائے؛ لیکن خود مارکوارٹ کے نزدیک
ان ریاستوں کے علاوہ صوبہ شام کا باقی ماندہ حصہ بھی تو ایسے شہروں ہی پر مشتمل
تھا جن کو سواراج حاصل تھا! اس سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اگر رومنوں کا
مقصد یہ تھا کہ ریاستوں کا صوبے میں الحاق کر دیا جائے تو اس سے صرف یہ ہوتا
کہ جن ریاستوں پر بالواسطہ حکومت ہوتی رہی تھی ان کی وہی حیثیت کر دی جاتی جو
دوسری ایسی ریاستوں کی تھی جن پر ان سے زیادہ براہ راست حکومت نہیں کیجاتی
تھی؛ اور اسکے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ اس طریقے سے ملوکی ریاستوں کو جمہوریئے

بنانے کی تجویز تھی رہے محاصل تو انکی کیفیت بالکل وہی رہتی جو پہلے تھی۔ اس سے باب ۲۹
یہ ظاہر ہے کہ "مکمل اوغام" کے الفاظ بالکل ہی بے معنی ہیں۔ تمام ممالک میں
شام ہی سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ آجکل کے زمانے میں "صوبے" کے لفظ سے
جو معنے لئے جاتے ہیں وہ اس ملک پر منطبق نہیں پاتے تھے۔ روما کو شام
میں صرف یہ کام تھا کہ معاملات کی نگرانی کرے اور محاصل وصول کرے۔ ممکن ہے
کہ صوبہ ایشیا میں صورت حال اس سے مختلف ہو حقیقت یہ ہے کہ سلطنت روما
(یا آجکل کے زمانے میں سلطنت برطانیہ) کی بنیاد محض نظریات پر نہیں سمجھنی چاہئے۔[۵]

---

[۵] یہودیہ اور ہمسایہ ممالک میں یونانیت: شیورر، ۲، ۹ تا ۶۴۔ یہودیوں نے یونانی طرز بیان کو اختیار کر لیا، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر یونانیت کا کسقدر اثر تھا: شیورر، ۲، ۳۰ وغیرہ۔

شورریہ میں ایک سٹوریادیس: مارکوارٹ ۲، ۲۔ شام کے ساتھ رومنوں نے جو سلوک روا رکھا اسمیں انکے اصلی مقاصد کیا تھے: ایضاً، ۲، ۲۸ و ۲۹۔ اگر مارکوارٹ کا واقعی یہ خیال ہے کہ رومن چاہتے تو شام کی بلدی خود مختاری کو مٹا کر اور حکمرانوں کو معزول کر کے اس ملک پر براہ راست رومن حکومت قائم کر دیتے تو ہمارے نزدیک وہ زمانہ حالیہ کے خیالات کو قدیم زمانہ میں منتقل کر رہا ہے۔ ہماری دانست میں نہ تو ان لوگوں کے ذہن میں یہ بات آئی تھی اور نہ یہ ممکن ہی تھا۔

خالکس: مارکوارٹ، ۲۴۳: شیورر، ۲، $\frac{۱}{۹۲}$۔ اس زمانے کے خالکس اور ابیلا کے حکمرانوں کے ناموں میں لفظ "لیسانیاس" نظر آتا ہے اور یہ سب سے پہلے سنہ ۲۱۸ ق م میں اسی طرح میں ملتا ہے (پولی بیوس ۵، ۷۰)۔ اسی طرح سے تقریباً سنہ ۸۰ ق م میں خالکس میں ایک بطلیماوس ولد منائیوس (Jos Ant.) ۱۳، ۱۶، ۳) اور ابیلا میں سنہ ۲۲۰ ق م میں ایک منائیوس ملتے ہیں۔ (پولی بیوس ۵، ۷۱) ان ممالک میں شاہی خاندانوں نے مدت دراز تک اپنی حیثیت برقرار رکھی مقابلہ کرو شیورر ۱، $\frac{۵۹۲}{۹۰۸}$۔

دمشق: مارکوارٹ، ۲۴۶: شیورر، ۲، ۴۸: ۱، $\frac{۲۰۹}{۹۲۲}$، مشاہان بنیاطی کی تاریخ۔

(Kuhn: شام میں یونانیت) مارکوارٹ، ۲۷۰: کوہن: "اداراتِ بلدی"

(Staedteverf. ۲، ۳۱۴ وغیرہ: شیورر، ۲، $\frac{۵}{۱۴۴}$ —

باب ۱۹ سوائے مصر کے باقی سلطنت روما کے ہر حصے کے یونانی مختلف بلدیات میں منظم نظر آتے ہیں، اور سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر انکی سیاسی حیثیت کیا تھی۔ اصولاً تو انکی سیاسی حیثیت وہی ہے جو تیسری صدی ق م میں تھی (دیکھو باب ۵) یعنی وہ خود مختار ہیں لیکن جسطرح تیسری صدی ق م میں بادشاہ ان پر اثر ڈالتے تھے اسی طرح اب وہ روما کے زیر اثر ہیں اور وہ جتنا دباؤ چاہتا ہے ان پر ڈالتا ہے۔ صرف ایک فائدہ انہیں ضرور ہے وہ یہ کہ اب وہ مسلسل برسرپیکار بادشاہوں کے حرص و آز کا شکار نہیں بنتے۔ کسی بلدیے کے اہم قراردادوں کی صوبے کے والی کے ذریعے سے توثیق لازمی ہے اور وہی اسکے طے کرنے کا مجاز ہے کہ کونسی بات اہم ہے اور کونسی غیر اہم۔ شہروں میں اب بھی خود انہی کے قوانین کا نفاذ ہوتا ہے اور تعمیرات، کوتوالی، تعلیم اور مذہبی عبادات، یہ سب انہی کے نگرانی میں ہیں، بلکہ اگر روما اسکی اجازت دے تو وہ محاصل بھی وصول کرتے ہیں۔ پلوٹارک کے ایک رسالے سے معلوم ہوتا ہے کہ دوسری صدی عیسوی جیسے آخری زمانے میں بھی یونانیوں کے زعم میں انہیں سوراج حاصل تھا۔ واضح ہو کہ یہ اختیارات آزاد بلدیات کو بھی حاصل تھے اور ان شہروں کو بھی جو روما کو خراج ادا کرتے تھے۔

شہروں کو ایک دوسرے کے ساتھ اتحاد کرنے کا بھی اختیار حاصل تھا۔ ہم ان اتحادوں کا کئی مرتبہ ذکر کر چکے ہیں، انکے حالات کو مبالغہ آمیز انداز سے جو مرتب کیا گیا ہے اور جو غلط خیالات پھیل گئے ہیں وہ ان خیالات کے مماثل ہیں جن کی اوپر تردید کیجا چکی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا کام صرف مذہبی فرائض ادا کرنا تھا۔ بلاشبہ جو قراردادیں محفوظ ہیں انکا تعلق زیادہ تر اعزاز دہی اور تہواروں سے ہے، لیکن اس سے یہ استنتاج نہیں کیا جا سکتا کہ انکے علاوہ دوسرے قراردادیں منظور کرنے کا حق نہیں تھا۔ اول تو لیکیہ والے اتحاد سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ سلطنت روما میں اس قسم کے اتحادوں کو سیاسی حقوق حاصل تھے۔ مارکوارٹ کہتا ہے (۲۲۴) کہ رومن عہد میں لیکیہ کا قدیم وفاقی دستور برابر نافذ رہا، صرف فرق یہ ہوا کہ اب معاملات خارجہ اور تحصیل محاصل کا کام اس وفاقیہ سے سلب کیا گیا۔ ہمارے نزدیک پہلی تحدید اغلباً

باب ۲۹

درست نہیں اور دوسری قطعاً غلط ہے۔ اگر لیگ قائم رہی تو دوسرے اقوام اور ریاستوں سے اسکے تعلقات بھی ہونگے اور ہمارے پاس اسکی کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ یہ تعلقات براہ راست نہ رہے ہوں۔ ظاہر ہے کہ لیگ جنگ نہیں کر سکتی تھی، گو قانوناً اسے اسکے لئے بھی کوئی امر مانع نہ تھا۔ پھر لیگ اپنے اندرونی معاملات کو بغیر روپیہ خرچ کئے ہوئے انجام نہیں دیسکتی تھی اور انہیں شبہ کی گنجایش نہیں کہ وہ شہروں سے روپیہ لیکر اسے وفاقی انتظامات میں خرچ کرتی ہوگی۔ آجکل کے زمانے کے انتظامی اضلاع کو خود اپنے مالیات پر قابو ہوتا ہے، حالانکہ آجکل کی حکومتیں سلطنت روما سے کہیں زیادہ مرکزیت لئے ہوئے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایشیائے کوچک کا بیشتر حصہ لیکیہ سے بہت زیادہ روما کا تابع تھا، اور اس سے ہم ان اتحادوں کے اندرونی اختیار کا پتہ لگا سکتے ہیں۔ ابتدائی عہد امپراطوریہ میں امیری صوبوں کو نکال کر باقی ماندہ ایشیائے کوچک میں صرف پانچہزار امدادی فوج تھی، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حفاظت عامہ کا دارومدار خود باشندگان ملک پر تھا۔ اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ باشندگان ملک کا اپنی کوتوالی انتظام ہوگا اور انتظام ملک میں حکومتی عہدہ داروں کے ساتھ ساتھ شہروں کا بھی حصہ ہوگا۔ علاوہ ازیں ان اتحادوں کے سپرد بہت سی سڑکیں اور پل بھی تھے۔ انھیں یہ بھی اختیار تھا کہ رومن صوبہ داروںکی شکایت صدر میں کریں ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں عیدوں اور تہواروں کے انتظامات اور خطابات و اعزاز میں اضافہ کرنے سے کہیں زیادہ اختیارات حاصل تھے [1]

---

[1] مختلف شہر اپنی قرار دادوں کو گورنر کے سامنے توثیق کے لئے پیش کرتے ہیں؛ موم سن ۵، ۳۲۱؛ لیکن خود اپنے قوانین کا نفاذ کرتے ہیں؛ ایضاً ۳۲۲۔

سلطنت روما میں یونانی ملتوں کی حیثیت پر موم سن نے اپنی کتاب "قانون مملکت" کی تیسری جلد میں رومن قانون کے پہلو سے بحث کی ہے، اور اس بنیاد پر اسنے ان ملتوں و نیز ان سب ملتوں کی تقسیم کرنے کی کوشش کی ہے۔ جو سلطنت روما میں پائی جاتی تھیں وہ انکی دو قسمیں

الغرض امپراطوریہ روما کے زمانے میں یونانی بلدیات کو توالی تعمیرات، پرستش عامئہ، تعلیم اور روزمرہ کی قانونی کارروائیوں کا انتظام خواہ انفرادًا و رنہ باب ۲۹

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ بیان کرتا ہے یعنی ایک تو خودمختار رعایا (۳ ۵ ۴ ۶) اور ماتحت رعایا' جو در اصل خودمختار تھے لیکن جنکی خودمختاری رومنوں کے رحم پر مبنی تھی۔ لیکن یہ تقسیم صرف اس حالت میں درست کہی جاسکتی ہے اگر اس قسم کے اختیارات یا تو ظاہر ہوں ورنہ انکا قانون روما سے استدلال کیا جاسکے اور ساتھ ہی اگر انسے انفرادی ملتوں کے واقعی حالات سمجھ میں آسکیں لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا انکے وجود کا قانون روما میں کہیں پتہ لگتا ہے؟ موم سن کہتا ہے (ص ۱ئ) "اگر ماتحت وفاقیہ کے اندر دو متضاد خیالات ایک دوسرے میں مخلوط ہو جاتے ہیں تو تابعداری کی حیثیت اس سے بھی زیادہ دوغلی اور پیچیدہ ہے"۔ اسکے معنے یہ ہوئے کہ یونانی شہروں اور روما کے باہمی تعلقات، جنہیں موم سن "ماتحت وفاقیتوں" اور "تابعداری" کے خطابات دیتا ہے انکا قانون روما سے کسی طرح کا تعلق نہیں تھا۔ لیکن یہ مسئلہ اس سے بھی زیادہ پیچیدہ بن جاتا ہے۔ موم سن کہتا ہے (ص ۲۳ئ) کہ "خودمختارانہ ماتحتی سے بھی زیادہ غیر مشروط ماتحتی کے لئے اس سے بھی سادہ اور کافی وموافق تعریف کی ضرورت ہے اسلئے کہ صریح قانونی تعلق ان مبہم اور نیم متضاد الفاظ سے بجائے صاف ہونے اور بھی زیادہ پردہ خفا میں چلا گیا ہے"۔ اسکے دوسرے معنے یہ ہوئے کہ رومن ان یونانی ملتوں کے لئے جو کلیتہً انکے قبضے میں تھیں جو الفاظ استعمال کرتے تھے انکے معنوں سے اصل مطلب حاصل ہونے کے بجائے اصل مطلب کے بالکل عکس کا اظہار ہوتا تھا۔ اس طریقے سے موم سن (ص ۶۵ئ) دونوں طریقوں یعنی "دستوری" اور "اصطلاحی" خودمختاری کے مابین فرق کرتا ہے اور کہتا ہے کہ رومنوں نے اصلیت واقعات پہ پردہ ڈال دیا تھا۔ لیکن ص ۶۵ئ پر وہ لفظ "خطابی" "اصطلاحی" کے لئے نہیں بلکہ "دستوری" کے لئے استعمال کرتا ہے۔ ص ۶۶ئ پر وہ "بزدلانہ سرکاری طرز بیان" کا ذکر کرتا ہے۔ ان سب باتوں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اول تو رومن اپنے ماتحت ملتوں کے لئے جو لفظ استعمال کرتے تھے وہ انکی قانونی حیثیت کا اندازہ لگانے کے لئے کافی نہیں اور دوسرے یہ کہ اس قانونی حیثیت کا سرے سے اندازہ لگایا ہی نہیں جا سکتا، اور اگر یہ کہا جائے کہ خود ان ملتوں کے افعال سے حقیقت حال معلوم ہو سکتی ہے تو موم سن اس کا نفی میں جواب دیتا ہے اور کہتا ہے کہ رومن "رواداری" کے اصول پر کاربند تھے! الغرض ہم انفرادی ملتوں کے روما کے ساتھ "ان صریح تعلقات" کا پتہ نہیں لگا سکتے جو موم سن فرض کر لیتا ہے۔ لیکن کیا موم سن کے

اجتماعاً خود ہی کرتے تھے تو پھر وہ کسی سوئیزرستانی صوبے یا شمالی امریکہ کی ریاست یا ۲۹ب
جرمنی کے علاقے سے کس طرح کم تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ آئین اور حال کے کسی وقائیہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ خیال کے مطابق اس قسم کے صریح قانونی تعلقات کا وجود بھی تھا؟ ہمارے خیال میں انکا وجود نہیں تھا۔ اگر "ماتحت وفاقیتوں" سے "دو متضاد قانونی خیالات کا اظہار ہوتا ہے تو پھر یہ تعلقات "صریح قانونی تعلقات" نہیں ہو سکتے" اور کل تابعداری کے حالت میں بھی یہی حکم لگایا جا سکتا ہے بلکہ اسمیں اس سے بھی زیادہ ابہام کی گنجائش ہے دیکھو اوپر)۔ رومن قانون کے اعتبار سے "ماتحتانہ خود مختاری" میں دوغلاپن ہے" چنانچہ "قانوناً اسکا کوئی وجود نہیں" یا کم سے کم ہمیں کسی طرح کی "صراحت" نہیں پائی جاتی۔ اگر "ماتحتانہ خود مختاری" کے معنے کو (جیسے صد XVII) پر "خود مختارانہ ماتحتی" کا نام بھی دیا گیا ہے) عام لوگ سمجھ سکتے تو یہ نظریہ قابل قبول ہو سکتا، لیکن واقعہ اسکے خلاف ہے اسلئے کہ جب نوع اور جنس کو اپنی خوشی سے ایک دوسرے کی جگہ رکھا جا سکے تو پھر یہ بچارے عامیوں کے سمجھ سے باہر ہو جاتا ہے۔ ان سب واقعات سے جو چیز عیاں ہو جاتی ہے وہ حقیقت حال ہے یعنی یہ کہ رومن جس ملت کے ساتھ جیسا چاہتے برتاؤ کرتے۔ الغرض اس تنقید کا ملخص (جسے اور وسعت دی جا سکتی ہے مثلاً ص ۶۵۵/۶۵۶) یہ ہے:- موم سن کہتا ہے کہ مختلف شہروں کے روما کے ساتھ مختلف قسم کے تعلقات تھے اور ان تعلقات کو وہ بیان کرتا ہے اور انکی تحدید کرتا ہے، لیکن اسکے نزدیک چونکہ ان تعلقات کا قانون روما میں کہیں پتہ نہیں اس لئے رومنوں نے ان تعلقات کو قانون کے تحت لانے کی غرض سے ایسے ادارات پیدا کئے جو "دوغلے" تھے یعنی رومن اصول سے مغائر تھے۔ علاوہ ازیں انھوں نے ایسی اصطلاحات استعمال کرنی شروع کیں جن سے انھوں نے جان بوجھ کر اصل واقعات کو غلط پیرایے میں بیان کیا اور اس طرح روشنی کی ان کرنوں کو چھپا دیا جنکی وجہ سے شائد یہ تعلقات آشکارا ہو جاتے۔ ہم اس نظریہ پر صرف یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ اسمیں نامعقولیت کا پہلو نہیں ہے گو یہ سب ممکن ضرور ہے۔ ایسی تقسیم سے کیا فائدہ جسکا ذکر کسی قدیم کتاب میں نہیں ہے، جسکی کبھی کوئی تشریح کی گئی ہے اور نہ جسمیں کسی قسم کی صراحت نظر آتی ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ خود موم سن نے "ممکن" اور "غالبا" جیسے اظہار شک و شبہ کے جو الفاظ استعمال کئے ہیں اس سے اپنے تمام بیان کو محض مفروضے اور قیاس سے زیادہ وقعت نہیں دی، اور ممکن ہے کہ اس نے اپنے قیاس سے اس لئے کام لیا ہو کہ وہ ان تعلقات کو کسی رومن قانونی اصول کے تحت نہیں لا سکتا تھا لیکن پھر کیا اسکے لئے اس قسم کے مفروضے کی ضرورت بھی تھی؟ ہمارے نزدیک اسے اس قسم کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ واقعات یہ ہیں

سکے ریاست میں فرق صرف اتنا تھا کہ آجکل کوئی گورنر یا شہنشاہ ایسے معاملات باب ۹
میں مداخلت نہیں کرتا جن میں اسے مداخلت کرنے کا حق نہیں، درانحالیکہ اُس

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ یونانی ملتوں پر روما کے اثرات مختلف انداز سے پڑے اور اسکی مطلق ضرورت نہیں کہ ان اثرات کو کسی نہ کسی طرح توڑ مروڑ کر قانونی جامہ پہنا ہی دیا جائے۔ یہ ملتیں روما کے ساتھ یا تو مجبوراً ورنہ اپنی خوشی سے مل گئی تھیں۔ اوّل تو روما کو اختیار حاصل تھا کہ جیسا چاہے انکے ساتھ برتاؤ کرے اور وہ اسکے احکام کی پابندی کرنے پر مجبور رہتے اور انکی غیر مشروط تابعداری کے لئے کسی قسم کے تعریف کی ضرورت نہیں تھی بلکہ یہ تعلق خود قوانین فطرت کا ایک لازمی جزو سمجھا جاتا۔ لیکن دوسری حالت میں کم وبیش صریح یا کم از کم مسلمہ اقرار موجود تھا جسے یا تو صراحتاً ورنہ خاموشی کے ساتھ تسلیم کرلیا گیا تھا اور جو بہ نسبت فریق ثانی کے روما کیلئے زیادہ مفید تھا۔ یہ قانون اقوام کا اساسی اصول ہے کہ ہر عہدنامے کے الفاظ میں بہت کچھ تنوع ہوسکتا ہے اور یہ امید کرنا فضول ہے کہ اتنی مختلف النوع قانونی حیثیت کے نمونوں کو ایک ہی شق یعنی رعایائے روما کے شق میں لایا جاسکے۔ ہر ایک کے ساتھ خود اسکے حالات کے اعتبار سے برتاؤ ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ حالات کے اعتبار سے بہت سے توابع کی حیثیت ایک سی ہوگی لیکن اس تقسیم کا دار و مدار محض عمل پر تھا، اور انہیں رومن قانون کے کسی اصول کے تحت لانے کی کوشش بے سود ہوگی اور یہ بالکل بے کار ہوگا کہ خاص اس مقصد کے لئے قانون میں کسی نئی "دوغلی" شق کا اضافہ کیا جائے۔ ہم باب ۱۹ حاشیہ ۵ میں کہہ چکے ہیں۔ روما کے خانگی قانون کو چند خاص مسائل سے دوچار ہونا پڑا تھا اور "قانون ملکی" کے ساتھ جسکا انطباق صرف رومن شہریوں پر ہوتا تھا، ایک "قانون اقوام" کی بھی ضرورت پیش آئی تھی اور آخر کار دونوں کو ایک دوسرے میں مدغم کردیا گیا تھا۔ یہی کیفیت رومن قانون عامہ کی بھی ہے۔ قانون عامہ کا تعلق زیادہ تر حکم دینے اور حکم ماننے سے ہے اور یہ ابتدا میں صرف رومن شہریوں کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ لیکن ابتدا ہی میں روما کے ساتھ دوسری ملتوں کے بھی تعلقات پیدا ہوگئے۔ جبتک صرف ایسی اطالوی ملتوں ہی نے روما سے تعلقات پیدا کئے جو یا تو لاطینی زبان ورنہ اسی خاندان کی کوئی زبان بولتی تھیں اسوقت تک تو اسنے یہ ترکیب چلی کہ بعض حقوق شہریت ان ملتوں کو دیدیئے اور بعض نہیں دیئے۔ انکے بعد جب روما یونانی ملتوں سے دوچار ہوا اسوقت یہ محسوس ہوا کہ ایک طرف تو اس طرح کی نصف مراعات سے کام نہیں چلے گا اور دوسرے جانب رومنوں کا اس طرف میلان نہیں تھا کہ اتنے وسیع رقبے میں

باب ۱۹ زمانے میں اس قسم کی مداخلت غیر معمولی کارروائی نہیں سمجھی جاتی تھی ۔ ساتھ ہی ہمیں یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ مجالس سینات کے سامنے مختلف بلدیات کے جو تنازعات

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ محدود شہریت کے حقوق بھی دوسروں کو عطا کریں ۔ ان اثرات کے تحت روما نے ان ملتوں کے ساتھ تعلقات کی بنیاد خالص بین الاقوامی اصول کو بنایا اور ہر ملت کے ساتھ جو تعلقات قائم کئے انکا دارومدار مخصوص حالات و واقعات پر رکھا ۔ انہیں سے بعض تو بالکل رعایا کے رحم پر تھیں اور بعض ایسی تھیں کہ روما نے انکی خدمات کا تعین کر دیا تھا ۔ آخر کار امپراطوریہ کے زمانے میں ان ناقابل درجہ بندی امتیازات کا بالکل خاتمہ کر دیا گیا اور رومی سلطنت کے تمام رعایا کے لئے ایک عام سیاسی قانون نافذ کر دیا گیا ۔ حضرت عیسےؑ کی ولادت پر یہی سلطنت ایسے منفرد سیاسی ہیئتوں کا مجموعہ بنی ہوئی ہے جو اپنے معاملات کی خود مختار ہیں اور ان سب کی نگرانی کا کام ایک منفرد سیاسی ہستی (یعنی روما) کرتی ہے ۔

عام معلومات کے لئے دیکھو کون: "یوستی نیان کے زمانے تک سلطنت روما کے شہری و دیہاتی ادارات (Kuhn:Die stædtische und buergerl) Verfass. des roem.Reichs) ۲ جلد، لائپزگ، ۶۵-۱۸۶۴ء ۔

خود مختار اور پابند شہروں کی سیاسی حیثیت تقریباً ایک سی ہی تھی؛ مارکوارٹ ۴، ۱۷۱، ۳۵۳، ۲۵ ۔ ایشیائے کوچک میں افواج کی کمی؛ موم سن ۵، ۲۲۳ ۔

پلوٹارک اپنی کتاب "اصول حکمرانی" میں اس عہد کے جمہوریتوں کے ادارات کا بالکل اسی انداز سے ذکر کرتا ہے کہ گویا یہ عہد فارقلیس وایانوندا س کا ہو ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ "بلدیہ" کے خصائص میں ان صدیوں میں تبدیلی نہیں ہوئی تھیں ۔

اتحادوں کے لئے موم سن (Staator.) ۳، ۴۴ ۔ عام طور پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ وفاقیہ لیکیہ کو ابھی تک جنگ کرنے کا اختیار حاصل تھا اس بارے میں موم سن ۳، ۶۷۱ استرابو ۱۴، ۶۶۵ کا اتباع کرتا ہے ۔

دوروئی (Duruy) نے خاص طور پر اپنی کتاب تاریخ روما سلطنت روما کے شہروں کی خود مختاری پر زور دیا ہے ۔

باب ۱۹

پیش ہوتے تھے وہ خاص طور پر اس مجلس کے قانونی حدود و اختیارات کے اندر ہو گئے۔ ایسے حالات میں روما کی حیثیت محض ایک پنچ یا ثالث کی سی تھی، اور اگر جنگ سے بچنا ہو تو پھر اس طرح کی ثالثی ناگزیر ہو جاتی ہے۔ اس سے قدیم تر زمانے میں غیر جانبدار ہمسایہ شہروں کو پنچ بنایا جاتا تھا (دیکھو اوپر باب ۱۰)؛ اب انکے بجائے روما ایک مستقل پنچ بن گیا۔ ہمیں شبہ نہیں کہ جسطرح ازمنۂ وسطے کے کسی شہر کی مجلس انجمن تجار کے حقوق میں مداخلت کرتی تھی اسی طرح روما نے انفرادی شہروں کے اختیارات کو "گھٹانے بڑھانے" کا حق محفوظ کر لیا تھا، اور اسکی طرف سے بلدی معاملات میں اکثر مداخلت ہوتی رہتی تھی لیکن ویسے مقامات میں بھی اسطرح کے واقعات پیش آتے ہیں اور زمانۂ حال کے تحریری دساتیر کے دور میں بھی استرداد حقوق کے شکایتیں سننے میں آتی رہتی ہیں الغرض ہم یہ حکم لگا سکتے ہیں کہ ابتدائی قیصریت کے زمانے میں یونانیوں کے شہری اقتدارات اتنے کم نہ تھے جتنے سمجھے جاتے ہیں۔ بلا شبہ آجکل کے ایک نہایت مستند مورخ نے نہایت سنجیدگی کے ساتھ یہ سوال پیش کیا ہے کہ جب انسان اپنے ملک کے لئے اپنی جان قربان نہیں کر سکتا تھا تو پھر ان کے لئے زمانہ ان کے لئے زندہ رہنے میں کیا لطف تھا؟ ہماری دانست میں اس خیال میں

شہ موم سن (۵، ۲۴۶) شہروں کی افسوسناک حالت پر بہت کچھ زور دیتا ہے اور کہتا ہے ہمیں یونانیوں کے ساتھ ہمدردی کرنی چاہئے اس لئے کہ انکی آزادی سلب ہو چکی ہے۔ اس بارے میں اول تو ہمیں یہ کہنا ہے کہ اطالویوں کو ان یونانیوں سے کچھ زیادہ آزادی حاصل نہیں تھی، بالخصوص اگسٹس کے زمانے سے تو ان کا کوئی امتیاز باقی نہیں رہا تھا اور مملکت کے حکمت عملی صرف چند اشخاص کے قبضہ اقتدار میں رہ گئی تھی۔ صرف فرق یہ تھا کہ یہ چند اشخاص اطالوی تھے اور اس طرح انکا یونانیوں سے ذرا بالاتر درجہ تھا کہا جاتا ہے کہ یونانیوں کے لئے ایک طرح کی ترقی معکوس تھی، اور یونانی آئندہ سیاسیات دنیا پر اثر نہیں ڈال سکتے تھے مثلاً فریمین ("مسلی" لندن ۱۸۹۲ء، ۲، صفحہ ۳۴۳) کہتا ہے کہ "کسی زمانے میں شہر کو کل آزادی حاصل تھی اور ہر شہر معاملات دنیا میں حصہ لے سکتا تھا"۔ بیشک نظریہ کے اعتبار سے یہ شہر معاملات دنیا میں حصہ لے سکتا تھا لیکن عمل اس سے مغایر تھا، اور فریمین کا یہ حکم دراصل صرف ایتھنز اور اسپارٹا پر لگایا جا سکتا ہے ان شہروں سے باہر جو یونانی رہتے تھے وہ

باب ۲۹ ایک طرح کی دلفریبی ضرور ہے لیکن ساتھ ہی مبالغہ بھی کیا گیا ہے۔ کیا آجکل کے زمانے میں صورت حال اس زمانے کی کیفیت سے بہت زیادہ مختلف ہے؟ مرکزی

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ۔ اکثر و بیشتر اپنے خانگی معاملات میں منہمک رہتے تھے اور سلطنت روما میں الحاق کے بعد انکی حالت تقریباً ویسی ہی رہی جیسے پہلے تھی۔ اسمیں شک نہیں کہ حضرت عیسیٰ کے ولادت کے وقت توکس یا سکیون یا اسینیہ کے کسی باشندے کا بڑے بڑے سیاسی مسائل پر اتنا اثر نہیں تھا جتنا تقریباً سنہ ۴۰۰ ق م میں لیکن اسکے اثر میں اس کمی کا باعث اتنا انکی آزادی کا زوال نہیں تھا جتنا دوسرے واقعات حقیقت یہ ہے کہ یونانیوں کے ادارات میں اتنی تبدیلی نہیں ہوئی جتنا ادارات عالم میں پھر یونانیوں کی دنیا میں بہت کچھ وسعت پیدا ہو گئی تھی۔ جب سکیون والے کی نظر صرف رہوڈز سے کورنکا تک محدود تھی تو وہ اسمیں حصہ لے سکتا تھا لیکن جب انکی دنیا ستون ہائے ہرقل (جبل الطارق) سے اسکندریہ تک وسیع ہو گئی تو انکی اہمیت یقیناً کم ہو گئی۔ سیاسی اعتبار سے یونانی برابر اسی جگہ رہے جہاں پہلے تھے اور اسی وجہ سے وہ دنیا کے تبدیل شدہ کیفیات کا مقابلہ نہیں کرسکے۔ اسمیں شبہ نہیں کہ اس تبدیلی کیوجہ سے انفرادی یونانی بلدیات کے آزادی میں بہت کچھ خلل واقع ہو گیا اور ہمیں اس سے انکار کرنے کی ضرورت نہیں کہ فوجی خدمت کے موقوف ہونے کی وجہ سے بعض نتائج ضرور مستنبط ہوے ہونگے یا پرانے زمانے میں شہریوں کے اس احساس سے کہ ہم میدان جنگ میں اپنے شہر کی حفاظت کرسکتے ہیں اسے اپنی خودداری کا زیادہ احساس رہتا ہوگا۔ لیکن جنگ آزمائی کے حق کی یہ کیفیت ہے کہ ان سب لوگوں کو جو کسی عظیم تر دائرے کے ارکان بننا چاہیں اس سے کبھی نہ کبھی دست بردار ہونا پڑتا ہے جسکی ایک مثال جرمانی ریاستوں سے ملتی ہے۔ ایسی حالت میں فرد کو دو قسم کے معاوضے مل سکتے تھے جنمیں سے ایک قدما کی قسمت کا تھا اور دوسرا حال کے قوموں کو ... ملا۔ سلطنت روما میں شہریوں کو برابر اپنے اندرونی معاملات پر پورا قابو حاصل رہا اور انہیں اپنے بلدی دستوروں کو تبدیل کرنے کا بھی حق رہا لیکن معاملات حکومت کے تعین میں انکا کوئی حصہ نہیں رہا اور واقعہ یہ ہے کہ وہ اسکی اہمیت کو سمجھتے بھی نہیں تھے۔ اس کے برعکس انتظامی یکسانی کیوجہ سے زمانہ حال کے ملکتوں کے شہریوں کو مقامی انتظامات میں آزادی میں بہت کچھ کمی ہو گئی ہے اور اس کے معاوضے میں انہیں بڑے بڑے معاملات اور قانون سازی میں حصہ لینے کا حق حاصل ہو گیا ہے لیکن یہ حق اول تو محض دھوکا ہی دھوکا ہے اور پھر قوانین کے متعلق انہیں نہایت ہی کم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ

باب ۲۶ دفتریت اور مرکزی قوانین (مثلاً پروشیہ میں "بلدی قوانین") کے وجہ سے آجکل لوگ اپنے شہر کے اتنی بھی خدمت نہیں کر سکتے جتنی پہلی صدی عیسوی میں آلابندہ یا

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ انکی حیثیت قدیم زمانے والوں سے بڑھ کر اسلئے کہ حال کے طریقے سے بڑے بڑے مسائل میں انھیں دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن اس سے یہ استناج نہیں کیا جاسکتا کہ سلطنت روما کے بلدیات کی حالت قابل حقارت تھی اور ان کے بابت کم از کم یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ بہ نسبت آجکل کے انھیں بے ریائی کی بڑی خصوصیت حاصل تھی۔

ہیڈ نے سکوں سے شہروں کے خطابات کا ملخص دیا ہے ("تاریخ سکوکیات" "رہبر" "ناقابل تاراجی" وغیرہ (دیکھو اوپر باب ۲۰ حاشیہ ۱۸) محال سے آزاد" "ایشیا کا ساقوان خود مختار شہر" (مگنیشیہ بر دریائے میاندر) "آزاد و مستقر" (یہ نام صوبہ ایشیا کے بہت سے شہروں کا تھا جو غالباً بعض مخصوص میلوں کے مرکز تھے) "مرکز بحری" (نکو پوسس توحی، سپدسے، کوریکوس، سیباستے، اسے کسے، دوراسیدون، تری پولس) "جاروب کش بتکدہ" (نیز "دوہرا" "سہرا" "چوہرا") "اولین" - بتھی نیہ کے "اولین" شہر کے رتبہ کے لئے نقیہ و نکومیدیہ کے مابین اور ایشیا میں سمرنا اور افیسوس کے مقابلہ تھا، اور جہاں سمرنا اپنے آپ کو "اولین شہر ایشیا" کہلاتا تھا وہاں افیسوس نے اپنے آپکو "تمام ایشیا میں اولین اور سب سے اہم شہر" کا لقب دے رکھا تھا۔ اسطرح مثلاً "اولین شہر سبوس" "ساموس" "اولین شہر ایونیہ" اور ترالیس "اولین شہر یونان" پکارے جاتے تھے، اور سیلیسیہ میں سپدسے، پسیدیہ میں سگالاسوس، پونتوس میں اماسیہ اور شام میں لاودکیہ "ساحل بحر" "اولین" شمار کئے جاتے تھے۔ ان شہری مقابلوں پر ہمعصر مورخ دیون ہنستا ہے اور اس کا اتباع کر کے خود موم سن بھی طعنہ آمیزی سے پرہیز نہیں کر سکتا۔ یہ تضحیک صرف اسوقت حق بجانب ہو سکتی ہے اگر اس سے یہ نتیجہ نہ نکالا جائے کہ اس زمانے کے ایشیائی ہر ملک اور ہر زمانے کے انسانوں سے زیادہ بیوقوف یا قابل مضحکہ تھے۔ آجکل اگر کوئی شہر کسی ملک میں اولیت کا دعوے کرکے اور ساتھ ہی اسی ملک میں دوسرے شہر بھی اسکے مقابل موجود ہوں تو اسکی کیفیت بھی ان شہروں کی سی ہوگی۔ یہ بات واقعاً مضحکہ خیز ہے کہ سمرنا اپنے آپکو ایشیا کا اور افیسوس "تمام ایشیا کا اولین شہر" کہلوائے! لیکن آجکل بھی ایسے شہر ہیں جو بجنسہ یہی کرتے ہیں اور وہ بھی نہایت سنجیدہ حالت میں۔ انگلستان میں یارک کا صدر اسقف "انگلستان کا لاٹ پادری" ہے اور کنٹربری کا صدر اسقف

باب ۲۹

ترالیس کا کوئی باشندہ۔ بلاشبہ ہمیں اس کا معاوضہ سیاسی حقوق کی شکل میں مل جاتا ہے اور سلطنت روما کے شہری کو اس قسم کے کوئی حقوق حاصل نہیں تھے۔ لیکن یہ بات خوب اچھی طرح سے معلوم ہے کہ ایسے ملکوں میں بھی جو دستوری اعتبار سے دوسری کے لئے گویا نمونہ ہیں اور جہاں عمومی نیابت کے ذریعہ سے حکومت پر ظاہری نگرانی رکھی جاتی ہے وہاں بھی مملکت کے بڑے بڑے اہم امور کی کارفرمائی تھوڑے سے بڑے بڑے رہبروں کے قبضے میں ہوتی ہے۔ اس زمانے میں آجکل کی نسبت ذرا کم رسمی منافقت پائی جاتی تھی؛ اس زمانے میں لوگ بلدنے کے ایسے حالات پر بحث کرتے اور ان پر قرارداد منظور کرتے جنسے وہ اچھی طرح سے واقف تھے اور جن سے انکا براہ راست تعلق تھا۔ اگر ہم ہر چیز کو مدنظر رکھیں تو ہم اس نتیجے پر پہونچینگے کہ الابندہ یا ترالیس کے کسی شہری کے سیاسی اہمیت آجکل زمانے میں شہر تبیلز کے

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ:- "تمام انگلستان کا لاٹ پادری" ہے اور اسیطرح صدر اسقف ڈبلن "ایرستان کا" اور صدر اسقف آرماہ "تمام ایرستان کا" "لاٹ پادری" مانا جاتا ہے ہم یہ سن کر مسکراتے ہیں کہ شریف ایشیائی ایک سال تک آزیارخ رہنے کے بعد بھی اپنے آپکو اسی لقب سے ملقب کرتے ہیں اور یہ بھول جاتے ہیں کہ آجکل بھی ہمارے جمہوریت پسندوں کے لئے القاب سے "میر بلد" "متحصل" یا "کرنل" میں ایک خاص کشش ہے۔ پہلی صدی ق م میں ایشیائیوں میں خطابات والقاب کی جو خواہش پائیجاتی ہے اس سے یہ ہرگز نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ انہیں آجکل کے زمانے کے سوئیٹزرستانیوں یا امریکیوں سے کم تر درجے کی صفات پائی جاتی تھی۔

ان شہروں کے سکوں سے انکی مرفہ الحالی کا اندازہ کیاجاسکتا ہے۔ موسن کہتاہے (تاریخ روما، ۵، ۳۰۲) کہ "تمام ملکوں میں سب سے زیادہ ایشیائے کوچک بلدی تفاخر کا مسکن اعلٰے بنا ہوا تھا" اور سکوں کے تشکیک کا اصلی باعث یہ امر تھا۔ رومی حکومت نے ان شہروں کو اس بارے میں آزادی دیدی تھی؛ لیکن جب ہم اوپر دیکھ چکے ہیں پہلی رائے کا تو ثبوت ہی نہیں دیا جاسکتا خصوصًا اس لئے کہ زمانۂ حال کے تاریخی تفحص سے یہ معلوم ہوگیا ہے کہ تھریس میں بھی اسی قسم کے اعلیٰ درجہ کے سکے ڈھالے جاتے تھے؛ چنانچہ مناسب ہوگا اگر ہم اس بارے میں بھی تفاخر کی صفت کو اتنی ہی اہمیت دیں جتنی انسانی کاروبار میں ہر جگہ اسے حاصل ہوتی ہے۔

کسی شہری کی اہمیت سے زیادہ تھی ۔

باب ۱۹ عام طور پر ابتدائی امپراطوریہ روما پر ایک شریف رومن کے زاویۂ نگاہ سے غور کیا جاتا ہے، اور اگر ہم اسکے برخلاف یونانی قوم کے ایک شہری کے نقطۂ نظر سے غور کریں تو یہ یقیناً باعث دلچسپی ہوگا ہم دیکھتے ہیں کہ اس سلطنت کے مشرقی حصے میں بہت سی شہری ملتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک میں تھوڑے بہت اختلاف کے ساتھ کم و بیش اعیانی دساتیر رائج ہیں اور ساتھ ہی ہر صوبے میں ان ملتوں کی ایک طرح کی وفاقیتیں قائم ہیں جو اپنے اختیار سے مختلف النوع مسائل زندگی پر نگرانی رکھتی ہیں لیکن ساتھ ہی جن کے معاملات میں رومن پروکانسل کبھی کم کبھی زیادہ مداخلت کرتے رہتے ہیں ۔ ان ملتوں کے ضروریات صرف محاصل کے ادائی میں سے پورے نہیں ہوتے بلکہ دولتمند و مرفہ الحال شہری بھی معتد بہ رقوم دیکر انکے خزانے پُر کرتے ہیں اور انکے معاوضے میں انکے اعزاز میں اضافہ بھی کیا جاتا ہے " خدمت عامہ کا پُرانا طریقہ اسوقت تک رائج چلا آتا ہے ۔ جن ممتاز اور امیر شہریوں کو رومن حقوق مل گئے ہیں وہ اپنے بیٹوں کو رومن طرز کی تعلیم دیتے ہیں اور یہ تعلیم یافتہ یونانی بچے دفتری زندگی میں قدم رکھ کر آخر کار رومن سیناٹی بن جاتے ہیں حقیقت یہ ہے کہ تعلیم یافتہ اور آسودہ یونانیوں کو دونوں قوموں کے حقوق حاصل ہیں ۔

یوروپی یونان مادی مرفہ الحالی میں ذرا پیچھے تھا لیکن ہمیں کوئی شبہ نہیں کہ اسوقت یا کسی دوسرے زمانے میں مشکل سے کوئی ایسا ملک ہوگا جو اس عہد کے ایشیائے کوچک یا سوریہ کی برابر دولتمند ہو اور نہ صرف سکوں سے بلکہ شہروں کے باقیات سے بھی اس کا پورے طور پر اندازہ ہو جاتا ہے ۔ یونانیوں میں بعض خصائص ضرور ایسے ہیں جن کی وجہ سے اس تابناک تصویر میں ذرا تاریکی پیدا ہو جاتی ہے ، مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف بلدیات میں انفرادی حقوق کے متعلق آئے دن جھگڑے ہوتے رہتے ہیں اور اس سے بلدی تدمغ کا اظہار ہوتا ہے ۔ میں نے اس مسئلے کا ایک حاشیے میں حوالہ دیا ہے ۔ لیکن اسکے علاوہ ایک بات اور ہے جس سے تصویر بالکل تاریک ہو جاتی ہے اور وہ امپراطور کی پوجا کا مسئلہ ہے ۔[ش]

ش ۔ ایتھنز میں روما اور اگستوس کی پوجا ۔ کرتیوس " تاریخ بلدی " Curtius : Stadgeschichte

باب ۱۹ اگستوس نے ایشیا و بتھی نیہ کے صوبہ داری جمعیتوں کو اس بات کی اجازت دے دی کہ اس کے نام کے تجلے نے بنائیں اور اس کے ساتھ معبودی اعزاز و اکرام وابستہ کریں۔ یہ مرض بہت جلد دوسرے صوبوں میں بھی پھیل گیا اور (جیسا موم سن ٹھیک کہتا ہے) سلطنت کی صوبہ داری تنظیم کا سب سے بڑا اصول یہ ہو گیا کہ مذہبی اور انتظامی ادارات کو ایک دوسرے میں بالکل مدغم کر دیا جائے۔ امپراطور کے ہر ایک معبد میں ایک مہا پجاری ضرور ہوتا تھا لیکن اس کی پوجا کے معاملات (مثلاً بعض تہواروں کے انتظامات) کا کام صوبہ داری جمعیت کے صدر (یعنی ازیارخیس، لیکیارخیس وغیرہ) کے ہی سپرد تھا۔ ابتدا میں رومن شہریوں سے یہ امید نہیں کی جاتی تھی کہ زندہ امپراطور کی پوجا کریں، اس لئے کہ روما میں صرف غیر ملکیوں کی زندگی میں ان کی پوجا ہو سکتی تھی (دیکھو اوپر باب ۶ حاشیہ ا) اور واقعہ یہ ہے کہ یونانی بلدیات نے اپنی شہری خود مختاری کا یہی ملعون معاوضہ دا کیا کہ وہ امپراطور کی پوجا کریں۔ یہیں یونانی مذہب کی نوعیت اس بات سے نظر آتی ہے کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ ۔ ۲۵۵ ۔ عام طور پر امپراطور کی پوجا؛ ڈرکسیلر کا مضمون روشر ۲ $\frac{۹۰۱}{۹۱۹}$ میں۔

ب ۔ گارڈنر نے اپنی کتاب "ابواب جدید" (صفحہ ۲۱۶) میں قدیم یونانی مذہب کے زوال کے نسبت صحیح رائے کا اظہار کیا ہے۔ نیز مقابلہ کرو خود میری رائے، اس کتاب کی جلد ۲ باب ۱۲۔

ل ۔ متائس نے اپنی کتاب "سلطنت روما کے مشرقی صوبوں میں حکومتی اور عمومی قانون"

L. Mitheis :Reichsrecht und Volksrecht in den Oestichen

des roemischen Reiches (لائپزک ۱۸۹۱ء) میں شامی شہروں میں یونانی قانون کے رواج کا ثبوت دیا ہے :

Weber: ہندوستان پر یونانی تمدن کے اثرات؛ ویبر: "روداد اکاڈمی برلن" Sitzunsber. d. Berl. Ak. ۱۸۹۰ء، صفحہ $\frac{۹۰۱}{۹۳۳}$؛ مہافی: "دنیائے یونان محکوم روما"

Mahaffy: (Greek World under Roman Sway) باب ۱۰؛ گارڈنر: "ابواب جدید" صفحہ $\frac{۴۲۴}{۴۳۵}$

فلکانیتوس نے (تقریباً ۴۰ء) میں دفتری اقتدار کے عروج پر نوحہ خوانی کی ہے۔

De mort persee: جس کا مارکوارٹ نے ۴، ۲۲۲ پر اقتباس دیا ہے۔

اسکے پیرو کمال خوش دلی کے ساتھ لیسا ندر کے زمانے سے سکندر اور جانشینان سکندر کے عہد میں ہوکر رومن امپراطوروں کے زمانے تک اس طرح کے زندہ انسانوں کی پوجا میں کچھ مضائقہ نہیں سمجھتے تھے۔ باب ۲۹

سلطنت روما میں براہ راست نیابت کا طریقہ رائج نہیں تھا لیکن ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئیے کہ سینات کے واسطہ سے صوبوں کے ممتاز شہری حکومت میں حصہ لے سکتے تھے۔ یہ مجلس خود اپنے نقائص کو ایک حد تک دور کرتی رہتی تھی۔ یہ ایک ایسا ایوان تھا جسکے علاوہ روما میں کوئی دوسرا ایوان نہیں تھا لیکن ساتھ ہی اسے آجکل کے ابتدائی ایوانوں سے کہیں زیادہ حکومتی اقتدارات حاصل تھے۔ سینات کو مجلس ملل نہیں کہہ سکتے بلکہ خود امپراطور کی طرح اس میں وحدت سلطنت کا گویا مظاہرہ ہوتا تھا۔ تاہم یہ بات قابل لحاظ ہے کہ مصر جیسے ملکوں کی جنہیں کسی طرح کی آزادی کا پتہ نہ تھا، نیابت مجالس سینات میں نہیں ہوتی تھی، جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجلس آزادی کے عناصر کی گویا قائم مقام تھی۔ امپراطوروں کا کام یہ تھا کہ سلطنت کے مختلف حصوں کی حفاظت کریں، اور اس مقصد کے حصول کے لئے انھوں نے ایک دفتری طبقے کا بیج بویا جو رفتہ رفتہ ایک تناور درخت کے مانند ہو گیا، اور جس نے شہروں کی خود مختاری کو بہت کچھ گزند پہنچایا۔ آخر میں جب بلدی وظائف کے ذریعہ سے ہر شہر کا خراج لیا جانے لگا تو وہ خود بلدیات کے لئے ایک بار گراں بن گئے۔ عیسوی مذہب کی ابتدا میں اسکے پیروؤں نے شہنشاہ کی پوجا کی سخت مخالفت کی اور اسکے باعث آخرکار قدیم بت پرستی کا ازالۂ کلی ہو گیا جو فی نفسہ ایک نہایت ہی اچھا کام تھا لیکن ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ سلطنت روما کے لئے اس میں بھی ایک تاریک پہلو تھا اس لئے کہ جب سلطنت نے لوگوں کے عقائد میں ڈھیل ڈالنے سے انکار کیا اور ساتھ ہی جب رفتہ رفتہ عیسوی مذہب رواج پاتا رہا تو آخرکار اسکا سرکاری مذہب عیسویت ہو گیا، اور اسکے بعد کی تاریخ تین قسم کے آفات سے پر ہے، ایک تو شخصی حکومت، دوسرے سرکاری کلیسا، اور تیسرے زائد از ضرورت دفتریت۔ یہی تین بلائیں برابر سلطنت بنر نطہ پر امنڈتی رہتی ہیں اور ہمارے نزدیک انکے ہوتے ہوئے سلطنت ہرگز اس مدح سرائی کی مستحق نہیں جو آجکل انکی کی جاتی ہے۔

باب ۲۹

ابتدائی امپراطوری حکومت میں یونانیوں کی ذہنی کیفیات کو چند ہی لفظوں میں بیان کرنا کافی ہوگا۔ ایتھنز کی اہمیت برابر قائم رہتی ہے اور خود رومن بھی اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ یہاں بروتوس، کاسیوس اور ہوریس رہتے تھے، اور یہ شہر تمام سلطنت کے اولین مدرسۂ فلسفہ کا مستقر تھا۔ اپنے مدرسۂ خطابت کی وجہ سے رھوڈز نے بھی بہت بڑا اثر ڈالا، اور ہم باب ۲۸ میں اسکندریہ کی اہمیت کا اندازہ کر چکے ہیں۔ لیکن خاص روما میں بھی یونانی حکمیات کو ترقی ہوئی۔ صقالوسی دیودوروس نے اپنی "تاریخ عالم" یہیں بیٹھ کر لکھی، اور ہمارے نزدیک سلطنت روما کے پہلی دو صدیوں میں یونانی ادبیات و فنون نے اپنے خاتمے سے پہلے گویا ایک طرح کا سنبھالا لیا۔

ایک اور بات نہایت اہم ہے، وہ یہ کہ فلسطین، سوریہ، اور طارسوس کے ساتھ ملکر اسکندریہ نے مذہب کے ذریعہ سے دنیا کے اخلاقی احیاء کا بیج بویا، اور سامی سرزمین سے جن عمیق خیالات کی ابتدا ہوئی تھی وہ یونانی زبان ہی کے ذریعہ سے بنی نوع انسان تک پہونچے۔

ان تمام واقعات پر غور کر کے ہم یہ کہنے میں حق بجانب ہونگے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت پر سیاسی حیثیت سے یونانی بالکل فنا ہو گئے تھے، بلکہ جہاں تک فنون لطیفہ کا تعلق ہے ان میں وہ پرانی بات اب بھی قائم تھی اور ادبیات و فلسفے کے میدان میں انھیں از سرِ نو امتیاز حاصل ہو رہا تھا۔

اب میں اس کام کے انجام کو پہونچ گیا ہوں جو میں نے ابتدا میں اپنے پیش نظر رکھا تھا، لیکن مجھے اسکا اچھی طرح سے اعتراف ہے کہ میں نے اس کام کو کماحقہ انجام نہیں دیا ہے بعض مرتبہ جو کچھ مجھے کہنا تھا وہ اپنے مناسب مقام پر نہیں کہا گیا، اور میں نے اسے حذف کرنا ہی بہتر سمجھا، لیکن یہ یاد رکھنا ہے کہ تاریخ یونان پر قلم چلانے والے کیلئے اس لاثانی قوم کے ہر ایک کارنامے کی مکمل تصویر پیش کرنا بالکل ناممکن ہے۔ اس کتاب میں کم از کم یہ دکھانے کی ضرور کوشش کی گئی ہے کہ یونانیوں نے کس طرح مملکت اور ملت کے خیالات کو ایک دوسرے سے منطبق کیا، یہ خیال قدیم زمانے کے ساتھ مخصوص ہے اور زمانۂ حالیہ میں صرف جزوی ہیں، اور ایک حد تک چند گروز کے لئے اٹلی کی تاریخ میں نظر آتا ہے۔ یونانی مملکت میں شہری اپنے تمام قوائے انسانی کو تمام قوم

باب ۱۹

کے لئے وقف کر دیتا ہے اور اسطرح اپنی مملکت کو اور خود اپنے آپکو گویا ایک فنی شاہکار بنا دیتا ہے۔ بڑے بڑے آدمی نئے نئے انداز سے خدمت کرنا اپنا فخر سمجھتے ہیں، لیکن اسکے برعکس اکثر قوم کو اپنے رہبروں پر تفوق حاصل ہوتا ہے۔ سلطنت روما میں بلدیہ کو روز افزوں اہمیت حاصل ہوتی ہے، اور یونان مظفر و منصور روما کو نہ صرف اپنے فنون و ادبیات کے ذریعے سے بلکہ اپنی بلندی فراست کے ذریعہ سے بھی مغلوب کر لیتا ہے۔

پھر یونانی زندگی کا خاتمہ کسی طرح سنہ قدیم میں بھی نہیں ہوتا لیکن یہ ایک ایسی حد ہے جسے عبور کرنا مناسب نہیں۔ اوّل تو یونانیوں کی قومی زندگی اس حد تک قائم رہی کہ اسکے بعد تھوڑی ہی مدت بعد نصف سلطنت سیاسی اعتبار سے بھی یونانی ہی بن گئی، اور جب قسطنطین اعظم نے بزنطہ کو قسطنطنیہ بنایا تو یہ شہر ایک جدید یونانی سلطنت کا پائے تخت بن گیا جو برابر ایک ہزار سال تک جاری رہی۔ دوسری بات یہ ہے کہ یونانی تمدن دنیا پر اس سے بھی زیادہ طویل زمانے تک برابر اثر ڈالتا رہا، اور جب بزنطہ نے اپنے جواہر ریزوں کی حفاظت کرنا چھوڑ دیا تو مغرب نے حتی المقدور انہیں چن لیا اور مغرب خود بزنطہ سے بھی زیادہ انکے اثر میں آگیا۔ یونانی مشرق کے کندھوں پر غلامی کا ایک بار گراں رکھ جاتا ہے جو انیسویں صدی عیسوی کے ابتدا تک ہلکا نہیں ہوتا، اور اسکے بعد یونان از سر نو تماشہ گاہ عالم پر نمودار ہوتا ہے۔ یونان کی جدید زندگی سیاسی اعتبار سے ہی نہیں بلکہ ذہنی اعتبار سے بھی اہم ہے، اور ذہنی کیفیات میں وہ جہانتک ہو سکتا ہے اپنی گذری ہوئی روایات سے اپنے آپکو وابستہ کرتا ہے۔ بلاشبہ سیاسیات کے میدان میں اسکی حالت ذرا مختلف ہے اسلئے کہ اسمیں فرانس، اٹلی، اسپین، رومانیہ وغیرہ کی طرح پارلیمنٹی حکومت رائج ہے اور یہی وہ قیمت ہے جو اسنے اس وحدت کی ادا کی ہے جسکی قدیم زمانے میں اتنی ضرورت تھی۔ لیکن اسکے علاوہ دوسرے معاملات میں وہ زمانہ قدیم کے بہت کچھ مشابہ ہے۔ یونانیوں کا ساحل ایشیا اور اس کی دوسری طرف منتشر ہو جانے سے چھٹی صدی قدیم کی یاد تازہ ہوتی ہے اور ان نوآبادیوں کے سیاسی ارتقا میں جو امور سدِ راہ ہیں وہ بھی اسی زمانے کے جیسے ہیں۔ آجکل کے ترک قدیم ایرانیوں کے

باب ۲۹

مماثل ہیں، لیکن آج کے یونانیوں کو ترکوں کی جگہ لے لینا قدیم یونانیوں کے ایرانیوں کو مغلوب کرنے سے زیادہ مشکل ہے اسلئے کہ آجکل مملکتوں کا ایک ایسا مجموعہ پیدا ہو گیا ہے جو موجودہ صورت حال کو قائم رکھنا چاہتا ہے اور اگر ترکی سلطنت میں زندگی باقی ہے تو اسے بھی قائم رکھنے کا خواہاں ہے۔ بلاشبہ اس سلطنت کے برابر حصے بخرے کئے جا رہے ہیں لیکن اگر یہ طرز عمل جاری بھی رہا تو اس سے ہمیشہ یونانیوں ہی کو فائدہ نہیں پہونچے گا، اسلئے کہ آجکل چھوٹی سے چھوٹی مملکت بھی بڑی سے بڑی کے برابر حقوق طلب کرتی ہے۔

الغرض اگر یونان جدید اپنی منتشر اولاد کو یکجا کرنا چاہے تو اسے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ بالآخر اس سلطنت میں بہت سے جزیروں اور ساحلی آبادی کا الحاق ہو جائے گا، صرف شرط یہ ہے کہ یونان میں تمدن وتہذیب انسانی کو فروغ ہوتا رہنا چاہئیے اور یہ وہ چیز ہے جو یونان قدیم کی لافانی عظمت کا راز اور یونان جدید کی عزت ووقعت کے تاج کا سب سے چمکدار ہیرا ہے۔ جہاں ذہن کی رسائی ہو وہاں فتح ونصرت بھی غلام بن جاتی ہیں۔

تتمۂ کتاب

اس عہد کے تمدن کی بابت چند خیالات

(۱) ادبیات

(الف) عام خصوصیات :- ہر قوم کے ادبیات میں ہمیشہ دو عناصر ہوتے ہیں۔ ہر قوم کے ادیبوں میں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جو اپنے ہمعصروں کے جذبات کا اظہار کر کے کامیابی حاصل کرتے ہیں، اور بعض ان کے برعکس خواہ بالکل جدید خیالات کے علمبردار ہوتے ہیں ورنہ ایسے گذرے ہوئے زمانے کی یاد کو تازہ کرتے ہیں جسے وہ زندہ رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ دوگونہ ادبی لزوا اور اس عہد کی کتابوں میں صاف نظر آتی ہے جو اسوقت ہمارے پیش نظر ہے، اور ہم اس کا اندازہ خاص طور پر ان دو مقامات کے مصنفوں کے شاہکاروں سے کرتے ہیں جہاں اس ادب کا سب سے زبردست مظاہرہ ہوا۔ ایتھنز میں تو سردیہ کے ذریعے سے اکثریت کے خیالات کا اور فلسفے کے ذریعے سے ترقی آفریں تخیلات کا اظہار کیا جاتا ہے: اسکندریہ کے اکثر شعرا روایات ماضیہ کے پیرو نظر آتے ہیں اور دربار کو اپنے خیالات سے محظوظ کرتے ہیں، اور جب تھیوکرٹیوس اپنی جدت آفرینی سے سننے والوں پر اثر پیدا کرنا چاہتا ہے تو اسے اپنی کوشش میں مایوس ہونا پڑتا ہے اور اسے بادشاہ انعام واکرام کا مستحق نہیں سمجھتا طبقۂ علما میں سے ہیں موالید ثلثہ

تتمۂ کتاب

کے ماہروں کو جدت طرازی کے میدان میں نحویوں سے آگے رکھنا پڑے گا اور حقیقت تو یہ ہے کہ مصر کے بدترین بادشاہوں کو صرف و نحو کا مطالعہ بطور ایک دلخوش کن مشغلے کے ہاتھ آگیا تھا۔

(۲) اس عہد میں یونانی ادبیات کے زوال کے اسباب:-

ایتھنز و اسکندریہ میں (۳۰۰ق م تک) ادبیات کے ترقی کے بعد ایک انقلاب رونما ہوتا ہے۔ پرگامم تو کبھی ادبیات کا گہوارہ نہیں بنا اور تقریباً ۱۵۰ ق م میں پولی بیوس ہی ایک ایسا مصنف تھا جسے ہم ممتاز کہہ سکتے ہیں اور ترتیب مضامین کے اعتبار سے اسمیں بھی بہت کچھ نقائص پائے جاتے ہیں۔ وہ ایک ارتقائی دور کے ادبیات کا قائم مقام ہے جن میں یونانی قوم کے پرانے ستقرا اور اسکے ذہنی علو کے منبع یعنی سیاسی ملت ملدی میں ایک طرح کی مایوسی کی سی کیفیت تھی۔ اسکے ارکین کو متعلق واقعات سے متاثر ہو کر بہت سی امیدوں اور آرزوں کو خاک میں ملانا پڑا تھا اور روما کی سیادت کی وجہ سے انھیں جو ماتحتانہ رتبہ حاصل تھا اس پر قناعت کرنی پڑی تھی۔ پولی بیوس دراصل اپنے ہم ملکوں کے سامنے انکی نحبت و زوال کے اسباب بیان کرتا ہے ۱۴۶ ق م تک صورت حال بالکل غیر متعین رہتی ہے۔ اول تو یونانیوں کو یہ معلوم نہیں تھا کہ آخر روما کا ان کی نسبت کیا ارادہ ہے اور انھیں سے یہ اندازہ نہیں ہو سکتا تھا کہ سیاسی و معاشرتی تحریکات بالآخر کیا شکل اختیار کرینگی۔ تھم سے کم گراکھیوں کے اختلالوں اور غلاموں کے جنگوں سے تو یہی معلوم ہوتا تھا کہ شاید جملہ موجودہ ادارات ایک ساتھ منقلب ہو جائیں گے۔ ان سب واہموں کے باعث لوگوں کی توجہ ادبیات سے بالکل ہٹ گئی اور بہت ہی کم تصانیف شایع ہو سکیں۔ ادبیات کو اس وقت تک فروغ نہیں پہنچا جب تک مہرداد ایشیا اور یورپ سے نکال نہ دیا گیا۔ لوگوں کو اب یہ معلوم ہو گیا کہ معاشرہ اپنے پرانے راستوں پر برابر چل رہا ہے اور گو روما آمریت کا دعویدار ہے لیکن ذہنی اثر رومن یونانی تمدن کے روز بروز زیادہ معترف ہوتے جارہے ہیں چنانچہ انھوں نے ہمت کرکے از سر نو ادبیات اور حسن صوری کو ترقی دینی شروع کردی۔ ہم اس تبدیلی کا اندازہ اسوقت کر سکتے ہیں جب ہم پولی بیوس کے جمیع واقعات

تتمۂ کتاب

اور غلط اسلوب کا اسکے نفیس اور خوش مزاج جانشین پوسئیدونیوس سے مقابلہ کرتے ہیں یونانی شعر و شاعری کا تو خاتمہ ہوگیا ہے اور اس کی صرف چھوٹی چھوٹی شاخیں (جیسے چٹکلے) ابتک باقی ہیں۔ یہ ایک کلیہ ہے کہ قومی زندگی کے جذبات و احساسات کا مظاہرہ جس نزاکت سے نظم میں ہوتا ہے اتنا نثر میں نہیں ہوتا' اور روما کو تفوق حاصل ہونے کے بعد ان جذبات عالیہ کا خاتمہ ہوگیا جن سے نظم متاثر ہوتی رہتی تھی۔ اس کے علاوہ ادبیات کے زوال کا ایک دوسرا سبب بھی تھا۔ اگر رومن یونانی شاعری میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرتے تو غالباً یونانی برابر نظم لکھتے رہتے لیکن رومن ایک عمل پسند قوم تھی۔ انھوں نے خود یونانی نمونوں کے مطابق ایک نہایت اعلیٰ درجہ کا ادب تیار کیا تھا اور انھوں نے یونانی شاعری کے ساتھ جو دلچسپی دکھائی اس میں ان کی یہ خواہش پنہاں تھی کہ وہ لاطینی زبان کے قالب میں اس کی نقل اتار سکیں۔ اس طرح یونانی شاعری کے لئے جو میدان تھا وہ اتنا وسیع نہ تھا۔ نثر کی کیفیت مختلف تھی اور اس قسم کے خیالات اس کے ارتقا کے راستے میں حائل نہیں تھے' چنانچہ پہلی صدی ق م کے وسط سے یونانی نثر میں ایک نیا تہیج پیدا ہوا اور تاریخ و فلسفۂ اخلاق میں (جن میں سنجیدہ اور مزاحی دونوں پہلو موجود تھے) بہت سی تصانیف میدان میں آئیں۔

---

(۲) انتظام سیاسی

(الف) پولس یا بلدیہ کی اصلیت :-

ہماری دانست میں قدیم مملکت، خواہ وہ منفرد بلدیوں پر مشتمل ہو یا مختلف ریاستوں کے مجموعے کی شکل میں ہو آجکل کی مملکت سے زیادہ انسان کے فطری حالات کے مطابق ہے۔ آجکل کی مملکت ایسی سلطنتوں کی شکل میں نمودار ہوئی ہے

تتمۂ کتاب

جنمیں پارلیمنٹی حکومت اور تحریری دستور رائج ہیں اور یہ روز بروز ایک طرح کی میکانیکی شکل اختیار کر رہی ہے۔ ہمیں بس اسکا افسوس ہے کہ انسان دھات کے بنے ہوئے پہیے نہیں ہیں۔ آجکل کی مملکت اور قدیم مملکت میں جو فرق ہے وہ یہی ہے کہ آجکل کی مملکت کا کام اوپر سے نیچے کی طرف اور قدیم مملکت کا کام نیچے سے اوپر کی طرف انجام پاتا ہے۔ قدیم مملکت میں اور آج کی مملکت میں ایک فرق یہ بھی ہے کہ اول الذکر میں اتنے زیادہ انتظامات کی حاجت نہیں بلکہ فرد جو چاہتا ہے کرتا ہے لیکن جونہی وہ کسی دوسرے کے حقوق میں مداخلت کرنے لگتا ہے اسی وقت فوراً پولس یعنی بلدیہ کا سب سے بڑا افسر یعنی عادل بیچ میں آجاتا ہے۔ مملکت، جو بلدیہ کے مترادف ہے۔ خانگی امن امان اور بیرونی حفاظت کی ذمہ دار ہے۔ آخر میں ان سب شہری مملکتوں میں سے سب سے بڑی انفرادی مملکت یعنی روما اس تمام رقبے میں امن وامان کا ذمہ دار بنتا ہے جسمیں یہ شہری ریاستیں پھیلی ہوئی ہیں۔ یہ طرز حکومت بالآخر ناکام ہو جائے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ اساسی اعتبار سے غلط تھا۔ آجکل جو انتظامی مرکزیت مقبول عام ہے انمیں بھی توامید کے مطابق کامیابی نہیں ہوی ہے اور آخر وہ مملکتیں اتنی مرفہ الحال نہیں ہیں جن پر فرانس کی پارلیمنٹ اور انتظامی مرکزیت کے نمونے پر حکومت ہوتی ہے بلکہ وہ مملکتیں کہیں زیادہ آسودہ ہیں جنمیں مختلف حصوں کی اپنے اپنے امور کو انجام دینے کی سیاسی آزادی حاصل ہے۔ ہمارے نزدیک پولس یا بلدیہ کی ایک ایسی حکومت بھی جس سے ہم خود بہت سے سبق لے سکتے ہیں۔

(۴) قدیم زمانے میں جو سیاسی ترقی ہوئی اس کا اندازہ مختلف ملتوں کے باہمی اتحاد کی خواہش سے ہوتا ہے۔ ہر "بلدیہ" آزاد ہے تاہم ہمسایہ ملوکیتوں سے بچنے کے لیے مختلف بلدی ملتیں کوشش کرتی ہیں کہ آپس میں کسی طرح کا اتحاد قایم کرلیں۔ سوال یہ ہے کہ کس چیز کو اتحاد کی بنیاد قرار دیا جائے، کیا مذہب ان بلدیوں کو آپس میں ملا سکتا ہے؟ اسکی کوشش امفکٹیونیس کے ذریعے سے کی جاتی ہے لیکن اس میں ناکامی ہوتی ہے اس کے بعد ایتھنز اور اسپارٹا ظاہری یا پس پردہ سیادت کے ذریعے سے اس میں کوشاں ہوتے ہیں لیکن یونانیوں کے جذبات اس سے مشتعل ہوجاتے اور وہ اسے برداشت

ضمیمۂ کتاب

نہیں کرتے۔ اس کے بعد اکائیائی اور ایتولی یہ اصول پیش کرتے ہیں کہ ہر ایک کو مساوی حقوق ملیں اور ان جماعتوں میں جن میں کسی نہ کسی طرح کی نیابت کا قاعدہ رائج ہے، وہ اکثریت کے اصول پر قرار دادیں منظور کرتے ہیں لیکن اس میں بھی کامیابی نہیں ہوتی اور کم سے کم اکائیائی لیگ اپنے اراکین کو بلاجبر و اکراہ یکجا نہیں رکھ سکتی۔ اب روما تماشہ گاہ عالم پر نمودار ہوتا ہے اور اصول "ولایت" کے مطابق اتحاد کی کوشش کرتا ہے۔ وہ مختلف ملتوں کو خود اپنے معاملات طے کرنے کی اجازت دیتا ہے اور علی العموم ان سے روپیہ یا فوج کا مطالبہ نہیں کرتا لیکن اس کا حکم ہے کہ وہ آپس میں امن و امان سے رہیں۔ پھر چونکہ اب ذی اقتدار بادشاہ ہی باقی نہیں ہے اس لئے امن عامہ کا قیام نسبتہً آسان ہو گیا ہے۔ روما کی حکومت قدیم ایتھنزی طرز حکومت کے ترقی یافتہ شکل تھی۔ اور ایتھنز کے راج میں رھوڈز اور خیوس کو جو آزادی حاصل تھی اس سے ذرا زیادہ آزادی رومن راج میں خود ایتھنز کو حاصل ہے۔ تاریخ کا یہ حصہ پیچ کی طرح دائروں میں گھومتا نظر آتا ہے۔ رومن سلطنت ایتھنزی سلطنت سے زیادہ پائدار ثابت ہوئی، اور اگر اس میں زندہ انسانوں کی مشرقی یونانی پوجا کو پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ رائج نہ کر دیا جاتا تو اس سے بھی پائدار ثابت ہوتا۔ وہ دائرہ جو لیسانڈر کے زمانے میں چھوٹا سا تھا، سکندر اعظم کے عہد میں بہت بڑا ہو گیا، اور شہنشاہی عہد میں اس کا حجم اتنا بڑھ گیا کہ کسی عظیم الجثہ اژدہے کی طرح اس نے ہر ایک بڑھتی ہوئی ہستی کا گلا گھونٹ دینا چاہا۔

(ج) قصبات و دیہات۔

بلدیات کے مدمقابل دیہات ہیں اور مقدونیہ و ایران کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شدت سے ملوکیت کی موئد ہیں۔ عہد مقدونیہ میں دیہات کا پلہ بھاری معلوم ہوتا ہے لیکن یہ دھوکا ہی دھوکا ہے اور اصل میں پولس ہی کو فتح ہے چنانچہ اس کی مثال سوریہ سے ملتی ہے جہاں بلدیات ملوکیت کا خاتمہ کر دیتے ہیں۔ پھر روما اس صورت حال کو قائم ہی نہیں رکھتا بلکہ مغرب میں بھی جہاں پہلے قبائل ہی قبائل تھے، اسی طریقے کو رائج کرتا ہے۔ از منۂ وسطےٰ کی ابتدا میں ردعمل شروع ہو جاتا ہے اور

تتمۂ کتاب

دیہات کا بول بالا ہو جاتا ہے یعنی دیہاتی آبادی پہلے سلطنت کے خدام کی حیثیت سے اور پھر اس کے آقا کی حیثیت سے نمودار ہوتی ہے تا آنکہ جرمانی ملوکیتوں کا دار و مدار اسی دیہاتی آبادی پر ہو جاتا ہے اور اسی سے جاگیریت کی ابتدا ہوتی ہے جس کی بنیاد وفاداری پر ہے۔ تاہم شہری زندگی کا خاتمہ نہیں ہو سکتا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اس کی اہمیت بڑھتی جاتی ہے اور شہر از سر نو آزاد ہو جاتے ہیں۔ یہ صورت حال طاقتور افراد مثلاً شہنشاہوں، بادشاہوں اور اسقفوں کی وجہ سے پیدا ہوئی اس لئے کہ انھوں نے خود اپنے اقتدار میں اضافہ کرنے کی غرض سے ان کی حمایت کی تھی، اور اس طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ازمنۂ وسطیٰ کے آزاد بلدیات خارجی اعتبار سے جرمانی اداروں سے پیدا ہوئے تھے۔ لیکن داخلی اعتبار سے ان میں اصول کا پرتو نظر آتا ہے اور اس میں وہ جذبۂ بغاوت مضمر ہے جو دیہاتیوں اور ان کے آقاؤں کے خلاف پیدا ہو گیا تھا۔ ہمارے زمانہ میں شہروں کی بے اندازہ بالیدگی کی وجہ سے ان کے اور دیہات کے باہمی تعلقات میں اتنی پیچیدگی پیدا ہو گئی ہے کہ اس مضمون پر ایک بالکل جدید زاویۂ نگاہ سے غور کرنا پڑے گا لیکن یہاں بھی قدیم یونانی اور رومن تاریخ کا مطالعہ خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

تحریر مختتم

از مترجم اردو

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کتاب کا ترجمہ جو دس برس ہوئے شروع کیا گیا تھا، آج ختم ہو گیا۔ یہ اردو میں ہی نہیں بلکہ اصل جرمن زبان اور انگریزی ترجمے کی شکل میں بھی اپنی نوع کی ایک لاثانی کتاب ہے اور اسمیں اسکے فاضل مؤلف پروفیسر اڈولف ہولم نے اپنی انتہائی قابلیت کا پورا اظہار کیا ہے۔

یوں تو تاریخ یونان پر یورپی زبانوں میں بیشمار کتابیں موجود ہیں لیکن اسکی خصوصیت یہ ہے کہ باوجودیکہ یہ صرف چار جلدوں پر مشتمل ہے لیکن اسمیں جو تنقید کا پہلو ہے وہ تقریباً اتنا ہی غالب ہے جتنا اس سے کئی کئی گنے حجم کی کتابوں میں ہوتا ہے۔

پھر مؤلف نے صرف یہی نہیں کیا کہ قدیم یونانی و لاطینی کتابوں سے مواد حاصل کر کے اس موضوع پر لکھ دے بلکہ نہ صرف "یونان کبیر" یعنی جنوبی اٹلی اور جزیرہ صسلی میں بلکہ خاص ارض یونان میں خود جا کر اپنی آنکھ سے تاریخی مقامات کا مشاہدہ کیا ہے اور اسکے بعد یہ کتاب لکھی ہے۔ اسکے ساتھ ہی اڈولف ہولم کی نظر اتنی وسیع ہے کہ جب میں نے ان کتابوں کی فہرست بنائی جن کے صفحات و ابواب کا اس کتاب کی دوسری جلد کے ساتویں باب سے آخر تک حوالہ دیا گیا ہے تو انکی تعداد ۲۰۲ نکلی اور اس فہرست

کے لئے ۲۲ صفحات درکار ہوئے۔ الغرض یہ کتاب بجا طور پر اپنی نوع کی واحد کتاب تسلیم کی گئی ہے اور اسی لئے شاید ہی یورپ کی کوئی زبان ہو جس میں اسکا ترجمہ نہیں کیا گیا۔
اس کتاب کے ترجمے میں مجھے بیشمار دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اول تو یہ کہ خود انگریزی ترجمہ جس کا اردو ترجمہ اب ناظرین کرام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے، نہایت درجہ ناقص تھا اور خصوصیت کے ساتھ پہلی تین جلدوں کے ترجمہ کے بعض فقروں کی تو انگریزی ہی غلط تھی۔ افسوس ہے کہ میرے دسترس میں اصل جرمن کتاب نہیں تھی ورنہ اتنی دقت پیش نہ آتی۔ ساتھ ہی یونان کی تاریخ، اسکے مذہب، اسکے معاشرے، اسکی لڑائیوں کے حالات کچھ ایسے غیر مانوس ہیں کہ اسنے اردو زبان کی سلاست پر غیر معمولی بار پڑنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے اور یہ مشکل اعلام کے املا کا مسئلہ طے کرنے کے لیے بھی صرف ایک حد تک ہی حل ہوتی ہے۔ اعلام کے املا کا سوال ابتدا میں نہایت پیچیدہ تھا۔ جب ناظرین کرام کو معلوم ہوگا خود انگلستان ہی میں لاطینی و یونانی اعلام کے تلفظ کے دو مختلف طریقے رائج ہیں، ایک کے تحت تو الفاظ کا تلفظ انگریزی زبان کے قواعد کے مطابق کیا جاتا ہے یعنی جو تلفظ کہ مختلف حروف صحیحہ و حروف علت کا انگریزی میں ہے بس اسی کی نقل اتاری جاتی ہے۔ بر اعظم یورپ کے ممالک میں اس کے برعکس یہ کوشش کی جاتی ہے اصل تلفظ کا اتباع کیا جائے۔ لاطینی اور یونانی جنوبی زبانیں ہیں اور اسی لیے انھیں ایسے درشت تلفظ کی برداشت نہیں جیسے ڈ اور ٹ کا ہوتا ہے بلکہ آجکل بھی ان زبانوں کے جانشین اطالوی اور یونانی جدید میں بھی یہ تلفظ بالکل مفقود ہے اور اسی جگہ D، T کو "د" اور "ت" کرکے ہی بولتے ہیں۔ پھر جہانتک حروف علت کا تعلق ہے خود انگلستان میں بھی ایک مسلک ایسا پیدا ہو گیا ہے جس میں ہر قدیم زبان کا تلفظ اسی کے حروف کی اصلی آواز کے مطابق کیا جاتا ہے۔ انہی اصول کے مدنظر میں نے ہر جلد کے اختتام پر اعلام مذکورہ کے تلفظ کی ایک فرہنگ منسلک کر دی ہے اور مجھے امید ہے کہ نہ صرف تاریخ یونان کے پڑھنے والے ہی اس سے فائدہ اٹھائینگے بلکہ وہ لوگ بھی اس سے محظوظ ہونگے جو مغربی یورپ کی کرخت آوازوں کے اردو میں لانے کے مؤید نہیں۔ ظاہر ہے کہ بعض اعلام اصل سے ہٹ کر ہماری زبان کا جزو بن گئے ہیں جیسے ایتھنز، سکندر، قیصر، وغیرہ انہیں میں نے حسب حال رہنے دیا ہے۔

اسی طرح غیر مانوس اصطلاحات کی ایک ایک فرہنگ ہر جلد کے اختتام پر منسلک کر دی گئی ہے اور چونکہ تاریخ کے حدود نہایت وسیع ہیں یعنی اس کتاب میں حکمیات، جمالیات، سیاسیات، معاشیات، ادبیات، فلسفہ، منطق غرض بیشتر علوم یونان پر بحث کی گئی ہے اس لئے یہ اصطلاحات عام طالب علم کے لئے بھی مفید ہونگی ان میں سے اکثر تو دارالترجمہ جامعۂ عثمانیہ کی موضوعہ ہیں لیکن بعض ایسی بھی ہیں جو مجلس اصطلاح سازی میں پیش نہیں ہوسکیں اور میری ہی مخترعہ سمجھنی چاہئیں۔

نصاب جامعہ کے اعتبار سے سب سے پہلے جلد ۲ باب ۷ کا، اسکے بعد جلد ۱ و جلد ۲ باب ۱ تا ۶ کا پھر جلد ۳ و ۴ کا ترجمہ کیا گیا۔ اور ایسی دقیق کتاب کے مترجم کو جس قسم کی مشکلات سے دوچار ہونا پڑا وہ نقش اول کے مطالعہ سے عیاں ہوجائے گی۔ خدا کا شکر ہے کہ یہ مشکلات رفتہ رفتہ آسان ہوتی گئیں تا آنکہ جلد ۳ و ۴ کے ترجمہ میں انکا احساس بھی نہیں ہوا۔

آخر میں ان تمام کرمفرماؤں کا شکریہ ادا کئے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے کسی نہ کسی طرح سے مجھے اس میں مدد دی ہے بالخصوص نواب حیدر یار جنگ بہادر طباطبائی مرحوم اور جناب جوش ملیح آبادی کا ممنون ہوں کہ انھوں نے سرکاری طور پر ان جلدوں پر نظر ثانی فرمائی اور خود اپنی اہلیہ کا بھی معترف ہوں کہ انھوں نے باوجود اپنی طویل و شدید علالت کے جلد ۲ و ۳ کے بہت سے ابواب پر نظر ڈالی۔ آخر میں جناب مولوی عنایت اللہ صاحب سابق ناظم دارالترجمہ جامعہ عثمانیہ کا بھی شکرگذار ہوں کہ انھوں نے وقتاً فوقتاً اس ترجمے کے متعلق اپنی ماہرانہ اور قیمتی رائے سے مستفید کیا۔ افسوس ہے کہ کوشش بلیغ پر بھی ہر جلد کے اختتام پر طول طویل صحت نامے کی ضرورت پڑی لیکن اول تو انوکھا مضمون اور انوکھے نام اور پھر پتھر کا چھاپہ؟ تعجب تو اس امر کا ہے کہ ان فہرستوں نے اس سے زیادہ طول کیوں نہیں کھینچا۔

بہرنہج مجھے اس کا اعتراف ہے کہ مجھ سے اس ترجمے میں بہت سی فروگذاشتیں ہوئی ہیں لیکن نوعیت کتاب کو ملحوظ رکھ کر مجھے امید ہے کہ ناظرین کرام انھیں اپنے لطف و کرم سے نظر انداز فرمائیں گے۔

آخر میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے آقائے ولی نعمت

اعلیٰحضرت سلطان العلوم خسرو دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ کے زیر سایہ ہم سب کو اپنے اپنے فرائض بحسن و خوبی انجام دینے کی توفیق دے اور انکی خسروانہ سرپرستی میں جو مواقع انتشار علم کے ہمیں میسر ہیں ان سے پورا فائدہ اٹھانے میں ہمارا ممد و معین ہو۔ آمین

ہارون خاں شروانی

صدر شعبۂ تاریخ جامعۂ عثمانیہ

حیدرآباد دکن

۶ ؍ اسفندار ۱۳۴۱ف

مطابق یکم رمضان المبارک ۱۳۵۰ھ

فہرست اعلام

تاریخ یونان قدیم جلد چہارم

A

ابدیرا	Abdera
ابیلہ	Abila
ابانتی دیس	Abantides
ابروپولس	Abrupolis
ابی دوس	Abydos
اکارنانی	Acarnanians
اکے	Ace
اکائیوس	Achaius
اکائیائی	Achaiean
اکائیائی لیگ	Achaiean League
اکی لیس	Achilles
اکی لیوس	Acilius
اکرائے	Acræ
اکراگاس	Acragas
اکروکورنتھس	Acrocorinthos
اکروتاتس	Acrotatis
اکوزی لوخوس	Acusilochus
ادیابنے	Adiabne
ادونس	Adonis
ادرامی تیوم	Adramyttium
اڈریاٹک	Adriatic
ادولے	Adule
ایاکی دیس	Aeacides
ایدپسوس	Aedepsus
اے گئے	Aegæ
ائے گین	Aegean
ائے گیوم	Aegemn
ائے گینہ	Aegina
ایلیانوس	Aemelianus
امیلیوس	Aemilius

Aemilius Paullus	ایمیلوس پولوس
Aenus	اینوس
Aeolis	ایولس
Aetolia	ایتولیہ
Aetolian	ایتولوی
Afer	آفر
Agasias	اگاسیاس
Agathocles	اگاتھوکلس
Agave	اگاوے
Agelaus	اگےلاؤس
Agesander	اگےساندر
Agesilaus	اگےسی لاؤس
Agis	آگس
Agron	اگرون
Aene	اینے
Ajax	ایاکس
Akampsis	اکامپسس
Alabanda	الابندو
Albania	البانیہ
Alcibiades	الکبادیس
Alexamenes	الکسامینس
Alexander	اسکندر
Alexandria	اسکندریہ
Alexandrian	اسکندروی
Amastris	اماسترس

Ambracia	امبریسیہ
Ambracus	امبراکوس
Amicus	امیکوس
Ammon	عمون
Amnias	امنیاس
Amorium	اموریم
Amphictionic League	لیگ ہمسائگاں
Amphilochus	امفی لوخس
Anarzarbus	انارزاربوس
Ancyra	انقرہ-انگورہ
Andriscus	اندرسکوس
Andronicus	اندرونی کوس
Andros	اندروس
Anicuis	انی کیوس
Antagonius	انتاگونیس
Antialcides	انتالکی دیس
Anticyra	انتی کیرا
Antigonia	انتی گونیہ
Antigonus	انتی گونوس
Antilebanon	انتی لبنان (جبل الشرق)
Antimachus	انتی ماخس
Antiochia	انطاکیہ
Antiochis	انطاکیس
Antiochns	انطاکوس
Antipater	انتی پاتر

انتیوم	Antium
انتونیوس	Antonius
انتونی	Antony
اپامیہ	Apamia
اپامیہ کبوتوس	Apamiacibotus
اپاتوریوس	Apaturius
اپےلیس	Apelles
افرودی سیاس	Aphrodisias
اپوکلے توئے	Apokletoi
اپولونیہ	Apolonia
اپولودورس	Apollodorus
اپولوندیس	Apollonides
اپولونس	Apollonis
اپولونیوس	Appollonius
اپیلی کون	Appellicon
پیان	Appian
اپیوس	Appius
اکوئی لیوس	Aquilius
عربستان ـ ملک عرب	Arabia
عرب الحجر	Arabia-petræ
اراخوزیہ	Arachosia
ارادوس	Aradus
ارکیڈیہ	Arcadia
ارکےسی لاؤس	Arcesilaus
ارخےلائس	Archelais
ارخےلاؤس	Archelaus
ارشمیدس	Archimedes
ارےتھوزا	Arethusa
اریوس	Areus
ارگایوس	Argaeus
ارگوی	Argive
ارگوس	Argos
ارگی راس پدائے	Argyraspidæ
آریہ	Aria
اریا رامنس	Ariaramenes
اریا راتھیہ	Ariarathea
اریارتھیس	Ariarthes
اریو بارزانیس	Ariobarzanes
اریوستو	Ariosto
ارسطارخوس	Aristarchus
ارسطیاس	Aristias
ارسطیون	Aristion
ارسطی پوس	Aristippus
ارسطو ماخوس	Aristemachus
ارسطو مینس	Aristomenes
ارسطو میکوس	Aristomicus
ارسطو نوس	Aristonous
ارسطاطالیس - ارسطو	Aristotle
ارمنستان	Armenia
ارمنی	Armenian

Armenia Major	ارمنستان کبیر
Armenia Minor	ارمنستان صغیر
Arrhideus	ارہی دیوس
Arsinœ	ارسی نوئے
Arsaces	ارشک
Artavasdes	ارتاواسدیس
Artaxata	ارتکساتا
Artaxias	ارتکسیاس
Artetarus	ارتی تاروس
Asander	اساندر
Asarhapi	اسارہاپی
Asbama	اسامہ
Ascalon	عسقلون
Asclepium	اسکلے پیوم
Asclepius	اسکلے پیوس
Asia	ایشیا
Asia Minor	ایشیائے کوچک
Asiarches	ازیارخس
Aspendus	اسپندوس
Astacus	استاکس
Atabyrius	اتابیریوس
Athamania	اتھامانیہ
Athanadorus	اتھانودورس
Athenaeus	اتھے نایوس
Athens	ایتھنز
Atintania	اتن تانیہ
Atrax	اتراکس
Atropatene	اتروپاتنے
Attalia	اتالیہ
Attalids	اتالوسی
Attalus	اتالوس
Attica	اٹیکا
Attis	اتس
Audoleon	اودولیون
Augustus	اغسطوس، آگستوس
Auletis	اولےتس
Aurelius	اوری لیوس

B

Baalbec	بعل بک
Babylon	بابل
Babylonia	بابلستان
Bactria	باختر
Bactrian	باختری
Balanea	بالانیا
Balas	بالاس
Bambyce	بامبی کے
Barsina	برسینہ، بارسینہ
Bas	باس
Bastaznee	بستارنی

بسترنی	Basternae
بگوری تس	Beggoritis
بل	Bel
بری نیس	Berenice
برویہ	Beroea
بیروسوس	Berosus
برے تیس	Berytis
بیتون	Biton
بی توئت	Bituit
بتیس	Bitys
بلندوس	Balyndus
بلوسوس	Blossus
بیوتیہ	Boeotia
بیوتی	Boeotian
بولس	Bolis
بوسفورس	Bosphorus
بوتیراس	Boteiras
بولے	Boule
براخی لاس	Brachylas
بریتی	Bretti
بروخیوم	Bruchium
بروندی زیم	Brundisum
بروتی	Brutti
بروتوس، بروٹس	Brutus
بریاکس	Bryaxis
بوزوس	Buzus
بیزنطہ	Byzantium
بی زیس	Byzes

C

کبیری	Cabiri
کادی	Cadi
قیصر	Caesar
کئے کی لیوس	Caecilius
کائے کوس	Caicos
کائیوس	Caius
کالخاس	Calchas
کالخیدون	Calchedon
کالیوپے	Caliope
کالی نکوس	Calinicus
کالی کادنوس	Calycadnus
کالندہ	Calynda
کالیکراتس	Callicrates
کالی ماخوس	Callimachus
کالکسے نوس	Callixenus
کیمے	Cumæ
کامتروس	Camitrus
کمپانیہ	Campania
کا نائے	Canæ
خارہائے کودین	Candine Forks

کانوپوس	Canopus
قسطنطین	Canstan tine
کافیائے	Caphyæ
کاپی تول	Capitol
کاپادوسیہ	Cappadocia
کاردیہ	Cardia
کاریہ	Caria
کارستوس	Carystos
کرمان	Carmania
کارنی دیس	Carnedes
کارھائے	Carrahæ
قرطاجنہ	Carthage
قرطاجنہ	Carthago Nova
کارس توس	Carystus
کاساندر	Cassander
کاساندریہ	Cassandria
بحیرۂ خزر	Caspain
کاسیوس	Cassius
کاسیوم	Casium
کاستور	Castor
کستابالا	Castabala
کاتو	Cato
قفقاز	Caucasus
کیستر	Cayster
کلٹ	Celt
کیرامی کوس	Ceramicus
کیرانوس	Ceranus
کیراسوس	Cerasus
خیرونیہ	Chaeronia
خالکدون	Chalcidon
خالکس	Chalcis
خاؤنیہ	Chaonea
خراسین	Characene
خاریس	Chares
خیروینہ	Charonia
خیوس	Chios
کبیرہ	Cibyra
کلیکیہ	Cilicia
کلیکیارخیس	Ciliciarches
کلیکیہ اسپرا	Cilicia Aspera
کمبری	Cimberi
کیمری	Cimmerii
کستوفوری	Cistophori
کیوس	Cius
کلاؤدیوس	Claudius
کلازومینائے	Clazomenæ
کلیانتھس	Cleanthus
کلیارخوس	Clearchus
کلیومبروتوس	Cleombrotus
کلیونیمس	Cleonymis

کلیوپاترا قلوپترہ	Cleopatra
کلی نیاس	Clinias
کلودیوس	Clodius
کولخس	Colchis
کولوفون	Colophon
کولوسائے	Colossæ
کولوسوس	Colossus
کومانا	Comana
کوماگینے	Commagene
کونسن تیہ	Consentia
کیلے سوریہ	Coelesyria
کوراکے زیوم	Coracesium
کورکائرا	Corcyra
کورکائری	Corcyrian
کورنتھ	Corinth
کورنیلیہ	Cornelia
کورنے لیوس	Cornelius
کورنکانیوس	Coruncanius
کوری کوس	Corycus
کوس	Cos
کوتا	Cotta
کوتیورہ	Cotyora
کوتیس	Cotys
کراگوس	Cragus
کیراسوس	Crassus
کراتی رس	Craterus
کراتی	Crates
کراتے سی پولس	Cratesipolis
کراتے سکلیہ	Cratesiclea
کریٹ	Crete
کریتی	Cretan
کریتارخس	Cretarches
کریمیہ	Crimea
کری تولاؤس	Critolaus
کری تون	Criton
کتے سی فون، طیشفون	Ctesiphon
کیوریول ایڈیل	Curule Aedile
کی بیلے	Cybele
جزائر مدور	Cyclades
کیدونیہ	Cydonia
کیدنوس	Cydnus
کیندہ	Cyinda
سنانہ	Cynane
کینوس کیفالے	Cynoscephalæ
کین تھیہ	Cynthia
کین تھیوس	Cynthius
کین تھیوس	Cynthius
قبرص	Cyprus
سرنہ	Cyrene
کیرھیستیکے	Cyrrhestice

Cyrrhus	کیرہوس
Cyzicus	کیزیکوس
Cyzicenes	کیزیکے نیس
Cyzicenus	کیزیکے نوس
D	
Daphne	دافنے
Dardani	دردانی
Dardanus	داردانوس، درہ دانیال
Decius	دیسیوس
Deidarus	دیڈاروس
Delphi	دلفی
Demetrias	دیمتریاس
Demiurgi	دیمیورگی
Demetrius	دیمتریوس
Democrites	دیمقراطیس، دیمقریتوس
Demophantes	دیموفانتس
Diadochi	دیادوخی
Diaeus	دیایوس
Diagoras	دیاغورس
Diagoridea	دیاغورسی
Dicearchus	دکیارخوس
Didalsus	دودال سوس
Dinocrates	دینوکراتیس
Diocles	دیوکلیس
Diodotus	دیودوتوس
Diogenea	دیوجی نیہ
Diogenes	دیوجانس
Diophantus	دیوفانتس
Dioscurias	دیوسکوریاس
Dipylon	دیپلون
Dium	دیوم
Docimium	دوکی میوم
Dodona	دودونا
Dolabella	دولابیلا
Dolopes	دولوپی
Dorian	دوریانی
Dorimachus	دوری ماخوس
Dorylaus	دوری لاؤس
Dymae	دیمائے
Dyme	دیمے
Dyrrachium	دیراخیوم
E	
Ebro	ابرو
Ecbatana	ہمدان
Ecdemus	ایک دیموس
Edessa	ایدیسہ
Egnatia	اگناتیہ
Elaea	ایلایہ

Elaeus	ایلایوس
Eleusis	ایلیوسس
Eleazar	ایلیازار
Elis	ایلس
Elusinian	ایلوسنی
Elymaeus	ایلی یوس
Elymais	ایلی ائش
Emessa	ایمیسیہ۔حمص
Ennus	اینوس
Epaphroditus	ایپافرودیتوس
Ephesus	ایفی سوس
Epicharmus	ایپی خارموس
Epicharmian	ایپی خارموی
Epicides	ایپی کیدیس
Epidaurus	ایپی دوروس
Epigenes	ایپی گنیس
Epiphanes	ایپی فانیس
Epiphania	ایپی فانیہ
Epirote	ایپائروٹی
Epirus	ایپائروس
Eratosthenes	ایراتوس تھینس
Erechthonius	ایرخ تھونیوس
Erechtheum	ایرخ تھیوم
Erginus	ارگی نوس
Euboea	یوبیہ
Euclid	اقلیدس
Eucratides	یوکراتی دیس
Eudemus	یودیموس
Euergetes	یوئرگی تیس
Euhemerus	یوہے میروس
Eumenia	یومی نیہ
Eumenes	یومینس
Eunostos	یونوستوس
Euphrates	فرات
Euryclides	یوریقلیدس
Eurydice	یوری دیس
Eurypontidæ	یوری پونتی
Eusebia	یوسے بیہ
Eusebes	یوسے بیس
Eusebius	یوسے بیوس
Eutychides	یوتی خدیس
Euxine	افشین

F

Fabius	فابیوس
Felix:	فیلکس
Fimbria	فمبریا
Flaminius	فلامی نیوس
Flavius	فلاویوس
Fulvius	فل ویوس

G

گبالہ	Gaballa
گابی نیوس	Gabinius
گاذیرہ	Gadera
گیتائے	Gætæ
غالطی	Galatæ
غالطیہ	Galatia
غالی	Galli
غالیہ	Gallia
غالیہ نربونیہ	Gallia Nerbonesus
گتالوس	Gatalus
غالوی	Gauls
غازہ۔غزہ	Gaza
مکران	Gedrosia
گیلا	Gela
گینیتوس	Gentius
گینوکیوس	Genucius
گرگس	Gergis
گلابریہ	Glabrio
گلی کون	Glycon
گوناتاس	Gonatas
گوردیوس	Gordius
گورتی نا	Gortyna
یونانی مقدونی	Græco-Macedonian
گراکھوس	Gracchus
گراماتیوس	Grammateus
گری پوس	Grypus
گیدنوس	Gydnus

H

ہادیس	Hades
ہالی کارناسوس	Halicarnasus
ہالیس	Halys
ہنی بعل	Hannibal
ہسدروبعل	Hasdrubal
ہکاتوبیوم	Hecatombæum
ہکاتومفی لوس	Hecatomphylus
ہیگے سیاناکس	Hegesianax
ہلیوکلیس	Heliocles
ہلیودوروس	Heliodorus
ہلیوپولس	Heliopolis
ہلیوس	Helios
ہلیس پونت	Hellespont
ہلوروس	Helorus
ہیفائستوس	Hephæstus
ہرقلیہ	Heraclea
ہرقلی دیس	Heraclides
ہیرائیہ	Heræa
ہرمیس	Hermes

Hermias	ہرمیاس
Hermione	ہرمیونے
Hermus	ہرموس
Hierocles	ہے روکلس
Hieropolis	ہیروپولس
Hierapytna	ہے راپیتنا
Hierax	ہیئراکس
Hieron	ہے رون
Hieronymous	ہے رونیموس
Hipparch	ہپارخ
Hipparchus	ہپارخوس
Hippocrates	بقراط
Hippomedon	ہپومیدون
Hortensius	ہورتن سیوس
Hostilius	ہوستی لیوس
Hyrcanus	ہیرکانوس

I

Ialysus	یالی سوس
Iapyges	یاپی گیس
Iberi	ایبری
Iconium	اقونیوم
Idumæi	ادومی
Ilium	الیوم
Illyrian	الیریائی
Imbros	ایمبروس
Ionia	ایونیہ
Ipsus	اپسوس
Iris	ایرس
Isauria	ازوریہ
Issa	ایسا
Issus	اسوس
Istrus	استروس
Italy	اٹلی
Italian	اطالوی
Itanus	اٹانوس
Ithome	اتھومے

J

Jason	یاسون
Jaxertes	سرور یا
Jehovah	یاہووہ
Jerusalem	یروشلم
Jesus	یسوع
Jew	یہودی
Johanna	یوحنا
Jollas	یولاس
Jonathon	یوناتھن
Joppa	جافہ
Jordon	اردون
Jubellius	یوبیلیوس
Judas	یہوداہ

Judea	یہودیہ
Julius	یولیوس
Justinus	یوستی نوس
Juventius.	یوونتیوس

K

Katpatuka	کتپتوکا
Koina Sunodos	کوئے سونودوس

L

Labio	لابیو
Laches	لاخیس
Lactantius	لکتانتیوس
Lactares	لاخاریس
Lælus	لئےلوس
Lænas	لےناس
Lævinius	لائے وینوس
Lamia	لامیہ
Laocoon	لاؤکون
Laodicea	لاؤدیکیہ
Laodicea-Catacæaumene	لاؤدکیہ کاتاکیکومنے
Laomedon	لاؤمیدون
Laosthenes	لاؤس تھنس
Larissa	لارسہ
Lathyrus	لاتھیروس
Latin	لاطینی
Latium	لاطیوم
Lebanon	لیبنان، لیبان
Lemnos	لیمنوس
Leonnatus	لیوناتوس
Leontes	لیون تس
Leontini	لیون تینی
Leontus	لیون توس
Leosthenes	لیوس تھنس
Leto	لیتو
Leucæ	لیوکائے
Leucas	لیوکاس
Leucoptera	لیوکوپترا
Libanus	لیبانوس
Licinias	لیکی نیوس
Liguria	لیگوریا
Lindus	لندوس
Lipara	لپارہ
Livius	لی ویوس
Lochias	لوخیاس
Locri	لوکری
Locris	لوکرس
Lucani	لوکانی
Lucretius	لکریتیوس

Lucullus	لوکولوس
Lycaeus	لیکائیوس
Lycaonia	لیکاؤنیہ
Lycon	لیکون
Lycophron	لیکوفرون
Lycortas	لیکورتاس
Lychnitis	لیخنی تس
Lycia	لیکیہ
Lyoeum	لی کیوم
Lydia	لیدیہ
Lydiades	لیدیادیس
Lysias	لی سیاس
Lysippus	لی سپوس
Lysimachia	لیسِیماخیہ

M

Ma	ما
Macedonia	مقدونیہ
Macedonians	مقدونوی
Machanidas	مخانی داس
Machares	مخارہ
Magas	ماگاس
Magnesia	مگنیشیہ
Malacus	مالاکوس
Malian Gulf	خلیج مالوس
Malus	مالوس
Mamertini	مامرتی نی
Manetho	مانے تھو
Mangrelia	مانگریلیہ
Manlius	مانلیوس
Marcellus	مارکیلوس
Marcius	مارکیوس
Marcus	مارکوس
Margian	خراسان
Marius	ماریوس
Maron	مارون
Mariotis	ماریوتس
Massalia	مسالیہ
Massaliots	مسالوی
Mathathias	متاتھیاس
Maximus	ماکسی موس
Mazaca	مزاکا
Mazaca-Eusebia	مزاکا یوسے بیہ
Meander	میاندر
Media	مدیہ
Medium	مے دیوم
Megalopolis	میگالوپولس
Megara	میگارا
Melanthus	میلانتھوس
Melanophori	میلانوفوری

Meleagrus	ملیاگروس
Menander	منا ندر
Menalcidas	منالکی داس
Menecles	منے کلس
Menelaus	منے لاؤس
Menippus	منے پوس
Mericus	مری کوس
Mermnads	مرنادی
Messenia	مسینیہ
Metaurus	میتوروس
Metellus	میتے لوس
Metrodorus	میترودوروس
Micion	میکیون
Micium	میکیوم
Milesian, Miletian	ملطی
Milyas	ملیاس
Minnion	مینیون
Mithridatic	مہردادی
Mithridates	مہرداد و میتھری داتس
Moesia	مزیہ
Molon	مولون
Molossi	مولوسی
Molottis	مولوتس
Monime	منیمہ
Mopsus	موپ سوس
Morimene	موری مینے
Moronea	مورونیہ
Morzius	مورزیوس
Mucianus	موکیانوس
Mucius	موکیوس
Munda	مندا
Munychi	مونی خیا۔ مونی خیہ
Murena	مورینہ۔ مورینا
Mutines	موتی نیس
Mygdonia	میگدونیہ
Mylasa	میلاسہ
Myonnesus	میونے سوس
Myndos	مین دوس
Myra	میرا
Myrla	میرلا
Myus	میوس

N

Nabatan	نباطیانی
Nabis	نابس
Nacrasa	نکراسہ
Naevius	نئے ویوس
Nasica	ناسیکا
Nauarch	ناؤارخ۔ امیرالبحر
Naulachus	نولاخوس

Naupactus	نیٹوپاکتوس
Neanthes	نیان تھس
Neapolis	نیاپولس
Neeton	نیتون
Neæ	نیائے
Neon	نیون
Neoptolemus	نیوبطلیموس
Nicaea	نقیہ
Nicanor	نکانور
Nicator	نکاتور
Nicatoris	نکاتورس
Nicocles	نکوکلیس
Nicolaus	نکولاؤس
Nicomedes	نکومیدیس
Nicomedia	نکومیدیہ
Nicopolis	نکوپولس
Nile	نیل
Niobe	نیوبے
Nobilior	نوبی لیور
Nola	نولا
Notium	نوتیوم
Novius	نوویوس
Nymphaea	نیمفائیہ
Nysa	نیسہ

O

Octavia	اوکتاویہ
Octavian	اوکتاویان
Octavius	اوکتاویوس
Oeniadæ	اوئے نیادائے
Oeta	ایتہ
Olympias	اولمپیاس
Olympiodorus	اولمپیودوروس
Olympus	اولمپوس
Olba	اولبہ۔اولبا
Olbia	اولبیہ
Ophellas	اوفیلاس
Oppius	اوپیوس
Oropus	اوروپوس
Orontes	اورونتیس
Orophernes	اوروفرنز
Orestes	اورستس
Osiris Apis	اوسی رس آپس
Osroene	اوزروئنے
Oscani	اوسکانی

P

Pæonia	پایونیہ
Pætus	پیٹےتوس

Palacus	پلاکوس
Palestine	فلسطین
Palladium	پالادیوم
Pamphylia	پمفی لیہ
Pamphylus	پمفی لوس
Pan	پان
Pan Aetolikon	پان ایتولیکون
Panaetius	پنائے تیوس
Paneum	پانیوم
Pantaleon	پنتالیون
Panticapeum	پانتی کاپیوم
Pantochus	پانتوخس
Paphlagonia	پفلاگونیا
Paphos	پافوس
Papias	پاپیاس
Paropamisadæ	پاروپامی سادے
Parthenius	پارتھے نیوس
Parthia	پارتھیا
Pasias	پاسیاس
Pasiteles	پاسی تیلس
Patara	پتارہ
Patliputra	پاٹلی پترا
Patræ	پاترائے
Patrocles	پٹروکلیس
Patronomi	پاترونومی
Paul	پولوس
Peithon	پیثون
Pelion	پیلیون
Pella	پیلا
Pellene	پیلے نے
Peltæ	پیلتائے
Pelusium	پیلوزیوم
Penthius	پن تھیوس
Perdiccas	پردکاس
Pergamum	پرگامم
Perge	پرگے
Perpenna	پرپنا
Perseus	پرسیوس
Persepolis	اصطخر
Persia	ایران
Persian	ایرانی
Persis	لارستان
Peucestas	پیوکستاس
Phalerum	فالیروم
Phanagoria	فاناگوریہ
Pharæ	فارائے
Pharisees	فریسی
Pharnace	فارناکے
Pharnaces	فارناکیس
Pharos	فاروس

Pharsalus	فارسالوس
Phasis	فاسس
Phigalia	فگالیہ
Phila	فیلہ
Philadelphia	فلادلفیہ
Philadelphus	فلادلفوس
Philetaeria	فلےتاثریہ
Philetærus	فلےتاثروس
Philetas	فلےتاس
Philip	فیلقوس
Philippi	فلپی
Philius	فیلیوس
Philhellen	فیلہلن
Philometor	فلومیتور
Philopoemen	فلوپوئےمن
Phithiotis	فیتوتس
Phocion	فوکیون
Phoenicia	فنیقیہ
Phœnician	فنیقی
Phraates	فراتیس
Phrygia	افروجیہ
Pinara	پنارہ
Pisidia	پسی دیہ
Pitane	پتانہ
Plutarch	پلوٹارک
Plautus	پلوتوس
Pleistarchus	پلس تارخوس
Pogon	پوگون
Polemon	پولےمون
Poliorcetes	پولیورکی تس
Polyaratus	پولیاراتوس
Polybius	پولی بیوس
Polyperchon	پولی پرخون
Polysperchon	پولس پرخون
Polyxeindes	پولیکسے ینداس
Pompeii	پومپئی
Pompeiiopolis	پومپیوپولس
Pompey	پومپی
Pontus	پونتوس، افشین
Popilius	پوپی لیوس
Porcius	پورکیوس
Poseidon	پوسیدون
Posidonius	پوسی دونیوس
Posthumius	پوستھومیوس
Praesus	پرائسوس
Pretogenes	پروتوگنیس
Prusias	پروسیاس
Psophis	پسوفس
Ptolmaeum	بطلمایئوم
Ptolmaeus / Ptolemy	بطلیموس

Ptolemais	بطلیمائس
Ptolemies (The)	بطالسہ
Publius	پبلیوس
Pydna	پیدنہ
Pylaemenes	پیلائے منیس
Pyramus	پیراموس
Pyrrhus	پرہوسس
Pytheas	پی تھیاس
Pythia	پتھیہ

Q

Quinctius	کوئنک تیوس
Quintus	کوئن تیوس

R

Ra	را
Raphia	رافیہ
Rhacotis	رھاکوتس
Rhamnus	رھامنوس
Rhea	رھیا
Rhegium	رھےگیوم
Rhizon	رھیزون
Rhode	رھوڈے
Rhodes	رھوڈز
Rhodian	رھوڈزی
Rhoetium	رہی تیوم
Rodogune	رودوگونے
Romaeus	رومایوس
Rome	روما
Roman	رومن
Rosus	روسوس
Roxana	روشنک
Roxolani	روکسولانی
Rufus	روفوس
Rutilius.	روتیلیوس

S

Sadduces	صدوقی
Sagallasus	ساگالاسوس
Salamis	سالامس
Sallassi	سالاسی
Samos	ساموس
Samothrace	ساموتھریس
Sarapis	ساراپس
Sardinia	سردانیہ
Sardes	ساردس
Sarmatae	سارماتی
Saros	ساروس
Saumacus	ساؤماکوس
Scaevola	اسکائی وولا

Scarphia	اسکارفیہ
Scepsis	سکیپ سس
Scerdilaides	اسکردی لائداس
Scipio	سی پیو
Scodra	اسکودرہ
Scopas	اسکوپاس
Scoutussa	اسکوتوسا
Scylurus	اسکی لوروس
Scylletium	اسکی لیتیوم
Scymnos	اسکیم نوس
Scythian	اسکیتھی
Selene	سلینہ
Seleucia	سلیوکیہ
Seleucid	سلوکی
Seleucids	سلیوکیاں
Seleucis	سلیوکس
Seleucus	سلیوکوس
Sellasia	سیلاسیہ
Sertorius	سرتوریوس
Severus	سیوےروس
Sextus	سکس توس
Sicily	سسلی
Sicyon	سکیون
Sidates	سداتس
Side	سدے
Sidon	سیدا
Sila silva	سیلا سلوا
Simion	شمعون
Sindi	سندی
Sinope	اسنوپ
Sipylos	سپی لوس
Smyrna	سمرنا
Sogdiana	سغدین
Soli	سولی
Sophene	صوفینے
Sosibius	سوسی بیوس
Sosicrates	سوسی کراتس
Soter	سوتر
Soteria	سوتیریہ
Spardocidæ	اسپاردوکیاں
Spartocus	اسپارتوکوس
Sphærus	اسفائروس
Statius	استاتیوس
Stephanus	استیفانوس
Strægus	استراےگوس
Straton	استراتون
Stratius	استراتیوس
Stratonice	استراتونیس
Stratonica	استراتونیکہ
Stymphalus	استیم فالوس

Sulla	سولا
Sulpicius	سلپی کیوس
Sulpicius Galba	سلپی کیوس گالبا
Sunedrion	سوینڈریون
Susiana	سوسیانا
Synnade	سینادہ
Syracuse	سرقوسہ
Syria	سوریہ، شام
Syrux	سی روکس

T

Tabæ	تابئے
Tænarum	تئے ناروم
Tamias	تامیاس
Tanais	تانائس
Tanis	تانس
Taras	تاراس
Tarcondimotus	تارکوندی موتوس
Tauchira	توخیرا
Tauria	توریہ
Tauromenium	تورومے نیوم
Tauriscus	توریسکوس
Tarsus	طرسوس، طارسوس
Tean	تیانی
Teana	تیانہ
Teuthrania	تیوتھرانیہ
Tectosagas	تکتوساگیس
Telchines	تلکی نیس
Telmessus	تل میسوس
Temesa	تیمے سا
Tempe	تیمپے
Terentius	تیرنتیوس
Teridates	تری داتس
Tetrapolis	ترا پولس
Teucer	تیوکر
Teuta	تیوتہ
Teutones	تیوتونس
Thalassa	تھالاسہ
Thapsus	تھاپسوس
Theocritus	تھیوکری توس
Theodorus	تھیودوروس
Theodosia	تھیودوسیہ
Theophrastus	تھیوفراستوس
Theopompus	تھیوپومپوس
Theoxene	تھیوکسے نہ
Therapeutæ	تھراپیوتائے
Thermopylæ	تھرموپلی
Thessalonice	تھسالونیکے
Thibron	تھبرون
Thrace	تھریس

Thracian	تھریسی
Thrasybulus	تھراسی بولوس
Thule	تھولے
Tibirius	ٹی بیریوس، تبے ریوس
Tigranes	تیگران، تیگرانیس
Tigranocerta	تیگرانوکرتہ
Tigris	دجلہ
Timarchus	تمارخوس
Timæus	تمایوس
Timocrates	تموکراتیس
Timoleon	تمولیون
Timon	تمون
Timoxenus	تموکسے نوس
Titus	تیتوس
Tius	تیوس
Tleptolemus	تلپ تولیموس
Tlos	تلوس
Tomi	تومی
Tolistoboii	تولستوبوئی
Tralles	ترالیس
Trasimene	تراسی مین
Trebizond	طرابزون
Triphylia	تری فیلیہ
Tripomium	تری پومیوم
Triptolemus	تریپتولیموس
Tritæa	تری تائیہ، تری تیہ
Trocmi	تروکمی
Troglodic	تروگلودی
Trogus	تروگوس
Tryphon	تری فون
Tyana	تیانہ
Tyche	تیوخے
Tyras	تیراس
Tyre	صور

U

Umbria	امبریہ
Urha	اورھا
Urmia	ارمیہ
Uscana	اسکانا

V

Valerius	والیریوس
Veii	ویائی
Venase	ویناسے
Villius	ویلیوس
Viriathus	ویریاتھوس
Vulso	ولسو

X

Xanthus	زانتھوس

زینو	Xeno
زینودوتوس	Xenodotus
زینوفیلوس	Xenophilus

Z

زابی ناس	Zabinas
زاکنتھوس	Zacynthus
زاگروس	Zagrus
زاما	Zama
زاریادیس	Zariades
زاریاسپا	Zariaspa
زینوبیوس	Zenobius
زیوگما	Zeugma
زیوس اماریوس	Zeus Amarius
زیوس عمون	Zeus Ammon
زیوس سوتر	Zeus Soter
زییےلاس	Zielas
زپوئےتس	Zipoites

فہرست اصطلاحات

تاریخ یونان قدیم جلد چہارم

(۱) تاریخ و سیاسیات و قانون

حقیت مستقل	Allodium
دفتریت	Bureaucracy
کیمپو	Camp
میر عدل	Chief Justice
سنویت	Chronology
تجارت	Commercium
ماموریہ	Commission
مامور	Commissioner
استحفاظ	Conservatism
قنصلیہ	Consulate
تعامل	Co-operation
عالمیت	Cosmopolitanism
دفاعی محالفہ	Defensive Alliance
تابع	Dependency
آمر مطلق	Dictator
جانشینان سکندر اعظم	Diodochi
تادیبہ	Discipline
دو عملی	Dyarchy
قبضۂ اراضی	Egktesis
تابعین سکندر اعظم	Epigoni
"ہویدا نشان"	Epiphanes
مبارزہ	Equites (Knights)
"محسن الملک"	Euergetes
معافی دوامی	Fee
پردیسی	Foreigner
حرس	Garrison
شمشیر باز	Gladiator
یرغمال	Hostage
تحکم و فوجی اختیارات	Imperium
احکام امتناعی	Interdict
عادل	Judge

قانون اقوام	Jus gentium
قانون فطری	Jus naturale
لیگ	League
فوجی رسالہ	Manipulum
یونان کبیر	Magna Græcia
بلدیاتی	Municipal
دیسی	Native
جارحی محالفہ	Offensive Alliance
اعیان	Optimates
فالگاہ	Oracle
ہیکل آلہیہ	Pantheon
ولدیت	Patrocinium
جتھا	Phalanx
مادرپسند	Philometor
پدرپسند	Philopator
خراج	Phoros
مہاپجاری	Pontifex Maximus
حمایت	Protection
محمیہ	Protectorate
دولت حامیہ	Protective Country
حامی	Protector
صوبہ	Province
نیابتی ادارات	Representative Institutions
حق ثانویت	Secundo-geniture
سینات	Senate
جنگ حلفا	"Social War"
معاشرہ	Society
"محافظ الملک"	Soter
اسپارٹی	Spartan
اسپارٹائی	Spartiate
لوح	Stele
ایوان پوئیکلون	Stoa poikile
علاقہ	Territory
فاتحانہ جلوس	Triumph (Roman)
ثلاثیہ	Triumvir
مہردادی جنگ	Mithridatic war
حق تصرف	Usufruct
غاصب	Usurper
مالگزاری	Vectigal

(۲) ادبیات، فلسفہ، جمالیات

علامت لہجہ	Accent
سنگیت، اداکار	Actor
جمالیاتی	Aesthetic
اسکندروی نظم	Alexandrine poetry
گول گھر	Amphitheatre
کاریز	Aqueduct
تعمیرکار	Architect

Artist	فن کار
Assertions	دعاوی
Atomic	ذراتی
Barocco style	اسلوب تزئینی
Canto	بند
Charyatid	جسمانی ستون
Comedy	سروریہ
Conception of the Good	تصورِ خیر
Cynic	کلبی
Dramatis personæ	اشخاص تمثیل
Egoism	انانیت
Eistic	عاشقانہ
Elegy	مرثیہ
Epicurean	اپیقوری
Existence	وجود
Foreground	پیش منظر
Idealism	مثالیت
Ideas	تصورات
Idyll	صوری نظم
Lyric	غزباری
Ode	قصیدہ
Optimistic	رجائی
Parapet	مورچہ
Peripatetic	مشائی
Plastic Arts	فنون پیکر پذیری
Plot	بندش
Portico	ڈیوڑھی
Probability	اغلبیت
Raumpœsie	نظم مکانی
Rhetoric	خطابت
Sceptic school	مسلک ارتیابیہ
Simile	تشبیہ
Spiritus	ترخیم لفظی
Stoa	رواق
Style	اسلوب
Substance	جوہر
Suspension of judgement	تعطل حکم
Tragedy	دردیہ

(۳) حکمیات

Autumnal equinox	نقطۂ اعتدال ربیعی
Constellation Coma Berenice	صورت گیسوئے برنیقیہ
Inorganic	غیر نامیاتی
Oblique	ترچھا
Organic	نامیاتی
Science	حکمیات
Scientific	حکمیاتی

(۴) عام اصطلاحات

اقدام	Anabasis
نوادر خانہ برطانیہ	British Museum
وقت نگار	Chronographer
عرشہ	Deck
عرشہ دار کشتیاں	Decked Boats
نسلیات	Ethnography
زعیم	Herald
ناقابل تنقیص	Inviolable
مہندس	Machanician
مجوسی	Magian
معدنی	Mineral
میوزیم خانہ، نوادر خانہ	Museum
تذکرہ نویس	Narrator
سکہ شناس	Numismatist
رنگ کاری	Painting
لسانیاتی	Philological
پولستان	Poland
پولستانی	Pole
ترسول	Trident

صحت نامہ

تاریخ یونان قدیم جلد چہارم

صحیح	غلط	سطر	صفحہ
Schuerer	Schuerct	۵	۱۱
یوری پڈلیس	یوری پڑلیس	۱۰	۱۲
ایسے	ایسی	۱۳	"
چھوڑ دیا جاتا'	چھوڑ دیا جاتا ہے	۱۵	"
Christ	Chrish	۵	۱۳
منتظم	منتظم	۱۹	۱۹
آیندہ	آئندہ	۱۱	۲۰
جیسے	جسے	۲۰	۳۳
اُسے	اُڑا اُسے	۷	۳۴
کر دیا	کیا	۱۵	۳۷
ہاتھوں	ہاتوں	۲۴	"
ہو	ہوا	۵	۳۸
دشمن	دشمن کا	۱۳	"
تیروں	تو تیروں	۳	۵۰
فروجر	فروحر	۴	۵۵
کی	نے اپنی	۲۵	۵۸

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۹	۱۴	Journey Asia Minor	Journey in Asia Minor
"	۱۵	wolf	Wolf
"	۱۶	ہیکس	ہکس
"	۱۷	Inscuption	Inscription
۶۲	۱	ہیرو	مرکز
"	۱۶	Ptolermies	Ptolemies
۶۷	۱۱	معنون	مُنَوَن
۸۴	۱۹	چو دریہوں	چو دہیوں
۹۰	۴	اکروکوانتھوس	اکروکورنتھوس
۹۱	۲۰	اڈیک	راڈیک
۹۲	۲۵	الیسوس	الپسوس
۹۷	۹	متولی	متولّی
۱۰۴	۱۱	توان	اِن
۱۰۵	۱۶	نو	تو
۱۲۰	۲۵	پراختلاقی	پُر اختلال
۱۲۸	۱۹	کی"	کی تعمیر"
۱۴۱	۱۲	یوتانی	یونانی
۱۴۵	۱۸	Guillanme	Guillaume
۱۵۰	۲۳	ا، ورنیز	اوُزنیز
۱۵۵	۲۰	اشارسے	اشارئے
۱۶۱	۱۴	بن کر	بن گیا
"	حاشیہ	"	باب ۴

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۹	۶	سکندروالا	سکندرولد
۱۷۰	۳	صفحہ ۳۶۵	باب ۲۶
۱۷۴	۲۲	Raidet	Radet
۱۸۴	۱۸	ind	Jued.
۱۸۵	۱۹	Reichsreeht	Reichsrecht
۱۸۷	۱	معین واکوس	رعین واکوس
۲۰۴	۱۰	Puly	Pauly
"	۲۳	پاپیروس	پاپیروس
۲۰۵	۵	Petre	Petrie
"	۲۰	Ptolemæcr	Ptolemæer
۲۲۱	۱۱	مسیا	مسینیا
۲۴۱	۲۲	پیریلر	پریلر
۲۴۲	۴	œmischen	Rœmischen
۲۴۶	۲۲	یوری پریس	یوری پڈیس
۲۴۹	۱۴	پاؤس	پاؤلی
۲۶۴	۲۳	قرڈی شند	قرڈی نندا
۲۶۶	۲۳	تورو مے یزم	تورو مے نیوم
۲۷۱	۸	وابے	والے
۲۸۰	۶	ہپوسیپ	ہپوکاسپ
۲۸۱	۱۹	Ancicnt	Ancients
۲۸۹	۲	الفتوم	الفیوم
۲۹۳	۹	بطلیموس XXIX	بطلیموس XXIX میں لکھا ہے کہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۹۶	۱۶	کرکرزموس	کوزموس
۳۰۹	۹	اسی	اس
"	۱۶	پتروکلیس	پتروکلیس نے
۳۲۶	۵	ففیقیہ	فنیقیہ
"	۲۱	والی	والئے
۳۳۶	۲۴	میں	اشاعت سوم میں
۳۳۸	۱۹	Buemtes	Bundes
۳۴۱	۲۴	یاوجود	باوجود
۳۴۹	۲	اسپارٹیوں	اسپارٹائیوں
۳۵۰	۲۱	ایتولیہ	لقونیہ
۳۵۱	۲۴	غلی دوقس	خیلی دونس
۳۵۳	۲۴	ڈھرکنے	دھڑکے
۳۵۹	۹	Gehlers	Gehlert
۳۶۹	۲۲	درمیان اب	درمیان
۳۸۳	۲۰	Dentsche	Deutsche
۳۹۳	۱۵	Achaeen	achaéene
"	۱۶	Brandstætter	Brandstaetter
"	۱۷	Desarto	des
۳۹۵	۲۱	پانتوکیس	پانتوخیس
۳۹۷	۳	سونیدریوں	سی نیدریون
۳۹۸	۳	سی نیدروئی	سی نیدرونی
"	۲۳	اجزائے	اجزا
۴۰۰	۲۳	اتولی	ایتولی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰۳	۹	آخری	×
"	۱۹	ہے	ہے کہ
۴۰۷	۲۱	صوبہ واری	صوبہ داری
۴۰۸	۳	=	..
۴۱۵	۲۱و۲۲	بتوتیس	تبوتیس
۴۱۸	۸	کولوقون	کولوفون
۴۱۹	۲	ایتولیوں	ایتولیوں
"	۱۷	کے	کی
۴۲۸	۱۹	کہتے تھے	تھا
۴۳۳	۸	اسقیقان	استیفان
"	۲۲	Mel	Mel. numism
۴۳۴	۷	خری ساؤری	خری زاؤری
"	۱۴	ترالیس	ترالیس
۴۳۱	۱۸	پہلا	پہلے
۴۴۲	۸	قنتوم	تنتوم
۴۴۹	۱۰	بیوی	بیویوں
۴۴۷	۲۳	ct	et
۴۶۰	۱۰	It muses	Il museo
۴۶۱	۱۶	بولوں	بولیوں
۴۶۵	۱۲	disdivinites of	des divinite's d''
۴۶۷	۲۳	کتابخائر	کتابخانہ
۴۶۸	۲۳	sons	sous

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۷۰	۲۳	تواعد	تواحد
۴۷۴	۹	نویس	نولیسوں
۴۷۵	۲۰	پیاپی روس	پاپی روس
〃	۲۱	کولیاپی	کولیامبی
۴۷۶	۱۵	Gesesllschaft	Gesellschaft
〃	۱۶	ڈینز	ڈیلز
〃	۲۳	یاکہوسی	باکھوسی
〃	۲۴	Bacrhica	Bacchica
۴۸۷	۳	فرمانزویان	فرمانروایان
۴۹۲	۲۲	قارقلپس	قارقلیس
〃	۹	پتاباننجا	تیاپانچا
〃	۱۴	Neroutzos	Neroutzos: L' Anc. Alex
۴۹۵	۶	فوراً	
۴۹۷	۲۱	Obernummer	Oberhummer
۴۹۸	۳	ایتولوں	ایتولیوں
〃	۲۰	ایس	ایلیس
۴۹۹	۲۳	قدیم	قدیمہ
۵۰۰	۱۸	توہین آمیز تھا	توہین آمیز تھی
۵۰۲	۱۰	رروبعل	ہسدروبعل
۵۰۳	۱۹	اوتی گرہ	اورتی گیہ
۵۰۴	۵	اسی سال میں	اسی سال
〃	۲۴	اجبر	اجیر
۵۰۵	۴	ہسدرو بیال	ہسدروبعل

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۰۶	۱۲	اَراتوس	اراتوسس
"	۲۱	فارن	قون
"	۲۴	ہی	ہیں
۵۰۷	۱۲	یہ دونوں	ان دونوں
۵۱۲	۱۸	جہانی	مہانی
"	۲۳	پسے فرما	پسے فزما
۵۱۳	۸	گناہ کاری	گناہ گاری
۵۱۵	۶	ار	اور
۵۲۸	۱۳	سنیات	سینات
۵۳۳	۶	خیلی دودینائے	خیلی دونیائے
۵۳۶	۵	کاپاروسیہ	کاپادوسیہ
۵۳۷	۱۶	امیناندروالی	امیناندروائی
"	۲۰	براہ راست	×
۵۳۸	۱۷	لیکن	گو
۵۳۹	۸	دیمقرتیس	دیمقرتوس
۵۴۰	۱۳	یونانی	یونانی
۵۵۰	۱۸	گورتی نانے	گورتینانے
۵۵۱	۱۲	کھائی اور	کھائی ہے
"	۲۲	ترمےکوس اور	ترمےسوس
۵۵۳	۱۲	ہیوار	ہیوکر
"	۱۶	ایڈورے ذبن ری	ایڈورڈبن بری
"	۱۸	Solbby	Sotheby
"	۲۳	ہناسیتنا	ہناگستیا

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۵۶	۵	وار	ولد
۵۵۷	۹	سنیات	سینات
۵۵۸	۲۴	سپینے	سپینے نے
۵۵۹	۱۶	فرض نہیں تھا	فرض نہیں تھا کہ
"	۲۳	دوسری دفعہ یہ ہے	دوسری دفعہ یہ کہ
۵۶۰	۲۱	اپنے	اپنے
۵۶۵	۱۴	زوما	روما
"	۱۷	سروانیہ	سردانیہ
۵۶۸	۶	کریہ	کر ۔
"	۱۵	سکتی	سکی
۵۶۹	۲۰	وہ	اس میں
۵۷۰	۲۲	یوئرگی تیس	یوئرگی تیس ۲ فیسکون ۱۴۶/۱۱۷ ق م
۵۷۱	۱	فیسکون' ۱۴۶/۱۱۷ ق م	×
۵۷۳	۱۲	۲ لاودیکائس"	" لاؤدیکائس"
۵۷۴	۹	Ein	×
۵۷۶	۱	ہے	×
"	۲۱	پسیوس	لیسیوس
۵۷۹	۴	نے	×
۵۸۳	۵	دار	وار
"	۶	ایشیا کے ملوکتوں	ایشیا کی ملوکیتوں
۵۸۵	۲۳	انبولیوں	اتیولیوں
۵۸۶	۸	کے لئے کہا	کی استدعا کی
"	۲۲	جوہتی	جوں ہی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۵۸۷	۱۰، ۱۱	یہ کہنا کہ یومنیس پر یہ الزام نہیں لگایا جا سکتا کہ وہ روما کی ناکامی سے اپنا بھلا چاہتا تھا	اِس کہنے سے کہ یومنیس روما کی ناکامی سے اپنا بھلا چاہتا تھا اسپر کوئی غلط الزام نہیں لگتا ۔
"	۲۱	وستر	وستر یون
۵۹۰	۶	بلدیات دیہات	بلدیات و دیہات
"	۷	واقعہ یہ ہے کہ	x
۵۹۲	۸	تیمنزی ۔ تیمنز	تھبزی ۔ تھبز
"	۱۳	سرگروہ	سرگروہوں
۵۹۳	۱	ہوئی تھی	ہوا تھا
۵۹۴	۳	روبیہ	رویّہ
۵۹۵	۱۶	پہونچ گیا تھا	پہونچ گیا تھا اور
۵۹۶	۱۷	پولی لیوس	پوپی لیوس
۵۹۷	۱ و ۵	پولی لیوس	پوپی لیوس
۵۹۶	۲۴	انطاکوس چہارم ؛ فیلومیتور پر حاوی ہوگیا	انطاکوس چہارم فیلومیتور رحاوی ہوگیا ۔
۶۰۲	۹	انکے	اُسکے
"	۱۳	اب	x
۶۰۷	۱۰	(مبارزوں)	(مبارزوں)
۶۰۹	۱۰	تھینز	تھبز
۶۱۰	۸	کیا	منظم کیا
۶۱۴	۱۱	جب	جیسا
"	۱۲	؛	کہ
"	۲۰	جو رومنوں کے سطح پر	جو کم وبیش رومنوں کے سطح پر
۶۲۰	۹	Shaal	Stadt

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۲۴	۱۷	Enquir	Enquiry
"	۲۳	کامیلی ریس	کاسکی ریس
۶۳۰	۱۵	کی سرجامہ	کا سرجامہ
"	۲۰	ایشائیل	ریشائیل
۶۳۱	۱۶	سرواناپابوس	سرواناپاکوس
"	۱۸	خنفیس	خفینوس
۶۳۲	۲	تھا۔	پڑگیا۔
"	۴	سٹری	مٹری
۶۳۴	۲۳	شبت	شبت
۶۳۵	۲۵	سفدین	سغدین
۶۳۶	۱	مملکت	مملکتوں
"	۲۳	اگر	اگرچہ
۶۳۷	۲۲	حامیہ	عاقبہ
۶۴۱	۱۴	لہ	لہٗ
"	۲۱	Ludwich	Ludwhich
۶۴۳	۱	۷۷۶۰	۷۷۶
۶۴۴	۱۳	کوئے	کوئنے
"	۲۲	سنہ ۲۱۹۰ء	سنہ ۱۸۹۰ء
۶۴۵	۸	تھا	تھے
۶۴۷	۱۷	فلاوریلقوس	فلاویلقوس
"	۱۸	سان	بیان
۶۴۸	۱۷	کئے	لئے
۶۴۹	۱۹	اوردمسس	اوردتیس

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۴۹	۲۲	میود	میولر
۶۵۶	۱۷	تّ	پہ
"	۱۹	بلیک	بماک
۶۵۹	۲	ترتپوپیوکس	ترتپولیموکس
۶۶۰	۳	ہنے رایوس	ہے راپولس
"	۱۸	کالی کانوس	کالی کادنوس
۶۶۱	۱۷	گیشی پوسس	اسکیشی پوسس
"	۱۹	تیموار	شیوررر
"	۲۰	سایہ	ساریہ
"	۲۱	طبریہ	طبریہ
۶۶۲	۵	اس	اسی
"	۷	نکس	ہکس
۶۶۳	۹	چونکہ	جیسکے
۶۶۴	۲۱	Bybliona	Babylonia
"	۲۳	Babglonia	Babylonia
۶۶۵	۲۵	تعابل	مقابل
۶۶۶	۱۷	مسئلے	مسئلہ
۶۶۸	۴	برنیفی	بوروینی
۶۷۱	۱۸	میکانیی	میکانیکی
"	۲۱	برلوکنر	بریوکنر
۶۷۲	۲۴	کتبہ	کتیبہ
۶۷۳	۲	چوٹی کے	چوٹی کے مجسمے
"	۲۴	کے	کی

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۷۴	۱۳	بہو ہوگیا	ہوگیا
"	۱۹	تھا	ہیں
۶۷۵	۱۴	ص ــــ	ص ۶۶۴
۶۷۶	۱۸	anla	aula
"	۲۰	Cesen	Gesch.
"	۲۱	bhandl.	Abhandl.
"	۲۲	Couze	Conze
۶۷۷	۲۱	Dio	Die
۶۷۹	۲۴	His am	Historiam
۶۸۱	۴	محریں	محرابیں
"	۱۶	جرم	حرم
۶۸۲	۲۳	مثایا	بتایا
۶۸۳	۳	کے	کی
۶۸۴	۱۴	وائیوں	نوائیوں
۶۸۵	۳	سله	سکه
۶۸۵	۵	رائتھ Wreth	روتھ Wroth
"	۶	ص ــــ	ص xxviii
"	۱۳	Eryt ;	Erythræ
"	۱۴	اوٗل	اوّل
۶۸۶	۳	نہ	نہ تھے
	۱۹	I N cropole de My	Le Necropole de Myrina
"	۲۰ و ۲۱	Slaluettes derreenite dan lantip te	Pottier, Les Statuettes de terre cuite dansl'e antiquité

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۸۷	۱۲	Hioschfield	Hirschfeld
"	۱۴	Ent yick	Entwickel
۶۸۹	۲۲	دولی دیہ	دولی دیہ
"	۲۳	لوپولوس	اپولونس
۶۹۱	۲	دہ	وہ
"	۶	مینزیہ ایک	مینزیہ میں ایک
۶۹۵	۱۸	اونچا	اونچا
۶۹۹	۲۰	سکونیات	سکوکیات
۷۰۳	۱۳	جزیرہ رھو colteret	جزیرۂ رھوڈز Cotteret
۷۰۵	۵	مصروفیوس	مصروخیوس
۷۰۶	۷	نشانی تھا	نشانی تھی ۔
"	۸	ظاہر ہوا تھا	ظاہر ہوئی تھی ۔
۷۰۷	۵	پر	×
۷۱۰	۴	کا	سکے
۷۱۲	۶	ارلی مینزیہ	ارتی مینزیہ
"	۱۶	اسلئے	اس لئے کہ
۷۲۲	۲	جاتے ہیں	جاتے ہیں کہ
"	۱۷	Kochler	Kœhlar
		Althens	Athens
۷۲۳	۱۴	کی	سکئے
۷۲۹	۷	ائمٔہ رواقیئن	اور رواقیئن
۷۳۵	۴	مین	میں ۔
"	۱۲	اس	ایک

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۳۷	ہر جگہ	ویلوس	دیلوس
۷۴۲	۲۲	Mahoffy	Mahaffy
۷۴۵	۲۲	Romonorum	Romanorum
〃	۲۳	Smicis	amicis
۷۴۷	۹	لباقوں	کھانوں
۷۵۰	۲۳	کالایری	کالابری
۷۵۲	۱۷	قانون فطری	قانون فطری بھی
۷۵۴	۵	پرتیوروں	پرتیو روں
〃	۱۸	"در قانون سلطنت"	"قانون سلطنت" mittheis
〃	۲۰	Vorgt	Voigt
۷۶۱	۲۳	میوخ	میونخ
۷۶۳	۲	موڑتے ہی	موڑتے ہی اسکیشوں نے
〃	۱۱	کو	کی
۷۶۵	۱۰	ہل من مزید	"ہل من مزید"
۷۶۸	۲	یورپ	یورپ یورپ
۷۷۲	۱۵	دلیھو	دیکھو
〃	〃	Dois	Rois
۷۷۵	۲۴	قلوبترہ کے	قلوبترہ کی
۷۷۸	۱۷	Mithir	Mithri
۷۸۵	۲۳	〃	ـه
۷۸۶	۲۲	مہراج	مزاج
۷۹۱	۲	دلوکولوس	لوکولوس
۷۹۵	۱۰	سیلولیوں	سیلوکیوں

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۷۹۶	۲۰	·mhoof	Imhoof
۸۰۰	۱۸	قالب	×
۸۰۱	۱	(۳)	×
۸۰۲	۱	کا بیٹا	کے بیٹے
"	۱۷	سکہ	سکے
۸۰۳	۲	والے اپائی	والے ریائی
"	۵	پوسپوپولس	پوسیپوپولس
"	۱۲	Revdes. Etedes greeprues	Rev. des études grecqes
۸۱۸	۱۷	ج	×
۸۳۲	۲۱	Elemente	Griechische Elemente
۸۳۳	۲	۱ھ	۲ھ
۸۳۴	۱۸	یفلاگونیہ	پفلاگونیہ
"		امیاس	انیاس
۸۳۵	۶	پوسے بیہ	یوسے بیہ
۸۳۸	۱۰	ستوریادخیس	ستوریارخیس
"	۲۲	Slædtvenf	Stædtverf
۸۴۳	۱	کے ریاحت	کی ریاست
"	۱۵	کہہ چکے ہیں	کہہ چکے ہیں کہ
۸۴۴	۱۱	پوستی نیان	یوستی نیان
"	۲۲	دیوروائی	دیوروئی
۸۵۰	۳	جب	جیسا
۸۵۲	۲	رہنی	رہتی
۸۵۳	۱	رہنا	رہتا
۸۵۵	۱۱	سرویہ	سروریہ

تمت